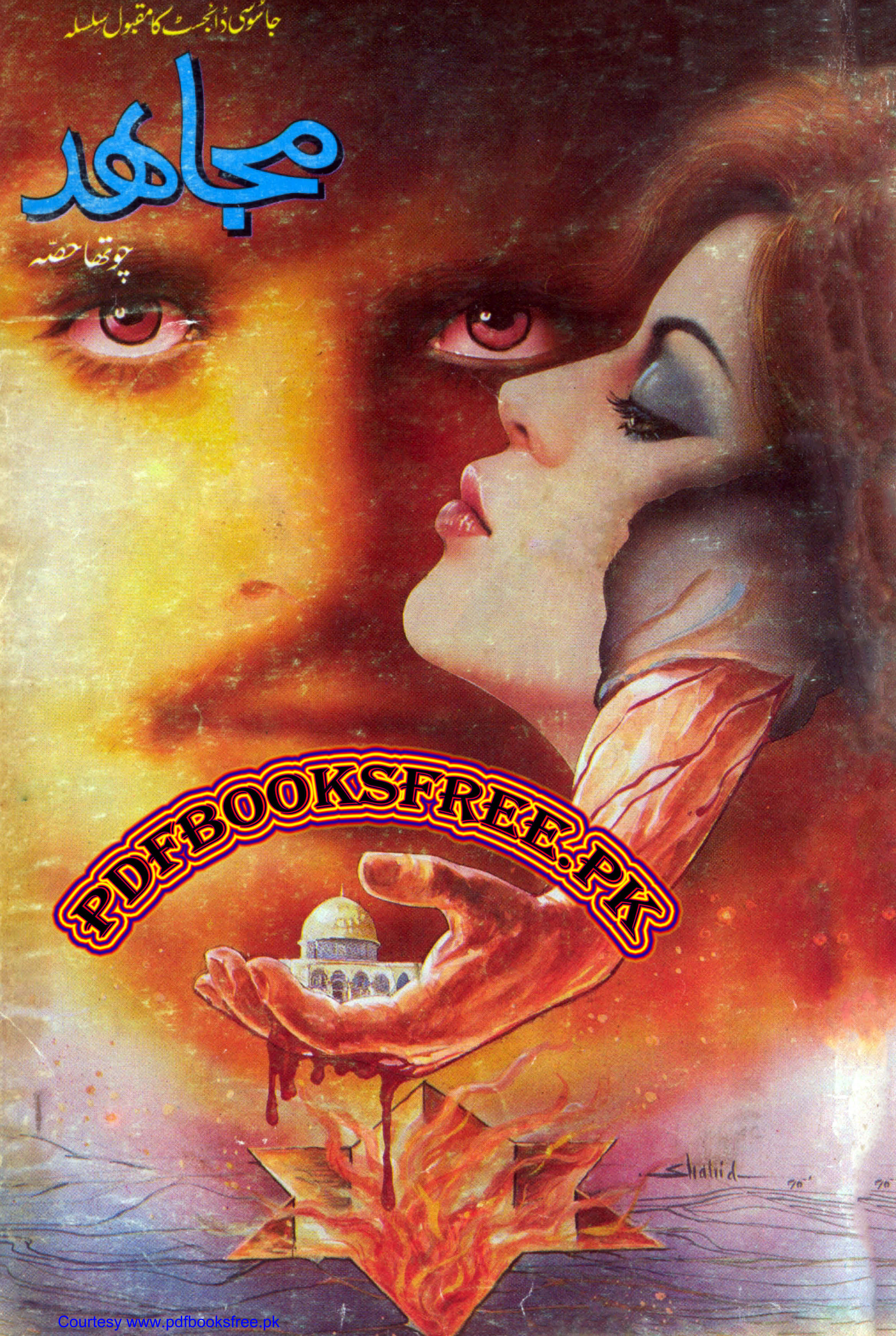

PDFBOOKSFREE.PK
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

22664

جاسوسی ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ

زمانوں کی گہری دھول میں ایک پاکستانی جانباز کا سفر

چوتھا حصہ

مجاہد

علی یار خان

ایک راندۂ درگاہ قوم کی عیاریوں کا طلسم خانہ

ایک مسکراتے ہوئے قبیلے کی دہشتوں کا خوں رنگ فسانہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جملہ حقوق بحق جاسوسی ڈائجسٹ محفوظ ہیں

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

کتابیات پبلی کیشنز ۰ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۷۴۲۰۰

2264

محاسب

انسانی زندگی واقعات کا ایک عجائب خانہ ہے۔ جس طرح ایک چنگاری کبھی کبھی خرمن [illegible] کر دیتی ہے اسی طرح کوئی معمولی سا واقعہ بھی کسی کی زندگی کا نقشہ تبدیل کر دیتا ہے، سرکش بنا دیتا ہے۔

یہ ایک ایسے آتش مزاج وشوریدہ سر نوجوان کی سرگزشت ہے جس کی رگوں میں دوڑتا ہوا لہو دہکتا ہوا لاوا بن گیا تھا۔ اس کے ہر مسام سے شرارے پھوٹنے لگے تھے۔ ایک بظاہر چھوٹے سے واقعے نے اس کے کاروانِ حیات کی راہیں بدل دی تھیں اس کی عقابی نگاہوں میں کچھ اور ہی منزلیں آبسی تھیں۔ ہر جگہ، ہر کوچہ، ہر دھرتی، ہر قریہ، ہر شہر میں۔ فتنۂ یہود سے برسرِپیکار رہنا ہی اس کا مقصدِ حیات ٹھہرا۔

دوسرے دن ناشتے وغیرہ سے فارغ ہوئے تھے کہ تارنیا ہارڈو چند افراد کے ساتھ پہنچ گئی۔ اس نے ان سے میرا تعارف کرایا۔ یہ فوجی حکام تھے۔ مجھ سے سب ہی اچھی طرح پیش آئے۔ تارنیا ہارڈو نے جنید جلال اور اس کے ساتھیوں کے بے شمار تحائف خریدے تھے، میرے لیے بھی بہت کچھ تھا لیکن میں نے شکریے کے ساتھ ان میں سے صرف چند چیزیں جو میری فوری ضرورت کے تحت کام آسکتی تھیں، قبول کرلیں اور باقی تارنیا ہارڈو کو واپس کر دیں۔

شارلو کو تارنیا اپنے ساتھ لے گئی تھی۔ چار بجے اس نے مجھے اطلاع دی کہ رات کی ضیافت وزیرِاعظم کی کوٹھی پر ہے۔ رات کو وہ خود مجھے لینے آئی اور میں جنید جلال اور دو فلسطینی نوجوانوں کے ساتھ اس ملک کے وزیرِاعظم کی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔ وزیرِخارجہ، وزیرِداخلہ، وزیرِدفاع اور دوسرے بڑے بڑے عہدیدار یہاں موجود تھے جنھوں نے میرا پُرتپاک خیرمقدم کیا۔ وزیرِاعظم نے مجھے بتایا کہ میرا یہ استقبالیہ پریس کی نگاہوں سے الگ ہے اور اگر میں اس بات کی اجازت دوں کہ اس کارروائی کی اطلاع پریس کو دے دی جائے تو ان لوگوں کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ یہ سب کچھ صرف میری وجہ سے کیا گیا ہے کہ پریس کو اس بارے میں کوئی خبر نہیں دی گئی۔

میں نے اس بات پر خصوصی طور پر وزیرِاعظم کا شکریہ ادا کیا اور درخواست کی کہ میرا نام یا میری کارروائی کی کوئی بھی رپورٹ پریس کے کانوں تک نہیں پہنچنی چاہیئے مجھے اس سے نقصانات ہوں گے۔

اس کے بعد وزیرِداخلہ نے اپنی استقبالیہ تقریر میں میرا شکریہ ادا کیا اور میری تعریف و توصیف کرتے ہوئے دوسرے لوگوں کو بتایا کہ مجھے اس کام کے معاوضے کے طور پر اتنی بڑی رقم کی پیش کش کی گئی تھی جو کوئی بھی ذی عقل نہیں ٹھکرا سکتا لیکن تارنیا ہارڈو کے بیان کے مطابق میں نے یہ کہہ کر اس رقم کو نظرانداز کر دیا کہ میں یہ کام صرف فلسطین کے لیے کرنا چاہتا ہوں اور اس میں میری کوئی ذاتی غرض نہیں ہے۔

وزیرِاعظم نے کہا کہ اس دور میں جبکہ ساری دنیا میں انفرادی طور پر اپنے مفادات کے تحفظ کا رجحان ہے، ایک ایسا شخص قابلِ حیرت ہے جو ذاتی مفاد پر اپنے فرض کو ترجیح دیتا ہے اور یہ بات انتہائی قابلِ تحسین ہے۔ اس تقریر کے بعد تالیاں بجا کر جذبۂ تحسین کا اظہار کیا گیا۔ پھر وزیرِاعظم نے ایک اور اعلان کیا ہمارا ایک بہت بڑا مقصد علی یار خان کے ذریعے پورا ہوا ہے۔ علی یار خان نے اس کا کوئی معاوضہ طلب نہیں کیا حالانکہ اس کے عوض وہ ہم سے بہت کچھ مانگ سکتے تھے۔ چنانچہ ان کی خدمات کو سراہتے ہوئے انھیں اس ملک کی شہریت پیش کی جاتی ہے اور انھیں ایک خصوصی اعزاز دیا جاتا ہے جس کے تحت وہ یہاں کے معزز شہری قرار پائیں گے۔ اس ملک کے جس حصے میں جائیں ان کے لیے رہائش کا بندوبست کیا جائے گا۔ وہ اپنی بقیہ زندگی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اگر چاہیں تو یہاں گزار سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی ایک اور اعلان بھی میں کرنا چاہتا ہوں۔ اسرائیلی حکام نے اس آبدوز کے لیے جو رقم ہائل جوشیو کو پیش کی تھی وہ بہت زیادہ ہے۔ یہ عظیم الشان رقم بے شک اتنی بڑی ہے کہ اس پر کسی کی بھی نیت خراب ہو جائے۔ وہ رقم اب ہماری خاص کارکن میڈم مارٹینا کے قبضے میں ہے اور ہمارے ضمیر کسی بھی طور یہ قبول نہیں کرتے کہ اس رقم کو اپنی تحویل میں رکھیں۔ ہمارا اس پر کوئی حق نہیں ہے۔ ہم اگر چاہیں تو یہ رقم اسرائیل کو واپس کر سکتے ہیں لیکن اس کے بعد اس معاملے میں ہمارے براہِ راست ملوث ہونے کا اندیشہ ہے اور خارجی طور پر اسرائیل سے ہمارے تعلقات خراب ہو سکتے ہیں۔ ہم اس بات کے خواہش مند ہیں کہ اس کارروائی کے سلسلے میں کبھی ہمارا نام نہ لیا جائے۔ یہ عظیم الشان رقم میرے اپنے خیال میں صرف علی یار خان کی ملکیت ہے۔ بے شک انھوں نے ہم سے کوئی معاوضہ قبول نہیں کیا لیکن انھیں یہ رقم قبول کرنا ہوگی۔"

اس اعلان کا بھی تالیوں سے خیر مقدم کیا گیا تھا۔ میں نے جوابی تقریر میں وزیرِاعظم کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ میں اس رقم کو قبول کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا۔ میں شکریے کے ساتھ اس پیش کش کو قبول کرتا ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ایک اور درخواست بھی کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ یہ رقم بیروت کے بینکوں میں تنظیم آزادیٔ فلسطین کو ادا کر دی جائے اور فلسطینی تنظیمیں اس رقم کو شتیلا اور دوسرے کیمپوں میں مقیم پناہ گزینوں پر خرچ کریں۔

تمام لوگ ششدر رہ گئے تھے۔ جنید جلال نے آنکھیں بند کر کے گردن جھکائی تھی۔ میں نے اسے مخاطب کر کے کہا۔

"جنید جلال! یہ ذمے داری تمھارے سپرد کی جاتی ہے۔ انشاء اللہ تم بیروت پہنچو گے۔ فلسطینی حکام کو میرا پیغامِ محبت دینا اور انھیں بتا دینا کہ ان کا ایک پاکستانی بھائی اپنی تمام تر ذہنی صلاحیتوں اور قوتوں کے ساتھ ان کی فلاح کے لیے مصروفِ عمل ہے اور یہ حقیر سی رقم انھیں مظلوم پناہ گزینوں پر خرچ کرنا ہے۔"

جنید جلال کی گردن بدستور جھکی رہی تھی۔ اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ رسمی کارروائیوں کے بعد ایک پُرتکلف ڈنر دیا گیا اور ہمیں ہماری رہائش گاہوں پر منتقل کر دیا گیا۔ میں اب تہذیب کا منتظر تھا جو ابھی یہاں نہیں پہنچی تھی۔

تارنیا ہارڈو سے مسلسل رابطہ جاری تھا۔ وہ زیادہ وقت میرے ساتھ ہی گزار رہی تھی۔ کئی جگہوں سے ضیافتوں کی پیش کش کی گئی تھی لیکن میں نے اپنی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے تارنیا ہارڈو سے کہا کہ ان میں سے کوئی بھی کارروائی پریس کی نگاہوں میں آسکتی ہے اور بات صرف اتنی سی نہیں ہے تارنیا ہارڈو بلکہ ایک اور مسئلہ بھی ہے۔ ادیبو ہارورڈ امریکن سی آئی اے کا ایجنٹ ہے اور ان تمام کوششوں میں وہ ایک اسرائیلی نمائندے کی حیثیت سے پیش پیش رہا ہے۔ تمام صورتِ حال اب تک اس کے علم میں آچکی ہوگی۔ اس لیے میں زیادہ منظرِ عام پر نہیں آنا چاہتا۔ ہارورڈ سے میری چپقلش کا سلسلہ جاری ہے اور امکان اس بات کا ہے کہ وہ خود بھی اب یہاں موجود ہو۔

تارنیا ہارڈو نے میری بات سے اتفاق کیا تھا۔ اس نے کہا کہ اچھا ہوا یہ بات تم نے بتا دی تاکہ وہ میرے تحفظ کا معقول بندوبست کرے۔ بات یہاں ختم ہوگئی تھی۔ ابھی اس رہائش گاہ میں میں مطمئن اور مسرور تھا۔ پانچویں دن جنید جلال اور اس کے تمام ساتھیوں کو بیروت بھیجنے کے انتظامات کر دیے گئے۔

جنید جلال جب میرے پاس آیا تو اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

"علی! میرے پاس اب کچھ کہنے کے لیے الفاظ نہیں ہیں۔ صرف مجھے یہ بتاؤ، بیروت کب آؤ گے؟"

"جنید! میں اپنے کاموں میں مصروف ہوں۔ میرے ذہن میں بہت سے منصوبے ہیں۔ ان کی تکمیل دنیا کے کسی بھی حصے اور کسی بھی خطے میں کی جائے گی۔ ہاں! اگر کبھی کسی کام سے بیروت آنا پڑا تو چند لوگوں سے ملاقات ضرور کروں گا لیکن اس سلسلے میں کوئی وعدہ نہیں کر سکتا۔"

جنید جلال خاموش ہوگیا تھا۔ میں خود تارنیا ہارڈو کے ساتھ ان لوگوں کو ائرپورٹ تک چھوڑنے گیا اور انھیں بڑی محبت اور احترام کے ساتھ رخصت کیا گیا۔ واپسی میں میں نے تارنیا ہارڈو سے ان اسرائیلی ایجنٹوں کے بارے میں پوچھا جنھیں آبدوز سے گرفتار کیا گیا تھا تو تارنیا ہارڈو نے بتایا کہ ان کے بارے میں ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکا۔ صورتِ حال خاصی الجھی ہوئی ہے۔ ڈیمبر نامی جہاز کو آبدوزوں نے تباہ کیا تھا اور اس کی اطلاع اسرائیل تک پہنچنی چاہیے ورنہ سیاسی الجھنیں پیدا ہو جائیں گی چنانچہ حکام ان قیدیوں کے بارے میں ابھی غور و خوض کر رہے ہیں اور یہ فیصلہ کرنے سے قاصر ہیں کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ اس کے بعد میں نے تارنیا ہارڈو سے اس موضوع پر کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ ان اسرائیلیوں کی تقدیر میں کیا لکھا جا چکا ہے۔

نویں دن اچانک ہی اس وقت جب میں اپنی رہائش گاہ کے لان پر بیٹھا ہوا کئی دن کے بعد نکلنے والی دھوپ سے لطف اندوز ہو رہا تھا، سیاہ رنگ کی ایک بند گاڑی رہائش گاہ کے پھاٹک سے اندر داخل ہوئی اور اس کا دروازہ کھول کر جو شخصیت نیچے اتری اسے دیکھ کر میری روح فرطِ مسرت سے

جھوم اٹھی۔

یہ تہذیب مالکم ایکس تھی۔ اور تارنیا ہارڈو اسے میرے پاس پہنچانے آئی تھی۔ اس نے پُرمزاح انداز میں کہا۔ "علی دیکھ لو تمھاری تہذیب میں کوئی کمی تو نہیں ہوئی ہے؟ ہم اس نقصان کو پورا کرنے کے لیے تیار ہیں۔" تہذیب مسکراتی ہوئی میرے نزدیک آکھڑی ہوئی تھی اور اس وقت میرے سینے میں مسرت کا وہ طوفان موجزن تھا جس کا اظہار الفاظ میں نہیں کیا جا سکتا۔

میں تہذیب کو لے کر اندر آگیا۔ تارنیا نے ایک لمحے بھی ہمارے درمیان مداخلت کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ وہ ہم سے رخصت ہو کر چلی گئی تھی اور اس کے بعد ہمارے لیے پُرمسرت لمحات کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ نہ معلوم کیا کیا باتیں ہوئیں تہذیب سے۔ مجھے تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے زندگی بھر کی پریشانیوں کا خاتمہ ہوگیا ہو۔ تہذیب میرے دل کے لیے باعثِ سکون تھی اور اس کی معیت ایسی ہی تھی کہ اس کے بعد کسی کا احساس ہی نہیں ہوتا تھا۔

تہذیب نے مجھے شروع سے لے کر آخر تک کی کہانی سنائی۔ میڈم مارٹینا کا تذکرہ آیا تو تہذیب نے کہا کہ میڈم نے میرے لیے محبت کا پیغام دیا ہے اور اس بات پر افسوس کا اظہار کیا ہے کہ مخصوص حالات کی بنا پر وہ اپنے وطن میں مجھ سے نہیں مل سکیں گی اور وہ حالات یہ ہیں علی کہ ہائل جوشیو کے عظیم الشان اثاثے اتنی بڑی حیثیت رکھتے ہیں کہ اس ملک کے لوگوں کی نیت ان پر خراب ہوگئی ہے۔ وہ ہائل جوشیو کی تخریبی قوتوں کو تو بروئے کار نہیں لانا چاہتے لیکن اس کا جو سرمایہ دنیا کے مختلف ملکوں میں پھیلا ہوا ہے اور جو وسائل اس کے ذریعے انھیں حاصل ہو سکتے ہیں، وہ انھیں مسلسل حاصل کرتے رہنے کے خواہاں ہیں اور اس کے لیے ان کا ایک الگ ڈیپارٹمنٹ تشکیل پا گیا ہے جس نے اپنا کام بھی شروع کر دیا ہے۔ بے چاری مارٹینا ابھی نہ معلوم کب تک ہائل جوشیو کی حیثیت سے وہاں مقیم رہیں گی۔ البتہ انھوں نے ایک پیش کش ضرور کی ہے۔ وہ یہ کہ ہمیں جب بھی اور جہاں بھی ان کی مدد کی ضرورت پیش آئے ہم ہائل جوشیو کے نمائندوں کے ذریعے ہماری مدد کرنے کے لیے تیار ہیں اور یہ صرف ذاتی بنیاد پر ہوگا۔ اس کا ان کے ملک سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

تہذیب کی معیت میں مسرتیں ہی مسرتیں تھیں۔ ہم لوگ دنیا کے ہر موضوع پر گفتگو کر چکے تھے۔ میں نے تہذیب کو بتایا کہ ہمیں اس ملک کی شہریت بھی پیش کر دی گئی ہے۔ اب وہ مشورہ دے کہ اپنا آئندہ پروگرام کیا ہو؟ جس جواب کی مجھے تہذیب سے توقع تھی اس نے وہی جواب دیا۔ کہنے لگی "ہم نے ان لوگوں کے لیے ایک ایسا کام کیا ہے علی! جس سے انھیں زبردست مفادات حاصل ہوئے ہیں۔ یہ ہماری عزت کرتے ہیں، ہمارا احترام کرتے ہیں لیکن ہمارا ایک جذبہ بھی ان کے علم میں ہے جس کے تحت ہم نے ان سے اس کام کا کوئی معاوضہ نہیں لیا۔ اس سے لاکھ گنا زیادہ آسائشیں ہمیں حاصل ہو جائیں علی! تب بھی ہم انھیں ٹھکرا دیں گے۔ ہم تو اپنے مشن کے لیے وقف ہیں۔ سکون کی زندگی کا کوئی تصور بھی گناہ ہے ہمارے لیے۔"

"لیکن تہذیب! میں تمھارے بارے میں سوچتا ہوں تو عجیب سا احساس ہوتا ہے۔"

"کیا؟" اس نے پوچھا۔

"گرین پول میں رہ کر تمھاری زندگی ہر لمحہ مصروف رہی ہے۔ اس سے علیحدہ ہوئیں تو میرے ساتھ مصروفِ کار ہوگئیں۔ تمھیں کچھ عرصہ تو سکون ملنا چاہیے۔"

"میں تمھارے وجود کا ایک حصہ ہوں علی۔ تمھارے مقصد اور تمھارے عمل سے کس طرح دور رہ سکتی ہوں۔ سنو علی! میں جانتی ہوں کہ جس عظیم مقصد کے لیے تم نے اپنا مستقبل تاریک کیا ہے اسے تم خود سے کبھی دور نہ کرو گے اور میں بھی کبھی یہ نہ چاہوں گی کہ تمھاری خواہشات میں سے کوئی خواہش ناآسودہ رہ جائے۔ اس لیے ابھی کسی آرام و سکون کا تصور بھی نہ کرو۔ یہ بھی سمجھ لو اگر کبھی تم راستے میں رکے تو میں تمھیں وہاں سے آگے بڑھا لے جاؤں گی۔ یہی میری سچی محبت ہوگی۔"

"مجھے تمھاری ضرورت تھی تہذیب۔ میرا دل تمھارے ہی جیسے کسی ساتھی کی آرزو کرتا تھا۔ اور تہذیب! یقین کرو اب مجھے کچھ نہیں چاہیے۔"

"شکریہ۔" تہذیب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ہم یہاں اس وقت تک ضرور رکنا چاہتے تھے جب تک آئندہ کے لیے کوئی پروگرام ترتیب نہ دے لیں۔ تارینا سے اکثر ملاقاتیں ہوتی تھیں۔ ایک دن پروفیسر ڈھوک زیرِ بحث آگیا اور میں نے چونک کر پوچھا۔ "ہاں میڈم تارینا! ڈھوک تو میرے ذہن سے نکل ہی گیا تھا۔ اس کا کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں۔ تمھارے لیے بہت پریشان رہا۔ پھر اسے مجھ سے عشق ہوگیا۔ کافی دن تک وہیں پھرتا رہا اور پھر نیویارک چلا گیا۔" تارینا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"نیویارک!"

"ہاں۔ اس کا خیال تھا کہ تم لوگ اسے دھوکا دے کر نیویارک چلے گئے۔ اس نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ تمھیں امریکا میں تلاش کرے گا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہوں۔ ویسے اس کا اندازہ غلط نہیں تھا۔"

"اس دوران تمھیں کسی طرح کا کوئی شبہ تو نہیں ہوا علی؟"

"کیسا شبہ میڈم تارینا؟"

"کچھ لوگوں کو تمھاری تلاش میں سرگرداں پایا گیا ہے۔ میں نے اپنے آدمیوں کو ہدایت کردی ہے کہ ایسے کسی بھی شخص کو فوراً گرفتار کرکے میرے سامنے پیش کردیں۔"

"ان کی قومیت کے بارے میں کوئی اندازہ ہو سکا؟"

"ہمارے ہی وطن کے باشندے تھے، کوئی ہاتھ نہیں لگا۔ میرے اپنے ڈیپارٹمنٹ کے ایک آدمی سے بھی رابطہ قائم کیا گیا تھا اور اس انداز میں کیا گیا تھا کہ وہ حقیقت کی تہ تک نہ پہنچ سکے لیکن اس غریب کو تمھاری رہائش گاہ کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم تھا۔"

"میں جانتا تھا کہ یہ کوشش ہوگی۔ کوئی خاص بات نہیں ہے میڈم ہارڈوے۔"

"ایک بات ذہن میں رکھنا علی، جس وقت اور جس طرح میری ضرورت محسوس کرو، مجھے نظر انداز نہ کرنا۔"

"ایسا ہی ہوگا میڈم تارینا، آپ مطمئن رہیں۔" میں نے جواب دیا۔ اس گفتگو کے بعد میں نے محسوس کیا کہ تارینا ہارڈوے نے ہمارے گرد انتظامات مزید سخت کردیے ہیں۔ ہم لوگ اپنے طور پر بھی محتاط ہو گئے تھے۔

رات کے گیارہ بجے تھے، میں اور تہذیب گفتگو کر رہے تھے کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ میں نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھا لیا تھا۔

"ہیلو؟"

"کیا میں علی یار خان سے بات کرسکتی ہوں؟" ایک نسوانی آواز سنائی دی تھی۔

"علی یار خان ہی بول رہا ہوں۔ فرمایئے؟" میں اس آواز کو پہچان نہیں سکا تھا لیکن اچانک ہی ریسیور میں آواز بدل گئی۔

"ہیلو پاکستانی! میں اولیو ہارڈ ہوں، پہچانے میری آواز کو؟"

"دشمنوں کو اور دشمنی کو میں ہمیشہ یاد رکھتا ہوں مسٹر ہارڈ لیکن یہ تسلیم کریں کہ اب آپ بوڑھے ہو گئے ہیں۔ صرف میرا نمبر معلوم کرنے کے لیے آپ کو اتنا وقت صرف کرنا پڑا۔ اس گھٹیا کارکردگی کے ساتھ آپ میرا مقابلہ کریں گے؟" میں نے جواب دیا۔ دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ میں اندازہ لگا سکتا تھا کہ ہارڈ کی ذہنی کیفیت اس وقت کتنی خراب ہوگی۔

"نمبر معلوم کرنے سے تمھاری کیا مراد ہے مسٹر علی؟" اس نے بہ مشکل تمام خود پر قابو پا کر کہا۔

"مسٹر ہارڈ! یقیناً اب آپ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ میں آپ کی کاوشوں کے بارے میں کیا جانتا ہوں۔ کہاں سے شروع کروں، گوٹے بل سے یا فرانس سے یا پھر بیروت سے جہاں آپ نے میرے اور تنظیم کے درمیان نفاق کے بیج بوئے تھے۔ میں نے مان لیا مسٹر ہارڈ کہ ایک بہت بڑی رقم بینک میں میرے نام جمع کرا کے آپ نے تنظیم کو مجھ سے بدگمان کردیا لیکن کتنی بڑی بدقسمتی ہے آپ کی کہ وہ رقم انھی فلسطینیوں پر خرچ ہوئی جن سے آپ کی دشمنی ہے۔ آپ نے مجھے فرانس لا کر تختۂ مشق بنانا چاہا لیکن آپ کی بدقسمتی نے مجھے گوٹے بل پہنچا دیا جہاں میری وجہ سے ایک بڑا اسرائیلی پروجیکٹ تباہ ہو گیا اور اسرائیل کو ایک ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا اور مسٹر ہارڈ، شاید آپ کے فرشتوں کو بھی یہ گمان نہ رہا ہوگا کہ علی یار خان اس آبدوز کے حصول کے لیے مصروفِ عمل ہو جائے گا لیکن آپ کی وجہ سے ایسا ہوا۔ ڈمبر نامی جہاز پر مسٹر ہارڈ جب آپ ہائل جوشیو سے اسرائیلی مفاد کے لیے سودے بازی کر رہے تھے، میں آپ سے زیادہ دور نہیں تھا اور آپ کو دیکھ کر میرے کام کا لطف صحیح معنوں میں دوبالا ہو گیا۔ آپ کو بہت بعد میں یہ پتا چلا ہوگا مسٹر ہارڈ کہ ہائل جوشیو کو احمق بنا کر آبدوز لے اڑنے والا علی یار خان ہے۔"

"تم روز بروز نکھرتے جا رہے ہو علی۔ تمھاری کارکردگی واقعی شاندار ہوتی جا رہی ہے۔ ہائل جوشیو جیسی خطرناک ہستی کو تم نے کس طرح شیشے میں اتارا، یہ میں نہیں جان سکا۔"

"میں نے غلط تو نہیں کہا تھا ہارڈ کہ تم بوڑھے ہو گئے ہو۔" میں قہقہہ لگا کر بولا۔

"یہ اعتراف کرلوں تو تم میرے ساتھ کیا رعایت کرسکتے ہو؟"

"تمھارے بڑھاپے اور تمھاری بے چارگی پر ترس کھا کر بس میں یہ مشورہ دے سکتا ہوں کہ تم اب اپنے فرائض سے سبکدوش ہو جاؤ، ریٹائرمنٹ لے لو اور بقیہ زندگی اپنے مذہب کی تبلیغ میں گزار دو۔ اپنے بڑھاپے پر ترس کھاؤ اور اس ہنگامہ خیز زندگی سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ عمل کے راستے بے حد وسیع ہیں۔ مجھے بہت کچھ کرنا ہے، تم کہاں کہاں اس کا تعاقب کرتے پھرو گے اولیو ہارڈ۔" میں نے کہا اور اولیو ہارڈ کی آواز ایک بار پھر بند ہو گئی۔ میں خوب جانتا تھا کہ اس وقت اولیو ہارڈ کی کیا حالت ہو رہی ہوگی۔

تہذیب مالکم ایکس میری صورت دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک شوخ چمک تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد اولیو ہارڈ نے پھر کہا۔ "اور میں تمھیں یہ مشورہ دیتا ہوں علی یار خان کہ تم پاکستان کے لیے مصیبتوں کے پہاڑ نہ کھڑے کرو۔ امریکی حکومت سے تمھارے ملک کو جو امداد ملتی ہے وہ تمھارے لیے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ کیا تم یہ چاہتے

ہو کہ میں اس میں رخنہ اندازی کروں۔ نہیں علی، تم یقیناً یہ نہیں پسند کرو گے۔ محبت و اخوت کے جذبات اپنی جگہ لیکن ان کے بدلے اپنے وطن کے لیے تباہی مول لینا مناسب نہیں ہے۔ یہ ایک بزرگ کا مشورہ ہے۔"

"اے احمق بزرگ! کیا یہودیوں نے امریکی حکومت پر اس سلسلے میں دباؤ ڈالنے میں کسر چھوڑی ہے؟ کیا پاکستان کو ملنے والی امداد کے لیے یہودیوں کے کلیجے نہیں کٹتے؟ کیا تم لوگ یہ کوششیں کرتے کرتے تھک نہیں گئے ہو۔ کیسی باتیں کرتے ہو! تمھاری یہ احمقانہ سوچ ایک نہ ایک دن ضرور بدل جائے گی۔ میرا وطن، میری حکومت، میرے ملک کے رہنے والے اپنی آزادی کو دنیا کی ہر چیز پر ترجیح دیتے ہیں۔ یہ امداد تم یہودیوں کی وساطت سے نہیں بلکہ ہمارے ملک کی اپنی حیثیت سے ہمیں ملتی ہے۔ تم اس میں رخنہ اندازی کرنے سے کب باز رہے ہو؟ یہ دھمکی تم جانتے ہو کہ کتنی کھوکھلی ہے۔" میرے لہجے میں درشتی آ گئی تھی۔ میں نے غرّاتی ہوئی آواز میں کہا۔ "تمھاری تو یہی کوششیں رہی ہیں اولیو ہارڈ کہ کسی نہ کسی طرح ہمارے ملک کو کمزور کرو۔ لیکن خدا کو کیوں بھول جاتے ہو جس نے تمھیں ہمیشہ ناکام رکھا۔ ایبرن ہال میں تمھارے سرپھرے علما وہ گفتگو کر رہے تھے جو سراسر تاریخ اور حقائق کے خلاف تھی اور اس کے نتیجے میں تمھیں علی یار خان ملا جس نے تمھارے منصوبوں کو سالوں پیچھے پہنچا دیا۔ پاکستان کا نام لے کر تم ہزاروں علی یار خان پیدا کرسکتے ہو جو تمھارے تمام منصوبوں کو فنا کردیں گے۔ اپنے بڑھاپے کو سنوارو اولیو ہارڈ! ایک بزرگ کے طور پر تمھارا احترام کرتے ہوئے میں تمھارے ساتھ صرف یہی کرسکتا ہوں کہ جب بھی تم میری زد میں آؤ، میں تمھیں زندگی دے دوں۔ ایک بوڑھے پر ہاتھ اٹھانا کسی مسلمان کے شایانِ شان نہیں ہے ورنہ تم جانتے ہو کہ تم بارہا میری زد میں آ چکے ہو۔"

"اور تمھارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"نہیں اولیو ہارڈ، یہ جھوٹ بول رہے ہو تم۔ گوٹے بل میں کیا تم نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی؟ کیا نتیجہ رہا؟ بیروت میں صورتِ حال ذرا سی مختلف ہو گئی تھی، میں سمجھ نہیں پایا تھا، اعتراف کرتا ہوں لیکن تمھیں بھی اس کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ مجھے بیروت سے نکال کر تمھیں کتنے عظیم الشان خساروں سے دوچار ہونا پڑا۔ ذرا حساب تو کرو اولیو ہارڈ! اگر تمھاری کارکردگی کے بارے میں ساری تفصیلات اکٹھی کر کے میں تل ابیب بھجوا دوں تو شاید تل ابیب والے امریکی حکومت سے یہی درخواست کریں گے کہ تمھیں ان کے حوالے کردیا جائے اور اس کے بعد وہ تم سے ان حماقتوں کا انتقام لیں گے۔ اگر تم یہی چاہتے ہو تو مجھے اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں تمھارے بارے میں تمھارے دوستوں کو تمام تفصیلات بتاؤں گا، اپنے اور تمھارے سارے حساب کتاب کھول کر ان کے سامنے رکھ دوں گا اور فیصلہ ان پر چھوڑ دوں گا۔"

"زمین وسیع ہے علی یار خان، زمین وسیع ہے۔ کب تک بچو گے میرے ہاتھ سے، میری زندگی کا واحد مشن اب یہی رہ گیا ہے کہ میں تمھیں فنا کردوں لیکن میری قسم بھی اپنی جگہ ہے۔ تنہا تمھیں مارنے میں واقعی کوئی دقت نہیں ہوگی علی۔ میرا تعلق جس تنظیم سے ہے اس کے بارے میں تم اچھی طرح جانتے ہو۔"

"جس تنظیم کی تم بات کر رہے ہو وہ اپنے ملک کی سیاست اور اپنے ملک کی فلاح کے لیے مصروفِ عمل ہے جس کی کارکردگی کچھ بھی ہو لیکن تمھارا یہ سلسلہ خالصتاً ذاتی ہے۔ تم امریکی حکومت سے تنخواہ وصول کرکے اسرائیلیوں کے لیے کام کر رہے ہو اور اپنی ان حرکات سے امریکی حکومت کو بدنام کر رہے ہو۔ سنو اولیو ہارڈ! میں خود تم سے دور نہیں رہوں گا۔ تم سے دور رہنے میں لطف نہیں آتا۔ میں نے تمھارے لیے ایک بہترین منصوبہ بندی کی ہے، بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے اولیو ہارڈ جب ہم اور تم اتنے قریب ہوں گے کہ شاید ہمیں فون پر ایک دوسرے سے گفتگو کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ جب میں مصروفِ عمل ہوں گا تو تمھارے لیے ایسا دردِ سر بن جاؤں گا جس سے تمھیں کبھی نجات نہیں ملے گی اور تل ابیب کو یہ احساس ہو جائے گا کہ اس نے کیا مصیبت مول لے لی ہے۔"

"ٹھیک ہے علی، ٹھیک ہے۔ تم انتظار کرو... انتظار کرو تم۔"

"میں انتظار کر رہا ہوں اور مسلسل کر رہا ہوں اولیو ہارڈ۔ کم از کم مجھے یہ یقین تو دلا دو کہ کب تم مجھ پر قابو پاؤ گے؟" میں نے مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا اور دوسری طرف سے فون بند کردیا گیا۔ دو تین بار میں نے اسے مخاطب کرنے کی کوشش کی لیکن لائن بے جان ہو چکی تھی۔ میں نے بھی ریسیور رکھ دیا۔

تہذیب مالکم ایکس قربان ہو جانے والی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔ "خدا تمھیں تمھارے ارادوں میں کامیاب کرے۔ تم پر ناز ہوتا ہے علی، یقین کرو تم پر ناز ہے مجھے۔"

"اور مجھے تم پر۔ بلکہ اپنے آپ پر کہ میری تقدیر نے مجھے تہذیب جیسی شخصیت سے ملا دیا۔" میں نے پُرمسرت انداز میں کہا۔ اولیو ہارڈ سے ہونے والی گفتگو نے میرے ذہن کو کسی قدر خوشگوار تاثرات دیے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تہذیب تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد بولی۔ "یہ شخص غالباً اپنے بڑھاپے کا اعتراف کر کے تم سے یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ تم نے ہائل جوشیو کو کس طرح احمق بنایا؟"

"سو فیصد یہی بات تھی!" میں نے تحسین آمیز نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم فوراً بات کی تہ تک پہنچ جاتی ہو اور یہ خوبی کم لوگوں میں ہوتی ہے۔"

تہذیب کے چہرے پر سرخی پھیل گئی پھر اس نے کہا۔

"ان باتوں کو چھوڑو، ہمیں اور بھی بہت سی باتوں کو سوچنا ہے۔"

"میری نصف بہتر یہ سب کچھ سوچ سکتی ہے تو میں اپنا دماغ کیوں کھپاؤں۔"

"نصف بہتر!" تہذیب اس اصطلاح کو سمجھ نہیں سکی تھی۔ تب میں نے اس لفظ کی تشریح کی اور وہ شرماتے ہوئے انداز میں ہنس پڑی۔

"ویسے دلچسپ لفظ ہے مگر ہمیں سنجیدہ ہونا چاہیے۔ یہاں رنگ کرنے کا مطلب یہی ہے کہ اس نے ہماری رہائش گاہ کے بارے میں معلومات حاصل کر لی ہیں۔ وہ ہمیں کبھی ٹیلی فون نہ کرتا اگر اسے اس بات کا موقع مل سکتا کہ وہ یہاں پہنچ کر ہمیں موت کے گھاٹ اتار دے۔"

"ہاں! اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں محتاط ہونا پڑے گا، نہ صرف محتاط بلکہ ایسے انتظامات بھی کرنا پڑیں گے کہ ہم اس سے محفوظ رہیں۔ بے شک تارینا ہارڈو نے ہمارے تحفظ کے لیے بہترین انتظامات کیے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ کسی طرح ناکام بھی رہ سکتا ہے۔"

"تو پھر ہم اپنے آپ کو ان کے رحم و کرم پر کیوں چھوڑ دیں، ہمیں اپنے طور پر تیاریاں کر لینا چاہئیں اور میرا خیال ہے، اس میں زیادہ وقت ضائع کرنا حماقت ہوگی۔ دوسری تمام باتوں کے بجائے سب سے پہلے ہمیں یہی کام کرنا چاہیے۔"

میں پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا تھا۔ میرے ذہن میں کھچڑی پکنے لگی۔ کیونکہ بات صرف میری ذات کی نہیں تھی بلکہ تہذیب مالکم ایکس بھی میرے ساتھ تھی۔ ہر چند کہ ہم لوگ اپنے طور پر محتاط رہ سکتے تھے لیکن کم از کم تہذیب کے لیے میں کوئی خطرہ مول لینے کو تیار نہیں تھا۔ کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا اور اس سلسلے میں میرا ذہن برق رفتاری سے کام کرنے لگا۔ پھر میں نے ایک بہت ہی آسان طریقۂ کار سوچا لیکن اس کے لیے تارینا ہارڈو سے گفتگو کرنا ضروری تھا۔ ٹیلی فون مشکوک ہو چکا تھا۔ اولیو ہارڈ مجھ تک تو نہیں پہنچ سکا تھا لیکن اس بات کا خدشہ ضرور تھا کہ وہ میرا ٹیلی فون کال ٹیپ کر لے۔ چنانچہ اب تارینا ہارڈو کے خود یہاں آنے کا انتظار کرنا تھا اور اس وقت تک یہاں اپنی حفاظت کے لیے ہم نے وہ عام سی باتیں سوچ لیں جو اس موقع پر کی جا سکتی تھیں۔ یعنی ہم اپنی خواب گاہ میں نہیں رہے تھے بلکہ ایک ایسی جگہ ہم نے رات کو قیام کیا جہاں کسی کے موجود ہونے کا امکان نہیں ہو سکتا تھا اور اس بات سے اس عمارت کے ملازمین کو بھی لاعلم رکھا گیا تھا۔

صبح ہونے سے کچھ پہلے ہم اپنی خواب گاہ میں پہنچ گئے تھے تاکہ ملازمین کو کسی قسم کے شکوک و شبہات نہ ہوں۔ اتفاق کی بات یہ کہ اس دن صبح دس ساڑھے دس بجے ہی تارینا ہارڈو بھی حسب معمول مسکراتے ہوئے ہم سے ملی اور اس کے بعد اس نے فرمائش کی کہ اسے کافی پلوائی جائے۔

کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتے ہوئے اس نے

"علی، میرا خیال ہے یہاں ایک باقاعدہ گروہ تمھارے سلسلے میں مصروف عمل ہو گیا ہے۔ اب ہم اتنے احمق بھی نہیں ہیں کہ ان باتوں کا اندازہ نہ لگا سکیں۔ میں نے اعلیٰ حکام کو اس بارے میں اطلاع دے دی ہے اور انھوں نے مجھے یہ اجازت دی ہے کہ جس طرح بھی چاہوں تمھارے بہترین تحفظ کا بندوبست کروں۔"

"آپ کا خیال بالکل درست ہے مس تارینا ہارڈو۔ میرے کرم فرماؤں نے ٹیلی فون پر مجھ سے گفتگو کی ہے۔"

"کیا مطلب!"

"ہاں میڈم ہارڈو! ہر چند کہ ہماری موجودہ پوزیشن کچھ سیاسی سی ہو گئی ہے یعنی ہمارے اور آپ کے تعلقات میں وہ تکلفات پیدا ہو گئے ہیں جو حکومت کی بنیادوں پر ہوا کرتے ہیں لیکن کیا آپ اس بات کو نظرانداز کر دیں گی کہ ہماری ملاقات ذرا مختلف ہی ماحول میں ہوئی تھی۔"

"نہیں علی، میں بھلا وہ لمحات کیسے بھول سکتی ہوں۔" تارینا ہارڈو جلدی سے بولی۔

"تو پھر اس بات کا حق پہنچتا ہے مجھے میڈم ہارڈو کہ سرکاری گفتگو کے ساتھ ساتھ کچھ غیر سرکاری گفتگو بھی ہو جائے۔"

"کیوں نہیں، کیوں نہیں۔ تم اگر خود تکلف کرو تو دوسری بات ہے، میں نے اپنی طرف سے تمھیں اس کا موقع نہیں دیا۔" تارینا ہارڈو کہنے لگی۔

"درست ہے۔ دراصل میں آپ سے ذاتی طور پر کچھ ایسا تعاون چاہتا ہوں جو ہمارے تحفظ کے لیے ضروری ہے۔"

"میں اس کے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔ اگر تمھارے ذہن میں کوئی بات آئی ہے علی تو بے تکلفی سے مجھ سے کہو۔"

تارینا ہارڈو نے جواب دیا۔

"اس ٹیلی فون کے بعد کوئی شک و شبہ نہیں رہ جاتا کہ اولیو ہارڈ ہمارے راستے پر لگا ہوا ہے اور اس عمارت سے اچھی طرح واقف ہو گیا ہے۔"

"میں تمھیں ایک بات بتاؤں علی۔ اس عمارت سے تھوڑے فاصلے پر اینگل ٹاور نامی ایک عمارت موجود ہے۔ اس میں پرائیویٹ دفاتر ہیں۔ جو لوگ تمھاری نگرانی کر رہے ہیں انھوں نے مجھے اطلاع دی ہے کہ اینگل ٹاور کے دروازے پر کچھ ایسے لوگوں کو دیکھا گیا ہے جو عجیب قسم کے ساز و سامان سے لیس وہاں پہنچے تھے۔ ان کی کیفیت بظاہر مشکوک نہیں تھی لیکن میرے آدمیوں کی باریک بین نگاہوں نے اس کا جائزہ لیا ہے کہ وہ لوگ کسی خاص مقصد کے تحت وہاں پہنچے ہیں۔ اینگل ٹاور کی کسی بلند جگہ سے اس عمارت کو جس میں تم لوگ مقیم ہو لینس میں فوکس کیا جا سکتا ہے اور بے شمار ایسے طریقۂ کار اختیار کیے جا سکتے ہیں جن کی مدد سے تمھیں نقصان پہنچایا جا سکے چنانچہ میں اس عمارت کو جس میں تمھارا قیام ہے اب تمھارے لیے مشکوک سمجھتی ہوں۔" تارینا ہارڈو کے انکشاف نے ہمیں چند لمحات کے لیے خاموش کر دیا تھا۔ تہذیب کے چہرے پر بھی تشویش کے آثار نظر آنے لگے تھے اور میں بھی سوچنے لگا تھا کہ درحقیقت ایسی کسی عمارت سے ہمیں بآسانی نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔ اولیو ہارڈ یقیناً معمولی تیاریوں کے ساتھ یہاں نہ پہنچا ہوگا۔ یہ ایک لمحۂ فکریہ تھا۔ اپنی زندگی سے زیادہ مجھے تہذیب کی زندگی کی فکر تھی جس سے اب میری تمام زندگی وابستہ تھی۔ تارینا ہارڈو ہماری صورت دیکھ رہی تھی اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ کون سا ایسا طریقۂ کار ہو جس سے اولیو ہارڈ کو دھوکا دیا جا سکے۔ یہ دلچسپیاں تو اب زندگی کی ساتھی بن چکی تھیں اور میں ابھی آنکھ مچولی میں زندگی بسر کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ چنانچہ میرا ذہن کسی ایسی ترکیب کی تلاش میں تھا جس سے اولیو ہارڈ کو ایک بار پھر ایک عظیم دھوکا دیا جا سکے۔

تارینا ہارڈو پُرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھولے ہی تھے کہ میں نے کہا۔ "بات کسی فکر یا پریشانی کی نہیں ہے مس ہارڈو، خدا کے فضل سے میں اپنی حفاظت کر سکتا ہوں لیکن آپ کے ملک میں، میں ایک نمائندہ حیثیت رکھتا ہوں، ایک مہمان کی حیثیت اور کسی مہمان کو زیب نہیں دیتا کہ وہ میزبان کے لیے پریشانیاں کھڑی کرے۔ اس لیے میں کوئی ایسی۔۔۔"

"نہیں علی! تمھیں یہ سب کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمھارے بارے میں کون نہیں جانتا۔ تم ایک عفریتی طاقت کو فنا کر سکتے ہو تو پھر ان لوگوں سے نمٹنا تمھارے لیے کون سا مشکل ہے۔ ہم بھی تمھارے لیے سب کچھ کر سکتے ہیں، مجال ہے کسی کی کہ تمھیں کوئی نقصان پہنچائے۔ میں تو بس یہ چاہتی تھی۔۔۔"

"میرے ذہن میں ایک تجویز ہے تارینا۔"

"کیا علی؟"

"اینگل ٹاور سے صرف یہ جائزہ لیا جا رہا ہوگا کہ ہماری یہاں کیا مصروفیات ہیں۔ ممکن ہے ٹیلی اسکوپ رائفلوں کی مدد سے ہمیں یہاں ہلاک کرنے کی کوشش بھی کی جائے۔ ہم اس عمارت میں رہتے ہوئے اس خطرے سے اپنا تحفظ بھی کر سکتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ اس عمارت میں رہا ہی کیوں جائے۔"

"میں یہی تو کہہ رہی تھی کہ۔۔۔"

"ہمیں سرکاری تحفظ میں کہیں اور منتقل کر دو۔" میں نے دوبارہ اس کی بات درمیان سے کاٹ دی۔ "لیکن تارینا، ہم کافی دن سرکاری مہمان رہ چکے۔ اب ہمیں کچھ عرصے یہاں اپنے طور پر رہنے کی اجازت دلوا دو۔"

"تم دونوں کو یہاں کی شہریت دی جا چکی ہے۔ یہاں تم کسی دوسرے ملک کے باشندے کی حیثیت سے نہیں بلکہ یہاں کے رہنے والوں کی حیثیت سے مقیم ہو پھر کسی طرح کی اجازت کیا معنی رکھتی ہے، میری حکومت تمھیں ہر طرح کی سہولتیں فراہم کرنے کے لیے تیار ہے۔"

"شکریہ تارینا۔ مجھے یہاں قیام کے لیے قانونی دستاویزات درکار ہیں اور اب میں اس عمارت سے باہر نکلنا چاہتا ہوں۔ میں تمھارے وطن کی سیاحت کروں گا لیکن سرکاری طور پر نہیں، ایک عام آدمی کی حیثیت سے۔ لہٰذا اس سلسلے میں انتظامات کر دو۔"

"ہر طرح حاضر ہوں علی۔" تارینا نے کہا اور میں اس کی آسان ترین ترکیب اسے بتانے لگا۔ تارینا نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی تھی۔

"واقعی آسان نسخہ ہے۔ بلکہ تمھاری اس تجویز سے ایک اور ترکیب میرے ذہن میں آئی ہے جو بہت دلچسپ ہے۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"کیوں نہ تمھیں یہاں سے بیروت روانہ کر دیا جائے؟"

"بیروت کیوں؟"

"لیکن بیروت تم نہیں جاؤ گے بلکہ تمھارے اور تہذیب کے ہمشکل جائیں گے، تم یہیں رہو گے۔ اس طرح ہم تمھارے دشمنوں کو بیروت پارسل کر دیں گے۔ اس دوران تم اپنے آئندہ پروگراموں پر آزادی سے سوچ سکو گے۔"

میں نے تھوڑی دیر تک سوچا پھر کہا۔ "آئیڈیا اچھا ہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تارینا، لیکن جن لوگوں کو تم ہمارے میک اپ میں بیروت بھیجو گی ان کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

"تارینا بھی احمق نہیں ہے علی۔ میں ایسے لوگوں کا انتخاب کروں گی جو اس کے مستحق ہوں گے۔ مثلاً ایسے قیدی جو اسرائیل میں ہیں، ان میں سے دو کا انتخاب کر لیا جائے۔ انھیں جیل سے فرار کرایا جائے۔ ان کے مددگار ان کا میک اپ کریں اور انھیں بیروت روانہ کر دیں۔ ان کے فرشتوں کو بھی علم نہ ہو کہ اس میک اپ میں ان پر کیا مصیبت نازل ہونے والی ہے۔ اگر وہ باورڈ کے شکار ہو جائیں تو ان کی تقدیر اور اگر بچ کر نکل جائیں تو بھی ان کی تقدیر۔ اگر باورڈ انھیں گرفتار کر لیتا ہے تو اس کا جی خوش ہو جائے گا اور اس دوران تمھیں اپنے بارے میں فیصلہ کرنے کا موقع مل جائے گا۔" تارینا ہارڈو نے کہا۔ میں اسے اولیو باورڈ کے بارے میں تفصیلات بتا چکا تھا۔

تہذیب نے دلچسپی سے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "عمدہ پلان ہے علی! مجھے بے حد پسند آیا۔"

"آپ کو کافی محنت کرنا ہو گی تارینا۔"

"تم نے بھی تو ہمارے لیے کافی محنت کی ہے علی۔ بہر حال پہلے میں تمھارے پروگرام پر عمل کر لوں۔ ہاں، یہ بتاؤ تم کہاں رہنا پسند کرو گے؟ میں تمھاری پسند کے مطابق تمھارے لیے کسی پرائیویٹ رہائش گاہ کا بندوبست بھی کر سکتی ہوں اور اگر کسی ہوٹل میں چاہو تو۔۔۔؟"

"ہوٹل ہی بہتر رہے گا۔ پرائیویٹ رہائش گاہ میں بلاوجہ دوسروں سے رابطہ رکھنا پڑتا ہے بلکہ میرے خیال میں تو میڈم آپ کو اس سلسلے میں تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ذرا ہم بھی تو باہر کی دنیا دیکھیں کیسی ہے۔" میں نے کہا اور تارینا ہارڈو مسکرانے لگی۔

"میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمھاری تفریحات میں مزاحم نہیں ہوں گی لیکن یہاں جس چیز کی ضرورت ہو، تم مجھے اس سے آگاہ کرتے رہو گے۔ اگر کوئی تکلف کیا گیا تو میں یہ سمجھوں گی کہ تمھیں ہمارے خلوص پر بھروسا نہیں ہے۔"

"اصل مسئلہ اخراجات کا ہے میڈم تارینا! ظاہر ہے ہم غریب الوطن لوگ کرنسی نہیں رکھتے۔"

"تم نے شاید اپنی خوابگاہ میں رکھی تجوری کا جائزہ نہیں لیا۔ اس میں تمھارے لیے بہت کچھ رکھ دیا گیا ہے۔ ویسے میں تمھارا اکاؤنٹ کس نام سے کھول دوں تاکہ تمھیں کسی جگہ کوئی دقت نہ ہو۔"

"یہ رقم بطور قرض ہو گی، کسی بھی جگہ سے آپ کو روانہ کی جا سکتی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے جیسا تم مناسب سمجھو۔ میں تم سے کسی بھی سلسلے میں بحث نہیں کروں گی۔ اگر تم ہماری کسی کوشش کو اپنے اوپر احسان سمجھو تو جب دل چاہے یہ احسان اتار دینا۔ ہم اعتراض نہیں کریں گے۔ حالانکہ یہ ایک مضحکہ خیز بات ہے۔ تم اگر چاہتے تو تنہا نے کیا کچھ حاصل کر سکتے تھے۔ ایک بہت بڑی دولت جو کسی ایک خاندان کو مل جائے تو اس کی پشتیں عیش کر سکتی ہیں۔ تم نے ٹھکرا دی ہے لیکن میں تمھارے قومی جذبے کو سلام کرتی ہوں۔ ظاہر ہے کہ وہ ایک بہت بڑا کام تھا لیکن علی! تمھارا ابھی ہم پر بہت قرض ہے۔ ہائل جوشیو کے ذریعے جو کچھ حاصل کیا جا رہا ہے، وہ ہمارے لیے اتنا قیمتی ہے کہ تم تصور نہیں کر سکتے۔ اس میں سے ایک بڑا کمیشن تمھارا بھی بنتا ہے۔ ہم اگر تمھیں سالہا سال تک ادائیگی کرتے رہیں، تب بھی بہت بڑی رقم ہمارے اوپر واجب الادا رہے گی۔ یعنی جب حساب کتاب کرنے پر آتے ہو تو میں یہ باتیں کہہ رہی ہوں۔"

"یہ بتائیں میڈم تارینا کہ بے چاری مارشیا کو تو اس سلسلے میں کوئی خطرہ نہیں ہے؟ مجھے تعجب ہے کہ اولیو باورڈ نے یہ سراغ لگانے کی کوشش کیوں نہیں کی کہ ہائل جوشیو کس طرح میرے پھندے میں پھنس گیا۔"

"تم اگر منظرِ عام پر نہ ہوتے اور اولیو باورڈ صرف تمھارا دشمن نہ ہوتا تو وہ ہائل جوشیو ہی کے پیچھے پڑ جاتا اور میں نہیں کہہ سکتی کہ اس کے بعد ہم اپنا کام جاری رکھ سکتے یا نہیں۔ یقیناً اس طرح میڈم مارشیا کو اپنی پوزیشن بحال رکھنا مشکل ہو جاتی اور اس صورت میں صرف اتنا بھی بہت خیال کیا جاتا کہ ہم آبدوز کو تباہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ تمھاری ہی ذات ہے جس سے ہمیں لاتعداد منافع حاصل ہوئے ہیں۔"

تارینا ہارڈو خاصی دیر تک ہم سے گفتگو کرتی رہی اور اس کے بعد وہاں سے چلی گئی۔ اینگل ٹاور نامی عمارت ہماری رہائش گاہ سے نظر آتی تھی۔ اس کے کچھ دفاتر کا رخ اس سمت بھی تھا اور ہم یقیناً ایک خطرناک صورت حال سے دوچار تھے۔ چنانچہ حفظِ ماتقدم کے طور پر ایسی اندرونی جگہوں کا انتخاب کر لیا گیا، جو سامنے سے نظر نہیں آ سکتی تھیں۔

تقریباً ساڑھے بارہ بجے میں نے پروگرام کے مطابق ٹیلی فون کی وائرنگ ایک دو جگہ سے خراب کر دی۔ یہ اس لیے کیا گیا تھا کہ اگر اولیو باورڈ فون کر کے یہ معلوم کرنے کی کوشش کرے کہ یہاں ہمارے مشاغل کیا ہیں تو اسے ناکامی ہو اور اس کے بعد ٹیلی فون ڈیپارٹمنٹ کی گاڑی دیکھ کر وہ یہ نہ سوچ سکے کہ کوئی چال چلی جا رہی ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد حسبِ پروگرام ایک شخص کو ہم نے روانہ کیا۔ یہ اس عمارت میں ملازم کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس نے ایک پبلک کال بوتھ سے جا کر ٹیلی فون ڈیپارٹمنٹ کو یہاں کا ٹیلی فون خراب ہونے کی اطلاع دی اور ٹھیک بیس منٹ کے بعد ٹیلی فون ڈیپارٹمنٹ کی ایک گاڑی عمارت میں داخل ہو گئی۔ اس دوران تارینا ہارڈو کا ایک خاص آدمی، ایک عام ملازم کی حیثیت سے ہمارے لیے میک اپ کا سامان لے آیا تھا اور اس کی آمد کوئی ایسی اہم بات نہیں تھی جسے دوسرے لوگ خصوصاً محسوس کر سکیں۔

تہذیب مالکم ایکس اور میں اپنے چہروں پر میک اپ میں مصروف ہو گئے تھے، پھر جب ٹیلی فون کی گاڑی عمارت کے عقب میں پہنچی تو ہم دونوں اطمینان سے اس میں جا بیٹھے۔ ٹیلی فون ڈیپارٹمنٹ کے لوگ پُرسکون انداز میں اپنا کام کر رہے تھے۔ ان کا انتخاب پہلے ہی کر لیا گیا تھا۔ ان میں سے ایک نے باہر جا کر ٹیلی فون پول پر بھی کچھ تار وغیرہ درست کیے تھے تاکہ بیرونی طور پر دیکھنے والوں کو کوئی شبہ نہ ہو اور اس کے بعد انھوں نے ٹیلی فون کی لائن بحال کر دی اور باہر ہی سے یہاں ٹیلی فون کر کے اس ٹیلی فون کی درستگی کے بارے میں سوالات کیے۔ اس طرح اگر یہ ٹیلی فون ٹیپ ہو گیا تھا تو ٹیپ کرنے والوں کو یہ اطلاع مل سکتی تھی کہ اب ٹیلی فون درست ہو گیا ہے۔ پھر ٹیلی فون ڈیپارٹمنٹ کی گاڑی اسٹارٹ ہو کر عمارت سے باہر نکلی اور ٹیلی فون ہاؤس کی جانب چل پڑی۔ عقبی حصے سے ہم دونوں اس بات کا جائزہ لے رہے تھے کہ اس گاڑی کا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا۔ بات اگر اولیو باورڈ کی نہ ہوتی تو شاید اتنی احتیاط کی ضرورت نہ پیش آتی۔

ٹیلی فون ڈیپارٹمنٹ کے ایک آدمی نے جو درحقیقت تارینا ہارڈو کے ڈیپارٹمنٹ کا آدمی تھا، ہمیں دو سوٹ کیس پیش کیے۔ کچھ تھوڑا سا سامان ہم خود ساتھ لے آئے تھے، پھر اس نے کہا۔ "میڈم نے آپ لوگوں کے لیے ہوٹل کارساٹو کا انتخاب کیا ہے۔ یہ اطلاع اس لیے دی گئی ہے کہ اگر میڈم آپ سے رابطہ قائم کرنا چاہیں تو کوئی دقت نہ ہو۔ کارساٹو میں آپ کو کمروں کے حصول میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔ ہم آپ کے لیے خود ہی وہاں روم ریزرو کرا دیتے لیکن یہ اس لیے نہیں کیا گیا کہ ممکن ہے آپ ہماری تجویز سے متفق نہ ہوں۔"

"شکریہ مسٹر! آپ ہمیں کسی ایسی جگہ اتار دیں جہاں سے سواری ملنے میں ہمیں کوئی دقت نہ ہو۔"

"دو منٹ کے بعد آپ گریپ وائن کے اسٹیشن پہنچ جائیں گے۔ یہاں سے آپ کو کہیں بھی جانے کے لیے ہر طرح کا کنوینس دستیاب ہو سکتا ہے۔ ریلوے اسٹیشن سے آپ کسی بھی جگہ پہنچ جائیں گے۔"

میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلا دی اور پھر گریپ وائن انڈر گراؤنڈ اسٹیشن کے داخلی گیٹ سے کچھ فاصلے پر ٹیلی فون ڈیپارٹمنٹ کی گاڑی رک گئی اور ہم دونوں نیچے اتر آئے۔ گاڑی فوراً ہی آگے بڑھ گئی تھی۔ ہم دونوں اطراف کا جائزہ لینے لگے۔ ٹیوب ٹرین اسٹیشن پر خاصی گہما گہمی تھی۔ لوگ آ جا رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک ٹیکسی آ کر رکی۔ میں نے تارینا ہارڈو کی بات اس لیے مان لی کہ ابھی مجھے اس سے رابطہ قائم رکھنا تھا۔ چنانچہ ٹیکسی ڈرائیور کو میں نے کارساٹو چلنے کے لیے کہا۔

یہ اعلیٰ درجے کا ایک انتہائی خوب صورت ہوٹل تھا جسے دیکھ کر آنکھیں کھل جاتی تھیں۔ اس کی پانچویں منزل پر ہمیں ڈبل روم حاصل کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ پورٹر ہمارا سامان کمرے میں چھوڑ کر واپس چلا گیا تو تہذیب مالکم ایکس نے کمرے کی بغلی کھڑکی کھول کر باہر کا منظر دیکھا اور مجھے متوجہ کر کے بولی۔ "علی! ذرا ادھر آؤ، یہاں سے کتنا خوب صورت منظر نظر آ رہا ہے۔"

میں اس کے قریب جا کھڑا ہوا۔ اونچی نیچی سڑکیں نظر آ رہی تھیں جن پر دوڑتی ہوئی گاڑیاں آنکھوں کو بہت بھلی معلوم ہوتی تھیں۔ لاتعداد بلڈنگیں تاحدِ نظر بکھری ہوئی تھیں۔ ایک عمارت میں سوئمنگ پول بھی نظر آتا تھا۔ شاید وہ کسی کلب کی عمارت تھی۔

ہم دونوں کافی دیر تک اس منظر میں گم رہے اور پھر میں تہذیب کے شانے پر ہاتھ رکھ کر واپس پلٹ پڑا۔ وہ کھڑکی کا پردہ کھینچ کر میرے سامنے آ بیٹھی۔ تھوڑی دیر تک میں اس کی شکل دیکھتا رہا۔ تہذیب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ پھر میں نے کہا۔ "تہذیب! تم نے میرا وطن نہیں دیکھا۔ وہ اس سے کہیں زیادہ خوب صورت ہے۔"

"ہاں علی! میں نے تمھارا وطن نہیں دیکھا لیکن تمھارے وجود میں اس کی خوب صورتی کو محسوس ضرور کیا ہے۔"

"اگر وقت نے اجازت دی کبھی تو میں تمھیں اپنے وطن ضرور لے جاؤں گا اور پھر تم خود مشاہدہ کر لینا کہ ان بلند و بالا عمارتوں کے درمیان، اس جدید زندگی میں وہ سکون نہیں ہے جو میرے وطن کی سرزمین پر لہلہاتے کھیتوں میں ہے۔"

تہذیب نے مجھے وطن کی داستان میں بھٹکنے نہ دیا۔ ورنہ ان داستانوں کا تذکرہ کرتے ہوئے میں ہمیشہ اداس ہو جاتا تھا اور تہذیب اس وقت اداسی نہیں چاہتی تھی چنانچہ اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے نے موضوع بدل دیا۔

"علی، یہ بات تو طے ہے کہ ہم یہاں زیادہ عرصے قیام نہیں کریں گے لیکن ہمارے ذہن میں اپنی آئندہ زندگی کے منصوبے ہونے کے باوجود نہیں ہیں اور ہم ابھی تک یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے آئندہ اقدامات کیا ہوں گے؟"

"یقیناً تہذیب۔ اس سلسلے میں بہت کچھ غور و خوض کرنا ہوگا۔ تنظیم آزادیٔ فلسطین کے حکام کا دل میری جانب سے صاف ہو چکا ہے۔ اس کی طرف سے مجھے بیروت واپس بلانے کی کوششیں جاری رہیں گی۔ میرے دل میں بھی کوئی بہت بڑی بات نہیں ہے تہذیب۔ لیکن میں سوچتا ہوں کہ وہ لوگ اپنے طور پر جو کچھ کر رہے ہیں، کرتے رہیں۔ میں اپنا فرض پورا کروں۔ ان کے ساتھ مل کر میں کوئی اتنا بڑا کام نہیں کر سکتا جو منفرد حیثیت رکھتا ہو۔ گورنے ہل میں اسرائیلی منصوبوں کو ناکام بنا کر میرا خیال ہے میں نے خاصا اہم کام کیا ہے اور اس کے بعد یہ بائل جوشیو کا مسئلہ۔ اور اب تہذیب، اس کی عادت ہو گئی ہے اور تھوڑی سی مشق بھی۔ چنانچہ بیروت واپسی میرے لیے بالکل بے مقصد ہے۔ میرے ذہن میں مستقل یہ خیال گردش کر رہا ہے کہ واپس امریکا جا کر اپنی کارروائیوں کا نئے سرے سے آغاز کروں اور اہم ترین مقاصد کو ناکام بنانے کے لیے اس سے بہتر جگہ اور کوئی نہیں ہے کیونکہ وہاں پر دولت مند یہودیوں کا ایک بہت بڑا طبقہ موجود ہے جو دنیا بھر میں اور خصوصاً یورپی ممالک میں اسرائیلی مفادات کا نگران ہے اور نت نئے منصوبے وہاں جنم لیتے رہتے ہیں۔ میری خواہش ہے تہذیب کہ میں اپنے طور پر ایک ایسا گروہ بناؤں جو صرف اس مقصد کے لیے کام کرتا ہے اور بہر طور میں اس کی تکمیل کروں گا اگر زندگی رہی۔"

"ان شاء اللہ! ہم دونوں مل کر اپنے اس عظیم مشن کو پورا کریں گے۔" تہذیب نے پُراعتماد لہجے میں کہا۔

نئی شکل و صورت میں ہمیں سیر و تفریح میں کوئی دقت نہیں ہو سکتی تھی چنانچہ یہ شام بہت پُرلطف گزری۔ تیاریاں کر کے ہم باہر نکل آئے اور اس کے بعد اس حسین شہر کی پُررونق سڑکوں پر آوارہ گردی کرنے لگے۔

رات کا کھانا ایک خوب صورت سے ریستوران میں کھایا اور اس کے بعد خاصی رات تک وہاں کے پروگراموں سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ تہذیب بہت مسرور نظر آ رہی تھی، جب رات بھیگ چلی تو ہم دونوں ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنے ہوٹل پہنچ گئے۔

دوسرا اور تیسرا دن بھی بالکل خاموشی سے گزر گیا۔ اس دوران نہ تو تارینا ہارڈو نے مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی اور نہ ہی میں نے اس کی ضرورت محسوس کی۔ چوتھے دن اس وقت جب ہم ناشتا کر رہے تھے، دروازے پر دستک ہوئی اور ہم نے یہ سمجھ کر کہ ویٹر کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے، دستک دینے والے کو اندر آنے کی اجازت دے دی لیکن اندر داخل ہونے والی تارینا ہارڈو تھی۔

میں نے ایک نگاہ میں محسوس کر لیا تھا کہ تارینا ہارڈو نے اپنے حلیے میں ایک خوب صورت تبدیلی پیدا کی ہے، صرف اتنی کہ اس نے اپنے چہرے کا رنگ پیازی مائل کر لیا تھا اور خدوخال میں ایک ہلکی سی تبدیلی پیدا کی تھی جس سے وہ اسپینش نسل کی کوئی لڑکی معلوم ہوتی تھی لیکن جاننے والے ایک نگاہ میں اسے پہچان سکتے تھے۔

"صحیح وقت پر پہنچی، یہی سوچا تھا کہ ناشتا تمھارے ہی ساتھ کروں گی۔" اس نے پلٹ کر دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

"میں ابھی ویٹر سے آپ کے لیے ناشتا طلب کرتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"ضرور ضرور... اور اس وقت تک مجھے کافی کا ایک کپ بنا کر دو، باہر خاصی سردی ہے۔"

تارینا ہارڈو کے انداز سے محسوس ہوتا تھا کہ وہ پُرسکون ہے اور کوئی ایسی بات سنانے نہیں آئی جو ہمارے لیے باعثِ تشویش ہو۔ کافی پیتے ہوئے وہ خاموش رہی اور پھر ویٹر نے ہمارے نئے آرڈر کی تکمیل کر دی۔

ناشتے سے فارغ ہو کر ہم پُرسکون انداز میں بیٹھ گئے تب تارینا ہارڈو نے کہا "میں نے اپنا کام پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا ہے علی! اس سے قبل تمھارے پاس آنا یا فون پر تمھیں مخاطب کرنا میں نے مناسب نہیں سمجھا تھا لیکن اب یہ دلخوش کن اطلاع تمھیں دینا ضروری تھی اس لیے صبح ہی صبح تمھارے پاس دوڑی چلی آئی۔"

"گڈ، ویری گڈ — گویا...؟"

"ہاں۔ تفصیل اس کی کچھ اس طرح ہے۔ نمبر ایک اینگل ٹاور سے اس عمارت میں موجود کسی فرد کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ دو ہی وجوہات ہو سکتی ہیں اس کی۔ یا تو ان لوگوں کا پروگرام ہی نہیں تھا کہ تمھیں ہلاک کیا جائے یا پھر وہ لوگ اتنے مستعد اور مستحکم تھے کہ انھوں نے اصل صورتِ حال کا اندازہ لگا لیا تھا لیکن کوئی کم بخت ہمارے ہاتھ نہیں آ سکا۔ دوسرے پروگرام کے تحت ہم نے ایسے لوگوں کا انتخاب کر لیا تھا جنھیں یہاں سے فرار کرا کے تمھاری حیثیت دی جا سکے۔ مرد ڈیکو گوائل تھا جو اسرائیل

باشندہ ہے اور اسمگلنگ کے سلسلے میں پانچ سال قید کی سزا بھگت رہا تھا۔ اس کی محبوبہ ایک جرمن نژاد لڑکی سونیا ہاربن تھی، جو صرف اس لیے یہاں وقت کاٹ رہی تھی کہ اس کا محبوب جیل سے رہا ہو جائے۔ ہمارا ایک ساتھی ایجنٹ اس لڑکی سے ملا اور معقول معاوضے کے تحت اس نے اُسے پیش کش کی کہ اگر وہ چاہے تو اس کے محبوب کو جیل سے رہا کرا کے یہاں سے نکل لینے میں مدد دی جا سکتی ہے۔ لڑکی تیار ہو گئی اور اس نے ہمارے ایجنٹ سے درخواست کی کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے یہ کارروائی کر لی جائے۔ ہمارے ایجنٹ نے اس کے سامنے ایک تجویز رکھ دی اور کہا کہ اس کی نگاہ میں دو ایسے افراد ہیں جو چند روز کے اندر اندر بیروت جانا چاہتے ہیں۔ وہ انھی کے کاغذات پر انھیں یہاں سے بیروت بھیج سکتا ہے۔ فی الحال اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ بیروت پہنچنے کے بعد وہ جہاں دل چاہے جا سکتے ہیں۔ لڑکی تیار ہو گئی اور پھر ایک خاص طریقۂ کار کے تحت اس نوجوان کو جیل سے رہا کرایا گیا جس سے کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے۔ اسے رہا کرا کے لڑکی کے پاس پہنچایا گیا۔ لڑکی کے پاس پورا منصوبہ پہلے سے ہی تیار تھا۔ اس نے یہی بتایا کہ اس طرح کے کاروبار کرنے والے گروہ کا ایک فرد اس کے ہاتھ لگا ہے اور وہ ان کی مدد کرنا چاہتا ہے جس کے لیے وہ اسے ایک معقول معاوضہ ادا کر چکی ہے۔ نوجوان ظاہر ہے ان پیچیدگیوں کو نہیں سمجھ سکتا تھا چنانچہ دونوں تیار ہو گئے اور ہم نے علی، ان کے چہروں پر تمھارا اور تہذیب کا میک اَپ کرا دیا۔ اس کے بعد ایجنٹ کے لیے کاغذات تیار کرانا کون سا مشکل کام تھا۔ ان کاغذات کی تیاری کے سلسلے میں ہلکی سی تشہیر جاری رکھی گئی۔ تاکہ ضرورت مند لوگ اس طرف متوجہ ہو جائیں اور پھر جب ہم نے یہ محسوس کر لیا کہ ہمارے مطلب کے چند افراد ان دونوں کو اپنی نگاہوں کے دائرے میں لے چکے ہیں تو ہم نے ان کا پروگرام کچھ مخصوص کانوں تک پہنچا دیا، جن کے ذریعے یقیناً مسٹر باورڈ تک ان کے بیروت روانہ ہونے کی اطلاع پہنچ گئی اور ابھی اسی فلائیٹ سے چند افراد بیروت گئے ہیں جس سے ان دونوں کو روانہ کیا گیا تھا۔ سمجھ گئے ہو گے کہ لائن صاف کر دی گئی ہے۔"

میں نے تحسین آمیز نگاہوں سے تارینا ہارڈو کو دیکھا اور پھر ممنون لہجے میں کہا "میڈم ہارڈو! آپ نے ہمارے لیے جو کچھ کیا ہے اس کے لیے ہم آپ کے شکر گزار ہیں۔"

"بس علی! میں چاہتی ہوں کہ تم یہاں مکمل اعتماد کے ساتھ وقت گزارو۔ ہم ہر طرح سے تمھاری خدمت کے لیے حاضر ہیں۔ میں اس وقت صرف یہی اطلاع دینے آئی تھی۔ ناشتا کر چکی ہوں، اب مجھے اجازت دو۔ فی الحال بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اگر چاہو تو اس شہر کے علاوہ دوسرے علاقوں کی سیر بھی کر سکتے ہو۔ ویسے مجھے اطلاع ملتی رہی ہے کہ تم لوگ بہت پُرسکون وقت گزار رہے ہو۔"

تارینا ہارڈو کے جانے کے بعد ہم بہت دیر تک اس موضوع پر گفتگو کرتے رہے۔ تہذیب مکمل طور پر بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ میں دیر تک اس احساس سے لطف اندوز ہوتا رہا، پھر میں نے کہا "تہذیب! میری دلی خواہش ہے کہ میں اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے جلد از جلد دوبارہ کام شروع کر دوں۔ ایک مشورہ چاہتا ہوں تم سے۔"

"کہو۔" تہذیب نے پُرخلوص انداز میں کہا۔

"جیسا کہ میں نے تمھیں بتایا کہ میرے ذہن میں اس انداز میں کام کرنے کا منصوبہ ہے لیکن اس منصوبے کی تکمیل کے لیے ہمیں بڑی محنت سے کام کرنا ہوگا۔ اگر ہم اپنے درمیان کچھ ساتھی اکٹھے کر لیں اور وہ ایسے ہوں جن پر ہم مکمل اعتماد کر سکیں تو کیا اس کام کی ابتدا میں آسانی نہ ہو جائے گی؟"

"بالکل ہو جائے گی لیکن ایسے ساتھیوں کا انتخاب سب سے مشکل کام ہوگا علی۔"

"ہاں، میں جانتا ہوں اور اسی لیے کام کی ابتدا کرنے سے پہلے میں اس پر خوب غور و خوض کر لینا چاہتا ہوں، یہاں اس ملک میں رہ کر ہمیں جو مراعات حاصل ہوئی ہیں ان سے فائدہ نہ اٹھانا بھی حماقت ہے۔ دراصل تہذیب میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ طویل عرصے کے بعد تمھاری معیت کے جو لمحات مجھے میسر ہوئے ہیں انھیں فوراً مصروفیت میں بدل دوں۔ لہٰذا ہم کوئی ایسا راستہ منتخب کریں گے جس سے آزادی کے یہ لمحات بھی متاثر نہ ہوں اور ہمارا مقصد بھی پورا ہو جائے۔"

"ایک بات کہوں علی! بُرا تو نہیں مانو گے؟" تہذیب بولی۔

"تمھاری کسی بات کا بُرا ماننا میرے بس میں نہیں ہے تہذیب۔"

"تمھارے اندازِ فکر میں ایک تبدیلی محسوس ہوئی ہے مجھے۔ یوں لگتا ہے جیسے پہلے تم یہاں سے نکل جانے کے خواہاں تھے لیکن اب کسی وجہ سے اپنے اس مقصد میں تساہل برتنے کے خواہش مند ہو۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی میں نے آنکھیں بند کر کے مسکراتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بات یہ ہے تہذیب کہ اب میری فطرت میں تھوڑی سی خود غرضی بھی پیدا ہو گئی ہے۔ میں اپنی ذات کے بارے میں بھی سوچنے لگا ہوں یا پھر اپنی ذات میں چھپے ہوئے تمہارے وجود کو دیکھ کر مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ میں ابھی کچھ وقت دنیا کے ہنگاموں سے دور رہ کر تمہاری معیت میں گزاروں۔ اسے خواہ تم میری خود غرضی سمجھ لو یا محبت نام کی کوئی چیز۔"

تہذیب کے ہونٹوں پر ہلکی ہلکی لرزش نمودار ہوئی۔ میں نے اس کے وجود میں ایک کپکپاہٹ سی محسوس کی، میرے ان الفاظ پر شرمانے کے بجائے اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری ہو گئی۔ وہ لرزتے ہوئے لہجے میں بولی۔

"علی، مجھے جذبات کی دنیا میں نہ بھٹکاؤ۔ میری کہانی بھی تم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ میری زندگی کا کوئی پہلو تمہاری نگاہوں سے اوجھل نہیں ہے۔ مجھ سے یہ اعتراف نہ کراؤ کہ میں اپنی زندگی کے اس پہلے دور کو بالکل بھول گئی ہوں۔ مجھے یہ محسوس ہوتا ہے جیسے مشرق میرے وجود میں سما گیا ہے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ مشرق کی روایات میری زندگی کا سرمایہ بن جائیں۔ میں ایک چھوٹا سا گھر بناؤں اور اس میں تمہاری خدمت کرتی رہوں لیکن علی میری محبت اس بات کی متقاضی ہے کہ میں تمہیں تمہارے مقصد سے نہ ہٹاؤں، مجھے آزمائش میں نہ ڈالو علی، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم مجھ پر اعتماد کرنا چھوڑ دو۔" تہذیب کا بدن ہولے ہولے لرز رہا تھا۔ میں اس کے قریب پہنچا اور میں نے بڑے اعتماد سے اس کا سر اپنے سینے پر ٹکا لیا۔

"نہیں تہذیب، تمہاری کیفیت کو سمجھنے کے لیے مجھے اپنے اندر جھانک لینا کافی ہے اور سنو! میں جذباتی ہو کر یہ بات نہیں کہہ رہا۔ اب تک کی زندگی آگ اور خون کے صحرا میں گزاری ہے، موت کی ہولناک چیخیں لمحہ بہ لمحہ کانوں کے قریب سے گزرتی رہی ہیں، گریولائز کے قید خانوں میں موت کے اتنے قریب سے گزرا ہوں کہ زندگی بے وقعت شے معلوم ہوتی ہے۔ میں نے زندگی سے حسین تصورات کو ہمیشہ کے لیے کھرچ کر پھینک دیا تھا، میری داستانِ حیات کا ایک ایک لمحہ خوف سے تحریر ہوتا رہا ہے اور اب جب اس رہگزار میں کچھ حسین پھول کھلے ہیں تو سچ یہی ہے کہ میں ان کا نظارہ کرنا چاہتا ہوں۔ تہذیب، مجھے حق ہے کہ میں اپنی ذات کا بھی کچھ احساس کروں۔ میں اپنا فرض پورا کر رہا ہوں، اس سے غفلت نہیں برتی ہے میں نے لیکن زندہ رہنے کے لیے تمہارا ساتھ اب بہت ضروری ہے اور شاید اسی طرح میں اپنے مقصد کی تکمیل آئندہ بھی کر سکتا ہوں ورنہ تم سے دور ہو کر میں ناکارہ ہو جاؤں گا۔ یہ ملک بہت حسین ہے، ہم کچھ عرصہ یہاں گزاریں گے، سیر و تفریح کریں گے اور زندگی کو ان رعنائیوں کے حصول میں صرف کریں گے جس کا ہر ذی روح طالب ہوتا ہے۔"

"ہاں علی، میں بھی یہی چاہتی ہوں۔" تہذیب بے اختیار ہو گئی اور اس کے بعد ہم دونوں دیر تک جذباتی گفتگو کرتے رہے۔ پھر تہذیب سنبھلی تو اس نے شرمگیں نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن یہ سمجھ لو علی کہ یہ سب کچھ تمہارے ایما پر ہوا ہے، ورنہ خدا کی قسم میں اس وقت تک تمہیں مصروفِ کار دیکھنا چاہتی تھی جب تک تمہاری زندگی کا یہ مشن پورا نہ ہو جائے۔"

"مشن جاری رہے گا تہذیب اور ہم زندگی کی رعنائیوں سے منہ بھی نہیں موڑیں گے۔ ہاں، اگر تم نہ ملتیں تو میں زندگی کے اس رخ کے بارے میں سوچتا بھی نہیں۔"

اس نئے فیصلے سے ہم دونوں بے حد مطمئن ہو گئے تھے۔ اس وسیع و عریض ملک کے بارے میں معلومات حاصل کرنا زیادہ مشکل کام نہیں تھا۔ ہر جگہ کے نقشے کتابی شکل میں دستیاب ہو جایا کرتے تھے، چنانچہ ان نقشوں کی مدد سے ہم نے مختلف علاقوں کے بارے میں تفصیلات معلوم کیں اور پھر ایک خوبصورت جزیرے کا انتخاب کیا گیا جو "سان اسٹیلو" کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ ہم نے طے کیا کہ اس جزیرے پر جا کر کچھ وقت گزاریں گے۔ تارینا ہارڈو کو اس بارے میں اطلاع دینا ضروری تھا۔ چنانچہ اس رات وہ ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہو گئی۔ ہمارے اس فیصلے سے وہ بے حد خوش ہوئی تھی۔

"سان اسٹیلو جزیروں کی جنت کہلاتا ہے۔" اس نے کہا۔ "بلندیوں سے گرتے ہوئے آبشار اور ان کے دامن میں پھیلے ہوئے گھاس کے حسین میدانوں میں تمہیں تفریحی ٹرالروں کی بہت بڑی تعداد نظر آئے گی۔ اس علاقے میں بین الاقوامی آوارہ گردوں کے گروہ بہت زیادہ نظر آتے ہیں۔ ہر جگہ رقص و موسیقی ملے گی تمہیں۔ یقیناً میرے وطن کے اس حصے کو دیکھ کر تمہیں بہت خوشی ہوگی، اس کے علاوہ اگر تم چاہو تو میں اپنے طور پر تمہارے لیے وہاں آسائشوں کا بندوبست کر دوں۔ چھوٹے چھوٹے کئی ہوٹل بھی وہاں موجود ہیں۔"

"نہیں میڈم ہارڈو! آپ ہمیں یہاں کے شہری کی حیثیت سے ہر جگہ گھومنے پھرنے کی آزادی عنایت فرما دیں، بس آپ کی یہی نوازش کافی ہوگی۔"

"وہ تو تمہیں حاصل ہے۔ میں بھلا اس سلسلے میں کیا کہہ سکتی ہوں یا کیا کر سکتی ہوں۔" تارینا ہارڈو نے کہا۔

دوسرے دن ہی ہم نے سان اسٹیلو جانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ایک مخصوص بندرگاہ سے سان اسٹیلو اور دور دور تک کے جزیروں پر جانے کے لیے موٹر لانچیں دستیاب ہو جایا کرتی تھیں۔ ہم نے ایک پوری لانچ اپنے لیے حاصل کی۔ بھورے رنگ کی ٹوپی میں ملبوس پرتگالی ملاح ہمیں لے کر چل پڑا۔ لانچ بہت حسین اور وسیع تھی۔ ملاح کے ساتھ اس کے دو معاون اور تھے۔ نیلے سمندر کے سینے پر طرح طرح کی تفریحات میں مشغول لوگوں کو دیکھتے ہوئے ہم کافی دور نکل آئے۔ اب چھوٹی بڑی کشتیاں پیچھے رہ گئی تھیں۔ ہاں کچھ اسٹیمر ایسے تھے جو سان اسٹیلو کی جانب جا رہے تھے، بس وہ سمندری بلبلوں میں ڈوبتے اور ابھرتے نظر آ جاتے تھے۔ تقریباً ساڑھے تین گھنٹے کے سمندری سفر کے بعد سان اسٹیلو کا سرسبز ساحل نظر آیا جس پر درختوں کے جھنڈ دھوپ کی روشنی میں سبزی مائل رنگ گھول رہے تھے۔ ساحل پر چھوٹے چھوٹے لکڑی کے سفید کیبنوں کی قطار بنی ہوئی تھی جن کے درمیان اسٹیمر لنگر انداز کیے جا سکتے تھے۔ ہم ایسے ہی ایک کیبن کے نزدیک پہنچ گئے۔

کیبنوں کے سامنے سان اسٹیلو میں آنے والوں کے لیے "خوش آمدید" کا بورڈ آویزاں تھا۔ گھٹنوں سے اونچے اسکرٹ والی ایک گلابی سی لڑکی نے جس کا قد پانچ فٹ سے زیادہ نہ رہا ہوگا، آگے بڑھ کر ہماری پذیرائی کی اور ہمیں سیاح کی حیثیت سے سان اسٹیلو کی جنت میں پہنچنے کی مبارکباد پیش کی۔ پھر اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے اس نے شستہ انگریزی میں کہا۔ "اگر آپ پہلی بار سان اسٹیلو آئے ہیں تو میری خدمات آپ کے لیے بہت مفید ثابت ہوں گی۔ آپ گھاس کے میدانوں میں ٹرالر میں قیام اختیار کریں گے یا پھر کسی تین منزلہ ہوٹل کی رہائش گاہ آپ کو پسند آئے گی؟"

"بہتر یہ ہوگا مس کہ آپ ہمیں کوئی ٹرالر دلوا دیں۔"

"میں گین فر کمپنی کی نمائندہ ہوں۔ ہمارے پانچ ٹرالر اس وقت آپ کو خالی ملیں گے۔ ہر آسائش ان میں موجود ہے، آپ ان میں سے کوئی بھی پسند فرما لیجیے گا۔ میں آپ کے ساتھ چلتی ہوں۔"

لڑکی نے تین رنگوں کی ایک بل کار اسٹارٹ کی اور ہم دونوں اس کے ساتھ بیٹھ کر چل پڑے۔ پتلی پتلی سڑکیں بہت ہی خوبصورت انداز میں بنی ہوئی تھیں۔ یہ دو رویہ سڑکیں درمیان سے خالی تھیں اور نیچے خصوصی گہرائیاں نظر آ رہی تھیں۔ پہاڑیوں کے اوپر سے گزاری جانے والی یہ سڑکیں ہمیں اطراف کے حسین مناظر سے لطف اندوز کراتی ہوئی بالآخر ایک ایسے علاقے میں لے گئیں جہاں کافی بلندی سے ایک بہت چوڑا آبشار گر رہا تھا۔ خوشنما ٹرالر گھاس کے اس میدان میں سفید سفید کھلونوں کی مانند بکھرے نظر آ رہے تھے۔

بل پتلی پتلی پگڈنڈیوں کے ذریعے گہرائی میں اترتی رہی اور پھر ایک جگہ جا کر رک گئی۔ بہت سے سیاح ادھر ادھر گھومتے پھرتے نظر آ رہے تھے۔ پہلا ہی ٹرالر جو اس نے ہمیں دکھایا، کافی کشادہ اور ہماری پسند کے مطابق تھا۔ اس لیے ہم نے مزید ٹرالر دیکھنے کی فرمائش نہ کی اور اس پہلے ٹرالر کی ادائیگی ایک ماہ کے لیے کر دی۔ اس کے ساتھ ہی ہم نے اس ننھی منی گڑیا جیسی لڑکی کو اچھی خاصی رقم ٹپ کے طور پر دی تھی۔ اس نے ہمیں اپنا فون نمبر دیا اور ایک سمت اشارہ کرتی ہوئی بولی۔ "ادھر ٹیلی فون بوتھ کی قطار ہے۔ کوئی بھی ضرورت ہو آپ کسی بھی ٹیلی فون بوتھ سے اس نمبر پر رنگ کر کے اپنی ضرورت بیان کر دیں۔ ہم آپ کو یہاں ہر قسم کی سہولت مہیا کرنے کے پابند ہیں۔"

لڑکی اپنی ننھی منی سی کار میں بیٹھ کر چلی گئی تو ہم ٹرالر میں آ گئے۔ تہذیب کے رخساروں سے مسرتوں کی شفق پھوٹ رہی تھی۔ وہ اس حسین دنیا میں آ کر بے پناہ خوش تھی۔ ہم نے علاقے کی مناسبت سے اپنی تفریحات کا پروگرام بنا لیا۔ رات ہوئی تو اس وسیع و عریض سبزہ زار میں روشنیوں کے کنول جگمگا اٹھے۔ جگہ جگہ سے موسیقی کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ حسین اور کھنکتے ہوئے قہقہے دور دور تک بکھر رہے تھے۔ ہم اس پُرفضا منظر کی سیر کرنے کے لیے نکل آئے۔ خوش بختی سے آسمان شفاف تھا اور فضا بادلوں سے پاک تھی، جب چاند نکلا تو اس حسین منظر میں ہزاروں گنا اضافہ ہو گیا۔ پہاڑوں کی بلندیوں سے نقرئی چاندنی پانی میں گھل کر نیچے کی سمت آنے لگی اور ہم بے اختیار آبشار کی جانب چل پڑے، جہاں بے شمار جوڑے فطرت کے حسن سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ یہ جدید دنیا کا ایک جدید ترین مقام تھا۔ یہاں کی اقدار مشرق سے مختلف تھیں۔ چنانچہ چاروں طرف بکھرے ہوئے مناظر ہماری فطرت سے ہم آہنگ نہ ہو سکے اور ہم کسی تنہا اور پُرسکون گوشے کی تلاش میں آبشار کی دوسری جانب چل پڑے۔

آبشار سے گرتے ہوئے پانی سے بننے والی ایک چھوٹی سی ندی کے کنارے پڑے ہوئے پتھروں پر بیٹھ کر ہم گنگناتی ہوئی ندی کی روانی سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ زبانیں خاموش تھیں لیکن احساسات ایک دوسرے کی کیفیات کے ترجمان تھے۔ آدھی رات تک ہم دونوں یہاں رہے اور اس کے بعد ٹرالر میں واپس آ گئے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سان اسٹیلو کے تین دن اس طرح گزرے کہ احساس بھی نہ ہوسکا۔ اس جزیرے پر ترقی کی جدید لہر تو تھی ہی لیکن قدرت نے بھی اس جزیرے کو اتنا حسن دیا تھا کہ اس کی صحیح ترجمانی ناممکن تھی۔

چوتھے دن صبح دس بجے جب ہم سو کر اٹھے تو کوئی باہر ہمارا منتظر تھا۔ ننھی سی خوب صورت لڑکی نے اندر ہماری آہٹیں محسوس کر کے ایک چھوٹی سی کھڑکی باہر سے کھولی اور اندر جھانکتے ہوئے کہا۔ "ایکسکیوزمی جنٹلمین! آپ کی ایک مہمان باہر آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔"

ہم اس کی آواز سن کر چونک پڑے تھے۔ تہذیب نے جلدی سے آگے بڑھ کر ٹرالر کا دروازہ کھولا تو تارینا ہارڈو ایک خوب صورت لباس میں ملبوس سامنے کھڑی نظر آئی۔ اُسے دیکھ کر تہذیب نے خوشی کی آواز بلند کی اور پھر باہر نکل کر اس سے مصافحہ کیا اور اُسے اندر لے آئی۔

تارینا ہارڈو کی آمد پر میں بھی حیران رہ گیا تھا لیکن مزید حیرانی اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر ہوئی جس پر کوئی خوشگوار کیفیت نہیں تھی۔ صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ کسی پریشانی کا شکار ہے۔ وہ پھیکے سے انداز میں مسکراتی ہوئی اندر آگئی۔

"میں جانتی ہوں، سان اسٹیلو کی جنت میں مجھ جیسی کسی شخصیت کی مداخلت کتنی ناخوشگوار ہوسکتی ہے لیکن علی! صورتِ حال کچھ ایسی ہی تھی کہ مجھے تمھاری ان تفریحات میں مداخلت کرنا پڑی۔" اس کے سنجیدہ لہجے پر میں چونک کر اسے دیکھنے لگا تھا۔

"کیا بات ہے میڈم تارینا! یقیناً کوئی ایسا ہی مسئلہ ہوگا جس کے لیے آپ اس قدر سنجیدہ ہوگئی ہیں؟"

"ہاں، بڑی ہی پریشان کن اطلاعات ہیں۔ ان اطلاعات نے مجھے بوکھلا کر رکھ دیا ہے علی۔" تارینا ہارڈو نے کہا۔

میں نے تہذیب کی طرف اور اس نے میری جانب دیکھا۔ تارینا ہارڈو کے انداز سے ہم دونوں ہی پریشان ہوگئے تھے۔ میرے ذہن میں بہت سے خدشات نے سر ابھارا تھا لیکن میں انتظار کرتا رہا کہ تارینا ہارڈو ہی اس سلسلے میں گفتگو کا آغاز کرے۔

"میڈم مارٹینا سے اچانک رابطہ منقطع ہوگیا ہے۔" تارینا ہارڈو نے کہنا شروع کیا۔ "اور وہاں مارشل پر جو چند نئے افراد اس علاقے کی نگرانی کرنے کے لیے بھیجے گئے تھے، انھوں نے اطلاع دی ہے کہ میڈم مارٹینا اس عمارت سے لاپتا ہیں جہاں ان کا قیام تھا۔ دراصل اس دوران ہم اپنے طور پر بے شمار اقدامات کرتے رہے ہیں۔ مارشل سے کینٹ مور اور دوسرے لوگوں کو واپس بلا لیا گیا تھا۔ ان میں سے کچھ لوگوں کے لیے سزائیں تجویز کی گئیں تھیں۔ کینٹ کو اس لیے چھوڑ دیا گیا کہ اس کے بیوی بچے ہاٹل جوشیو کے قبضے میں جا چکے تھے اور اس بنیاد پر اسے بلیک میل کر کے ہاٹل جوشیو اپنے کام کے لیے مجبور کرتا رہا تھا۔ میڈم مارٹینا نے اس بات کی تصدیق کی اور کینٹ کی سزا معاف کر دی گئی۔ اس کے بعد جو نیا عملہ وہاں بھیجا گیا، وہ صورتِ حال سے باخبر تھا۔ ہر چند کہ وہ بحری تحقیقاتی مہم ہی کے سلسلے میں وہاں پہنچا تھا لیکن اسے اس بات سے آگاہ کر دیا گیا تھا کہ میڈم مارٹینا وہاں اس کی کنٹرولر ہیں۔ ذہین ترین لوگوں کو اس کام پر مامور کیا گیا تھا جو مارٹینا ہی کے سطح کے تھے، اب میڈم مارٹینا کی گمشدگی کے بارے میں ہمیں اطلاعات فراہم کی گئی ہیں اور اس بات کا خدشہ ظاہر کیا گیا ہے کہ میڈم مارٹینا کسی حادثے کا شکار ہوگئی ہیں۔ ابھی ہم اس سلسلے میں الجھن کا شکار ہی تھے علی کہ دنیا کے تین ملکوں سے ہمارے ان خصوصی نمائندوں کی موت کی اطلاع ملی ہے جو ہاٹل جوشیو کے اثاثوں کی تحقیقات اور ان کے حصول کے لیے کوشاں تھے۔ کئی ممالک میں ہمارے نمائندے اپنے مقصد میں کامیاب ہوچکے تھے لیکن اس کے بعد اچانک اس کامیابی کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ یوں لگتا ہے جیسے کسی بہت بڑی قوت نے اچانک ان معاملات کو کنٹرول کیا ہو۔ اس قوت کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہوسکا کہ اس کا تعلق دنیا کے کس ملک سے ہے یا کون لوگ اس سلسلے میں عمل پیرا ہیں۔ ان تین نمائندوں کی موت انتہائی پُراسرار حالات میں ہوئی ہے۔ یہ بات بھی گوارا کر لی گئی لیکن اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ابھی دو دن قبل ہمارے وزیرِ داخلہ کے ایک خصوصی سکریٹری پر قاتلانہ حملہ ہوا اور یہ حملہ اس انداز میں کیا گیا کہ ہم سب حیران رہ گئے۔ وزارتِ داخلہ کی ایک اہم میٹنگ جاری تھی کہ اچانک فرسٹ سکریٹری کے پی اے نے اپنی جیب سے پستول نکال کر فرسٹ سکریٹری پر اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔ خوش قسمتی تھی کہ یہ فائرنگ بدحواسی کے عالم میں کی گئی تھی۔ اس لیے فرسٹ سکریٹری زخمی تو ہوگئے لیکن ہلاک نہ ہوسکے اور اپنی اس کوشش میں ناکام ہو کر ان کے پی اے نے پستول کی نال اپنی کنپٹی پر رکھ کر ٹریگر دبا دیا جس سے اس کی وہیں فوری طور پر موت واقع ہوگئی۔ اس سلسلے میں اب تک جس قدر تحقیقات ہوئی ہیں ان سے کوئی نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا۔ پی اے ایک فرض شناس اور ذہین آدمی تھا۔ اس کی سابق زندگی کا ریکارڈ بے داغ ہے اور اس کی ذات پر کسی قسم کا شک و شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ ہمارے خصوصی ڈیپارٹمنٹ کے چند افراد نے اس خدشے کا اظہار کیا ہے کہ ان واقعات کا تعلق آبدوز کے واقعے سے ہوسکتا ہے۔

یعنی ردِعمل کے طور پر یہ تمام کارروائی عمل میں آئی ہے۔ بیرونی دنیا میں ہاٹل جوشیو کے ذریعے مفادات حاصل کرنے والے جن چند ایجنٹوں کو قتل کیا گیا ہے، وہ بہترین کارکردگی کے مالک، ذہین ترین افراد تھے۔ ان کی موت ہمارے وطن کے لیے ایک عظیم سانحہ ہے۔ چنانچہ فوری طور پر ان تمام کارروائیوں کو روک دینے کا فیصلہ کیا گیا ہے جو اس سلسلے میں کی جارہی تھیں۔ میڈم مارٹینا کی گمشدگی بھی بے حد پُراسرار ہے۔ گویا ہاٹل جوشیو کی حیثیت سے ہم نے جو کنٹرول حاصل کیا تھا وہ ناکام رہا اور اب اس سلسلے میں مزید کوئی کوشش کرنا اپنے آپ کو دلدل میں پھنسانے کے مترادف ہے۔ بات وہیں تک رہتی تو شاید اس قدر تشویش کا اظہار نہ کیا جاتا لیکن ہمارے اپنے ملک میں جو کچھ ہوا ہے وہ بھی قابلِ توجہ ہے اور اس سلسلے میں مجھے وزارتِ داخلہ کی طرف سے خصوصی ہدایت کی گئی ہے کہ میں آپ کو بھی محتاط کر دوں۔ میں یہ نہیں کہہ سکتی علی کہ اس سلسلے میں آپ کو بھی ملوث کیا جاسکتا ہے لیکن اگر ان لوگوں کی معلومات بالکل مکمل ہیں اور ہمارے نقطۂ نگاہ کے مطابق یہ سب اسی کارروائی کا ردِعمل ہے تو پھر وہ آپ کی طرف سے بھی غافل نہ ہوں گے اور آپ کو محتاط رہنا پڑے گا۔"

"بڑی تشویشناک اطلاعات ہیں میڈم تارینا ہارڈو! کیا اس سلسلے میں محکمۂ داخلہ کی جانب سے میرے لیے کچھ خصوصی ہدایات ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"صرف اتنا کہ آپ اپنے طور پر بھی محتاط رہیں اور اگر آپ اجازت دیں تو ہم آپ کے تحفظ کے لیے کچھ لوگوں کا یہاں بھی بندوبست کر دیں۔"

"نہیں میڈم ہارڈو! میرا خیال ہے مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تاہم یہ ضروری تھا کہ آپ مجھے صورتِ حال سے آگاہ کر دیں۔ میں اپنے طور پر بھی اس سلسلے میں جو کچھ کر سکتا ہوں، یقیناً کروں گا۔"

"گویا آپ اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ آپ کے گرد کچھ لوگوں کو تعینات کر دیا جائے؟"

"ہرگز نہیں۔ یہ احتیاط نقصان دہ بھی ہوسکتی ہے میرے لیے۔" میں نے کہا اور تارینا ہارڈو پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگی۔

"میں آپ کی زندگی اور صحت کی خواہاں ہوں مسٹر علی، بس اسی لیے حاضر ہوئی تھی۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کے ذہن کو تکدر کا شکار کیا لیکن یہ ضروری تھا۔ اب میں اجازت چاہوں گی۔"

"اتنی جلدی؟"

"ہاں۔ ہمیں اس سلسلے میں جو احکامات جاری کیے گئے ہیں، ان کے تحت میں اور میرا محکمہ سخت مصروف ہوگیا ہے اور ہم کوشش کر رہے ہیں کہ جلد از جلد صحیح صورتِ حال ہمارے علم میں آجائے۔"

تارینا ہارڈو ہمارے اصرار کے باوجود ایک لمحہ بھی نہ رکی اور ہم سے اجازت لے کر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں اور تہذیب پُرخیال انداز میں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ تہذیب نے کہا۔ "میرا تو خیال ہے کہ تارینا ہارڈو کا اس وقت یہاں آنا ہمارے حق میں بہتر نہیں ہوا۔ اس جیسی ذہین عورت سے اس غلطی کی امید نہیں تھی۔ تم خود سوچو، اگر وہ لوگ ان کے راستے پر لگ چکے ہیں تو پھر تارینا کا تعاقب ضرور کر رہے ہوں گے۔ میرا خیال ہے علی، تارینا کے ذریعے ہماری نشاندہی ہوگئی ہے۔"

تہذیب مالکم ایکس کا یہ کہنا غلط نہیں تھا۔ میں جانتا تھا کہ تارینا نے اس سلسلے میں یقیناً خیال رکھا ہوگا لیکن اس کے باوجود اس سے غلطی ہوسکتی تھی اور ان حالات میں میرا محتاط ہونا ضروری تھا۔ میں پُرخیال انداز میں گردن ہلاتا رہا پھر میں نے کہا۔ "تہذیب! ہاٹل جوشیو کا کیس ختم ہو جانے کے بعد ہمارا ان واقعات سے کوئی تعلق نہیں رہا ہے اور نہ ہی یہ ہماری ذمے داری ہے کہ ہم تارینا ہارڈو کی اس سلسلے میں کوئی مدد کریں۔ یوں بھی ہمارا یہاں رہنے کا کوئی مستقل ارادہ نہیں ہے۔ میں یہ صرف اس لیے کہہ رہا ہوں کہ میں اس نئے مسئلے میں نہیں پھنسنا چاہتا۔ ظاہر ہے، اگر یہ کوئی انتقامی کارروائی ہے تو اس کا تعلق براہِ راست فلسطین یا مجھ سے نہیں ہے۔ ان لوگوں کو خود اس معاملے کو نمٹانا چاہیے اور ہمارے لیے اب مناسب یہ ہوگا کہ ہم یہ ملک چھوڑ دیں۔ تم اس بات کا مقصد اچھی طرح سمجھ رہی ہوگی۔ ایک ایسے کام میں اپنی قوت ضائع کرنے کا کیا فائدہ، جس کا تعلق براہِ راست ہم سے نہیں ہے۔"

"میں تم سے متفق ہوں علی، میرا بھی یہی خیال ہے، ہمیں اب یہ جگہ چھوڑ دینا چاہیے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ تیاریاں کر لو۔ ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔" میں نے کہا اور تہذیب نے فوری طور پر اپنی جگہ سے اٹھ کر سامان سمیٹنا شروع کر دیا۔ وہ مجھ سے پوری طرح متفق تھی لیکن میں یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اگر تہذیب کا خدشہ درست ہے تو پھر اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ اس ٹرالر کے اطراف میں کچھ لوگ موجود ہوں۔ بہرحال صورتِ حال جو کچھ بھی ہو، کم از کم یہاں رہنا اب میرے لیے کسی طور سودمند

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہیں تھا۔ یہ سوچ کر دل ہی دل میں ہنسی بھی آئی کہ اس سے قبل خطرناک ترین حالات میں بھی میں نے پریشان ہونا نہیں سیکھا تھا لیکن اپنی زندگی کے ساتھ کسی اور کی زندگی وابستہ ہو جائے تو انسان میں کس قدر تبدیلیاں آجاتی ہیں۔ مجھے اپنی زندگی سے زیادہ تہذیب کے تحفظ کا خیال تھا اور میں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچنے دینا چاہتا تھا۔ تہذیب کو سامان سمیٹتا چھوڑ کر میں ٹرالر سے باہر نکلا اور ٹیلی فون بوتھ کی اس قطار کی جانب چل پڑا جہاں سے اس ننھی منی سی لڑکی سے رابطہ قائم کیا جا سکتا تھا جس کی کمپنی کے زیرِ اہتمام ہم لوگ یہاں قیام کیے ہوئے تھے۔

ریسیور اٹھا کر میں نے اس کا نمبر ملایا اور دوسرے لمحے اس کی بچوں جیسی آواز سنائی دی۔ میں نے اسے بتایا کہ ہم لوگ فوراً واپسی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس لیے وہ ہمارے ساحل تک پہنچنے کا بندوبست کر دے۔ لڑکی نے کہا کہ چند ہی لمحات کے بعد وہ حاضر ہو رہی ہے۔ جب میں ٹرالر میں واپس آیا تو تہذیب ٹرالر کے دروازے کے پاس میری منتظر تھی۔ میں نے اُسے اس وقت جانے کی وجہ بتائی اور تہذیب نے گردن ہلا دی۔ اس کی پیشانی پر تفکرات کی لکیریں نظر آ رہی تھیں۔

تھوڑی دیر کے بعد وہی چھوٹی سی بجلی کار ہمیں اپنی طرف آتی ہوئی نظر آئی۔ لڑکی برق رفتاری سے اسے ڈرائیو کرتی ہوئی یہاں تک پہنچی تھی۔ اس نے کاروباری انداز میں ہماری خیریت پوچھی اور پھر ہم اس کی بجلی کار میں بیٹھ کر ساحل کی جانب چل پڑے جہاں سے دوسری طرف جانے کے لیے لانچیں حاصل کی جاتی تھیں۔ ایک سیاہ رو شخص ہماری جانب بڑھا اور اس نے گردن خم کر کے اپنی خدمات پیش کر دیں۔ مقصد صرف دوسری سمت جانا تھا، اس لیے ہمیں اس لانچ میں سفر کرنے میں کوئی عار نہ محسوس ہوا اور ہم دونوں اس لانچ پر سوار ہو گئے۔

سیاہ رو شخص نے لانچ اسٹارٹ کر دی۔ لانچ میں تین افراد اور موجود تھے جو اسی کی طرح کسی افریقی نسل کے باشندے معلوم ہوتے تھے۔ لانچ خاصی تیز رفتاری سے چل پڑی۔ میں ریلنگ کے نزدیک کھڑا سمندر دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً ایک لانچ انتہائی برق رفتاری سے نمودار ہوئی اور ہمارے قریب سے گزرتی چلی گئی۔ اس وقت تو میں نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی تھی لیکن جب تھوڑے ہی فاصلے پر جا کر وہ واپس پلٹی تو میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا۔ یوں لگتا تھا جیسے لانچ کسی خاص ارادے سے واپس پلٹی ہو۔ لانچ میں موجود لوگوں نے اس لانچ کو دیکھ کر ایک اور حرکت کی۔ انھوں نے کینوس کے ڈھیر سے ہلکی اسٹین گنیں نکال لیں اور اس کے بعد اندھا دھند ان دوسری لانچ پر فائرنگ شروع کر دی۔ میں اور تہذیب عالمِ حیرت میں ششدر رہ گئے تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ اچانک کیا ہو گیا ہے۔

دوسری لانچ نے ایک طویل چکر کاٹا اور اس لانچ سے دور چلی گئی لیکن اس کے بعد وہ پھر واپس پلٹی اور تیزی سے ہماری طرف بڑھتی چلی آئی۔ اس کے ساتھ ہی اس پر سے مارٹر گنوں سے گولے پھینکے جانے لگے تھے۔ میں اور تہذیب صرف ایک لمحے کے لیے سکتے میں رہ گئے تھے لیکن دوسرے لمحے ہمیں سنبھل جانا پڑا۔ جس طرح اس دوسری لانچ سے گولہ باری ہو رہی تھی اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ چند ہی لمحات کے بعد ہماری لانچ کے پرخچے اُڑ جائیں گے۔ یقیناً کوئی غلطی ہو گئی تھی یا تو آنے والی لانچ میں ہمارے دشمن موجود تھے، انجانے اور ان دیکھے دشمن یا پھر ہم غلط لانچ میں آ بیٹھے تھے۔ میں نے تہذیب کا ہاتھ پکڑ کر پلٹنے کی کوشش ہی کی تھی کہ دفعتاً ایک اسٹین گن کی نال میری پشت سے آ لگی۔

"اسمارٹ بننے کی کوشش مت کرو۔ خاموش بیٹھے رہو۔" لیکن سیاہ رو نے یہ جملے ادا کیے ہی تھے کہ دفعتاً لانچ کو ایک شدید جھٹکا لگا۔ میں اور تہذیب دور تک لڑھکتے چلے گئے۔ اسٹین گن والا بھی اوندھے منہ قلابازی کھا گیا تھا۔ غالباً پچھلی لانچ والوں نے کوئی ایسی کارروائی کی تھی جس سے لانچ کو شدید نقصان پہنچا تھا۔ اوندھے منہ گرنے والے کے ہاتھ سے اسٹین گن چھوٹ کر لکڑی کے فرش پر دور تک پھسلتی چلی گئی اور اس کے بعد سمندر میں جا گری۔ یہ ایک لمحہ میرے لیے کافی تھا۔ اس کے سنبھلنے سے قبل میرے جوتے کی ٹھوکر اس کے پیٹ اور پھر منہ پر پڑی اور وہ دوسری قلابازی کھا کر لمبا لیٹ گیا۔ اس کے دیگر ساتھی ان حالات سے بے خبر اس لانچ پر اسٹین گن سے فائرنگ کر رہے تھے جو لمبے لمبے چکر کھا کر اپنے آپ کو بچاتے ہوئے اس لانچ پر گولا باری کر رہی تھی۔ دفعتاً لانچ کا اگلا حصہ اُڑ گیا اور پانی برق رفتاری سے اس میں داخل ہونے لگا۔ اب اس کے علاوہ چارۂ کار نہیں تھا کہ ہم پانی میں چھلانگ لگا دیں۔ میں نے تہذیب کا ہاتھ پکڑا اور دوسرے ہی لمحے ریلنگ سے کود کر پانی میں آ پڑا۔ پانی برف کی طرح سرد تھا۔ ہم لوگ لانچ سے دور نکل جانے کی کوششوں میں مصروف ہو گئے۔ تہذیب بہترین تیراک تھی اور میرا مسلسل ساتھ دے رہی تھی۔ ویسے ہم نے پانی میں نیچے غوطہ لگانے کی کوشش نہیں کی تھی بلکہ سطح ہی پر تیر رہے تھے۔ مقصد صرف یہی تھا کہ اس لانچ سے دور نکل جائیں۔ اگر لانچ والوں کو اس دوسری لانچ سے چھٹکارا ملتا تو یقیناً پانی پر گولیاں برسا کر وہ ہمیں ختم کر سکتے تھے لیکن اب اس لانچ کا

خانہ خراب ہو گیا تھا۔ دو تین جگہ سے وہ بالکل ٹوٹ گئی تھی اور اس کا اگلا حصہ پانی میں جھک گیا تھا۔

اچانک مجھے پانی میں ایک عجیب سی سنسناہٹ محسوس ہوئی اور نجانے کس طرح اس لانچ کے پرخچے اُڑ گئے جس پر ہم سوار ہوئے تھے۔ لکڑی کے تختے اور آدمیوں کے ٹکڑے کئی کئی فٹ تک بلندی پر اچھلے اور پھر لہروں میں غائب ہو گئے۔ اسی وقت دوسری لانچ برق رفتاری سے ہماری سمت آئی تھی اور پھر اس میں سے ایک لمبا جال ہماری طرف پھینک دیا گیا۔ یہ جال پھینکنا بھی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ اگر لانچ والے چاہتے تو ہمیں دوسرے طریقے سے بھی باہر نکال سکتے تھے لیکن ان کے انداز میں بھی جارحیت تھی۔ ہم لوگ جال میں جکڑے گئے اور جال فوری طور پر اوپر کھینچ لیا گیا۔ اس بے دردی سے اوپر گھسیٹتے ہوئے ہمارے جسموں کو ہلکی ہلکی چوٹیں بھی لگی تھیں۔ کپڑے پانی سے شرابور ہو رہے تھے۔ جونہی ہم لانچ پر پہنچے، چند افراد نے ہم پر قابو پا لیا۔ تہذیب کے ساتھ بھی بہتر سلوک نہیں کیا گیا تھا۔

میں نے تند نگاہوں سے اپنے ان گرفتار کرنے والوں کو دیکھا، بظاہر مہذب لباس میں ملبوس مقامی آدمی تھے۔ میں نے کرخت لہجے میں ان سے پوچھا "یہ کیا بدتمیزی ہے اور یہ سب کچھ . . ."

جس شخص سے میں نے سوال کیا تھا، اس نے اپنے عقب میں دیکھا اور سرد لہجے میں بولا "انھیں کیبن میں لے جاؤ۔"

دوسرے لوگوں نے پستول نکالے اور ہمارے جسموں سے لگا دیے۔ اس کے سوا چارۂ کار نہیں تھا کہ ہم خاموشی سے ان کے احکامات کی تکمیل کریں۔ چنانچہ ہم ایک کیبن میں پہنچ گئے جو لانچ کا واحد کیبن تھا اور جسے باہر سے بند کیا جا سکتا تھا۔ ہمیں اندر داخل کرنے کے بعد کیبن کا دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا۔

لانچ برق رفتاری سے ایک سمت چل پڑی تھی۔ میں اور تہذیب حیران تھے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب گورکھ دھندا کیا ہے؟ وہ لانچ جسے تباہ کر دیا گیا تھا کس کی تھی اور یہ لوگ کون تھے؟

تقریباً پینتالیس منٹ تک یہ سفر جاری رہا۔ اس دوران سرد ہواؤں نے ہمارے جسموں کو سن کر دیا تھا۔ بھیگے ہوئے کپڑوں کی وجہ سے یہ ہوائیں زیادہ ہی سرد محسوس ہو رہی تھیں۔ لانچ رکی تو کیبن کا دروازہ کھل گیا اور ہمیں ساحل پر اتار دیا گیا جہاں ایک سیاہ رنگ کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ ان لوگوں نے ہمیں کار میں بٹھایا، دو آدمی ہمارے اِدھر اُدھر بیٹھے ہوئے تھے اور باقی دو آگے والی سیٹ پر۔

راستے میں بھی میں نے ان سے سوال کیا تو آگے والی سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص نے پستول کی نال کا رخ میری پیشانی کی طرف کرتے ہوئے کہا "خاموش بیٹھو۔ کیا فائدہ وقت سے پہلے موت کا شکار بن جاؤ۔" تہذیب نے میرے بازو پر ہاتھ رکھ دیا۔ مقصد یہی تھا کہ خاموشی اس وقت بہتر ہے۔ چنانچہ میں خاموش ہو گیا۔

کار مختلف راستے طے کرتی ہوئی ایک چھوٹی سی عمارت میں داخل ہو گئی۔ جہاں لان پر کچھ لوگ کھڑے ہوئے آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ ہمیں سرسری نگاہوں سے دیکھا گیا۔ پھر لانے والوں نے پستول ہماری گردنوں پر رکھ کر ہمیں اندر پہنچا دیا اور ہم ایک کمرے میں قید کر دیے گئے۔ کچھ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ اس طرح جارحانہ کارروائی کرنے والے کون لوگ ہو سکتے ہیں؟ بظاہر تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے انھیں یہاں کسی قسم کا خوف نہ ہو اور اس سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جا سکتا تھا کہ ان کا تعلق انتظامیہ سے ہے۔ عام لوگ اتنی دیدہ دلیری سے کوئی ایسا کام نہیں کر سکتے جو ان لوگوں نے کیا تھا لیکن واقعی اگر ایسا ہی تھا تو یہ بھی خاصا تعجب خیز تھا۔

دوسری طرف ایک اور بات بھی قابلِ توجہ تھی جس لانچ پر ہم سفر کر رہے تھے اس پر موجود سیاہ فام اسٹین گنوں سے لیس تھے، انھوں نے باقاعدہ مقابلہ کیا تھا اور ہمیں بھی دھمکیاں دی تھیں۔ اگر لانچ کو جھٹکا نہ لگتا اور وہ شخص نیچے نہ گر پڑتا تو میری کسی کارروائی کے نتیجے میں وہ مجھے گولیوں کا نشانہ بھی بنا سکتا تھا۔ بہرطور صورتِ حال خاصی الجھی ہوئی تھی۔ کوئی بات واضح طور پر سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ تہذیب بھی بالکل خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ کر مسکرانے لگی۔

"یہ سب . . . یہ سب . . . کیا ہو سکتا ہے تہذیب! کیا خیال ہے تمھارا؟" میں نے الجھے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"وہ سیاہ فام لوگ بھی ہمارے لیے اجنبی تھے اور یہ بھی۔ لیکن یہ لوگ جس طرح کام کر رہے ہیں، اس سے اتنا اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ انھیں یہاں ہر کام کرنے کی آزادی ہے۔ کیا ان کا تعلق مقامی حکومت سے ہو سکتا ہے؟"

"یہ تم کس بنیاد پر کہہ سکتی ہو؟ یہاں کے لوگ ہمارے ساتھ یہ بدسلوکی کیوں کریں گے؟"

"اس دنیا کے بارے میں میرا تجربہ زیادہ اچھا نہیں ہے علی! سروں پر اٹھانے والے ذرا سی دیر میں سر جھٹک دیتے ہیں، یہی اس دور کی ریت ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"مگر سر جھٹکنے کی کوئی وجہ تو ہوگی ؟"

"کسی طرح کی غلط فہمی بھی ہوسکتی ہے۔" تارینا ہارڈو کی گفتگو بھول گئے۔ بائل جوشیو کے سلسلے میں کام کرنے والے رُک گئے' کچھ ہلاک ہو گئے۔ اگر غور کرو تو جو پروگرام ان لوگوں نے ترتیب دیا تھا اس کے تحت یہ زبردست مفادات حاصل کرسکتے تھے لیکن یہ نہ ہوسکا۔ پھر ہمارے دشمنوں کی تعداد بھی توماشا اللہ خاصی بہتر ہے۔" تہذیب پھر مسکرائی۔

میں سوچ میں ڈوب گیا تھا پھر میں نے گردن اٹھا کر کہا۔ "تہذیب! اگر ایسا ہوا بھی ہے تو یہ تو کوئی بات نہ ہوئی' ہم تو خود یہاں رہنا نہیں چاہتے تھے۔ ان لوگوں نے شدید اصرار کر کے ہمیں یہاں روکا اور اب اگر کسی غلط فہمی کی بنا پر یہ ماضی کی ساری باتیں فراموش کر دینا چاہتے ہیں تو پھر ان سے زیادہ بُرے لوگ اور نہیں ہوسکتے اور اب ان کے لیے کچھ نہیں کیا جاسکتا۔"

"اپنے لیے تو کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑے گا علی! ہم صرف دو افراد ہیں اور ہمارے مقابلے پر نجانے کون کون۔ ۔ ۔ ؟"

"ٹھیک کہتی ہو تہذیب' لیکن مجھے بڑی مایوسی ہوگی۔"

"نہیں علی' اس طرح نہ سوچو۔ بے غرض تو ہم بھی نہیں تھے' تم اپنے مقصد کے لیے' گردان ہو' دنیا میں ہر شخص یہی سب کچھ کر رہا ہے۔ اگر اسرائیل اور فلسطین کا معاملہ اس درمیان میں نہ ہوتا تو کیا خیال ہے' تم اتنی محنت سے ان کے لیے کام کرتے؟ اس انداز میں نہ سوچو علی بلکہ صرف یہ سوچو کہ تم نے جو کچھ کیا' اپنے مقصد کے لیے کیا اور دنیا میں ہر شخص جو کچھ بھی کرتا ہے' صرف اپنے مفاد کے لیے کرتا ہے' جذبوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔" خدا کرے کہ اس سلسلے میں ہمارے اندازے غلط ہوں۔ دوسری شکل میں خواہ مخواہ ہمیں ان کے خلاف کھڑا ہونا پڑے گا۔"

"دیکھا جائے گا۔ فی الحال ٹھنڈے دل سے صورت حال کا جائزہ لو۔" تہذیب نے کہا۔ ہم جو کچھ بھی گفتگو کرسکتے تھے اس سلسلے میں کرتے رہے۔

وسیع اور کشادہ کمرے میں بہت سا وقت گزر گیا۔ ہماری طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی تھی۔ یہاں تک کہ رات ہوگئی۔ تہذیب نے لائٹ آف کر کے مدھم نیلی روشنی کا بلب جلا دیا اور پورا کمرہ پُرسکون نیلی روشنی سے بھر گیا۔ ہم لوگ بھوکے پیاسے تھے اور ہمیں یہاں لانے والوں نے اب تک ہماری اس ضرورت کی طرف بھی کوئی توجہ نہیں دی تھی۔

تہذیب نے ہنستے ہوئے کہا۔" یہ لوگ اگر حکومت کے نمائندے ہیں تو واقعی ہمارے ساتھ سخت زیادتی کر رہے ہیں۔ کم از کم کھانے پینے کے لیے تو دشمنوں سے بھی پوچھ لیا جاتا ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ تہذیب بستر پر لیٹ گئی۔ اسے غالباً تھکن اور نیند نے آگھیرا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد اس نے گہری گہری سانس لینا شروع کر دی جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ وہ سوگئی ہے۔ میں نے بھی اپنے لیے ایک جگہ منتخب کی یا ایک چوڑا صوفہ سیٹ تھا۔ میں اس پر لیٹ گیا اور آنکھیں بند کرلیں۔ ذہن میں خیالات آپس میں الجھ رہے تھے لیکن انہی الجھنوں کے درمیان نیند آگئی۔ رات کا نجانے کون سا پہر تھا جب میری آنکھ کھلی۔ باہر ہلکی ہلکی موسیقی گونج رہی تھی۔ بستر پر نگاہ پڑی تو تہذیب بستر سے غائب نظر آئی۔ میں چونک کر اٹھ بیٹھا۔ میں نے باتھ روم کی طرف دیکھا لیکن اس میں بھی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ تب میں متحیرانہ انداز میں اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ دفعتاً مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے دروازے پر ہلکی سی آہٹ ہوئی ہو۔ میں اٹھ کر دروازے پر پہنچا' اسے کھولنے کی کوشش کی اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ دروازہ بہ آسانی کھل گیا تھا لیکن جونہی دروازہ کھلا' ایک زوردار گھونسا میری پیشانی پر پڑا اور میں کمرے کے فرش پر آگرا۔ چونکہ یہ سب کچھ غیر متوقع تھا اس لیے میں اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا تھا۔ پھر دوسرے لمحے جو شخصیت اندر داخل ہوئی اسے دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں' وہ تارینا ہارڈو تھی۔ جسم پر ایک چست لباس پہنے وہ عجیب و غریب نظر آرہی تھی۔ اندر آتے ہی اس نے دوبارہ مجھ پر حملہ کر دیا اور اپنے مضبوط جوتے کی ٹھوکر میری پنڈلی پر لگائی۔ میں تڑپ کر پیچھے ہٹ گیا تھا۔ پھر میں نے پھرتی سے کھڑے ہو کر اپنے آپ کو اس سے بچاؤ کے لیے تیار کر لیا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تارینا ہارڈو بھی میرے ساتھ یہ سلوک کر سکتی ہے۔ اس کی آنکھیں خونخوار انداز میں چمک رہی تھیں۔ مجھے اس کا کرخت چہرہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی۔ وہ اس وقت بالکل مختلف نظر آرہی تھی۔ ایک بار پھر وہ غرا کر مجھ پر حملہ آور ہوئی۔

اس کے ہاتھوں میں چمکتا ہوا خنجر صاف نظر آرہا تھا۔ میں اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا اور خنجر کا چمکدار پھل مجھ سے چند انچ کے فاصلے سے گزر گیا۔

میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ تارینا ہارڈو کا یہ روپ میرے لیے سخت الجھن کا سبب تھا۔ میرے نزدیک وہ ایک شریف النفس اور بااخلاق شخصیت تھی لیکن اس وقت تو اس کی شخصیت ہی بالکل بدل گئی تھی۔ اس کی آنکھیں خلا میں کسی نامعلوم نقطے کو گھور رہی تھیں اور اس کے چہرے پر ایک عجیب سا تاثر تھا۔ مجھے ایک لمحے کے لیے احساس ہوا کہ وہ اپنے حواس میں نہیں ہے۔

میں نے اسے زور سے آواز دی لیکن اس نے اس کے جواب میں مجھ پر حملہ کر دیا۔ بمشکل . . . میں جھکائی دے کر بچ سکا تھا۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ میں تارینا ہارڈو سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے بھرپور مقابلہ کروں۔

تیسرے حملے میں جب اس کے ہاتھ میں دبا ہوا خنجر مجھ سے چند انچ کے فاصلے سے گزرا تو میں تیار تھا۔ میرا بایاں ہاتھ اس کی کلائی پر پڑا اور وہ لڑکھڑا گئی۔ اسی وقت میں نے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے ایک شدید ضرب اس کی گردن پر لگائی لیکن میرے ذہن میں اسے قتل کرنے کا کوئی منصوبہ نہیں تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ نیند سے جاگا تھا اور شدید چوٹ کھا چکا تھا اس لیے اپنی اس ضرب پر کنٹرول نہ رکھ سکا۔

ہڈی ٹوٹنے کی آواز صاف سنائی دی تھی۔ تارینا ہارڈو کی گردن لٹک گئی۔ اس کے دونوں ہاتھ فضا میں جھولے اور منہ سے خون کی دھار باہر نکل آئی۔ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس نے میری طرف دیکھا اور پھر اوندھے منہ نیچے آرہی۔ تارینا ہارڈو کی اس کیفیت سے ایک لمحے کے لیے میں ششدر رہ گیا تھا۔ مجھے خود بھی حیرت ہوئی کہ میرا ہاتھ اتنا زبردست کس طرح لگ گیا لیکن جو ہونا تھا' وہ ہوچکا تھا۔ تارینا نے دو تین بار ہاتھ پاؤں مارے اور اس کے بعد دم توڑ دیا۔ میں نے متوحش نگاہوں سے کھلے ہوئے دروازے کی طرف دیکھا۔ اس وقت میری پوزیشن انتہائی خطرناک ہوگئی تھی۔ تہذیب مالکم ایکس کی گمشدگی ہی میرے لیے کیا کم سوہانِ روح تھی کہ یہ دوسرا حادثہ بھی ہوگیا تھا۔ فوری طور پر دروازے سے باہر نکلنے کے بجائے میں نے عقل سے کام لینا ضروری سمجھا کیونکہ یہاں سے بھاگ جانے کا مطلب یہ تھا کہ تہذیب مالکم ایکس کو چھوڑ دیا جائے۔ میں اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن اگر تارینا ہارڈو کی موت کا راز وقت سے پہلے کھل گیا تو میرے لیے دقتیں پیش آسکتی تھیں۔

میں نے تارینا کی لاش کو دھکیل کر بستر کے نیچے کر دیا اور پھر کمرے کے ماحول پر نگاہ ڈالی۔ تارینا ہارڈو کے منہ سے بہنے والا خون فرش کے قالین میں جذب ہوگیا تھا لیکن خوش بختی یہ تھی کہ قالین کی نیلی زمین پر سرخ پھول بھی بنے ہوئے تھے اور تارینا ہارڈو کا خون انہی پھولوں پر پڑا تھا۔ بغور دیکھے بغیر یہ نہیں پتا چلتا تھا کہ یہاں کسی کا خون گرا ہے۔ یہ سوال بھی مدِنظر تھا کہ کیا تارینا ہارڈو کے ہمراہ اور کوئی نہیں آیا تھا؟ اس کا جائزہ لینے کے لیے کمرے سے باہر نکلنا ضروری تھا۔ چنانچہ میں دروازے کی جانب بڑھ گیا۔

اور میرا خدشہ غلط نہیں تھا۔ باہر قدم رکھتے ہی مجھے دو افراد نظر آئے جن کے ہاتھوں میں دبے ہوئے پستولوں کا رخ میری ہی جانب تھا۔ ان میں ایک چھوٹے سے قد کا آدمی تھا جو غالباً تھائی لینڈ کا باشندہ تھا۔ اس کے خدوخال یہی بتاتے تھے۔ دوسرا دراز قامت یورپین تھا۔ دونوں نے مجھے دیکھا پھر میرے عقب میں نظر دوڑائیں جو یقیناً کسی کی متلاشی تھیں۔ پھر چھوٹے قد کا شخص صاف انگریزی میں مجھ سے مخاطب ہوا۔

"کیا۔ ۔ کیا تم نے اسے قتل کر دیا۔ کیا وہ تمہارے ہاتھوں ماری گئی ؟"

میں نے متحیرانہ نگاہوں سے انہیں دیکھا' پستول کی موجودگی میں فی الحال میں کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا تھا۔ پھر لمبے قد والے آدمی نے کہا۔" فوراً نکل چلو یہاں سے بے وقوف آدمی' ورنہ موت کا نشانہ بن جاؤ گے۔ بڑی غلطی کی ہے تم نے۔"

میری سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ اس شخص نے آگے بڑھ کر پستول کی نال میری کمر پر رکھتے ہوئے کہا۔" چلتے رہو' چلتے رہو۔ کوئی حماقت کی تو اس کے نتائج بے حد خوفناک ہوں گے' تمہارے لیے بھی اور ہمارے لیے بھی۔ اس طرف سے آجاؤ۔" میں بے اختیار ان کے کہنے پر عمل کرنے لگا۔

وہ دونوں میرے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے ہوئے اس عمارت کے ایک بغلی حصے کی طرف نکل آئے۔ چھوٹے احاطے کی دیوار کودنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی۔ یہ عمل میں نے ان کے اشارے پر ہی کیا تھا لیکن میری عقل نے ساتھ دینا چھوڑ دیا تھا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ تہذیب مالکم ایکس کے بارے میں معلوم کروں لیکن صورت حال کچھ ایسی تھی کہ میں اپنے طور پر کچھ بھی نہ کرسکا تھا۔

احاطے کی دیوار کے دوسری جانب سیاہ رنگ کی ایک لمبی کار کھڑی ہوئی تھی۔ چھوٹے قد کے آدمی نے دوسرے کو اشارہ کیا اور اس نے کار کا دروازہ کھول دیا۔

"بیٹھو۔ جلدی بیٹھو۔ ہری اپ۔" وہ بے چینی سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لہجے میں غرایا اور میں دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔

لمبے آدمی نے کار اسٹارٹ کر کے اپنے ساتھی سے کہا۔ "تم صورت حال کا جائزہ لے کر میرے پاس پہنچو گے میں انتظار کر رہا ہوں۔"

کار برق رفتاری سے آگے بڑھ گئی۔ میں نے اپنے نیم غنودہ ذہن کو چند جھٹکے دیے۔ یہ جو کچھ ہوا تھا ابھی تک میری سمجھ سے باہر تھا۔ چند لمحات میں سوچتا رہا کہ اب میرا آئندہ اقدام کیا ہونا چاہیے؟ تارنیا بارڈو کے قتل سے پیدا ہونے والی صورت حال واقعی خوفناک ہوگی۔ اگر وہ انتظامیہ کے لوگ ہی تھے تو پھر اب میری ان سے دشمنی یقینی ہو گئی تھی اور دریا میں رہ کر مگر مچھ سے بیر نہیں کی جا سکتی تھی۔ تارنیا بارڈو جیسی کارکن کا قتل معمولی بات نہیں تھی۔ ویسے تارنیا بارڈو کی اس عمارت میں موجودگی اس بات کا اظہار کرتی تھی کہ کسی نہ کسی طرح ان لوگوں کا تعلق مقامی انتظامیہ سے ضرور ہے جنھوں نے مجھے یہاں قید کیا تھا لیکن پھر یہ دونوں کون تھے جنھوں نے مجھے وہاں سے نکالنے کی کوشش کی؟ بہت سے خیالات ذہن میں آ رہے تھے اور دماغ پر دھند سی طاری ہوتی جا رہی تھی۔ یہ اندازہ بھی نہیں تھا کہ رات کا کون سا پہر ہے اور یہ شخص مجھے کہاں لیے جا رہا ہے؟ میں نے ڈوبتے ہوئے ذہن کو سنبھالنے کی آخری کوشش کی اور یہ فیصلہ کیا کہ حالات جو رخ اختیار کر چکے ہیں، مجھے ان کا تابع نہیں ہونا چاہیے بلکہ یہ ضروری ہے کہ میں اپنے طور پر آزادی حاصل کروں۔ چنانچہ میں نے دوڑتی ہوئی کار کی اسپیڈ کو دیکھا اور اس کے بعد بڑے اطمینان سے پچھلی سیٹ سے آگے بڑھ کر اس شخص کی گدی پر ایک گھونسا رسید کر دیا۔ گھونسا زوردار تھا، اس کا سر بُری طرح اسٹیئرنگ سے ٹکرایا اور کار تیز بریکوں کی چرچراہٹ کے ساتھ آگے بڑھ کر فٹ پاتھ پر چڑھ گئی۔

فٹ پاتھ کافی اونچا تھا، اس لیے کار شدید جھٹکے سے اس سے ٹکرائی تھی۔ میں اپنے آپ کو سنبھالنے کی جو کوششیں کر سکتا تھا، وہ میں نے کر لی تھیں لیکن اس کے باوجود میں بُری طرح سیٹوں سے ٹکرایا تھا جبکہ کار ڈرائیو کرنے والا اسٹیئرنگ میں گھس گیا۔ اس کا چہرہ لہولہان ہو گیا تھا اور گردن بُری طرح اسٹیئرنگ وہیل میں پھنس گئی تھی۔ کار کا انجن جھٹکے لے کر بند ہو گیا تھا۔ میں نے پھرتی سے اپنے آپ کو سنبھالا اور دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔ اطراف کے ماحول پر نگاہ دوڑائی۔ چھوٹی بڑی اونچی نیچی عمارتیں چاروں طرف بکھری ہوئی نظر آ رہی تھیں لیکن سڑک بالکل سنسان پڑی ہوئی تھی۔ لیمپ پوسٹوں پر لگے ہوئے بلب روشنی بکھیر رہے تھے۔ میں ایک لمحے کھڑا چاروں طرف کا جائزہ لیتا رہا اور پھر میں نے اپنی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش شروع کر دی۔ چند لمحات کے بعد میں بالکل پُرسکون تھا۔ خوش بختی سے اطراف میں کوئی موجود نہیں تھا۔ غالباً یہ خالص کاروباری علاقہ تھا۔

میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا کہ یہاں سے تیز رفتاری سے دوڑ لگا دوں لیکن پھر دوسرے ہی لمحے میں نے اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا۔ اتنی جلد بازی بھی کسی طور مناسب نہیں تھی۔ میں نے برق رفتاری سے اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اس شخص کی جیبوں کا جائزہ لیا پھر اس کی جیب سے پرس نکالا، کھول کر دیکھا تو اس میں نوٹوں کی کافی بڑی تعداد موجود تھی۔ اس کے علاوہ جو دوسری چیز میں نے اپنے قبضے میں لی تھی، وہ اس کا بھرا ہوا پستول تھا۔ ان دونوں چیزوں کو اپنے قابو میں کرنے کے بعد میں نے تیزی سے آگے قدم بڑھا دیے اور ایسی جگہوں کا انتخاب کر کے چلنے لگا جو نیم تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

کافی دور چلنے کے بعد مجھے بائیں سمت ایک پتلی سی گلی نظر آئی اور میں نے فوری طور پر اس سڑک کو چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا۔ گلی میں میں نے اپنی رفتار خاصی تیز رکھی تھی۔ ہر لمحے مجھے یہی دھڑکا لگا ہوا تھا کہ اب عقب میں دوڑتے قدموں کی آوازیں سنائی دیں گی یا پھر پولیس کی سیٹیاں لیکن ایسا نہ ہوا اور میں دوسری سڑک پر پہنچ گیا۔ دوسری سڑک پر پہنچتے ہی رات کے سناٹے میں مجھے پولیس کار کے سائرن کی آواز صاف سنائی دی تھی۔ اس کے بعد میں نے ایک سمت اختیار کر کے تیزی سے دوڑنا شروع کر دیا۔ ادھر بھی دکانیں اور شوروم وغیرہ نظر آ رہے تھے۔ ایک شوروم کے سامنے سے گزرتے ہوئے مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا۔ شیشے کے پیچھے کچھ لوگ کھڑے مجھے گھور رہے تھے لیکن میں نے بھنچے ہوئے دانتوں اور بگڑے ہوئے چہرے کے ساتھ جب انھیں دیکھا تو میرے دل کو ایک گونا سکون ہوا۔ یہ زندہ انسان نہیں بلکہ ماڈلز تھے جو مختلف چیزوں کی نمائش کر رہے تھے۔ وہاں سے گزر کر میں آگے بڑھ گیا۔ دور دور تک سڑک سنسان پڑی ہوئی تھی۔ میں تقریباً بیس منٹ تک چلتا رہا اور پھر ایک چوراہے پر پہنچ گیا۔ یہاں سے بائیں سمت کچھ روشنیاں متحرک نظر آ رہی تھیں، غالباً ادھر زندگی تھی اور رات جاگ رہی تھی۔

پولیس کار کے سائرن کی آواز بند ہو چکی تھی اور اب مجھے اور کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ میں ان روشنیوں کی جانب چل پڑا۔ ایک جگہ رک کر میں نے اپنے حلیے کا جائزہ لیا۔ حلیہ بگڑا ہوا تھا، بال بکھر گئے تھے، لباس بے ترتیب تھا۔ جس طرح بھی بن پڑا میں نے اپنے آپ کو کسی حد تک درست کیا۔ سانسوں کو اعتدال پر لانے لگا۔ پھر میں ٹہلنے کے سے انداز میں

آگے بڑھ گیا۔ میرا حلیہ اب بھی مشکوک تھا۔ خاص طور سے اگر پولیس کی نگاہوں میں آ جاتا تو وہ یقیناً مجھے نہ چھوڑتے۔ یہی سمجھتے کہ یا تو میں قاتل ہوں یا۔۔۔ ڈاکو اور پھر پستول کی موجودگی اس بات کی تصدیق کر دیتی۔ اس لیے ضروری تھا کہ جہاں تک ہو سکے اپنے آپ کو کسی کی نگاہ میں آنے سے بچاؤں۔ اس صورت حال کے بارے میں مزید کچھ سوچنا بس حماقت ہی معلوم ہوتی تھی۔ کیا سوچا تھا اور کیا ہو گیا۔ تہذیب مالکم ایکس کے ساتھ گزرنے والے لمحات زندگی کے دلکش ترین لمحات تھے۔ طویل مسافت کے بعد ایک ٹھنڈی چھاؤں ملی تھی لیکن تقدیر کو یہ منظور نہ تھا۔ میرا دل تو ان دنوں یہی چاہنے لگا تھا کہ وقت کے ان لمحات کو طویل سے طویل تر کر دوں۔ کچھ کاہلی سی طاری ہو گئی تھی اور تہذیب کی معیت ذہن پر ایک سرور بن کر چھا گئی تھی لیکن تقدیر مجھے متحرک رکھنے کی خواہش مند تھی۔

خیالات میں ڈوبا ہوا کافی دور نکل آیا۔ سامنے ہی بائیں سمت ایک ریستوران نظر آ رہا تھا جس میں سے موسیقی کی ہلکی ہلکی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ غالباً رات بھر کھلنے والے ریستورانوں میں سے ایک تھا۔ ویسے بھی اس علاقے کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ یہ کون سی جگہ ہے، یہاں میں نے دیکھا ہی کیا تھا۔ بس پہلے وہاں قیام کیے رہا جہاں تارنیا بارڈو نے مجھے ٹھہرایا تھا اور پھر سان اسٹیلو پہنچ گیا تھا۔ بقیہ شہر سے نقشے کی حد تک واقفیت ضرور تھی لیکن ذاتی طور پر میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔

پھر میں ریمبو نامی ریستوران میں داخل ہو گیا۔ رات کا خاصا حصہ گزر گیا تھا۔ ریستوران کے ساتھ بار بھی تھا اور اس وقت یہاں بیٹھنے والے شراب کے علاوہ کسی اور چیز میں کیا دلچسپی لے سکتے تھے اور جن لوگوں نے شراب پی رکھی ہو انھیں اس بات سے کیا غرض ہو سکتی ہے کہ ریستوران میں کب کون داخل ہوا ہے، البتہ بار ٹینڈر وغیرہ اور دوسرے سروس کرنے والے ویٹر مستعد اور مؤدب تھے لیکن میرے حلیے پر کسی نے کوئی خاص توجہ نہ دی۔

میں اب ذہنی طور پر پوری طرح بیدار ہو گیا تھا چنانچہ میں نے اس انداز میں اداکاری کی جیسے میں شراب پیے ہوئے ہوں اور نشے کے عالم میں میری یہ کیفیت ہوئی ہے۔ اس وقت اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب اختیار نہیں کی جا سکتی تھی۔ چنانچہ لڑکھڑاتے قدموں سے میں ایک خالی میز کی جانب بڑھ گیا اور میز پر بیٹھنے کے بعد ڈھلکے ہوئے ہاتھ سے دو تین بار میز بجائی، ویٹر مسکراتا ہوا میرے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اسے وہسکی کا آرڈر دیا اور ویٹر گردن خم کر کے چلا گیا۔ میں نے ادھر ادھر دیکھ کر یہ جائزہ لے لیا کہ سامنے آئی ہوئی وہسکی کی بوتل کو کس طرح خالی کیا جا سکتا ہے اور اس کے لیے میں نے محسوس کیا کہ مجھے کوئی خاص دقت نہ ہوگی۔ گلاس اور بوتل میرے سامنے آ گئے۔ دوسری تمام چیزیں بھی سجا دی گئی تھیں۔ جیب میں اس شخص کا پرس موجود تھا جس نے آخری وقت میں میری مدد کی تھی۔ اس لیے مجھے بل کی ادائیگی کی فکر نہیں تھی۔ میں نے گلاس میں تھوڑی سی شراب انڈیلی اور اسے سامنے رکھ کر اونگھنے لگا۔

ہال کے ماحول پر پہلے ہی ایک طائرانہ نگاہ ڈال لی تھی۔ جس قسم کا ماحول اس وقت ہونا چاہیے تھا، وہی تھا۔ بدمست قہقہے ابھر رہے تھے اور انسانی جبلت کی وحشتیں اپنے عروج پر تھیں لیکن یہ یہاں کا عام ماحول تھا اس لیے کوئی اس پر توجہ نہیں دے رہا تھا۔ مجھے یہاں بیٹھ کر سکون محسوس ہوا۔ کم از کم سوچنے کو مہلت تو مل گئی تھی اور جب سوچنے کو مہلت ملی تو میں نے اپنے دماغ کو اعتدال پر لا کر پھر اس سلسلے میں عقل گھوڑے دوڑانے شروع کر دیے۔

بات وہیں سے شروع ہوتی تھی یعنی اس وقت سے جب تارنیا بارڈو نے مجھے ان حالات کی اطلاع دی تھی۔ پھر بعد کے واقعات سے یوں محسوس ہوا جیسے دو گروہ ہوں، جو ہم دونوں میں دلچسپی رکھتے تھے، آپس میں ٹھن گئی ہے۔ اُن میں سے ایک کے بارے میں ہمارا خیال تھا کہ اس کا تعلق انتظامیہ سے ہو سکتا ہے لیکن دوسرے گروہ کے لوگ کون تھے اور تارنیا بارڈو کے قتل کے بعد مجھے وہاں سے بچا کر لانے والوں کی کوشش کیا حیثیت رکھتی تھی؟ کیا واقعی وہ مجھے انتظامیہ سے بچانا چاہتے تھے لیکن اس میں ان کا کیا مقصد پوشیدہ تھا؟ کیا یہ وہی لوگ ہو سکتے تھے جنھوں نے ہائی جوشیو کے روپ میں موجود میڈم مارٹینا کے خلاف عمل کیا تھا لیکن پھر انھیں مجھ سے اور تہذیب مالکم ایکس سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی اور کیوں دلچسپی تھی؟ اس کی وجہ جاننا ضروری تھا۔

تارنیا بارڈو کی کیفیت بھی ذہن میں ایک معمّا بنی ہوئی تھی۔ اس وقت تو یقیناً وہ اپنے آپے میں نہیں تھی جب اس نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا تھا۔ میرے لیے بچاؤ کا کوئی اور راستہ نہیں رہا تھا لیکن اس وقت میرے ذہن میں یہ خیال تک نہ تھا کہ تارنیا بارڈو میرے ہاتھ سے اس طرح ماری جائے گی اور کیا یہ لوگ اس بات کی توقع رکھتے تھے کہ میں تارنیا بارڈو کو قتل کر دوں گا یا صرف یہ جانتے تھے کہ تارنیا بارڈو اس وقت میرے کمرے میں آئی ہے۔ لمبے قد کے آدمی کا میرے عقب میں دیکھنے کا انداز کچھ ایسا ہی تھا جیسے اسے توقع ہو کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میرے پیچھے کوئی اور بھی باہر نکلے گا۔ گویا تارینا ہارڈو کے میرے کمرے میں داخلے کی خبر دوسرے لوگوں کو بھی تھی اور ان لوگوں کو بھی جو تارینا ہارڈو کے مخالف تھے۔ کسی بھی فیصلے پر پہنچنا اس وقت خاصا مشکل کام معلوم ہو رہا تھا۔ حالات نے ایک بار پھر اس طرح الجھا دیا تھا کہ کوئی بہتر صورت نظر ہی نہیں آ رہی تھی۔ تہذیب کی گمشدگی کا معاملہ بھی تھا جو میرے نزدیک سب سے زیادہ اہم تھا۔ تہذیب کو تو میں کسی قیمت پر نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ وہ تو اب میری زندگی کا ایک حصہ تھی اور اس کے بغیر زندہ رہنا محبت کے پاکیزہ جذبے کو بدنام کرنا تھا۔ وہ میرے کمرے سے کہاں چلی گئی تھی؟ خود گئی تھی یا اسے لے جایا گیا تھا؟ دفعتاً ذہن میں ایک اور دھماکا ہوا۔ میں نے دروازے پر ہونے والی آہٹیں سن کر دروازہ اندر سے خود ہی کھولا تھا۔ اگر تہذیب کو اغوا کر کے کہیں لے جایا گیا تھا تو پھر کمرے کا دروازہ اندر سے کیسے بند ہوا۔۔۔! کیا تہذیب اس وقت کمرے ہی میں تھی؟ کیا میرے نیم خوابیدہ ذہن نے غلط سوچا تھا؟ غلط فیصلہ کیا تھا لیکن اگر وہ کمرے ہی میں تھی تو کہاں تھی اور اس تمام ہنگامے کے درمیان سامنے کیوں نہیں آئی؟ دماغ ایک بار پھر گھوم گیا تھا۔ ویٹر میرے نزدیک سے گزرا تو میں نے چونک کر آنکھیں پھاڑیں اور اس کی شکل دیکھنے لگا۔ وہ مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا۔ میں نے ضروری سمجھا کہ گلاس کی شراب کو نیچے بہا کر ضائع کر دوں اور میں نے احتیاط سے ایسا ہی کیا اور بوتل میں سے مزید شراب انڈیل لی تاکہ ان لوگوں کو کوئی شک نہ ہو سکے۔

ذہن پھر تہذیب میں الجھ گیا۔ دروازے کے بند ہونے کا معما سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ کیا تہذیب وہیں کہیں کسی گوشے میں بے ہوش پڑی ہوئی تھی؟ کیا اُسے کمرے سے باہر نہیں نکالا گیا تھا؟ اگر ایسا تھا تو واقعی مجھ سے شدید حماقت ہوئی لیکن کیا کرتا! جو کچھ ہوا وہ اس قدر اچانک اور غیر متوقع تھا کہ میں چکرا کر رہ گیا تھا۔

میں نے گلاس میں سے تھوڑی سی شراب اور نیچے گرا دی اور اس وقت اپنے سامنے کسی کو کھڑا پا کر نگاہیں اٹھائیں غور سے دیکھا تو تقریباً ستائیس اٹھائیس سال کی ایک اوباش لڑکی میرے سامنے کھڑی مسکرا رہی تھی۔ میں نے لڑکھڑائے ہوئے لہجے میں اس سے اس کی آمد کے بارے میں پوچھا تو وہ کرسی گھسیٹ کر میرے سامنے بیٹھ گئی۔

"میں دیکھ رہی ہوں، تم بے حد اداس ہو۔"

"ہاں! میں اداس ہوں۔ تم میرے لیے کیا کر سکتی ہو؟" میں نے بدستور نشے میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تمہاری اداسی دور کر سکتی ہوں، میرا نام ہلزا ہے۔"

"ہاں، میں اپنی اداسی دور کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے ایک فوری فیصلے کے تحت جواب دیا۔

"تو پھر اٹھو، یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو۔ اپنی بوتل ساتھ لے لو۔ میں تمہیں کمرے میں لے جا کر پلاؤں گی۔"

"کمرہ۔۔۔ کمرہ کہاں ہے؟" میں نے اسی مخصوص انداز میں کہا۔

"اس کے حصول میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔ کیا تمہارے پاس کمرے کے کرائے کی ادائیگی کے لیے رقم موجود ہے؟"

"ہاں، کیوں نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر میں ابھی کمرہ حاصل کرتی ہوں۔" وہ بولی اور اٹھ کر چلی گئی۔ میں نے اس وقت رات کے بقیہ لمحات گزارنے کے لیے یہ ترکیب مناسب سمجھی تھی۔ کم از کم کوئی ٹھکانہ تو ملا۔

لڑکی کاؤنٹر پر گئی اور تھوڑی دیر بعد میرے پاس پہنچ گئی۔ اس کے ہاتھ کی انگلی میں ایک چابی جھول رہی تھی۔ اس نے بازو سے پکڑ کر مجھے اٹھایا اور پھر خود ہی بوتل اٹھا کر میرے ہاتھ میں دے دی۔ غالباً وہ اسے ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی۔ میں لڑکھڑاتے قدموں سے اس کے ساتھ چل پڑا۔ لفٹ شاید بند ہو گئی تھی۔ اس لیے ہمیں سیڑھیوں کے ذریعے ہی اوپر جانا پڑا۔

دوسری منزل کے ایک کمرے کے دروازے پر وہ رک گئی۔ یہاں سے پوری طرح واقف معلوم ہوتی تھی، اس لیے کمرے کا نمبر وغیرہ تلاش کرنے کے لیے وہ ایک لمحہ بھی نہیں رکی تھی۔ ایک خوبصورت اور سجا ہوا بیڈ روم میری نگاہوں کے سامنے تھا۔ یہاں آنے کے بعد اب مجھے فوری طور پر یہ فیصلہ کرنا تھا کہ اس بلا سے کیسے نجات حاصل کی جائے۔ اب تک تو وہ میرے لیے معاون ثابت ہوئی تھی، ورنہ میں اپنے طور پر شاید اس ہوٹل میں کمرے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا اور پھر اس طرح کمرہ حاصل کرنا مشکوک بھی ہو سکتا تھا۔ کم از کم لڑکی کے ذریعے یہ مرحلہ تو طے ہو گیا تھا۔ میں اس لڑکی کے ٹائپ کو اچھی طرح سمجھ گیا تھا اور جانتا تھا کہ وہ کیا چاہتی ہے۔ چنانچہ بستر کی طرف بڑھنے کے بجائے میں نے ٹوائلٹ کا دروازہ دیکھا اور لڑکی کو ایک اشارہ کر کے ٹوائلٹ کی طرف بڑھ گیا۔ ٹوائلٹ میں پہنچ کر سب سے پہلے میں نے وہ پرس نکالا جس میں نوٹ بھرے ہوئے تھے۔ میں نے اس میں سے نوٹوں کی کچھ فیصد مقدار باہر نکال اور انہیں انتہائی احتیاط سے ایک ایسی جگہ چھپا دیا جہاں لڑکی کی پہنچ نہیں ہو سکتی تھی۔ بقیہ نوٹوں کو پرس ہی میں رکھ کر میں نے پرس واپس اپنی جیب میں رکھ لیا اور پھر جھومتا ہوا ٹوائلٹ سے باہر نکل آیا۔

میرے انداز میں اب بے پناہ لڑکھڑاہٹ تھی۔ بستر کے قریب پہنچ کر میں اوندھے منہ بستر پر گر پڑا اور بے سُدھ ہو گیا۔

لڑکی چند لمحے مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے پلٹ کر دروازہ بند کیا اور میرے نزدیک آ گئی۔

"مسٹر۔۔۔ مسٹر! کیا اور نہیں پیو گے؟" اس نے مجھے جھنجھوڑا لیکن میں نے اُسے کوئی جواب نہیں دیا۔ میری آنکھیں بند تھیں۔

وہ چند لمحے اسی طرح کھڑی مجھے دیکھتی رہی، کچھ سوچتی رہی پھر اس نے جھک کر مجھے سیدھا کر دیا۔

"مسٹر جاگو تو سہی۔ سنو! تمہارا نام کیا ہے؟"

میں نے اس مرتبہ بھی کوئی جواب نہیں دیا تو وہ زمین پر پاؤں پٹخ کر غرائی۔

"گدھے کہیں کے۔" اس کے بعد وہ میری جیبیں ٹٹولنے لگی۔ میرا اندازہ بالکل درست تھا۔ پھر اس نے میری کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی بھی کھول لی اور اسے اپنے لباس میں رکھ لیا۔ پرس کھول کر وہ نوٹ گنتی رہی۔ میں اس کی آواز صاف سن رہا تھا، پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ "چلو ٹھیک ہے، میرا کام ہو گیا۔ البتہ ہوٹل کا کرایہ تمہارے پاس چھوڑ دینا میرا اخلاقی فرض ہے۔ کم از کم تم مجھے زیادہ گالیاں نہیں دو گے۔" اس نے چند نوٹ غالباً پرس ہی میں چھوڑ دیے تھے اور پھر پرس میری جیب میں ٹھونسنے کے بعد وہ مجھے ٹاٹا کہہ کر باہر نکل گئی۔

اس کے جانے کے بعد میں نے سکون کی سانس لی۔ خدا کے فضل سے یہ عذاب بہت آسانی سے ٹل گیا تھا۔ میں تھوڑی دیر تک اسی طرح پڑا دروازے کی سمت دیکھتا رہا۔ پھر اٹھ کر دروازہ میں نے اندر سے بند کر دیا۔ ہوٹل کے بارے میں، میں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ کس قسم کی جگہ ہے۔ صبح تک یا دوپہر تک مجھے کوئی ڈسٹرب کرنے والا نہیں تھا۔ اس کے بعد میرے لیے یہاں رہنے کی ضرورت بھی باقی نہیں تھی۔ جو رقم میں نے اس پرس میں سے نکالی تھی، وہ اتنی تھی کہ بہ آسانی میں ایک آدھ ہفتہ کسی شاندار قسم کے ہوٹل میں گزار سکتا تھا لیکن ان تمام باتوں سے ہٹ کر میرا ذہن پھر اسی سمت آ رہا تھا کہ یہ سب ہوا کیا ہے؟ کس سے اس سلسلے میں معلومات حاصل کروں؟ تہذیب کہاں ہے! اگر میں اسے اسی کمرے میں چھوڑ آیا ہوں تو یہ میری زندگی کی سب سے بڑی حماقت تھی۔

صبح تک میں سوچتا رہا اور آخر یہی فیصلہ کیا کہ کسی معتمد شخصیت سے رابطہ قائم کروں۔ کسی چھوٹی موٹی شخصیت سے ملنا بالکل حماقت ہے۔ وہ بڑی شخصیت جس سے میں ملنا چاہتا تھا، وزیرِ داخلہ کے علاوہ کس کی ہو سکتی تھی۔ چنانچہ میں نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ فوری طور پر وزیرِ داخلہ سے رابطہ قائم کر کے بات چیت کروں گا اور اس کے بعد بھی اگر حالات بہتر نہ ہوئے تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہو گا۔ جس شخصیت سے میرا رابطہ قائم تھا اور جس کی وجہ سے میں ان معاملات میں ملوث ہوا تھا، وہ تو میرے ہی ہاتھوں ماری جا چکی تھی۔

روشنی پھوٹی تو میں باتھ روم میں جا گھسا اور پھر اتنی دیر تک ٹھنڈے پانی کے شاور کے نیچے بیٹھا رہا کہ ذہن کی تمام کسل مندی دھل کر بہہ گئی۔ لباس وہی تھا جو بدن پر موجود تھا۔ اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔ ایک طرح سے بالکل ہی بے یار و مددگار ہو کر رہ گیا تھا۔

پونے نو بجے کے قریب ایک ویٹر میرے کمرے میں داخل ہو گیا۔

"جناب عالی کا قیام کتنی دیر ہے؟ ٹیکسی وغیرہ کی ضرورت تو نہیں ہے؟" اس نے سوال کیا۔

"اگر میں اس کمرے میں مزید رکنا چاہوں تو کیا۔۔۔؟"

"نہیں جناب، یہ کمرے شام کو سات بجے کے بعد دیے جاتے ہیں اور صبح نو بجے سے پہلے خالی کرا لیے جاتے ہیں۔ دن میں یہاں کسی کے قیام کی گنجائش نہیں ہوتی۔" اس نے مؤدبانہ انداز میں کہا اور میں اٹھ کر کھڑا ہوا۔

"شکریہ۔" میں نے جواب دیا اور اسے تھوڑی سی ٹپ دے کر باہر نکل آیا۔ واجبات کی ادائیگی بھی میں نے ویٹر ہی کو کر دی تھی۔

باہر نکل کر میں نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ اس وقت صورتِ حال میرے لیے انتہائی مخدوش تھی۔ دل تو چاہ رہا تھا کہ دندناتا ہوا وزارتِ داخلہ کے دفتر پہنچ جاؤں لیکن عقل اس بات سے روکتی تھی۔ پھر اس حلیے میں تو کہیں بھی نہیں جا سکتا تھا مگر خطرہ مول لیے بغیر چارۂ کار بھی نہیں تھا۔ چنانچہ پیدل ایک سمت چل پڑا اور کافی دور نکلنے کے بعد ایک جنرل اسٹور میں داخل ہو گیا۔ یہاں ریڈی میڈ لباسوں کے ساتھ ساتھ دوسری تمام ضرورت کی چیزیں بھی موجود تھیں اور ان کی خریداری میں مجھے کوئی دقت نہیں پیش آئی۔ یہ تمام چیزیں خرید کر میں نے ایک چھوٹے سے سوٹ کیس میں رکھوائیں۔ اسٹور کے ایک کیبن میں ایک لباس پہن کر دیکھا اور پھر اُسے بدن پر ہی رہنے دیا۔ اس طرح کم از کم حلیہ تھوڑا سا بہتر ہو گیا تھا۔ حالانکہ شیو بڑھی ہوئی تھی لیکن یہ اتنی قابلِ توجہ چیز نہیں تھی۔ دل ہی دل میں اس بدبخت کو دعائیں دے رہا تھا جو میرے ہاتھوں مارا گیا تھا لیکن میرے لیے کچھ آسانیاں فراہم کر گیا تھا۔

سامان کا سوٹ کیس میرے ہاتھ میں تھا۔ سڑک پر آ کر میں نے ٹیکسی کی تلاش کی اور اب میں نے ایک درمیانے درجے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے ہوٹل کا انتخاب کیا تھا۔ اس ہوٹل میں کمرہ حاصل کرنے میں مجھے کوئی دقت نہیں پیش آئی۔

ٹیلی فون کے نزدیک رکھی ہوئی ٹیلی فون ڈائرکٹری میں میں نے سب سے پہلے وزارتِ داخلہ کے نمبر تلاش کیے خصوصی نمبروں میں ایک نمبر موجود تھا۔ پہلے آپریٹر سے رابطہ قائم کرنا پڑا، پھر پی اے سے اور اس کے بعد وزیرِ داخلہ سے ـــــ اس تمام کارروائی میں تقریباً چھ منٹ صرف ہو گئے اور اس کے بعد میرا وزیرِ داخلہ سے براہِ راست رابطہ قائم ہو گیا ـــــ

"سر میں ایک غریب الوطن بول رہا ہوں جس کے ساتھ آپ کے وطن میں ناانصافی کی گئی ہے۔" میں نے کہا۔

"کون ہیں آپ؟" دوسری طرف سے وزیرِ داخلہ مسٹر آئین شلاشر کی آواز سنائی دی۔

"علی یار ہے میرا نام..... اور اب سے کچھ گھنٹے قبل، شاید چوبیس گھنٹے قبل میں آپ کے لیے ایک اہم شخصیت تھا۔"

دوسری طرف چند لمحات کے لیے خاموشی چھا گئی پھر..... وزیرِ داخلہ نے کہا۔ "مسٹر علی یار خان! آپ مجھ سے ایک اور ٹیلی فون نمبر پر گفتگو کیجیے۔ میں آپ کو نمبر دے رہا ہوں۔" انھوں نے ایک نمبر دہرایا اور میں نے سلسلہ منقطع کر کے ان کے دیے ہوئے نمبر پر ڈائل کر لیا۔ چند لمحات انتظار کرنا پڑا اور اس کے بعد ریسیور اٹھا لیا گیا۔

"جی؟"

"علی یار خان۔"

"ہاں، میں سمجھ رہا ہوں۔"

"کیا آپ کو میرے ساتھ پیش آنے والے واقعات کا علم ہے؟"

"زیادہ نہیں۔ کیا صورتِ حال ہے؟" انھوں نے سوال کیا اور میں نے اس دوران پیش آنے والے واقعات کی مختصر سی تفصیل بتا دی۔ سوائے اس کے کہ میں اس دوران دو قتل کر چکا ہوں۔

"مسٹر علی یار خان، ذاتی طور پر میں آپ کی تھوڑی بہت امداد کر سکتا ہوں۔ صورتِ حال کچھ ایسی پریشان کن ہے کہ ہم خود بھی اس سے عاجز ہیں اور ابھی تک یہ اندازہ نہیں لگا پائے کہ کیا ہو رہا ہے۔ آپ کو مجھ سے ملاقات کی زحمت کرنا ہو گی۔"

"تہذیبِ عالم ایکس میری محبوب ہی نہیں میری زندگی کا سرمایہ بھی ہے جنابِ عالی! میں اس کی خاطر ہر وہ کام کر سکتا ہوں جس کی مجھے ضرورت پیش آئے۔ شاید یہ بات آپ کے علم میں ہو کہ میں بہت پہلے یہاں سے نکل جانا چاہتا تھا لیکن مجھے اس ملک کی شہریت دی گئی اور مجھ سے کہا گیا کہ اگر میں یہاں وقت گزاروں تو آپ لوگوں کے لیے خوشی کا باعث ہو گا۔ اس کے بعد میرے ساتھ یہ سلوک کیا مناسب ہے؟"

"میں سمجھ رہا ہوں علی یار خان، کیا تارینیا ہارڈو نے آپ سے ملاقات نہیں کی؟"

"جی ہاں۔ سان اسٹیلو میں، میری ان سے ملاقات ہوئی تھی لیکن انھوں نے اس کا اشارہ بھی نہیں کیا تھا کہ میرے ساتھ کیا واقعات پیش آنے والے ہیں۔"

"آپ ایک کام کیجیے مسٹر علی یار خان۔ اس وقت آپ کہاں سے بول رہے ہیں؟"

"ایک ہوٹل سے۔"

"ٹھیک ہے، میں آپ سے اس کا پتا نہیں پوچھوں گا کیونکہ ذاتی طور پر میں خود بھی الجھا ہوا ہوں۔ البتہ آپ ایک کام کیجیے۔ ڈھائی بجے آپ اپنے ہوٹل سے نکلیے، ایک ٹیکسی میں بیٹھیے اور لیوکرائن نامی جگہ پہنچ جائیے ٹیکسی ڈرائیور آپ کو اس جگہ پہنچا دے گا۔ لیوکرائن میں ایک ایئر فیلڈ موجود ہے، آپ کو وہاں داخلے میں کوئی دقت نہیں ہو گی۔ میں خفیہ طور پر ہدایت جاری کر دوں گا لیکن یہ سمجھ لیجیے کہ یہ صرف ایک ذاتی ملاقات ہے جو صرف آپ سے تعاون کی بنیاد پر ہو رہی ہے۔ اگر آپ مجھے مطمئن کر سکے مسٹر علی یار خان تو ہم آپ کے ساتھ پیش آنے والے واقعات پر معذرت کر لیں گے لیکن دوسری شکل میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہمارے ذریعے آپ کو کوئی نقصان پہنچ جائے۔"

"میں اس کے لیے تیار ہوں لیکن صورتِ حال میرے علم میں تو آ جائے۔ اس کے بعد مجھے آپ لوگوں سے کوئی شکایت نہیں ہو گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں بھی آپ سے ذاتی طور پر تعاون کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ یہ تمام واقعات میرے لیے بھی نہایت رنج فرسا ہیں۔ آپ کو وہاں پہنچنے کے بعد ہیلی کاپٹر ایسے جے فورنائن زیرو ایف ایس کے نزدیک پہنچنا ہے جو آپ کا انتظار کرے گا۔ وہ ہیلی کاپٹر آپ کو لے کر میرے پاس پہنچ جائے گا۔ میں ایک خفیہ جگہ آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں تاکہ دوسروں کے علم میں یہ بات نہ آ سکے۔"

"میں مقررہ وقت پر وہاں پہنچ جاؤں گا۔ ملاقات ضروری ہے جنابِ عالی تاکہ میری بھی تشفی ہو سکے اور آپ کی بھی۔" میں نے کہا۔

"بس اس سے زیادہ گفتگو نہیں کی جا سکتی مسٹر علی یار خان۔ میں معذرت خواہ ہوں۔" وزیرِ داخلہ نے کہا اور ٹیلی فون بند کر دیا۔

اس گفتگو کے بعد مجھے ایک گونہ اطمینان ہوا تھا۔ کم از کم ایک شریف آدمی نے کسی حد تک شرافت سے گفتگو کی تھی۔ ویسے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ ان واقعات کے بارے میں وزیرِ داخلہ کو بھی معلوم تھا لیکن کیا غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے، اس کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا ابھی تک۔ شاید تارینیا ہارڈو کی موت کا انھیں ابھی تک علم نہیں ہوا تھا۔ ورنہ ان کا میرے ساتھ رویہ اتنا بہتر نہ ہوتا لیکن ان سے ملاقات کرنے کے بعد میرے لیے یہ ضروری ہو گیا تھا کہ میں انھیں تارینیا ہارڈو کے بارے میں بتا دوں۔ ویسے بھی یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ کب اور کہاں مقامی پولیس کے افراد مجھے دبوچ بیٹھیں۔ اب تو یہ پورا شہر ہی دشمنوں کا شہر بن کر رہ گیا تھا اور دشمن بھی بے شمار اور نادیدہ۔

دوپہر کو بہت ہلکا سا کھانا کھایا۔ خود کو چاق و چوبند رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے بعد تھوڑی دیر آرام کرنے کے لیے لیٹ گیا۔ رات بھر جاگنے کی وجہ سے آنکھیں جل رہی تھیں لیکن ذہن اس قدر پراگندہ اور پریشان تھا کہ نیند آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ٹھیک دو بج کر پچیس منٹ پر کمرے سے باہر نکل آیا۔ چابی کاؤنٹر پر رکھ دی اور ایک ٹیکسی لے کر لیوکرائن کی جانب چل پڑا۔

لیوکرائن کا علاقہ شہر کے نواح میں تھا۔ خاردار تاروں کے ایک گیٹ سے گزرنے کے بعد میں نے ایئر فیلڈ دیکھا۔ اس دوران مجھے روکنے کی کوشش نہیں کی گئی تھی۔ کئی گاڑیاں ادھر سے ادھر آ جا رہی تھیں۔ غالباً یہاں آنے والوں کے لیے زیادہ پابندیاں نہیں تھیں۔ ایئر فیلڈ پر ہیلی کاپٹر نمبر ایسے جے فورنائن زیرو ایف ایس ایک طرف کھڑا نظر آ گیا۔ اس کے نزدیک ایک پائلٹ کھڑا ہوا تھا۔ میں اس کے قریب پہنچا تو پائلٹ نے گردن خم کر کے مجھے اندر جانے کا اشارہ کیا۔ وہ شاید میرا ہی انتظار کر رہا تھا۔

میں اس کی ہدایت پر عمل کر کے ہیلی کاپٹر میں جا بیٹھا۔ پائلٹ نے اپنی سیٹ سنبھال لی اور چند ہی لمحے بعد ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہونے لگا۔

ہم ساحل کے ساتھ ساتھ پرواز کرتے رہے۔ ایک طرف پانی تھا اور دوسری طرف زمین۔ ہیلی کاپٹر کے پائلٹ نے مجھ سے کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ میں نیچے دیکھتا جا رہا تھا۔ ساحل کے ساتھ ساتھ اب جزیرے شروع ہو گئے تھے۔ بلندی سے دیکھنے پر یہ جزیرے غیر آباد اور سنسان نظر آتے تھے لیکن ظاہر ہے شہری آبادی سے اتنی قربت کی بنا پر یہ سنسان اور غیر آباد نہیں ہوں گے۔ ممکن ہے یہ سب حکومت کے کنٹرول میں ہوں اور یہاں اس ملک کے لیے کچھ کام ہوتا ہو۔

ہیلی کاپٹر خاصی نیچی پرواز کر رہا تھا۔ سمندر کا پانی صاف نظر آ رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک جزیرے کے بالکل قریب سے گزرے۔ یہاں سامنے کے رخ سے گزرنے کے بعد چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کا ایک سلسلہ نظر آیا۔ ہیلی کاپٹر ان پہاڑیوں سے زیادہ اونچا نہیں تھا۔

دفعتاً ہی کچھ ہوا، ایک لمحے کے لیے تو میں سمجھ نہیں سکا تھا لیکن دوسرے ہی لمحے مجھے احساس ہو گیا کہ کیا ہوا ہے۔ گولیوں کی ایک بوچھاڑ آئی تھی اور کھڑکیوں سے کاک پٹ تک کے شیشوں میں سوراخ کرتی چلی گئی تھی۔ نیچے چند افراد سب مشین گنیں اٹھائے فائر کر رہے تھے۔ گولیوں کی دوسری بوچھاڑ آئی مگر میں تیزی سے نیچے جھک گیا۔ ہیلی کاپٹر نے ایک جھٹکا لیا اور نیچے گرنے لگا۔ میں نے چیخ کر پائلٹ سے ہیلی کاپٹر سنبھالنے کے لیے کہا۔ وہ میری طرف مڑا اور میں اس کا وحشت زدہ چہرہ دیکھ کر ڈر گیا۔ اس کے پورے منہ پر خون ہی خون تھا اور اس کی گردن کے پاس ایک سوراخ تھا جس کے کنارے بارود سے سیاہ پڑ گئے تھے اور سرخ لہو گوشت کی گلابی رنگت پر سے بہتا ہوا باہر نکل رہا تھا۔ اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر اس کے منہ سے صرف خون نکل سکا۔ وہ سیٹ سے نیچے گر گیا۔

ہیلی کاپٹر کے انجن میں آگ لگ گئی تھی اور وہ تیزی سے سمندر کی طرف جا رہا تھا۔ میں نے اپنا ریوالور نکال لیا اور چھلانگ لگا دی۔ ہیلی کاپٹر اور میں دونوں ساتھ ساتھ ہی سمندر میں گرے تھے۔ جب میں سطحِ آب پر ابھرا تو جزیرے کے اور میرے درمیان پانی کی سطح پر جلتا ہوا ہیلی کاپٹر تھا۔ میں نے فاصلے کا اندازہ لگایا اور غوطہ لگا کر نیچے ہی نیچے چل پڑا۔ اگلی دفعہ جب میں نے ہانپتے ہوئے سانس لینے کے لیے منہ پانی سے باہر نکالا تو جزیرے کا ساحل تھوڑی ہی دور رہ گیا تھا اور ہیلی کاپٹر کا فولادی ڈھانچہ پانی میں پائلٹ کی خون آلود لاش سمیت غرق ہو چکا تھا۔ میں برق رفتاری سے ہاتھ مارتا ہوا آگے بڑھتا رہا اور پھر ساحل کی ایک چٹان کا سہارا لے کر اوپر چڑھ گیا۔

میری نگاہیں چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھیں۔ پستول تو پانی میں پہنچنے کے بعد ہی میں نے چھوڑ دیا تھا۔ کیونکہ پانی میں بھیگ کر وہ ناکارہ ہو چکا تھا اور اب میں نہتا تھا اور اس جزیرے پر میرے دشمن موجود تھے جو سب مشین گنوں سے مسلح تھے۔

میں ریت پر رینگتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ ایک طویل میدان کے بعد چند پیڑ نظر آئے جو اس جزیرے پر اداس اور خاموش کھڑے ہوئے تھے۔ دور تک کوئی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔ میں ان درختوں کے نزدیک پہنچ گیا اور پھر ان کی آڑ میں آگے بڑھنے لگا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس وقت میں ایک درخت کی آڑ سے نکلا ہی تھا کہ اچانک ایک سرد نال میری پشت سے آ لگی اور اس کے ساتھ ہی ایک غراتی ہوئی آواز سنائی دی "ہاتھ اوپر اٹھا دو" میں نے بے اختیار ہاتھ اوپر اٹھا دیے تھے۔ کسی نے پیچھے سے میرے بدن کی تلاشی لی اور کچھ نہ پا کر مجھے اپنی طرف گھما دیا۔

چار آدمی میرے سامنے کھڑے تھے۔ یہ چاروں میرے لیے اجنبی تھے۔ ان کے چہروں سے میں یہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ ان کا تعلق کس ملک سے ہے، ممکن ہے مقامی ہی ہوں۔ انھوں نے مجھے آگے چلنے کا اشارہ کیا اور پھر وہ میرے پیچھے پیچھے مجھ پر سب مشین گنیں تانے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔

فاصلہ زیادہ طے نہیں کیا گیا، تھوڑی دیر کے بعد مجھے ایک کشادہ غار کے دہانے کے سامنے لے جایا گیا اور اندر داخل ہونے کی ہدایت کی گئی۔ غار تاریک تھا اور اس میں چلتے ہوئے یہ احساس ہوتا تھا کہ خاصا بلند بھی ہے۔ میں اندھوں کی طرح آگے بڑھتا رہا۔ میرے پیچھے ان لوگوں کے قدموں کی آوازیں مسلسل گونج رہی تھیں۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد غار بائیں طرف گھوم گیا۔ ادھر ہلکی سی روشنی نظر آئی۔ یہ روشنی ایک اور سوراخ سے آ رہی تھی جسے دوسرے غار میں داخل ہونے کا دروازہ کہا جا سکتا تھا۔ ان لوگوں کے اشارے پر میں اس سوراخ سے اندر داخل ہو گیا۔ یہاں ایک شمعدان میں پانچ شمعیں جل رہی تھیں اور اندر ایک خاصا کشادہ غار موجود تھا جس میں مختلف قسم کا کاٹھ کباڑ بھرا ہوا تھا۔ غالباً کشتیوں کے بادبان، لمبی لمبی لکڑیاں، کچھ کرسیاں جو ٹوٹی ہوئی تھیں اور ایسی ہی دوسری چیزیں۔ ان لوگوں نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر ان میں سے ایک نے رسی اٹھا کر میرے دونوں ہاتھ پشت پر باندھ دیے۔ اس کے بعد انتہائی بدتمیزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے ایک زوردار لات میری کمر پر رسید کر دی اور میں فرش پر گر گیا۔ گرنے کے بعد میرے پاؤں بھی باندھ دیے گئے اور وہ لوگ میرا مکمل جائزہ لینے کے بعد وہاں سے باہر چلے گئے۔ کسی نے ایک لفظ بھی منہ سے ادا نہیں کیا تھا۔

میں سیدھا ہونے کی کوشش کرنے لگا اور کہنی کے بل زور لگا کر سیدھا ہو گیا۔ دماغ تاریک ہوا جا رہا تھا۔ غالباً رات کو نہ سونے کی وجہ سے بھی اس کیفیت میں کچھ اضافہ ہو گیا تھا۔ لباس بری طرح بھیگا ہوا تھا اور میرے بدن سے چپک گیا تھا لیکن اس خستہ حالی کے باوجود میں اپنے ذہن کو پرسکون رکھنا چاہتا تھا تاکہ اس سے کوئی بہتر کام لے سکوں۔

کافی دیر تک میں اسی طرح لیٹا رہا اور اس شمعدان کو دیکھتا رہا جس میں لگی ہوئی موم بتیاں آدھی سے زیادہ جل چکی تھیں لیکن اتنی موٹی تھیں وہ کہ ابھی ان کے کئی گھنٹے تک جلتے رہنے کا امکان تھا۔

باہر مکمل سناٹا چھا گیا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے مجھے لانے والے یہاں چھوڑنے کے بعد مطمئن ہو کر چلے گئے ہوں۔ میری نگاہیں ادھر ادھر بھٹکنے لگیں۔ یہاں سے آزادی حاصل کرنا ضروری تھا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ یہ کون لوگ تھے۔ میرے نامعلوم دشمن یا مقامی حکام کے ہرکارے؟ یا مسٹر ایلن شلانر نے میرے ساتھ بدعہدی کی ہے؟ لیکن اس کے لیے مجھے اتنی دور اس جزیرے تک لانے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ کام تو مجھ سے گفتگو کے تھوڑی دیر بعد بھی ہو سکتا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ لوگ میرے وہ دشمن تھے جن کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔

دیر تک میں ادھر ادھر نگاہیں دوڑاتا رہا۔ اس سامان کی طرف بھی نگاہیں اٹھیں جو ٹوٹا پھوٹا پڑا ہوا تھا۔ اس سامان کی تلاشی لینا بھی ممکن نہیں تھا، اس وقت تک جب تک کم از کم ہاتھ نہ کھل جائیں۔ ہاتھ کھولنے کے لیے کیا ترکیب ہونا چاہیے اور یہ ترکیب تھوڑی دیر کے بعد ہی میرے ذہن میں آ گئی۔ میں نے اس شمعدان کی طرف نگاہیں دوڑائیں جس پر پانچ شمعیں روشن تھیں اور پھر آہستہ آہستہ میں کھسکنے لگا۔

مجھے اندازہ تھا کہ پیر بندھے ہوئے ضرور ہیں لیکن اگر میں اٹھ کر بیٹھ جاؤں تو پھر پیروں کے بل دیوار کے سہارے کھڑے ہونے میں دقت نہیں ہوگی اور کھڑے ہونے کے بعد میرا چہرہ بہ آسانی شمعدان کے قریب پہنچ سکتا ہے۔

آہستہ آہستہ میں کھسکتا رہا اور اس میں مجھے بہت زیادہ دقت نہیں ہوئی تھی، سوائے اس کے کہ کہنیاں تھوڑی سی چھل گئی تھیں۔ بالآخر میں اس دیوار کے نزدیک پہنچ گیا جس پر شمعدان روشن تھا اور دیوار کا سہارا لے کر کھڑے ہونے میں مجھے بہت زیادہ دقت نہیں ہوئی، سوائے رانوں پر زور دینے کے۔

کھڑے ہونے کے بعد میں نے اپنا چہرہ شمعدان کی طرف بڑھایا اور دانتوں سے اس کے نچلے حصے کو پکڑ کر اسے اتار لیا۔ اس کوشش میں پیشانی کا تھوڑا سا حصہ ایک شمع سے جل گیا تھا۔ پھر میں نے شمعدان کو اس طرح سے نیچے گرا دیا کہ شمعیں بجھنے نہ پائیں۔ موم بتیاں شمعدان سے نکل کر نیچے گر گئی تھیں لیکن وہ روشن تھیں، میں نے احتیاط سے بیٹھ کر اپنا رخ تبدیل کیا اور ہاتھوں میں بندھی ہوئی رسیاں ان میں سے ایک جلتی ہوئی شمع کے شعلے پر رکھ دیں۔ میری کلائی دو تین جگہ سے جل گئی لیکن میں نے اس کی پروا نہیں کی تھی۔ ایک ہی جگہ تھوڑا

کر ٹکائے رکھنا، وہ بھی دیکھے بغیر بڑا مشکل کام تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے محسوس ہوا جیسے رسی جل رہی ہو۔ میں نے شمع کے شعلے سے اسے ہٹا کر تھوڑا سا زور لگایا لیکن رسی ابھی اتنی کمزور نہیں ہوئی تھی کہ ٹوٹ جاتی چنانچہ میں نے اسے پھر شمع کے شعلے پر رکھ دیا۔ تقریباً دس منٹ کی مسلسل کوششوں کے بعد میرے دونوں ہاتھ آزاد ہو گئے تھے۔ ہاتھ آزاد ہوئے تو پیروں کو آزاد ہونے میں بھلا کیا دقت پیش آ سکتی تھی اور اس کے بعد میں ان بندشوں سے چھٹکارا پانے میں کامیاب ہو گیا۔

میں نے غار کے دہانے کے قریب پہنچ کر باہر جھانکا۔ تاریکی اور سناٹے کے علاوہ یہاں کچھ نہیں تھا۔ میں پھر اس سامان کے پاس پہنچ گیا جو تھوڑے فاصلے پر نظر آ رہا تھا۔ شمعیں میں نے پھر سے شمعدان میں لگا دی تھیں اور شمعدان کو اس کی جگہ رکھ دیا تھا۔ سامان میں مجھے ایک نوک دار سلاخ جیسی چیز مل گئی جو غالباً آتشدان کی آگ کریدنے کے لیے استعمال کی جاتی تھی یا پھر ممکن ہے یہ کسی اور کام کے لیے ہو لیکن یہ سلاخ میرے لیے انتہائی کارآمد ثابت ہو سکتی تھی۔ سلاخ کو اپنے قبضے میں کرنے کے بعد میں غار کے دہانے سے باہر نکل گیا اور اس لمبی سرنگ میں چلتا رہا پھر اس بہت بڑے دہانے کے پاس پہنچ گیا جس سے مجھے گزار کر اندر لایا گیا تھا۔

دہانے کے پاس ایک لمحے کے لیے مجھے کسی شخص کا سایہ محسوس ہوا لیکن میں اسے موقع نہیں دے سکتا تھا۔ میں نے سلاخ دونوں ہاتھوں سے پکڑی اور پھر سیدھی اس شخص کے سینے میں گھونپ دی۔ اس شخص کے حلق سے ایک کریہہ چیخ نکلی، اس نے اپنا ریوالور نکالنے کی کوشش کی تھی لیکن سلاخ اپنا کام کر چکی تھی۔ میں نے سلاخ کو واپس کھینچ کر دوبارہ اس کے حلق میں پیوست کر دیا اور اس کے بعد بھلا اس کے جانبر ہونے کی کیا گنجائش تھی۔ میں نے ایک بار پھر سلاخ کھینچی اور خون کا فوارہ چھوٹ پڑا۔ میرے ہاتھ خون میں تر ہو گئے تھے۔ وہ شخص کچھ دیر تڑپنے کے بعد مر گیا۔

چند لمحے میں اسے دیکھتا رہا، پھر میں نے اس کا ریوالور قبضے میں کیا، تھوڑی سی کرنسی اور کچھ دوسری چیزیں بھی دستیاب ہوئی تھیں۔ اس کے بعد میں باہر نکل آیا۔ اس کے ساتھیوں کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ کب واپس آ جائیں۔ اس وقت یہاں سے فرار ضروری تھا تاکہ کوئی نئی مصیبت نہ کھڑی ہو جائے۔ غار سے میں کافی دور نکل آیا اور پھر جھاڑیوں کا ایک جھنڈ دیکھ کر اس کی طرف بڑھ گیا۔ ان لوگوں کی نگاہوں سے بچنے کے لیے کوئی فوری پناہ گاہ ضروری تھی۔ قدآدم جھاڑیوں میں اپنے لیے جگہ بنا کر میں بیٹھ گیا۔

کافی دیر تک میں یہاں رکا رہا۔ دور دور تک خاموشی کا راج تھا۔ پتا نہیں باقی لوگ کہاں چلے گئے تھے۔ ممکن ہے وہ جزیرے سے ہی چلے گئے ہوں۔ مزید کچھ وقت گزارنے کے بعد میرے لیے ان جھاڑیوں میں رکے رہنا ناقابل برداشت ہو گیا، میں باہر نکل آیا اور محتاط انداز میں آگے بڑھنے لگا۔

ساحل زیادہ دور نہیں تھا۔ پانی کی لہروں نے میری رہنمائی کی اور میں ان چٹانوں کی طرف بڑھ گیا جو ایک طرف کنارے سے لگی ہوئی تھیں۔ بہت سی چٹانیں اندر سے کھوکھلی تھیں لیکن ان کے اندر داخل ہونا ممکن نہیں تھا کیونکہ سالہا سال سے یہاں کیکڑوں کے خاندان آباد تھے اور کیکڑے بھی اتنے بڑے بڑے کہ جنھیں دیکھ کر خوف محسوس ہو۔ ایک بلند جگہ کو میں نے اپنے لیے منتخب کر لیا۔ اگر کسی کا پیٹرول بھی اس جگہ دیکھا جاتا تو میں نظر آ سکتا تھا ورنہ نیچے سے میرا دیکھا جانا ممکن نہیں تھا۔ یہاں بیٹھ کر میں دور دور تک سمندر کا جائزہ لینے لگا، بہت دور ایک جہاز لنگر انداز نظر آ رہا تھا لیکن اس کا فاصلہ اتنا تھا کہ تیر کر وہاں جانے کی کوشش کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ فوری طور پر جزیرے سے نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں انھی سوچوں میں غلطاں سمندر کا نظارہ کرتا رہا اور اس دوران مجھے وقت کے گزرنے کا بھی کوئی احساس نہ رہا۔

سورج چھپ گیا اور تاریکی برق رفتاری سے جزیرے پر پھیلنے لگی، یہاں سے سمندر میں بکھرے ہوئے جہازوں کی روشنیاں دیکھی جا سکتی تھیں لیکن ان میں سے کوئی جہاز ایسا نہیں تھا جس تک بغیر کسی وسیلے کے رسائی ممکن ہو سکتی، ابھی بیٹھا یہ سوچ ہی رہا تھا کہ دفعتاً چند روشنیاں ایک سیدھ میں جزیرے کی طرف آتی ہوئی محسوس ہوئیں اور میں محتاط ہو گیا۔ غالباً یہاں سے جانے والے واپس آ رہے تھے۔ میں چوکنا ہو کر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ اگر ان کی تعداد تین ہے اور یہ وہی لوگ ہیں جو مجھے قید کر کے یہاں سے چلے گئے تھے تو میں ان سے نمٹ سکتا تھا اور یہ کوشش کر سکتا تھا کہ انھیں ساحل پر ہی ہلاک کر کے لانچ حاصل کر لوں لیکن اگر ان کی تعداد زیادہ ہوئی تو پھر میری مشکلات میں اضافہ ہو جائے گا۔

میں نے لانچ کا رخ دیکھ کر اندازہ لگایا کہ وہ ساحل پر کس جگہ رکے گی اور پھر میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ چٹانوں کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

درمیان تاریکی میں احتیاط سے اترنا ضروری تھا، یہاں کائی اور پھسلن بھی بہت زیادہ تھی گر پڑتا تو ہڈی پسلی ایک ہوجاتی۔ لانچ آہستہ آہستہ ساحل تک پہنچتی جارہی تھی اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ساحل سے آلگی۔ میں اپنی جگہ ساکت ہوکر ان لوگوں کو دیکھنے لگا جو لانچ سے نیچے اتر رہے تھے۔ ان کی تعداد پانچ کے قریب معلوم ہوتی تھی۔

ابھی میں کوئی قدم اٹھانے کا فیصلہ ہی کر رہا تھا کہ دفعتاً میگافون پر ایک آواز سنائی دی۔ "علی یار خان! اگر یہاں موجود ہے تو ہمارے پاس آجائے۔ ہم اسے یہاں سے نکالنے کے لیے آئے ہیں۔ کسی قسم کی کوئی احمقانہ کوشش ہمارے لیے بھی اور اس کے لیے بھی نقصان دہ ہوگی۔ ہمارا تعلق حکومت سے ہے۔"

میں نے حیرت سے یہ آوازیں سنیں اور سوچنے لگا کہ اس میں کہاں تک صداقت ہوسکتی ہے۔ اس بات کا بھی امکان تھا کہ میرے دشمنوں کو پتا چل گیا ہو کہ میں ان کی قید سے فرار ہوگیا ہوں اور اس وقت مجھے جزیرے پر تلاش کرنے کے لیے یہ منظم کارروائی کی گئی ہو لیکن یہ بھی بعید از قیاس نہ تھا کہ وہ حکومت ہی کے آدمی ہوں اور واقعی میری بھلائی چاہتے ہوں۔ ذہن الجھن کا شکار ہوگیا تھا آخر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ اپنے آپ کو ان کے حوالے کردوں، اس جزیرے سے نکلنے کی کوئی نہ کوئی صورت تو ہونا ہی چاہیے۔

ان لوگوں کی آواز فضا میں گونجتی رہی۔ وہ منتشر نہیں ہوئے تھے بلکہ آہستہ آہستہ قدم بہ قدم آگے بڑھ رہے تھے۔ تب میں نے اپنے ہاتھوں میں دبے ہوئے پستول سے فائر کیا اور وہ سب بُری طرح اچھل پڑے۔ فائر کی وجہ سے وہ لوگ میری طرف متوجہ ہوگئے تھے۔ تیز ٹارچوں کی روشنیاں تاریکی میں لہرانے لگیں اور میں ان کے سامنے آگیا۔ ان میں سے میگافون والے نے چیخ کر کہا۔ "اگر آپ علی یار خان ہیں تو براہِ کرم کوئی غلط حرکت کرنے کی کوشش نہ کریں، ہم آپ کو لینے کے لیے آئے ہیں، آپ کے مددگار ہیں۔"

میں آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھتا چلا گیا اور پھر ان کے قریب پہنچ گیا۔

"مسٹر علی یار خان، میرا تعلق وزارتِ داخلہ سے ہے۔ پستول استعمال کرنے کی کوشش نہ کریں، ہمارے پاس آپ کے لیے ایک اہم پیغام موجود ہے۔"

"تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ میں اس جزیرے پر قید ہوں؟"

"اس کی تفصیل آپ کو بعد میں بتادی جائے گی۔ مختصراً اتنا سمجھ لیجیے کہ ہیلی کاپٹر کی تباہی کو دیکھ لیا گیا تھا اور اس کے بعد مختلف تحقیقاتی مراحل سے گزر کر یہ فیصلہ کیا گیا کہ آپ کو یہاں تلاش کیا جائے۔ ابتدائی طور پر یہ خیال بھی تھا کہ ہیلی کاپٹر کے حادثے میں آپ بھی ہلاک ہوگئے ہیں۔"

"اب کیا چاہتے ہو؟"

"آیئے، ہمارے ساتھ چلیے۔ آپ کو وزیرِ داخلہ سے ملاقات کرنی ہے۔ آپ نے ان سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تھی نا؟" اور پھر نرم لہجے میں بولا۔ "اپنا پستول ہمارے حوالے کر دیجیے۔ یہ صرف احتیاط کے طور پر کیا جارہا ہے، پلیز۔"

میں نے اپنا پستول اس کے ہاتھ میں تھما دیا لیکن ان لوگوں نے میری تلاشی لینے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ مجھے ساتھ لیے ہوئے لانچ کی جانب بڑھ گئے۔ ان لوگوں سے اس بارے میں مزید کچھ پوچھنا فضول تھا۔ انھوں نے آئین شلائر کا حوالہ دیا تھا اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ مجھے اس سے ملاقات کرنی ہے، اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ ان کا تعلق وزارتِ داخلہ ہی سے ہے۔

لانچ اسٹارٹ ہوکر واپس مڑ گئی، وہ سب خاموش بیٹھے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ لانچ کا رُخ ایک جہاز کی جانب ہے۔ یہ وہی جہاز تھا جسے میں نے چٹانوں پر سے لنگر انداز دیکھا تھا۔

بالآخر لانچ جہاز تک پہنچ گئی۔ جہاز پر پہلے سے ہی اس سلسلے میں انتظامات کرلیے گئے تھے۔ ایک مخصوص سیڑھی کے ذریعے ایک ایک کرکے تمام افراد اوپر پہنچ گئے۔ جہاز کے عرشے پر میرا استقبال کرنے والا، وزیرِ داخلہ آئین شلائر ہی تھا۔ میں کئی میٹنگوں میں اس سے ملاقات کرچکا تھا اور اسے اچھی طرح پہچانتا تھا۔ اس کو دیکھ کر میں نے سکون کی گہری سانس لی کہ کم از کم جو کچھ میں چاہتا تھا اس کی ابتدا تو ہوئی۔ آئین شلائر نے پُرتپاک انداز میں میرا خیر مقدم کیا اور پھر میرے ساتھ جہاز کے ایک کیبن کی جانب بڑھ گیا۔ راستے میں اس نے کہا۔ "مسٹر علی یار خان! ہیلی کاپٹر آپ کو دراصل اسی جہاز پر لا رہا تھا۔ میں نے یہیں آپ سے ملاقات کا فیصلہ کیا تھا لیکن شاید کوئی غلط فہمی ہو گئی یا پائلٹ صورتِ حال کو سمجھ نہیں سکا۔ میں خود پریشان ہوں کہ یہ سب کیسے ہوا لیکن اس سے میں نے اتنا اندازہ لگا لیا کہ کچھ لوگ آپ کو ہم سے دور رکھنا چاہتے ہیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان مفاہمت کی فضا نہیں پیدا ہونے دینا چاہتے۔ اس واقعے سے میرے اندازِ فکر میں خاصی تبدیلی آئی ہے۔ جبکہ چند روز پہلے ہم بُری طرح اُلجھ گئے تھے۔"

وہ ایک کیبن کے دروازے پر پہنچ گیا۔ کیبن کا دروازہ کھولا گیا اور میں اس کے ساتھ اندر داخل ہوگیا۔

"اس گفتگو میں، اپنے اور تمھارے علاوہ میں نے کسی اور کو شریک نہیں کیا ہے تاکہ پورے سکون کے ساتھ بات چیت کی جاسکے۔ ویسے ڈیئر علی! میں تمھیں اس کا موقع دے سکتا

ہوں کہ تم اپنا حلیہ درست کرلو۔ میرا خیال ہے کہ خاصی الجھنوں اور پریشانیوں کا شکار رہے ہو۔ وہ سامنے باتھ روم موجود ہے۔ میں کھانے پینے کے لیے کچھ منگواتا ہوں۔"

وزیرِ داخلہ کا انداز انتہائی دوستانہ تھا۔ میں بھی بڑی کسلمندی محسوس کر رہا تھا چنانچہ کیبن سے ملحقہ باتھ روم میں جا کر میں نے اچھی طرح منہ ہاتھ اور گردن دھوئی۔ پاؤں دھوئے اور اپنے لباس کے وہ حصے صاف کیے جو غلیظ ہو رہے تھے اور پھر دوبارہ کمرے میں داخل ہوگیا۔

مسٹر آئین شلائر ایک موٹے سگار کا کونا توڑ کر اسے سلگا رہے تھے، انھوں نے گردن کے اشارے سے مجھے بیٹھنے کی پیش کش کی اور پھر سگار کا ڈبا میرے سامنے کرتے ہوئے بولے۔ "اگر تم تمباکو نوشی کرتے ہو تو...؟"

"نہیں، شکریہ مسٹر شلائر! البتہ کافی کا ایک کپ...۔"

"بس آرہی ہے، اس وقت تک ہم کوئی گفتگو نہیں کریں گے جب تک کہ تم بالکل مطمئن نا ہوجاؤ۔ میں نے تمھارے لیے کافی وقت نکال لیا ہے۔"

"اس کے لیے میں شکرگزار ہوں۔ بدقسمتی سے اس وقت میں آپ کے پاس نہ پہنچ سکا۔"

"ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے۔ اس سے پہلے ہماری ہر کوشش بے مقصد ثابت ہوتی ہے۔"

کافی کے لیے شاید کہہ دیا گیا تھا کیونکہ تھوڑی دیر بعد ایک باوردی بیرا ادب سے ایک ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر آیا جس پر خشک میوہ، بسکٹ اور کافی کے حسین برتن سجے ہوئے تھے۔ اس نے کافی بنا کر ہم دونوں کے سامنے رکھی اور پھر گردن خم کرکے چلا گیا۔ میں نے محسوس کیا کہ کیبن کا دروازہ باہر سے بند کردیا گیا ہے۔

"پلیز!" وزیرِ داخلہ نے مجھے اشارہ کیا اور میں نے شکریہ کے ساتھ بسکٹوں کی پلیٹ سے ایک بسکٹ اٹھا کر کھانا شروع کر دیا۔ وزیرِ داخلہ نے پُرخیال انداز میں کہا۔ "علی یار خان، میں اسے اپنی بدقسمتی ہی قرار دے سکتا ہوں کہ حالات نے ایسا سنگین رُخ اختیار کر لیا جس کی وجہ سے تمھیں پریشانیاں اٹھانا پڑیں۔ واقعات ایسے عجیب اور ناقابلِ یقین تھے کہ تمام لوگ شدید الجھن کا شکار ہوگئے۔ میں نہیں جانتا تمھیں ان کے بارے میں کس حد تک واقفیت ہے لیکن میں تمھیں تفصیل بتاتا ہوں۔ اس کے بعد تم خود فیصلہ کرلینا۔ حالات کے تحت بلکہ یوں سمجھو کہ جو واقعات پیش آئے ہیں ان کے تحت صرف اور صرف یہ اندازہ ہوتا تھا کہ ہمارے نقصانات کی بنیاد تم دونوں، یعنی تہذیب مالکم ایکس اور علی یار خان ہو۔ انسانی سوچ ذرا سی دیر میں تبدیل ہوجاتی ہے۔ ہم تمھاری اس امداد کو کبھی نہیں بھول سکتے جو تم نے آبدوز کے حصول کے سلسلے میں کی تھی۔ ہمارے خیالات تمھاری طرف سے بہت اچھے تھے لیکن واقعات نے ایسا رُخ اختیار کیا کہ ہمارے ذہن بھٹک گئے۔ ہر چند کہ بعض شواہد اس بات کے ملے کہ ان معاملات میں تم لوگ براہِ راست ملوث ہو لیکن نجانے کیوں دوسرے لوگوں کی طرح میں بھی ذہنی طور پر اس بات کو قبول نہ کرسکا۔ علی یار خان! میں ایک ایسے شخص کی حیثیت سے تمھیں یہ واقعات بتا رہا ہوں جو اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ تم مکمل طور پر اس میں ملوث نہیں ہو۔ میڈم مارٹیتا نہایت مستعدی سے بائل جوشیلو کے اثاثوں کے بارے میں ہمیں معلومات فراہم کر رہی تھیں اور ہم ان کے حصول کے لیے دنیا بھر میں اپنے جال بچھا چکے تھے کہ اچانک میڈم مارٹیتا گم ہوگئیں اور ان کا کوئی نشان نہیں مل سکا۔ اس سلسلے میں ہمیں دنیا کے بیشتر ممالک میں جو جستجو اور عذاب سہنا پڑے ان کے اعداد و شمار ابھی جمع کیے جارہے ہیں۔ دنیا کے کئی ملکوں میں ہمارے وہ نمائندے قتل کردیے گئے جو بائل جوشیلو کے اثاثوں کی چھان بین کر رہے تھے اور ان کے حصول کے لیے سرگرداں تھے۔ اس سلسلے میں ہمارے محکموں نے جو معلومات حاصل کیں، ان کے تحت بہت عجیب انکشافات ہوئے ہیں۔ یہ معلوم ہوا کہ گرین پول نامی ایک ادارہ اس معاملے میں سرگرمِ عمل ہے۔"

کافی کی پیالی میرے ہاتھ سے گرتے گرتے بچی تھی۔ اس وقت مسٹر آئن شلائر میری ہی طرف دیکھ رہے تھے۔ میرے اس طرح متحیر رہ جانے کو انھوں نے گہری نگاہوں سے دیکھا۔ میں نے کافی کی پیالی نیچے رکھی اور تعجب خیز لہجے میں پوچھا۔ "کیا بتایا... آپ نے کیا کہا؟"

"گرین... پول۔" آئن شلائر نے ٹکڑوں میں کہا۔

"اوہ۔" میں مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملنے لگا۔

آئن شلائر چند لمحے کی خاموشی کے بعد بولے۔ "گرین پول کے بارے میں ابھی ہمیں زیادہ تفصیلات کا علم نہیں ہوسکا البتہ ہماری توجہ اس طرف مبذول کی گئی کہ آپ کی ساتھی تہذیب مالکم ایکس، گرین پول کی ایک اہم رکن رہ چکی ہے اور یہ بھی پتا چلا ہمیں مسٹر علی یار خان کہ میڈم تہذیب مالکم ایکس اپنے ادارے سے رابطہ قائم کرکے اس تمام صورتِ حال کا باعث بنی ہیں۔"

"یہ ناممکن ہے مسٹر آئن شلائر! یہ ناممکن ہے۔ آپ کو شاید علم نہیں کہ...۔" میں نے تیز لہجے میں کہا لیکن آئن شلائر نے ہاتھ اٹھا کر مجھے روک دیا۔

"نہیں۔ پلیز علی! میری درخواست ہے کہ پہلے اس بارے میں تمام تفصیلات سن لو، اس کے بعد جو کچھ تم کہو گے، میں اسے صبر و سکون سے سنوں گا۔" میں خاموش ہوکر آئن شلائر کی شکل دیکھنے لگا لیکن میرا ذہن شدید انتشار کا شکار ہو رہا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تمھارے وزیرِ داخلہ نے کہا۔ "ہمیں اس سلسلے میں بہت ہی اہم ذرائع نے معلومات فراہم کی ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ذرائع ناقابلِ تردید ہیں۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ تہذیب مالکم ایکس نے اپنی زندگی کا ایک طویل عرصہ گرین پول میں گزارا ہے اور اس کے بعد گوٹے پل میں تم اس کی زندگی میں شامل ہوئے۔ تم نے وہاں گرین پول کے خلاف کام کیا اور تہذیب تمھاری وجہ سے اپنی تنظیم سے علیحدہ ہوگئی۔ گرین پول نے تہذیب مالکم ایکس کے خلاف انتقامی کارروائی کی لیکن تمھاری وجہ سے تہذیب کی جان بچ گئی۔ البتہ اسے یہ احساس رہا کہ گرین پول اس کا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ اس کے بعد تم ہمارے معاملات میں ملوث ہوئے اور تم نے ہمارے لیے کام کیا لیکن تہذیب مالکم ایکس کو جب یہ علم ہوا کہ میڈم مارٹینا، بائل جوشیو کی حیثیت سے بائل جوشیو کے اثاثے حاصل کرنے کے لیے کوشاں ہیں تو اس نے ایک گہری چال چلی۔ اس نے گرین پول سے دوبارہ رابطہ استوار کرنے کے لیے اُسے ان معاملات کی تفصیلات بتا دیں۔ اس شرط پر ان کے درمیان معاہدہ ہوگیا کہ بائل جوشیو کے اثاثے گرین پول کے ہاتھ لگ جاتے ہیں تو وہ تہذیب مالکم ایکس کو معاف کردے گی اور اسے اس کی مرضی سے زندگی گزارنے کی اجازت دے دی جائے گی۔"

"یہ غلط ہے مسٹر آئن شلائر... یہ غلط ہے۔ مجھ سے زیادہ اس بارے میں کون جان سکتا ہے کہ تہذیب ایسی کوئی کوشش نہیں کرسکتی۔ میری اجازت اور میرے علم کے بغیر وہ ایک قدم نہیں اٹھاتی۔ مسٹر آئن شلائر! یہ صرف ایک سازش ہے۔ اس کے پسِ پشت کون ہے اس کا اندازہ میں ابھی نہیں لگا سکتا لیکن مسٹر آئن شلائر! تہذیب کی پوزیشن صاف کرنا میرا فرض ہے۔ میں اس کے لیے کام کرنے کو تیار ہوں اور مجھے یقین ہے کہ آپ ہماری سابقہ خدمات کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں یہ موقع ضرور دیں گے۔"

آئن شلائر کی پیشانی پر گہری شکنیں پڑی ہوئی تھیں۔ اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "کیا تم پورے وثوق سے یہ کہہ سکتے ہو علی یارخان کہ تہذیب تمھاری اجازت کے بغیر یہ سب کچھ نہیں کرسکتی؟"

"اسی طرح جناب جس طرح اس وقت میں آپ کے سامنے موجود ہوں۔" میں نے پُرزور لہجے میں کہا۔

"ہوں۔ میں خلوصِ دل سے تمھیں یہ بات بتا رہا ہوں کہ میں شروع ہی سے دوسرے لوگوں سے متفق نہیں ہوا جبکہ یہ معلومات حاصل ہونے کے بعد بیشتر لوگوں کی یہ خواہش تھی کہ تمھیں فوراً گرفتار کرلیا جائے اور سزا دی جائے۔ ہاں اب ذرا یہ تو بتاؤ کہ تارینا ہارڈو کا قاتل کون ہے۔ واقعات تمھاری طرف اشارہ کرتے ہیں علی! صرف تمھاری طرف۔"

ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں سنسناہٹ پیدا ہوگئی۔ میں نے سوچا، تارینا میرے ہاتھوں ماری گئی ہے۔ ان لوگوں کے لیے وہ اہم حیثیت رکھتی تھی۔ اگر میں اس کے قتل کا اعتراف کرلوں تو شاید وزیرِ داخلہ کی ہمدردیاں میرے ساتھ نہ رہ سکیں۔ اس مرحلے پر سچائی نقصان دہ ثابت ہوسکتی تھی۔ مجھے ایک فائدہ یہ بھی حاصل تھا کہ اس قتل کا کوئی عینی شاہد موجود نہیں تھا۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "تارینا ہارڈو وہ خاتون تھیں مسٹر شلائر جن کی وجہ سے میں بائل جوشیو کے معاملے میں ملوث ہوا اور اس کے بعد ہم دونوں قدم بہ قدم ایک دوسرے کے معاون رہے۔ کیا آپ کے خیال میں ایک ایسی دوست کو میں قتل کرسکتا ہوں؟ آپ کو شاید اس بات کا علم نہیں جناب کہ سان انیسٹا میں میڈم تارینا نے ہی مجھے ان واقعات کی اطلاع دی تھی اور انھی کے ایما پر میں وہاں سے واپس آ رہا تھا کہ راستے میں لانچ کا حادثہ ہوا۔ آخر وہ کون لوگ تھے جو ہمیں اغوا کرکے لے جانا چاہتے تھے؟ میڈم ہارڈو میرے پاس عجیب و غریب حالات میں پہنچی تھیں۔ وہ کرب سے ہاتھ پاؤں پٹخ رہی تھیں، دیکھتے ہی دیکھتے وہ زمین پر گر پڑیں اور انھوں نے جان دے دی۔ میں ان سے ایک لفظ بھی نہیں معلوم کرسکا تھا کہ ان کو اس حالت تک کس نے پہنچایا۔ ذہن میں دوہری پریشانی کا شکار تھا کیونکہ تہذیب مالکم ایکس بھی میرے پاس سے غائب تھی۔ ہاں، میں نے بدحواسی کے عالم میں انھیں مسہری کے نیچے ضرور پہنچا دیا تھا اور اس کے بعد میں تہذیب کو تلاش کرتا پھرا۔ اسے یہاں نہ پاکر میں نے وہ عمارت چھوڑ دی تھی۔"

"اس وقت تہذیب تمھارے پاس موجود نہیں تھی جب تارینا وہاں پہنچی؟"

"نہیں۔"

"گرین پول جیسی خطرناک تنظیم کی ایک اہم عہدے دار معمولی حیثیت تو نہ رکھتی ہوگی۔ وہ جوڈو کراٹے کی ماہر بھی ہوگی؟" آئن شلائر نے کہا۔

"میں نہیں سمجھا جناب؟"

"تارینا بے حد جاندار عورت تھی لیکن کراٹے کا ہاتھ مار کر اس کی گردن کی ہڈی توڑ دی گئی تھی۔"

"گویا آپ کے خیال میں تہذیب نے...؟"

"سو فیصدی۔"

"یہ ناممکن ہے۔" میں نے کہا

"اسے ناممکن ثابت کرنے کے لیے تمھارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے علی۔ کیا تہذیب سے تمھارا دوبارہ رابطہ نہیں قائم ہوسکا؟"

عصرِ حاضر کی الف لیلہ۔ اُردو زبان کی طویل ترین کہانی
ایک ایسے انسان کی داستان جو سوچ کی انگلیوں سے دوسروں کے دماغ ٹٹولتا اور لوگوں کو اپنی سوچ کے اشاروں پر نچاتا ہے
ٹیلی پیتھی کے ماہر فرہاد علی تیمور کی داستانِ حیات
سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ جو پچھلے کئی برسوں سے چھپ رہا ہے اور آج بھی مقبولیت میں پہلے نمبر پر ہے۔
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں، اور نہ میں اس کے لیے پریشان ہوں۔" میں نے کہا۔
"تم بہت کچھ ہونے کے باوجود ایک سادہ لوح نوجوان ہو علی۔ عورت بہت بے ضرر، بہت معصوم ہوتی ہے لیکن جب وہ روپ بدلتی ہے تو اس سے زیادہ خوفناک اور کوئی چیز نہیں ہوتی۔"

"میں قیامت تک تہذیب کے لیے یہ بات نہیں مان سکتا۔" میں نے کہا۔
"تمہیں ان معاملات سے الگ قرار دیا جاسکتا ہے علی۔ بلکہ یوں سمجھو تم اس حد تک ان معاملات میں ملوث قرار دیے جاسکتے ہو کہ تہذیب سے تمہارا گہرا تعلق ہے۔ میں تمہیں اس شک کی بنیاد پر مراعات فراہم کرسکتا ہوں کہ تمہارا تعلق براہ راست ان واقعات سے نہیں ہے لیکن تہذیب مالکم ایکس کے بارے میں یہ بات حتمی طور پر کہی جاسکتی ہے کہ گرین پول کو اس راہ پر لگانے والی وہی ہے اور اس سلسلے میں انچارج کی حیثیت سے کام کررہی ہے تاکہ گرین پول اپنی ساکھ بحال کرسکے۔"
"یہ ناممکن ہے جناب! میں...."
"علی! تمہارے یہ الفاظ تمہیں ایک مسلسل مصیبت میں گرفتار کردیں گے۔" وزیر داخلہ نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔
مجھے اس بات پر سخت غصہ آیا تھا۔ تہذیب کے بارے میں یہ سب کچھ میں خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا لیکن اس وقت جذباتیت یا جلد بازی کا مظاہرہ صرف نقصان ہی پہنچا سکتا تھا چنانچہ میں نے خود کو سنبھالا۔
"ایک کپ کافی اور لو پلیز، سوچنے میں مدد دے گی۔" وزیر داخلہ نے کہا اور میں اپنے لیے کافی بنانے لگا۔
دماغ میں سخت ہیجان تھا لیکن دوسری پیالی کے گھونٹ لیتے ہوئے میں نے کچھ فیصلے کیے۔ اس وقت شاطرانہ چالیں ضروری تھیں۔ حالات سو فیصدی ہم دونوں کے خلاف تھے۔ تمام صورت حال کا ذمے دار تہذیب کو ٹھہرایا جارہا تھا۔ اور فوری طور پر اس کی صفائی پیش کرنا میرے لیے ممکن نہ تھا۔ مجھے اتنی مہلت بہرحال درکار تھی کہ میں اطمینان سے حالات کا جائزہ لے کر کوئی مناسب قدم اٹھا سکوں۔ اس کے لیے ہوم منسٹر کو قبضے میں لینا بہت ضروری تھا۔ یہی سب کچھ سوچ کر میں نے کہا۔ "کیا آپ حتمی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ تہذیب مالکم ایکس اس وقت آپ کے کسی خفیہ ادارے کی تحویل میں نہیں ہے؟"
"میرا تعلق ہوم منسٹری سے ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو اس کی اطلاع سب سے پہلے مجھے ہوتی۔" وزیر داخلہ نے کہا۔
"میرے پاس وہ کون سے ذرائع ہوسکتے ہیں مسٹر منسٹر جن کے ذریعے میں آپ کو اپنے پرخلوص تعاون کا یقین دلا سکوں؟"
"میں نہیں سمجھا؟"
"تہذیب سے میں محبت کرتا ہوں اور اس پر میں نے اسی طرح اعتماد کیا ہے جیسا کہ مجھے خود پر ہے۔ موجودہ صورت حال کے بارے میں جو کچھ آپ نے تہذیب کے بارے میں کہا، اس نے مجھے سخت الجھن اور اذیت میں مبتلا کردیا ہے۔ بہرحال میں آپ کے ساتھ مکمل تعاون کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن کچھ شرائط کے ساتھ۔ مجھے کام کرنے کی آزادی حاصل ہونا چاہیے۔ آپ سے ہر طرح کی مدد ملنا چاہیے اور اگر تہذیب کا ان معاملات سے تعلق ثابت نہ ہو تو اسے وہی عزت وہی مقام دینا ہوگا جو اسے حاصل تھا۔ دوسری صورت میں، میں خود اس کی گردن کاٹ کر آپ کے قدموں میں ڈال دوں گا۔ اس دوران یہ بھی ممکن ہے کہ وہ مجھ سے ملاقات کرے۔ ایسی صورت میں اسے گرفتار کرنے کی کوشش نہیں کی جائے گی بلکہ مجھے موقع دیا جائے گا کہ میں اس کے ذریعے معاملے کی تہ تک پہنچ جاؤں اور اس کھیل کا پانسہ اسی کے ہاتھوں پلٹنے کی کوشش کروں۔"
"تمہیں یقین ہے کہ تم ایسا کرسکو گے؟"
"مجھے تو یقین ہے البتہ اپنے یقین کے لیے آپ کو اپنے مشاہدے پر بھروسہ ہونا چاہیے۔ آپ جانتے ہیں کہ میں نے کروڑوں ڈالر کی پیش کش ٹھکرا کر صرف اصول کی بنیادوں پر آپ کے لیے کام کیا تھا اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ اسرائیل سے حاصل شدہ رقم میں نے آپ سے نہیں مانگی اور نہ میں نے اسے بعد میں قبول کیا۔" میں نے سرد لہجے میں کہا اور وزیر داخلہ کی گردن جھک گئی۔
"مجھے اس کا اعتراف ہے مسٹر علی۔ بلاشبہ تم اعلیٰ کردار کے مالک نوجوان ہو۔ ذاتی طور پر میں تم پر مکمل اعتماد کرسکتا ہوں لیکن مجھے کچھ مہلت درکار ہے۔ چند لوگوں سے رسمی مشورہ ضروری ہے۔ اس کے بعد میں تمہیں اس سلسلے میں حتمی اجازت دے دوں گا۔ تاہم میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ صورت حال تمہاری مرضی کے مطابق ہوگی۔ فی الحال تم یہاں آرام کرو۔ کل تک تمہیں بہترین اختیارات حاصل ہوجائیں گے اور تم اپنے کام کا آغاز کرسکو گے۔ یہاں سکون سے قیام کرو، خود کو تازہ دم کرو۔ براہ کرم کوئی جلد بازی نہ کرنا۔ میں پھر تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ...."
"شکریہ مسٹر منسٹر! مجھے آپ پر اعتماد ہے۔" میں نے جواب دیا۔
"اب مجھے اجازت دو۔ میں تمہارے آرام و آسائش کا بندوبست کیے دیتا ہوں۔" وزیر داخلہ اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔
تھوڑی دیر کے بعد میں انھیں ایک ہیلی کاپٹر کے قریب خدا حافظ کہہ رہا تھا۔

واپس چلے گئے لیکن میرے لیے تفکرات کی ایک دنیا چھوڑ گئے۔ تہذیب کو جتنا میں جانتا تھا، کوئی دوسرا اس سے اتنا واقف نہیں ہوسکتا تھا۔ مجھے مکمل یقین تھا کہ تہذیب کا ان واقعات سے کوئی تعلق نہیں ہوسکتا۔ وہ دُہری شخصیت کی مالک نہیں تھی اور مجھے بتائے بغیر کوئی حرکت نہیں کرسکتی تھی۔ ہوم منسٹر میرے دلائل سے مطمئن نہیں ہوئے تھے لیکن مجھے اس کی پروا نہیں تھی۔ وہ بے چارے تہذیب کو کیا سمجھتے! انھوں نے گرین پول کا نام لے کر میرے ذہن کے بہت سے خلا تو روشن کردیے تھے۔ کم از کم ایک سمت رہنمائی ہوگئی تھی۔ اس طرح یقیناً گرین پول والے دُہرے مفادات حاصل کرسکتے تھے۔
دفعتاً میرے ذہن میں ایک نیا خیال اُبھرا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ ہاورڈ نے براہ راست کچھ کرنے کے بجائے گرین پول کو اس طرف متوجہ کیا ہو کیوں کہ گرین پول کی ایک باغی رکن تہذیب مالکم ایکس بھی میرے ساتھ ہائی جوشیو کی مہم میں شریک تھی۔ اس نے یقیناً گرین پول کو معلومات فراہم کی ہوں گی اور ہمارے پیچھے لگایا ہوگا۔
آہستہ آہستہ گرہیں کھلتی جارہی تھیں۔ یقیناً یہ سب کیا دھرا ولیو ہاورڈ ہی کا تھا۔ یہ ملک امریکن گروپ میں شامل تھا۔ ہاورڈ یقیناً اپنے طور پر اسرائیلیوں کے لیے کام کررہا تھا اور اس معاملے کا حکومت امریکا سے کوئی تعلق نہیں تھا بلکہ امریکی حکومت تو اس معاہدے میں شامل تھی جس کے تحت یہ کیمیاوی ہتھیار ضائع کیے جارہے تھے۔ البتہ امریکا کا یہودی گروپ ضرور یہ چاہتا ہوگا کہ وہ آبدوز اسرائیل کے ہاتھ لگ جائے اور ولیو ہاورڈ اس سلسلے میں اپنے طور پر مصروف کار رہا تھا۔
بہرحال اب جو بھی صورت حالات ہوگئی تھی اس کا سامنا تو کرنا ہی تھا۔ ہوم منسٹر سے جو گفتگو ہوئی تھی، اس کے نتائج کا انتظار کرنا بھی ضروری تھا کیوں کہ میں نے اس کے لیے ان سے وعدہ کرلیا تھا چنانچہ بقیہ وقت میں نے ہر قسم کی فکر سے بے نیاز ہوکر گزارا۔
ایک کیبن میرے لیے مخصوص کردیا گیا تھا۔ وزیر داخلہ نے میرے بارے میں جہاز پر موجود لوگوں کو شاید ہدایت کردی تھی۔ کیبن میں لیٹے ہوئے مجھے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ سنہرے بالوں والی ایک دراز قامت لڑکی ایک خوبصورت لباس پہنے ہوئے میرے پاس آئی۔
"میرا نام شیلا ہے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ کی ضروریات کا خیال رکھوں اور آپ کو تنہائی محسوس نہ ہونے دوں۔"
میں نے گہری نگاہوں سے لڑکی کا جائزہ لیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "تو گویا دوسرے لفظوں میں آپ کو میرا نگراں مقرر کیا گیا ہے۔"
شیلا نے ایک لمحے کو چونک کر میری سمت دیکھا، پھر مسکراتے ہوئے میرے سامنے بیٹھ گئی اور بولی۔ "یقیناً یہی بات ہے مسٹر علی یار! میرا تعلق ہوم ڈیپارٹمنٹ کے ایک مخصوص محکمے سے ہے جس کے سپرد اسی انداز کی ذمے داریاں کی جاتی ہیں۔ میں اس بات کو حماقت سمجھتی ہوں کہ کسی سمجھ دار انسان کے سامنے اپنی شخصیت کو چھپانے کی کوشش کروں۔ ظاہر ہے، آپ کوئی معمولی شخصیت نہیں ہیں کہ آپ کو الٹی سیدھی باتیں کرکے مطمئن کیا جاسکے۔ انتظامیہ کی ایک رکن ہونے کی حیثیت سے تھوڑی بہت معلومات مجھے آپ کے بارے میں حاصل ہیں۔ مجھے یہی ہدایت کی گئی ہے کہ آپ کے ساتھ رہوں اور آپ کی ہر ایسی کارروائی پر نگاہ رکھوں جو آپ کو یہاں سے فرار ہونے میں مدد دے سکے۔ میں نے پوری سچائی سے آپ کو اپنے بارے میں بتادیا ہے مسٹر علی! کیا آپ بھی ایک دوست کی حیثیت سے مجھ سے گفتگو کرنا پسند کریں گے؟"
"آپ جانتی ہیں مس شیلا کہ میں اس کے لیے مجبور ہوں۔ بہرحال، ایک سوال کا جواب دیجیے۔"
"جی جی، ضرور۔"
"کیا آپ کو یہ بتادیا گیا ہے کہ آپ کے ملک کا دوست ہونے کے باوجود مجھ پر اچانک عتاب کیوں نازل کردیا گیا ہے؟"
"نہیں، اس کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی اور میں یہ جاننے کی خواہش مند بھی نہیں ہوں۔ میں صرف اپنا فرض انجام دینا چاہتی ہوں۔"
شیلا کافی دیر تک میرے پاس رہی اور اس کے بعد چلی گئی۔
تقریباً تیس گھنٹے مجھے اس جہاز پر گزارنے پڑے اور اس وقت دن کے دس بجے تھے جب شیلا نے میرے پاس آکر کہا۔ "ایک ہیلی کاپٹر آپ کو لینے کے لیے ابھی ابھی جہاز پر اترا ہے۔ آپ نے یقیناً اس کی آواز سن لی ہوگی چنانچہ تیار ہوجائیے۔"
"مجھے کہاں لے جایا جائے گا؟"
"وہاں جہاں ہمارے محکمے کے خصوصی لوگ آپ کے منتظر ہیں۔"
تھوڑی دیر کے بعد میں باہر نکل آیا۔ شیلا مجھے لیے ہوئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیلی کاپٹر تک آئی، یہاں تین آدمی میرا انتظار کر رہے تھے، میں نے اپنے نگرانوں کو پوری طرح مسلح محسوس کیا تھا۔ بولڈ بک چہرے سے وہ سخت گیر آدمی معلوم ہوتے تھے۔ ہیلی کاپٹر کا پائلٹ بھی تنومند آدمی تھا۔ اور غالباً کسی خصوصی محکمے سے متعلق تھا۔ شیلر نے ہاتھ ہلاتے ہوئے مجھے رخصت کیا اور میں ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گیا۔

میرے تینوں ساتھی میرے ساتھ ہی ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئے تھے۔ پائلٹ نے مشین اسٹارٹ کی تو میں نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک سے کہا۔ "مسٹر! یہ بات تم بخوبی جانتے ہو گے کہ ہمارے دشمن پہلے بھی ہمارے خلاف کارروائی کر کے ایک ہیلی کاپٹر اور اس کے پائلٹ کو ختم کر چکے ہیں۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ تم مجھے منزلِ مقصود تک لے جانے میں کامیاب ہو جاؤ گے؟"

"آپ اطمینان رکھیں جناب، اس کے لیے مناسب بندوبست کر لیے گئے ہیں۔" میرے نزدیک بیٹھے ہوئے شخص نے نرمی سے کہا اور میں خاموشی سے باہر کا نظارہ کرنے لگا۔

ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہونے کے بعد ایک سمت روانہ ہو گیا تھا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ پائلٹ نے ہیلی کاپٹر کو کافی بلند کر لیا ہے تاکہ نیچے سے کی ہوئی کوئی تخریبی کوشش کارگر نہ ہو سکے۔ بیس منٹ کا سفر تھا۔ ہم تھوڑی ہی دیر کے بعد شہری علاقے پر پرواز کر رہے تھے اور پھر ہیلی کاپٹر نیچے اترنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک وسیع عمارت کے کمپاؤنڈ میں رک گیا۔ بلندی سے میں نے عمارت کے گرد سخت پہرا دیکھا تھا۔

یہاں چند افراد نے ہمارا خیرمقدم کیا۔ میں ان میں سے کچھ کی شکلیں پہچانتا تھا۔ یہ اس وقت ہمارے ساتھ میٹنگ میں شریک تھے جب پہلی بار یہاں ہماری پذیرائی ہوئی تھی۔ اندر سے آنے والے ایک شخص کو میں نے بغور دیکھا۔ یہ مسٹر آئین شلاٹر تھے۔ انھوں نے آگے بڑھ کر پرجوش انداز میں مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "علی! تمہارے بارے میں ہماری رائے پہلے بھی غلط نہیں تھی لیکن تمہارے اس پرسکون انداز نے ہمارے دلوں میں مزید اطمینان پیدا کیا ہے۔" میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے بعد مجھے ایک بڑے ہال نما کمرے میں پہنچا دیا گیا جہاں ایک لمبی میز کے گرد کچھ افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے ساتھ آنے والے کچھ افراد بھی اس میٹنگ میں شامل ہو گئے اور مجھے ایک کرسی پیش کر دی گئی۔

وزیرِ داخلہ کے علاوہ اس میٹنگ میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو انھی کے ہم پلہ معلوم ہوتے تھے۔ ان تمام افراد کی تعداد اٹھارہ کے قریب تھی۔ شاید انیسواں فرد میں تھا۔ کچھ کرسیاں خالی بھی رہ گئی تھیں۔

ہال کا دروازہ بند کر دیا گیا، پھر وزیرِ داخلہ نے اس میٹنگ کا آغاز کرتے ہوئے کہا: "یہ میٹنگ تمہارے ہی سلسلے میں بلائی گئی ہے علی یار خان اور اس میں ہمیں تمہارے ہی بارے میں فیصلہ کرنا ہے۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ گرین پول کے نمائندوں نے میڈم مارٹینا کو اغوا کر لیا ہے، ہماری ایک خصوصی رکن تارینا ہارڈو قتل کر دی گئی ہے۔ کچھ اور ایسے ہی حادثات ہوئے ہیں جو ہمارے لیے انتہائی اذیت و پریشانی کا باعث ہیں۔ چونکہ گرین پول کا تعلق تہذیب مالکم ایکس سے تھا اور تہذیب مالکم ایکس کا تعلق تم سے، چنانچہ تمہیں بھی اس سلسلے میں ملوث سمجھا گیا۔ تارینا ہارڈو کے قتل کے بارے میں اب تک جو شواہد ہمیں ملے ہیں، ان سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ جب تارینا ہارڈو کو قتل کیا گیا تو وہاں تمہارے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ یہ بات بھی علم میں آ چکی ہے کہ تہذیب مالکم ایکس اس وقت اس عمارت میں موجود... نہیں تھی۔"

"جناب والا! درمیان میں مداخلت کرنا گو اچھی بات نہیں ہے لیکن یہاں میں آپ کی گفتگو میں مداخلت کرتے ہوئے آپ سے یہ سوال ضرور کروں گا کہ اس بات کا علم کس طرح ہوا کہ تہذیب مالکم ایکس اس وقت وہاں موجود نہیں تھی؟"

"کچھ شواہد ایسے بھی ملے ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ کچھ لوگ اس عمارت [illegible] تھے۔ اور پراسرار انداز میں تہذیب مالکم ایکس کے ساتھ واپس چلے گئے۔"

"جن لوگوں نے آپ کو یہ اطلاعات فراہم کی ہیں، کیا انھوں نے پہلے یہ بتانا مناسب نہیں سمجھا تھا؟"

"نہیں۔ وہ غیر متعلق لوگ تھے۔"

"تو کیا انھوں نے یہ نہیں بتایا کہ تہذیب مالکم ایکس کس انداز میں ان لوگوں کے ساتھ گئی تھی؟"

"وہ زیادہ تفصیل سے اس واقعے کے بارے میں نہیں جانتے۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تہذیب مالکم ایکس کو وہاں سے اغوا کیا گیا ہو اور وہ اپنے طور پر ان لوگوں کے ساتھ نہ گئی ہو؟" میں نے اپنے خدشات کا اظہار کیا۔

"آپ کی بات ایک مفروضے کی حیثیت سے تو

قابلِ غور ہے لیکن کوئی ثبوت نہ ہونے کے باعث اسے تسلیم کرنا ممکن نہیں۔ پھر یہ بھی تو سوچا جا سکتا ہے کہ تہذیب مالکم ایکس نے ان لوگوں سے رابطہ قائم کر کے انھیں وہاں طلب کیا ہو اور پھر وہ اُن کے ساتھ چلی گئی ہو۔"

"یہاں پھر میں ایک سوال کروں گا جنابِ عالی!" میں نے مؤدبانہ انداز میں کہا: "اگر تہذیب مالکم ایکس نے ان لوگوں کو وہاں طلب کیا تھا جہاں وہ خود بے بس اور قید تھی تو پھر وہ ذریعہ کون سا تھا جس کی مدد سے اس نے انھیں وہاں اپنی موجودگی کی اطلاع دی اور طلب کیا؟ اگر وہ اس عمارت میں اتنی ہی بااختیار تھی تو پھر باہر سے کسی کو بلانے کے بجائے خود وہاں سے نکل سکتی تھی، باہر سے آئے ہوئے افراد کا داخلہ ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ ان کے ارادے خطرناک تھے اور تہذیب ان کے ہمراہ رضامندی سے نہیں گئی بلکہ اُسے اغوا کیا گیا ہے۔"

وزیرِ داخلہ پوری سنجیدگی سے میری بات سن رہے تھے۔ ایک لمحے کے لیے ان کی پیشانی پر شکنیں ابھر آئی تھیں، پھر انھوں نے ایک بھاری بھرکم شخص کی طرف دیکھ کر کہا جس کے جبڑے کسی بل ڈاگ کی طرح نیچے لٹکے ہوئے تھے۔ "آپ اس پوائنٹ کو نوٹ کریں۔" بھاری بھرکم شخص نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی تھی۔

میں نے پُرزور لہجے میں کہا: "میں اپنے اس موقف سے شاید زندگی کے آخری لمحے تک دستبردار نہیں ہو سکتا جناب کہ تہذیب مالکم ایکس نے کسی طور بھی گرین پول سے رابطہ قائم نہیں کیا۔ آپ حضرات یقیناً میری اور تہذیب کی گزشتہ زندگی کے بارے میں معلومات رکھتے ہوں گے، اس کی روشنی میں میرے کردار کے بارے میں اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔"

"مسٹر علی یار خان! ہم آپ کے لیے دل میں نیک جذبے رکھتے ہیں اور آپ کے سابقہ کردار کو نظرانداز نہیں کر سکتے، نہ ہی اس بات کو کہ آپ نے ہماری بھرپور مدد کی ہے، اور درحقیقت یہ آپ ہی کا تعاون تھا کہ ہم ایک بڑے عالمی بحران سے بچ گئے۔ جہاں تک آپ کا تعلق ہے تو آپ کو برکلے یونیورسٹی کیلی فورنیا کی زندگی سے لے کر بیروت کی زندگی تک اور پھر وہاں سے نکل آنے کے بعد گوٹے بل اور ہائل جو شیو کے معاملات تک نہایت مخلص اور دیانتدار پایا گیا ہے۔ آپ کے بارے میں ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ تنظیم آزادیٔ فلسطین سے آپ کسی قدر برگشتہ ہو گئے ہیں۔"

"جب آپ کو یہاں تک معلوم ہو چکا ہے مسٹر ہوم منسٹر تو شاید آپ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ تنظیم سے میری برگشتگی کی بنیاد کیا تھی؟"

"نہیں، یہ حقیقت ہے کہ ہم اس کی تفصیل سے لاعلم ہیں۔"

"کاش آپ کو یہ معلوم ہو جاتا تو مجھے اپنے بارے میں وضاحت کرنے میں بڑی آسانی ہو جاتی۔"

"آپ یہ تفصیل خود بھی ہمیں بتا سکتے ہیں۔" آئین شلاٹر نے کہا۔

"خود میں اپنے بارے میں اب جو کچھ بھی بتاؤں گا، آپ کے لیے وہ اتنا زیادہ اہم نہیں ہو گا جتنا خود اپنے ذرائع سے حاصل شدہ معلومات ہو سکتی ہیں۔"

"ہم یہ کہنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے مسٹر علی یار خان کہ ان معاملات سے آپ کو لاتعلق قرار دیا جا سکتا ہے لیکن جہاں تک تہذیب مالکم ایکس کا تعلق ہے تو ہم اسے کسی صورت نظرانداز نہیں کر سکتے۔ تہذیب مالکم ایکس، گرین پول کی صرف نمائندہ ہی نہیں بلکہ ایک طرح سے اس کی سربراہ رہ چکی ہے، اس کا عہدہ گرین پول میں خاصا اہم تھا۔ اس نے گرین پول کے لیے بے شمار ملکوں میں مجرمانہ کارروائیاں کی ہیں۔ وہ جانتی ہے کہ جرم کیسے کیا جاتا ہے۔ گوٹے بل میں وہ تم سے متاثر ہو گئی تھی لہٰذا اس نے خود کو تم سے وابستہ کر لیا اور ہائل جو شیو کی مہم میں اس نے پوری دیانت داری کے ساتھ کام کیا لیکن پھر اسے احساس ہوا کہ تم ایک لاابالی نوجوان ہو اور مالی طور پر اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ کیوں کہ ایک عظیم الشان رقم جسے حاصل کر کے تم تہذیب مالکم ایکس کے ساتھ ایک بہترین زندگی کا آغاز کر سکتے تھے، تم نے فلسطینیوں کے حوالے کر دی۔ تہذیب مالکم ایکس تمہارے اس فیصلے پر خوش نہیں ہوئی۔ لیکن اس نے اپنے طور پر گرین پول سے رابطہ قائم کر لیا اور ہائل جوشیو کی بے انتہا دولت سمیٹنے کے لیے اس کے شانہ بشانہ عمل کرنے پر تیار ہو گئی اور پھر اس کے اس منصوبے کے تحت یہ تمام واقعات ظہور پذیر ہوئے جو ہمارے لیے سخت پریشانی اور اذیت کا باعث بنے۔ لہٰذا تہذیب مالکم ایکس کو ہم کسی طور بھی بری الذمہ قرار نہیں دے سکتے۔ تمہارے بارے میں ہمارے متعدد لوگوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں ان معاملات میں ملوث کرنا ناسپاسی ہے، چنانچہ تمہاری خدمات کو تسلیم کرتے ہوئے یہ طے کیا گیا ہے کہ ہم تمہیں اپنی نگرانی میں بیروت واپس پہنچا دیں، اور اس کے بعد تم سے درخواست کریں کہ تہذیب مالکم ایکس کے معاملے کو ہم لوگوں پر چھوڑ دیا جائے۔ اگر تم نے اس میں مداخلت کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کوشش کی علی یار خان، تو پھر تمہارے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی جائے گی۔ ہمارے پیش نظر ایک صورت یہ بھی رہی ہے کہ ممکن ہے گرین پول، تہذیب مالکم ایکس کی موجودہ پوزیشن سے واقف ہونے کے بعد اسے بلیک میل کرنے پر آمادہ ہو گئی ہو اور اس میں تہذیب مالکم ایکس کے سامنے تمہاری زندگی کا سوال بھی ہو۔ چنانچہ تہذیب اپنے ذہنی و قلبی رشتوں کی بنیاد پر گرین پول کا ساتھ دینے کے لیے مجبور ہو گئی ہو اور اس کا مالی مفاد وابستہ نہ ہو۔ لیکن ہم ایسے ذاتی معاملات کو اپنے ملکی مفاد پر ترجیح نہیں دے سکتے چنانچہ تہذیب مالکم ایکس ہماری نگاہوں میں مجرم ہے اور اب ہم اپنے طور پر اس معاملے کو نمٹائیں گے تم اس سنہری پیشکش سے فائدہ اٹھاؤ اور بیروت چلے جاؤ۔"

"یہ ناممکن ہے مسٹر منسٹر! تہذیب کو ساتھ لیے بغیر میں یہاں سے جانا پسند نہیں کروں گا۔ ہاں، ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اس معاملے کو نمٹانے کے لیے میں آپ کو اپنی خدمات پیش کر دوں، جس طرح ہائل جوشیو کے خلاف میں نے آپ کا ساتھ دیا ہے، اسی طرح تہذیب مالکم ایکس کی پوزیشن صاف کرنے کے لیے مجھے کام کرنے کا موقع دیا جائے۔"

"نہیں۔ میں نے یہ سوال بھی اٹھایا تھا لیکن ہم یہ خطرہ مول نہیں لے سکتے چوں کہ کچھ شبہات آپ کے بارے میں بہر حال برقرار رہ جاتے ہیں۔"

"تو پھر کیا یہ ضروری ہے کہ مجھے بیروت ہی روانہ کیا جائے کہیں اور بھی جا سکتا ہوں میں؟"

"تم اس کی درخواست کر سکتے ہو، اس پر غور کر لیا جائے گا لیکن تمہاری وہ بات درمیان میں رہ گئی، تم نے کہا تھا کہ تمہاری تنظیم آزادیٔ فلسطین سے برگشتگی کی وجہ معلوم کر لی جاتی تو شاید تمہاری پوزیشن کچھ بہتر ہو جاتی۔"

"ہاں، یہ مناسب ہوگا کہ اب میں آپ کو اس سازش کے بارے میں بتا دوں جو کی گئی ہے۔ حالاں کہ میں جانتا ہوں کہ موجودہ صورت حال میں میرے بیان کو زیادہ اہمیت نہیں دی جائے گی اور میں آپ لوگوں کے خیالات کو بدلنے میں کامیاب نہیں ہو سکوں گا لیکن مجھے اب اس بات کی پروا بھی نہیں ہے۔ اس مرحلے پر میں صرف اظہار واقعی کو ضروری سمجھتا ہوں۔ جناب عالی! اگر میں آپ سے یہ کہوں کہ آپ کے خلاف نہیں بلکہ اسرائیلی مفاد کے لیے ایک گہری سازش کی گئی ہے تو کیا آپ اس پر یقین کر لیں گے؟"

"یہ سازش کس نے کی ہے؟" وزیر داخلہ نے فوراً ہی سوال کیا۔

"ہم اس میں امریکی حکومت کو ملوث قرار دے سکتے ہیں اور اگر اس سے چشم پوشی کی جائے تو کم از کم سی آئی اے کے اس نمائندے کو میں ضرور مجرم قرار دوں گا جس کا نام اولیو پاورڈ ہے۔ امریکی یہودیوں کا پروردہ یہ شخص کیلی فورنیا سے گوئٹے ہل تک اور وہاں سے ہائل جوشیو کے جزائر تک اور اس سے پہلے نجانے کہاں کہاں میرا حریف رہا ہے صرف اس بنیاد پر کہ میں نے امریکا میں ایرن ہال کے اجتماع میں یہودیوں کا کچا چٹھا کھول کر رکھ دیا تھا۔ بہر حال وہ ایک غیر متعلق بات ہے مگر اس بات کو کسی قیمت پر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ ڈمبر نامی جہاز پر جسے آپ کی آبدوزوں نے تباہ کیا، ایک میٹنگ ہوئی تھی جس میں ہائل جوشیو سے آبدوز کے بارے میں سودے کی تکمیل کی گئی تھی۔ میں اس میٹنگ میں ایک اسرائیلی ایجنٹ کی حیثیت سے ہی شریک تھا اور وہاں میں نے اولیو پاورڈ کو بھی دیکھا تھا جو یہودی مفادات کی نگرانی کر رہا تھا۔ میں اسے امریکی سازش اس لیے قرار دیتا ہوں کہ جو آبدوز سمندر میں غرق کرنے کے لیے بھیجی گئی تھی اس کے حصول کے لیے اسرائیلی اپنی تمام قوت صرف کیے ہوئے تھے۔ امریکی حکام نے ان کی مدد کرنے کے لیے یا پھر امریکی یہودیوں نے اس آبدوز کو اسرائیل تک پہنچانے کے لیے اولیو پاورڈ کا انتخاب کیا اور ہائل جوشیو کو اس کے لیے مجبور کر دیا گیا کہ آبدوز اسرائیل کے حوالے کر دی جائے۔ اس طرح حکومت امریکا اسرائیل کو کیمیاوی ہتھیاروں کی فراہمی اور ان کی تیاری کے لیے بلاواسطہ امداد نہ دیتے ہوئے بھی اسے یہ امداد فراہم کرنا چاہتی تھی۔ اگر یہ بات منظر عام پر آ جاتی تو یہ کہہ کر دامن بچایا جا سکتا تھا کہ یہ اسرائیل اور ہائل جوشیو کے درمیان ایک ذاتی معاملہ تھا۔ جب وہ لوگ اس کوشش میں ناکام ہو گئے تو میرے اور تہذیب مالکم ایکس کے خلاف انتقامی کارروائی کی گئی۔ اولیو پاورڈ نے یہ کارروائی گرین پول کی مدد سے کی چونکہ تہذیب مالکم ایکس... گرین پول کی عتاب زدہ تھی۔ پاورڈ براہ راست بھی اس کارروائی میں حصہ لے سکتا تھا لیکن اس طرح اس کی اور حکومت امریکا کی پوزیشن مشکوک ہو جاتی اور ان سے یہ سوال کیا جا سکتا تھا کہ وہ ہمارے خلاف کیوں سرگرم عمل ہیں؟ مسٹر ہوم منسٹر! میں آپ سے صاف الفاظ میں یہ بات کہہ دینا چاہتا ہوں کہ اگر تہذیب مالکم ایکس واضح طور پر مجرم ثابت ہو جائے اور جیسا کہ میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ میں اس صورت میں سزا کے طور پر اس کی گردن کاٹ کر آپ کے سامنے پیش کر دوں گا یا پھر میں اپنی کوششوں سے اسے بے گناہ ثابت کر دوں گا

اور اس کی پوزیشن آپ کی نگاہوں میں صاف کرنے کے بعد اسے یہاں سے باعزت طریقے سے لے کر چلا جاؤں گا۔ اس سے قبل میری یہاں سے واپسی ممکن نہیں ہے۔"

ایک دوسرے شخص نے آہستہ سے میز بجائی اور مضطربانہ انداز میں بولا "علی یار خان نے امریکی حکومت پر جو الزام لگایا ہے وہ ناقابل برداشت ہے، ہم اس الزام کو کسی طور تسلیم نہیں کر سکتے۔ ظاہر ہے، مسٹر علی یار خان کو اپنے دفاع کے لیے کوئی نہ کوئی کہانی تو گھڑنا ہی تھی۔ رہا تہذیب مالکم ایکس کا معاملہ تو اسے کسی صورت بھی معاف نہیں کیا جا سکتا۔ کیوں کہ اس تمام فتنے کا سبب وہی ہے۔ موجودہ صورت حال میں ہم یہ بھی ضروری نہیں سمجھتے کہ اپنے اندرونی معاملات میں کسی بیرونی شخص کی امداد حاصل کریں۔ جو کام مسٹر علی یار خان کرنا چاہتے ہیں، وہ ہم اپنے طور پر بھی کر سکتے ہیں۔ ان کو اس بات کی اجازت کبھی نہیں دی جا سکتی کہ وہ یہاں آزادانہ طور پر کوئی کارروائی کریں۔ اس طرح امن عامہ کی فضا خراب ہو سکتی ہے۔"

"محترم! کیا میں آپ کو وہ وقت یاد دلاؤں جب آپ ہی کے ادارے کی ایک رکن مس تارینا پاورڈو نے مجھ سے ہائل جوشیو کے خلاف امداد طلب کی تھی اور جس کے نتیجے میں آج میں یہاں تک پہنچا ہوں۔ یہ تو کھلی ہوئی خود غرضی ہے کہ اپنی مجبوریوں کے تحت تو آپ مجھ سے تعاون کی درخواست کر سکتے ہیں لیکن ایک مشترکہ مفاد کے معاملے میں میری تعاون کی پیش کش کو کوئی اہمیت نہیں دیتے، بلکہ اسے اپنا اندرونی معاملہ قرار دے کر اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں! بہر طور میں آپ پر یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر آپ نے مجھے یہاں سے نکال بھی دیا تو میں زیادہ عرصے تک آپ سے دور نہیں رہ سکوں گا۔ میں واپس آؤں گا اور تہذیب کے سلسلے میں اپنی ذمے داری پوری کروں گا اور یہ بھی ذہن نشین کر لیجیے آپ لوگ کہ اگر اسے کوئی نقصان پہنچ گیا تو بہترین جذبات جو اب تک آپ کے لیے میرے دل میں موجود ہیں، فنا ہو جائیں گے اور میں آپ سے انتقام لینے پر اتر آؤں گا۔"

وہ شخص جس نے اعتراض کیا تھا اور جس کے عہدے اور پوزیشن کے بارے میں مجھے نہیں معلوم تھا لیکن جس کی آواز پر ہوم منسٹر خاموش ہو گئے تھے، تلملا کر اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا۔ "اب یہ معاملہ مجھے اپنے ہاتھ میں لینا ہوگا۔ آپ تمام حضرات نے یہ بات سن لی ہے کہ علی یار خان، تہذیب کے لیے ہم سے انتقام لینے کی بات کرتا ہے، ہم اس شخص کو اس غیر ملکی شخص کو اپنے وطن میں کسی مجرمانہ کارروائی کی اجازت نہیں دے سکتے۔ اس کے بیان کی بنیاد پر میں اسے اپنی حراست میں لیتا ہوں۔"

"میرا خیال ہے علی یار خان کو سوچنے کے لیے کچھ مناسب وقت دیا جائے۔ ہم صرف اس صورت میں ان سے تعاون کر سکتے ہیں کہ یہ اپنی مرضی سے بیروت روانہ ہونے کے لیے تیار ہو جائیں۔ اگر یہ اس پر آمادہ ہو جاتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ ہم انھیں آہنی سلاخوں کے پیچھے پہنچا دیں گے۔" وزیر داخلہ نے کہا۔

"میں معذرت خواہ ہوں مسٹر آئن شلائٹر! آپ انھیں یہ مہلت ضرور دیجیے لیکن اس دوران یہ میری تحویل میں رہیں گے اور ان کو سخت نگرانی میں رکھا جائے گا۔"

"میں اس میں کچھ رعایت چاہتا ہوں۔" وزیر داخلہ نے کہا۔

"افسوس! اب رعایت کی گنجائش نہیں رہی۔" اس شخص نے کہا۔ بعد میں مجھے علم ہوا کہ وہ وزیر دفاع تھا۔ مسٹر آئن شلائٹر خاموش ہو گئے لیکن ان کے چہرے پر میں نے ناگواری کے اثرات صاف محسوس کیے تھے۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ وہ مجھ سے متاثر تھے۔ جب کہ وزیر دفاع امریکا نواز معلوم ہوتا تھا اور یقیناً میرے لیے خطرات کا باعث تھا۔ میرے بارے میں فیصلہ ہو گیا اور اب اس فیصلے میں کسی قسم کی ترمیم کی گنجائش نہیں تھی چنانچہ مسلح افراد کو طلب کر لیا گیا جنھوں نے مجھے اپنی تحویل میں لے لیا اور اس طرح میں اس میٹنگ ہال سے باہر نکل آیا۔ عمارت بہت وسیع تھی جس میں یہ میٹنگ منعقد کی گئی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے ایک کمرے میں پہنچا دیا گیا اور دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا۔

یہ چھوٹا سا آرام دہ کمرہ تھا۔ میں ایک کوچ پر بیٹھ کر اپنے اس اقدام کے بارے میں سوچنے لگا۔ دل اندر سے گواہی دے رہا تھا کہ مصلحتاً بھی ان کی یہ پیش کش قبول نہیں کی جا سکتی تھی میں نے جو کچھ کیا تھا، صحیح کیا تھا۔ پندرہ منٹ سے زیادہ نہیں گزرے تھے کہ مجھے اس کمرے سے بھی نکال لیا گیا۔ وہ لوگ مجھے اپنی تحویل میں لے کر عمارت کے کمپاؤنڈ میں کھڑی ہوئی ایک بند گاڑی کی طرف چل پڑے۔ مجھے کہیں اور منتقل کیا جا رہا تھا۔ میں خاموشی سے ان کے احکامات کی تعمیل کر رہا تھا۔ فی الحال میرا ارادہ کوئی قدم اٹھانے کا نہیں تھا اور یہ مناسب وقت بھی نہ تھا۔ پھر فوری طور پر مجھے اپنے بارے میں کسی قسم کی کوئی فکر بھی نہیں تھی۔ ذہن میں یہ احساس ضرور تھا کہ ان لوگوں نے میرے احسان کے بدلے میں میرے ساتھ جو سلوک کیا تھا اس کے بعد یہ بھی کسی بہتر سلوک کے مستحق نہیں تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بند گاڑی اسٹارٹ ہو کر چل پڑی اور کپاؤنڈ سے باہر نکل آئی۔ چاروں مسلح افراد پچھلے حصے میں میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اگلی سیٹ پر صرف ڈرائیور تھا۔ میرے اندازے کے مطابق گاڑی نے تقریباً ایک فرلانگ کا فاصلہ طے کیا تھا کہ دفعتاً ایک دھماکا ہوا اور گاڑی کا پچھلا حصہ زمین کی طرف جھک گیا۔ ٹائر برسٹ ہو گیا تھا۔ اندر بیٹھے ہوئے چاروں افراد چونک پڑے۔ ڈرائیور نے گاڑی کو سڑک پر ایک سائیڈ میں روک دیا۔ پیچھے بیٹھے ہوئے لوگ ڈرائیور سے اس صورتِ حال کے بارے میں معلوم کرنے لگے تو اس نے جواب دیا کہ پچھلا ٹائر پھٹ گیا ہے۔

"بے وقوفی" پیچھے بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک نے کہا اور عقبی دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔ باقی تین افراد اندر ہی بیٹھے رہے تھے۔ دفعتاً دو دھماکے مزید سنائی دیے اور دو چیخیں ابھریں۔ اندر بیٹھے ہوئے لوگ جو مجھ پر نگاہ جمائے ہوئے تھے بے اختیار ہو کر پچھلے دروازے سے باہر کود گئے لیکن ان کے نیچے کودتے ہی دو فائر ہوئے اور ان کی دلخراش چیخیں فضا میں ابھر گئیں۔ چوتھا آدمی جو ان کے ساتھ ہی باہر کودا تھا، بدحواسی کے عالم میں واپس پلٹا لیکن اب میرا خاموش تماشائی بنے رہنا بھی مناسب نہیں تھا چنانچہ میری زوردار لات اس کے منہ پر پڑی اور وہ پلٹ کر نیچے جا گرا۔ میں نے فوراً ہی وین سے باہر نکلنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ڈرائیور اپنی جگہ ساکت و جامد تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لیے تھے۔ اس صورتِ حال سے وہ بری طرح بوکھلا گیا تھا۔

اچانک ہی ایک گاڑی اس بند وین کے عقبی دروازے کے قریب آ کر رک گئی۔ پھر اس میں سے تین نقاب پوش نیچے اترے۔ ان کے چہرے سرخ نقابوں میں پوشیدہ تھے۔ ایک نے پیچھے آ کر کہا "جلدی سے نیچے آؤ، ہم کیا بیٹھے انتظار کر رہے ہو، باہر آؤ اب"۔ میں ذہنی طور پر ان سے تعاون کے لیے تیار ہو چکا تھا۔ یقیناً وہ میری رہائی کے لیے ہی آئے تھے چنانچہ میں پھرتی سے نیچے آ گیا اور ان کی گاڑی میں سوار ہو گیا۔

وہ گاڑی ایک نشیب سے ابھر کر اوپر آئی تھی۔ ایک گاڑی اور بھی سڑک کے نشیب ہی سے اوپر آ رہی تھی، یہ جیپ تھی۔ میرے ساتھ گاڑی میں دو نقاب پوش دائیں بائیں بیٹھ گئے۔ تیسرے نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ میں نے عقب میں دیکھا، وہ جیپ بھی ہمارے پیچھے چلی آ رہی تھی جو اس گاڑی کے بعد نشیب سے اوپر آئی تھی۔ اس میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔

تقریباً تین چار میل چلنے کے بعد دونوں گاڑیاں ایک عمارت کے قریب رک گئیں۔ مجھے نیچے اتارا گیا۔ عمارت کے دروازے پر ایک ٹرک کھڑا ہوا تھا جس کے بغلی حصے پر کوئی مونوگرام بنا ہوا تھا۔ غالباً کسی کمپنی کا ٹرک تھا۔ مجھ سے فوراً ہی ٹرک کے عقبی حصے میں چڑھ جانے کے لیے کہا گیا۔ میرے اندر بیٹھتے ہی ٹرک اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گیا۔ اس بار پانچ چھ آدمی میرے پاس آ گئے تھے۔ انھوں نے اطمینان سے اپنے چہروں سے نقابیں اتار کر رکھ دیں۔ سب کے سب مقامی معلوم ہوتے تھے اور ان کے چہرے میرے لیے قطعی اجنبی تھے۔

ٹرک جب کافی دور نکل آیا تو ان میں سے ایک نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا: "اس تعاون کے لیے شکریہ علی یار خان!"

"آپ لوگوں نے مجھے رہا کرایا ہے اس لیے شکریہ تو مجھے ادا کرنا چاہیے۔ کیا میں اپنے محسنوں سے متعارف ہو سکتا ہوں؟"

"ہمارے ہاں تعارف کا رواج نہیں ہے۔" اس شخص نے ایک تیکھی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"آپ کی مرضی، ویسے میں اسے زیادتی تصور کرتا ہوں۔ چونکہ آپ نے مجھے علی یار خان کہہ کر مخاطب کیا ہے اس کا مطلب ہے کہ آپ تو مجھے جانتے ہیں لیکن میں آپ میں سے کسی کو بھی نہیں جانتا۔"

"بعض اوقات نہ جاننا بھی بے فوائد کا حامل ہوتا ہے مسٹر علی یار خان۔" اس شخص نے کہا اور اس کے بعد خاموش ہو گیا۔

میرے ذہن میں اب ان کے بارے میں متضاد خیالات آنے لگے تھے۔ کون ہو سکتے ہیں یہ؟ ایک ہی نام بار بار ذہن میں گردش کر رہا تھا۔ گرین پول۔ سیاسی تنظیم کے ممبر ہو سکتے تھے۔ سیٹھی حکومت کی تحویل سے چھڑا کر بھی انھوں نے میرے خلاف سازش ہی کی تھی۔ اس طرح مجھے بھی اپنی تحویل میں لے لیا تھا اور مقامی حکومت کو بھی مجھ سے مزید بدظن کر دیا تھا۔

اس وقت مجھے حیرت ہوئی جب ٹرک ایک لمبا چکر کاٹنے کے بعد واپس شہر میں داخل ہو گیا۔ اب میں بھرے پُرے بازار اور پُررونق سڑکیں دیکھ سکتا تھا۔ ان لوگوں نے بھی شاید یہ اندازہ کر لیا تھا کہ میں ان سے کسی قسم کا تعرض کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا اس لیے وہ میری طرف سے بہت زیادہ محتاط نہیں تھے۔ کئی دفعہ مجھے اس قسم کے مواقع میسر آئے تھے جن سے میں فائدہ اٹھا کر فرار کی کوشش کر سکتا تھا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا تھا۔ صرف ایک خیال نے مجھے اس حرکت سے باز رکھا تھا اور وہ خیال تہذیب کا تھا کہ شاید ان لوگوں

کے ہمراہ چل کر تہذیب سے ملاقات ہو جائے۔

ٹرک ایک فیکٹری کے گیٹ میں داخل ہو گیا۔ یہ غالباً وہی فیکٹری تھی جس کا مونوگرام ٹرک کی بغلی سمت بنا ہوا تھا لیکن میں یہ نہ دیکھ سکا کہ اس فیکٹری کا نام کیا تھا۔ پھر ایک بہت بڑے گیراج میں داخل ہو کر ٹرک رک گیا۔ یہاں اتنی گنجائش تھی کہ پندرہ بیس ٹرک ایک ساتھ کھڑے ہو سکیں۔ پانچ چھ ٹرک یہاں موجود بھی تھے جن پر ویسے ہی مونوگرام بنے ہوئے تھے۔ ان لوگوں نے مجھ سے نیچے اترنے کی درخواست کی اور پھر مجھے اپنے ساتھ لیے ہوئے گیراج کے اگلے حصے کی طرف چل پڑے جہاں تین سیڑھیوں کو طے کرنے کے بعد شیشے کے بہت بڑے بڑے دروازے بنے ہوئے تھے۔ یہ خودکار دروازے تھے، ہمارے پہنچتے ہی کھل گئے اور ہم ایک بڑے ہال میں داخل ہو گئے۔ ہال میں کچھ میزیں لگی ہوئی تھیں اور کچھ لوگ بیٹھے ہوئے اپنا اپنا کام کر رہے تھے۔ میں ان کے ساتھ چلتا ہوا اس بڑے کمرے میں داخل ہو گیا جہاں ایک میز کے پیچھے ایک آدمی بیٹھا ہوا سگار کے گہرے گہرے کش لے رہا تھا۔ اس کے گردن ہلانے پر مجھے لانے والے واپس چلے گئے۔

بیٹھا ہوا شخص گنجے سر کا مالک تھا۔ اس کی آنکھوں پر انتہائی قیمتی فریم کا چشمہ تھا جس کی کمانیاں سونے کی معلوم ہوتی تھیں۔ جسم پر بیش قیمت سوٹ تھا اور ہاتھوں کی موٹی موٹی انگلیوں میں قیمتی انگشتریاں جگمگا رہی تھیں۔ اس نے سگار منہ سے نکال کر سامنے رکھے ہوئے حسین اور قیمتی ہاتھی دانت کے بنے ہوئے ایش ٹرے پر رکھ دیا، اور دونوں ہاتھ میز کی سطح پر رکھ کر گردن قدرے خم کرتے ہوئے بولا۔

"علی یار خان کو میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ تشریف رکھیے۔" اس نے سامنے پڑی ہوئی کرسیوں کی طرف اشارہ کیا اور میں طویل سانس لے کر ان کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گیا۔ "آپ کے لیے کچھ منگواؤں؟" اس نے سوال کیا۔

"آپ کو یقیناً اس بات کا علم ہو گا مسٹر... کہ میں کن حالات سے گزر کر یہاں تک پہنچا ہوں اور اس وقت میری سب سے بڑی خواہش یہی ہو سکتی ہے کہ مجھے اپنی یہاں آمد کا مقصد معلوم ہو جائے۔ یہی میری سعادت کے لیے سب سے بہتر چیز ہو گی۔"

"یقیناً لیکن کیا فی الوقت اتنا کہہ دینا کافی نہ ہو گا کہ ہم آپ کے دوست ہیں۔ اُن تمام لوگوں سے بالکل مختلف جو اس ملک میں ناسپاسی کے مجرم ہیں اور جن کی وجہ سے آپ کو ذہنی اذیت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔"

"اور آپ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ ابھی میں بدگمانی کے کس دور میں ہوں؟"

"ہاں آپ کا یہ کہنا بھی کسی حد تک درست ہے۔ میں آپ کو مختصراً اتنا بتا سکتا ہوں کہ آپ ایک بے حد معزز اور صاحبِ اثر شخصیت کے مہمان ہیں اور اسی شخصیت نے ہمیں حکم دیا تھا کہ آپ کو یہاں لے آیا جائے اور آپ کے قیام کا بہتر بندوبست کر دیا جائے چنانچہ اسی مقصد کے تحت آپ کو یہاں لایا گیا ہے اور یوں سمجھ لیجیے کہ یہ جگہ آپ کے لیے امن و سکون کی جگہ ہے یعنی جو کچھ آپ کرنا چاہتے ہیں، ہم اس سلسلے میں آپ کے معاون ثابت ہوں گے، اس کے ساتھ ساتھ ہی ہمارے اپنے کچھ مقاصد بھی ہیں جن کی تکمیل کے لیے آپ کو ہمارے ساتھ تعاون کرنا ہو گا۔ یہ امداد باہمی والی بات ہے۔ ہم سے تعاون کے سلسلے میں آپ کو مکمل اختیار ہو گا کہ ہماری پیشکش پر اچھی طرح غور و فکر کرنے کے بعد کوئی بھی فیصلہ کریں۔ میرا خیال ہے کہ آپ کے اطمینان کے لیے میری اتنی وضاحت کافی ہے۔"

"میں آپ کو کس نام سے مخاطب کر سکتا ہوں مسٹر!" میں نے پوچھا۔

"سن مین۔ مجھے میرے شناسا سن مین کے نام سے جانتے ہیں۔ یہ میرا اصلی نام نہیں ہے لیکن میں اپنا اصلی نام کسی کو نہیں بتاتا۔ ظاہر ہے آپ کو بھی نہیں بتاؤں گا۔ ہاں، رابطے کے لیے آپ بھی مجھے سن مین کہہ کر مخاطب کر سکتے ہیں۔"

"یقیناً میرا کام اسی سے چل جائے گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن کیا اس بڑی شخصیت کے بارے میں آپ مجھے کچھ نہیں بتائیں گے؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ——— یہ احکامات بھی مجھے اسی شخصیت سے ملے ہیں۔"

"ہوں، ٹھیک ہے، جیسا آپ مناسب سمجھیں۔"

"اب تو میں آپ سے آپ کی پسند کا کوئی مشروب پوچھ سکتا ہوں۔"

"ہاں۔ میں آپ کے ساتھ کافی پی سکتا ہوں۔"

اس نے میز میں لگا ہوا بٹن دبایا اور ایک آدمی کے اندر داخل ہونے پر کافی کے لیے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد کافی ہمارے سامنے سرو ہو گئی۔ میں خاموشی سے کافی کے گھونٹ لینے لگا۔ وہ بھی خاموش ہی رہا تھا، غالباً میرے بولنے سے پہلے کچھ نہیں بولنا چاہتا تھا۔ کافی ختم ہو گئی اور میں ہونٹ خشک کر کے اس کی جانب دیکھنے لگا۔

"تو اب میری ذمے داریاں کیا ہیں مسٹر سن مین؟"

"ہمارے اور آپ کے درمیان تعارف ہو گیا۔ آپ نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پُرسکون رہنے کا وعدہ کیا ہے، چنانچہ آپ کے آرام کا اسی عمارت کے ایک کمرے میں انتظام کر دیا جائے گا۔ اطمینان سے یہاں قیام کیجیے، ضرورت کی ہر چیز آپ کو یہاں فراہم ہو جائے گی لیکن اس کے باوجود اگر آپ کو کسی شے کی طلب ہو تو تکلف سے کام نہ لیں۔"

"مجھے میرے کمرے میں پہنچا دیا جائے۔" میں نے کہا اور وہ شخص کرسی سے اٹھ کر میز کے پیچھے سے باہر نکل آیا۔

"تشریف لائیے۔" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ اعلیٰ ساز و سامان سے آراستہ ایک قیام گاہ میں پہنچنے کے بعد سن مین نے کہا "یہاں کوئی بھی ایسی بات نہیں ہوگی جو آپ کی پسند اور مرضی کے خلاف ہو لیکن حالات کا تقاضا یہی ہے کہ آپ ہم سے مکمل طور پر تعاون کرتے رہیں۔ یہ ایک فیکٹری ہے اور یہاں کچھ صنعتی کام ہوتے ہیں، یہ حصہ جہاں آپ موجود ہیں، عام لوگوں کی پہنچ سے محفوظ ہے۔ یہاں ملازمین بھی موجود ہیں جو آپ کی خدمت کے لیے حاضر رہیں گے۔ لیکن براہِ کرم اس وقت تک یہاں سے باہر نہ نکلیے گا جب تک ہم سے مشورہ نہ کر لیں۔"

"ٹھیک ہے مسٹر سن مین! آپ اطمینان رکھیں، میں آپ کے ساتھ مکمل تعاون کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔

وہ باہر چلا گیا۔ میں نے گھوم پھر کر دیکھا۔ ہر طرح کی اشیائے ضروریات یہاں موجود تھیں۔ ایک ریک میں کچھ کتابیں لگی ہوئی تھیں۔ عام قسم کی کتابیں تھیں، جو فکشن اور پوئٹری سے متعلق تھیں۔ میں وہاں سے ہٹ کر ایک کرسی پر آ بیٹھا اور صورتِ حالات پر غور کرنے لگا۔ ان لوگوں نے جن کا سربراہ سن مین معلوم ہوتا تھا، مجھے حکومت کے شکنجے سے نکال لیا تھا کسی بڑے آدمی کے ایما پر اور یہ بڑا آدمی کون تھا اور میری جانب کیوں متوجہ تھا؟ اس کا مجھے کچھ علم نہیں تھا۔

یوں لگتا تھا جیسے میری کوئی حیثیت ہی نہ رہ گئی ہو، مختلف ہاتھوں میں ایک کھلونا بن کر رہ گیا تھا! پھر خیال آیا کہ شاید اس طرح بھی قدرت کو کوئی امتحان مقصود ہو؟ جذبوں کی صداقت کا، اس راہِ پُرخطر میں ثابت قدمی کا! ہاں ایسا ہو سکتا تھا کیوں کہ حالات دن بدن بد سے بدتر ہوتے جا رہے تھے، میں نے اپنے لیے جن راستوں کا انتخاب کیا تھا، ان میں خطرات کا اضافہ ہو رہا تھا۔ جن لوگوں کے لیے عمل کی دنیا میں آیا تھا وہی برگشتہ ہو گئے تھے، انھوں نے ہی اعتبار کرنا چھوڑ دیا تھا۔ ایسی صورتوں میں انسان کے قدم تو لڑکھڑا جاتے ہیں۔ وہ راہ سے بھٹک جاتا ہے۔ یقیناً اس موڑ پر میرے ایمانی جذبوں کا امتحان تھا، میں اس امتحان میں پورا اترتا ہوں یا نہیں، میں اپنے ان جذبوں کی صداقت ثابت کر سکتا ہوں کہ نہیں جن کے لیے میں نے اپنا مستقبل تاریک کر لیا تھا، یہی امتحان مجھے دینا تھا۔

تہذیب مالکم ایکس مجھے مل گئی تھی۔ اگر میں چاہتا تو ابتدا ہی میں اس ملک کی پیش کش قبول کر کے یہاں سے باہر نکل جاتا اور اس کے بعد یہ ساری کارروائیاں — شاید ان لوگوں کے لیے بھی ممکن نہ ہوتیں اور وہ ہم تک پہنچ بھی نہ پاتے۔ لیکن تہذیب نے خود بھی میرے فیصلوں کو بدلنے کی کوشش نہیں کی تھی، ہاں اس کی یہ خواہش ضرور تھی کہ جب ہم کسی منزل پر پہنچ جائیں گے تو ایک دوسرے کو اپنی زندگی میں شامل کر لیں گے، چنانچہ اسے شک کی نظر سے دیکھنا فضول تھا اور اب میں تہذیب کو دوسروں کے رحم و کرم پر ہرگز نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ خواہ اس کی مجھے کتنی ہی بڑی قیمت کیوں نہ ادا کرنا پڑے۔

مجھے اس بہت بڑے آدمی کا انتظار تھا جو میری رہائی کا باعث بنا تھا اور یہ انتظار مجھے تقریباً بیس گھنٹے کرنا پڑا۔ بیس گھنٹے گزرنے کے بعد اس وقت صبح ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی جب سن مین نے مجھ سے ملاقات کی اور بڑے انکسار سے کہا کہ کوئی مجھ سے ملنا چاہتا ہے، میں اس کے ساتھ چلوں۔ ناشتے وغیرہ سے میں فارغ ہو چکا تھا اس لیے سن مین کے ساتھ باہر نکل آیا۔ سن مین مجھے باہر لے جانے کے بجائے ایک اندرونی حصے میں لے گیا تھا، یہ غالباً فیکٹری کا بالکل عقبی حصہ تھا اور یہاں داخلے کے لیے شاید فیکٹری کا عقبی دروازہ بھی موجود تھا کیوں کہ جو شخص وہاں موجود تھا وہ لازماً اسی دروازے سے گزر کر اندر آیا ہوگا لیکن اس شخص کو دیکھ کر ایک لمحے کے لیے میں ششدر رہ گیا تھا، درحقیقت میں نے اس کے بارے میں نہیں سوچا تھا۔ یہ مسٹر آئن شلاشر تھے، خوبصورت لباس میں ملبوس اپنی مخصوص مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے انھوں نے بڑے پُرجوش انداز میں مجھ سے مصافحہ کیا۔

"تم مجھے دیکھ کر یقیناً حیران ہو گئے ہو گے علی یار خان! کیا میں تم سے پوچھ سکتا ہوں کہ تمھیں میری اس وقت یہاں آمد کی امید تھی یا اس دوران تم نے میرے بارے میں ایک بار بھی سوچا تھا؟"

"میں اعتراف کرتا ہوں مسٹر آئن شلاشر کہ میں نے آپ کے بارے میں بالکل نہیں سوچا تھا۔"

"ظاہر ہے تمھیں اس کی توقع نہیں ہوگی۔" مسٹر آئن شلاشر نے کہا اور ہم ایک صوفے پر بیٹھ گئے۔ میرے اور ان کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں تھا، سن مین واپس جا چکا تھا۔ "تمھاری حیرت رفع کرنے کے لیے میں سب سے پہلے تمھیں ایک بات بتانا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ کچھ مقامی حکام کے سامنے میں اسرائیل

نواز نہیں ہوں اور ان امریکی پالیسیوں سے سخت اختلاف رکھتا ہوں جو اسرائیل نواز ہیں۔ میں عربوں کے مقام کو اہمیت دیتا ہوں اور ان کے ساتھ ہونے والی ناانصافی کو تسلیم کرتا ہوں۔ چنانچہ اس سلسلے میں ذاتی طور پر میں نے کچھ اقدامات کیے تھے۔ اور صرف تمھیں یہ بات بتائی جا سکتی ہے کہ میرا خفیہ رابطہ چند عرب ممالک سے بھی رہا ہے۔ میں اس سلسلے میں کسی ملک کا نام لینا پسند نہیں کرتا، یہ مناسب نہیں ہوگا۔ حالاں کہ میں جانتا ہوں کہ عرب مفادات کے لیے کسی بھی ملک کا حوالہ دیا جائے تو تمھیں اس سے اختلاف نہیں ہوگا۔"

"ہاں مسٹر آئن شلاشر! یہ حقیقت ہے۔ حالاں کہ میں بہ ذاتِ خود عرب نہیں ہوں بلکہ میرا تعلق پاکستان سے ہے لیکن ہم مذہب ہونے کی حیثیت سے میں اسرائیلی مقاصد کے خلاف ہوں اور عربوں کا حامی ہوں۔ اور یہ جان کر مجھے واقعی حیرت ہوئی ہے اور کافی حد تک خوشی بھی کہ آپ اپنے سینے میں عربوں کے لیے ہمدردی رکھتے ہیں۔ اس طرح میرے دل میں آپ کے لیے احترام کا جذبہ پیدا ہوا ہے۔"

"بہت بہت شکریہ علی! بعض اوقات کسی ایک نیک مقصد یا اعلیٰ نظریے کے لیے کچھ ایسے کام بھی کرنا پڑتے ہیں جن سے خدشہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم غداری کے مرتکب نہ قرار پائیں۔ اس لیے میں نہایت محتاط انداز میں اپنے خیالات کے مطابق عمل کرتا رہا ہوں۔ جہاں بھی مجھ سے ممکن ہو سکا اور جہاں تک میں کر سکا، میں نے عربوں کے لیے کام کیا ہے۔ اور ایک عرب ملک سے بلکہ یوں سمجھو کہ اس ملک کے حکمران سے میرا خصوصی رابطہ رہا ہے جو میرا دوست بھی ہے اور..... کلاس فیلو بھی تھا، جس سے مجھے بے پناہ محبت ہے اور جس کے لیے میں سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔ وہ انسان انسانیت کے ناتے مجھے بہت عزیز ہے اور میں نے اس سے وعدہ کیا ہے کہ اپنی حد تک، جہاں تک ممکن ہو سکا، میں اس کے لیے کام کروں گا۔ چنانچہ جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ کچھ فلسطینی نوجوانوں کو تم رہا کرا کر لا رہے ہو تو یہ صرف میری ہی تجویز تھی کہ انھیں فوری طور پر بیروت پہنچا دیا جائے جب کہ کچھ لوگوں نے اس کی شدید مخالفت کی اور کہا کہ اس طرح ہم اسرائیل کی مخاصمت مول لیں گے لیکن یہاں میں نے اپنی حیثیت اور اختیارات سے کام لے کر ان لوگوں کو واپس بیروت پہنچانے کا انتظام کیا اور اس بات کا بھی میں دل سے معترف ہوں کہ تم نے بڑے خلوص کے ساتھ ایک عظیم الشان رقم ان لوگوں کے لیے پیش کر دی جب کہ تم خود اس سے فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ اب تک میرے اور تمھارے درمیان جو ملاقاتیں ہوئی تھیں اور جو گفتگو ہوئی تھی، وہ سرکاری گفتگو تھی لیکن اس وقت میں بالکل ذاتی حیثیت سے تمھارے پاس آیا ہوں اور یہ سمجھو کہ اس وقت ایک ہوم منسٹر نہیں بلکہ عربوں کے مفادات کا حامی آئن شلاشر تمھارے سامنے ہے اور تم اس سے گفتگو کر رہے ہو اور مجھے یقین ہے کہ تم، جہاں بھی مجھ سے اختلاف کرو یا میری باتوں پر یقین نہ کر سکو مجھے ٹوک دو گے تاکہ میں تمھیں اپنی سچائی کا یقین دلانے کے لیے کوئی ثبوت پیش کر سکوں۔"

مسٹر آئن شلاشر کی گفتگو سے ان کی سچائی کا اظہار ہوتا تھا۔ میں نے ان کی باتوں پر غور کیا، انھیں اپنے طور پر پرکھا تو مجھے یقین ہو گیا کہ مسٹر آئن شلاشر جو کچھ بھی کہہ رہے ہیں وہ سچ ہے۔

آئن شلاشر نے دوبارہ کہا "شاید تم نے محسوس نہ کیا ہو، میں نے شروع ہی سے اپنے رویے میں تمھارے لیے لچک رکھی ہے اور اس دوران مسلسل یہ کوشش کرتا رہا کہ تم..... براہِ راست ہماری زد میں نہ آ سکو۔ یہ کوشش بہت ہی محتاط قسم کی تھی۔ اگر تم بیروت جانے پر رضامندی کا اظہار کر دیتے تو میں نے کچھ اور باتیں سوچی تھیں۔"

"وہ کیا؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"میں کسی نہ کسی طرح تم تک ایک خفیہ پیغام پہنچا دیتا اور تمھیں بیروت جانے سے روک دیتا۔ یا پھر یہ بھی ممکن تھا کہ میرے کچھ افراد بیروت تک تمھارے ساتھ سفر کرتے اور وہاں پہنچ کر تمھیں میرا پیغام دیتے کہ تم فوری طور پر وہاں سے واپس پلٹ آؤ۔ یہ بہت لمبا پروگرام ہوتا۔ تم نے بیروت جانے پر رضامندی کا اظہار نہ کر کے میری تھوڑی سی مشکل آسان بھی کر دی تھی۔"

"جن لوگوں نے مجھے مقامی حکام کی گرفت سے نکال کر آپ تک پہنچایا، ان کے بارے میں کچھ بتانا پسند کریں گے؟" میں نے پوچھا۔

"سن مین مقامی انڈر گراؤنڈ گروہ کا سربراہ ہے۔ یہ متین شکل آدمی جسے دیکھ کر تم نے اس کی شخصیت کے بارے میں شاید ہی صحیح رائے قائم کی ہو، بہت خطرناک شخصیت کا مالک ہے۔ یہاں زیرِ زمین دنیا میں اس کا سکہ چلتا ہے۔ اس نے اپنے گرد ایسا حصار قائم کر رکھا ہے کہ مقامی پولیس کے حکام اس کے بارے میں بہت کچھ جاننے کے باوجود اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور خوش قسمتی سے یہ شخص میرا اپنا آدمی ہے، اتنا قریبی آدمی کہ میں اس پر ہر طرح کا بھروسا کر سکتا ہوں۔ وہ چند لمحے جو میٹنگ کے اختتام کے بعد مجھے ملے، میں نے ان کا صحیح استعمال کیا اور سن مین کو ہدایت کی کہ ہر قیمت پر تمھیں راستے سے اُچک لے اور ایک لمحے کے لیے بھی جیل کی سلاخوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے پیچھے نہ جانے دے۔ مجھے یقین تھا کہ جو ہدایت میں نے اُسے دی ہے وہ اس پر عمل کرے گا اور اُس نے ایسا کیا بھی۔"

"مجھے افسوس ہے کہ اس کارروائی کے نتیجے میں آپ کے کچھ ہم وطنوں کو نقصان پہنچا۔"

"مجبوری تھی علی یار خان! ہر شخص اپنے مفادات کے لیے کچھ ایسے اقدامات کرنے پر مجبور ہوتا ہے جو دوسروں کے لیے نقصان دہ بھی ہوتے ہیں، عظیم تر مفادات کے لیے بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اپنے ملک کی موجودہ.... سیاست اور اس کی موجودہ پالیسیوں کے بارے میں، میں تم سے وضاحت سے کچھ نہیں کہوں گا، میں اس ملک کا ایک وفادار شہری اور اہم عہدہ دار ہوں۔ صرف اتنا حوالہ دینا چاہتا ہوں کہ آئندہ پانچ سال کے اندر اندر اس ملک کی سیاست میں جو نمایاں تبدیلی ہونے والی ہے اس میں میرے مقاصد کے حامی لوگ منظرِ عام پر آئیں گے اور آئندہ حکومت انہی کی ہوگی۔ میں اپنے آپ کو آنے والی حکومت کے لیے اپنے عہدے کا اہل ثابت کرنا چاہتا ہوں اور اس کے لیے میں ابھی سے کوشش کر رہا ہوں۔ بہر حال اب ان حالات میں جب کہ کم از کم میری دانست میں تم نے بھی مجھ پر بھروسا کر لیا ہے کیا تم یہ بات دعوے سے کہہ سکتے ہو کہ تہذیب مالکم ایکس گرین پول میں دوبارہ شمولیت نہیں اختیار کر سکتی اور ان کے مفادات کے لیے کام نہیں کر سکتی؟"

"مسٹر ہوم منسٹر! آپ نے تہذیب کے بارے میں جو کچھ کہا تھا اس کا ایک ایک لفظ درست ہے۔ وہ میری ہم مذہب ہے اگر گوٹے بل میں اس سے میں یہ کہہ دیتا کہ وہ گرین پول کو چھوڑ دے اور میرے لیے کام کرے تو آپ یقین کیجیے کہ وہ ایسا ہی کرتی۔ لیکن میں نے یہ سوچ کر اسے اپنے ساتھ شامل نہیں کیا تھا کہ وہ ایک الگ ادارے کی رکن تھی اور سچ بات یہ ہے کہ اس وقت اس کے لیے میرے دل میں وہ احساسات بھی نہیں تھے جو اب پیدا ہو چکے ہیں۔ کچھ لمحے ایسے بھی آئے تھے مسٹر ہوم منسٹر جب وہ میری اصل حیثیت سے آگاہ ہو گئی تھی لیکن وہاں اس نے گرین پول کے مفادات بالکل نظرانداز کر دیے اور خاموشی اختیار کی۔ چنانچہ اب بھی دعوے سے میں یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ اگر اس کے ذہن میں ایسا کوئی خیال آتا تو وہ مجھ سے کہے بغیر یہ سب کچھ نہ کرتی اور جو ثبوت میں نے آپ کو پیش کیے ہیں ان سے بھی آپ کو یہ اندازہ لگا لینا چاہیے کہ وہ اپنی مرضی سے اس عمارت سے باہر نہیں گئی... بلکہ اسے اغوا کیا گیا ہے۔"

"ہاں، یہ بات تو ہم لوگ بھی پوری سنجیدگی سے سوچ رہے ہیں، لیکن علی یار خان! تمہارا کیا خیال ہے، کیا گرین پول کو تمہارے بارے میں تفصیلات نہیں معلوم ہوں گی، اچھی طرح جانتے ہوں گے وہ لوگ کہ گوٹے بل میں ان کے مفادات کو ناکام بنانے والے صرف تم ہو۔ ایسی شکل میں تہذیب مالکم ایکس کو اغوا کر کے اپنی تحویل میں لینے والے یہ بات بھی اچھی طرح جانتے ہوں گے کہ تم ان تک پہنچو گے، وہ تمہاری تاک میں ہوں گے اور تمہارا انتظار کر رہے ہوں گے۔ میں تمہیں ایک پیشکش کرنا چاہتا ہوں علی یار خان۔ تم اسرائیل کے خلاف کارروائی کے لیے بے خوف و خطر اپنے آپ کو پیش کر دیتے ہو۔ اگر میں تم سے کہوں کہ میرے دوست یعنی اس مسلمان عرب حکمراں کے ایک مسئلے کو حل کرنے کے لیے مجھے تمہاری ضرورت ہے تو کیا تم میری یہ درخواست قبول کر لو گے؟ یہ بھی وضاحت کر دوں کہ اس مسئلے کا تعلق کچھ اسرائیلی منصوبوں کو ناکام بنانے سے ہے۔"

"میں نہیں سمجھا مسٹر آئن شلاشر!" میں نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"تفصیلات تو تمہیں بعد میں ہی معلوم ہوں گی، بس یہ سمجھو کہ میں تم سے ایک سودا کرنا چاہتا ہوں۔ تہذیب مالکم ایکس کو حاصل کرنے کی ذمے داری میں قبول کرتا ہوں اور تم سے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ بہت ہی مختصر عرصے میں تہذیب مالکم ایکس کو گرین پول کے چنگل سے آزاد کرا لوں گا اور وہ تمہاری امانت کے طور پر میرے پاس رہے گی۔ اس کے بدلے میں جو کام تمہارے سپرد کرنا چاہتا ہوں وہ نہ صرف یہ کہ عربوں کے لیے فائدہ مند ہے بلکہ آئندہ پانچ سالوں کے لیے نئی حکومت میں میری پوزیشن بھی بالکل محفوظ ہو جائے گی۔ گویا اس میں میرا مفاد بھی مکمل طور پر موجود ہے اور میرے دوست عرب حکمراں کا بھی۔ ہم دونوں مل کر تمہیں ہر طرح کی سہولتیں فراہم کریں گے اور اس کام کے عوض ہم تمہیں تہذیب مالکم ایکس کی بازیابی اور تحفظ کا یقین دلاتے ہیں۔ میں یہ بات وثوق سے اس لیے کہہ رہا ہوں کہ اگر تم میری ذمے داری سنبھال لو گے تو میں اپنی تمام صلاحیتیں اور قوتیں گرین پول کے خلاف صرف کر دوں گا۔ گرین پول کو چونکہ اس سلسلے میں صرف علی یار خان کی تلاش ہوگی یا معمولی پیمانے پر ہماری کارروائیوں کا انتظار ہوگا، اس لیے وہ لوگ دھوکا کھا جائیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ ہوم سیکریٹ سروس کے لوگ تہذیب مالکم ایکس کو کہیں نہ کہیں سے برآمد کر لیں گے۔ تم دوسری سمت اپنی توجہ منتقل کر دو۔"

میں آئن شلاشر کی بات پر غور کرنے لگا۔ اس نے

اپنے مفادات کو چھپایا نہیں تھا، صاف صاف بتا دیا تھا کہ وہ میرے لیے کام کرے گا اور میں اس کے لیے۔ تہذیب مالکم ایکس کی بازیابی کے لیے میرے پاس کوئی ایسا جامع منصوبہ نہیں تھا جس پر عمل کر کے میں کامیابیاں حاصل کر سکتا ہوں اور پھر صورتِ حال اس ملک میں کافی حد تک میرے خلاف ہو گئی تھی۔ آئن شلاشر وہ واحد آدمی تھا جو مجھ سے تعاون کر رہا تھا چنانچہ اس تعاون سے فائدہ نہ اٹھانا حماقت تھی۔

تھوڑی دیر تک غور و فکر کرنے کے بعد میں نے مسٹر شلاشر سے کہا۔ "مجھے آپ کی بات تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہیں ہے مسٹر آئن شلاشر لیکن کام کی نوعیت کسی حد تک تو میرے علم میں آنا چاہیے۔"

"یقیناً۔ اگر تم میرے کام کی تکمیل کے لیے رضامندی کا اظہار کر دو تو دوسری ملاقات صرف چوبیس گھنٹے کے اندر اندر میں تم سے کروں گا اور اس وقت میں تمہیں اپنے تمام مقاصد سے اچھی طرح آگاہ کر دوں گا۔ بلکہ اگر تم چاہو تو میں تمہیں ہاٹ لائن پر اپنے اس دوست عرب حکمراں کا پیغام بھی سنوا دوں ـــ میں اسے تمہارا نام لے کر بتاؤں گا کہ اپنے کام کے لیے میں تمہاری خدمات حاصل کر رہا ہوں، میرا خیال ہے اس کے بعد تمہیں زیادہ مسرت ہوگی۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے مسٹر آئن شلاشر! آپ مجھے صرف کام کی نوعیت بتا دیں، میرا خیال ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا کیونکہ یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ یہ میرا عہد ہے کہ دنیا کے کسی بھی گوشے میں عربوں کے مفادات کے لیے کوئی ذمے داری میرے شانوں پر آ پڑے گی تو میں کسی سے ہدایات لیے بغیر اپنا وہ کام انجام دوں گا۔"

"بس تو پھر یونہی سمجھ لو کہ میرا مفاد اس سلسلے میں صرف بیس فیصد ہے اور اسّی فیصد معاملات عربوں کے مقاصد کے ہیں۔ اس معاملے کا تعلق براہِ راست تنظیم آزادیٔ فلسطین سے نہیں ہے بلکہ اس شخص کے کچھ ذاتی معاملات ہیں جو تنظیم کا حامی ہے اور وہ اپنے طور پر اپنے ملک کی سیاست کے ساتھ ساتھ اس مسئلے کو حل کرنا چاہتا ہے۔"

"ٹھیک ہے بات وہیں تک جا پہنچتی ہے مسٹر آئن شلاشر! میں آپ کا انتظار کروں گا۔"

"میں بڑے پُرمسرت جذبات کے ساتھ واپس جا رہا ہوں اور ایک بار پھر اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ تہذیب مالکم ایکس کا معاملہ میری ایسی ہی ذمے داری ہے جیسی میری اپنی زندگی۔ بہت بڑا دعویٰ کر رہا ہوں میں لیکن مجھے یقین ہے کہ جو جال میں گرین پول کے خلاف بچھاؤں گا اس میں وہ ضرور پھنس جائیں گے اور تہذیب مالکم ایکس کو ان کے قبضے سے نکالنا ممکن ہو جائے گا۔ اس کے لیے میرے ذہن میں ایک خوبصورت منصوبہ موجود ہے۔"

میں نے مسٹر آئن شلاشر کی طرف دیکھا، بظاہر یہ شخص مکار فطرت کا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ یہ بات بھی پیشِ نظر تھی کہ ایک اتنے بڑے ملک کا وزیرِ داخلہ اتنا بے وقعت تو نہ ہوگا کہ ایک ایسا کام نہ کر سکے جس کا وہ دعویٰ کر رہا ہے۔ پھر بھی مسٹر آئن شلاشر پر یقین کر لینا ضروری تھا۔

بہت ہی دوستانہ گفتگو کے بعد مسٹر آئن شلاشر چلے گئے اور ان کے جانے کے بعد میں ان کی باتوں پر غور کرنے لگا۔ بہت دیر تک میں تازہ صورتِ حالات پر غور کرتا رہا، پھر سن مین آ گیا۔ اس کے ساتھ ایک دبلا پتلا آدمی بھی تھا جو خوبصورت تراش کا سوٹ پہنے ہوئے تھا اس کے ہاتھ میں ایک بریف کیس دبا ہوا تھا۔

سن مین نے مسکراتے ہوئے مجھ سے پوچھا۔ "ہم نہیں چاہتے مسٹر علی یار خان کہ اس دوران آپ خود کو کسی قیدی کی طرح یہاں محدود رکھیں۔ یہ شخص آپ کے چہرے کے خد و خال بدلنے میں آپ کی مدد کرے گا۔ ایک ہلکا سا میک اَپ اپنے چہرے پر کرا لیجیے اور اس کے بعد آپ جہاں دل چاہے گھوم پھر سکتے ہیں۔ میں یہ کام صرف اس لیے کر رہا ہوں کہ آپ کو یہاں بوریت کا احساس نہ ہو۔ کیا آپ مجھے اس کی اجازت دیں گے؟"

میں نے گردن ہلا دی۔ یہ بات میرے لیے فائدہ مند تھی۔

میری رضامندی کے بعد وہ شخص بریف کیس کھول کر میرے سامنے بیٹھ گیا اور پلاسٹر کے ٹکڑے مخصوص انداز میں میرے چہرے پر چپکانے لگا۔ وہ میک اَپ کا ماہر معلوم ہوتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے میرے چہرے میں اتنی تبدیلی پیدا کر دی کہ کوئی مجھے غیر ملکی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ اب میں ایک مقامی آدمی معلوم ہوتا تھا۔ سادہ سے خد و خال کا مالک۔ اس شخص نے مجھے ایک چشمہ بھی پیش کیا جو میرے چہرے پر نہایت موزوں معلوم ہوتا تھا۔

"یہ کار کی چابی موجود ہے۔" سن مین نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "سیاہ رنگ کی ایک بیٹلے آپ کے لیے باہر موجود ہے، اگر کہیں جانا چاہیں تو..... لیکن رات کو آپ یہیں واپس آ جائیے۔ یہ رہائش گاہ آپ کے لیے محفوظ ترین ہے۔" میں نے شکریے کے ساتھ چابی قبول کر لی اور سن مین کے ساتھ ہی باہر نکل آیا۔ لباس وغیرہ تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میری کار سڑکوں پر دوڑ رہی تھی۔

خوبصورت و بارونق سڑکیں میری نگاہوں کے سامنے تھیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں ان پر گاڑی دوڑاتا رہا۔ کوئی مقصد نہیں تھا، کوئی تصور نہیں تھا، اگر تھا تو صرف تہذیب مالکم ایکس کا خیال۔ نظریں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ شاید وہ کہیں نظر آجائے۔ اور مجھے سکون میسر ہو، دل کو قرار آجائے۔ اس سے پہلے زندگی جس انداز میں گزری تھی، وہ آزادی اور بے فکری سے کا دور تھا۔ اپنی ذات کے سوا کسی کا خیال ذہن میں نہیں رہتا تھا۔ کسی شے کی طلب بھی بے چین و بے قرار نہیں کرتی تھی لیکن اب ایک ذات اور زندگی میں شریک ہو چکی تھی اور اس کی موجودگی کا احساس دیگر تمام احساسات پر حاوی تھا۔ اس نے مجھے مکمل طور پر اپنی گرفت میں لے رکھا تھا۔ کبھی کبھی جھنجلاہٹ بھی ہونے لگتی تھی کہ خواہ مخواہ یہ روگ کیوں پال بیٹھا۔ کیا آزادی کی زندگی بہتر نہیں تھی۔ ذہن مشورہ دیتا کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر کہیں دور نکل جاؤں، تہذیب کو بھول جانے کی کوشش کروں لیکن سینے میں دھڑکتا ہوا یہ کم بخت دل کب دماغ کی بات مانتا ہے۔ کم از کم ان حالات میں، تہذیب کو میں تنہا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ پھر یہ بھی حقیقت تھی کہ اس نے بھی اپنے آپ کو میرے لیے وقف کر دیا تھا۔ اگر وہ چاہتی تو گوتے ہل میں مجھ سے بغاوت کر سکتی تھی۔ میرے بارے میں شبہات پیدا ہونے کے بعد گریچ پول کو میری شخصیت سے آگاہ کر سکتی تھی۔ اس نے بھی خود کو میرے لیے برباد کر لیا تھا۔ ساری زندگی کے لیے میرا روگ پال لیا تھا۔ پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ میں اُسے چھوڑ دیتا۔ انہی خیالات میں غلطاں و پیچاں آوارہ گردی کرتا رہا۔ پھر جب رات گہری تاریک ہو گئی تو میں واپس سن مین کی فیکٹری تک پہنچ گیا۔ سن مین سے تو ملاقات نہیں ہوئی تھی لیکن میرے لیے اس نے خصوصی ہدایات جاری کر دی تھیں، چنانچہ مجھے خوش آمدید کہنے والے بہت سے لوگ وہاں موجود تھے، جو میری ضروریات کے مطابق عمل کرتے رہے، یہاں تک کہ کھانے کے بعد میں سونے کے لیے اپنی خواب گاہ میں چلا گیا۔

دوسرے دن تقریباً گیارہ بجے مجھے سن مین کا فون موصول ہوا۔ اس نے کہا کہ میرے دوست ٹھیک دو بجے میرے پاس پہنچ جائیں گے۔ میں ان سے ملاقات کے لیے تیار رہوں اور... بوریت کا شکار ہو کر کہیں باہر نہ نکل جاؤں۔

ٹھیک دو بجے مسٹر آئن شلاٹر نے میری رہائش گاہ میں مجھ سے ملاقات کی۔ ان کے ساتھ ایک خوبصورت سی نوعمر لڑکی تھی جس کے سنہرے بال گچھوں کی شکل میں اس کی پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے۔ آنکھوں میں عجیب سی گہرائی تھی اور ہونٹوں پر شریر سی مسکراہٹ لیکن یہ مسکراہٹ اس کے چہرے پر قدرتی محسوس ہوتی تھی کیوں کہ اس کے بعد بھی اس کے ہونٹوں کا زاویہ ایسا ہی رہا۔ مسٹر آئن شلاٹر نے اس سے میرا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ یہ ان کی پرسنل سیکرٹری گرینی ہاورڈ ہے۔ گرینی ہاورڈ نے اپنے ہاتھ میں کچھ کاغذات سنبھالے ہوئے تھے جنھیں رسمی گفتگو کے بعد میز پر پھیلا لیا گیا اور اس کے بعد ہم تینوں ان کاغذات کا مطالعہ کرنے لگے۔ مسٹر آئن شلاٹر نے اپنی اسکیم مجھے بتائی اور پھر مجھے میری ذمے داریاں سمجھانے لگے۔ تمام رموز و نکات جاننے کے بعد میں نے اپنے آپ کو تہِ دل سے اس کام کے لیے آمادہ پایا۔ یہ کام میری زندگی کے مشن سے جدا نہیں تھا اور درحقیقت اگر تہذیب مالکم ایکس کا روگ میرے دل کو نہ لگا ہوتا تو میں اس کام کو بلا کسی لالچ یا شرط کے قبول کرنا اپنی خوش قسمتی تصور کرتا۔ مسٹر آئن شلاٹر کافی دیر تک مجھ سے اس سلسلے میں گفتگو کرتے رہے اور پھر ہم کاغذات سمیٹ کر بند کر دیے گئے۔

"آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا، مسٹر علی یار خان کہ معاملات کیا ہیں؟"

"جی ہاں، کسی حد تک۔" میں نے جواب دیا۔

"اور اب میں آپ سے یہ پوچھنا اپنا حق سمجھتا ہوں کہ کیا آپ خلوصِ دل سے میرے لیے کام کرنے پر آمادہ ہیں؟"

"یقیناً مسٹر آئن شلاٹر بلکہ میں تو اب یہ سوچ رہا ہوں کہ ایک ایسا کام جو مجھے بغیر کسی دباؤ اور شرط کے انجام دینا چاہیے تھا، تہذیب کی بازیابی سے مشروط ہو گیا ہے۔ بہرحال میں آپ پر یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اب یہ مہم میرے لیے مشروط نہیں ہے۔ میں اس کام کی انجام دہی اپنا فرض سمجھتا ہوں۔"

"یہ تمھاری عظمت ہے علی یار خان! میں اس سلسلے میں اس کے سوا اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ جو وعدہ میں نے تم سے کیا ہے اسے پورا کرنا میں اپنی زندگی کا سب سے بڑا مقصد سمجھتا ہوں اور اگر اس میں ناکام رہا تو نہ صرف تم سے بلکہ اپنے آپ سے بھی زندگی بھر شرمندہ رہوں گا۔ اب یہ مسئلہ میری زندگی کا اہم ترین معاملہ بن چکا ہے۔ تمھارے بارے میں مجھے اعتماد ہے کہ تم اپنا کام خوش اسلوبی سے پایۂ تکمیل کو پہنچا دو گے، اور میرے دوست عرب حکمران کا مسئلہ اب یقیناً حل ہو جائے گا۔"

"نہیں، آپ اس قدر جذباتی نہ ہوں مسٹر آئن شلاٹر..."

"جذبات ہی تو زندگی ہیں میرے دوست۔ کیا تم اس حقیقت سے انکار کر دو گے کہ تمھیں بھی اس راستے پر لانے والے تمھارے جذبات ہی تھے؟ اور اب جب کہ تم پوری دیانتداری اور لگن سے میرے مفادات کے لیے مصروفِ عمل ہونے کو آمادہ ہو تو میں تمھارے ایک اہم مسئلے کے سلسلے میں تساہل کیسے برت

سکتا ہوں۔ میں تہذیب مالکم ایکس کی بازیابی کے لیے اسی طرح مصروف ہو جاؤں گا جس طرح اپنے کسی ذاتی کام کے لیے ہو سکتا تھا۔"

مجھے مسٹر آئن شلاٹر کی گفتگو نے بہت متاثر کیا تھا۔ میں نے ان کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "شکریہ مسٹر آئن شلاٹر! میں بہرحال اب بھی یہی عرض کروں گا کہ میرے سپرد آپ نے جو ذمے داری کی ہے وہ تہذیب سے مشروط نہیں رہی۔"

آئن شلاٹر نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر گرمجوشی سے دبایا اور کہا۔ "اب اس سلسلے میں ساری گفتگو آپ سے گرینی ہاورڈ کرے گی۔ گرینی! تم مسٹر علی یار خان کو بتا دو گی کہ انھیں کہاں سے اپنے کام کا آغاز کرنا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تمھیں اس میں کوئی الجھن نہیں ہو گی۔" گرینی ہاورڈ نے گردن ہلائی اور اس کے بالوں کے سنہرے گچھے ماتھے پر جھولنے لگے۔ تب مسٹر آئن شلاٹر نے مجھ سے اجازت مانگی اور میں اٹھ کھڑا ہوا۔ ان کے ہمراہ چلتا ہوا باہر آیا اور پھر ایک مخصوص حد تک انھیں پہنچانے کے بعد ان سے مصافحہ کر کے واپس اپنی رہائش گاہ میں آ گیا۔

گرینی ہاورڈ اطمینان سے صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے آرام سے بیٹھی تھی۔ مجھے دیکھ کر سنبھل گئی اور مسکرا کر بولی۔ "پہلے ایک بات کی وضاحت کر دیجیے مسٹر علی یار خان! آپ کا احترام باس کے دوستوں کی حیثیت سے کرنا ہے یا پھر اپنے دوست کی حیثیت سے بے تکلفی سے پیش آ سکتی ہوں؟"

"مس گرینی! احترام بس اس حد تک ہونا چاہیے جس حد تک اس کی ضرورت انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ اس کے بعد احترام، احترام نہیں رہتا، بے جا تکلفات شروع ہو جاتے ہیں اور تکلف ایک عام مقولے کے تحت تکلیف کا باعث ہوتا ہے۔"

"گڈ، دراصل مجھے بے تکلفی کا ماحول ہی پسند ہے مگر کیا کروں کچھ لوگوں کے سامنے خواہ مخواہ خود کو پوز کرنا ہوتا ہے۔ حالاں کہ اُس وقت عجیب سا محسوس ہوتا ہے، بہرحال میں نہیں جانتی کہ اس وقت آپ کا کیا موڈ ہے، کس قسم کی باتیں کرنا چاہتے ہیں آپ لیکن میری ذمے داری ہے کہ میں آپ کو وہ سب بتاؤں جو مسٹر آئن شلاٹر چاہتے ہیں۔"

"یقیناً میں یہی پسند کروں گا مس گرینی کہ اس وقت کام کی باتیں ہو جائیں تو بہتر ہے۔"

"بالکل ٹھیک۔ تو سب سے پہلے یہ ایک تصویر آپ کے سامنے ہے، ذرا اسے ملاحظہ فرمائیے۔" گرینی نے ایک تصویر نکال کر میرے سامنے رکھ دی۔

تصویر ایک وجیہہ اور اچھی خاصی شکل و صورت کے مالک شخص کی تھی۔ عمر تیس پینتیس سال سے زیادہ نہیں ہو گی۔ میں اسے بغور دیکھتا رہا۔ پھر میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے تصویر دیکھ لی، اب فرمائیے؟"

"یہ میجر الفانو ہے، کرنیک الفانو۔ لاأبالی طبیعت کا مالک۔ کچھ عرصہ پہلے فوجی حیثیت رکھتا تھا لیکن اس کی ٹانگ میں چوٹ لگی اور ہلکی سی لنگڑاہٹ پیدا ہو گئی۔ چنانچہ میجر الفانو کو فوجی زندگی ترک کرنا پڑی اور اب وہ ایک قصبے میں ایک پولٹری فارم کا مالک ہے، وہی اس کا ذریعۂ آمدنی ہے، آپ کو اسی کی حیثیت اختیار کرنا ہے اور اس کے ذریعے آپ کو ایک خاتون تک پہنچنا ہے۔ یہ خاتون جن کا نام میرناسیق ہے، ایک خودمختار خاتون ہیں اور طویل عرصے سے میجر الفانو کی قربت کی خواہاں ہیں۔ آپ کو ان تک رسائی کے لیے صرف اپنی ہی کوششوں پر انحصار کرنا ہو گا اور ان تک رسائی حاصل کرنے کا مطلب ہے کہ آپ ایک اہم مقام تک پہنچ گئے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے سوال کیا اور گرینی ہاورڈ مجھے تفصیل سے الفانو کے بارے میں بتانے لگی۔ میں اس کی گفتگو پوری توجہ سے سن رہا تھا۔ گرینی ہاورڈ مجھے ایک ایک نکتہ سمجھاتی رہی اور اس کام میں ہمارے دو گھنٹے صرف ہو گئے۔ کچھ باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں، میں بار بار اس سے پوچھتا تھا۔ بالآخر گفتگو کا یہ مرحلہ ختم ہو گیا۔

"آپ کے ذہن میں اور کوئی سوال ہو تو براہِ کرم....؟"

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گرینی نے کہا۔

"نہیں مس گرینی۔ میرا خیال ہے کہ اب میں سب کچھ سمجھ چکا ہوں لیکن کیا آپ کو یقین ہے کہ یہ شخص الفانو مر چکا ہے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ بھی سامنے آ جائے؟"

"یہ مر نہیں چکا بلکہ ہماری قید میں ہے۔" گرینی ہاورڈ نے جواب دیا۔

"اس قید سے اس کے فرار یا کسی بھی طرح آزادی کا تو کوئی امکان نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اس طرف سے آپ مطمئن رہیے۔ یہ عورت میریٹا میسن اس شخصیت کا پتا بتا سکتی ہے جسے آپ کو ٹھکانے لگانا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی یہ بات بھی میں آپ سے عرض کر دوں مسٹر علی یار خان کہ ممکن ہے اس کیس میں آپ کو اپنی فطرت کے خلاف بھی کچھ اقدام کرنے پڑیں۔"

"میں نہیں سمجھا!"

"اپنے راز کو راز رکھنے کے لیے کسی دوسرے کی زندگی لے لینا ضروری ہوتا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ وہاں انسانی رشتوں کے جال میں پھنس جائیں اور ہمارا سارا منصوبہ چوپٹ ہو جائے۔"

گرینی ہاورڈ کی بات سن کر میں پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا تھا۔ مسٹر آئن شلاشر اور گرینی نے جو تفصیلات بتائی تھیں ان کے تحت مجھے ایک بڑی سازش کا قلع قمع کرنا تھا جو اسرائیلی ذہن کی پیداوار تھی اور اس سلسلے میں قتل و غارت گری سے میں نے کبھی پرہیز نہیں کیا تھا۔

"اگر کچھ لوگ ہمارے راستے میں مزاحم ہوتے ہیں تو اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے ہمیں راستے تو صاف کرنا ہی ہوتے ہیں مس گرینی۔"

"بے شک ویسے علی یار خان! آپ کی صورت دیکھ کر مجھے کچھ عجیب سا احساس ہوتا ہے۔"

"کیوں احمق لگتا ہوں صورت سے میں؟"

"نہیں نہیں... پلیز۔ دراصل آپ کے بارے میں جو کچھ مجھے بتایا گیا ہے وہ حیرت انگیز ہے اور آپ کی ظاہری شخصیت سے مطابقت نہیں رکھتا۔ مسٹر آئن شلاشر ذاتی طور پر آپ سے بے حد متاثر ہیں۔ وہ آپ کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔ کہ آپ جیسا شریف النفس نوجوان ان کی نگاہوں سے نہیں گزرا۔ آپ کی شخصیت عجیب و غریب ہے۔ ایک سمت تو آپ نرم خو اور ایثار کرنے والے انسان ہیں اور دوسری طرف اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے ہر وہ کام کر ڈالتے ہیں جو عام لوگوں کے بس کا نہیں ہوتا۔ میرا مطلب ہے قتل و غارت گری۔"

"اس وقت مس گرینی! میرے ذہن میں صرف ایک ہی خیال ہوتا ہے اور وہ یہ کہ میں اپنے مقصد کی تکمیل کر لوں۔" میں نے کہا۔

"تو پھر اب یہ آپ پر منحصر ہے مسٹر علی یار خان کہ آپ جس قدر جلد اپنے کام کی ابتدا کر لیں۔ سن مین وہ تمام چیزیں آپ کو فراہم کر دے گا جو آپ کو درکار ہوں گی۔ میں اب اجازت چاہتی ہوں۔"

تھوڑی دیر کے بعد میں نے گرینی کو بھی رخصت کر دیا اور جب وہ چلی گئی تو آنکھیں بند کر کے اس پروگرام پر غور کرنے لگا جو میرے سپرد کیا گیا تھا۔ ایک اور اہم ذمے داری میرے شانوں پر آ پڑی تھی لیکن اس کی انجام دہی کے بارے میں میرے ذہن پر اب کوئی بوجھ نہیں تھا۔

مسٹر آئن شلاشر نے مجھ سے آخری ملاقات تیسرے دن صبح دس بجے کی اور ضروری امور طے کرنے کے بعد چلے گئے۔ انھوں نے مجھے اطلاع دی تھی کہ تہذیب مالکم ایکس کے سلسلے میں انھوں نے کام شروع کر دیا ہے۔ میں نے سب ان کی مرضی پر چھوڑ دیا تھا کہ وہ اس معاملے کو کس طرح نمٹاتے ہیں۔ سن مین بھی معروف عمل ہو گیا تھا۔ چنانچہ وہی شخص جو ان کے ہاں میک اپ کا ماہر تھا، میرے پاس پہنچ گیا اور اس دن اس نے کئی گھنٹے صرف کر کے میرے چہرے پر بہترین میک اپ کیا اور جب میں نے اپنی شکل آئینے میں دیکھی تو یہ اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکا کہ یہ شخص میک اپ کا ماہر ہے۔ اس نے مجھے بتایا کہ معمولی قسم کا امونیا یا دوسری کسی چیز سے یہ میک اپ آسانی سے نہیں اتر سکتا۔ چنانچہ اس طرف سے مجھے مطمئن رہنا چاہیے۔

اس کے بعد میں نے اپنی چال میں وہ ہلکی سی لنگڑاہٹ پیدا کر کے انھیں دکھائی جو اس کردار کے لیے ضروری تھی اور سن مین نے اطمینان کا اظہار کر دیا۔ اس نے بتایا کہ میری روانگی کی تمام تیاریاں مکمل ہیں، چنانچہ شام کو ٹھیک ساڑھے تین بجے میں میجر الفانو کی کار میں بیٹھ کر اس سمت چل پڑا جہاں الفانو کا پولٹری فارم موجود تھا اور جہاں میری ملاقات میریٹا میسن سے ہو سکتی تھی۔

گرینی ہاورڈ نے میریٹا میسن کی فطرت کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا وہ واقعی دلچسپ تھا۔ ان لوگوں کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق میریٹا میسن دراصل ایک اسرائیلی ایجنٹ کی حیثیت رکھتی تھی اور ایک مخصوص سلسلے میں کام کر رہی تھی حالاں کہ وہ یہودن نہیں تھی بلکہ کسی اور نسل سے اس کا تعلق تھا۔ وہ کوئی تربیت یافتہ سیکرٹ ایجنٹ بھی نہیں تھی، بس

کچھ ایسے معاملات تھے جن کی بنیاد پر اسرائیل کو اس کی ضرورت پیش آئی اور انھوں نے اُسے خرید کر اپنے مفادات کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ وہ ملک جس کے حکمران سے مسٹر آئن شلاشر کے دوستانہ تعلقات تھے اسرائیل کا قریبی پڑوسی تھا۔ اسرائیل اس کے خلاف بھی ہر طرح کی کارروائیاں کرتا رہتا تھا اور کئی بار وہ اسرائیلی دہشت گردی کا شکار ہو چکا تھا۔ اپنے طور پر اس ملک نے کچھ خاص طیارے حاصل کیے تھے، جو ایک غیر جانب دار ملک سے خریدے گئے تھے لیکن اسرائیلیوں کو اس کی بھنک مل گئی اور انھوں نے فوراً ہی اس سلسلے میں سازش شروع کر دی۔ طیاروں کی ترسیل ہو چکی تھی۔ لہٰذا اس سلسلے میں تو وہ کچھ نہ کر سکے البتہ اُسی غیر جانب دار ملک کو ایک بڑی سازش کے ذریعے اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ ان طیاروں کے مقابلے میں دوسرے طیارے اسرائیل کے حوالے کر دے۔ سودا انتہائی خفیہ ہوا تھا اور اس کے لیے اسرائیلیوں نے اپنے مخصوص طریقۂ کار سے کام لیا تھا۔ اب تازہ ترین اطلاع یہ تھی کہ طیاروں کی ڈلیوری انتہائی خفیہ طریقے سے دی جا رہی ہے۔ ان کے تمام پارٹس تیار ہو چکے ہیں اور اسرائیل روانہ کیے جانے والے ہیں، جہاں پہنچ کر انھیں اسمبل کیا جائے گا اور اسرائیلی فیکٹریوں کے نشانات لگا کر انھیں منظر عام پر لایا جائے گا۔ اس طرح اسرائیل اپنی ایک اور برتری کا اظہار کرے گا اور کہے گا کہ طیارے اس نے اپنے ہاں تیار کیے ہیں۔

اس سودے کے سلسلے میں تمام ضروری امور ایک خاص شخص کولن برٹ کی نگرانی میں طے ہوئے تھے اور وہی اس معاملے میں آخری کردار ادا کرنے والا تھا۔ کولن برٹ کی زیر نگرانی معاہدے کے بعد ہی طیاروں کی ترسیل ہونے والی تھی۔ عرب ممالک اتنے وسائل نہیں رکھتے تھے کہ ان سمندری جہازوں کو جو طیاروں کے پارٹس لے کر اسرائیل روانہ ہونے والے تھے، راستے ہی میں تباہ کر سکتے لیکن اُن کی خواہش تھی کہ کولن برٹ کو راستے سے ہٹا دیا جائے تاکہ طیاروں کی ترسیل کچھ عرصے کے لیے رک جائے، اور اس دوران وہ ملک اپنے طور پر اس خفیہ سودے کی بات منظر عام پر لے آئے۔ لیکن یہ اسی شکل میں ممکن ہو سکتا تھا جب کولن برٹ کو راستے سے ہٹا دیا جائے۔

آئن شلاشر نے میرے سپرد صرف یہی ایک ذمے داری نہیں کی تھی کہ میں کولن برٹ کا سراغ لگا کر اسے موت کے گھاٹ اتار دوں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ کچھ اور بھی ذمے داریاں اس نے میرے شانوں پر ڈالی تھیں جن کے لیے مجھے خاصی جدوجہد... کرنا تھی۔

الفانو کی کار بالآخر اس قصبے میں داخل ہو گئی جو یہاں سے تقریباً ستر میل دور تھا۔ ستر میل کا یہ سفر میں نے نہایت اعتماد سے طے کیا تھا اور اپنے کردار پر نہایت غور و خوض کرتا رہا تھا چنانچہ جب میں اپنے چھوٹے سے خوب صورت مکان کے احاطے میں داخل ہوا تو میری پہلی ملاقات ایک پستہ قامت مشرقی باشندے گوندے سے ہوئی۔ جسے میجر الفانو تبت سے لایا تھا۔ گوندے نے آگے بڑھ کر میری کار کا دروازہ کھولا اور میں لنگڑاتا ہوا اُس سے خیریت معلوم کر کے اندر داخل ہو گیا۔ مجھے الفانو کے بارے میں مکمل تفصیلات بتا دی گئی تھیں۔ احاطے کے بائیں سمت سے میں نے اس چھوٹی سی حسین عمارت کو دیکھ لیا تھا جو ایک بلند ٹیلے پر مخصوص انداز میں بنائی گئی تھی۔ تھوڑی سی سیڑھیاں ٹیلے میں تراش کر اس عمارت تک آنے جانے کا راستہ ترتیب دیا گیا تھا۔ ٹیلے کے ارد گرد ایک گول احاطہ بنا لیا گیا تھا جہاں... پارکنگ وغیرہ کے لیے بندوبست تھا اور یہی عمارت میریٹا میسن کی تھی جو اس قصبے کے بیشتر مکانات کی مالک تھی اور یہاں کی سب سے بڑی عورت تسلیم کی جاتی تھی۔ مجھے علم تھا کہ میریٹا میسن میجر الفانو کو چاہتی ہے اور بارہا اُسے شادی کی پیش کش کر چکی ہے۔ ان دونوں کے تعلقات کی تمام نوعیت میرے علم میں آ چکی تھی اور یہی چیز میرے لیے سب سے زیادہ پریشان کن تھی۔ اپنے اس نئے مکان میں آنے کے بعد جس قدر جلد ممکن ہو سکا، میں نے یہاں کی ایک ایک شے کی تلاشی لے ڈالی تاکہ اس جگہ کی تمام چیزوں سے مکمل واقفیت ہو جائے۔ ملازمین میں ایک بوڑھی عورت اور گوندے کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں تھا۔ میرے محدود وسائل اس کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ میں زیادہ ملازم رکھ سکوں۔

پولٹری فارم کو چلانے کے لیے تمام ذمے داریاں میری اپنی ہی تھیں اور میں اس سلسلے میں خاصی مہارت رکھتا تھا۔ اسی پولٹری فارم کی آمدنی میری کفالت کرتی تھی اور میں اس قصبے میں پُرسکون زندگی گزار رہا تھا۔ کبھی کبھی چند دنوں کے لیے میں دارالحکومت پہنچ جاتا تھا اور وہاں سے واپس اپنے قصبے میں۔

مجھے یہاں آئے ہوئے چند گھنٹوں سے زیادہ نہیں گزرے تھے کہ گوندے نے آ کر اطلاع دی کہ میریٹا میسن تشریف لائی ہیں۔

میریٹا میسن کا استقبال میں نے اپنے خوب صورت ڈرائنگ روم میں پُرجوش مسکراہٹ کے ساتھ کیا تھا۔ وہ لمبے قد و قامت اور خوب صورت خدوخال کی مالک تیس پینتیس سالہ عورت تھی جس کی آنکھوں میں جھیل کی سی گہرائی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پائی جاتی تھی۔

"اس بار تمھارے معمولات میں کچھ فرق آگیا۔" وہ تیکھے لہجے میں بولی۔

"ہاں، اور اس کے لیے میں تم سے معافی چاہتا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"مجھ سے!" اس کا لہجہ کسی قدر طنزیہ سا تھا۔

"ہاں، یہ بات میں نے بہت پہلے سوچی تھی کہ اب تم سے اس کا اعتراف کر لوں گا۔"

"کس کا؟" وہ پُراشتیاق لہجے میں بولی۔ اس نے میری آواز یا میرے انداز میں کوئی تبدیلی محسوس نہیں کی تھی اور یہ بات میں نے اس کے چہرے پر پڑھ لی تھی جس سے مجھے بے حد تقویت پہنچی تھی۔

"یہی کہ اتنے عرصے تم سے جدا رہ کر میں نے محسوس کیا کہ ایک تمھاری ذات واحد ہے جو مجھے یاد آتی ہے۔ اس کے علاوہ مجھے کسی قسم کا تردد نہیں تھا۔"

"اس بار شاید تم مجھے بے وقوف بنانے کا تہیہ کر کے آئے ہو۔" وہ افسردہ سے انداز میں بولی۔

"کیسی بات ڈیئر! یہ بات تم نے کیوں سوچی؟"

"مجھ سے سوال کر رہے ہو الفانو! اپنے آپ سے پوچھو کتنی تنہا ہوں میں اور جب تم نہیں ہوتے تو میری زندگی میں یہ تنہائیاں اس قدر بڑھ جاتی ہیں کہ میں خودکشی کے بارے میں غور کرنے لگتی ہوں۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو میرینا! تمھارے پاس کیا کچھ نہیں ہے، زندگی کی تمام آسائشیں تمھیں حاصل ہیں۔ جائداد ہے، نوکر چاکر ہیں، ایک پُرسکون زندگی ہے تمھارے پاس۔"

"ہاں۔ شاید تمھیں یہ زندگی پُرسکون محسوس ہوتی ہو لیکن میں اپنی ذات کی تنہائیوں سے اُکتا گئی ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا الفانو کہ تمھیں مجھ میں کیا خرابی نظر آتی ہے۔ مجھے اپنی زندگی میں شامل کیوں نہیں کر لیتے۔ کیا خامی ہے مجھ میں؟ جائداد ہے۔ دولت ہے، تنہا زندگی ہے۔ کسی بچے کا بار بھی نہیں پڑے گا تم پر۔ پھر نجانے کیوں تم مجھ سے بھاگتے ہو!"

"میری زندگی میں تمھارے علاوہ اور ہے کیا میرینا! بس یہی سوچتا ہوں کہ تمھارے قابل ہوں یا نہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم تک پہنچ جاؤں اور پھر تمھاری نظروں سے گر جاؤں۔ میں ایک لنگڑا آدمی ہوں، زندگی کی دوڑ میں تمھارا ساتھ کہاں تک دے سکتا ہوں۔"

"حماقت کی بات ہے۔ کیوں ایسا سوچتے ہو، مجھ پر یقین نہیں ہے۔"

اس کا جواب سُن کر میں خاموشی سے گردن جھکا کر بیٹھ گیا۔ اداکاری تو کرنا ہی تھی۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے نزدیک آگئی اور میرے شانے پر اپنے ہاتھ کا بوجھ ڈالتے ہوئے کہا۔ "اپنا سب کچھ مجھے دے دو الفانو اور میرے پاس جو کچھ ہے اسے اپنا لو۔ میں سمجھوں گی کہ مجھے زندگی کی ہر شے مل گئی۔ تمھاری ذات میں ایک ایسی کشش ہے میرے لیے کہ کوئی اور میری نگاہوں کو نہیں بھاتا ورنہ تم جانتے ہو کہ بہت سی نگاہیں میری دولت کی طرف نگراں ہیں۔"

کافی دیر تک ہم اسی قسم کی احمقانہ گفتگو کرتے رہے۔ میری عمر بھی موجودہ شکل و صورت میں اس قابل نہیں تھی کہ میں، رومانی گفتگو کروں اور نہ ہی یہ گفتگو اس عورت پر سجتی تھی۔ ہم دو پختہ کار افراد تھے لیکن اپنی زندگی کے کئی سال پیچھے لوٹ گئے تھے۔ میرینا مجھ سے باتیں کرتی رہی۔ میری اس وقت کی گفتگو نے اُسے بڑا خوش کر دیا تھا اور اس نے بار بار اس بات کا اظہار کیا تھا کہ اس بار وہ میرے اندر نمایاں تبدیلیاں پا رہی ہے۔

کافی دیر تک ساتھ رہنے کے بعد اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں جا رہی ہوں۔ رات کا کھانا میرے ساتھ ہی کھاؤ گے اور سنو! رات میرے گھر ہی گزارو گے۔"

میں نے میرینا کی یہ پیش کش قبول کر لی تھی۔ وہ چلی گئی تو میں سر کھجانے لگا۔ رات اس کے گھر گزارنے کا تصور میرے لیے بہت پریشان کُن تھا۔ لیکن یہ رات میرے لیے کامیابی کی رات بھی ہو سکتی تھی اور میرے لیے بہتر یہی تھا کہ جلد از جلد اپنا کام انجام دے کر اپنی جان اس مصیبت سے چھڑا لوں اور اپنی پہلی ہی کوشش میں کامیابی کی منزلوں کو چھو لوں۔ اس سے عمدہ موقع شاید پھر نہ ملے ورنہ یہ بھی ممکن ہے کہ گزرنے والا وقت مجھے میرینا کی نگاہوں میں مشکوک کر دے۔

میرینا کے گھر جانے سے پہلے میں نے ایک خوبصورت لباس زیب تن کیا اور اس کی رہائش گاہ کی جانب چل پڑا۔

میرینا نے اپنی حسین رہائش گاہ کے چبوترے سے برآمدے میں میرا استقبال کیا۔ احاطے میں اس کی خوبصورت کار کھڑی ہوئی تھی اور وہ اس وقت ایک حسین لباس میں ملبوس اپنی عمر سے دس سال چھوٹی محسوس ہو رہی تھی۔ مجھے اس نے والہانہ انداز میں ریسیو کیا اور اندرونی حصے میں لے گئی۔

"تمھارے پاس سے واپس آنے کے بعد مجھے یوں محسوس ہوتا رہا ہے جیسے میں کوئی انوکھا خواب دیکھ رہی ہوں۔ یقین کرو الفانو! اب سے تقریباً تیرہ سال پہلے میں نے اپنی زندگی

میں جگن کو خوش آمدید کہا تھا۔ لیکن جگن صرف تین ماہ تک میرا ساتھ دے سکا اور اس کے بعد مجھے کائنات کی وسعتوں میں تنہا چھوڑ گیا۔ میں نے اس کے بعد سے کبھی کسی ایسی شخصیت کا تصور تک نہیں کیا جو میری زندگی میں جگن کی حیثیت سے داخل ہو لیکن جب میں نے تمھیں دیکھا تو نجانے کیوں مجھے یوں محسوس ہوا جیسے تم جگن کا دوسرا روپ ہو بلکہ صحیح معنوں میں جگن صرف تمھارا تصور تھا اور تم حقیقت۔ پھر جب یہ حقیقت خود سے اتنی دور محسوس ہوتی تھی تو مجھے عجیب سی اداسیاں گھیر لیتی تھیں۔ تمھارے ان الفاظ نے گویا میری رگوں میں نئی زندگی دوڑا دی ہے۔"

میں نے مسکراتے ہوئے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی۔

"آج میں نے اپنے تمام ملازمین کو چھٹی دے دی ہے۔ صرف اس لیے کہ تمھارے شایانِ شان استقبال کر سکوں۔ تنہائی اور محبت کرنے والا ساتھی ہو تو انسان کو زندگی میں کسی اور شے کی طلب نہیں رہتی۔"

میں نے طائرانہ نگاہوں سے اس کمرے کا جائزہ لیا جس میں میں اس وقت موجود تھا، پھر میں نے پوچھا۔ "تو پھر میری خاطر مدارت کی ذمے داریاں کون سنبھالے گا؟"

"میں خود۔ میں تو تمھارا ساری زندگی کا بوجھ بانٹ لینا چاہتی ہوں۔ چند لمحات کی بات کیا کرتے ہو۔" اس نے جواب دیا اور میں گہری سانس لے کر صوفے کی پشت سے ٹک گیا۔ ابھی بہت وقت تھا۔ ابھی اس کے ساتھ کچھ لمحات گزارے جا سکتے تھے۔ ہم رومانی گفتگو کرتے رہے۔ اس دوران میرینا کئی بار بے خود ہوئی اور مجھے اسے سنبھالنے میں خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن میں نے محسوس کر لیا تھا کہ یہ رات میری رہنمائی کر رہی ہے اور یقیناً میرے لیے ایک کارآمد رات ہے۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد وہ مجھے اپنی خواب گاہ میں لے آئی۔ بہت ہی عمدہ قسم کی سجی سجائی خواب گاہ تھی جو اس کی ذہنی فطرت کی عکاسی کرتی تھی۔ میں نے اس خواب گاہ کا بھی اچھی طرح جائزہ لیا تھا۔ میرے مقصد کے لیے بہترین جگہ تھی۔

رات کے تقریباً ساڑھے گیارہ بج چکے تھے۔ میرینا میسن کی آنکھوں سے خمار جھلک رہا تھا اور میں اس کی کیفیات کو اچھی طرح محسوس کر رہا تھا۔ چنانچہ اب مناسب وقت تھا کہ میں اپنے کام کا آغاز کر دوں۔ قصبہ سکون کی نیند سو گیا تھا اور مجھے اپنے کام میں اب کوئی دقت نہیں ہو سکتی تھی۔ میرینا مجھ سے کچھ فاصلے پر مسہری پر پاؤں لٹکائے دونوں ہاتھ ٹھوڑی پر ٹکائے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"الفانو! میرے محبوب! میرا سب کچھ اب تمھاری ملکیت ہے لیکن نہ جانے کیوں میں اس خوف کا شکار ہوں کہ کہیں تم صرف جذبات میں مجھ سے وہ الفاظ نہ کہہ گئے ہو۔ کیا تم مجھے اس کا عملی ثبوت دینا پسند کرو گے؟"

میں نے میرینا کی بات سُنی اور میرے چہرے پر گہری سنجیدگی پھیل گئی۔

"میرینا! میں نے جو کچھ تم سے کہا ہے اس میں قطعی جذباتیت نہیں ہے لیکن زندگی کا ساتھی بنانے کے لیے ہر ذی ہوش انسان ایک ایسی شخصیت کا انتخاب کرنا چاہتا ہے جو اپنا ہر راز اسے سونپ دے۔ تم شاید اس بات پر یقین نہ کرو کہ میں نے بارہا تمھارے بارے میں سوچا اور یہ انتظار کرتا رہا کہ تم اپنی تمام تر حقیقتیں مجھ پر کھول دو تو میں تم سے اپنے دل کا راز کہوں، لیکن وہ بند کھڑکیاں ابھی تک نہیں کھلیں جن کے ذریعے میں تمھارا نظارہ کر سکوں۔"

"میں سمجھی نہیں!"

"تمھاری اصل شخصیت۔ جب میں نے تمھیں اپنی زندگی میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا تھا، تو شاید تمھیں یہ بات سن کر اچھا نہ لگے کہ میں نے تمھارے بارے میں کافی چھان بین بھی کی تھی۔ مجھے معاف کرنا میرینا، تمھاری ذات سے کچھ ایسے واقعات منسلک تھے کہ میں الجھ گیا۔ میں انتظار کر رہا تھا کہ تم مجھے اپنی زندگی کے ہر راز میں شریک کر لو۔ شریکِ زندگی کے بارے میں کچھ ایسا ہی تصور تھا میرے ذہن میں۔ لیکن...."

"لیکن کیا؟" میرینا کی آنکھوں میں پریشانی کے تاثرات پیدا ہو گئے۔

"وہ پُراسرار لوگ کون ہیں جو رات کی تاریکیوں میں تم سے ملتے ہیں اور تم ان کے احکامات پر عمل کرتی ہو۔ تم نے مجھے اتنا بے خبر انسان کیوں سمجھا تھا؟"

میرینا کا چہرہ تاریک ہو گیا۔ وہ اس طرح مجھے گھورنے لگی جیسے اس کی بینائی متاثر ہو گئی ہو۔ چند لمحے وہ اسی طرح مجھے دیکھتی رہی پھر کھوکھلے سے لہجے میں بولی۔ "تمھیں ان لوگوں کے بارے میں کیا معلوم؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیا میری بیوی بن کر تمھیں میری ذات کے ہر پہلو سے دلچسپی نہ ہو گی؟"

"ان لوگوں کے بارے میں جاننے کی کوشش نہ کرو الفانو! یہ میرے حق میں بہتر نہ ہو گا۔"

"میں فوجی آدمی ہوں میرینا، تم جانتی ہو۔ شوہر بن کر تمھاری حفاظت میرا فرض ہو گی۔ کیا تمھارے بارے میں سب کچھ جان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لینے کا حق نہیں ہے مجھے؟"
"تمھیں میرے کردار پر شبہ ہے؟"
"نہیں۔ لیکن تمھارے بارے میں سب کچھ جان لینے کے بعد ہی میں تمھیں اپنی زندگی میں شامل کرنا پسند کروں گا۔"
"ٹھیک ہے الفانو۔ اگر یہ بات ہے تو سنو! میں موساد کی تنخواہ دار ہوں۔ اسرائیلی خفیہ ڈپارٹمنٹ کی طرف سے مجھے احکامات ملتے ہیں اور میں ان کے تحت عمل کرتی ہوں۔ میں اس کے لیے مجبور ہوں اور شاید تم سے شادی کرنے کے بعد بھی میں ان کے لیے کام کرنے پر مجبور رہوں گی۔ اچھا ہوا یہ بات تمھیں معلوم ہو گئی۔"
"تمھاری کوئی مجبوری ہے؟"
"یہی سمجھ لو۔"
"مجھے اس پر اعتراض نہیں ہو گا ڈارلنگ۔ تم اگر چاہو تو مجھ سے شادی کے بعد اپنا کام جاری رکھ سکتی ہو۔ میں تمھاری اس مجبوری کو بھی جاننے کی کوشش نہیں کروں گا لیکن موساد کی ایجنٹ ہونے کی حیثیت سے تم میرا ایک کام کر سکتی ہو۔"
"کیا؟" اس نے بے اختیار سوال کیا۔
"میں ایک شخص کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس کا تعلق بھی اسرائیلی مفادات سے ہے۔"
"کون ہے وہ؟"
"کولن برٹ۔" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا اور میرینا کے چہرے پر حیرت کے آثار پھیل گئے۔
"میرے خدا! یہ بات تو شاید چند ہی لوگوں کو معلوم ہو کہ کولن برٹ اسرائیلی مفادات کا حامی ہے۔ لوگ اسے اسرائیل کا دشمن سمجھتے ہیں اور اس کے لیے اس نے بہت سے ایسے کام کیے ہیں جن کی وجہ سے وہ اسرائیل دشمن مشہور ہو گیا ہے۔ تمھیں یہ اہم بات کیسے معلوم ہوئی ہے؟"
"میں جانتا ہوں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ کولن برٹ ان دنوں اسرائیل کے لیے ایک اہم کام انجام دے رہا ہے۔"
"یعنی...؟" اس نے فوراً پوچھا۔
"ان طیاروں کی ترسیل جو اسرائیل کے لیے بے حد کارآمد ہیں۔"
"خدا کے لیے آہستہ بولو۔ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔ اگر یہ بات کسی اسرائیلی ایجنٹ کو معلوم ہو جائے کہ تم اس حد تک جانتے ہو تو وہ لوگ تمھیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"
"کولن برٹ کے نئے پروگرام میں تم اس کی معاون ہو۔ مجھے بتاؤ کہ وہ کب اور کہاں اس کام کی تکمیل کے لیے خفیہ دار ارکان سے آخری ملاقات کر رہا ہے۔ وہ کون سی جگہ ہے اور کس دن کس وقت یہ کام انجام دے رہا ہے؟"
"نہیں، خدا کے لیے نہیں۔ مجھ سے یہ سب کچھ نہ پوچھو۔ مجھے بتاؤ یہ سب کچھ تم کیسے جانتے ہو۔ تم... تم الفانو ہو بھی یا نہیں؟ کون ہو تم؟ نہیں تم الفانو نہیں ہو۔ میں ابتدا سے تمھارے اندر کچھ تبدیلیاں محسوس کر رہی ہوں۔ مجھے یقین دلاؤ پہلے، مجھے یقین دلاؤ کہ تم الفانو ہو۔"
اسرائیلی جاسوسہ بالآخر جذبات کے بھنور سے نکل آئی تھی اور میں اس کے لیے مکمل طور پر تیار تھا۔ میں جانتا تھا کہ کسی تیس سالہ عورت کو کسی نوجوان لڑکی کی مانند جذباتی مار نہیں ماری جا سکتی اور میرے استفسار پر اس کی وہ صلاحیتیں ضرور جاگ اٹھیں گی جن کی وجہ سے اُسے اس کام کے لیے منتخب کیا گیا تھا تاہم میں ابھی کچھ اور اداکاری کرنا چاہتا تھا۔ میں نے گہری نگاہوں سے اُسے دیکھا اور پھر مدھم لہجے میں بولا۔ "تو یوں کہو کہ تمھیں اپنے روزگار سے دلچسپی ہے اور اس کے لیے تم اپنی محبت سے بھی دستبردار ہو سکتی ہو۔ ٹھیک ہے اگر میں الفانو نہیں تو مجھے اجازت دو۔ میں خود بھی تمھارا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔"
"مگر... مگر... مجھے یہ بتا دو صرف یہ بتا دو کہ اس قدر معلومات تمھیں کہاں سے حاصل ہوئیں اور تم اس حسین رات میں یہ کیسی گفتگو شروع کر بیٹھے! تمھارا ان تمام معاملات سے کیا تعلق ہے؟"
"میں نے کہا نا تمھارے بارے میں سب کچھ جانے بغیر میں تمھیں اپنی زندگی میں کیسے داخل کر سکتا ہوں میرینا۔ بڑی احمقانہ بات ہے کسی ایسی شخصیت سے شادی کرنا جس کی زندگی کا ایک اہم رُخ ہونے والے شوہر سے پوشیدہ ہو۔"
میرینا سخت کشمکش کا شکار نظر آ رہی تھی پھر اس نے گمبیر لہجے میں کہا
میں کہا۔ "اگر تم یہ جان بھی لو تو تمھیں اس سے کیا فائدہ ہو گا۔ میں اعتراف کر چکی ہوں، میں نے تمھیں بتا دیا ہے کہ میں اسرائیلی مفادات کے لیے کچھ کام کرتی ہوں لیکن مجھے آزادی ہے اور میں اپنی مرضی سے زندگی گزار سکتی ہوں۔ یہ سب کچھ جو یہاں مجھے حاصل ہے، اسرائیلی مفادات کے لیے کام کرتے ہوئے نہیں حاصل ہوا ہے، بلکہ میں خود بھی ایک صاحب حیثیت شخصیت ہوں۔ بس کسی نہ کسی طرح ان لوگوں کے جال میں پھنس گئی۔ زندگی کے کسی مرحلے پر میں اس کے بارے میں بھی تفصیل بتا دوں گی۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو میرینا! تم مجھے اتنا تو بتا نہیں سکتیں کہ کولن برٹ اپنے مقصد کے لیے ان لوگوں سے کب اور کہاں ملاقات کر رہا ہے اور دعویٰ یہ کرتی ہو کہ مجھ سے مخلص ہو۔"
"یہ بات میں کبھی نہیں بتاؤں گی۔ یہ بات نہ صرف میری بلکہ تمھاری زندگی کے لیے بھی خطرہ بن جائے گی۔"
"ٹھیک ہے میرینا مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے اور اب میں اجازت چاہتا ہوں۔"
"تم... تم کتنے عجیب ہو الفانو! ایک ایسی بات پر اپنے اور میرے درمیان تمام رشتے ختم کر رہے ہو جس سے تمھارا کوئی براہِ راست واسطہ بھی نہیں ہے۔"
"ممکن ہے کہ واسطہ ہو میرینا!" میں نے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔
"اگر تم مجھے اس واسطے کے بارے میں بتا دو تو میں تمھیں کولن برٹ کے پروگرام کے بارے میں بھی بتا سکتی ہوں۔ ہم دونوں اپنی معلومات کا تبادلہ کر سکتے ہیں۔"
"یہ سودے بازی کیا تمھاری شخصیت کو، تمھارے خلوص کو مزید مشکوک نہیں بنا رہی میرینا؟"
میرینا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "مگر الفانو... اچھا ٹھیک ہے۔ تمھاری ناراضی منظور! کولن برٹ آرک بیر یوم ہوٹل اسکوائر نامی عمارت میں اس ماہ کی ستائیس تاریخ کو ان حکام سے ملاقات کر رہا ہے جو طیاروں کی ترسیل کے لیے معاہدے پر آخری دستخط کریں گے اور اس کے بعد ضروری امور نمٹا کر یہ طیارے وہاں سے روانہ کر دیے جائیں گے۔"
"ان کی روانگی کا کیا انتظام ہے؟" میں نے سوال کیا۔
"خلیج بنگال سے انھیں سمندری جہازوں پر لادا جائے گا اور یہ جہاز ایک بالکل ہی مختلف راستے پر سفر کرنے کے بعد ایک مخصوص جگہ سے اسرائیل کی جانب مڑ جائیں گے۔ یہ تمام طیارے بڑے بڑے گوداموں میں پارسل کی شکل میں بند ہیں۔" میرینا نے جواب دیا اور میں نے یہ تمام معلومات ذہن نشین کر لیں تھیں۔ وہ عجیب نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی پھر اس نے کہا۔ "جانتے ہو، اگر ان لوگوں کو کسی طرح یہ شبہ ہو جائے کہ یہ معلومات کسی اجنبی شخصیت کے کانوں تک پہنچ چکی ہیں تو شاید وہ مجھے سانپوں سے ڈسوا دیں۔ ایسی اذیت ناک موت دیں مجھے کہ موت بھی لرز اٹھے۔ وہ اتنے ہی درندہ صفت ہیں۔"
"یہ بات ان تک کیسے پہنچے گی میرینا کہ تم مجھے یہ سب کچھ بتا چکی ہو۔"
"اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ تمھیں ان سب معاملات سے کیا دلچسپی ہے؟" اس نے سوال کیا۔
"اس لیے کہ میں فلسطینی مفادات کا حامی ہوں۔" میں نے جواب دیا۔
میرینا پاگلوں کی طرح منہ پھاڑے مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے ایک جھرجھری سی لی اور متوحش لہجے میں بولی۔ "کیا۔ کیا کہہ رہے ہو الفانو! کیا کہہ رہے ہو تم! اپنے الفاظ پر غور کیا ہے تم نے! تم... تم میرا مطلب ہے... یہ کیسے ہو سکتا ہے!"
"ہاں، یہ واقعی مشکل مرحلہ ہے تمھارے لیے۔ اب بتاؤ کیا فیصلہ کیا تم نے اس بارے میں...؟"
"مگر الفانو! تم فلسطینیوں کے مفاد کے لیے کیوں سرگرداں ہو؟ تمھارا ان سے کیا تعلق ہے؟"
"میری پوری زندگی ہی ان لوگوں کی خدمت میں بسر ہوئی ہے ڈیئر میرینا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ میں الفانو نہیں ہوں، میرا نام علی یار خان ہے۔" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ میں جانتا تھا کہ مجھے اب کیا کرنا ہے۔
میرینا لڑکھڑا کر گرتے گرتے بچی تھی۔ اس کے ذہن پر خوف کا شدید دباؤ تھا۔ چہرہ زرد ہو گیا تھا اور آنکھیں خوف زدہ انداز میں پھیلتی جا رہی تھیں۔
"اور ڈیئر میرینا، چوں کہ یہ بات تم مجھے بتا چکی ہو کہ

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ لوگ اس انکشاف کے بعد تمہیں کوئی بدترین موت دیں گے، اس لیے میں نہیں چاہتا کہ تم اس بدترین موت کا شکار ہو۔ مجھے انتہائی افسوس ہے۔" میں آگے بڑھا اور بغیر لڑکھڑائے چلتا ہوا اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

میرینا نے خوف زدہ نگاہوں سے میرے پیروں کی طرف دیکھا۔ اب میرا راز کھل چکا تھا۔ وہ دہشت زدہ لہجے میں بولی: "تم..... تم دشمن کے جاسوس ہو۔ تم الفانو نہیں ہو!" اس کی آواز اونچی تھی۔ اس میں خوف کے ساتھ غصہ بھی شامل ہو گیا تھا۔ میں نے اپنا ایک ہاتھ مضبوطی سے اس کے منہ پر جما دیا اور دوسرے ہاتھ میں پکڑے ہوئے خنجر سے اس کے دل پر وار کیا۔ پھر خنجر کو واپس کھینچا اور دوسرا وار کیا۔ اس کے منہ پر رکھے ہوئے ہاتھ کو میں نے اس طرح جما رکھا تھا کہ اس کے گلے سے نکلنے والی آوازیں بلند نہ ہو سکیں۔ میرینا کا بدن تڑپا اور بستر خون سے بھر گیا۔ فرش پر بھی خون گرنے لگا تھا۔ میں نے اس کے منہ پر سے ہاتھ ہٹایا اور زور سے بستر پر دھکیل دیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں نے اپنے لباس کا جائزہ لیا۔ جس پر جگہ جگہ خون کے چھینٹے پڑے ہوئے تھے۔ میں

اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے پہلے ہی سے تیار ہو کر آیا تھا۔ چنانچہ میں وہاں سے ہٹ کر غسل خانے میں پہنچا۔ خون آلود لباس اتار کر میں نے نیا لباس پہنا جسے میں اپنے ساتھ لایا تھا۔ پھر ایک نظر کمرے پر ڈالی اور وہاں سے باہر نکل آیا۔

اطراف میں سناٹا تھا۔ قصبہ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ مجھے میرے کام میں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔

اپنی رہائش گاہ پہنچا تو گوندا باہر بیٹھا ہوا اونگھ رہا تھا۔ غالباً وہ بیٹھے بیٹھے ہی سونے کا عادی تھا۔ میرے قدموں کی چاپ پر اس نے چونک کر گردن اٹھائی اور پھر اٹینشن ہو گیا۔

"گوندا! مجھے جانا ہے۔ گاڑی تیار کر دو۔"

"سر! اس وقت؟" اس نے متحیرانہ انداز میں سوال کیا۔

"میری ذمے داریاں ہی ایسی ہیں گوندا۔ کل دن میں کسی وقت واپس آ جاؤں گا۔"

گوندا نے جلدی سے گاڑی کا ونڈ اسکرین وغیرہ صاف کیا۔ میں نے کار میں بیٹھ کر اگنیشن میں چابی لگائی اور چند لمحے بعد کار سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ میرے ذہن میں میرینا کی فراہم کی ہوئی اطلاعات محفوظ تھیں۔ اس ماہ کی ستائیس تاریخ کو آرک بیریلو نامی شہر میں ویل اسکوائر نامی عمارت میں کولن برٹ ان لوگوں سے ملاقات کرے گا۔ پروگرام کے مطابق یہ اطلاعات سن مین کو دینا تھیں اور سن مین اپنے ذرائع سے آئن خلاسٹر سے گفتگو کر لے گا اور اس کے بعد میرے لیے جو بھی نئی ہدایات ہوں گی وہ مجھے مل جائیں گی۔

اپنی شاندار کار کو دوڑاتا ہوا بالآخر میں اس فیکٹری تک پہنچ گیا جہاں سن مین موجود تھا۔ رات آدھی سے زیادہ گزر گئی تھی اور شہر میں داخل ہو کر مجھے پٹرولنگ کاروں سے بھی بچنا پڑا تھا۔

سن مین شاید اپنی کسی خفیہ کارروائی میں مصروف تھا۔ اس کے آدمیوں نے اسے میری کار کے داخلے کی اطلاع دے دی تھی چنانچہ وہ متحیرانہ انداز میں باہر نکل آیا اور اس نے اپنے مخصوص لہجے میں پوچھا: "کیوں۔ کمو خیریت تو ہے نا؟ کیا پولیس وغیرہ تمہارے پیچھے لگی ہوئی ہے؟" میں مطمئن انداز میں کار سے اترا اور سست قدموں سے چلتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔

"کیسی احمقانہ باتیں کرتے ہو سن مین! کیا تم نے مجھے اس سطح کا انسان سمجھا ہے!"

سن مین کا موٹا سگار اس کی جیب سے نکل کر دانتوں میں جا دبا لیکن اس نے سگار سلگایا نہیں تھا۔ اس نے منہ ہی منہ میں اسے دباتے ہوئے کہا: "نہیں میرا یہ مقصد نہیں تھا۔ آؤ، اندر آؤ۔" میں اس کے ساتھ اندر پہنچ گیا۔ "میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ تم واپس کیوں آ گئے؟" اس نے سوال کیا۔

"دوسری احمقانہ بات۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا، اور ایک صوفے پر جا بیٹھا۔

"گویا اس کا مطلب ہے کہ تم..... لیکن اتنی جلدی کمال ہے! کیا واقعی؟" سن مین کا سگار منہ سے باہر نکل آیا۔

"ہاں جو کام میرے سپرد کیا گیا تھا وہ میں نے کر لیا ہے۔"

"میں اسے کمال کہوں گا، اس قدر جلد اتنا اہم کام انجام دینا معمولی بات نہیں ہے۔ ظاہر ہے تم کسی اسکول ٹیچر سے پوچھ گچھ کرنے نہیں گئے تھے بلکہ وہ اسرائیلی مقاصد کے لیے کام کرنے والی ایک پختہ کار عورت ہے۔ بہرحال، میں تمہیں اس کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں۔"

"شکریہ۔ اب میرے لیے کیا ہدایات ہیں؟"

"فی الوقت آرام کرو، ہاں اگر کوئی خاص ضرورت ہو تو مجھے بتاؤ۔"

"نہیں۔ صبح کو میں تمہیں اس سلسلے میں تفصیلات بتا دوں گا یا اگر تم فوراً ہی کوئی کارروائی کرنے کے خواہش مند ہو تو پھر مختصر سی بات ہے، مجھ سے سن لو۔"

"ایک منٹ۔" اس نے کہا اور ایک پیڈ اور پنسل نکال کر سامنے رکھ لی۔

"کولن برٹ اس ماہ کی ستائیس تاریخ کو آرک بیریلو میں ان لوگوں سے ملاقات کر رہا ہے۔ آرک بیریلو کی ویل اسکوائر نامی عمارت میں اس معاہدے پر آخری دستخط ہوں گے۔"

"گڈ! ویری گڈ۔ آرک بیریلو۔" سن مین نے پُرخیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "لیکن طیاروں کی روانگی کہاں سے ہوگی؟"

"خلیج بنگال سے۔"

اس نے یہ نام بھی نوٹ کر لیا اور پھر میری طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "اس کے علاوہ اور کچھ؟"

"نہیں — یہ مکمل معلومات ہیں۔"

"پورے وثوق اور یقین کے ساتھ کہہ رہے ہو کہ یہ معلومات بالکل درست ہیں؟"

"ہاں، تقریباً — اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔"

"او کے ڈیئر — اب تم آرام کرو — اپنی آرام گاہ میں چلے جاؤ۔ ویسے مجھے تمہاری اس قدر جلد واپسی کی اُمید نہیں تھی۔" اس نے کہا اور میں وہاں سے اٹھ گیا۔

آرک بیریلو ساحلی شہر تھا، جہاز سے اترتے ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ نہایت حسین جگہ ہے۔ میں اپنی زندگی میں پہلی بار اس شہر میں داخل ہوا تھا۔ سن مین نے چند افراد میری مدد کے لیے میرے ساتھ کر دیے تھے لیکن ان کا کام صرف دور دور سے میری نگرانی کرنا تھا۔ ہاں، اس شخص کو خصوصاً اس نے میرے ساتھ کیا تھا جو میک اپ کا ماہر تھا۔ میک اپ کرنے میں مجھے بھی خاصی مہارت حاصل تھی لیکن میں نے اس بات کا اظہار احتیاطاً ان لوگوں سے نہیں کیا تھا۔ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جنھیں خود تک محدود رکھنا ہی مناسب ہوتا ہے۔ حالات نہ جانے کون سے رخ اختیار کریں۔ جو افراد میرے ساتھ آئے تھے، وہ طیارے میں بھی مجھ سے اجنبی رہے تھے۔ سوائے اس شخص کے جس کا نام کرٹ وائل تھا اور جو میک اپ کرنے کے لیے میرے ساتھ تھا۔ کرٹ وائل میری برابر والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور وقفے وقفے سے مجھ سے کچھ گفتگو بھی کرتا جا رہا تھا۔ انتہائی خشک مزاج اور بور شخص تھا جس کا زیادہ تر موضوع گفتگو عالمی سیاست ہوتی تھی اور اس سلسلے میں اس کے خیالات نہایت ہی گھٹیا اور معلومات سے خالی تھے۔

ائیرپورٹ سے ہم دونوں ساتھ ساتھ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر فیسٹی ہوٹل پہنچے۔ فیسٹی کے ایک کمرے میں ہمارے لیے رہائش کے انتظامات بذریعہ ٹیلی فون پہلے ہی ہو چکے تھے چنانچہ ہم اس میں مقیم ہو گئے۔ ہمارے بقیہ ساتھی بھی ہوٹل فیسٹی ہی میں تھے لیکن مختلف منزلوں پر اور ہم سے قطعاً بے تعلق۔ سن مین نے کہا تھا کہ آرک بیریلو میں وہ میرے لیے اعلیٰ ترین انتظامات بھی کر سکتا ہے لیکن میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ بہت زیادہ آسائشیں انسان کی کارکردگی کو متاثر کرتی ہیں تاہم جن اشیا کی ضرورت مجھے پیش آ سکتی تھی، ان کی فراہمی کی ذمے داری تو بہرحال سن مین ہی کی تھی۔

چوبیس تاریخ کو ہم یہاں پہنچے تھے اور ستائیس تاریخ جو ہمارا ہدف تھی، ابھی کافی دور تھی۔ اس دوران میرینا کے بارے میں سن مین کے ذریعے مجھے رپورٹ ملی تھی کہ میرینا کی لاش دریافت ہو چکی ہے اور الفانو ہی کو اس کے قتل کا ذمے دار ٹھہرایا گیا ہے۔ اس سلسلے میں اخبارات نے مختلف کہانیاں لکھی ہیں لیکن ان کہانیوں میں شبے کی کوئی بات نہیں ہے۔ الفانو اور میرینا کے درمیان دشمنی کی وجہ قصبے کی کچھ زمین تصور کر لی گئی تھی جس کے دعوے دار وہ دونوں ہی تھے۔

سن مین نے کہا تھا کہ اس صورت حال کا اندازہ ان لوگوں کو پہلے ہی تھا یعنی میرینا کے قتل کا شبہ الفانو ہی پر کیا جا سکتا تھا۔ جس کی لاش بھی کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔ اس طرح مسئلہ حل ہو گیا تھا۔ آرک بیریلو کی سیر و سیاحت کے لیے مجھے ہر طرح کی سہولتیں فراہم کی گئیں لیکن اس بور آدمی کو میں نے اپنے ساتھ رکھنا مناسب نہیں سمجھا جس کا نام کرٹ وائل تھا۔ وہ خود بھی گوشہ نشین قسم کا آدمی معلوم ہوتا تھا چنانچہ ایک بار بھی اس نے مجھے آرک بیریلو میں پارٹنر بننے کی پیشکش نہیں کی تھی۔ خوبصورت شہر کی خوبصورت تفریحات سے میں دو دن تک لطف اندوز ہوتا رہا۔ اس دوران ایک کام البتہ میں نے ضرور کیا تھا اور وہ یہ کہ ویل اسکوائر نامی عمارت اور اس کے اطراف کا اچھی طرح جائزہ لے لیا تھا، نہ صرف جائزہ لیا تھا بلکہ اپنے کام کی تکمیل کے لیے میں نے پوری تیاریاں کر لی تھیں اور وہ جگہ منتخب کر لی تھی جہاں سے مجھے اپنی کارروائی کا آغاز کرنا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ جو ذمے داری میرے سپرد کی گئی ہے، اسے میں بخوبی انجام دوں گا۔ درحقیقت آرک بیریلو میں کام کی ابتدا تو میرے لیے آسان ترین تھی البتہ اس کے بعد کے مراحل ذرا مشکل تھے۔ اس سلسلے میں چھبیس تاریخ کو میں نے آخری انتظامات کا جائزہ لیا۔ اس وقت تین افراد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی میٹنگ میرے کمرے میں تھی۔ ان میں ایک شخص بالکل اجنبی تھا اور یہ سن مین کا فراہم کردہ مقامی آدمی تھا جو مجھے اس سلسلے میں تمام تفصیلات بتانے والا تھا۔ سن مین کے اس ساتھی نے ایک نقشے کی مدد سے مجھے میرے مشن کی تمام تفصیلات بتائیں۔ خلیج بنگال کے لیے سفر کا راستہ بھی اسی نے منتخب کیا۔ مجھے یہ سفر تنہا ہی کرنا تھا۔ آرک میریو میں اپنا کام نمٹانے کے بعد فوراً ہی خلیج بنگال کے لیے روانہ ہو جانا تھا جس کا فاصلہ تو بہت زیادہ نہیں تھا لیکن راستے دشوار گزار تھے اور طریقۂ کار بھی کچھ ایسا ہی تھا کہ انسان الجھنوں کا شکار ہو سکتا تھا۔

نقشے کے ذریعے انھوں نے مجھے میرے کام کی تفصیل بتائی کہ کس طرح مجھے اپنے مشن کی تکمیل کے بعد کہاں پہنچنا ہے اور وہاں سے مزید خطرہ مول لیے بغیر فوری طور پر آگے کا سفر جاری کر دینا ہے۔ میں نے اپنے پروگرام کے تحت انھیں وہ جگہ بتائی جو میں نے منتخب کر لی تھی اور میری بات سے اتفاق کیا گیا۔ پھر ایک بار اُن تمام امکانات کا جائزہ لیا گیا جن کے تحت ہمارا منصوبہ ناکامی سے دوچار ہو سکتا تھا۔ میٹنگ میں شریک افراد کو میرے بارے میں کچھ معلومات تھیں یا نہیں لیکن وہ خاصے سنجیدہ تھے اور دیر تک ان امکانات پر غور کرتے رہے تھے جو میرے لیے مشکلات کا باعث ہو سکتے تھے۔ آخر میں نے ان سے کہا کہ وہ اس معاملے کو مجھ پر چھوڑ دیں۔

کولن برٹ کی شخصیت یقیناً مقامی حکام کے لیے بھی اہم حیثیت رکھتی تھی کیونکہ جب میں ایک مجہول اور بوڑھے شخص کی حیثیت سے جو سانس کا مریض معلوم ہوتا تھا اور جس کی آنکھوں سے مسلسل پانی بہتا رہتا تھا، مطلوبہ علاقے میں پہنچا تو میں نے وہاں خصوصی انتظامات دیکھے۔ مقامی پولیس کے افراد خاصے سرگرم اور چوکنا دکھائی دیتے تھے اور آنے جانے والے لوگوں پر خصوصی توجہ دے رہے تھے۔

اس وقت ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ میں اس طرح چلتے ہوئے آگے بڑھا جیسے صرف زندگی کے بوجھ کو گھسیٹ رہا ہوں اور بہت کمزور اور تھکا ہوا ہوں۔ پولیس کے کچھ سپاہیوں نے میری طرف دیکھا، ان میں سے ایک نے مجھ سے میری خیریت بھی دریافت کی اور میں نے بھرائے ہوئے لہجے میں اسے جواب دیا کہ یہ صرف بڑھاپا ہے لیکن موت کے قریب پہنچنے کے باوجود انسان موت کا خواہش مند نہیں ہوتا۔ میں اس حالت میں بھی زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ سپاہی نے ہلکے سے میرے شانے پر تھپکی دی اور مجھے آگے جانے کی اجازت دے دی۔ جب میں اس چوراہے پر پہنچا جہاں سے ویل اسکوائر کے لیے راستہ مڑتا تھا تو چند سپاہیوں نے پھر مجھے روک لیا۔ میں کراہتا رہا، انھوں نے مجھ سے چند سوالات کیے اور میں نے انھیں بتایا کہ میں کس عمارت میں جانا چاہتا ہوں شکر ہے اس عمارت کے حوالے سے انھوں نے مزید سوالات نہیں کیے جس میں میں جانے کا خواہش مند تھا۔

بالآخر میں اس عمارت تک پہنچ گیا جہاں سے میں اپنا کام کر سکتا تھا۔ عمارت کے صدر دروازے پر ایک موٹی ادھیڑ عمر عورت سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ہانپتے ہوئے اس سے ایک گلاس پانی مانگا اور عورت گردن ہلا کر پانی لینے کے لیے عمارت میں داخل ہو گئی۔ میں نے ایک نظر ادھر اُدھر ڈالی اور پھرتی سے عورت کے پیچھے پیچھے ہی دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ عورت مجھے دیکھتی رہ گئی تھی، چند لمحے تو وہ کچھ بول ہی نہ سکی، پھر اس نے کسی قدر سخت لہجے میں کہا "پانی کے لیے تم باہر انتظار کر سکتے تھے، اندر آنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور پھر اچانک ہی تمھاری حالت ...." ابھی وہ اتنا ہی کہہ پائی تھی کہ میں نے آگے بڑھ کر اس کی گردن دبوچ لی اور اس کی آنکھیں خوف و حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اس عمارت کی چھت مجھے اپنے کام کے لیے استعمال کرنا تھی، اس لیے ایک ایسی عورت کو جو میری جانب سے شبہے میں مبتلا ہو گئی ہو، ہوش و حواس میں رہنے دینا مناسب نہیں تھا۔ گردن دبا کر میں نے اسے بے ہوش کر دیا اور وہ تیورا کر زمین پر گر پڑی۔ اس کے بعد میں نے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر منہ میں کپڑا ٹھونس دیا اور اسے ایک کمرے میں ڈال کر باہر سے دروازہ بند کر دیا۔ اب میرے لیے زیادہ آسانی ہو گئی تھی۔

میں اوپر چڑھ کر عمارت کی چھت پر جا پہنچا یہاں سے ویل اسکوائر بالکل سامنے نظر آتا تھا۔ چھت کے کنارے کنارے تقریباً چار فٹ اونچی دیوار بنی ہوئی تھی، جس کی وجہ سے مجھے دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔ اس کے علاوہ یہ عمارت ایسی جگہ بنی ہوئی تھی کہ ویل اسکوائر کے اوپری حصے سے بھی مجھے نہیں دیکھا جا سکتا تھا

میں نے اپنا کام شروع کر دیا۔ میرے ڈھیلے ڈھالے اور مجہول سے لباس میں مختلف سائز اور مختلف حجم کے چھوٹے بڑے ٹکڑے موجود تھے جنھیں نکال کر میں نے جوڑنا شروع کر دیا اور تقریباً دس منٹ کی کوشش کے بعد میں ایک رائفل تیار کر چکا تھا جس کے ساتھ سائلنسر کے علاوہ ایک دوربین بھی لگی ہوئی تھی۔ کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں میں نے وقت دیکھا، اس وقت ساڑھے دس بج چکے تھے۔ میں نے رائفل کی نال دیوار کی منڈیر پر رکھی اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر ویل اسکوائر کے بیرونی دروازے پر نگاہ جما دی۔ دروازے کے دوسری جانب چند افراد نظر آ رہے تھے، جو غالباً آنے والوں کے استقبال میں مشغول رہے تھے۔ چند سپاہی بھی عمارت کے احاطے میں موجود تھے اور مستعد نظر آ رہے تھے۔ ایک خیال یہ بھی آیا کہ ممکن ہے، ان لوگوں کو اس معاہدے کی تکمیل کے وقت کسی مداخلت کا خطرہ ہو۔ بہرحال جو کچھ بھی تھا، مجھے اس وقت اپنا کام انجام دینا تھا۔ بات صرف اتنی نہیں تھی کہ اس کے صلے میں مجھے تہذیب مالکم ایکس کے مل جانے کی توقع تھی بلکہ اب اس کا تعلق میرے مشن سے بھی تھا۔

تقریباً بارہ بجنے میں پانچ منٹ رہ گئے تھے جب مجھے سیٹیوں کی آوازیں سنائی دیں اور میں نے رائفل کو آخری بار چیک کیا۔ تین گاڑیاں تھیں جن میں لوگ موجود تھے۔ میں نے ویل اسکوائر کے صدر دروازے پر پانچ افراد کو دیکھا جو قطار کی شکل میں تھوڑے سے ترچھے کھڑے تھے۔ دوربین سے میں نے اندازہ لگا لیا کہ کس طرح کولن برٹ گاڑی سے اترنے کے بعد سیڑھیاں طے کرے گا اور کس طرح اندر داخل ہو گا اور پھر وہاں موجود لوگ اسے خوش آمدید کہیں گے۔ یہ رسمی کارروائی اس وقت کولن برٹ کے لیے کتنی مہلک تھی، اس کا اندازہ وقت سے پہلے کیسے ہو سکتا تھا۔ بعض اوقات روایات بھی مصیبت کا باعث بن جاتی ہیں۔ تینوں گاڑیاں گیٹ سے اندر داخل ہو گئیں اور اس کے بعد میں نے کولن برٹ کو اس لمبی سیاہ گاڑی سے نیچے اترتے دیکھا جو سب سے آگے تھی۔ میں نے اسے دوربین کی رینج میں لے لیا اور دوربین کا دائرہ اسے مسلسل اپنا ہدف بنائے رہا۔ میری انگلی رائفل کی لبلبی پر تھی۔

کولن برٹ سیڑھیاں چڑھ کر ویل اسکوائر کے دروازے پر پہنچا تو میں نے اپنا نشانہ درست کر لیا۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا کہ استقبال کرنے والا کوئی آدمی کولن برٹ کے اس قدر قریب ہو جائے کہ مجھے نشانہ لینے میں دقت ہو۔ ہلکی سی ٹھس کی آواز سنائی دی اور میں نے دوربین میں دیکھا کہ کولن برٹ کے دونوں ہاتھ فضا میں پھیل گئے۔ خون نہایت مناسب جگہ سے اُبل رہا تھا اور یقیناً میری گولی نے بغلی سمت سے اس کے دل کو نشانہ بنا لیا تھا۔ اب یہاں میرا کام ختم ہو جاتا تھا۔ مجھے بتا دیا گیا تھا کہ یہ رائفل اگر ان لوگوں کے ہاتھ لگ بھی جائے تو اس سے کوئی اندازہ لگانا آسان کام نہیں ہو گا اور میں واردات کے بعد اسے اسی جگہ چھوڑ سکتا ہوں۔ ہاتھوں پر چونکہ باریک ربڑ کے دستانے چڑھے ہوئے تھے، اس لیے رائفل کے بٹ پر یا اس کے کسی اور حصے پر انگلیوں کے نشانات ملنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ البتہ ایک کام مجھے ضرور کرنا تھا۔ میں نے اپنا پھٹا پرانا سا کوٹ اتار کر وہیں پھینک دیا۔ اس میں اور کوئی چیز موجود نہیں تھی جو میری نشاندہی کر سکتی۔ گردن کے قریب سے ٹٹول کر وہ جھلی کھینچ کر پھینک دی جو ماسک کی شکل میں میرے چہرے پر چڑھی ہوئی تھی۔ اندرونی لباس سے کنگھا نکال کر بال درست کیے اور پھر نچلے لباس کا پہلا حصہ بھی اتار کر وہیں پھینک دیا۔ بوڑھے کے میک اَپ میں اگر کوئی میرے پیروں کا گہری نگاہ سے جائزہ لے لیتا تو اسے اس بات پر حیرت ضرور ہوتی کہ ایک مجہول و مفلوک الحال بوڑھا جوتے بہت عمدہ قسم کے استعمال کر رہا ہے۔

میں برق رفتاری سے نیچے اتر آیا اور پھر اس عمارت سے باہر آ گیا۔ ویل اسکوائر کے گیٹ پر باہر چلتے ہوئے تمام پولیس والے جمع ہو گئے تھے اور اطراف میں چلتے پھرتے لوگوں کو گیٹ سے دور رہنے کا اشارہ کر رہے تھے جو صورتِ حال معلوم کرنے کے لیے ویل اسکوائر کے پاس پہنچ جانا چاہتے تھے۔ میں نے اپنی چال میں توازن رکھا تھا اور کسی ایسی عجلت کا مظاہرہ نہیں کیا تھا جو کسی کی نگاہ میں مشکوک ہو سکے۔

جب میں ویل اسکوائر کی پہلی گلی سے باہر نکلا تو ایک ٹیکسی خالی کھڑی نظر آئی۔ ڈرائیور نے میٹر اس طرح ڈاؤن کیا ہوا تھا جیسے کسی کا انتظار کر رہا ہو۔ میں اس کے قریب پہنچا تو اس نے پھرتی سے ٹیکسی کا پچھلا دروازہ کھول دیا اور اس کے بعد ٹیکسی اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ اس کی رفتار کافی تیز تھی۔ سیٹ پر بیٹھے ڈرائیور نے نہ مجھ سے ایک لفظ کہا تھا اور نہ میں نے اس سے کوئی بات کی تھی۔

ٹیکسی کا سفر تقریباً چالیس منٹ کا تھا اور اس چالیس منٹ میں اس نے تقریباً ستر کلومیٹر کا فاصلہ طے کیا تھا۔ اس کے بعد وہ ایک چھوٹے سے قصبے بلوماٹن میں پہنچ گئی۔ بلوماٹن میں اس نے مجھے سمندر کے ایک ایسے کنارے پر اتار دیا جہاں چاروں طرف خاموشی اور سناٹے کا راج تھا۔ یہاں ایک خاص قسم کی کشتی موجود تھی جو ربڑ کی بنی ہوئی تھی۔ اس میں ضرورت کی چیزیں موجود تھیں۔ بارش سے بچاؤ کے لیے بانس لگا کر ترپال کی چھت لگانے اور سونے کا بھی انتظام تھا۔ اس پوری کشتی کا وزن اس قدر کم تھا کہ اسے آسانی سے اٹھا کر کنارے پر لایا جا سکتا تھا۔ اس میں چپوؤں کی ضرورت بھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہیں ہوتی تھی اور وہ خود ہی ہوا کے بہاؤ کے ساتھ بہہ سکتی تھی۔

ٹیکسی ڈرائیور نے مجھے نیچے اتار دیا اور پہلی بار مخاطب کیا۔ "اور کوئی حکم جناب؟"

"تمھیں کوئی ہدایات دی گئی ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"جی نہیں۔ آپ کی ضروریات کی تمام چیزیں یہاں پروگرام کے مطابق موجود ہیں۔ البتہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو صرف ایک سوال کا جواب مجھے دے دیں۔"

"ہاں، پوچھو۔"

"کام توقع کے مطابق مکمل ہوا ہے؟"

"ہاں بالکل۔" ٹیکسی ڈرائیور نے اس کے بعد کوئی رسمی گفتگو بھی نہ کی اور تیزی سے مڑ کر واپس چل پڑا۔ میں خاموشی سے اُسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا تھا پھر میں نے وہ کشتی پانی میں اتاری اور اس میں سوار ہو گیا۔

کشتی ہوا کے بہاؤ پر بہنے لگی تھی، میری زندگی کا ایک نیا سفر شروع ہو گیا تھا اور یہ سفر میرے لیے ہمیشہ کی مانند خاصا سنسنی خیز تھا۔ ہر چند کہ اس طرح کی لاتعداد مہمات میں حصہ لے چکا تھا لیکن انسان کی زندگی میں کوئی بھی نیا مرحلہ اس کے لیے باعث تجسس ہوتا ہے۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ خلیج میکسیکو تک پہنچنے کے لیے ایک طویل اور کٹھن سفر سے سابقہ پڑے گا۔ اس میں کئی دن بھی لگ سکتے ہیں اور اگر ہواؤں کی رفتار سست ہو جائے تو شاید ایک ڈیڑھ ہفتہ بھی۔ میرے لیے کشتی میں ایسی چیزوں کا بندوبست کر دیا گیا تھا جن کی مدد سے میں کوفت کا شکار ہونے سے بچ سکوں۔ ایک ریڈیو ٹرانسسٹر، کچھ کتابیں بھی یہاں موجود تھیں۔ تھوڑی دیر بعد میں نے ٹرانسسٹر کا سوئچ آن کر دیا اور پروگرام سننے لگا لیکن کئی گھنٹے گزر جانے کے باوجود مجھے ریڈیو پر کولن برٹ کے بارے میں کوئی خبر سننے کو نہ ملی لیکن جو کچھ میں نے کیا تھا، وہ اطمینان بخش تھا اور مجھے اپنے کام پر اعتماد تھا۔ اس لیے اس خبر کے نشر نہ ہونے سے مجھے کوئی تشویش نہ ہوئی۔ کشتی کا سفر طویل اور صبر آزما تھا اور میں اس کے لیے اپنے آپ کو تیار کر رہا تھا۔

کشتی رُکے بغیر کئی دنوں تک پانی کی سطح پر ہوا کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ سفر کرتی چلی گئی۔ چوتھے دن صبح سے بارش شروع ہو گئی اور میں نے ترپال تان لیا جس کی وجہ سے بارش سے مکمل بچاؤ ہو گیا۔ پھر تقریباً نو دن میں نے اس طرح گزارے کہ نہ کہیں زمین کے آثار نظر آئے اور نہ ہی کسی انسان کی شکل دکھائی دی۔ دسویں دن کی صبح میں نے جنگل سے کے آثار پا لیے تھے۔ خدا کے فضل سے ان دس دنوں میں کوئی ایسی الجھن پیش نہیں آئی تھی جو مجھے کسی طرح سے پریشان یا کمزور کر دیتی۔

کنارے پر ایک سمت میں نے درختوں کے جھنڈ دیکھے اور پھر کشتی کو اس طرف موڑ دیا۔ کنارے تک پہنچ کر میں بیچ پانی میں نیچے اتر گیا اور سامان اٹھا اٹھا کر باہر پھینکا۔ جب کشتی بالکل خالی ہو گئی تو اُسے دونوں ہاتھوں سے اوپر اٹھا کر کنارے کی طرف اچھال دیا، اس کے بعد خود بھی پانی سے باہر نکل کر کنارے پر آ گیا۔

سورج کی روشنی پوری طرح پھیل چکی تھی۔ میں برق رفتاری سے ایک سمت دوڑنے لگا۔ میری رفتار کافی تیز تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ اب کس سمت جانا ہے۔ آدھے گھنٹے کے بعد میں ان درختوں کے حصار سے باہر نکل آیا۔ سامنے ایک بہت وسیع و عریض میدان نظر آ رہا تھا۔ میں نے اس میدان کے اطراف خاردار تار لگے ہوئے دیکھے۔ اس طرح میدان کی حد بندی کر دی گئی تھی۔ ایک درخت کے سائے میں میں کافی دیر تک کھڑا رہا اور اس کے بعد میں نے خاردار تاروں کی سمت رخ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد ان کے نزدیک پہنچ گیا۔ اطراف میں کوئی ذی روح نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے تار ہٹائے اور ان کے نیچے رینگ کر ممنوعہ علاقے میں داخل ہو گیا۔ میں آگے بڑھتا رہا، وسیع و عریض میدان میں جگہ جگہ میں نے لکڑی کے بڑے بڑے کیبن دیکھے۔ مجھے توقع تھی کہ ان کیبنوں میں کوئی نہ کوئی ضرور موجود ہو گا لیکن جب طویل فاصلہ طے کر کے میں ایک کیبن کے پاس پہنچا تو مجھے احساس ہوا کہ کیبن میں کوئی دروازہ ہی نہیں رکھا گیا تھا۔ بلکہ لکڑی کے تختوں کو جوڑ کر کیبن نما صندوق کھڑے کر دیے گئے تھے۔ گویا ان کیبنوں میں صرف کوئی چیز بند کر دی گئی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد میں ایک آہنی آلے کی مدد سے ایک کیبن کے تختے کو اس حد تک ٹیڑھا کرنے میں کامیاب ہو گیا کہ اس کی کیلیں مڑ گئیں۔ تختے کو باہر کی طرف موڑنے کے بعد میں نے اندر جھانک کر دیکھا اور میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ بڑے بڑے جہازی پارٹس رکھے ہوئے تھے اور یقیناً یہ ان جہازوں کے حصے تھے جو اسرائیل کو سپلائی کیے جانے والے تھے۔ گویا میں بالکل صحیح جگہ پہنچ گیا تھا۔ چنانچہ اپنا کام شروع کرنے میں میں نے ذرا بھی تساہل کا مظاہرہ نہیں کیا اور سن مین کا فراہم کردہ کیمرہ نکال کر پورے علاقے کی تصویریں لیں۔ اس کے بعد تختے کو کچھ اور موڑ کر طاقتور روشنی والے کیمرے سے پارٹس کی تصاویر لینے لگا۔ اس کے بعد میں نے ان تمام گوداموں کی تصویریں بنائیں اور اپنے کام سے فارغ ہو گیا۔ ایک بار پھر میں نے اطراف میں نگاہ ڈالی، مجھے سخت تعجب

تھا کہ اتنی اہم جگہ اس طرح خالی پڑی ہوئی ہے۔ ان گوداموں کے رکھوالے آخر کہاں ہیں؟ بہرحال یہ میری خوش بختی تھی کہ کوئی وہاں موجود نہیں تھا اور مجھے اپنے اس کام میں کسی رکاوٹ کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ اس کے بعد یہاں رکنا مناسب نہیں تھا۔ میں واپس کنارے کی طرف چل پڑا اور تیز رفتاری سے واپسی کا سفر طے کرتا ہوا تاروں کی باڑھ کے پاس آ گیا پھر باہر نکلنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ میں واپس درختوں کے جھنڈ کی جانب چل پڑا لیکن دفعتاً ہی صورت حال میں کچھ تبدیلی ہوئی۔ جیسے ہی میں جھنڈ کے قریب پہنچا چند افراد میرے سامنے آ گئے۔ وہ سب مسلح تھے اور ایک دراز قامت شخص میرے عین سامنے تھا۔

ہم ایک دوسرے کو دیکھ کر بھونچکے رہ گئے۔ میں نے برق رفتاری سے پستول نکالنے کی کوشش کی لیکن میرے مدمقابل بھی احمق نہ تھے۔ انھوں نے فوراً مجھ پر رائفلیں تان لیں۔ آگے والے کی آواز ابھری "خبردار! ذرا بھی جنبش کی تو پورے بدن میں سوراخ ہو جائیں گے" میرا ہاتھ تھا رہ گیا۔ ان لوگوں نے میرے گرد گھیرا ڈال لیا تھا اور کچھ لوگ اتنے قریب آ گئے تھے کہ ان کی رائفلوں کی نالیں میرے بدن کو چھونے لگی تھیں۔ اس کے سوا چارہ کار نہیں تھا کہ ہاتھ بلند کر دوں لیکن میں ان لوگوں کے شکنجے میں آسانی سے نہیں آنا چاہتا تھا۔ میرے پاس اپنی صفائی میں کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ ابھی وہ لوگ کیمرے اور پستول وغیرہ پر قبضہ کر لیں گے۔ کشتی بھی انھیں مل جائے گی اور اس کے بعد یہ معلوم کرنے میں بھی انھیں کوئی دقت نہ ہو گی کہ کولن برٹ کا قاتل میں ہوں۔ موت۔۔۔ فوری موت۔۔۔ میرے لیے اس کے علاوہ اور کوئی فیصلہ نہیں ہو گا۔ چنانچہ یہی موقع ہے، یہی لمحہ ہے جب زندگی بچانے کے لیے کچھ کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد کچھ نہ ہو سکے گا۔ جو کچھ کرنا ہے اور جس طرح کرنا ہے اسی وقت کرنا ہے۔ چنانچہ میری نگاہیں چاروں طرف بھٹکنے لگیں جس جگہ میں کھڑا تھا، وہاں ایک درخت کی مڑی ہوئی شاخ نیچے تک جھک آئی تھی اور میرے سر سے اتنے فاصلے پر تھی کہ میں تھوڑا سا اُچک کر اسے پکڑ سکتا تھا۔ ایک لمحے میں میں نے اپنے لیے لائحہ عمل منتخب کر لیا۔

دراز قامت شخص نے غضبناک لہجے میں کہا "اس مردود کی تلاشی لو" دو مسلح آدمی رائفلیں جھکا کر میری طرف بڑھ آئے۔ میں مستعد ہو گیا۔ میرے ہاتھ بلند تھے۔ جونہی وہ دونوں میرے نزدیک آئے، میں پنجوں پر ذرا سا اچھلا اور شاخ میرے ہاتھوں کی گرفت میں آ گئی۔ میں نے شاخ پر مضبوطی سے ہاتھ جمائے اور پھر برق کی سی تیزی سے دونوں پاؤں اٹھا کر ان دونوں قریب آنے والوں کے سینوں پر مارے۔ مجھے اس قوت کا خود بھی اندازہ نہیں تھا جو اس خطرے کے وقت میرے بدن میں پیدا ہو گئی تھی۔ ان دونوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ اچھل کر اپنے ساتھیوں پر جا پڑے۔ دراز قامت خصوصاً ان کی زد میں آ گیا تھا اور میں نے اسے اُن کی لپیٹ میں آ کر گرتے دیکھا تھا۔ میں نے فوراً ہی ایک لمبی چھلانگ لگائی اور زمین پر پاؤں ٹکتے ہی پوری قوت سے دوڑ پڑا۔ جو لوگ اپنے ساتھیوں کی زد میں آئے تھے، وہ تو اتنی پھرتی سے نہ سنبھل سکے لیکن جو بچ گئے تھے، انھوں نے میرے پیچھے دوڑ لگا دی۔ میں اپنے بدن کی پوری قوت صرف کر کے دوڑ رہا تھا۔ درخت ایک ایک قدم پر راستے میں مزاحم تھے اور خود کو ان سے ٹکرانے سے بھی بچانا تھا۔ جہاں یہ درخت میری تیز رفتاری میں مزاحم ہوئے تھے، وہیں میری مدد بھی کر رہے تھے کیونکہ عقب سے گولیاں چلنے لگی تھیں اور درختوں کے تنے انھیں مجھ تک پہنچنے سے روک رہے تھے۔ ویسے بھی میں ایک سیدھ میں نہیں دوڑ رہا تھا بلکہ ہر بار میں رخ بدل رہا تھا۔ اس وقت اس سمت کا تعین بھی ممکن نہیں تھا، جدھر میں نے کشتی چھوڑی تھی۔ اگر تعین بھی کر لیتا تو کشتی کا استعمال ممکن نہیں تھا کیونکہ وہ لوگ مسلسل پیچھے لگے ہوئے تھے اور کشتی کو اٹھا کر پانی میں نہیں لے جایا جا سکتا تھا۔ ان سے بچنے کے لیے ایک ہی سمت تھی، یعنی کھاڑی کا راستہ۔ مجھے اس تک پہنچنے میں کامیابی حاصل ہو گئی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا، وہ کمبخت زیادہ دور نہیں تھے اور کسی خوفناک بلا کی مانند میرے تعاقب میں لگے ہوئے تھے۔ میں نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے پانی میں چھلانگ لگا دی اور تیزی سے تیرنے لگا۔ ہر آن یہ خطرہ تھا کہ اب وہ پانی میں گولیاں برسائیں گے اور کوئی گولی مجھے چاٹ جائے گی لیکن چوڑی کھاڑی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کے دوسرے کنارے پر پہنچ کر مجھے خود بھی حیرت ہوئی۔ یہ یقیناً برق رفتار تیراکی کا عالمی ریکارڈ تھا۔ مگر افسوس اس کا تذکرہ کوئی نہیں کرے گا۔ دوسرے کنارے سے میں نے پلٹ کر دیکھا، دیکھتے ہی دیکھتے کئی آدمی پانی میں کود گئے تھے۔

بھاگو اور بھاگتے رہو، اس کے علاوہ اور کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی تھی۔ چنانچہ میں پھر دوڑنے لگا۔ اس وقت میرے لیے زندگی بچانے کا صرف ایک ہی ذریعہ تھا، دوڑتے رہو جس قدر بدن میں جان ہو، دوڑتے رہو تھکن کا کوئی تصور بھی ذہن میں نہیں آنا چاہیے۔ نجانے کتنی دور پہنچنے کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بعد میں نے اپنی رفتار سست کی اور ایک بار پھر پلٹ کر دیکھا۔ دور دور تک ان لوگوں کا وجود نہیں تھا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ کھاڑی عبور کرنے میں انھوں نے یقینی طور پر اتنا مختصر وقت نہ لیا ہوگا جتنا میں نے۔ اور اس کے بعد وہ کنارے پر پہنچے ہوں گے اور وہاں سے میرا تعاقب شروع کیا ہوگا۔ مجھے یقین تھا کہ اب وہ آسانی سے مجھ تک نہیں پہنچ سکیں گے لیکن میرے دل میں اب بھی کتنے ہی خدشات اور وسوسے موجود تھے۔ جس علاقے سے اب میں بھاگتا ہوا گزر رہا تھا' وہ چٹیل میدان تھا۔ جنگل اور سبزہ' کھاڑی کے کنارے سے شروع ہو کر تھوڑی دور تو ساتھ دیتے رہے اور اس کے بعد پیچھے رہ گئے تھے۔ اس علاقے میں چھپنے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ میرے پاس جو تصاویر موجود تھیں۔ وہ آش شلاش اور سن مین کی توقع کے عین مطابق تھیں اور ان کے حصول کے بعد وہ اپنے طور پر اس سلسلے میں کارروائیاں کر سکتے تھے۔ میرا کام صرف اتنا ہی تھا کہ میں کولن برٹ کو قتل کر دوں تاکہ معاہدے پر دستخط نہ ہو سکیں اور اس کے بعد ان گوداموں تک پہنچ کر ان کی تصاویر حاصل کر لوں تاکہ یہ تصویریں ان ممالک کو فراہم کر دی جائیں جو اس سلسلے میں کی جانے والی کارروائیوں کو روکنے میں معاون ہو سکتے تھے۔

آسمان پر گہرا ابر چھایا ہوا تھا۔ جب میں نے کھاڑی عبور کی تھی تب ہی یہ ابر آسمان پر آگیا تھا اور اب ہواؤں کی خاموشی اس بات کا اعلان کر رہی تھی کہ شاید بارش شروع ہو جائے اور میرا اندازہ درست نکلا' بارش ہونے لگی۔ ایک لمحے کے لیے میں نے رک کر دور دور تک دیکھا کہ ممکن ہے کوئی پناہ گاہ نظر آجائے لیکن اطراف میں کوئی ایسی جگہ نظر نہ آئی۔ بارش کے ساتھ ساتھ ہی سرد ہوائیں بھی چلنے لگی تھیں۔ میں نے جو لباس پہنا ہوا تھا' وہ ایسا نہیں تھا جو میرے بدن کو ان سرد ہواؤں سے محفوظ رکھ سکتا' چنانچہ اس وقت خود کو گرم رکھنے کا صرف ایک ہی طریقہ تھا کہ دوڑتے رہو۔

تھکن کے ساتھ ساتھ اب بھوک بھی محسوس ہونے لگی تھی پھر اسی طرح دوڑتے ہوئے میں نے بارش کے دوران ہی ایک طویل راستہ طے کیا اور جب پہلی بار مجھے آبادی کے آثار دکھائی دیے تو دل کو طمانیت کا احساس ہوا۔ اندازے کے مطابق میں مسلسل دو گھنٹے دوڑتا رہا تھا لیکن میں نے اب بھی رفتار کم نہیں کی اور آبادی کی طرف دوڑتا رہا پھر مجھے ایک کھیت نظر آیا جو ویران اور اجڑا پڑا تھا لیکن اس کے ایک سمت درختوں کا جھنڈ موجود تھا۔ میں اس درختوں کے جھنڈ کے قریب پہنچ گیا اور اطراف کا بھرپور جائزہ لیا پھر ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ درختوں کے جھنڈ میں ہوا کا گزر کم تھا۔ میں نے پتلون کی جیبوں کو تھپتھپایا' لائٹر' ناکیمو اور پستول دونوں موجود تھے۔ کافی دیر اسی طرح بیٹھا رہا' درختوں کی شاخوں اور پتوں پر بارش کے قطرے گرنے سے ٹپ ٹپ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ بارش مسلسل ہو رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ اب آبادی کا رخ کرنا چاہیے۔ رات کی تاریکی میرا ساتھ دے گی' ممکن ہے کسی مکان میں مجھے کھانے پینے کی کچھ چیزیں اور وقتی طور پر سہارا مل جائے چنانچہ میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ کچے راستے کیچڑ سے بھر گئے تھے' میں ایک عزم کے ساتھ آگے بڑھتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد گاؤں کے سب سے پہلے مکان کے سامنے تھا۔

مکان کے بوسیدہ دروازوں کی درزوں سے روشنی چھن کر باہر آرہی تھی۔ باہر سے اس کے طرز تعمیر کا اندازہ نہیں ہو پاتا تھا۔ نہ ہی اس گھور اندھیرے میں اس کا صحیح طور پر اندازہ ہو سکتا تھا۔ میں نے ہمت کر کے دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔ چند لمحے تک کوئی آواز سنائی نہ دی' قدموں کی چاپ بھی نہیں ابھری تھی' چنانچہ میں نے دوبارہ دستک دی اور اس بار اندر سے کچھ آہٹیں ابھریں۔

"کون ہے؟" آواز نسوانی تھی اور کچھ بھرائی ہوئی سی تھی۔ میں خاموش رہا۔ آواز دوبارہ سنائی دی "کون ہے؟" میں نے اس بار بھی خاموشی اختیار کی تو دروازہ کھل گیا۔

سامنے ایک بوڑھی عورت کھڑی تھی' بدن پر ڈھیلا ڈھالا لباس تھا۔ چہرے پر بے شمار جھریاں نظر آرہی تھیں۔ اس کے علاوہ چارہ کار نہیں تھا کہ اسے پیچھے دھکیل کر اندر داخل ہو جاؤں۔ میں نے ایسا ہی کیا اور بوڑھی عورت خوفزدہ ہو گئی۔

"کک... کون ہو تم...؟ کیا پاسکل... پاسکل ہی ہو نا تم؟" اس نے کہا اور میں نے پھرتی سے پلٹ کر دروازہ بند کر دیا۔

"فضول باتوں سے گریز کرو۔ یہ بتاؤ گھر کے اندر کون کون ہے؟"

"تم پاسکل... ارے اوہ! پاسکل کہاں سے آیا؟" اور دوسرے ہی لمحے اس کا چہرہ خوف سے سفید پڑ گیا۔ وہ تھر تھر کانپنے لگی اور پھر کانپتی ہوئی آواز میں بولی "یہاں صرف میں ہوں... میں... اور وہ پاسکل' وہ تو اپنی برائیوں کا شکار ہو گیا۔ اب وہ کہاں۔ میں ہر رات جب ایسی کوئی

دستک سنتی ہوں اور دروازہ کھولتی ہوں تو نجانے کیوں میرے ہونٹوں پر اس کا نام آجاتا ہے۔ وہ نام جو اب تابوت میں لیٹ کر زمین کی گہرائیوں میں پہنچ چکا ہے۔"

"کوئی مرد نہیں ہے گھر میں؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں۔ اس بڑے گھر میں مجھ بوڑھی عورت کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ ہاں' دن کی روشنی میں کچھ لوگ آجاتے ہیں جو صرف روائتیں نبھا رہے ہیں۔ گھر کی صفائی کرتے ہیں' میں انھیں مہینے میں کچھ دے دیا کرتی ہوں۔ لیکن میں جانتی ہوں کہ جو کچھ میں انھیں دیتی ہوں' وہ ان کے لیے قابل قبول نہیں۔ ان کے چہروں پر خشونت نظر آتی ہے مگر میں بھی کیا کروں' جس دن جانا چاہیں چلے جائیں' مجھے کیا؟"

بوڑھی نیم خبطی معلوم ہوتی تھی۔ پتا نہیں کیا کہانی تھی اس کی لیکن میں یہاں کوئی کہانی نہیں سننے آیا تھا۔ میں نے اس سے کہا "میں یہاں ایک رات ٹھہرنا چاہتا ہوں' صبح چلا جاؤں گا یا اگر بہت ہی مجبوری ہوئی تو ممکن ہے ایک دو دن قیام کروں۔ میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ ہاں' اگر تم نے مجھ سے تعاون نہ کیا تو مجبوراً مجھے تمھاری اس مختصر سی زندگی کو ختم کرنا پڑے گا۔"

"نہیں نہیں۔ میں مرنا نہیں چاہتی۔ نجانے کیوں موت سے اتنا قریب ہونے کے باوجود مجھے موت سے خوف محسوس ہوتا ہے۔ میں سوچتی ہوں کہ تابوت کے اندر کتنا اندھیرا ہوتا ہے اور جب وہ زمین کی گہرائیوں میں دفن ہو جاتا ہوگا تو پھر اس میں ہوا بھی نہیں آتی ہوگی... آہ! گھٹن اور تاریکی... دونوں چیزیں کتنی ہولناک ہیں۔"

"تو پھر ان دونوں چیزوں سے بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ مجھے اپنے ہاں قیام کی اجازت دے دو۔"

بوڑھی عورت نے گردن ہلائی اور مجھے ساتھ لیے ہوئے ایک گرم کمرے میں پہنچ گئی جہاں آتشدان میں آگ دہک رہی تھی۔ میں نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں' کمرہ قدیم طرز پر آراستہ تھا۔ گو ہر چیز پرانی ہو چکی تھی لیکن قرینے سے رکھی ہوئی تھی۔ بوڑھی ایک نفاست پسند عورت معلوم ہوتی تھی۔ اس نے میرے لباس کو دیکھا اور پھر کپکپاتے ہوئے لہجے میں بولی "میرے پاس قدیم طرز کے کچھ لباس ہیں۔ گو پاسکل ہمیشہ کہتا تھا کہ میں انھیں رکھ کر حماقت کا ثبوت دے رہی ہوں' بھلا ایسی چیزوں کو رکھنے سے کیا فائدہ جو اس زمانے میں رائج نہ ہوں۔ مثلاً گول دامن کا کوٹ' چاندی کے بٹن لگا اور ویسی ہی پینٹ۔ لیکن اگر تم اپنے اس لباس سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہو تو میں تمھیں اپنے مرحوم شوہر کا لباس دے سکتی ہوں۔"

"واہ' قدیم طرز کا لباس پہن کر میں زمانہ قدیم کا ایک فرد نظر آؤں گا۔ تم مجھے اس دلچسپ چیز سے ضرور روشناس کراؤ۔" میں نے کہا اور بوڑھی عورت ایک الماری کی طرف بڑھ گئی۔ میں نے محسوس کر لیا تھا کہ وہ زمانے کی ستائی ہوئی ہے اور ذہنی طور پر نارمل نہیں ہے۔ چنانچہ اس بوڑھی عورت کو ہراساں کرنے کی مزید کوئی ضرورت نہیں تھی۔

میں نے بوڑھی کا دیا ہوا لباس پہن لیا اور اس کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے پر اب عجیب سے تاثرات نظر آرہے تھے۔ اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا "دیکھو... سنو! تم زبردستی کے مہمان بن کر میرے پاس آئے ہو لیکن تمھاری عمر تقریباً پاسکل جتنی ہے۔ میری دلی آرزو تھی کہ پاسکل ایک بار یہ لباس پہنے میرے سامنے آئے اور میں ماضی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکوں۔ لیکن اس نے میری یہ خواہش کبھی پوری نہیں کی۔ کیا کرتا' بچہ تھا جب اس کا باپ اسے اس دنیا میں تنہا چھوڑ کر چلا گیا۔ میں بھلا ایک گوشے میں زندگی گزارنے والی اُسے نئی دنیا سے کیا روشناس کراتی جبکہ وہ نئی تہذیب کا دلدادہ تھا۔ باہر نکل کر اس نے جو کچھ سیکھا' وہ اچھا نہ تھا۔ کیونکہ اسے اچھے لوگ نہیں ملے تھے۔

سسپنس جاسوسی ایڈونچر اور خوفناک کہانیوں کا بہترین انتخاب

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اپنی انہی برائیوں کا شکار ہو کر وہ مجھے تنہا چھوڑ گیا، مر گیا۔ جرم کی زندگی گزار رہا تھا، لوگ اسے اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے جبکہ آج بھی مقامی لوگ میری بے حد عزت کرتے ہیں اور وہ یہ جانتے ہیں کہ باسکل کی ماں ہونے کے باوجود میں اس کی برائیوں کی ذمے دار نہیں ہوں۔ . . چھوڑو میں بھی کیا باتیں کرنے بیٹھ گئی، تم یہ بتاؤ، کھانا کھاؤ گے؟"

"اگر تم اتنی مہربانیاں کرنے پر تلی ہوئی ہو تو ظاہر ہے کسے انکار ہو سکتا ہے۔"

"کھانا موجود ہے، میں گرم کر کے لاتی ہوں۔" بوڑھی نے کہا اور مجہول سے انداز میں چلتی ہوئی باہر نکل گئی۔ ایک لمحے کے لیے میرے دل میں یہ خیال آیا کہ کہیں بوڑھی عورت کی نیت نہ بدل جائے اور وہ یہ نہ سوچ بیٹھے کہ میں باسکل نہیں ہوں بلکہ کوئی مجرم ہی ہوں۔ ایسی حالت میں میرے لیے بڑی مشکلات پیدا ہو سکتی تھیں۔ چنانچہ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور بوڑھی کا تعاقب کرنے لگا۔ اسے کچن کی طرف جاتا دیکھ کر میں ایک ستون کی آڑ میں رک گیا اور جب تک وہ کچن سے چیزیں تیار کر کے باہر نہ نکلی، میں وہیں کھڑا رہا۔ وہ اپنے ہاتھوں میں ٹرے اٹھائے ہوئے اندر آئی اور اس نے ٹرے میرے سامنے رکھ دی۔ میں اس کے اندر داخل ہونے سے پہلے ہی بڑا اطمینان انداز میں ایک کرسی پر جا بیٹھا تھا۔ مجھے یہ اطمینان ہو گیا تھا کہ بوڑھی میرے ساتھ کوئی فراڈ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتی. . .

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد میں نے بوڑھی سے فرمائش کی کہ مجھے اس گھر کی ایک جھلک دکھا دی جائے اور بوڑھی اس بات کے لیے تیار ہو گئی۔ حالانکہ یہ کام مجھے پہلے کرنا چاہیے تھا۔ لیکن اس وقت ذہن میں نہیں آیا تھا۔

میں نے ایک ایک کمرہ دیکھا اور ہر طرح سے مطمئن ہو کر میں اسی کمرے میں چلا آیا جہاں آگ جل رہی تھی اور پھر میں نے بوڑھی سے کہا: "مہربان ماں! تم نے مجھے اپنے بیٹے کی جگہ دے کر مجھ پر جو احسان کیا ہے اس کا صلہ میں تمہیں نہیں دے سکتا۔ اب تم سونے کے لیے جا سکتی ہو۔ مجھے امید ہے کہ تم اسی طرح میرے ساتھ تعاون کرو گی۔ میں کوئی جرائم پیشہ آدمی نہیں ہوں، بس حالات کا ستایا ہوا ہوں۔ لیکن بدقسمتی سے اگر تم نے میرے خلاف کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی تو میں خاموشی سے تمہیں موت کی نیند سلا دوں گا اور پھر قبر کی اتھاہ گہرائیاں اور تابوت کی تاریکی یقیناً وقت سے پہلے تم انہیں برداشت نہ کر سکو گی۔"

بوڑھی عورت گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے چند لمحے میری طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی: "ٹھیک ہے، ہم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں گے۔ تم مجھے زندہ رہنے دو، میں تمہیں پناہ دیتی ہوں۔"

میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی: "یہ نہایت مناسب بات ہے۔"

وہ کمرے سے نکل کر آگے بڑھی، تب بھی میں نے نہایت خاموشی سے اس کا تعاقب کیا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ اب اس کی کیا مصروفیت ہوتی ہے۔ پھر وہ ایک کمرے میں داخل ہو گئی اور اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ مجھے اطمینان ہو گیا تھا۔ بوڑھی کے اب تک کے انداز سے یہ پتا چلتا تھا کہ جو کچھ وہ کہہ رہی ہے، غلط نہیں کہہ رہی اور اس کے اندر کوئی سازش کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔

میں نے صوفہ گھسیٹ کر آتشدان کے قریب کیا اور آتشدان میں لکڑی کے دو بڑے بڑے ٹکڑے ڈالے۔ اب ساری رات آگ جل سکتی تھی اور کمرہ گرم رہ سکتا تھا۔ صوفے پر لیٹ کر میں سوچ میں گم ہو گیا۔ یہاں تک تو کامیابی حاصل ہو گئی تھی، وہ کام کر لیا تھا میں نے جس کی خواہش مسٹر آئن شلا ئرنے کی تھی۔ اب یہ فلم ان تک پہنچا دینا تھی اور اس کے بعد ان سے تہذیب مالکم ایکس کو طلب کرنا تھا۔ بلاشبہ اس معاملے میں میری اپنی دلچسپیاں بھی شامل تھیں کہ سلسلہ اسرائیل سے جا ملتا تھا اور مسٹر آئن شلائر جو کچھ کر رہے تھے، میں ان سے اس سلسلے میں مکمل طور پر متفق تھا، لیکن تہذیب مالکم ایکس کے مل جانے کے بعد جس سکون اور جس ہمت سے کام کیا جا سکتا تھا، ابھی وہ ممکن نہیں تھا۔

کافی دیر تک میں سوچتا رہا۔ بدقسمتی سے وہ لوگ عین وقت پر پیچھے لگ گئے تھے۔ کاش ان سے مڈبھیڑ نہ ہوتی تو انہیں قطعی طور پر یہ اندازہ نہ ہوتا کہ وہاں کیا ہو چکا ہے۔ ابھی انہی خیالات میں گم تھا کہ دفعتاً زور زور سے دروازہ بجنے کی آواز سنائی دی اور میں ہڑبڑا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

میں نے پستول سنبھالا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ ایک ستون کی آڑ میں ہو کر میں بوڑھی کے کمرے کے دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ اس آواز کو سننے کے بعد اس پر کیا ردعمل ہوتا ہے۔ کیا بوڑھی نے کسی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی ہے؟ یہاں ٹیلیفون وغیرہ تو نظر نہیں آیا تھا۔ ممکن ہے میری نگاہوں سے بچ گیا ہو۔ بہرحال اب دیکھنا یہ تھا کہ بوڑھی اس سلسلے میں کیا کرتی ہے۔ اگر اس نے کسی کو طلب کر لیا ہے تو پھر جو کچھ بھی ہوگا اس کی ذمے دار وہ خود ہوگی۔

چند ہی لمحے کے بعد دروازہ کھلا، تیز روشنی ہوئی اور بوڑھی باہر نکل آئی۔ میں دم سادھے کھڑا رہا تھا اور جب وہ آگے بڑھی تو میں نے انتہائی چالاکی سے اس کا تعاقب کیا اور دروازے کے قریب ایک ستون کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ اگر آنے والے بوڑھی کے طلب کردہ افراد تھے تو یقینی طور پر وہ انہیں ڈرائنگ روم کی طرف لے جاتی جہاں اس کی دانست میں میں موجود تھا اور اگر وہ لوگ سب کے سب اندر چلے گئے تو پھر مجھے دروازے سے باہر نکلنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔

بوڑھی عورت دروازے کے قریب پہنچی اور اس نے بیرونی دروازہ اندر سے کھول دیا۔ باہر سے ایک آواز ابھری۔ "مسز ڈوریا! ہم معذرت خواہ ہیں کہ اس وقت آپ کو زحمت دی لیکن مجبوری . . . "

"کیا بات ہے؟" بوڑھی نے سوال کیا جس کا نام انھوں نے ڈوریا لیا تھا۔

"کچھ دیر پہلے یا ابھی آپ کے ہاں کوئی اجنبی تو نہیں پہنچا؟ ایک خطرناک مجرم اس علاقے میں موجود ہے۔"

"مجرم . . . " بوڑھی نے اپنی آواز کی لرزش پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"ہاں، ایک بہت ہی خطرناک آدمی، جس کی ہمیں تلاش ہے۔"

"نہیں، یہاں کوئی نہیں آیا۔ میں نے سرشام ہی دروازہ بند کر لیا تھا اور اس وقت سے یہ دروازہ بند ہے۔ ابھی تمہاری دستک پر میں نے کھولا ہے۔ رات کو سونے سے پہلے میں اچھی طرح گھر کا جائزہ لے لیتی ہوں۔ کوئی اندر نہیں چھپا ہوا۔ تم اس بات سے مطمئن رہو۔"

"یقیناً جو کچھ آپ کہہ رہی ہیں، وہ بالکل درست ہوگا۔ براہ کرم ذرا احتیاط رکھیے گا اور اگر کوئی ایسا شخص رات کے کسی حصے میں یہاں پہنچنے کی کوشش کرے تو آپ پہلے اس سے یہ معلوم کر لیجیے گا کہ وہ کون ہے۔ اور سنیے! یہاں سے کچھ فاصلے پر آپ کو یقیناً ہماری چوکی کے بارے میں معلومات حاصل ہوں گی۔ اگر کوئی شک گزرے آپ کو تو کسی نہ کسی طرح ہمیں اطلاع دے دیجیے گا۔"

"ضرور۔" بوڑھی نے کہا اور دروازہ بند کر دیا۔ وہ واپس پلٹ رہی تھی کہ میں ستون کی آڑ سے نکل کر اس کے سامنے آ گیا۔ بوڑھی کا منہ ایک لمحے کے لیے کھلا۔ اس نے دونوں ہاتھ سینے پر رکھ لیے تھے۔

"شکریہ محترم خاتون! آپ نے میری مدد کر کے مجھ پر جو احسان کیا ہے، کاش میں اس کا صلہ آپ کو دے سکتا۔"

بوڑھی عورت نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا لیکن پھر مصلحتاً خاموش ہو گئی۔

میں نے بوڑھی کی خاموشی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا "شاید علی الصباح میں تمہارا یہ گھر چھوڑ دوں، بس اتنی سی پریشانی اور اٹھا لو میرے لیے۔" بوڑھی خاموش ہی رہی تھی۔ اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور میں اپنے کمرے میں چلا گیا۔ بوڑھی نے جو گفتگو مجھے تلاش کرنے والو[redacted] کی تھی، وہ چونکہ میرے سامنے نہیں کی گئی تھی اور نہ ہی[redacted]ندازہ تھا کہ میں اس کی باتیں سن رہا ہوں۔ اس سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا تھا کہ بوڑھی مجھے نقصان پہنچانا نہیں چاہتی۔ اس خیال سے میں کسی قدر مطمئن ہو گیا تھا۔ مسئلہ یہاں سے نکلنے کا تھا اور اس کے لیے ایک پورا پروگرام میرے ذہن میں تھا، بشرطیکہ مجھے اس کے مواقع مل جائیں۔

صبح ہونے میں تھوڑی دیر باقی رہ گئی تھی جب میں نے تیاریاں شروع کر دیں۔ میرا خیال تھا کہ بوڑھی اپنے کمرے میں آرام کی نیند سو رہی ہوگی لیکن جب میں منہ ہاتھ وغیرہ دھو کر باہر نکلا تو عمارت کے کچن میں ہلکی ہلکی کھٹر پٹر سنائی دے رہی تھی۔ میں ان آوازوں کی سمت کا اندازہ کرتا ہوا کچن تک پہنچ گیا۔ یہاں سے کافی کی خوشبو اٹھ رہی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ بوڑھی بہت صبح جاگ جانے کی عادی ہے یا پھر ممکن ہے کہ میری طرح وہ بھی رات کو سو نہ سکی ہو۔ گھر میں ایک خطرناک مجرم چھپا ہوا ہو تو پھر نیند کا کیا سوال ہے؟

اس نے مجھے کچن کے دروازے میں دیکھا تو کسی حیرت کا اظہار نہ کیا اور میری طرف دیکھ کر بولی: "میں جانتی ہوں کہ تم بھی ساری رات سو نہیں سکے ہو گے؟"

"ان حالات میں مہربان خاتون، سونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"یہاں سے کہاں جانا چاہتے ہو؟"

"مارول۔ غالباً یہ علاقہ یہاں سے شمال میں ہے؟"

"ہاں۔ لیکن جانے کے لیے کیا راستہ اختیار کرو گے؟ تمہاری تلاش ہو رہی ہے۔"

"اس کے لیے پریشان ہوں۔"

"میں اس کا انتظام کر دوں گی۔"

"وہ کیسے؟"

"اگر تم مارول تک پہنچ جاؤ تو کیا تم اپنے آپ کو محفوظ تصور کرو گے؟"

"ہاں۔ اگر آپ مجھے وہاں تک پہنچا دیں تو میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آپ کا نہایت شکرگزار ہوں گا۔"
"تمہاری گھڑی میں کیا وقت ہوا ہے؟"
"سات بجنے میں دس منٹ باقی ہیں۔"
"ٹھیک ساڑھے سات بجے وہ آئے گا اور میں تمہیں اس کے حوالے کر دوں گی۔"
"کون؟" میں نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔
"میکلین نام ہے اس کا۔ خبطی سا آدمی ہے، مجھ سے بے پناہ محبت کرتا ہے۔ یوں سمجھو دور کے رشتے سے میرا بھائی ہے۔ علی الصباح شہر جاتا ہے اور ضروریات کی اشیا لے آتا ہے۔ یہاں سے وہ انڈوں کے ٹوکرے لے جاتا ہے۔ اس کا بہت بڑا پولٹری فارم ہے۔"
"کیا وہ خاموشی سے مجھے اپنے ساتھ لے جانا پسند کرے گا؟"
"کیوں نہیں۔ جب میں اس سے کہہ دوں گی تو وہ کیوں نہ مانے گا۔" بوڑھی نے کہا۔ "یہیں بیٹھ جاؤ، وہ سامنے اسٹول پڑا ہے۔ اسے کھسکا لو اور ناشتا کر لو۔"
"مہربان خاتون! ایک بار پھر میں یہ کہوں گا کہ میں نے آپ کو جو تکلیف دی، اس کے عوض آپ نے میرے ساتھ بہترین سلوک کیا ہے اور اس سلوک کا صلہ میں آپ کو نہیں دے سکتا کیونکہ کچھ عرصے کے بعد میں یہاں سے دور چلا جاؤں گا لیکن میرے دل میں آپ کی یاد ہمیشہ زندہ رہے گی۔" بوڑھی کی آنکھوں میں ممتا کی جھلکیاں نظر آئیں اور پھر اس نے خاموشی سے گردن جھکا کر گوشت گرم کرنا شروع کر دیا۔

ہم دونوں نے ایک ساتھ ناشتا کیا۔ ناشتے کے دوران اس کی آنکھوں سے دو تین بار آنسو چھلکے تھے۔ میں جانتا تھا کہ اس نے ایک نام لیا تھا، پاسکل جو اس کا بیٹا تھا اور جس عورت کے دل میں ممتا زندہ ہو، اس سے کسی غداری کی توقع رکھنا حماقت تھی۔ کم از کم ان احساسات کو میں نظرانداز نہیں کر سکتا تھا۔

ٹھیک ساڑھے سات بجے اطلاعی گھنٹی بجی اور بوڑھی نے آہستہ سے کہا۔ "وہ آگیا ہے۔ آؤ میرے ساتھ ہی آجاؤ۔"

اس کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا میں باہر نکل آیا۔ بوڑھی نے مجھے ایک سمت کھڑے ہونے کے لیے کہا اور دروازہ کھول دیا۔ میں نہیں دیکھ سکا کہ باہر کون ہے۔ البتہ ایک غرغراتی ہوئی سی آواز سنائی دی۔
"ہیلو! کیا پروگرام ہے؟ کیا فیصلہ کیا ہے؟"
"کچھ نہیں۔ تم مارولی جا رہے ہو؟"
"ہاں۔ تمہیں کسی خاص چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟"
"نہیں۔ سب کچھ تو لا کر رکھ دیتے ہو، پھر کہتے ہو کہ مجھے کسی چیز کی ضرورت ہے کہ نہیں۔"
"ٹھیک ہے۔ اور ہاں تم نے کہا تھا کہ شہد ختم ہو رہا ہے، اگر تم کہو تو..."
"ہاں ہاں تھوڑا سا شہد ضرور لیتے آنا۔ میں تمہیں اس کی قیمت ادا کر دوں گی۔"
"ٹھیک ہے، اچھا میں چلتا ہوں۔"
"نہیں، ایک اور کام کرنا ہے تمہیں میرا۔" بوڑھی کی آواز ابھری۔
"کیا؟" دوسری آواز نے کہا۔
"پاسکل سامنے آجاؤ۔" بوڑھی نے بھرائے ہوئے لہجے میں مجھے پکارا اور میں دروازے کی آڑ سے نکل کر سامنے پہنچ گیا۔
"پپ... پپ... پاسکل!" مسٹر میکلین کی آواز ابھری۔ انھوں نے پرتگالی انداز کے گلپھّے رکھے ہوئے تھے۔ لمبا قد تھا اور اچھا خاصا قد و توش۔ عمر بھی بہت زیادہ نہیں تھی لیکن بہرطور ادھیڑ عمر تو تھے ہی۔ پاسکل کا نام سن کر وہ حواس باختہ ہو گئے تھے۔ انھوں نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ پھر بوڑھی کی طرف حیرت سے دیکھنے لگے۔ "یہ... یہ پاسکل تو نہیں ہے؟"
"پاسکل جیسا ہے میرے لیے، سمجھے۔ مقامی محافظوں کو اس کی تلاش ہے اور اب یہ ذمے داری تمہاری ہے کہ اسے حفاظت کے ساتھ مارولی پہنچا دو۔"
"محافظوں کو اس کی تلاش ہے اور میں اسے مارولی پہنچا دوں! مگر یہ ہے کون؟" مسٹر میکلین نے سوال کیا۔
"پاسکل کا دوسرا روپ ہے اور اگر تم نے یہ کام پورا نہ کیا تو سمجھ لو..."

"نہیں نہیں، دھمکی دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم کہتی ہو تو ٹھیک ہے مگر محافظوں سے جھگڑا مول لینا تم جانتی ہو کتنا خطرناک ہو سکتا ہے۔"
"یہ خطرناک کام تمہیں کرنا ہے میرے لیے؟"
"ٹھیک ہے، آجاؤ بھائی۔ مگر سنو! اگر محافظوں کو تمہاری تلاش ہے تو تم میرے ساتھ بیٹھ کر سفر نہیں کر سکو گے۔ البتہ انڈوں کی ٹوکریوں کے نیچے میں تمہارے لیے بہترین جگہ بنا سکتا ہوں۔"
"مجھے وہ جگہ پسند ہوگی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"چوکی سے نکلنے کے بعد تم وہاں سے نکل آنا۔ پھر کوئی راستے میں ہمیں پریشان نہیں کرے گا۔" مسٹر میکلین نے کہا۔
اور میں نے گردن ہلا دی۔

برصغیر کے نامور تاریخی کہانیوں کے مصنف الیاس سیتاپوری

تمام کتابوں کے نئے ایڈیشن شائع ہو گئے ہیں

انسان جو کبھی نہیں بدلے گا اور کبھی پرانا نہیں ہوگا، اسی طرح یہ کہانیاں بھی کبھی پرانی نہیں ہوں گی کیوں کہ یہ کہانیاں انسانوں کی کہانیاں ہیں۔
انسان! جو بادشاہ تھے، وزیر تھے، امیر تھے، فاتح تھے، ظالم تھے، رحم دل تھے۔ انسانی جذبات، احساسات، فطرت اور جبلت جو آدم میں تھی، وہی آج بھی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ بس ماحول، حالات، معاشرتی مقام اور تہذیبوں کے عروج و زوال کے مطابق ان کا طریقۂ اظہار بدلتا رہے گا۔ اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ الیاس سیتاپوری نے ماضی کے بادشاہوں کی نہیں، انسانوں کی کہانیاں لکھی ہیں۔ انسانی جبلت اور فطرت کے ساتھ زندہ رہنے والی کہانیاں۔ ان کہانیوں میں وہ سب کچھ ہے جو انسان میں ہے ــــ حسد، رشک، شماتت، رقابت، دوستی، دشمنی، جفاکاری، وفاشعاری، سادگی، ریاکاری، ایثار، غداری، تمرد، انکساری، بہادری اور بزدلی۔

انسانوں کی اثر انگیز کہانیوں کے مجموعے

کشمیر کی کلی
عجائب خانۂ عشق
اندر کا آدمی
رنگ کا بدن
شہزادی کا نیلام
بالاخانے کی دلہن
داستانِ حور
رزم و بزم
آشنا نا آشنا

| تیمت فی کتاب ۲۵ روپے، ڈاک خرچ فی کتاب ۱۰ روپے | تین کتابیں یا زائد منگانے پر ڈاک خرچ ۱۰/- |

آج ہی اپنا آرڈر بھیج دیجیے کیوں کہ یہ کتابیں محدود تعداد میں شائع ہو رہی ہیں

کتابیات پبلی کیشنز • پوسٹ بکس ۲۳ سعید منشن میریا سٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جس ٹرک میں مسٹر میکلیلن مارولی جا رہے تھے اس میں انڈوں کے کریٹ لدے ہوئے تھے، ٹرک میں نہایت سلیقے سے کریٹ رکھنے کے لیے اسٹینڈ بنا لیے گئے تھے اور ان کریٹوں کے درمیان اتنی جگہ تھی کہ ایک آدمی اگر سکڑ کر ان کے بیچ گھسنا چاہے تو اُسے کوئی دقت نہ ہو۔ چنانچہ دو کریٹوں کے اسٹینڈ کے درمیان مجھے بیٹھنا پڑا۔ مسٹر میکلیلن نے انڈوں کے کچھ کریٹ اس جگہ سے ہٹا دیے تھے۔ البتہ دوسرے کریٹ میرے پیروں اور سر کے قریب قریب فٹ تھے۔ باقی اضافی کریٹ انھوں نے درمیانی جگہ میں رکھ دیے تھے۔ اس ٹرک میں کافی گھاس بھی پڑی ہوئی تھی جسے اپنے اوپر ڈال کر مجھے اپنے آپ کو ڈھکنا پڑا۔

ٹرک اسٹارٹ ہو کر چل پڑا۔ مسٹر میکلیلن اپنا خوف دور کرنے کے لیے کچھ گنگنا رہے تھے۔ صبح کے اجالے پھیلتے جا رہے تھے، پرندوں کی ڈاریں آسمان کی وسعتوں میں پرواز کر رہی تھیں، میں نے باہر کے منظر دیکھنے کے لیے تھوڑی سی جگہ بنالی تھی اور آسمان کا تھوڑا سا حصہ مجھے نظر آ رہا تھا کیونکہ باقی حصہ کریٹوں کی آڑ میں چھپ جاتا تھا۔

سفر جاری رہا۔ ٹرک کو جھٹکے نہیں لگ رہے تھے مسٹر میکلیلن یقیناً راستے کے ہر پیچ و خم سے خوب واقف تھے اور بڑی مہارت سے ٹرک کو ہموار راستے پر لیے جا رہے تھے کیونکہ انڈوں کا مسئلہ تھا۔ چیک کے قریب تھوڑی دیر کے لیے ٹرک رکا، کسی سے کچھ گفتگو ہوئی، مجھے اندازہ نہیں ہو سکا کہ گفتگو کی نوعیت کیا ہے مگر کسی نے کچھ دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ چند ہی لمحے کے بعد ٹرک آگے بڑھ گیا۔ میں جانتا تھا کہ مسٹر میکلیلن چونکہ روزانہ ان راستوں سے گزرتے ہیں، اس لیے کوئی ان پر شبہ نہیں کر سکتا لیکن ان سے میرے بارے میں پوچھا ضرور گیا ہوگا۔

تقریباً پندرہ منٹ تک سفر کرتے رہنے کے بعد ٹرک رک گیا اور مسٹر میکلیلن کی آواز سنائی دی "اب تم احتیاط کے ساتھ وہاں سے نکل کر میرے پاس آ جاؤ۔ تمھیں وہاں بیٹھے بیٹھے تکلیف ہو رہی ہوگی۔"

میں نے اپنے اوپر سے گھاس ہٹائی اور تنکے جھاڑتا ہوا احتیاط سے ٹرک کے پچھلے حصے سے نیچے اتر آیا اور مسٹر میکلیلن کے برابر والی سیٹ پر جا بیٹھا۔

"آگے محافظوں کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ ارے ہاں، یہ تمھاری گردن میں کچھ تنکے اٹکے ہوئے ہیں، انھیں باہر پھینک دو۔" انھوں نے ٹرک کو گیئر میں ڈال کر آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور اپنی صفائی کرنے لگا۔

بقیہ سفر نہایت پُرسکون انداز میں گزرا تھا۔ مارولی پہنچنے کے بعد میرے لیے آسانیاں تھیں اور میں اپنا یہ سفر طے کر کے مطلوبہ جگہ پہنچ سکتا تھا۔ ہوم منسٹر مسٹر آئن شلائش نے میرے لیے جو آسانیاں پیدا کی تھیں، ان کا سربراہ سن مین تھا اور سن مین نے مجھے بتا دیا تھا کہ مارولی سے ایک طویل فاصلہ طے کرنے کے بعد مجھے کہاں پہنچنا ہے۔ مارولی تک میری یہ مہم بخیر و خوبی کامیابی سے ہمکنار ہوئی تھی۔ فلم میرے پاس محفوظ تھی اور مجھے خوشی تھی کہ میں وہ کام کر آیا تھا جس سے فلسطین کا مفاد بھی وابستہ تھا اور مسٹر آئن شلائش کی شرط بھی۔ انھوں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ ان کا یہ کام میں کر دوں اور تہذیب مالکم ایکس کے سلسلے میں وہ مجھ سے تعاون کریں گے۔ یہ الگ بات ہے کہ اپنی اس کامیابی کے بعد بھی مجھے اس بات کا یقین نہیں تھا کہ مسٹر آئن شلائش، تہذیب مالکم ایکس کے سلسلے میں کوئی یقینی اور مؤثر کارروائی کر چکے ہوں گے۔ البتہ اگر مجھے وہاں کام کرنے کی سہولتیں مل جائیں تو میں یقیناً کچھ نہ کچھ کام کر سکتا تھا۔ مسٹر آئن شلائش اگر تہذیب مالکم ایکس کی تلاش میں ناکام رہے تو یہ صرف ان کا قصور نہیں ہوگا کیونکہ معاملہ گردن لپیٹ کا تھا۔

مارولی پہنچنے کے بعد میں نے مسٹر میکلیلن کا شکریہ ادا کیا۔ اور وہاں سے اپنی منزل کی جانب چل پڑا۔ مارولی سے مطلوبہ جگہ تک کا سفر حسب توقع خطرات سے پُر تھا۔ بہت سی الجھنیں اٹھانا پڑیں مجھے۔ البتہ جو سہولتیں اور معلومات مجھے فراہم کر دی گئی تھیں، ان کی مدد سے مجھے اپنی مطلوبہ جگہ پہنچنے میں دقت نہ ہوئی۔

ہوٹل گیلارڈ کے کمرہ نمبر ستائیس میں مجھے جس شخصیت سے ملاقات کرنا تھی، اسی کے ذمے میری واپسی کا مکمل بندوبست تھا۔ گیلارڈ کے کمرہ نمبر ستائیس پر جب میں نے دستک دی تو ایک نوجوان اور خوب صورت سی عورت نے میرا استقبال کیا۔ اسپینش معلوم ہوتی تھی یا پھر خدوخال ہی ایسے تھے۔ اس نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور اندر آنے کی پیش کش کی۔

"شاید میں علی یار خان سے مخاطب ہوں؟"

"ہاں مادام مرینا! مجھے بھی آپ کے بارے میں بتلایا گیا تھا۔"

"گڈ۔ آیئے تشریف لایئے۔ یہ بتایئے کیا پینا پسند کریں گے؟"

"میرا خیال ہے اس وقت پینے کا سلسلہ ملتوی کر کے کھانے کی بات کی جائے تو بہتر ہے۔"

"اوہ ہاں، سوری۔ واقعی کھانے کا وقت ہو گیا ہے۔" اس نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد ہمارے سامنے کھانا لگا ہوا تھا۔

مرینا محتاط عورت تھی۔ ضرورت سے زیادہ اس نے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ہم نے کافی پی۔ کافی ختم کر کے مرینا اپنی جگہ سے اٹھی اور کچھ کاغذات لا کر میرے سامنے رکھ دیے۔

"اب ہمیں صرف اس طیارے کا انتظار کرنا ہے جو آپ کو یہاں سے لے کر روانہ ہو جائے اور اس کے لیے میں نے ابھی تک ایئرپورٹ سے رابطہ قائم نہیں کیا۔ ظاہر ہے، مجھے علم نہیں تھا کہ آپ کی واپسی کب تک ہوگی۔"

"کیا آپ بھی میرے ساتھ ہی چلیں گی مس میرینا؟" میں نے سوال کیا۔

"مسز کولن کراؤزے۔" اس نے میری غلطی کی تصحیح کرتے ہوئے کہا۔ میں نے مسکرا کر گردن خم کر دی۔ مجھے اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی کہ وہ شادی شدہ ہے یا غیر شادی شدہ۔ میرینا کراؤزے کی مدد سے بقیہ معاملات طے ہوئے اور میں ایک طیارے سے واپس چل پڑا۔ پورا پروگرام میرے سامنے تھا۔ اپنی منزل پر پہنچ کر میں اس ہوٹل میں مقیم ہو گیا جس کے بارے میں مجھے بتا دیا گیا تھا۔ ہوٹل پہنچنے کے بعد میں نے ایک بھرپور نیند لے کر تھکن دور کرنے کا فیصلہ کیا اور بستر میں گھس گیا۔ باقی سارے کام اس کے بعد۔

دوپہر کو تقریباً ایک بجے جاگا تھا۔ پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے۔ چنانچہ سب سے پہلے غسل سے فارغ ہو کر کھانا طلب کیا اور خوب پیٹ بھر کر کھایا۔ خاصا مطمئن تھا۔ اس وقت ذہن میں کچھ اور خیالات بھی آئے تھے جن کے تحت چند ایک ضروری کام نمٹانا تھے۔ چنانچہ تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ ممکن ہے مسز کولن کراؤزے نے سن مین کو یا اپنے محکمے کو میرے بارے میں ہدایات دے دی ہوں۔ پتا نہیں اس دوران کسی نے مجھ سے یہاں رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی یا نہیں۔ اپنی تبدیلیوں کے سلسلے میں تھوڑی دیر کے لیے بازاروں میں بھی آنا پڑا تھا۔

ضروری امور کی انجام دہی کے بعد ایک پبلک کال بوتھ کے ذریعے میں نے سن مین سے رابطہ قائم کیا۔ فوراً ہی سن مین کی آواز فون پر سنائی دی۔ "ہیلو! کون؟"

"علی یار خان بول رہا ہے۔"

"گڈ! مسٹر علی آپ واپس آ گئے؟"

"ہاں۔ اسی لیے آپ سے مخاطب ہوں۔"

"کیا ہوٹل ہی سے فون کر رہے ہیں؟"

"نہیں، ایک پبلک کال بوتھ سے۔"

"یہ آپ نے اچھا کیا مسٹر علی! آپ اپنے ہوٹل واپس جایئے، آدھے گھنٹے کے بعد میرا ایک آدمی آپ کے پاس پہنچ جائے گا۔ اس کا نام رابرٹ پال ہے، وہ آپ کو لے کر میرے پاس آ جائے گا۔" سن مین نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور مزید کسی گفتگو کے بغیر فون بند کر کے باہر نکل آیا۔

ہوٹل پہنچا تو تقریباً دس منٹ انتظار کرنے کے بعد سن مین کا آدمی میرے پاس پہنچ گیا۔ وہ پیلے رنگ کی ایک کار میں مجھے لے کر سن مین کے گیراج کی جانب چل پڑا۔ دس منٹ ہی کے مزید سفر کے بعد میں اس پُراسرار جگہ پہنچ گیا جہاں سن مین سے پہلی بار میری ملاقات ہوئی تھی۔ سن مین اپنے مخصوص کمرے میں موجود تھا۔ اس کے چہرے پر سرد مہری کے آثار تھے، کوئی گرم جوشی نہیں تھی۔

میں اس کے سامنے جا بیٹھا، مجھے اس کی سرد مہری پر حیرت تھی۔ اس نے مجھے سرد نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "حالات میں ایک دم نمایاں تبدیلی پیدا ہو گئی ہے مسٹر علی۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب تو میں نہیں سمجھا سکتا لیکن مسٹر آئن شلائش کا منصوبہ فیل ہو گیا ہے اور انھوں نے مجھے آپ کے بارے میں کچھ ہدایات دی ہیں۔"

"کیا؟" میں نے متعجبانہ انداز میں سوال کیا۔

"آپ یہ بتایئے کہ آپ کو اپنے دوسرے مرحلے میں کامیابی نصیب ہوئی یا نہیں؟"

"اس کا جواب دینے سے پہلے میں ان بدلے ہوئے حالات کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں اور ذرا یہ بتایئے کہ مسٹر آئن شلائش سے رابطہ کس طرح قائم ہو سکے گا؟"

"مسٹر آئن شلائش اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں، ملک سے باہر گئے ہوئے ہیں۔ ویسے ہمیں آپ کی پہلی کامیابی کی اطلاع تو اخبارات کے ذریعے ہی مل گئی تھی۔ آپ نے بے شک اپنا کام بڑے اعتماد سے کیا لیکن کیا کیا جائے، حالات نے جو کروٹ بدلی ہے اس کے تحت تمام تر کارروائی ناکام ہو گئی اور سچ بات یہ ہے کہ آپ کی کاوشوں کا کوئی صلہ ہمیں نہیں مل سکا۔"

میں حیرت سے منہ کھولے یہ تمام گفتگو سن رہا تھا۔ میں نے سن مین کی شکل دیکھتے ہوئے کہا۔ "مسٹر سن مین! آئن شلائش کب تک واپس آئیں گے؟"

"میں ان کے پروگراموں سے زیادہ واقفیت نہیں رکھتا۔ شاید مسٹر شلائش نے آپ سے میرا صحیح طور پر تعارف نہیں کرایا۔ میں کوئی سیاسی آدمی نہیں ہوں بلکہ مسٹر آئن شلائش کے لیے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چھوٹے موٹے کام کرلیتا ہوں وہ بھی بالکل ذاتی تعلقات کی بنیاد پر۔ چنانچہ مجھے ان کے سیاسی مشاغل کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ البتہ یہاں سے جاتے ہوئے انھوں نے مجھ سے اتنا کہا تھا کہ اگر آپ واپس آجائیں تو آپ کو یہ اطلاع دے دی جائے کہ ہمارے وہ مقاصد مکمل طور پر ناکام ہو چکے ہیں جن کے لیے اب تک کارروائی کی جا رہی تھی۔"

"اگر آرتھ شلائر کے بارے میں آپ کو مکمل معلومات نہیں ہیں تو آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ مجھ سے ملاقات کے بغیر ہی انھوں نے اپنے طور پر یہ فیصلہ کرلیا ہے؟"

"اس لیے کہ انھوں نے مجھ سے یہ باتیں کہی تھیں۔"

"خیر۔ میں آپ سے مزید سوالات نہیں کروں گا۔ کیونکہ آپ نے یہ چند الفاظ کہہ کر میری زبان بند کر دی ہے۔ میں بس آرتھ شلائر سے ملاقات کا خواہش مند ہوں۔"

"آپ اپنی دوسری مہم میں کامیاب ہوئے یا نہیں؟"

"اس کے بارے میں بتانے سے کیا فائدہ؟"

"مسٹر آرتھ شلائر نے مجھ سے کہا ہے کہ وہ فلم آپ سے لے لی جائے جو آپ نے تیار کی ہے۔ ممکن ہے کسی مرحلے پر ہمارے کام آسکے۔"

"نہیں، ہرگز نہیں۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ فلم ایک معاہدے کے تحت مجھے ان کے حوالے کرنا تھی اور ان سے گفتگو کیے بغیر میں فلم آپ کو نہیں دوں گا۔"

"نہیں ڈیئر، فلم تو مجھے ہی دے دو۔ اس کے بعد اگر چاہو تو یہاں رُک کر مسٹر آرتھ شلائر کا انتظار کر سکتے ہو جو تقریباً بے کار ہی ہوگا۔ غالباً اب وہ تم سے ملنا بھی پسند نہیں کریں گے۔"

حالات کا یہ نیا رُخ میرے لیے انتہائی ڈرامائی تھا۔ یہ تبدیلی اچانک کیوں ہوئی؟ مسٹر آرتھ شلائر کا رویّہ کیوں بدل گیا؟ کیا یہ صرف سن مین کی شرارت ہے؟ یہ بات بھی میں جانتا تھا کہ وہ ایک جرائم پیشہ آدمی ہے۔ زیرِ زمین دنیا کا کنگ۔ ممکن ہے اس نے اپنے طور پر کوئی تبدیلی کی ہو۔ ان حالات میں میرے لیے بڑے خطرات پیدا ہو گئے تھے اور اس کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا ضروری تھا۔ میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی اور پھر اس کے سامنے رکھے ہوئے سگار کیس سے ایک سگار نکال لیا جس پر سن مین نے چونک کر مجھے دیکھا لیکن منہ سے کچھ نہیں بولا۔ البتہ قریب رکھا ہوا لائٹر اس نے میری جانب بڑھا دیا تھا۔ یہ اظہارِ دوستی کے طور پر تھا۔ میں لائٹر اٹھا کر سگار سلگانے لگا۔ سن مین کو شبہ بھی نہیں تھا کہ میں کیا کرنے جا رہا ہوں۔ میں نے لائٹر اپنے سامنے ہی رکھ لیا اور سگار کے گہرے گہرے کش لینے لگا۔ میرے ذہن میں ایک منصوبہ تھا پھر میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر وہ فلم نکالی جو سن مین کے خیال میں مطلوبہ فلم تھی لیکن خوش بختی یہ تھی کہ میں نے اس سلسلے میں اپنے طور پر جو بندوبست کیا تھا وہ میرے کام آرہا تھا۔ فلم نکال کر میں نے اس کا رول کھولا اور سن مین چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

میں نے آہستہ سے کہا "یہ وہ فلم ہے سن مین، جو میں نے جان کی بازی لگا کر حاصل کی ہے۔"

"یقیناً۔ لاؤ۔ یہ مجھے دے دو۔ ہرچند کہ مسٹر آرتھ شلائر کو اب اس کی ضرورت نہیں ہے لیکن ان کا خیال ہے کہ یہ ریکارڈ میں رہنا چاہیے۔ ممکن ہے کسی کام آہی جائے۔"

"لیکن اس فلم کے عوض انھیں میرے لیے جو کام کرنا تھا وہ نہ کر سکے چنانچہ اب وہ اس فلم کے حقدار بھی نہیں ہیں۔"

"آپ کو ہوش مندی سے کام لینا چاہیے مسٹر علی یار خان! یہاں آپ کی پوزیشن بڑی مخدوش ہو چکی ہے۔"

"میں جانتا ہوں اور میں ہوش مندی ہی سے کام لوں گا۔ یقیناً میں اپنی اس مخدوش پوزیشن کو مزید مخدوش نہیں بناؤں گا۔" میں نے کہا اور لائٹر اٹھا لیا۔ سن مین سمجھ نہیں پایا تھا کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں۔ دوسرے لمحے لائٹر کا شعلہ چمکا اور میں نے یہ شعلہ فلم سے لگا دیا۔ باریک مائیکرو فلم ایک لمحے میں جل کر راکھ ہو گئی تھی۔

سن مین اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ایک لمحے کے لیے اس کا چہرہ آگ کی طرح سرخ ہو گیا تھا۔ وہ خونخوار انداز میں مجھے گھورتا رہا۔ پھر رفتہ رفتہ اس نے خود کو سنبھال لیا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔

"آپ نے ... آپ نے یہ اچھا نہیں کیا مسٹر علی۔ آپ نے یہ حرکت کر کے اپنے لیے مصیبت مول لے لی ہے۔ میرا خیال ہے اب آپ کے سلسلے میں دوسرے انداز سے سوچا ہوگا۔"

"میں جواری ہوں مسٹر سن مین۔ داؤ لگاتا ہوں، جیتتا ہوں، ہارتا ہوں۔ کون میرے بارے میں کس انداز سے سوچتا ہے، اس کی میں نے کبھی پروا نہیں کی۔ مسٹر آرتھ شلائر نے اور آپ کے اس ملک نے میرے ساتھ جو کچھ کیا ہے، عجیب و غریب نوعیت کا حامل ہے۔ آپ کا تعلق چونکہ یہاں کی سیاست سے نہیں ہے، اس لیے آپ سے یہ تمام باتیں کہنا فضول ہیں۔ یہ فلم میری ملکیت تھی، میں نے اسے زندگی کی بازی لگا کر حاصل کیا تھا۔ میں نے ہی اسے جلا دیا، راکھ کر دیا اور اس کے بعد کھیل ختم ہو گیا۔ نہ مجھ سے مسٹر آرتھ شلائر کو کچھ ملا، نہ مجھے ان سے۔ ہاں جو کچھ میں کر چکا ہوں وہ ایک داؤ تھا جس میں، میں ہار

گیا۔ اب آپ فرمائیے، مجھے کیا کرنا ہے؟"

"فی الحال آپ کو میرے قیدی کی حیثیت سے وقت گزارنا ہے اور خبردار کوئی بھی غلط حرکت آپ کے لیے نقصان دہ ہوگی۔" سن مین نے اچانک پستول نکال کر اس کا رخ میری جانب کر دیا۔

میں نے دونوں ہاتھ میز پر رکھ دیے تھے۔ سن مین نے شاید پاؤں کے انگوٹھے سے کوئی بٹن دبایا تھا کہ فوراً ہی دو آدمی اندر داخل ہو گئے۔

"مسٹر علی کی تلاشی لو۔ کوئی بھی ہتھیار ہو تو نکال لو۔" اس نے کہا اور دونوں آدمی تعجب سے مجھے دیکھنے لگے۔

میں کھڑا ہو گیا تھا اور میں نے اپنے ہاتھ بلند کر دیے تھے۔ ظاہر ہے میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ صرف چند کاغذات تھے جو میری جیبوں سے برآمد ہوئے اور انھوں نے وہ کاغذات نکال کر سن مین کے سامنے رکھ دیے۔

"اب انھیں لے جاؤ اور تین نمبر میں پہنچا دو۔ مسٹر علی! صورتِ حال بالکل ہی مختلف ہو گئی ہے۔ مسٹر آرتھ شلائر نے مجھ سے کہا تھا کہ آپ کو یہ اطلاع دینے کے بعد آزادی دے دی جائے کہ آپ اپنے طور پر جو دل چاہے کرتے رہیں لیکن اب مجھے ان کی نئی ہدایات کا انتظار کرنا ہوگا۔ اس وقت تک آپ کو میرا مہمان رہنا پڑے گا اور آپ جانتے ہیں کہ آدابِ مہمانی کیا ہیں۔ آدابِ میزبانی کا میں خیال رکھوں گا۔ کیونکہ آپ کے ساتھ کچھ اچھی گفتگو بھی ہو چکی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ مسٹر آرتھ شلائر سے گفتگو کرنے کے بعد کوئی فیصلہ کروں۔" میں نے کہا اور سن مین نے ایک سمت اشارہ کیا۔ میں ان دونوں آدمیوں کے ساتھ چل پڑا۔

جسے نمبر تین کہا گیا تھا، وہ اسی عمارت کا ایک حصہ تھا، ایک الگ تھلگ حصہ جس میں ایک مخصوص قسم کے مضبوط کمرے میں مجھے قید کر دیا گیا۔ سن مین چونکہ جرائم پیشہ آدمی تھا اور یقینی طور پر اپنے دشمنوں سے اس کا واسطہ پڑتا رہتا ہوگا، اس لیے اس جگہ کو اس نے خاص طور سے ایسے کاموں کے لیے مخصوص کیا تھا۔ پورے کمرے میں صرف ایک قالین بچھا ہوا تھا۔ ایک مسہری تھی اور ایک غسل خانہ۔ اس کے علاوہ کوئی بھی چیز ایسی نہیں تھی جسے بطور ہتھیار استعمال کیا جا سکے یا جس سے فرار کی کوشش میں مدد لی جا سکے۔ میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ میرے لیے یہاں سے نکلنے کا کوئی چانس نہیں ہے۔

جو کچھ ہوا تھا اس کے لیے میں قطعی طور پر تیار نہیں تھا لیکن تقدیر کے کھیل اسی قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض اوقات ایسی غیر متوقع باتیں ہوتی ہیں جو انسان کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوں۔ خوش بختی تھی میری کہ میں نے جو انتظامات کیے تھے وہ میرے لیے کارآمد ثابت ہوئے تھے۔ فلم کا رول جو میں نے جلایا تھا، ایکسٹرا تھا یعنی سادہ رول جس میں وہ تصویریں موجود نہیں تھیں۔ اصل فلم میں نے اپنے لباس کے کالر میں چھپائی تھی اور یہ احتیاط صرف اس لیے کی تھی کہ اگر کوئی غیر متوقع صورتِ حال پیش آجائے تو میں اصل فلم کو محفوظ رکھ سکوں کیونکہ یہ فلم فلسطینیوں کے لیے بھی کارآمد ہو سکتی تھی اور اس طرح وہ اس ملک کی ہٹ دھرمی کا پرچار کر سکتے تھے یا یہودیوں کی اس سازش کا قلع قمع کر سکتے تھے۔ اگر مسٹر آرتھ شلائر معاہدے کے مطابق کام کرتے تو یہ فلم میں ان کے حوالے کر دیتا۔

مجھے کیسے لوگ ہوتے ہیں۔ میں نے ان لوگوں کے لیے اتنا کچھ کیا تھا کہ اگر اس کے صلے میں یہ مجھے کچھ بھی دے دیتے تو میرے لیے کم تھا لیکن یہاں جو کچھ کیا جا رہا تھا وہ عجیب و غریب تھا اور اس سے مجھے یہ سبق ملا تھا کہ مغربی اقوام، عربوں اور مسلمانوں کے لیے خواہ کسی بھی قسم کے جذبات کا اظہار کریں، ان میں منافقت ہوتی ہے۔ وہ صرف اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے یہ سب کرتے ہیں۔ کوئی بھی

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ملک کوئی بھی قوم خلوص دل سے مسلمانوں کے ساتھ نہیں ہے اور مسلم دنیا کو اپنے اور پرائے بہت لیے آپ کو مضبوط بنانا ضروری ہے بہ کسی پر انحصار صرف اور صرف بے عقلی ہے۔

تہذیب مالکم ایکس کا خیال آتا تو دل میں ایک ہوک سی اٹھتی کسی کو معلوم تھا کہ تہذیب میرے لیے کیا بن چکی تھی۔ وہ دنیا کی کسی دولت کے فریب میں نہیں آسکتی تھی مگر گرین پول اور اولیو ہاورڈ کے اشتراک سے یہ سب کچھ ہوا تھا اور مجھے یقین تھا کہ اس سلسلے میں ہاورڈ نے ایک زبردست چال چلی تھی۔ یہ بھی ممکن تھا کہ مسٹر آئن شلائز اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنے کے بعد مجھے ہاورڈ کے سپرد کر دینا چاہتے ہوں۔ اس بات کے کافی امکانات تھے۔ بہت سی باتیں ذہن میں آتی تھیں جو غلط بھی ہو سکتی تھیں اور صحیح بھی۔ میں ان پر غور کرتا رہا۔

سن مین نے میرے لیے ضروری آسائشیں فراہم کر دی تھیں۔ کہانے پینے کی کوئی تکلیف نہیں دی گئی تھی۔ ضرورت کے وقت ہر چیز مہیا ہو جاتی تھی۔ مجھے پانچ دن اس کی قید میں رہنا پڑا۔ اس دوران ایک بار بھی میں نے اس سے ملنے کی خواہش کا اظہار نہیں کیا تھا اور نہ اپنے پاس آنے والوں سے یہ پوچھا تھا کہ مجھے کب تک یہاں قید رکھا جائے گا۔

چھٹے دن رات کو تقریباً ساڑھے آٹھ بجے چند افراد میرے اس قید خانے میں آئے اور مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ سن مین کے خصوصی کمرے میں مجھے پہنچا دیا گیا تھا اور میں نے دیکھا کہ مسٹر آئن شلائز بھی وہاں موجود تھے۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ مسٹر آئن شلائز کے انداز میں بھی سرد مہری ہے۔ میں گہری نظروں سے انھیں دیکھتا ہوا آگے بڑھا اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

مسٹر آئن شلائز میرے سامنے بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے چند لمحات انتظار کرنے کے بعد کہا: "علی یار خان! بدقسمتی سے حالات ہماری توقع کے بالکل خلاف ہو گئے ہیں۔ میں سب سے پہلے تمھیں تہذیب کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں۔ تہذیب مالکم ایکس کی طرف سے وزارت خارجہ اور وزارت دفاع کو کچھ دھمکیاں ملی تھیں۔ اس آواز کو ریکارڈ کر لیا گیا ہے اور اگر تم چاہو تو تمھیں سنایا بھی جا سکتا ہے۔ ہائل جرشیو کے تمام اثاثوں پر اب ہمارا کوئی قبضہ نہیں رہا ہے بہت ہی خطرناک انداز میں ہمیں ایک خاص مسئلے میں بلیک میل کر کے ان سے دست بردار ہونے کا حکم دیا گیا اور مجبوراً ہمیں اس حکم کی تعمیل کرنا پڑی۔ اس سلسلے میں حکومت بے حد برہم ہے۔ تم نے جو کچھ ہمارے لیے کیا تھا اس پر پانی پھر چکا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تمھاری وجہ سے ہم ایک بہت بڑے بحران سے نکل گئے تھے لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ ہماری حکومت کے مفاد میں نہیں تھا اور اس کا ذمے دار تمھیں قرار دیا گیا ہے لیکن یہ میری ذاتی کوششیں تھیں کہ میں نے تمھیں حکومت کے عتاب سے محفوظ رکھا۔ اس کے علاوہ کچھ کرنا میرے بس سے باہر کی بات تھی۔ جو کام کرنے کے لیے میں نے تم سے کہا تھا اس میں تم مخلص تھے۔ میں آج بھی اس بات سے انکار نہیں کروں گا کہ میں یہاں کے مفادات کا حامی ہوں اور وہ سب کچھ نہیں چاہتا تھا جو ہو گیا۔ اگر تم جذباتی ہو کر وہ فلم نہ جلا دیتے تو یقیناً وہ فلسطینیوں کے مفاد میں ہی استعمال ہوتی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ تمھاری یہ جذباتی حرکت میرے حق میں بہتر رہی کیونکہ اس طرح میں ان مشکلات سے بچ گیا جو مجھے پیش آسکتی تھیں۔ میں اس کا اعتراف کرتا ہوں کہ تم اس سلسلے میں مخلص تھے لیکن حالات اس طرح تبدیل ہوئے ہیں کہ میں خود بھی کچھ کرنے کے قابل نہیں رہا۔ اس لیے میں تم سے معذرت خواہ ہوں۔ میری تم سے درخواست ہے علی یار خان کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے، یہ شہر یہ ملک چھوڑ دو۔ اس کے بعد کی زندگی تمھاری اپنی ہے۔ کاش میں تہذیب مالکم ایکس کے بارے میں کچھ نشاندہی کر سکتا لیکن میرے دوست! اس بات پر یقین کر لو کہ تہذیب سے اب تمھارا کوئی واسطہ نہیں رہا ہے جتنا عرصہ اس نے تمھارے ساتھ گزار لیا ہے، وہ شاید کسی خاص کیفیت کا حامل ہو لیکن اب وہ گرین پول کے لیے پوری طرح مستعد ہے اور ہمیں زبردست چوٹ دے کر یہاں سے نکل چکی ہے۔"

میں خاموشی سے مسٹر آئن شلائز کی شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے پوچھا: "آپ کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی مسٹر آئن شلائز کہ تہذیب مالکم ایکس یہاں سے نکل چکی ہے؟"

"ہم سے کچھ ایسے مطالبات کیے گئے تھے جن سے گرین پول کے مقاصد پورے ہوتے تھے اور اس کے لیے ہمیں جس طرح مجبور کیا گیا ہم اس سے فرار نہیں اختیار کر سکتے تھے۔ چنانچہ تمام مطالبات گرین پول کی مرضی کے مطابق پورے کر دیے گئے۔ ہائل جرشیو کے معاملات میں بھی یوں سمجھیے مسٹر علی یار خان کہ گرین پول اپنا کام پورا کر چکی ہے اور ہم ان مقاصد سے دستبردار ہو چکے ہیں جو ہمارے پیش نظر تھے۔ ان حالات میں شاید آپ کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی کی جا سکتی تھی لیکن میں نے اسے روک دیا۔ ہم ناسپاس نہیں ہیں لیکن اس سے زیادہ کچھ کرنا ہمارے بس سے باہر ہے۔"

"پھر میرے لیے کیا حکم ہے مسٹر آئن شلائز؟"

"کچھ نہیں۔ بس تم یہ ملک چھوڑ دو یہاں سے نکل جاؤ۔ جہاں جانا چاہتے ہو وہاں تمھیں پہنچانے کے لیے معقول بندوبست کر دیا جائے گا اور اس کے بعد تم آزاد ہو گے ہمارا تم سے کوئی واسطہ نہیں رہے گا۔" آئن شلائز نے کہا۔ ان کا لہجہ سرد اور سپاٹ تھا اور میرے دل میں منتقمانہ جذبات جنم لے رہے تھے میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ مسٹر آئن شلائز اتنا طویل وقت میں نے آپ کے لیے ضائع کیا ہے اور آپ نے جو سلوک مجھ سے روا رکھا ہے' اس کی سزا تو آپ کو تھوڑی بہت بھگتنا ہی ہوگی۔ پھر بھی ہو جائے میں ایسا کوئی انتظام کر کے ہی جاؤں گا کہ آپ لوگوں کو میرا نام یاد رہے لیکن اس کے لیے جذباتی ہونا حماقت تھی چنانچہ میں نے اپنے آپ کو سنبھالے رکھا۔

"اس کے علاوہ میرے لیے کوئی اور حکم؟" میں نے کہا۔

"نہیں۔ یہ بتاؤ کہ اب کیا کرنا چاہتے ہو، کہاں جانا چاہتے ہو؟"

"کیا اس کا فیصلہ کرنے کے لیے مجھے کچھ وقت دیا جائے گا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اس دوران یا تو تم کو سن مین کی قید میں رہنا ہوگا یا پھر کسی ایسی جگہ جہاں تمھاری نگرانی کی جاتی رہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اس کا فیصلہ آپ خود کر لیں، میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔"

انھوں نے ایک نگاہ مجھے دیکھا اور پھر بولے: "یہی تمھارے حق میں بہتر ہے علی! میں تمھیں قید نہیں رکھنا چاہتا لیکن کسی ایسی جگہ قیام کرو جہاں تم ہماری نگاہ میں رہ سکو۔"

"اس قیام کا بندوبست بھی آپ ہی کر دیں مسٹر آئن شلائز! البتہ اس قدر عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ جن لوگوں سے آپ نے تعاون کیا ہے ان کے بارے میں آپ کو یہ حقیقت بھی معلوم ہوگی کہ وہ آبدوز کے حصول میں ناکام ہو گئے تھے اور ان کی ناکامی کا ذمے دار میں تھا یعنی جو کام میں نے آپ کے لیے کیا اس کی سزا بھی مجھے آپ ہی کے ہاتھوں دلوائی جا رہی ہے۔ اس کے علاوہ مجھے اور کچھ نہیں کہنا۔" مسٹر آئن شلائز کا منہ کھلا اور پھر بند ہو گیا پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"شکریہ علی۔ میں اجازت چاہتا ہوں۔" دروازے کے قریب پہنچ کر وہ رکے اور سن مین سے مخاطب ہو کر بولے: "میرا خیال ہے مسٹر علی کو اسٹیئرونگ میں ٹھہرا دیا جائے اور مسٹر علی آپ تین دن کے اندر اندر ہمیں اپنے فیصلے سے آگاہ کر دیں کہ آپ کہاں جانا چاہتے ہیں۔ میں آپ سے بہتر تعاون کا متمنی ہوں تاکہ میرے وطن کی اس سرزمین پر آپ کے خلاف کوئی کارروائی نہ ہو سکے۔ شکریہ۔" یہ کہہ کر وہ باہر نکل گئے۔

سن مین خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس نے اٹھتے ہوئے کہا: "اسٹیئرونگ ایک عمدہ جگہ ہے آپ کو وہاں قیام کر کے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ اس قیام کے تمام اخراجات ہمارے ذمے ہیں مسٹر علی تشریف لائیے۔" وہ خود بھی دروازے کی طرف بڑھ گیا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔

سن مین مجھے خود ہی ہوٹل اسٹیئرونگ لایا تھا۔ یہ کھلی آبادی میں تھا اور بلاشبہ اپنی طرز کا حسین ترین ہوٹل تھا۔ فائیو اسٹار ہوٹل کے اس کمرے میں آسائش کی تمام چیزیں موجود تھیں۔ سن مین نے جاتے ہوئے مجھے اچھی خاصی کرنسی بھی دی تھی جسے میں نے خوشی قبول کر لیا تھا چونکہ مجھے اس کی شدید ضرورت تھی لیکن اس کے جانے کے فوراً بعد میں نے اپنے آئندہ اقدامات کے بارے میں فیصلے کرنا شروع کر دیے تھے۔

میں یہاں سے نکلنا چاہتا تھا لیکن کسی ایسے انداز میں جو ان لوگوں کے لیے تکلیف کا باعث ہو اور اس کی ایک خاص وجہ بھی تھی میرے ذہن میں یہ بات بھی بیٹھ چکی تھی کہ اس کارروائی کا تمام ذمے دار اولیو ہاورڈ ہے وہ کسی گوشے میں چھپا بیٹھا ہے اور میری پتنگ کی ڈور اس کے ہاتھ میں ہے۔ اپنے طور پر وہ مجھے جہاں چاہتا ہے لیے جا رہا ہے اور اب جب میں اس ملک سے نکلوں گا تو پھر کسی طرح اس کے رحم و کرم پر ہوں گا۔ یہاں سے نکلنے کے بعد وہ ایک بار پھر میری گردن پر اپنی گرفت قائم کرنے کی کوشش کرے گا اور مجھے اپنے دام میں پھانس لے گا۔ جنگ ہم دونوں کے درمیان تھی اور میں اس جنگ میں ہارنا نہیں چاہتا تھا۔ زندگی کی بازی تو قدم قدم پر لگانا پڑتی ہے چنانچہ اب اس سے احتراز کیوں کیا جاتا۔ اس سلسلے میں میں فوری کارروائی کرنے کے موڈ میں تھا اور میں نے ایک لمحے میں اس کا فیصلہ کر لیا اور رات ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس وقت تقریباً رات کے ساڑھے بارہ بجے تھے۔ فائیو اسٹار ہوٹل کی نچلی منزل میں تفریحی پروگرام جاری تھے۔ خوب رونق تھی یہاں اور یہ رونق آدھی رات تک جاری رہتی تھی۔ بہرطور میں نے اپنے کام کے لیے ایک بجے کا وقت مقرر کیا اور ٹھیک ایک بجے میں نے روم سروس کو ٹیلی فون کر کے اپنے لیے کافی طلب کر لی۔ میں پُراطمینان انداز میں اس دروازے کی جانب دیکھ رہا تھا جہاں سے ویٹر اندر داخل ہونے والا تھا۔

تقریباً دس منٹ کے بعد ایک باوردی ویٹر کافی کے برتن اٹھائے ہوئے اندر داخل ہو گیا۔ اس نے احترام سے برتن میز پر رکھے۔ میں اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا تھا اور اس انداز میں آگے بڑھا تھا جیسے کچھ کرنے جا رہا ہوں لیکن دراصل میں دروازے کے قریب پہنچ گیا تھا اور پھر میں نے انتہائی غیر محسوس انداز میں دروازہ بند کر دیا لیکن ویٹر کو کچھ آہٹ سی محسوس ہوئی اور اس نے چونک کر مجھے دیکھا اور پھر بند دروازے کی طرف۔ اس کی سمجھ میں ایک لمحے کے لیے کچھ نہیں آیا تھا۔

"ویٹر! میں تم سے کچھ خصوصی گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ احتیاطاً میری گفتگو سنو اور یہ قبول کرو۔" میں نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر ویٹر کے سامنے کیا جس سے اس کے اعصابی تناؤ میں کچھ کمی پیدا ہو گئی۔ وہ رازدارانہ انداز میں میرے قریب پہنچا لیکن اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ دوسرے لمحے کیا ہونے والا ہے۔ میں نے پھرتی سے اس کی گردن دبوچ لی تھی۔

ویٹر کے ہاتھ تشنجی انداز میں پھیل گئے لیکن میں اس کی گردن کی مخصوص رگوں پر دباؤ ڈالتا رہا اور چند ہی لمحات کے بعد وہ میرے بازوؤں میں جھول رہا تھا۔ میں نے تیز روشنی بجھانے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ انتہائی پھرتی سے میں نے ویٹر کا لباس اتار دیا اور اسے گھسیٹ کر غسل خانے میں ڈال دیا۔ پھر میں نے ویٹر کا لباس پہنا، کافی کی ٹرے ہاتھوں میں اٹھائی اور پُراطمینان انداز میں دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ دوسرے ویٹر اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ میں نے کسی پر توجہ نہیں دی اور سیدھا نیچے اترتا چلا گیا۔ کسی نے میری طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی حالانکہ لوگ آجا رہے تھے۔ اس ہوٹل میں کافی ویٹر تھے۔ میں نے خاص طور سے ایسے راستے منتخب کیے تھے جہاں دوسروں سے زیادہ مڈبھیڑ نہ ہو یا بھیڑ بھی ہو تو کم از کم میرے چہرے کا آمنا سامنا نہ ہو۔

نچلی منزل پر پہنچ کر میں نے کافی کی ٹرے ایک اسٹینڈ پر رکھی اور باہر کی سمت چل پڑا۔ انتہائی احتیاط سے میں یہ راستہ طے کرتا ہوا ہوٹل کے لان پر نکل آیا اور پھر وہاں سے کاروں کے پاس لاٹ کی طرف چل پڑا جو بائیں سمت تھا۔ یہاں سے میں نے ہوٹل کے احاطے کی دیوار دیکھ لی تھی۔ کاروں کے پیچھے پیچھے ہوتا ہوا میں گیٹ سے باہر نکل سکتا تھا لیکن گیٹ پر چوکیدار موجود تھا چنانچہ میں نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ احاطے کی دیوار کو پھلانگ لیا جائے۔

ایک کار پر چڑھ کر دیوار کو پھلانگنے میں مجھے ذرا بھی دقت نہ ہوئی اور دوسرے ہی لمحے میں ہوٹل سے باہر تھا۔ لباس ویٹر کا ضرور تھا لیکن اگر ٹوپی اور کچھ مخصوص نشانات اتار کر پھینک دیے جاتے تو پھر یہ ایک عام لباس بھی بن سکتا تھا چنانچہ میں نے سب سے پہلا کام یہی کیا کہ وہ نشانات اتار کر پھینک دیے تاکہ کوئی میری جانب خصوصی طور پر متوجہ نہ ہو۔ کمرے سے میں نے صرف کرنسی اپنے ساتھ لی تھی کیونکہ یہ میرے لیے کارآمد ہو سکتی تھی اور اس کے بعد میں رات کی تاریکی میں کسی نامعلوم منزل کی جانب چل پڑا جہاں سے مجھے اپنی مزید کارروائیاں انجام دینا تھیں۔ میں جانتا تھا کہ ہوٹل اسٹیرلنگ میں میری نگرانی کے لیے زبردست کارروائیاں کی گئی ہوں گی لیکن یہ بات کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگی کہ میں چند گھنٹوں کے اندر اندر اس طرح ہوٹل چھوڑ دوں گا۔ اس سے زیادہ موزوں اور کوئی طریقہ کار نہیں تھا۔ بہرحال فی الحال تو میں ان لوگوں کی دسترس سے نکل آیا تھا لیکن سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ اب کیا کروں؟ یہ سارا شہر ہی میرے لیے اجنبی تھا اور کوئی جگہ ایسی نہیں تھی جہاں میں پناہ لے سکتا۔ بے سروسامانی کی حالت میں کسی ہوٹل کا رخ کرنا بھی حماقت ہی تھی۔ اس وقت کسی کی نگاہ میں مشتبہ ہونا بھی موت کو دعوت دینا تھا۔

کافی دیر تک پیدل چلتا رہا۔ اسٹیرلنگ کی رونقیں بہت پیچھے رہ گئی تھیں۔ پیدل چلتے چلتے میں تھک گیا تھا۔ بہت سے بارونق علاقے ملے لیکن خوش قسمتی سے کوئی شخص میری جانب متوجہ نہ ہوا۔ اس طرح کب تک چلتا رہوں گا؟ میں نے سوچا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ٹیوب ٹرین ریلوے اسٹیشن کے نیون سائن جگمگا رہے تھے۔ کسی خیال کے تحت میں اسی طرف چل پڑا اور تھوڑی دیر بعد میں زیرِ زمین ٹرین کے ایک کمپارٹمنٹ میں بیٹھا ہوا تھا۔

ٹرین میں بالکل رش نہیں تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں جا رہی ہے۔ بس دل میں ایک ہی خیال تھا کہ یہاں سے دور نکل جاؤں۔ اتنی دور کہ کوئی پناہ گاہ مجھے مل سکے۔ ذہن پر خیالات کی یلغار تھی۔ اولیو ہاورڈ نے ایک بار پھر مجھے شکار کر لیا تھا۔ اس کا تیر نشانے پر بیٹھا تھا اور میں دربدر ہو گیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اولیو ہاورڈ میری تاک میں لگا ہوا ہے لیکن چوہے بلی کا یہ کھیل بڑا ہی دلچسپ تھا۔ میں بار بار اس کے شکنجے میں آ کر صاف نکل جاتا تھا۔ اس کی بھی مجبوریاں تھیں ورنہ وہ براہِ راست مجھ پر ہاتھ ڈالنے سے نہ چوکتا، لیکن تقدیر بھی یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ مجھے اُس کے جال میں نہ پھنسنے دے گی۔ فی الحال تو میں اُس کی دسترس سے باہر نکل گیا تھا۔ ہوٹل کے سلسلے میں نہ صرف یہ کہ مسٹر آئن شلاٹر یا سن ملن کو ہی یہ بات معلوم ہو گی کہ میں کہاں ہوں بلکہ اولیو ہاورڈ بھی اس بارے میں بخوبی جانتا ہو گا اور مطمئن ہو گا کہ میں ابھی اس کا قیدی ہوں اور جب یہاں سے باہر نکلوں گا تو وہ میرے تعاقب میں ہو گا اور یقیناً اُس کی مجرمانہ کارروائیاں مجھے ایسی ہی جگہ لے جائیں گی جہاں وہ آسانی سے مجھے اپنا شکار بنا سکے لیکن ایک بار پھر اس کی شکار گاہ خالی رہ گئی تھی اور شکار بھاگ نکلا تھا۔

مجھے ہنسی آ گئی۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ اولیو ہاورڈ! ممکن ہے تمہارا اور میرا یہ کھیل ساری زندگی چلتا رہے اور تم مجھ پر کبھی ہاتھ نہ ڈال سکو۔ ہاں اس بات میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ تمہاری زندگی بھی مجھے عزیز ہے، تم جیسا دشمن بھلا کون کھونا پسند کرے گا۔ میں بھی اپنے آپ کو آزمانے کے لیے ان راستوں پر آیا ہوں اور میرا یہ سفر جاری رہے گا۔ میں نے ایک نئے عزم کے ساتھ سوچا کہ تہذیب! تم میری زندگی میں بے کار ہی داخل ہوئی تھیں۔ میں نے تو یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنے آپ کو زندوں میں تصور ہی نہ کروں گا۔ دل کو بھی مردہ کر لیا تھا میں نے لیکن اس مردہ دل میں زندگی کی رمق نجانے کہاں سے پیدا ہو گئی۔ شاید یہ تمہاری مسلسل کاوشوں کا نتیجہ تھا کہ تم اس دل میں زندگی بیدار کرنے میں کامیاب ہو گئیں ورنہ میں نے تو پہلے ہی مرحلے پر تم سے سمجھوتے کی بازی کی تھی۔ دنیا کچھ بھی کہتی رہے تہذیب! یہ بات میرے دل میں ایمان کی طرح زندہ ہے کہ تم میرے خلاف کبھی عمل نہیں کر سکتیں، ہاں تہذیب! میں تمہارے راستے سے بہت دور ہٹ چکا ہوں۔ کوشش کروں گا کہ زندگی میں کبھی تم سے ملاقات ہو سکے، اگر نہ مل پاؤں تو مجھے مجبور سمجھ کر معاف کر دینا۔

ٹیوب ٹرین برق رفتاری سے اپنا سفر طے کر رہی تھی اور پھر وہ آخری اسٹیشن پر پہنچ گئی۔ یہیں میں اتر گیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ یہ کون سی جگہ ہے۔ زمین دوز ریلوے اسٹیشن سے باہر نکلنے کے بعد میں نے دیکھا تو تاحدِ نگاہ تاریکی اور سناٹے کا راج تھا۔ بہت دور کافی فاصلے پر ایک روشنی رواں دواں تھی۔ غالباً کوئی سڑک تھی جو یہاں سے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے سے گزرتی تھی، اس کے علاوہ اطراف میں کچھ نہیں تھا اور اگر تھا تو رات کی تاریکی میں نظر نہیں آ رہا تھا۔

یہ گزرتی ہوئی سڑک کہاں سے آتی ہے، کہاں تک جاتی ہے؟ اس بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں تھا لیکن یہاں سے دور نکل جانے کی خواہش نے میرے قدم اسی سڑک کی طرف اٹھا دیے اور میں

خوف!
ایک ایسا مسئلہ جس سے ہر شخص دوچار ہے
خوف سے آدمی پریشان ہوتا ہے۔
خوف سے آدمی پاگل ہو جاتا ہے۔
خوف سے زندگی ناکام ہو جاتی ہے۔
خوف سے ازدواجی مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔
خوف سے آدمی خودکشی کر لیتا ہے۔
خوف دیمک کی طرح زندگی کو چاٹتا رہتا ہے۔
شرم بھی خوف ہی کا ایک پہلو ہے اور اتنا ہی خطرناک

اُردو کے جانے پہچانے منفرد نفسیاتی ادیب اسلام حسین کی تحریر

By:
مکتبۂ نفسیات، پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی ۱

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انجن کے اور ریلوے اسٹیشن کے درمیانی فاصلے کو طے کرنے لگا۔

راستے سرسبز کھیتوں کے درمیان سے گزرتے تھے جب مجھے کوئی پگڈنڈی نظر نہ آئی تو میں کھیتوں ہی میں گھس گیا اور پودوں کو روندتا ہوا بالآخر سڑک کے قریب پہنچ گیا۔

چکنی اور شفاف سڑک دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ میں اس سڑک پر پیدل سفر کرتا رہا۔ تقریباً ایک گھنٹے تک تیز رفتاری سے چلتا رہا۔ مزید چلتا رہتا اگر مجھے ایک دھندلی سی روشنی نظر نہ آجاتی۔ میں آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوا اس روشنی کے قریب پہنچ گیا۔ یہ ایک چھوٹا سا ٹرک تھا، جس کا بونٹ کھلا ہوا تھا اور ایک گندا اور معمولی سا ڈرائیور اس بونٹ پر جھکا ہوا تھا۔ اس نے بیٹری میں وائر لگا کر ایک بلب روشن کر لیا تھا اور اسے بیٹری کے پاس ہی لٹکا دیا تھا۔ اس روشنی میں وہ انجن کی کوئی خرابی دور کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس شخص نے میری جانب کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ میں اس کی بڑبڑاہٹ سن رہا تھا لیکن الفاظ سمجھ میں نہیں آرہے تھے۔ چند لمحات کے بعد اس نے روشنی کے وائر بیٹری سے نکالے اور بیٹری کے ڈھکن فٹ کرنے کے بعد بونٹ بند کر دیا۔ تب وہ میری طرف متوجہ ہوا۔

"ارے تم پھر آگئے!" اس نے گھبرائے ہوئے سے لہجے میں کہا۔

میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا۔

"عقل آگئی ہوگی۔ اتنے تک ضرورت ہی کیا تھی۔ عجیب آدمی ہو۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے بولا اور آگے بڑھ کر اسٹیئرنگ پر جا بیٹھا۔

میں سر کھجا کر رہ گیا تھا۔ کون چلا گیا! کون اتر گیا؟ یہ بات میری سمجھ میں نہ آسکی لیکن ایک نیا خیال میرے ذہن میں پیدا ہو گیا تھا۔ میں نے پیچھے ہٹ کر ٹرک کے عقبی حصے میں جھانکا۔ کچھ کارٹن ٹرک کے پچھلے حصے میں لدے ہوئے تھے۔ ان پر مونوگرام بھی بنا ہوا تھا لیکن رات کی تاریکی کی وجہ سے مونوگرام پڑھا نہیں جاتا تھا۔

بوڑھے نے اسٹیئرنگ پر بیٹھ کر سیلف لگایا اور ٹرک اسٹارٹ ہو گیا۔ تب اس کے منہ سے مسرت کی قلقاری نکلی اور اس نے کہا "اب باہر ہی مرتے رہو گے یا اندر بھی آؤ گے؟ مجھے دیر ہو رہی ہے۔" میں پھرتی سے گھوم کر دوسری جانب سے بوڑھے کے برابر سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔ ٹرک اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گیا۔ میں خاموش تھا، بوڑھا مطمئن انداز میں ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ پھر اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک چپٹی سی شیشی نکالی اور اس کا کارک کھول کر دو تین گھونٹ لے کر شیشی دوبارہ جیب میں رکھ لی۔

"میں کہتا ہوں اتر کیوں گئے تھے تم؟ کیا سمجھتے تھے تم؟" بوڑھے نے سوال کیا۔

"میں... میں..." میں نے آہستہ سے کہا اور بوڑھے نے چونک کر مجھے دیکھا۔ چند لمحات دیکھتا رہا پھر اس نے اوپر لگی ہوئی روشنی کا بٹن آن کیا اور مختصر سے حصے میں تیز روشنی پھیل گئی۔ اس نے میری شکل دیکھی اور چونک پڑا۔

"ارے! تم وہ نہیں ہو؟"

"کون؟" میں نے ٹھنڈی سانس لے کے سوال کیا۔

"تم کون ہو؟" بوڑھے نے کہا۔

"ایک پریشان حال مسافر جسے کسی ہمسفر کی تلاش تھی۔"

"سارے مسافر اسی ٹرک پر آمرے ہیں۔ کوئی اور بھی راستہ دیکھ لیا ہوتا۔ میں سمجھا تم وہی ہو۔"

"وہی کون؟"

"وہ بے وقوف بھی شہر کے آخری کنارے سے میرے ٹرک میں سوار ہوا تھا۔ ہاتھ جوڑ کر لفٹ مانگی تھی ورنہ میں کسی کو لفٹ دینے کا عادی نہیں ہوں۔ بیٹھا رہا، تھوڑی دیر تک فضول باتیں کرتا رہا۔ نیم خبطی سا معلوم ہوتا تھا۔ پھر دفعتاً میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ اس طرف روک دو۔ بہت ضروری کام ہے۔ یہاں سے تھوڑے ہی فاصلے پر۔ وہ ٹرک رکوا کر نیچے اتر گیا تھا اور میں اسے گالیاں دیتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا۔ پھر کوائل کے وائر ڈھیلے ہو گئے اور انجن بند ہو گیا۔ میں سمجھا کہ تم وہی ہو اور دوبارہ واپس آگئے ہو۔ مگر تم کون ہو اور کہاں جاؤ گے؟"

"آپ کہاں جا رہے ہیں معزز بزرگ؟" میں نے بڑے شائستہ انداز میں سوال کیا اور بوڑھے نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ تمہارا لہجہ بتاتا ہے کہ تم شریف آدمی ہو۔ چلتے رہو، چلتے رہو، کوئی بات نہیں۔"

"مگر آپ جا کہاں رہے ہیں؟"

"جہاں بھی جا رہا ہوں تمہیں پہنچا دوں گا۔ یہ سڑک ایک ہی سمت جاتی ہے۔ مختلف شاخیں نہیں ہیں اس کی۔" بوڑھے نے کہا اور ایک بار پھر جیب سے وہ چپٹی سی شیشی نکال لی اور اس کی تلچھٹ تک معدے میں اتار لی۔ اس کے بعد اس نے شیشی باہر اچھال دی تھی۔

"میں تکلفات کا قائل نہیں ہوں اور پھر جو چیز کسی کو دی نہیں جا سکتی اس کے لیے تکلفاً پوچھنا بھی مناسب نہیں ہوتا۔" اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا اور اسٹیئرنگ پر اس کا ہاتھ لہرا گیا۔

"بالکل بالکل! آپ کے افکار و خیالات بہترین ہیں لیکن

ذرا اسٹیئرنگ پر دھیان رکھو۔"

بوڑھا آنکھیں بند کر کے ہنسنے لگا۔ پھر اس نے کہا "اگر میں اسٹیئرنگ چھوڑ کر آنکھیں بند کر کے سو جاؤں تب بھی ٹرک اپنے راستے پر رواں دواں رہے گا۔" اس کے بعد وہ آنکھیں بند کر کے ہنسنے لگا۔ میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں اس کی طرف دیکھا۔ ٹرک واقعی سیدھا ہی جا رہا تھا اور اس وقت اس میں کوئی گڑبڑ نہیں پیدا ہوئی تھی۔

"لیکن بہتر یہ ہوگا میرے معزز ساتھی کہ تم آنکھیں نہ بند کرو اور سونے کی کوشش مت کرو۔ منزل پر پہنچ کر ہی سونا بہتر ہوتا ہے۔"

"واہ! کیا عمدہ خیالات ہیں تمہارے۔ ذہین آدمی معلوم ہوتے ہو۔" بوڑھا آنکھیں پھاڑ کر بولا اور میں گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ اسے چڑھ رہی تھی اور یہ ساری باتیں اسی کا نتیجہ تھیں۔

میں سیٹ سے پشت ٹکائے آنکھیں بند کیے بیٹھا رہا اور بوڑھا ڈرائیونگ کرتا رہا۔ پھر بوڑھے کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکلی اور بریک پر اس کے پاؤں کا دباؤ بڑھ گیا۔ میں نے چونک کر آنکھیں کھول دی تھیں لیکن آنکھیں کھولنے کے بعد میں صورتِ حال کو پوری طرح سمجھ بھی نہ پایا تھا کہ ایک خوفناک دھماکا ہوا۔ میرے چاروں طرف روشنی پھیل گئی۔ یہ روشنی آنکھوں کے سامنے نہیں تھی بلکہ دماغ میں تھی۔ شاید میرے سر میں چوٹ لگی تھی۔ دوسرے لمحے میری آنکھیں بند ہو گئیں اور ہوش و حواس رخصت ہو گئے۔ شاید کوئی حادثہ ہو گیا تھا۔ یہ آخری احساس تھا جو مجھے ہوا اور اس کے بعد کچھ ہوش نہ رہا۔

نہ معلوم کتنی دیر بعد آنکھ کھلی۔ میرا سر گھوم رہا تھا اور آنکھوں کے سامنے دھندلاہٹ پھیلی ہوئی تھی لیکن آہستہ آہستہ یہ دھندلاہٹ چھٹتی چلی گئی۔ پوری طرح ہوش آیا تو دیکھا کہ میں ایک آرام دہ بستر پر لیٹا ہوا ہوں اور میرے قریب تین آدمی موجود ہیں۔ یہ تینوں شکلیں میرے لیے اجنبی تھیں۔ ایک ادھیڑ عمر آدمی تھا، دوسرا اس سے کسی قدر کم عمر کا مالک اور تیسری ایک عمر رسیدہ عورت۔ انہوں نے مجھے ہوش میں آتے دیکھا تو عورت آگے بڑھ کر میرے قریب پہنچ گئی۔

"کیسی طبیعت ہے تمہاری؟" میں نے اس کے چہرے پر غور کیا۔ سخت گیری اس کے چہرے سے عیاں تھی لیکن بظاہر وہ اپنے آپ کو نرم خو ظاہر کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں نے کمزور لہجے میں اسے بتایا کہ میں ٹھیک ہوں۔ عورت نے جلدی سے دروازے کی طرف رخ کر کے کہا "جلدی کرو! اس کے لیے دودھ لاؤ۔"

دودھ میں شاید اوولٹین ملی ہوئی تھی۔ میں نے ان کے اشارے پر دودھ پی لیا۔ سامنے لگی دیوار گیر گھڑی میں چار بج رہے تھے۔ یقیناً شام کا وقت تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ میں کافی دیر تک بے ہوش رہا تھا۔ میں صورتِ حال سے چونکہ واقف نہیں تھا اور یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ کون لوگ ہیں اس لیے میں نے ان سے کوئی سوال کرنا بھی مناسب نہیں سمجھا۔ سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی جس کی گرفت محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ اس سے کیوں نہ فائدہ اٹھایا جائے، دماغ پر چوٹ لگی ہے اور اگر یہ لوگ صرف انسانی ہمدردی کی بنیاد پر مجھے یہاں لائے ہیں تو صورتِ حال جاننے کے بعد ان کا شکریہ ادا کروں گا اور یہاں سے چلا جاؤں گا اور اگر کوئی اور ہی مسئلہ ہے تو پھر جیسا بھی ہو، جو کچھ بھی سامنے آئے۔

معمر شخص نے مجھے آرام کرنے کے لیے کہا اور اس کے بعد وہ عورت کی طرف رخ کر کے بولا "میں نے کہا تھا نا کہ سب ٹھیک ہے۔ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ تمہیں پریشانی ہوگی۔"

"میں اس کے پاس رہوں؟"

"دل چاہے تو رہو۔ ورنہ بہتر یہ ہے کہ اسے آرام کرنے دو۔ آرام کرے گا تو قوتیں بحال ہو جائیں گی۔ ہاں ڈیئر! تم اسے انجکشن دے دو۔ یہ بہت ضروری ہے۔"

تھوڑی دیر کے بعد میرے بازو میں انجکشن کی سوئی چبھی اور میں منہ بنا کر رہ گیا تھا لیکن اس کے بعد ذہن خاصا پُرسکون ہو گیا تھا۔ بے ہوشی نہیں تھی بلکہ ایک طرح کی سکون آمیز کیفیت تھی۔ پھر میں نے ٹیلی فون پر نمبر ڈائل کرنے کی آواز سنی۔ تھوڑی سی گردن گھما کر دیکھا تو عورت ٹیلی فون پر کسی سے باتیں کر رہی تھی۔ الفاظ میری سمجھ میں نہ آسکے لیکن چند لمحے کے بعد عورت نے ڈیڈی کی طرف رخ کر کے کہا کہ ٹیلی فون پر بات کر لیں۔ ڈیڈی بھی ٹیلی فون پر کسی سے باتیں کرنے لگا۔ اس کا لہجہ قدرتی طور پر تیز تھا چنانچہ میں نے اس کے الفاظ سنے۔ وہ میرے حصول کی داستان دہرا رہا تھا۔ میں خاموشی سے اس کی باتیں سنتا رہا جن سے مجھے اندازہ ہوا کہ یہ لوگ جان انتھونی سے کوئی اہم کام لینا چاہتے ہیں اور اس کے لیے اسے کسی دوسرے ملک بھیجنا چاہتے ہیں۔ میں خوش ہو گیا۔ اگر اس طرح مجھے اس ملک سے نکلنا نصیب ہو جائے تو مزہ ہی آجائے۔ ہاورڈ کے سارے پروگرام فیل ہو جائیں گے۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ اب اپنے نئے کردار کو محنت سے نبھاؤں گا۔

سکون کے یہ لمحات میرے لیے بڑے غنیمت تھے۔ اس وقت رات ہو چکی تھی جب کچھ لوگ میرے پاس پہنچے۔ ان میں وہ معمر شخص بھی شامل تھا۔ باقی تمام چہرے اس وقت بھی اجنبی تھے۔ ان میں سے ایک نے بغور مجھے دیکھتے ہوئے کہا "یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اب تم انتہائی بہتر حالت میں ہو۔ مسٹر جان انتھونی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تمھیں ایک خاص مقصد کے تحت جیل سے فرار کرا کے یہاں تک لایا گیا ہے۔ تمھارا کیا خیال تھا' جیل سے فرار ہونے میں تمھاری اپنی کوششوں کا دخل ہے۔ دراصل تمھارے بارے میں ہمیں اطلاع ملی تھی کہ تم تیرہ سال کی سزا بھگت رہے ہو لیکن ذرا غور کرو' اس بے چاری لڑکی پر جو تمھارے لیے اپنا سب کچھ گنوا بیٹھی ہے۔ میرا خیال ہے' تمھیں ٹھیک ٹھاک ہو کر اس کے پاس پہنچنا چاہیے تھا۔ بہتر ہے' تم بیٹھ جاؤ اور ہم سے تعاون کرو میں تمھیں بتانا چاہتا ہوں کہ ہم تمھارے ماضی سے بخوبی واقف ہیں' اگر تم نے ہم میں سے کسی کے ساتھ کوئی الٹی سیدھی بات کی تو تمھیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔"

میں خاموشی سے ان کی شکلیں دیکھنے لگا۔ میرا نام جان اسنوڈن لیا گیا تھا۔ مجھے جان اسنوڈن بننے میں کوئی اعتراض نہیں تھا لیکن معلوم تو ہو کہ ان لوگوں کا مقصد کیا ہے۔ میں نے ان میں سے کسی سے کوئی تعرض نہیں کیا اور اس کے بعد مجھے میرے کام کی تفصیلات بتائی جانے لگیں کوئی بالکل ہی انوکھا معاملہ تھا۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا چکر ہے لیکن میں نے دل میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ ان لوگوں کی خواہشات کے مطابق عمل کروں گا اور اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھاؤں گا۔ حیرت صرف اس بات پر تھی کہ جس شخص کو جیل سے فرار کرایا گیا تھا' اس کی شکل یہ لوگ کیوں نہیں پہچانتے تھے اور تمام کے تمام آنے والے مجھے آسانی سے جان اسنوڈن کیوں تسلیم کیے جا رہے تھے؟

میں نے جب کوئی جواب نہیں دیا تو اس معمر شخص نے کہا "میرا خیال ہے' مسٹر اسنوڈن کو اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں ہوگا اور پھر بات ہی کون سی پیچیدہ ہے' تھوڑا سا میک اپ کر کے انھیں ایک شخص کی شکل اختیار کرنا ہوگی اور اس کے بعد یہ اپنا کام انجام دے دیں گے' جب یہ اپنا کام مکمل کر لیں گے تو انھیں ہر طرح کی آزادی حاصل ہوگی اور ان کے لیے کوئی مشکل نہ رہے گی۔ کیوں مسٹر اسنوڈن! کیا تمھیں اس تمام کارروائی پر کوئی اعتراض ہے؟"

"نہیں" میں نے پرسکون لہجے میں جواب دیا۔

"گڈ۔ ویری گڈ۔ تو میڈم! آپ اسنوڈن کو اس کا کردار بخوبی سمجھا دیں' اسے وہی کرنا ہے جو اس سے کہا جا رہا ہے اور کسی بھی طور اس سے انحراف اس کے لیے موت کا باعث بن سکتا ہے۔ جیل سے فرار ہوتے ہوئے دو افراد کا قتل معمولی بات نہیں ہے۔ پہلے ہی کون سا کم جرم تھا اس کا' اب ان دو افراد کے قتل کے بعد اسے یقیناً الیکٹرک چیئر پر بٹھا دیا جائے گا لیکن زندگی بچانے کے لیے جدوجہد ضروری چیز ہوتی ہے۔ آپ لوگ ہمارے پروگرام سے مطلع ہیں؟" معمر شخص نے دوسروں سے سوال کیا اور انھوں نے اثبات میں جواب دیا۔ "تو پھر آیئے' ہمارا آدمی مکمل طور پر تیار ہے میڈم آپ اسنوڈن سے گفتگو کیجیے۔"

تمام کے تمام باہر نکل گئے' معمر عورت میرے سامنے بیٹھ گئی اور پھر اس نے مجھے ایک کہانی سنائی۔ یہ کہانی بہت دلچسپ' بہت عجیب تھی۔ معاملات سامنے کے سارے الجھے ہوئے تھے لیکن اس کہانی سے یہ پتا نہیں چلتا تھا کہ وہ شخص جسے جیل سے فرار کرایا گیا تھا' ان لوگوں کے لیے مکمل طور پر اجنبی کیوں تھا اور ان میں سے کوئی اس کی شکل کیوں نہیں پہچانتا تھا یا پھر اس کام کے لیے جیل سے ایک شخص کو فرار کرا کر کسی کے سپرد یہ ذمے داریاں کرنا کیا معنی رکھتا تھا لیکن میں نے دل ہی دل میں یہ فیصلہ کر لیا کہ ان لوگوں کے ساتھ جس حد تک بھی ممکن ہو سکا' تعاون کروں گا چونکہ اس کے بعد میری آزادی یقینی تھی۔ چنانچہ میں نے اپنے آپ کو ان کے سپرد کر دیا۔ وہ جہاں چاہیں مجھے لے جائیں۔

جب میرے چہرے پر ایک اجنبی میک اپ کیا گیا تو مجھے کافی حد تک اطمینان نصیب ہوا کہ میری اصل شکل کو جاننے والے بھی مجھے نہیں پہچان سکیں گے۔ میک اپ تو کسی کے چہرے پر بھی کر دیا جائے' اسے تبدیل شدہ حالت میں دوسروں سے روشناس ہونا ہے اور پھر چونکہ مجھے میری نئی حیثیت بتا دی گئی تھی اس لیے میں مطلق تھا کہ اپنا کام بخوبی پورا کر سکوں گا۔ اس طرح مجھے یہاں سے نکلنے کے مواقع بھی مل رہے تھے۔ ان میں سے کسی شخص کا نام مجھے نہیں معلوم ہو سکا لیکن یہاں سے روانہ ہونے سے پہلے ان لوگوں نے مجھے اچھی طرح ہدایات دے دی تھیں اور بتایا تھا کہ مجھے کہاں کہاں جانا ہے' کس ہوٹل میں قیام کرنا ہے۔ یہ بھی بتا دیا تھا مجھے کہ جاتے وقت صرف چابی واپس کرنا ہوگی' میرا پاسپورٹ' الماری میں لٹکے سوٹ کی جیب میں رکھا ہے۔ پرس پتلون کی جیب میں ہے اور میرے پاس موجود کرنسی کو محفوظ کر دیا گیا ہے۔ یہ بھی ایک انوکھی بات تھی کہ انھوں نے میری جیب میں موجود کرنسی پر غور نہیں کیا تھا کہ اتنی تعداد میں یہ کرنسی کہاں سے آئی؟

صورتِ حال چونکہ میرے خلاف نہیں تھی' اس لیے میں نے ان سے مکمل تعاون کیا۔ مجھے اس کمرے سے نکال کر ایک دوسرے کمرے میں منتقل کر دیا گیا۔ اب میں پرسکون تھا' چہرے پر میک اپ ہو جانے کی وجہ سے مجھے یہ خوف بھی نہیں رہا تھا کہ وہ لوگ میری صورت پر غور کر سکتے ہیں۔ بوڑھے ٹرک ڈرائیور کی موت کا مجھے افسوس تھا' بے چارہ میری وجہ سے مارا گیا۔ اس کے کچھ الفاظ مجھے یاد آ رہے تھے۔ کوئی شخص اس کے ٹرک میں بیٹھا

تھا اور پھر کہیں راستے ہی میں اتر گیا تھا۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو وہی شخص جان اسنوڈن تھا۔ وہ کہاں گیا' دوبارہ ان لوگوں کے ہاتھ لگے گا یا نہیں؟ یہ ساری باتیں سوچنا ضروری تھیں لیکن میں ان پر زیادہ غور نہیں کر رہا تھا۔ مجھے تو صرف اپنے مقصد سے غرض تھی۔ ان کا کام کر کے اگر اس علاقے سے نکل جاؤں تو یہ میرے لیے بہت ہی بہتر بات ہوگی۔ اس طرح ادیسو اور ڈے میرا پیچھا فی الحال چھوڑ جائے گا' بعد میں جو کچھ بھی ہوگا' دیکھا جائے گا۔

نئے کمرے کی کھڑکی سے میں نے باہر جھانک کر دیکھا' موسم خوشگوار تھا۔ تھوڑی دیر تک میں وہاں کھڑا رہا اور اس کے بعد واپس آ کر آئینے کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ میرا اجنبی چہرہ میرے سامنے تھا' درمیانی عمر' بھدی سی ناک' چندھیائی ہوئی آنکھیں' جبڑے باہر کو ابھرے ہوئے۔ میں اپنے لیے بالکل اجنبی تھا' جو لباس میں نے زیب تن کیا' وہ نہایت نفیس تھا۔ دیگر تمام سامان بھی درست تھا۔ پاسپورٹ' بٹوہ' لائسنس۔ دو تین سوٹ۔ جوتے' ٹائیاں' قمیصیں وغیرہ۔

دوسری صبح ناشتے کی میز پر اس معمر عورت سے ملاقات ہوئی جسے صرف میڈم کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ ناشتا اس نے میرے ساتھ ہی کیا تھا۔ ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد وہ کہنے لگی۔

"جان اسنوڈن! جیسا کہ تم جانتے ہو کہ تمھارا نام روڈر ہے۔ پاسپورٹ اور ڈرائیونگ لائسنس وغیرہ پر تم اپنا نام دیکھ چکے ہوگے۔ بہتر یہ ہے کہ آج شام کو سات بجے اپنا ٹکٹ فضائی کمپنی سے وصول کر لو۔ جہاز پونے آٹھ بجے روانہ ہوگا۔"

"مگر مجھے جانا کہاں ہے میڈم؟"

"اس سلسلے میں ابھی کوئی سوال نہ کرو' وقت پر سب معلوم ہو جائے گا۔"

"ٹھیک ہے' میں آپ سے وعدہ کر چکا ہوں کہ آپ کی ہدایات پر عمل کروں گا۔"

شام کو ساڑھے چھ بجے میں نے سامان وغیرہ باندھا اور ان کی ہدایت کے مطابق اس عمارت سے باہر نکل آیا۔ مجھے یہ اندازہ لگانے کی ضرورت نہیں تھی کہ عمارت کون سی جگہ ہے اور میں شہر کے کس حصے میں ہوں' بس نیچے آ کر میں نے ایک ٹیکسی لی اور ایئرپورٹ کے لیے روانہ ہو گیا۔ ریزرویشن پر میں نے اپنا نام بتایا تو فرسٹ کلاس کا ایک ٹکٹ مجھے مل گیا اور یہاں مجھے پہلی بار معلوم ہوا کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔

میری منزل ایمسٹرڈم تھی۔ اس طرح یہاں سے نکل جاؤں گا' اس کا گمان بھی نہیں تھا۔ جہاز میں سفر کرتے ہوئے بھی میں اپنی اس خوش بختی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ذہن کے پردوں سے کئی بار تہذیب کا نام ٹکرایا تھا لیکن اب میں نے صبر کرنا سیکھ لیا تھا۔

ایمسٹرڈم کے شاندار ہوائی اڈے پر میرے استقبال کے لیے کوئی موجود نہیں تھا لیکن اپنا سامان وصول کر کے جب میں باہر آیا تو ڈھلے ہوئے شانوں والے ایک اچھی شکل و صورت کے آدمی نے میرا استقبال کیا۔

"مسٹر روڈر فلوڈرام' بہت عرصے کے بعد آپ کو دیکھنا نصیب ہوا ہے۔ آپ مجھے یقیناً نہیں پہچانتے ہوں گے' میرا نام ہارس ہے۔ آیئے' گاڑی موجود ہے۔" میں خاموشی سے اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا اور ایک شاندار لیموزین کار میں جا بیٹھا۔ سفر کے دوران ہارس نے کہا "آپ کو اپنا مکان پسند آئے گا مسٹر روڈر' سمندر کے کنارے' پہاڑیوں کے اوپر ایک تنہا مکان۔"

تقریباً پچاس منٹ کا سفر طے کرنا پڑا تھا اس کے بعد لیموزین' پہاڑی پر ایک خوبصورت بنگلے کے قریب رک گئی۔

ہارس نے کہا "آپ اندر تشریف لے جایئے۔ میں واپس جاتا ہوں۔"

میں نے اطمینان سے اپنا سوٹ کیس اٹھایا اور نیچے اتر گیا۔

"میرے لیے اور کوئی ہدایت تو نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں" اس نے سرد اور کھردرے لہجے میں جواب دیا اور گاڑی میں بیٹھ کر اسے ریورس کر کے واپس لے گیا۔

برآمدے میں ایک خوبصورت سی تیس بتیس سالہ عورت میری منتظر تھی۔ میں آگے بڑھا تو وہ دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ لگی روڈر ہے یعنی میری بیوی۔ لگی روڈر سے جدائی کی طویل داستانیں سننے کے بعد جب کسی قدر فراغت حاصل ہوئی اور مجھے غسل کرنے کا موقع ملا تو میں دل ہی دل میں یہی سوچ رہا تھا کہ اب تک تو سب کچھ ٹھیک ہے' میں ہالینڈ پہنچ چکا ہوں اور میری منزل اب مجھ سے زیادہ دور نہیں ہے۔

ہالینڈ میں بھی امریکی یہودیوں کی تعداد کافی زیادہ تھی اور میں ہالینڈ کے سب سے بڑے شہر ایمسٹرڈم میں رہ کر اپنے کام کا آغاز کر سکتا تھا۔ کاش تہذیب مالکم ایکس بھی ہالینڈ میرے ساتھ ہی آتی۔ وہاں سے نکل آنے کی خوشی تھی لیکن دکھ تہذیب کے نہ ہونے کا تھا اور اب یہ خاتون یعنی لگی روڈر مل گئی تھیں۔ بظاہر تو سنجیدہ طبیعت کی مالک تھیں لیکن بہرحال بیوی تھیں اور بیوی کے شوہر پر بہت سے حقوق ہوتے ہیں۔ اگر ابھی ان سے انحراف کر کے ایمسٹرڈم کی حسین دنیا میں کھو جاؤں تو زیادہ مشکل تو نہیں ہوگی لیکن فوری طور پر قدم جمانا کٹھن ثابت ہوگا۔ چنانچہ کیوں نہ کچھ وقت یہاں پر بھی گزار لیا جائے' جو داستان مجھے میڈم نے سنائی تھی اس میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پر تفصیل تو نہیں بتائی تھی کہ میری حیثیت کیا ہے۔ صرف ان کے اپنے تعلقات اس داستان میں جھلکتے تھے اور یہ پتا چلتا تھا کہ قدم بہ قدم وہ مجھ سے کیا چاہتی ہیں۔

غسل خانے سے نکلنے کے بعد میں نے ایک خوبصورت لباس پہنا اور اپنے اس خوشنما مکان میں آ بیٹھا جہاں للی روڈز نے میرے لیے پھول ہی پھول کھلا دیے تھے۔ وہ بہت ہی خوش نظر آ رہی تھی۔ کافی عرصے کے بعد میری اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ میں کہاں تھا اور کیوں تھا؟ اس کے بارے میں مجھے چند باتیں بتا دی گئی تھیں جنھیں اس کے سامنے بیان کر کے میں نے اسے مطمئن کر دیا۔ وہ بے حد خوش تھی۔ کاروبار کے بارے میں تفصیلات بتا رہی تھی، اپنے ملنے جلنے والوں کے ساتھ بیتے ہوئے واقعات کی تفصیل بتا رہی تھی اور میں صبر و سکون سے سب کچھ سن رہا تھا۔

"ڈیئر روڈز! مجھے امید نہیں تھی کہ تم اس طرح واپس آ جاؤ گے" اس نے کہا۔ "میں تو نہ جانے کیا کیا سوچ بیٹھی تھی تمھارے بارے میں۔ میں یوں محسوس کر رہی ہوں جیسے یہ سب کچھ ایک خواب ہے اور میری آنکھ کھل جائے گی۔"

"نہیں۔ تم جانتی ہو ہنی کہ میں کیسی کیسی مشکلات کا شکار رہا ہوں۔ ذہنی طور پر میں بالکل غیر متوازن ہوں۔ کچھ بھی یاد نہیں ہے۔ ہاں اگر یاد تھی تو صرف تمھاری شکل، تمھاری باتیں۔ یہی سب کچھ میری زندگی تھی ورنہ شاید میں مر جاتا۔" وہ جذباتی ہونے ہی والی تھی کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ کسی نے اسے فون کیا تھا۔ فون بند کرنے کے بعد اس نے بتایا کہ وہ جینی فیس فیلڈ تھی، اس کی ایک سہیلی جو ان دنوں اس کی ساتھی رہی تھی۔

"میں نے اسے یہ خوش خبری نہیں سنائی۔ کیوں نہ ہم اس کے پاس اچانک جا کر اسے حیران کر دیں۔ وہ تمھیں دیکھے گی تو متعجب رہ جائے گی۔ کیا خیال ہے؟" اس نے کہا۔

"نہیں۔ ذرا ہوشیاری سے کام لو ڈیئر! پوزیشن ابھی بہتر نہیں ہے۔ جن لوگوں سے میرا ٹکراؤ ہوا ہے وہ یقیناً میری تاک میں ہوں گے۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ کچھ دن خاموشی سے گزار دیے جائیں۔ پھر ہم اپنے ملنے جلنے والوں سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کریں گے۔"

"جیسا تم پسند کرو لیکن کیا ہم شہر میں بھی نہیں نکل سکیں گے؟"

"کیوں نہیں۔ میرا خیال ہے اس میں کوئی دقت نہیں ہو گی۔" میں نے جواب دیا۔

ڈھلکے ہوئے شانوں والے شخص نے رات کو ساڑھے آٹھ بجے مجھ سے ملاقات کی۔ میں نے اس کی آمد کی اطلاع پر ڈرائنگ روم میں اس کا استقبال کیا تھا۔ للی میرے ساتھ تھی لیکن میں نے اس سے کہا کہ میں اپنے دوست سے کچھ پرائیویٹ گفتگو کرنا چاہتا ہوں اور اس دوران اس کی موجودگی مناسب نہیں ہے چنانچہ وہ خوشی خوشی چلی گئی اور تھوڑی دیر کے بعد اس نے ہمارے لیے چائے بھجوا دی تھی۔

ڈھلکے ہوئے شانوں والے شخص نے مجھے بتایا کہ ابھی میرے کام کا وقت نہیں آیا ہے۔ اس لیے اگر میں چاہوں تو ایمسٹرڈم کے تفریحی مقامات کی سیر کر سکتا ہوں۔

"مناسب ہے۔" میں نے کہا۔

چائے پینے کے بعد وہ شخص چلا گیا۔ میں ذہنی طور پر خاصا مطمئن تھا کم از کم فرصت کے کچھ لمحے تو نصیب ہو گئے تھے، اس دوران میں ایمسٹرڈم کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتا تھا جہاں سے مجھے اپنے کام کا آغاز کرنا تھا۔

للی روڈز اگر اس سلسلے میں میرے ساتھ رہے تو کوئی ہرج نہیں ہے۔ اس کے پاس ایک خوبصورت کار موجود تھی چنانچہ ہم ایمسٹرڈم کی سڑکوں پر آ گئے۔ ڈرام منٹ ٹاور یعنی ایمسٹرڈم کے ٹکسالی دروازے پر پہنچے اور پھر شہر کی خوبصورت ترین سڑک اور خرید و فروخت کے سب سے بڑے مرکز کالور سٹراٹ پر چہل قدمی کرنے لگے۔

کالور سٹراٹ کے بالکل نزدیک دریائے ایمسٹل نظر آیا جس پر ڈیم بنا ہوا تھا اور اس وجہ سے یہ آبادی ایمسٹرڈم کے نام سے مشہور ہوئی تھی۔ اسی طرح دریائے روٹر پر بند باندھنے سے روٹرڈیم وجود میں آیا۔ اہل ہالینڈ جب بھی اپنے شہروں کا ذکر کرتے ہیں تو وہ روٹرڈیم کو حرکت سے بھرپور شہر کہتے ہیں، ہیگ کو بزرگی کا لبادہ اوڑھا دیا ہے اور ایمسٹرڈم ایک خوبصورت نظم ہے جو دھیرے دھیرے دل میں اترتی جاتی ہے۔ ایمسٹرڈم حسن و زندگی سے بھرپور ہے۔ اس میں سیکڑوں نہریں شریانوں کی مانند پھیلی ہوئی ہیں۔ ان جوئبار روزگار نہروں نے شہر کو سیکڑوں خاموش اور چمکتے ہوئے تالابوں سے ڈھک دیا ہے۔ تالابوں کے گرد پرانے زمانے کے ڈچ سوداگروں کے شاہانہ مکان نظر آتے ہیں۔ سفید کھڑکیاں، خوبصورت زینے اور قدیم چوبی دروازے جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اور بھی خوبصورت ہو گئے ہیں۔

ایک جدید شہر ہونے کے باوجود ایمسٹرڈم میں دیہاتی زندگی کی جھلک موجود ہے۔ منٹ ٹاور کے پاس کشتیوں میں سجے ہوئے پھولوں کا بازار۔ تنگ گلیوں میں سے آتی ہوئی لوک دھنوں کی سحر انگیز موسیقی۔ شیشے کی چھتوں والی کشتیوں کے خوبصورت نظارے نہروں میں تیرتی ہوئی بطخیں۔ ہر طرف بہتا ہوا پانی جس کے اوپر چھتری کی شکل میں نیلگوں آسمان۔ لائم کی زرد کلیاں، ایلم کے خوبصورت پتے نہروں پر لیٹے ہوئے پلوں کے بل کھاتے جنگلے جن سے نیچے جھانکتے

ہوئے عجیب لطف محسوس ہوتا ہے۔ میں اس شہر کی خوبصورتی سے بے حد متاثر ہوا تھا۔

ہم دونوں پوری طرح ان تفریحات سے لطف اندوز ہو رہے تھے پھر بانزار ریستوران کے علاقے سے گزرتے ہوئے دفعتاً للی نے کار کے بریکوں پر دباؤ ڈال دیا۔ میں نے چونک کر ادھر دیکھا تو ایک سرخ رنگ کی چھوٹی سی خوبصورت کار سامنے ہی پارک ہو رہی تھی۔

"اوہ! روڈز ڈیئر۔ وہ سائیکا ہے، بہت دن بعد نظر آئی ہے۔ بڑی دلچسپ اور پیاری لڑکی ہے۔ صرف دو دفعہ میری اس سے ملاقات ہوئی ہے لیکن اس میں دل موہ لینے کی قوتیں ہیں۔ کیا تم مجھے اس سے ملاقات کی اجازت دو گے؟" میں نے ہونٹ سکوڑ کر گردن ہلا دی۔

للی خود ہی اتر کر سرخ کار کے پاس پہنچ گئی۔ کار سے برآمد ہونے والی لڑکی کو دیکھ کر میں نے بھی پلکیں جھپکائی تھیں۔ انتہائی حسین خد و خال کی مالک یہ لڑکی سیاہ بالوں کے گچھے سر پر سجائے ہوئے تھی اور اس کے نقش و نگار میں کوئی ایسی انوکھی بات تھی جو اس کی جانب متوجہ کرتی تھی۔

للی اس سے گفتگو کرتی رہی اور پھر کار کی طرف اشارہ کیا گیا۔ چند ہی لمحے بعد دونوں خواتین کار کی طرف بڑھنے لگیں۔ میں سمجھ گیا کہ للی اس سے میری موجودگی چھپا نہیں سکی ہے۔ پرکشش لڑکی جس کا نام سائیکا بتایا گیا تھا، ہمارے قریب پہنچ گئی اور اس نے کار کی کھڑکی پر دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "یہ بالکل نامناسب بات ہے مسٹر روڈز کہ آپ مجھ سے ملاقات نہ کریں۔ نیچے آیئے، اچھے انسانوں کی طرح مجھ سے ملیے۔ میں آپ کی بیوی کی دوست ہوں۔"

میں مسکراتا ہوا نیچے اتر آیا۔ ظاہر ہے اب ان تمام مصیبتوں کو تو برداشت کرنا ہی تھا۔ لڑکی نے مجھ سے ہاتھ ملایا اور ایک عجیب سی کیفیت میرے رگ و پے میں سرایت کر گئی۔ واقعی اس میں کوئی ساحرانہ قوت تھی۔

"اور آپ لوگ تنہا ہی آوارہ گردی کر رہے ہیں! یہ جو للی ہے یہ درحقیقت بہت للی ہے۔ میں اس کی خوش قسمتی کی آپ کو دیکھ کر تو تہ دل سے قائل ہو گئی چنانچہ اب آپ لوگ میرے ساتھ لنچ قبول کیجیے۔"

"اوہ ڈیئر، یہ بالکل مناسب نہیں ہو گا۔ تم تو اچانک ملی ہو۔ کیوں روڈز؟ کیوں نہ ہم سائیکا کو اپنی طرف سے لنچ کی پیش کش کر دیں؟"

"بات صرف لنچ کی ہے کھانا کھانا ہے، کھا لیا جائے۔ رہا سوال بل کی ادائیگی کا تو دو خواتین ایک مرد کی موجودگی میں بل کیسے ادا کر سکتی ہیں؟" میں نے کہا اور سائیکا ہنس پڑی۔ میں اس کی شکل دیکھ کر رہ گیا۔ اتنی حسین ہنسی تھی کہ آنکھوں کے راستے سیدھی دل میں اتر جاتی تھی۔ میں اس لڑکی سے واقعی متاثر ہوا تھا۔

"تو پھر کیوں نہ ہم سامنے چلیں، اس طرف۔" لڑکی نے ایک جانب اشارہ کیا اور میری نگاہیں بھی اس طرف اٹھ گئیں۔ سامنے کی دیوار پر ستارۂ داؤدی سے مزین اسرائیل کا سفید اور نیلا جھنڈا آویزاں تھا۔ یہ کوئی اسرائیلی ریستوران تھا۔ دل میں ایک شدید نفرت کی لہر اٹھی لیکن سائیکا اس جانب بڑھ چکی تھی چنانچہ میں نے بھی اپنے قدم اسی سمت بڑھا دیے اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ریستوران میں داخل ہو گئے۔

اندر کا ماحول کافی خوشگوار تھا۔ برتنوں تک پر اسرائیلی نشانات بنے ہوئے تھے۔ نیلا ستارہ جگہ جگہ نظر آ رہا تھا اور میرے دل میں نفرت کی لہریں بیدار ہو رہی تھیں۔ سائیکا نے ویٹر کو اشارہ کر کے مینو طلب کیا اور اس نے مینو ہمارے سامنے سرو کر دیا۔ میں نے مینو بند کرتے ہوئے للی سے کہا کہ وہ جو کچھ منگوانا چاہے منگوا لے تب سائیکا کہنے لگی۔

"کیوں نہ میں آپ کو اسرائیل کی ایک خاص روایتی ڈش کھلاؤں؟" میں نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا لیکن کچھ کہا نہیں۔

یہ روایتی ڈش خستہ نان، گوشت کے ٹکڑوں اور تیز سرخ مرچوں پر مشتمل تھی۔ مجھے اس کے بارے میں اندازہ تھا کہ یہ فلسطینیوں کی مرغوب غذا ہے لیکن اسرائیلیوں نے اس غذا کو بھی اپنا لیا تھا۔

سائیکا نے سرخ مرچوں کا چٹخارہ لیتے ہوئے کہا "کیا خیال ہے، کیا تمھیں میری تجویز کردہ چیز پسند آئی؟"

میں بے اختیار بول اٹھا "ہاں، جب پورا ملک ہتھیا لیا جائے تو فلسطینی ڈشوں کو اپنا لینے میں کیا ہرج ہے۔"

سائیکا چونک کر مجھے دیکھنے لگی پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا "یوں لگتا ہے مسٹر روڈز کہ آپ کو فلسطینیوں کے بارے میں خاصی معلومات حاصل ہیں۔ یہ انکشاف میرے لیے واقعی حیرت انگیز ہے۔ کیا یہ فلسطینی ڈش ہے؟"

"سو فیصد۔" میں نے جواب دیا۔

"بہرحال، کیا ہرج ہے؟ اسرائیلیوں کو فلسطینیوں پر برتری حاصل ہو گئی ہے تو پھر ان کی یہ چیزیں اپنا لینے میں بھی کون سا نقصان ہوتا ہے۔"

"یقیناً۔ یہ برتری واقعی انھیں حاصل ہو گئی ہے لیکن انھیں برتری دلانے والے تم لوگ ہو۔ تم نے آزاد اسرائیلی ریاست امریکا کے کسی کونے میں کیوں نہ قائم کی۔ سویڈن کا شمال بھی تو غیر آباد پڑا ہوا تھا، لارڈ ویل فورڈ کی نظریں آسٹریلیا کے ویرانوں پر کیوں نہ پڑیں؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کیا یہ ضروری تھا کہ تم لاکھوں بے گناہوں کو بے گھر کرکے فلسطین میں ہی اپنے قدم جمالو؟"

سائیکا نے ہاتھ میں پکڑا ہوا چمچہ جلدی سے پلیٹ میں رکھتے ہوئے ادھر اُدھر دیکھا اور پھر آہستہ لہجے میں بولی "سوری مسٹر روڈز! مجھے نہیں معلوم تھا کہ فلسطینیوں کے لیے آپ کے جذبات اس قدر شدید ہیں۔ بڑی حیرت ہوئی! کیوں لکی تم نے یہ تو کبھی نہیں بتایا تھا کہ مسٹر روڈز فلسطینیوں کے حامی ہیں؟"

"روڈز کی زبان سے یہ سب کچھ سن کر مجھے بھی تعجب ہوا ہے۔ اس سے پہلے میں نے ان کے منہ سے فلسطینیوں کے حق میں کوئی بات نہیں سنی" لکی نے جواب دیا اور میں نے اپنے آپ کو فوراً ہی سنبھال لیا۔

"حقائق کا اعتراف کوئی غلط بات تو نہیں ہے۔ جو حقیقت تھی وہ میری زبان سے نکل گئی۔ خیر! اس موضوع کو چھوڑو۔ ہم اس وقت اسرائیل نمک کھا رہے ہیں۔ اس لیے اس وقت ان کے خلاف گفتگو کرنا نامناسب ہے۔"

بات آئی گئی ہو گئی لیکن میں نے کئی بار محسوس کیا کہ سائیکا چور نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی ہے۔ شاید اس بات پر اسے حیرت ہوئی تھی کہ ہالینڈ کا باشندہ ہونے کے باوجود میرے دل میں فلسطینیوں کے لیے ہمدردی کیوں ہے۔ میں نے اس کے بعد اس موضوع پر کوئی گفتگو نہیں کی۔ سائیکا نے وہاں سے رخصت ہوتے ہوئے ہم لوگوں سے وعدہ لیا تھا کہ ہم اس سے ملاقات کرتے رہیں گے۔ بلکہ اصرار کیا تھا کہ جس قدر جلد ہو وہ کسی دن ڈنر اس کے ساتھ ہی کریں۔ سائیکا نے لکی کو اپنا ٹیلی فون نمبر دیتے ہوئے کہا تھا کہ وہ اس سے ٹیلی فون پر رابطہ قائم کرے۔ آج کل وہ ہالینڈ ہی میں مقیم ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد سائیکا اپنی کار میں بیٹھ کر چلی گئی۔ لکی میرے ساتھ کار میں آ بیٹھی تھی۔ لیموزین اسٹارٹ کرتے ہوئے اس نے کہا "یہ تمھیں کیا ہو گیا تھا روڈز؟ فلسطینیوں کے لیے تمھارے دل میں ایسے خیالات کب سے بیدار ہو گئے؟"

"میں نے وہاں پر بھی تم سے یہی کہا تھا کہ حقائق سے روگردانی کسی طور ممکن نہیں ہے۔ جو حقیقت تھی میری زبان پر آ گئی۔ چھوڑو ان باتوں کو، خواہ مخواہ کا ذکر نکل آیا، کیا فائدہ" لکی سیدھی سادی عورت تھی، خاموش ہو گئی لیکن میرے دل میں نفرتوں کا طوفان سا امنڈ آیا تھا اور میں سوچنے لگا تھا کہ جس قدر جلد ممکن ہو ان جھگڑوں سے نکلنے کے بعد میں اپنے کام کا آغاز کروں۔ میں جس جگہ تک پہنچ گیا تھا، وہاں تک اتنی جلدی پہنچنے کی مجھے امید نہیں تھی لیکن اب یہاں آنے کے بعد میری ذمے داریاں مجھے مجبور کر رہی تھیں کہ میں سب کچھ بھلا کر اپنے کام کی طرف توجہ دوں لیکن یہ کمبخت لوگ جنھوں نے مجھے ایک خاص مقصد کے تحت یہاں بھیجا تھا، میری جان کو اٹکے ہوئے تھے۔ ان سے اچھا چھوٹے تو کچھ کروں اور میں فوری طور پر اب بھی ایمسٹرڈم میں تنہا نہیں ہونا چاہتا تھا چونکہ یہاں کے بارے میں ابھی میری معلومات مکمل نہیں تھیں۔

دوسرے دن ناشتے سے فارغ ہوا تھا کہ لکی نے ٹیلی فون کی اطلاع دی اور میں چونک پڑا "کوئی مجھ سے گفتگو کرنا چاہتا ہے؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں۔ مسٹر ہارپس ہیں۔"

"اوہ اچھا اچھا" میں ٹیلی فون کے قریب پہنچ گیا اور ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے ہارپس کی آواز سنائی دی۔

"کوئی مصروفیت تو نہیں ہے مسٹر روڈز؟"

"نہیں کہو کیا بات ہے؟"

"تم عمارت سے نکل آؤ اور پیدل چلتے ہوئے بارکین اسٹریٹ پر پہنچ جاؤ اور یہاں سے سڑک پار کرکے سامنے کے پارک میں پہنچ جاؤ۔ پارک میں پہنچنے کے بعد تمھیں دائیں ہاتھ پر مڑنا ہوگا۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد ایک شخص تمھیں تمھارا منتظر ملے گا۔ تمھیں اس سے رابطہ قائم کرنا ہے۔"

"لیکن..." میں نے کہنا چاہا مگر دوسری طرف سے ٹیلی فون بند ہو گیا۔

میں نے تیار ہونے میں زیادہ وقت نہ لیا اور باہر نکل کر مطلوبہ جگہ پہنچ گیا لیکن ہارپس کو دیکھ کر میں حیران رہ گیا تھا۔

"اتنے گھماؤ پھراؤ کی کیا ضرورت تھی؟ تم سیدھی طرح یہ کیوں نہیں کہہ سکتے تھے کہ تم ہی مجھے ملو گے؟" میں نے کہا۔

ہارپس نے جیب سے سگریٹ نکالا اور میرے ساتھ آگے بڑھتا ہوا بولا "دوست! ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ تمھاری اس مہم میں کامیابی کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اپنی عقل استعمال نہ کرو اور کسی بھی سلسلے میں غور کرنا چھوڑ دو۔ یہ ہمارا کام ہے اور ہم نے پوری منصوبہ بندی کر لی ہے۔ تم جانتے ہو کہ تمھاری پوزیشن کتنی مخدوش ہے۔ اس بات کو ذہن میں رکھو۔ دماغ کو ڈھیلا چھوڑ دو اور صرف احکامات پر عمل کرو۔" اس کے لہجے میں تحکم تھا۔ دل تو جل کر رہ گیا تھا لیکن اپنے آپ کو سنبھالے رکھنا ضروری تھا۔

میں خاموشی سے ہارپس کے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔ پارک کے دوسرے گیٹ سے نکلنے کے بعد وہ سبز رنگ کی ایک کار کے پاس پہنچ گیا جس کی ڈرائیونگ سیٹ پر ایک لڑکی موجود تھی۔ اس نے میرے لیے پیچھے کا دروازہ کھولا اور مجھے اندر بیٹھنے کا اشارہ کرکے خود بھی میرے برابر آ بیٹھا۔ لڑکی نے کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھا

دی تھی۔

تقریباً پندرہ منٹ کا سفر طے کرنے کے بعد ہم ایک عمارت کے مین گیٹ سے اندر داخل ہو گئے۔ یہاں پورچ میں ایک طویل القامت آدمی میرا انتظار کر رہا تھا۔ خوش پوش تھا اور چہرے پر مسکراہٹ نظر آ رہی تھی۔ اس کی قومیت کے بارے میں کوئی اندازہ لگانا مشکل تھا۔

میں کار سے اترا تو اس نے آگے بڑھ کر میرا استقبال کرتے ہوئے کہا "مسٹر جان اسنوڈن... ہاں ہاں، حیران ہونے کی بات نہیں۔ یہاں تمھیں روڈز کے نام سے مخاطب کرنا ضروری نہیں ہے چونکہ میں جان اسنوڈن کو اچھی طرح جانتا ہوں۔" میں نے دل ہی دل میں خوفزدہ ہوتے ہوئے سوچا کسی کو اچھی طرح جاننا بعض اوقات نقصان دہ بھی ہوتا ہے۔

میں اس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ وہ شخص مجھے لیے ہوئے ایک کمرے میں پہنچ گیا اور ایک کرسی کی طرف اشارہ کرکے خود بھی میرے سامنے بیٹھ گیا۔

"ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے جان اسنوڈن!" وہ بولا۔ "تمھیں جو کچھ کرنا ہے اس کے بارے میں مجھے علم ہوا ہے کہ تمھیں مکمل تفصیلات نہیں بتائی گئیں لیکن یقین کرو میرے دوست یہ تمام تفصیلات تمھارے لیے سودمند بھی نہ ہوں گی۔ بہتر یہ ہے کہ تم اپنے ذہن کو آزاد چھوڑ کر صرف وہ کرو جو تمھیں کرنا ہے۔ کیا خیال ہے؟"

میں نے فوراً انگلی اٹھا کر کہا "دیکھو! میں جن حالات سے گزر رہا ہوں ان میں میرا ذہنی توازن بہتر نہیں ہے۔ مجھ سے میری رائے پوچھنے کے بجائے مجھے صرف اپنا مقصد بتاؤ۔ یہی تمھارے لیے بھی بہتر ہے اور میرے لیے بھی۔"

خوش رُو آدمی آہستہ سے ہنس پڑا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "ہاں تم بھی ٹھیک کہتے ہو۔ واقعی تمھیں یہ کہنے کا حق ہے۔ اچھا یہ بتاؤ رائفل کی مشق کیسی ہے تمھاری۔ جیل میں رہ کر کہیں نشانہ بازی کی مشق ختم تو نہیں کر بیٹھے؟"

"مطلب کیا ہے تمھارا؟" میں نے الجھتے ہوئے کہا۔

"مطلب یہ ہے کہ اس مشق کو تازہ کر لو کیونکہ تمھاری نشانہ بازی کا کمال ہی ہماری کامیابی کی دلیل ہے۔"

میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "ہاں ظاہر ہے اس دوران رائفل میرے ہاتھ میں نہیں آئی۔"

"انتظام کر دیا گیا ہے۔ فی الحال یہ بتاؤ کیا پیو گے؟"

"اس وقت کچھ نہیں" میں نے جواب دیا۔

"جیل میں رہ کر تمھارے مزاج میں نمایاں تبدیلیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ خیر آؤ میرے ساتھ" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔

عمارت کے پچھلے حصے میں ایک وسیع میدان پھیلا ہوا تھا جس کے بیچوں بیچ ایک سفید رنگ کا خوبصورت ہیلی کاپٹر کھڑا ہوا نظر آ رہا تھا۔ یہ پرائیویٹ قسم کا ہیلی کاپٹر تھا۔ اس کے نزدیک ہی پائلٹ بھی موجود تھا۔ پائلٹ کے ساتھ ہی ایک پستہ قد آدمی بھی کھڑا ہوا تھا۔ جو شخص مجھے لے کر آیا تھا، اس نے پستہ قد آدمی سے میرا تعارف جان اسنوڈن کی حیثیت سے ہی کرایا اور پھر کہنے لگا۔

"تمھارا کام ہے کہ مسٹر اسنوڈن کی رائفل کی مشق کا جائزہ لو۔ اس کے بعد تم جانتے ہو کہ تمھیں کیا کرنا ہے۔"

"یس سر!" اس شخص نے جواب دیا اور میں اس کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں جا بیٹھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ اگر میں اپنی اصلی شکل میں ہوتا تو یہ لوگ مجھے ختم کرکے اس میدان کے کسی گوشے میں دفن کر دیتے۔ یقینی طور پر وہ خوش رو آدمی میری صورت پہچانتا ہوگا۔ میک اپ کی وجہ سے اس نے اس بات پر توجہ نہیں دی۔ روڈز کے میک اپ میں میری زندگی بچ گئی تھی۔ ورنہ میں کم از کم اس کی شناسا نگاہوں سے محفوظ نہ رہ سکتا تھا۔ جان اسنوڈن یقیناً کوئی ماہر نشانہ باز تھا۔ خیر! مایوس تو میں بھی انھیں نہیں کروں گا۔ مجھے جان اسنوڈن کا کیریکٹر بخوبی انجام دینا تھا۔

ہیلی کاپٹر فضا میں تھوڑا سا اوپر اٹھنے کے بعد سیدھا ایک سمت جانے لگا۔ میرے نزدیک بیٹھے ہوئے پستہ قامت نے کہا "اس پروگرام میں تین چیزیں اہم ہیں۔ چابکدستی، فوری عمل اور وقت کی پابندی۔ کیا سمجھے؟" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"اس جگہ سے ہم جنوب کا رخ کریں گے اور پھر کسی قدر مشرق کی طرف۔ وہیں نشانہ بازی کی مشق ہوگی۔ یہ رائفل چیک کر لو۔ بالکل نئی ہے اور بہترین ہے۔ اس کا کارتوس سامنے سے کھلا ہے اور لگنے پر پھٹتا ہے۔"

میں نے رائفل کو ہاتھ میں تولا، کندا شانے سے ٹکایا اور کھڑکی سے باہر نشانہ لے کر دیکھا۔ رائفل جدید ساخت کی اور عمدہ تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد پستہ قامت آدمی نے پائلٹ سے کچھ کہا اور ہم نیچے اترنے لگے۔ کچھ بلندی پر ہیلی کاپٹر رک گیا۔ پستہ قامت کہنے لگا "یہی جگہ ہے۔ یہیں ہم کچھ دیر رک کر مشق کریں گے۔" ہیلی کاپٹر پانی سے تقریباً سو فٹ اوپر رک گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پستہ قامت نے پائلٹ سے کہا: "دروازہ کھول دو۔" فوراً ہی میری نشست کے ساتھ والا دروازہ کھسک گیا۔ پستہ قامت بولا: "تمہاری نشست بھی گھومنے والی ہے۔ اپنی مرضی کے مطابق اسے فٹ کر لو۔"

میں نے کھٹکا دبا کر سیٹ کو گھمایا اور دروازے کے عین متوازی کر لیا۔ میری نگاہ اور بازوؤں کے آگے کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ میں نے پانی کا نشانہ لیا۔

پستہ قامت کہنے لگا: "دیکھو یہ تمہارا ہدف ہے۔" یہ کہہ کر اس نے گتے کا ایک ڈبا کھڑکی سے باہر لڑھکا دیا اور اس کے بعد مسلسل یہ عمل جاری رکھا۔ رنگین ڈبے پانی پر بطخوں کی طرح تیرنے لگے۔ پائلٹ نے ہیلی کاپٹر کو اپنی جگہ قائم رکھا تھا۔ پستہ قامت کہنے لگا: "یہ دس ڈبے ہیں۔ اگر تم بیس نشانوں میں سب کو چھید دو تو سمجھوں گا کہ تم واقعی عمدہ نشانے باز ہو۔"

میں نے بارہ نشانوں میں ان تمام ڈبوں کو توڑ دیا۔ سرخ روغن پانی پر پھیل گیا تھا۔

"دس ڈبے، بارہ نشانے اور سولہ سیکنڈ! بہت اچھے، بہت ہی خوب۔ بلاشبہ جان اسٹوڈن! تم مکمل طور پر فارم میں ہو۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اتنی عمدگی اور کامیابی سے نشانہ لگاؤ گے۔ جیل کی زندگی نے تم پر کوئی اثر نہیں کیا۔"

دل ہی دل میں، میں نے سوچا کہ جیل میں گیا کون تھا۔ تم لوگ جان اسٹوڈن سے جس طرح واقف ہو اگر میں روڈ کے میک اپ میں نہ ہوتا تو میرا حشر کیا ہوتا۔ میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی۔

پستہ قامت کے اشارے پر پائلٹ نے ہیلی کاپٹر واپس موڑ دیا تھا۔ وہ ایک چکر لگا کر بلند ہوا اور اپنے ٹھکانے کی طرف روانہ ہو گیا۔ میں نے رائفل واپس پستہ قامت کو دے دی جسے اس نے ایک کیس میں رکھ لیا۔

مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ واپسی کا راستہ وہ نہیں ہے جس طرف سے ہم آئے تھے۔ کچھ دیر مزید سفر کے بعد پستہ قامت نے پائلٹ کو اشارہ کیا اور اس نے رفتار کم کر دی تھی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے دروازہ کھول دیا تھا۔ پستہ قامت نے مجھ سے کہا: "اپنی نشست درست کر لو۔"

میں نے اپنی نشست کا زاویہ درست کر لیا تھا۔ ہیلی کاپٹر اب سرسبز جنگلوں کے اوپر سے گزر رہا تھا اور تھوڑی دور چلنے کے بعد وہ تقریباً دو سو فٹ کی بلندی پر رک گیا۔

پستہ قامت نے کہا: "یاد رکھو، یہاں ہم صرف بیس سیکنڈ رک سکتے ہیں۔ تمہیں بس اتنا ہی وقت ملے گا۔"

میں نے نیچے دیکھا۔ ایک بہت بڑا صحن تھا جس کے گرد چار دیواری تھی۔ چاروں طرف درخت تھے اور سرخ پتھر سے بنی ہوئی ایک پگڈنڈی ایک بہت بڑے مکان کی جانب جاتی تھی جس کے سامنے ایک سرسبز لان پھیلا ہوا تھا۔ ایک طرف سوئمنگ پول اور ٹینس کورٹ تھا۔

"ہماری پوزیشن یہی ہو گی۔" پستہ قامت بولا۔ "اس پگڈنڈی کے کنارے پر جو تالاب کی طرف ہے۔ ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ کب باہر نکلتا ہے اور ہم یہاں موجود ہوں گے۔ جس مہارت سے تم نشانہ لگا سکتے ہو اس کے لیے بیس سیکنڈ کافی ہوں گے۔ کیا خیال ہے؟"

میرے بدن میں ایک لمحے کے لیے سنسنی سی پھیل گئی۔ پستہ قامت کے الفاظ کسی خاص واقعے کی نشاندہی کر رہے تھے۔ نشانہ! بیس سیکنڈ۔ وہ باہر نکلتا ہو گا۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ کوئی انسان ہی ہو گا... اور... اور میرے ہاتھوں کسی انسان کو قتل کرایا جائے گا۔ یہ کیسے ممکن ہے! کون ہے وہ! کیا سلسلہ ہے! ان لوگوں کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم ہو سکا تھا۔ یہ بھی پتا نہیں چل سکا تھا کہ اتنی کاوش وہ کس سلسلے میں کر رہے ہیں۔ اب پہلی بار یہ اندازہ ہوا تھا کہ میرے ہاتھوں کسی انسان کا خون بہایا جائے گا اور یہ بات واقعی پریشان کن تھی۔

میں نے ماحول کا جائزہ لیا اور پھر پستہ قامت نے پائلٹ کو واپس چلنے کا حکم دیا۔ سارے راستے میں اس مکان اور مکین کے بارے میں سوچتا رہا جسے میرے ہاتھوں قتل کرانے کا پروگرام بنایا گیا تھا۔ پتا نہیں اس سنسان اور غیر آباد علاقے میں یہ خوبصورت مکان کس نے بنوایا ہے، اس کا مکین کون ہے اور یہ لوگ اس کے دشمن کیوں ہیں۔ اب کوئی فیصلہ کر لینا ضروری تھا۔ جان اسٹوڈن کی حیثیت سے بلاشبہ کچھ کامیابیاں نصیب ہوئی تھیں۔ یہاں تک پہنچ گیا تھا لیکن اس کے بدلے ایک انسان کا خون! وہ بھی کسی ایسے انسان کا جس سے میری کوئی مخاصمت نہیں تھی، میرے لیے انتہائی پریشان کن کیفیت رکھتا تھا۔

ہیلی کاپٹر اس بار اسی سمت روانہ ہوا تھا جہاں سے اس میں سوار ہو کر میں یہاں تک پہنچا تھا اور پھر وہ میدان میں اتر گیا۔ پستہ قامت خوش خوش مجھے ساتھ لیے ہوئے مکان میں داخل ہو گیا جہاں وہی خوش رو شخص ہمارا منتظر تھا۔

اس نے ہم دونوں کی سمت دیکھا اور پھر پستہ قامت شخص سے بولا: "کیا پوزیشن رہی؟"

"انتہائی شاندار، توقع سے کہیں زیادہ عمدہ۔" پستہ قامت نے مسرور لہجے میں کہا۔

خوش رو شخص مسکرانے لگا۔ اس نے بڑے پرتپاک انداز میں مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا: "مجھے یقین تھا جان اسٹوڈن

کے بارے میں کون نہیں جانتا۔"

"لیکن مائی ڈیئر! مسئلہ یہ ہے کہ جو کام میرے سپرد کیا جا رہا ہے اس کا مقصد کیا ہے؟"

"اوہ ڈیئر اسٹوڈن! اس کا مقصد تو صحیح معنوں میں ہمیں بھی نہیں معلوم۔ بس یوں سمجھو تمہیں کام کرنا ہے اور وہ ہمیں اس کے لیے مخصوص کیا گیا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ظاہر ہے تمہارے لیے اتنی الجھنیں بھی نہ پالی جاتیں۔ یہ کام کسی اور سے بھی لیا جا سکتا تھا لیکن یہ کچھ ایسی سیاسی نوعیت ہے کہ اس کے لیے تمہارا انتخاب ہی ضروری تھا۔"

"نہیں۔ میں کسی کو قتل کرنے کا کام نہیں کر سکتا۔"

"کیا مطلب؟"

"تم مجھے بے وقوف سمجھتے ہو کیا! نہیں ڈیئر! کسی انسانی زندگی کو بغیر کسی مقصد کے ختم کرنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔ بتاؤ تم مجھے اس کے بارے میں بتاؤ ورنہ میں یہ کام نہیں کروں گا۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو جان اسٹوڈن! تم احمق ہو! کیا تمہیں اپنی زندگی عزیز نہیں ہے۔ تم جانتے ہو کہ تم بارود کے ڈھیر پر بیٹھے ہوئے ہو جو کسی بھی وقت بھک سے اڑا کر تمہیں فنا کر دے گا۔"

"اب جو بھی ہو لیکن میں یہ کام نہیں کروں گا۔"

"تو تمہارا کیا خیال تھا کیا اتنی طویل جدوجہد ایسے ہی کی تھی ہم لوگوں نے؟"

"ٹھیک ہے میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ بے شک تم نے مجھے یہاں تک لانے کے سلسلے میں جو کاوشیں کی ہیں ان میں تمہیں دقت ہوئی ہو گی لیکن تم خود ہی بتاؤ، میں جانے بوجھے بغیر کسی کو کیسے ہلاک کر سکتا ہوں؟"

"تمہیں جاننے کی ضرورت نہیں ہے۔ کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تم یہاں آ چکے ہو لیکن اس بات کو ذہن میں رکھو کہ تمہاری زندگی بلیڈ کی دھار پر ہے۔ ہماری ذرا سی جنبش تمہیں موت کی طرف دھکیل دے گی۔"

"اگر یہی بات ہے تو مجھے موت قبول ہے۔" میں نے جواب دیا۔ خوش رو شخص پستہ قامت کی طرف دیکھنے لگا۔ چند لمحات کچھ سوچتا رہا اور پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا: "میں تمہیں سوچنے کا موقع دیتا ہوں۔ سوچ لو، اچھی طرح سوچ لو۔ دو ہی راستے ہیں تمہارے پاس۔ ایک راستے سے چل کر تم موت کی جانب جاؤ گے اور دوسرا راستہ تمہیں زندگی کی جانب لے جائے گا۔ صرف یہ چھوٹا سا کام اور اس کے بعد تمہارے لیے ہمیشہ ہمیشہ کی آزادی۔ کیا سمجھے؟"

"ٹھیک ہے۔ ممکن ہے میں کوئی فیصلہ کر سکوں۔ مجھے اس کا موقع دیا جائے۔" میں نے کہا اور خوش رو شخص نے گردن ہلا دی لیکن اس کے چہرے پر تشویش کے آثار صاف دیکھے جا سکتے تھے۔

غور کرنے کے لیے مجھے ایک ایسے کمرے میں بند کر دیا گیا جہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ واقعی میں تشویش کا شکار ہو گیا تھا۔ کھیل ہی کھیل میں یہ عجیب مصیبت گلے پڑ گئی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسٹرڈم تک پہنچنے کے لیے اس سے بہتر ذریعہ اور کوئی نصیب نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن یہاں آنے کے بعد جن مشکلات کا شکار ہو گیا تھا ان سے نمٹنا اب مشکل ہی نظر آ رہا تھا۔ بالآخر کافی غور و خوض کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ ان لوگوں کے چنگل سے نکل بھاگنے کی کوشش کروں۔

دو دن تک نہایت صبر و سکون سے وقت بسر کرتا رہا۔ میں نے سوچا تھا کہ کسی مناسب موقع کی تلاش میں رہوں گا جب مجھے یہاں سے نکل بھاگنے میں آسانی ہو۔

تیسرے دن مجھے شام میں اسی خوش رو شخص کے سامنے پیش کیا گیا جس کا نام میں نہیں جانتا تھا اور نہ ہی میں نے معلوم کرنے کی کوشش کی تھی کیونکہ جس طرح وہ جان اسٹوڈن کا شناسا تھا اس سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ جان اسٹوڈن اس سے بھی بخوبی واقف ہے لیکن میں اس بدبخت کا نام نہیں جانتا تھا اور اسے مخاطب کرنے کے لیے مجھے ایسے طریقۂ کار اختیار کرنا پڑ رہے تھے جن میں اس کا نام لینے کی ضرورت نہ پیش آئے۔

وہ پستہ قامت بھی اس کے پاس موجود تھا جس نے مجھے رائفل کی مشق کرائی تھی۔ لانے والے دونوں آدمی ہمیں چھوڑ کر باہر نکل گئے۔ خوش رو شخص کے چہرے پر اس وقت مسکراہٹ نہیں تھی بلکہ ایک سرد سی کیفیت اس پر طاری تھی۔ اس نے انگلیوں میں سگریٹ دبائی ہوئی تھی اور اس کے ہلکے ہلکے کش لے رہا تھا۔ پستہ قامت ایک آرام کرسی پر تقریباً نیم دراز تھا۔

خوش رو شخص نے تیکھی نگاہوں سے مجھے گھورتے ہوئے کہا: "جان اسٹوڈن! یقیناً تم نے کوئی فیصلہ کر لیا ہو گا۔ افسوس اس سے زیادہ وقت تمہیں نہیں دیا جا سکتا۔ اپنے فیصلے سے ہمیں آگاہ کرو۔"

میں نے کمرے کی پوزیشن کا جائزہ لیا۔ یہ آخری وقت تھا جب میں کوئی کارروائی کر لیتا ورنہ شاید اس کے بعد موقع نہ ملتا۔ میں آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر پستہ قامت شخص کے پاس جا کھڑا ہوا۔

"ہاں۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیا فیصلہ ہے تمہارا؟" خوش رو شخص نے پوچھا۔

پستہ قامت کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہو گا کہ میں جس صبر و سکون کے ساتھ کھڑا ہوں اس صورت میں کوئی طوفان بھی پوشیدہ ہے۔ میرا فولادی گھونسا اس کے سر پر پڑا اور دوسرے ہی لمحے اس کے ہاتھ پاؤں پھیل گئے۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی تو پھر اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

طرح میرا ہاتھ پھسلا کر میری انگلیاں اس کے نتھنوں میں داخل ہو گئیں اس کے علاوہ کوئی اور صورت نہیں تھی کہ میں اس کے نتھنوں کو چیر ڈالوں۔ خون اس کے چہرے سے فوارے کی طرح ابل پڑا۔ اسی وقت خوفزدہ آدمی نے جو میرے بائیں سمت کھڑا تھا، میرے اوپر چھلانگ لگائی اور پھرتی سے میری پیشانی پر گھونسا رسید کرنے کی کوشش کی لیکن میں نے اسے اتنی زور سے ٹکر ماری کہ وہ الٹ کر دیوار کے پاس جا گرا۔ اس نے پھرتی سے پلٹ کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن چونکہ اس کی پشت پر دیوار تھی، اس لیے اپنی اس کوشش میں وہ ناکام ہو گیا۔

پستہ قامت کے حلق سے خوف ناک چیخیں نکل رہی تھیں وہ اپنے آپ کو بچانے کے لیے پیچھے ہٹ رہا تھا کہ میں نے جھپٹ کر اسے پکڑ لیا اور رگیدتا ہوا دیوار تک لے گیا لیکن اپنے پیچھے دروازہ کھلنے کی آواز میں نہیں سن سکا تھا۔ میں نے یہ بھی نہیں دیکھا تھا کہ وہ دونوں آدمی کب اندر داخل ہوئے جو مجھے یہاں تک لائے تھے اور پھر ان میں سے ایک نے کوئی ٹھوس اور سخت چیز میری گردن پر دے ماری۔ ایک لمحے کے لیے سر بری طرح چکرا گیا تھا۔ دوسری ضرب نے حواس چھین لیے۔ میرے کانوں میں کئی لوگوں کے چیخنے اور شور مچانے کی آوازیں ابھریں لیکن پھر ذہن تاریکی میں ڈوب گیا۔

ہوش آیا تو تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ میں اسی کمرے میں تھا جس میں مجھے قید کیا گیا تھا۔ کمرے میں بلب جل رہا تھا اور قریب ہی کرسی پر ایک قوی ہیکل آدمی بیٹھا ہوا تھا جس کی صورت میرے لیے اجنبی تھی۔ شاید میرے سانسوں کی آواز سے اسے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ میں ہوش میں آ گیا ہوں۔ اس نے پلٹ کر سرد نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے گلا صاف کر کے بولا۔ "جو کچھ تم کر چکے ہو، اسے بھول جاؤ۔ جو کرنا ہے اسے یاد رکھو اور یہ بات بھی ذہن میں رکھو کہ تمہیں ہر قیمت پر وہی کرنا ہے جو ہم لوگ چاہتے ہیں۔"

میں بے بسی سے اس نئی شکل کو دیکھتا رہا۔ گردن کی چوٹ اب بھی دکھ رہی تھی اور دماغ میں ہلکی ہلکی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ میں اٹھ کر مسہری پر بیٹھ گیا۔

قوی ہیکل شخص بہت لمبے چوڑے بدن کا مالک تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ "جن لوگوں پر تم نے حملہ کیا، وہ تمہاری جان کے دشمن ہو رہے ہیں اور اب تمہارے لیے بچنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ میں نے یہ ذمے داری اس لیے سنبھال لی ہے کہ تم ان لوگوں کے ہاتھوں میں نہ پڑ سکو، سمجھے۔ فیصلہ کرو، کیا چاہتے ہو؟" اس نے جیب سے پستول نکال لیا اور اس کا رخ میری طرف کر کے بولا۔ "اگر تمہارا جواب ہاں میں ہے تو ٹھیک ہے ورنہ میں بے کار چیزوں کو ساتھ رکھنے کا عادی نہیں ہوں۔" اس کی انگلی ٹرائیگر پر تھی۔

مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ اگر میں نے اس وقت کوئی تردد کی تو یہ شخص ایک لمحے میں گولی مار دے گا چنانچہ میں نے گہری سانس لی اور آہستہ سے بولا۔ "میں صرف یہ چاہتا تھا کہ مجھے اس کا نام بتا دیا جائے، اس شخص کو قتل کرنے کا مقصد بتا دیا جائے اور یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کے لیے اتنی شدت سے انکار کیا جاتا ہے۔ صرف اور صرف یہی وجہ تھی ورنہ یہ کام کرنے میں مجھے کوئی عار نہیں ہے۔"

"اس کا نام اور اس کے قتل کا مقصد تو تمہیں اب بھی نہیں بتایا جائے گا۔ کیا فیصلہ کرتے ہو؟"

"ٹھیک ہے، میں تمہارا کام انجام دینے کو تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

وہ چند لمحے میری شکل دیکھتا رہا اور پھر غراتے ہوئے لہجے میں بولا۔ "کسی بھی قسم کی کوئی غلط حرکت، کوئی کوشش تمہارے لیے صرف موت کا پیغام لائے گی جان اسٹوڈن اور صرف تم ہی نہیں تمہاری بیوی بھی اس موت کا شکار ہو گی۔ ہم چن چن کر تمہارے خاندان کے ایک ایک فرد کو ختم کر دیں گے، سمجھے تم۔ چنانچہ ہر طرح سے اپنے آپ کو سازشوں سے پاک رکھنا جو کچھ میں نے کہا ہے وہی ہو گا، سمجھے؟" وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور باہر نکل گیا۔ کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا تھا۔ میں وقتی طور پر ضرور ان کے آگے بے بس ہو گیا تھا لیکن حوصلہ نہیں ہارا تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ خواہ زندگی کی بازی ہی لگانا پڑے، میں ان کے مقصد کے لیے کام نہیں کروں گا کسی بے گناہ کو میں اپنے ہاتھوں سے اس وقت تک قتل نہیں کروں گا جب تک کہ مجھے اس کے قتل کی وجہ معلوم نہ ہو جائے۔

دوسرے دن ٹھیک چار بجے مجھے اس کمرے میں سے نکال لیا گیا اور ایک کار میں بٹھا کر کہیں لے جایا گیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ لوگ مجھے کہاں لے جا رہے ہیں۔ میں پچھلی نشست پر تھا اور میرے دائیں بائیں دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ سڑکیں خاموش اور ویران تھیں۔ یہ سفر تقریباً ایک گھنٹے تک جاری رہا اور اس کے بعد کار شاہراہ چھوڑ کر پہاڑی علاقے کی طرف چل پڑی۔

پہاڑوں کی چوٹیوں پر سورج کی آخری کرنیں تھرک رہی تھیں، نیچے وادیوں میں اندھیرا پھیلتا جا رہا تھا۔ ہم آہستہ آہستہ بلندی کی طرف جا رہے تھے۔ سڑک کے دونوں کناروں پر گھنے درخت تھے جن میں کہیں کہیں کوئی مکان چھپا ہوا نظر آ جاتا تھا۔ دائیں بائیں مڑتے ہوئے بالآخر ہم ایک جگہ جا رکے۔ درختوں کے درمیان ایک صاف قطعہ نظر آ رہا تھا جہاں ایک ہیلی کاپٹر کھڑا ہوا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ ان لوگوں نے اتنا طویل سفر کیوں اختیار کیا۔ پہلے مجھے جس ہیلی کاپٹر میں اس جگہ کا معائنہ کرایا گیا تھا وہ تو اسی

عمارت کے صحن میں تھا۔ اس مشن کے لیے انھوں نے اس نئی جگہ اور نئے ہیلی کاپٹر کا انتخاب کیوں کیا ہے؟ یہ ہیلی کاپٹر بھی وہ نہیں تھا جس میں پستہ قامت کے ساتھ سفر کرتا ہوا میں اس مکان تک پہنچا تھا بلکہ یہ ذرا مختلف قسم کا تھا۔ اس سے چھوٹا لیکن تیز رفتار۔

ٹھیک چھ بجے مجھے ہیلی کاپٹر میں داخل ہونے کے لیے کہا گیا۔ میرے ساتھ دو نئے آدمی تھے۔ ان میں سے کوئی میرا جانا پہچانا نہیں تھا۔ ان میں سے ایک نے بیٹھتے ہی ہیڈ فون کانوں سے لگا لیے اور اس کے بعد ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہونے لگا۔ ہیلی کاپٹر کا پائلٹ بھی وہ نہیں تھا جس نے پہلی بار ہمیں وہاں تک پہنچایا تھا۔ یہ پائلٹ نیا آدمی تھا۔

تھوڑی دیر تک ہیلی کاپٹر کا سفر جاری رہا اور پھر میرے برابر بیٹھے ہوئے آدمی نے ایک کیس میں سے وہی مخصوص قسم کی رائفل نکال کر میرے سپرد کر دی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ "رائفل خوب اچھی طرح سے چیک کی جا چکی ہے۔ ہم جب اس پہاڑی پر ہوں گے تو ہیلی کاپٹر کے دروازے کھل جائیں گے اور ہم تیزی سے نیچے آئیں گے۔ ہم چاہتے ہیں کہ جب وہ مکان اور تالاب کے درمیان پہنچے تو نشانہ لیا جائے۔ وہ گھڑی کی طرح وقت کا پابند ہے، ممکن ہے اس وقت وہ نہانے میں مصروف ہو۔ بہرحال تمہارا کام اس کا ٹھیک ٹھیک نشانہ لینا ہے۔" میں نے صرف اثبات میں گردن ہلانے پر ہی اکتفا کی اور رائفل گھٹنوں پر رکھ کر خاموش بیٹھ گیا۔ جو کچھ میں نے سوچا تھا، اس پر عمل کرنا انتہائی مشکل تھا، خود میری اپنی ہی زندگی کو خطرہ لاحق تھا۔

ہمارا سفر جاری رہا اور پھر اچانک میں نے وہ سفید مکان دیکھا جو پہاڑی کے دامن میں بنا ہوا تھا۔ تالاب کا نیلا پانی گھاس کے درمیان چمک رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر نیچے جھکنے لگا۔ میری طرف کا بغلی دروازہ کھل گیا اور سرد ہوا کے تھپیڑے مجھے تصور کی دنیا سے نکال لائے۔ اب ہم تیزی سے نیچے جا رہے تھے۔ میں نے رائفل اٹھائی اور صحیح نشانہ لینے کی کوشش کرنے لگا۔ ساتھ ہی ساتھ میں پائلٹ کو بھی ہدایات دیتا جا رہا تھا۔ پائلٹ اضطراری طور پر میری ہدایت پر عمل کر رہا تھا۔ رفتہ رفتہ نیچے اترتے ہوئے ہم تالاب کے عین اوپر پہنچ گئے۔ یہیں سے مجھے نشانہ لینا تھا۔

میں نے رائفل سیدھی کی اور اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس نے بھی غالباً اوپر اس ہیلی کاپٹر کو دیکھ لیا تھا کیونکہ اس کا تحیر آمیز چہرہ اوپر کی سمت اٹھا ہوا تھا۔

دفعتاً میرے برابر بیٹھے ہوئے آدمی نے بھنچی بھنچی آواز میں کہا۔ "فائر۔" اور اس کے ساتھ ہی میں نے ایک دم ہیلی کاپٹر سے چھلانگ لگا دی۔

وہ لوگ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کوئی ایسی صورت حال پیدا ہو جائے گی۔ میں نے بھی زندگی کی بازی لگائی تھی۔ تالاب کی گہرائی کا مجھے اندازہ نہیں تھا اور یہ اندازہ بھی نہیں تھا کہ پانی میرا وزن سہار سکے گا یا نہیں۔ ممکن ہے میری دونوں ٹانگیں ہی ٹوٹ جائیں۔ تیز ہواؤں کی سنسناہٹ کے ساتھ ایک لمحے میں پلک جھپکتے ہی میں تالاب میں آ گرا۔ وہ لوگ ششدر رہ گئے تھے، فیصلہ بھی نہیں کر پائے تھے کہ انھیں کیا کرنا چاہیے۔ میں نے اپنے آپ کو بچانے کے لیے تیراکی کی ہر طرح کی مشق کو ذہن میں رکھا اور پانی کی سطح پر اس طرح گرا کہ اگر میں تہ تک پہنچ بھی جاؤں تو میرے سر کو کم از کم چوٹ نہ لگے۔ لیکن خوش بختی یہ تھی کہ تالاب خاصا گہرا تھا اور اس میں پانی اوپر تک بھرا ہوا تھا جس کی وجہ سے پانی نے بہ آسانی میرا بوجھ اٹھا لیا۔ میں اطمینان سے رائفل سمیت پانی کی تہ میں پہنچ گیا اور اس کے بعد جب میں نے پانی سے سر ابھارا تو ہیلی کاپٹر تیزی سے واپس جا رہا تھا۔

پانی میں نہاتا ہوا آدمی جس کے بال سفید تھے، مونچھیں اور بھویں تک سفید تھیں لیکن چہرہ بے حد جاندار تھا، پھٹی پھٹی نگاہوں سے آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا پھر جب میں نے پانی کی سطح سے سر ابھارا تو اس کی نگاہیں میری طرف اٹھ گئیں۔ اس کے چہرے پر خوف کے آثار صاف نظر آ رہے تھے۔

میں نے اوپر کی سمت دیکھا اور پھر بھنچے بھنچے لہجے میں اس سے بولا۔ "فوراً ہی تالاب سے نکل کر کسی محفوظ جگہ پہنچنے کی کوشش کرو۔ تمہاری زندگی خطرے میں ہے۔"

ایک لمحے کے لیے جیسے میرے الفاظ اس کی سمجھ میں بھی نہ آئے ہوں لیکن دوسرے لمحے وہ سمجھ گیا اور پھر تیزی سے خود ہی کنارے کی جانب تیرنے لگا۔ میں بھی اس کا ساتھ دے رہا تھا۔ رائفل میں نے اب بھی اپنے ہاتھ میں سنبھالی ہوئی تھی جو پانی میں بھیگ کر ناکارہ ہو گئی تھی۔

ہم دونوں تالاب سے نکل کر دوڑتے ہوئے عمارت کے سائے میں آ گئے۔ اطراف میں کوئی نہیں تھا۔ سائے میں پہنچنے کے بعد اس نے متحیرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھولے ہوئے سانس کے ساتھ بولا۔ "یہ سب ... یہ سب کیا تھا؟"

"اب بھی اندازہ نہیں لگا سکے؟" میں نے اسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم کون ہو؟"

"کوئی بھی ہوں، اپنی اور میری حفاظت کا بندوبست کرو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ممکن ہے کوئی اور کارروائی ہو جائے۔"

اس نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور پھر تیزی سے اندر کی سمت مڑ گیا۔ مجھ سے اس نے اب بھی کچھ نہیں کہا تھا۔ میں اس کے ساتھ مڑ کر دو قدم چلا تو دفعتاً میں نے تین چار آدمی دیکھے جو مختلف کاموں میں مشغول تھے۔ اس نے چیخ کر کہا: "باہر الارم بجاؤ۔ الارم بجا دو۔"

تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک سائرن کی سی آواز گونجی اور ذرا سی دیر میں بے شمار دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ کتوں کے بھونکنے کی آوازیں بھی ان آوازوں میں شامل تھیں۔ وہ ایک دیوار سے پشت لگا کر گہرے گہرے سانس لے رہا تھا اور پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظریں بار بار میرے ہاتھوں میں تھمی ہوئی رائفل کی جانب اٹھ جاتی تھیں۔ میں نے رائفل اس کے پیروں کے قریب پھینک کر کہا: "مجھے تمھاری جان لینے کے لیے مخصوص کیا گیا تھا لیکن میں نے تمھاری جان نہیں لی بلکہ اپنی جان کی بازی لگا کر تمھیں بچایا ہے۔"

"ک... کون تھے وہ لوگ اور تم...؟"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اب تم کسی محفوظ جگہ بیٹھ کر مجھ سے بات چیت کرو۔ میرا لباس بری طرح بھیگا ہوا ہے اور میں شدید ذہنی کوفت محسوس کر رہا ہوں۔"

"ہاں آؤ آؤ۔" اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور پھر مجھے ساتھ لیے ہوئے اندر چل پڑا۔ ایک خوبصورت کمرے میں پہنچ کر اس نے دیوار میں لگی ہوئی بیل بجائی اور ایک کمسن لڑکی اندر آ گئی۔ اس کی عمر سولہ سترہ سال سے زیادہ نہیں ہو گی۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ خادمہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ سفید مونچھوں والے نے اس سے کہا: "سلیپنگ سوٹ اور گاؤن نکال لاؤ۔ ان صاحب کو دے دو۔" پھر مجھے مخاطب کر کے کہا: "تم خود ہی اس کے ساتھ چلے جاؤ اور لباس تبدیل کر لو۔"

میں لڑکی کے ساتھ باہر نکل آیا۔ باہر نکلتے ہی میں نے دو تین آدمیوں کو تیز رفتاری سے اندر آتے ہوئے دیکھا۔ وہ یقیناً سفید مونچھوں والے کے ساتھی ہی تھے۔ انھیں نظرانداز کر کے میں لڑکی کے ساتھ آگے بڑھا اور ایک دوسرے کمرے میں پہنچ گیا۔ لڑکی بار بار چور نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی لیکن اس نے منہ سے ایک لفظ بھی نہ کہا۔ ایک کمرے میں جا کر اس نے الماری کھولی اور اس میں سے سفید رنگ کا ریشمی سلیپنگ سوٹ نکال کر مجھے دے دیا اور پھر ایک پھولدار سیاہ گاؤن بھی۔

"اس طرف پلیز۔ باتھ روم۔" اس نے ایک سمت اشارہ کر کے کہا اور خود دروازے سے باہر نکل گئی۔

میں نے اپنے بھیگے ہوئے لباس کو اتار کر باتھ روم میں ڈال دیا اور پھر سلیپنگ سوٹ پہن کر اوپر سے گاؤن پہن لیا۔ بھیگے ہوئے بالوں کو باتھ روم کے ایک اسٹینڈ پر پڑے ہوئے تولیے سے خشک کیا اور وہیں رکھے ہوئے کنگھے سے ان کو درست کر کے باہر نکل آیا۔ کمرے کے دروازے کے باہر لڑکی میرا انتظار کر رہی تھی۔ اس نے مجھے دیکھا اور پھر آگے بڑھ گئی۔ میں اس کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا بالآخر اسی کمرے میں پہنچ گیا جہاں سفید مونچھوں والا سیگار پیے بیٹھا ہوا تھا۔ قدموں کی آہٹ پر اس نے سر اٹھایا اور سنبھل کر بیٹھ گیا پھر اس نے لڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "گرم گرم کافی بناؤ۔" لڑکی باہر نکل گئی تو اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا: "اب یہ عمارت پوری طرح محفوظ ہے۔ اگر وہ بمبار طیارے بھی لے کر یہاں پہنچ جائیں تو اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ بیٹھو۔ تم عجیب و غریب شخصیت کے مالک ہو۔ یہ سب کچھ ہوا کیا تھا؟ میں واضح طور پر کچھ نہیں سمجھ سکا۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے، اس ہیلی کاپٹر کے ذریعے مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ غالباً تالاب میں نہاتے ہوئے مجھ پر گولیاں برسائی جاتیں اور ہلاک کر دیا جاتا اور شاید تمھیں اس کام کے لیے مخصوص کیا گیا تھا؟"

"ہاں۔"

"اور تم تالاب کے اوپر پہنچنے کے بعد رائفل سمیت نیچے کود پڑے! میری زندگی بچانے کے لیے؟ تمھیں یہ بھی اندازہ نہیں تھا کہ تالاب کا پانی کتنا گہرا ہے۔ اتنی بلندی سے کود کر تمھارے ہاتھ پاؤں بھی ٹوٹ سکتے تھے۔ تمھارے سر میں چوٹ لگ سکتی تھی۔"

"ہاں۔ میں نے تمھاری زندگی بچانے کے لیے جان کی بازی لگا دی تھی۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ میری تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ لوگ تمھیں کیوں قتل کرانا چاہتے تھے؟"

"یہ بات میرے لیے انتہائی تعجب خیز ہے۔"

"پہلے یہ بتاؤ میں تمھیں کس نام سے مخاطب کروں؟"

"مجھے چیک لارس کہا جاتا ہے۔ لوگ مجھے لارڈ چیک لارس کہتے ہیں۔ کیا میں تم سے بھی متعارف ہو سکتا ہوں؟"

"میرا ایک نام جان اسنوڈن ہے، دوسرا نام روڈ۔ جس نام سے چاہو تم مجھے مخاطب کر سکتے ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب بعد میں بتا دوں گا۔"

"تو پھر میں تمھیں اسنوڈن ہی کہہ کر مخاطب کروں؟"

"ہاں کوئی حرج نہیں ہے۔" لڑکی کافی لے آئی اور اس نے

بڑے اہتمام سے کافی میرے سامنے پیش کر دی اور دوسری پیالی خود لے کر بیٹھ گیا۔

"ہاں ڈیئر اسنوڈن! اب تم مجھے اپنے بارے میں بتا ڈالو۔ ویسے ایک بات سن لو، میں تمھارا بے حد شکر گزار ہوں کہ تم نے اپنی زندگی کی بازی لگا کر میری جان بچائی ہے۔ واقعی آج میں ان کا شکار ہو گیا تھا۔ یہ بد احتیاطی مجھ سے ہی ہوئی ورنہ میں نے اپنی حفاظت کے لیے کافی انتظامات کر رکھے ہیں۔ مجھے امید نہیں تھی کہ کوئی اس طرح کی عظیم الشان کارروائی کی جائے گی۔ بہر طور دشمن اپنے طور پر کارروائیاں کرتا ہی ہے۔ اس وقت میری زندگی تمھاری رہینِ منت ہے اور میں تمھارے اس احسان کا صلہ ضرور دوں گا۔"

میں نے بلیک کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیے۔ دماغ کو بڑی فرحت ہوئی تھی۔ جو کچھ میں کرنا چاہتا تھا وہ کر چکا تھا۔ ان لوگوں کے چنگل سے نکل چکا تھا اور اس بے گناہ شخص کی جان بھی بچ گئی تھی۔ میں نے زیرِ لب اس کا نام دہرایا۔ چیک لارس۔ لارڈ چیک لارس۔ وہ خاموشی سے مجھے دیکھتا رہا تھا پھر میں نے کہا: "مجھے ایک دوسرے ملک سے یہاں لایا گیا ہے جہاں میں قیدی تھا۔"

"کیا نام بتایا تھا تم نے اپنا؟" وہ ایک دم چونک پڑا۔ کافی کی پیالی اس نے میز پر رکھ دی تھی۔

"جان اسنوڈن۔"

"اوہ... اوہ! تم گیروز پارٹی کے آدمی ہو؟" وہ مضطربانہ انداز میں بولا اور میں اس کا جائزہ لینے لگا۔

"گیروز پارٹی کے بارے میں میں کچھ جان سکتا ہوں؟"

"کیا مطلب! کیا تم اس کے آدمی نہیں ہو؟"

"اگر اسنوڈن گیروز پارٹی کا آدمی تھا تو یوں سمجھ لیجیے کہ میں گیروز پارٹی ہی کا آدمی ہوں۔"

"میں اب بھی تمھاری بات کا مطلب نہیں سمجھا؟"

"میں نے کہا نا، میرا نام جان اسنوڈن بھی ہے اور روڈ بھی۔"

"براہِ کرم مجھے الجھاوے میں نہ ڈالو۔ جس حادثے سے میری جان بچی ہے اس نے ابھی تک میرے اعصاب کشیدہ کیے ہوئے ہیں۔ میں بہت زیادہ مضبوط دل کا مالک نہیں ہوں۔ خاص طور سے اس قسم کے معاملات سے میرا کوئی واسطہ کبھی نہیں پڑا۔ میں سیاسی حیثیت رکھتا ہوں اور صرف دماغ لڑانا جانتا ہوں۔"

"مسٹر چیک لارس، یہ ایک دلچسپ کہانی ہے۔ یوں سمجھ لیجیے کہ میں جان اسنوڈن ہوں نہ روڈ۔ میرا کچھ اور ہی نام ہے۔ میں ایک قطعی غیر متعلق آدمی تھا جسے کسی غلط فہمی کی بنا پر کچھ لوگوں نے اغوا کیا اور ایک طویل سفر کے بعد ہالینڈ تک پہنچا دیا۔ غالباً جان اسنوڈن کو جیل سے فرار کرایا گیا تھا اور اس کے ذریعے یہ کام لیا جانا تھا لیکن انھیں غلط فہمی ہو گئی۔ مجھے جان اسنوڈن کی حیثیت سے ہی یہاں تک لایا گیا اور وہ لوگ مسلسل مجھے جان اسنوڈن سمجھتے رہے۔ روڈ میرا نام اس لیے ہے کہ اس نام سے میں نے ہالینڈ تک سفر کیا ہے۔ لیکن جیسا کہ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ نہ میں روڈ ہوں اور نہ جان اسنوڈن۔ میں بھی کچھ ایسے حالات کا شکار تھا کہ اس جگہ سے نکل کر کسی اور جگہ پہنچنا چاہتا تھا اور اسی حیثیت سے میں نے فائدہ اٹھایا۔ پھر یہاں کچھ لوگوں نے مجھے جان اسنوڈن کی حیثیت سے ریسیو کر کے میرا کام مجھے بتایا۔ جسے نہ کرنے کے لیے میں نے خاصی جدوجہد کی لیکن ان حالات میں میرے لیے زندہ رہنا تقریباً ناممکن ہو گیا تھا اور جب مجھے مجبور کر دیا گیا تھا کہ میں یہ کام کروں، میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ کسی بھی بے گناہ شخص کی زندگی نہیں لوں گا۔ خواہ اس کے لیے مجھے اپنی زندگی کی بازی ہی کیوں نہ لگانا پڑے اور میں نے زندگی کی بازی لگا دی۔ مجھے خوشی ہے کہ میں کامیاب رہا۔"

"بہت عجیب حالات ہیں۔ وہ کون لوگ ہیں آخر! میرے دشمن اس حد تک جا سکتے ہیں، کمال ہے! میں نے نہیں سوچا تھا۔ اپنا اصل نام بتاؤ دوست؟"

"آپ مجھے جان اسنوڈن ہی کہہ لیں تو کیا حرج ہے؟"

"گویا اپنا اصل نام چھپانا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔" میں نے صاف گوئی سے کہا۔

"اگر اس کی کوئی خاص وجہ ہے تو میں اصرار نہیں کروں گا۔ تم نے بتایا ہے کہ ایک حادثے کے تحت تمھیں جان اسنوڈن سمجھ لیا گیا تھا اور تم نے اپنی اصل شخصیت کا اظہار اس لیے نہیں کیا کہ تم یہاں آنا چاہتے تھے؟"

"ہاں۔ لیکن ہالینڈ ہی میں نہیں، بس میں اس ملک سے نکلنا چاہتا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"جو سوالات میں تم سے کر رہا ہوں وہ صرف اس لیے ہیں کہ میں تمھارے سلسلے میں اپنی ذمے داریاں سمجھ لوں۔ اس کے علاوہ ان سوالات کا کوئی مقصد نہیں ہے۔"

"ذمے داریاں؟" میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"میری زندگی بچانے کے لیے اپنی جان کی بازی لگا دینے والا میری نگاہ میں معمولی حیثیت نہیں رکھتا۔ میں تمھارے لیے وہ سب کچھ کرنے کو تیار ہوں جو تمھارے لیے ضروری ہو۔ میں ناسپاس نہیں ہوں۔"

"شکریہ مسٹر لارس! درحقیقت ہالینڈ میرے لیے اجنبی ہے اور میں کسی کی مدد کے بغیر یہاں محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اگر آپ میری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مدد کرنا چاہتے ہیں تو مجھے اس وقت تک سہارا دے دیں جب تک میں اس ملک سے روشناس نہ ہو جاؤں۔"

"چیک لارس کی دوستی قبول کرو۔" اس نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا اور میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"شکر گزار ہوں۔"

"آؤ، میں تمھیں تمھاری آرام گاہ دکھا دوں۔ ہم کچھ وقت یہاں رکیں گے اس کے بعد یہاں سے نکل جائیں گے۔ یہ قیام گاہ میرے لیے خطرناک ہے۔ آؤ۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔

ایک راہداری طے کر کے ہم ایک دروازے سے اندر داخل ہو گئے۔ یہ ایک بیڈ روم تھا جو نہایت خوش سلیقگی سے آراستہ تھا۔

"یہاں آرام کرو، تم لارڈ لارس کے دوست ہو۔ تمھیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔"

"شکریہ لارڈ۔" میں نے کہا اور لارس مسکراتا ہوا باہر نکل گیا۔

اس کے جانے کے بعد میں نے خواب گاہ پر نگاہ ڈالی یہ عمارت ہی جنت نظیر تھی اور پھر جس طرح ویرانے میں اسے تعمیر کرایا گیا تھا اس سے ہی لارس کے ذوق کا اندازہ ہوتا تھا۔ اس نیم تاریک خواب گاہ میں سکون ہی سکون تھا۔ ہر شے ایسی کہ بس دیکھتے رہو۔ ایک گوشے میں روشن حروف میں باتھ روم لکھا نظر آ رہا تھا۔ میں اندر داخل ہو گیا اور لباس اتار کر گرم پانی کے شاور کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ غسل خانہ مہک رہا تھا۔ پانی میں کوئی نفیس، ہلکی خوشبو شامل کی گئی تھی۔

اس حسین ماحول پر غور کرتے ہوئے مجھے اپنی یہاں موجودگی کا خیال آ گیا۔ وہ خطرناک لمحات یاد آئے جب میں نے ہیلی کاپٹر سے چھلانگ لگائی تھی۔ یہ بھی میری خوش بختی تھی کہ نئے لوگوں کی وجہ سے مجھے اس کا موقع ملا تھا۔ پستہ قامت شخص اگر زخمی نہ ہوتا تو وہی میرے ساتھ آتا اور جو پروگرام اس نے ترتیب دیا تھا اسی کے مطابق کام ہوتا۔ اس پروگرام میں ہیلی کاپٹر کو تالاب کے عین اوپر لانا شامل نہیں تھا بلکہ اونچے درختوں کی آڑ سے ہی تالاب کا نشانہ لے کر گولیاں برسانا تھیں لیکن نئے لوگ میرے ایما پر ہیلی کاپٹر تالاب کے عین اوپر لے آئے تھے اور اس طرح مجھے کامیابی نصیب ہو گئی ورنہ درختوں کے عقب میں نیچے کودنے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ بہرحال میں ان لوگوں کے چنگل سے نکل آیا تھا اور لارڈ لارس کی دوستی میرے لیے بہت سود مند تھی۔ ایمسٹرڈم کے شہر میں بہ آسانی خود کو ضم کیا جا سکتا تھا۔ اپنے چہرے کا میک اپ اتارنے کے بعد میں یہاں سب کے لیے اجنبی ہو جاؤں گا سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے مجھے ہالینڈ بھیجا تھا۔ یہ بھی شکر تھا کہ وہ لوگ اسنوڈن کی اصل شکل سے واقف نہیں تھے۔ ساری باتیں عجیب تھیں، اسنوڈن جیل سے فرار ہو کر ٹرک میں بیٹھا اور پھر کسی سنسان جگہ اتر گیا۔ وہ ان لوگوں کے چنگل سے بچنا ہی چاہتا تھا ورنہ اسی دوران یہاں پہنچ جاتا جب انھوں نے مجھے اسنوڈن سمجھ لیا تھا۔ سب کچھ ایک ایسے منصوبے کے تحت عمل میں آیا تھا جو کسی کے ذہن میں نہیں تھا۔ ہاں یہ کسی انسانی ذہن میں نہیں تھا بلکہ آسمانوں میں اس کی ترتیب ہو گئی تھی اور اس آسمانی منصوبے کو کون رد کر سکتا تھا۔

شاور سے دھیرے دھیرے پانی میرے بدن پر بہہ چکا تھا۔ میں نے شاور بند کر دیا اور پھر ایک دوسرے گوشے میں پہنچ کر بدن خشک کیا۔ بال خشک کرنے کا انتظام بھی تھا۔ روڈ کا میک اپ اتارنے کے لیے کچھ چیزوں کی ضرورت تھی جن کا بعد میں ہی انتظام کیا جا سکتا تھا اور پھر اس کی جلدی بھی نہیں تھی۔ بال وغیرہ درست کر کے میں نے غسل خانے کی روشنیاں بند کیں اور پھر دروازہ کھول دیا۔

لیکن دوسری طرف گھپ اندھیرا تھا۔ خواب گاہ کی وہ مدھم روشنیاں بجھ گئی تھیں جن سے کمرے کو روشن کیا گیا تھا۔ میں چونکہ تیز روشنی سے آیا تھا اس لیے بالکل ہی اندھا ہو گیا تھا اور اسی وقت کسی نے عقب سے مجھے دبوچ لیا۔

مجھے ایک لمحے میں خطرے کا احساس ہوا اور میرے اعضا غیر شعوری طور پر متحرک ہو گئے۔ میں نے اپنے بدن کو مخصوص انداز میں زور سے جھٹکا دیا اور جونہی حملہ آور کا توازن بگڑا میں نے اسے اٹھا کر پوری قوت سے اچھال دیا۔

ایک تیز نسوانی چیخ میرے کان پھاڑتی گزر گئی تھی جس وجود کو میں نے ہیجانی انداز میں اٹھا کر پھینکا تھا اس کے لمس کے احساس سے بھی یہی اندازہ ہوتا تھا کہ وہ نسوانی بدن تھا۔ ہلکی سی آواز ہوئی اور پھر ایک کراہتی ہوئی آواز ابھری "کون... کون ہے یہ انکل! انکل!" آخری آواز زوردار تھی۔ دوسرے لمحے کمرے میں تیز روشنی پھیل گئی۔ "کون ہو کون؟" اچانک تیز روشنی سے بینائی پھر متاثر ہوئی تھی لیکن یہ آواز... یہ آواز شناسا تھی۔ میرے ہاتھ آنکھوں پر چلے گئے تھے۔ "کون ہو؟ خبردار! میرے ہاتھ میں پستول ہے۔ جنبش کی تو پورے بدن میں سوراخ کر دوں گی۔" میں نے چہرے سے ہاتھ ہٹا کر اس شناسا آواز والی کو دیکھا اور اس کی آواز دوبارہ ابھری۔ "اوہ مائی گاڈ روڈ، مسٹر روڈ آپ... آپ؟" میں نے بھی اسے پہچان لیا۔ یہ سائیکا مائر تھی۔ وہی لڑکی جو ٹلی روڈ کی دوست تھی اور جس کے ساتھ میں نے ایک اسرائیلی ریستوران میں کھانا کھایا تھا۔

"مس سائیکا!"

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں مسٹر روڈ؟" اس نے شدید حیرت سے پوچھا۔

"غسل۔" میں نے جواب دیا اور ہنس پڑا۔ "مگر آپ نے مجھ پر حملہ کیوں کیا تھا؟"

"وہ حملہ تھا؟" سائیکا منہ بنا کر بولی۔ "میں تو آپ کو انکل لارس سمجھی تھی۔ اچانک روشنی بند کر کے میں آپ کو ڈرانا چاہتی تھی۔ میرے خدا! آپ کتنے ہارس پاور کے ہیں! اگر میں مسہری پر نہ گرتی تو میرا کیا حشر ہوتا؟ مگر آپ... آخر آپ کا انکل لارس سے کیا تعلق؟"

"چوری کرنے گیا تھا۔ اتنا خوبصورت غسل خانہ دیکھا تو بے اختیار دل چاہا کہ غسل کر لوں۔" میں نے کہا۔

"میں سچ مچ آپ کو گولی مار سکتی ہوں مسٹر روڈ۔ یہ پستول اصلی ہے۔" اس نے پستول کو ہلاتے ہوئے کہا۔

"اپنی سہیلی کا سہاگ اجاڑ دیں گی آپ... آپ کو دکھ نہ ہو گا؟" میں نے کہا اور اس کے چہرے پر الجھن کے آثار نظر آنے لگے۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی اور ہم دونوں اس طرف متوجہ ہو گئے۔

اندر داخل ہونے والے مسٹر چیک لارس ہی تھے۔ "اچھی لیڈی! مسٹر اسنوڈن! ایک ضروری..." ان کا جملہ ادھورا رہ گیا۔ ان کی نگاہ سائیکا پر پڑ گئی تھی۔ "تم... تم کب آئیں؟"

سائیکا کا چہرہ ہونقوں جیسا ہو گیا تھا۔ وہ اس صورت حال سے کافی پریشان نظر آ رہی تھی۔ مجھے دھمکیاں دینے کی اور بات تھی لیکن اب اچانک مسٹر لارس آ گئے تھے تو وہ یہ فیصلہ نہیں کر پائی تھی کہ اب میرے سلسلے میں کیا کرے۔ میں نے ایک نگاہ اسے دیکھا۔ وہ مسٹر لارس ہی کی طرف متوجہ تھی اور فوراً ہی کوئی فیصلہ کرنا چاہ رہی تھی۔ دوسرے لمحے اس نے کہا۔ "ابھی تھوڑی دیر قبل ہی انکل! میں سیدھی آپ کے کمرے میں آئی تھی مگر یہاں... یہاں ان صاحب سے..." میں نے دل ہی دل میں اس کی تعریف کی۔ بڑی تیزی سے اس نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنے آپ کو نیوٹرل رکھے اور اندازہ لگائے کہ خود مسٹر لارس اس سلسلے میں کیا کرتے ہیں۔

"اوہ... اچھا اچھا تم غالباً اس لیے یہاں گھس آئی ہو گی کہ تمھارے خیال میں میں یہاں موجود ہوں گا؟"

"جی... جی انکل۔" سائیکا مائیل نے جواب دیا۔

"خیر کوئی بات نہیں۔ ان سے تعارف ہوا؟ دلچسپ بات یہ ہے کہ میں اصل نام سے خود بھی تمھارا ان سے تعارف نہیں کرا سکتا۔ بعض واقعات اور بعض لوگ بڑے دلچسپ و عجیب ہوتے ہیں۔ وہ ہمارے لیے بہت بڑی اہمیت اختیار کر جاتے ہیں لیکن ہم ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ بہرحال احسان بردار تو بہت بڑا التعارف ہے۔ میں تمھیں ان سے جان اسنوڈن کے نام سے ملا سکتا ہوں اور مسٹر اسنوڈن، یہ میری بھتیجی سائیکا مائیلر ہے میرے مرحوم بڑے بھائی کی بیٹی۔ جو ہوائی جہاز کے ایک حادثے میں ہلاک ہو گئے تھے۔ یوں سمجھ لیں ہم دونوں بھائیوں کی آنکھوں کی روشنی یہی لڑکی ہے۔ میں نے تو شادی ہی نہیں کی اور میرے بڑے بھائی کے ہاں ایک ہی بچی پیدا ہوئی۔ یہ اب بڑی لڑکی ہے۔" مسٹر لارس مسکرا دیے۔

میں نے بڑے خلوص سے سائیکا کو ہیلو کہا تھا اور وہ ہونٹ بھینچ کر رہ گئی تھی پھر وہ ایک دم بول پڑی۔ "مگر انکل! مسٹر جان اسنوڈن سے آپ کا تعارف کس طرح ہوا اور تعارف بھی ایسا کہ یہ آپ کی خواب گاہ کے غسل خانے تک پہنچ گئے؟"

"ہاں بھئی۔ یہ اتنے تیز رفتار ہیں کہ میرے دل کی گہرائیوں میں اتر گئے ہیں پھر خواب گاہ کا غسل خانہ کیا حیثیت رکھتا ہے۔"

"گویا آپ کی اجازت سے؟"

"ہاں ہاں۔ تمھیں تفصیل بتا دی جائے گی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں لیکن تمھاری شرارتیں ختم نہیں ہوئیں۔ یہاں آ رہی تھیں تو کم از کم مجھے ٹیلی فون ہی کر دیا ہوتا۔ تم جانتی نہیں ہو حالات کتنے مخدوش رہتے ہیں آج کل۔ تمھاری شکل و صورت میں کوئی اور بھی یہاں آ سکتا ہے۔ میرے دشمن یقیناً یہ جانتے ہیں کہ تم میرے لیے کیا حیثیت رکھتی ہو۔ آئندہ ایسی کوئی کوشش نہ کرنا۔ میں یہاں اور اس جگہ کے اطراف میں پھیلے ہوئے لوگوں کو یہ ہدایت کر دوں گا کہ اگر سائیکا بھی یہاں آئے تو اس کی اچھی طرح شناخت کیے بغیر اسے اندر نہیں داخل ہونے دیا جائے۔ ایسی حالت میں تم جانتی ہو کہ کیا ہو گا۔ تم یہ سلوک برداشت کر پاؤ گی۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ پہلے مجھے اپنی آمد سے آگاہ کر دیا کرو۔"

"اوہ سوری انکل۔ چونکہ معاملہ آپ کے دشمنوں کا ہے.... لیکن غلطی آپ کی بھی ہے انکل آخر آپ مجھے ان کے بارے میں بتاتے کیوں نہیں۔ ایک بار صرف مجھے ان سے روشناس کرا دیں اور پھر میرا کمال دیکھیں۔"

مسٹر لارس ہنسنے لگے تھے پھر وہ میری طرف رخ کر کے بولے۔ "دیکھا بھئی۔ گویا ہم اپنی زندگی کی باگ ڈور اور اپنے تمنا کا حساب کتاب اپنی اس بچی کے سپرد کر دیں۔ لوگ کیا سوچیں گے کیا کہیں گے ہمارے بارے میں۔"

"ٹھیک ہے آپ زیادہ بہتر سمجھتے ہیں۔ میں نے تو آپ سے اس موضوع پر بات کرنا ہی چھوڑ دیا ہے۔" وہ بولی اور پھر میری طرف دیکھنے لگی۔ "انکل آپ کا مسٹر اسنوڈن سے کیا تعلق ہے؟ کس طرح

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آپ کا ان سے تعارف ہوا تو اس کے انداز میں شکوک و شبہات صاف نمایاں تھے۔

لارڈ چیک لارس نے معذرت آمیز انداز میں مجھے دیکھا اور پھر کہنے لگے۔ "آپ سائیکا کے بیچ کو محسوس نہ کریں مسٹر اسنوڈن! مختصراً اس کے بارے میں آپ کو بتا چکا ہوں۔ بس لاڈلی ہونے کی وجہ سے یہ کچھ ضرورت سے زیادہ ہی تیز ہو گئی ہے۔ بیٹی! اگر میں تم سے یہ کہوں کہ مسٹر اسنوڈن نے میری زندگی بچانے کے لیے اپنی زندگی کی بازی لگا دی تھی ورنہ دوسری شکل میں تمھیں شاید یہی اطلاع دی جاتی کہ تمھارے انکل بھی تمھیں چھوڑ کر اس دنیا سے جا چکے ہیں تو بتاؤ تمھارے کیا احساسات ہوں گے؟"

"کیا۔۔۔؟" سائیکا چونک پڑی۔

"ہاں۔ تفصیل تمھیں بعد میں بتا دی جائے گی۔ فی الحال اتنا ہی سُن لو کہ اس وقت اگر میں تم سے گفتگو کر رہا ہوں تو اس کے ذمے دار مسٹر اسنوڈن ہی ہیں ورنہ جو کچھ میں تم سے کہہ چکا ہوں وہ درحقیقت وہی ہوتا۔"

سائیکا ماتیلر گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "لیکن۔۔۔ لیکن۔۔۔ خیر کوئی بات نہیں۔ اگر ایسی بات ہے تو میں مسٹر اسنوڈن کی شکر گزار ہوں اور اپنے انداز پر معذرت خواہ ہوں لیکن یہاں آپ کی خواب گاہ میں یہ کیا کر رہے تھے؟"

"آرام لیکن تم ان کے آرام میں خلل کا سبب بن گئیں اور بعد میں میں نے بھی تمھارا ہی ساتھ دیا۔ آؤ واپس چلتے ہیں۔"

"آپ ان سے کچھ پوچھ رہے تھے انکل؟" سائیکا ماتیلر کہنے لگی۔

"ہاں پوچھ رہا تھا لیکن اس وقت مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ تم بھی یہاں موجود ہو۔ چلیے مسٹر اسنوڈن! آپ آرام کریں۔ ہم لوگوں نے خواہ مخواہ آپ کے آرام میں خلل ڈالا ہے۔۔۔ آؤ سائیکا۔"

میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر اس وقت مسٹر لارس سے گفتگو کرنے کا فیصلہ ملتوی کر دیا ممکن ہے وہ سائیکا کے سامنے تفصیل نہ بتانا چاہتے ہوں۔ وہ دونوں چلے گئے اور میں اپنی مسہری پر لیٹ گیا۔

دوسرے دن صبح ناشتے کی میز پر سائیکا بھی موجود تھی۔ مسٹر لارس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "بیٹی! میں اس سلسلے کی تمام گفتگو خفیہ رکھنا چاہتا تھا لیکن بھلا اس بلا سے جان بچا کر چھوٹ سکتا تھا۔ مجھ سے سب کچھ پوچھ کر ہی دم لیا اس نے اور اب یہ تمھارا تہِ دل سے شکریہ ادا کرنا چاہتی ہے۔"

"اس کی ضرورت نہیں مس سائیکا۔ شاید مسٹر لارس نے یہ بات آپ کو بتا دی ہو کہ اس معاملے سے میرا براہِ راست کوئی تعلق نہیں تھا اور میں وہ نہیں تھا جو وہ لوگ سمجھ رہے تھے تو پھر میں بھلا مسٹر لارس کی جان کیونکر لیتا اور ان کی زندگی بچانے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ میں ہیلی کاپٹر سے پیچھے کود پڑوں۔ میں کسی بھی بے گناہ شخص کو کسی بھی قیمت پر قتل نہیں کرنا چاہتا تھا۔"

"اس کے باوجود میں اس بات کی معترف ہوں کہ آپ نے کمال کیا یہ معمولی کام نہیں تھا۔ تالاب ہو سکتا ہے زیادہ گہرا نہ ہوتا۔ اس طرح آپ کے تو ہاتھ پاؤں ٹوٹ جاتے یا۔۔۔ یہ بھی ممکن تھا کہ آپ سیدھے تالاب میں نہ گرتے۔ انکل کی زندگی بچانے کے لیے آپ نے واقعی بہت بڑا رسک لیا تھا اور صحیح معنوں میں یہ احسان مجھ پر قرض ہے۔"

"چھوڑیئے ان باتوں کو" میں نے کہا اور ہم لوگوں نے ناشتا شروع کر دیا۔

مسٹر لارس چند لمحات کے بعد کہنے لگے۔ "کل دراصل میں تم سے یہ پوچھنے کے لیے تمھاری خواب گاہ میں گیا تھا کہ کیا تم ان لوگوں کے بارے میں مزید کچھ نشاندہی کر سکتے ہو ان کا حلیہ، ان کی رہائش گاہ وغیرہ۔ میں اپنے آدمیوں کے ذریعے یہ تحقیقات کرا رہا تھا کہ مجھ پر قاتلانہ حملہ کرانے والے کون لوگ ہو سکتے ہیں؟"

"ہاں۔ میں مختصراً آپ کو ان کے بارے میں تفصیل بتا سکتا ہوں جیسا کہ میں نے آپ سے عرض کیا کہ ایمسٹرڈم میرے لیے نئی جگہ ہے اور میں یہاں کے راستوں سے بھی پوری طرح واقف نہیں ہوں لیکن جو باتیں میرے ذہن میں ہیں وہ میں آپ کو ضرور بتا سکتا ہوں۔" میں نے خوش رو شخص کی شکل و صورت کے بارے میں تفصیل سے بتایا پھر اس پست قامت کے بارے میں کچھ خاص باتوں کو چھپانے کے علاوہ ساری کہانی انھیں سنا دی تھی۔

سائیکا خاموشی سے ناشتا کر رہی تھی مسٹر لارس بھی خاموش تھے پھر وہ آہستہ سے بولے۔ "میں حالات کی تہ تک کسی حد تک پہنچ رہا ہوں۔ سائیکا کافی بنا دو پلیز!" انھوں نے کہا۔

سائیکا نے خاموشی سے نگاہیں جھکائے جھکائے کافی تین پیالیوں میں انڈیل کر ایک میرے سامنے سرکا دی اور دوسری مسٹر لارس کی جانب۔ میں اس سلسلے میں کوئی استفسار نہیں کر سکتا تھا کیونکہ یہ مسٹر لارس کے قطعی ذاتی معاملات تھے۔

چند لمحے کی خاموشی کے بعد انھوں نے خود ہی کہا۔ "مختصراً میں تمھیں بھی اس سلسلے میں بتا دینا چاہتا ہوں مسٹر اسنوڈن۔ پتا نہیں کیوں تم نے اپنا نام مجھ سے چھپایا ہے حالانکہ میرے جیسے دوست اور ساتھی سے اب اس رازداری کی ضرورت نہیں تھی۔ تم کچھ بھی ہو کوئی بھی حیثیت ہو تمھاری میں تو تمھارے

شکر گزاروں میں سے ہوں اور اب تم مجھے ایک دوست کی حیثیت سے عزیز ہو۔ تو میں تمھیں بتا رہا تھا کہ ہالینڈ میں کاروباری افراد کی ایک تنظیم ہے اور یہ تنظیم صرف یہیں تک محدود نہیں ہے بلکہ ایک طرح سے اس کی بین الاقوامی حیثیت ہے۔ مختلف ممالک کے لوگ اس کے ممبر ہیں اور یوں ہم مشترکہ کاروباری امور کو اس تنظیم کے ذریعے طے کرتے ہیں۔ یہیں سے بہت سارے کاروباری ریٹ کھلتے ہیں اور پوری دنیا میں ان کی پیروی کی جاتی ہے۔ تنظیم کا ہیڈ کوارٹر ہالینڈ میں ہے یہیں ایمسٹرڈم میں۔ اس سلسلے میں ملکی اور غیر ملکی لوگوں کے مشترکہ انتخابات ہوتے ہیں اور ان کے لیے باقاعدہ نامزدگی کی جاتی ہے۔ اس بار تین پارٹیاں اس سلسلے میں نامزد ہوئی ہیں۔ ان پارٹیوں میں مختلف ممالک کے نمائندے شامل ہیں اور انھوں نے اپنے اپنے امیدوار پیش کیے ہیں تاکہ تنظیم کے الیکشن میں ان کا فیصلہ ہو جائے۔ میں نے تمھارا نام جان اسنوڈن سننے کے بعد تم سے یہ سوال کیا تھا کہ کیا تمھارا تعلق گیروز سے ہے۔ گیروز ایک امیدوار پارٹی کا نام ہے۔ میری پارٹی تھنکرز کہلاتی ہے اور ایک اور پارٹی ہے جس میں کچھ غیر ملکی لوگ شامل ہیں۔ مقامی لوگوں کے کچھ افراد بھی اس پارٹی سے اتفاق رکھتے ہیں۔ وہ بلیک روز کہلاتی ہے۔ بلیک روز کے بارے میں مجھے کچھ شکوک و شبہات پہلے سے تھے لیکن جو لوگ اس میں شامل ہیں وہ خاص سیاسی نوعیت کے لوگ ہیں اور تنظیم میں بھی ان کی سیاست اسی طرح کام کر رہی ہے بظاہر یہ لوگ بالکل ٹھنڈی طبیعت کے مالک ہیں لیکن جس شخص کی تم نے نشاندہی کی ہے میرا خیال ہے میں اس سے واقف ہوں اور اس کا تعلق بلیک روز ہی سے ہے۔ اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جان اسنوڈن کو جو ایک جرم کے سلسلے میں گرفتار ہوا تھا اور اسے ایک دوسرے ملک میں سزا دی گئی تھی اور جسے گیروز کا نمائندہ سمجھا جاتا ہے مجھ پر حملہ کرنے کے لیے کیوں منتخب کیا گیا۔ اس سلسلے میں ذہن گیروز کی جانب ہی جاتا ہے لیکن ان لوگوں نے کچھ غلطیاں کر ڈالیں جن کی بنیاد پر یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دراصل جان اسنوڈن کو میری ہلاکت کے لیے گیروز نے نہیں بلکہ بلیک روز نے منتخب کیا ہے۔ مقصد یہی ہوگا کہ گیروز کا ایک نمائندہ جسے جیل سے فرار کرایا گیا یہاں آکر مجھے قتل کر دیتا ہے تو میری پارٹی تو کمزور پڑ ہی جاتی ہے لیکن گیروز کی سازش بھی طشت از بام ہو جاتی۔ یہ دونوں پارٹیاں تنظیم کی نگاہ میں کمزور پڑ جاتیں تو بلیک روز ہی کے انتخابات میں کامیاب ہونے کا امکان تھا۔ تمھیں یہ سب میں نے اس لیے بتانا ضروری سمجھا کہ تم میرے ہمدرد اور محسن ثابت ہوئے ہو اور تم نے صرف انسانی بنیادوں کے تحت میری زندگی بچانے کے لیے بہت بڑی قربانی دی ہے۔ میں کمزور نہیں ہوں یہ میری بیٹی جو ہے نا یہ سمجھتی ہے کہ اس کا انکل صرف ایک کاروباری آدمی ہے۔ ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میں جسمانی مشقت نہیں کر سکتا لیکن بعض اوقات بدن ذہنی قوتوں کے سامنے مفلوج ہو جاتے ہیں۔ بلیک روز کو میں ایسا مزہ چکھاؤں گا کہ وہ ہمیشہ کے لیے ایسی کارروائیاں کرنے سے توبہ کر لے گی یہ میرا اپنا مسئلہ ہے۔ میں نے تمھیں تمام صورتِ حال بتا دی ہے اس طرح تمھاری ذہنی الجھنیں بھی ختم ہو جائیں گی کیونکہ تم یقیناً سوچ رہے ہوگے کہ آخر کس جال میں پھنس گئے۔ میرے دوست! میں اپنے محسنوں کو نظر انداز نہیں کرتا۔ میں تمھیں کسی بھی طرح کمتر حیثیت کا مالک نہیں سمجھتا یقیناً تم جو کچھ بھی ہو گے کوئی نہ کوئی مقصد ضرور رکھتے ہوگے لیکن میری خواہش ہے کہ اپنی آنکھوں سے بلیک روز کا حال دیکھنے کے بعد ہی میرا ساتھ چھوڑنا۔ میں تمھارا شکر گزار رہوں گا۔ ممکن ہے کہ میں مصروف ہو جاؤں۔ اس لیے سائیکا کی ڈیوٹی ہے کہ وہ تمھیں یہاں پر پوری طرح انٹرٹین کرے اور تمھیں بور نہ ہونے دے۔"

"یہ ذمے داری میں خوشی سے قبول کرتی ہوں انکل۔" سائیکا ماتیلر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پوری کہانی سننے کے بعد وہ مجھ سے بہت متاثر ہو گئی تھی۔

"سائیکا! مسٹر اسنوڈن کو یہاں سے دس نمبر میں لے جاؤ میں ان کی حفاظت کے انتظامات کر دوں گا۔"

"او کے انکل! اب آپ ان کی ذمے داری مجھ پر چھوڑ دیں۔" سائیکا بولی۔

لارڈ لارس نے گردن ہلا دی پھر وہ ہمیں خدا حافظ کہہ کر چلے گئے۔

سائیکا مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ "تو جنابِ عالی! اب آپ خوش قسمتی سے میرے چکر میں پھنس گئے ہیں اور میں ذرا مختلف قسم کی لڑکی ہوں۔"

میں نے مسکرا کر اسے دیکھا اور بولا۔ "ذرا اس قسم کی وضاحت ہو جائے تو کیا حرج ہے؟"

"مطلب یہ ہے کہ میں آسانی سے آپ کو نہیں چھوڑوں گی۔ سب سے پہلے تو آپ مجھے بالکل سچائی سے یہ بات بتایئے کہ کیا آپ مسٹر روڈز بھی نہیں ہیں؟ یہ تو میں نے تسلیم کر لیا کہ آپ جان اسنوڈن نہیں ہیں لیکن کیا میں روڈز کی حیثیت کو بھی نظر انداز کر دوں؟"

"ہاں مس سائیکا! حقیقت یہ ہے کہ میں روڈز بھی نہیں ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"تب پھر کیا آپ نے ایک اخلاقی جرم نہیں کیا ہے اگر آپ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مسٹر روڈ نہیں تھے تو نئی روڈ کے ساتھ وقت گزارنے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ معصوم اپنے بچھڑے ہوئے شوہر سے بڑے ارمان سے ملی تھی۔ آپ نے ایک اعتماد کا خون کیا ہے۔"

"اگر آپ کی مراد یہ ہے مس سائیکا کہ روڈ کی حیثیت سے میں نئی روڈ کے ساتھ رہ کر کسی اخلاقی جرم کا مرتکب ہوا ہوں تو معاف کیجیے گا اپنے خیالات میں آپ کو کچھ تبدیلی کرنا ہوگی۔"

"مطلب؟" اس نے سوال کیا۔

"مطلب نئی روڈ ہی بتا سکے گی۔ آپ چاہیں تو اس کو صورت حال سے آگاہ کر دیں اور پھر اس سے دریافت کریں کہ میں اس کے لیے کوئی ذہنی کرب تو چھوڑ کر نہیں آیا ہوں۔ اس کرب کے علاوہ جو روڈ کی گمشدگی کے سبب پہلے ہی سے موجود ہے۔"

"اوہ! کیا واقعی آپ سچ کہہ رہے ہیں؟"

"جی ہاں! میں جھوٹ نہیں بول رہا۔ اگر وہ آپ کی دوست ہے تو آپ اس سے اس بات کی تصدیق کر سکتی ہیں۔ مجھے احساس تھا کہ میں کچھ دوسرے لوگوں کی وجہ سے ایک شریف اور شادی شدہ عورت کے ساتھ ہوں اور میں نے اس احساس کو تنہائیوں میں بھی دل میں رکھا تاکہ جب اسے پتا چلے کہ میں اس کا شوہر نہیں تھا تو وہ اپنے ضمیر پر کوئی بوجھ محسوس نہ کرے۔"

"اس کے لیے میں تمھاری شکر گزار ہوں مسٹر روڈ یا مسٹر اسنوڈن یا پھر وہ جو اب تم مجھے بتاؤ گے۔" اس نے کہا اور آخری الفاظ کے ساتھ ہی وہ مسکرا پڑی۔

"آپ کی غلط فہمی دور ہو گئی؟"

"ہاں! یقیناً تمھاری سچائی کو میں دل سے تسلیم کرتی ہوں اور ایک بات اور کہوں، بہت کم لوگ ایسے ہیں جن کی میں کبھی احسان مند ہوئی ہوں۔ پتا نہیں کیوں میری فطرت میں اتنی سرکشی ہے کہ میں سخت سے سخت کام اپنے ہی بل پر کرتی ہوں اور کسی کا احسان نہیں لیتی لیکن نادانستہ طور پر تم نے مجھ پر احسان کر دیا ہے۔"

"احسان اٹھانے کے لیے مسٹر لارس ہی کیا کم تھے کہ آپ بھی اس احسان کو اپنی گردن پر لادنے کے لیے مُصر ہیں۔"

"اس کے باوجود، یقیناً میں خلوص دل سے یہ بات کہہ سکتی ہوں کہ تم بہت اچھے انسان ہو۔ یہ معمولی واقعہ نہیں ہے۔"

"چھوڑیے مس سائیکا۔ ان باتوں میں کچھ نہیں رکھا۔ آپ کو جو اطمینان حاصل کرنا تھا، میری خوش بختی ہے کہ آپ نے مجھ پر اعتماد کر کے حاصل کر لیا۔ کسی بھی وقت، کسی بھی لمحے آپ اپنی دوست سے اس کی تصدیق کر لیں بلکہ میری خواہش ہے کہ آپ ضرور اسے یہ بات بتا دیں کہ جو شخص روڈ کی حیثیت سے اس سے ملا تھا، وہ روڈ نہیں تھا بلکہ ایک ایسا مجبور آدمی تھا جو حالات کے ہاتھوں مجبور ہو کر یہ کردار ادا کر رہا تھا۔"

"میں اس سے ضرور کہہ دوں گی۔" سائیکا نے نرم لہجے میں کہا۔ "کیا خیال ہے ہم لوگ چلیں؟"

"جیسا آپ پسند کریں ویسے یہ دس نمبر کیا ہے؟"

"انکل دراصل سیاسی آدمی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ دماغی جنگ کے ماہر ہیں۔ پتا نہیں کیوں انھوں نے بلیک روز کو نظر انداز کیا ہوا تھا لیکن یہ انھی کا کام تھا کہ وہ حقیقت کی تہہ تک پہنچ جائیں ورنہ اس کارروائی کے سارے شبہات گیروز کی جانب منتقل ہوتے اور بلیک روز ان دونوں کو فراڈ بہر طور اپنا مقصد حاصل کر لیتی۔ سمجھ رہے ہو نا تم؟"

"ہاں۔ یہ سیاسی معاملات ہیں مگر بات دس نمبر کی ہو رہی تھی۔"

"ہاں۔ تو میں بتا رہی تھی کہ انکل نے اپنے لیے بہت سی پوشیدہ رہائش گاہیں بنا رکھی ہیں جن کے بارے میں تمام لوگ نہیں جانتے کہ ان کا تعلق کسی طرح انکل چیک لارس سے ہے۔ ایسی ہی ایک رہائش گاہ کو نمبر دس کہتے ہیں۔ بڑی خوبصورت جگہ ہے، تم کو پسند آئے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ بہت بہت شکریہ۔ میں اس چھوٹے سے کام کے سلسلے میں مسٹر چیک لارس پر بار نہیں بننا چاہتا تھا لیکن ان کی دوسری خواہش کا احترام کرنا میرا فرض ہے۔"

"دوسری خواہش؟" سائیکا نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"ہاں۔ انھوں نے کہا تھا کہ مجھے بلیک روز کا حشر اپنی آنکھوں سے دیکھے بغیر نہیں جانے دیں گے۔"

"اوہ۔ جانے تو میں بھی نہیں دیتی آپ کو مسٹر نامعلوم لیکن چلیے یہی سہی، یہ حقیقت ہے کہ ہم آپ کو اتنی آسانی سے نہیں چھوڑیں گے۔ اب آپ مجھے اپنا نام بتائیے۔"

"سائیکا، میرا نام نہ جاننا بہتر ہوگا۔"

"جی نہیں۔ آپ سے کچھ ایسے ذہنی رشتے وابستہ ہو گئے ہیں کہ میں آپ کے بارے میں جانے بغیر نہیں مانوں گی۔ چلیے ٹھیک ہے۔ ابھی رہنے دیں، میں آپ کو مسٹر نامعلوم کہہ کر ہی مخاطب کروں گی، جان اسنوڈن یا روڈ نہیں کہوں گی۔ ہاں! اگر آپ کو ہم پر اعتماد ہو جائے تو ہمیں کبھی اپنے بارے میں بتا دیجیے۔" چند لمحے خاموشی رہی پھر اس نے کہا۔ "تھوڑی دیر کے لیے میں بھی آپ سے اجازت چاہوں گی، ذرا یہاں سے روانگی کے لیے انتظامات کر لیے جائیں۔"

"جیسا تم پسند کرو۔" میں بھی آپ سے تم پر آ گیا تھا۔ وہ مسلسل بے تکلفی سے گفتگو کر رہی تھی تو میں تکلف کب تک برقرار رکھ سکتا تھا۔ سائیکا مجھے چھوڑ کر چلی گئی اور میں اس کا انتظار کرتا رہا لیکن یہ انتظار کچھ زیادہ ہی طویل ہو گیا تھا۔ وہ تقریباً پچیس منٹ

کے بعد واپس آئی تھی۔ واپس آ کر اس نے کہا۔ "ہم شام کی چائے کے بعد یہاں سے چلیں گے۔"

"یہاں سے شہری آبادی کا فاصلہ تو کافی ہوگا؟"

"ہاں۔ یقیناً ہے اور ہمیں لانچ سے بھی سفر کرنا ہوگا۔ ہرچند کہ یہ کوئی جزیرہ نہیں ہے لیکن میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم لانچ کے ذریعے ہی سفر کریں گے۔" میں نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ ظاہر ہے یہاں میں ان لوگوں کا مہمان تھا، یہی میرے بارے میں بہتر فیصلہ کر سکتے تھے۔

شام کی چائے خاصی پُرتکلف تھی۔ میرے ساتھ سائیکا کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ یہاں ملازموں کی تعداد پوری فوج کے برابر ہی معلوم ہوتی تھی۔ ہر جگہ نئی نئی شکلوں کے انسان نظر آ رہے تھے۔

تقریباً ساڑھے پانچ بجے سائیکا ایک لینڈ روور میں بیٹھ کر چل پڑی۔ لینڈ روور میں بیٹھتے ہوئے میں نے اس سے درخواست کی۔ "مس سائیکا اگر محسوس نہ کرو تو مجھے ایک ریوالور دے دو۔ صورت حال کسی بھی وقت ناخوشگوار ہو سکتی ہے۔ کم از کم میں نہتا تو نہ رہوں گا۔"

سائیکا نے میری طرف دیکھا اور لینڈ روور اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی لیکن چند ہی لمحے کے بعد اس نے سامنے ڈیش بورڈ میں لگا ہوا ایک بٹن دبایا اور پیچھے کی سیٹ کسی صندوق کے ڈھکنے کی طرح کھل گئی۔

"آپ کو زحمت کرنا ہوگی مسٹر نامعلوم۔" وہ بولی اور میں پلٹ گیا۔ سیٹ کھلنے کی آواز مجھے بھی سنائی دی تھی۔ سیٹ کے نیچے ایک پورا اسلحہ خانہ موجود تھا جس میں چھوٹے سائز کے ہینڈ گرنیڈ، ریوالور اور ایک اسٹین گن رکھی ہوئی تھی۔

"گڈ، گڈ۔ یہ لینڈ روور شاید مسٹر....؟"

"جی نہیں، یہ میری ذاتی ملکیت ہے اور میں اسی میں یہاں تک آئی تھی۔"

"خوب۔ آپ اسلحے کی شوقین معلوم ہوتی ہیں۔"

"ہاں۔ مجھے بارود کی بو بے حد پسند ہے۔" سائیکا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

لینڈ روور ایک پتلی سی پگڈنڈی پر مڑ گئی تھی جس کے دونوں جانب گھنی جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں۔ ان گھنی جھاڑیوں کے پیچھے کہیں سے بھی ہم پر حملہ ہو سکتا تھا۔ میں نے ایک ریوالور اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا۔ اس کے چیمبر وغیرہ چیک کیے تو وہ بھرا ہوا ہی تھا۔ البتہ کارتوس مزید وہاں موجود نہیں تھے۔ ہمارے سامنے خوبصورت راستے پھیلے ہوئے تھے۔ شام کے دھندلکے جھکے چلے آ رہے تھے۔ زیادہ سفر نہیں طے کرنا پڑا۔ بیس منٹ کے بعد ہم ساحل پر پہنچ گئے اور یہاں سے ایک سفید رنگ کی خوبصورت لانچ ہمیں لے کر چل پڑی۔ سائیکا نے لینڈ روور وہیں چھوڑ دی تھی۔

"تم نے اپنا اسلحہ خانہ اسی طرح بے یار و مددگار چھوڑ دیا سائیکا؟"

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ لینڈ روور یہاں سے واپس چلی جائے گی۔"

"خود بخود؟"

"نہیں۔ کچھ لوگوں نے ہمارا تعاقب کیا ہے۔ انھیں ہدایت کر دی گئی تھی کہ وہ لینڈ روور واپس لے جائیں۔"

"اوہو! میں نے تو محسوس نہیں کیا۔"

"اگر آپ محسوس کر لیتے مسٹر نامعلوم تو پھر میں تعاقب کرنے والوں کو نااہل قرار دے کر ان کی چھٹی کر دیتی۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"ٹھیک ہے۔ یہ لانچ غالباً مسٹر لارس کی ہی ملکیت ہے؟"

"جی نہیں۔ یہ بھی میری ذاتی ملکیت ہے۔" سائیکا نے سمندر پر نگاہیں دوڑاتے ہوئے کہا۔ میری نظریں بھی اطراف میں گھوم رہی تھیں۔ تاریکی ابھی اتنی زیادہ نہیں پھیلی تھی کہ روشنیاں کرنا پڑتیں۔ سورج آہستہ آہستہ ڈوبتا جا رہا تھا۔

"آپ کی اور مسٹر لارس کی ملکیت میں کیا فرق ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"کوئی فرق نہیں ہے لیکن میری سوچ میں فرق ہے۔ جس چیز کو میں اپنا کہتی ہوں، وہ میری ذاتی پسند کی چیز ہوتی ہے اور صرف میرے ہی استعمال میں رہتی ہے۔ اس پر کسی اور کی اجارہ داری نہیں ہوتی۔ دراصل میرے ڈیڈی تو بہت عرصے پہلے اس دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔ انکل چیک لارس نے شادی نہیں کی جیسا کہ انھوں نے آپ کو بتایا۔ میں ہی ان کی وارث ہوں، ان کی بیٹی ہوں۔ میں ان سے بے پناہ محبت کرتی ہوں لیکن جہاں تک میرے معاملات کا تعلق ہے، اس میں انکل لارس کوئی مداخلت نہیں کرتے۔ مجھے ہر طرح کی آزادی حاصل ہے اور یہ آزادی انکل لارس سے گفتگو کرنے کے بعد مجھے حاصل ہوئی ہے۔"

"اوہو! کس قسم کی گفتگو؟"

"وہ تمھارے لیے بے مقصد ہوگی۔" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ دفعتاً وہ چونک پڑی۔

ایک اسپیڈ بوٹ تیز رفتاری سے اس لانچ کی طرف آ رہی تھی۔ بوٹ ڈرائیو کرنے والے کی شکل نظر نہیں آ رہی تھی۔ سائیکا کسی قدر مضطرب نظر آنے لگی۔ پھر اس نے جھک کر لانچ کے سائیڈ میں لگا ہوا ایک ہک کھینچا اور وہاں بھی ایک ویسا ہی اسلحہ خانہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نمودار ہو گیا جیسا میں لینڈ رور میں دیکھ چکا تھا۔ سائیکا نے ایک اسٹین گن نکال لی اور ہائی اسپیڈ بوٹ کی جانب متوجہ ہو گئی جو تھوڑے فاصلے پر پہنچ کر ایک سمت گھوم گئی تھی۔ سائیکا نے اس میں بیٹھے ہوئے آدمی کی طرف دیکھا۔ بوٹ چلانے والے نے سائیکا کی طرف ہاتھ ہلایا تھا اور اس کے بعد وہ تیز رفتاری سے واپس مڑ گیا۔

"بچ گیا مگر حماقت اسی کی تھی۔"

"کیا مطلب؟"

"اس برق رفتاری سے آنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"کون تھا وہ؟"

"اپنا ہی آدمی تھا۔"

"سمندر میں بھی آپ کے آدمی موجود ہیں؟"

"ہاں۔"

"اور یہ ذاتی ہی ہوں گے؟"

"انکل جیک لارس سے میں نے یہ ذمے داری لے لی تھی کہ آپ کی حفاظت اب میں کروں گی چنانچہ میرے ہی آدمیوں کو مصروفِ عمل ہونا چاہیے تھا۔"

"آپ کے یہ آدمی آپ کے ذاتی ملازم ہیں؟"

"یہی سمجھ لو۔" اس نے جواب دیا اور پھر ہنس پڑی۔ "بہت زیادہ کرید کر رہے ہیں مسٹر نامعلوم آپ میرے بارے میں۔"

"حیران بھی ہو رہا ہوں۔ جس وقت تم کل روڈ کے ساتھ ملی تھیں تو ایک سادہ سی کالج گرل معلوم ہوتی تھیں لیکن اب تمھارے نئے نئے جوہر کھل رہے ہیں۔"

"ابھی کہاں۔ ابھی تو آپ مجھ میں بہت کچھ پائیں گے مسٹر نامعلوم۔" اس نے کہا اور آخر میں اس کا لہجہ تلخ سا ہو گیا۔ میں نے اس تلخی کو محسوس کیا تھا۔

چند لمحات تک میں خاموش رہا پھر میں نے کہا۔ "کوئی ایسی غلطی ہو گئی ہے مجھ سے مس سائیکا جس کی وجہ سے تم ناراض ہو؟"

"نہیں نہیں، دراصل تمھیں مسٹر نامعلوم کہتے ہوئے مجھے ایک عجیب سا احساس ہوتا ہے لیکن میں اپنے طور پر کسی کو مجبور کرنا بھی نہیں چاہتی۔ اگر تم اپنا نام راز میں رکھنا چاہتے ہو تو بھلا مجھے اس میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

"ہاں۔ مجھے ابھی ایک راز ہی رہنے دو۔" میں نے بھی سرد لہجے میں کہا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔

"تعجب کی بات ہے۔" وہ آہستہ سے بولی مگر میں نے اس کے تعجب پر وضاحت طلب نہیں کی تھی۔ اس نے چند لمحات خاموش رہنے کے بعد پھر کہا۔ "میرا مطلب ہے کہ ان لوگوں نے بڑی شرافت سے ہمارے راستے کھلے چھوڑ دیے۔"

"کن لوگوں نے؟"

"وہی جو انکل لارس کے دشمن ہیں اور اب تمھارے بھی۔"

"ہاں۔ مجھے خود بھی حیرت ہے۔ ممکن ہے انھیں اس بات کی اُمید نہ ہو کہ ہم اس وقت یہاں سے نکلیں گے۔"

"اس کے باوجود کیا تم اس بات پر یقین کر سکتے ہو ڈیئر نامعلوم کہ جن راستوں پر ہم نے سفر کیا ہے، اگر ہمارا لاکھ سو آدمی بھی بھیج دیتے تو ان کی لاشیں بھی نہ ملتیں۔"

"گڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ تم نے کافی انتظامات کر رکھے تھے۔"

"ضروری تھا۔ ظاہر ہے میں اپنی ذمے داریاں نبھانا جانتی ہوں۔ نہ صرف وہاں بلکہ سمندر میں بھی اگر وہ لوگ کوشش کرتے تو یہ لانچ ان کے لیے انتہائی تباہ کن ثابت ہو سکتی تھی۔ ذرا اِدھر دیکھو۔" اس نے کہا۔ اور ایک اور سُرخ بٹن دبا دیا اور میں نے لانچ کے پچھلے حصے سے ایک اینٹی ایئرکرافٹ گن بلند ہوتے دیکھی۔ اس کا رُخ اوپر کی سمت اُٹھ گیا تھا۔ "جدید ترین اینٹی ایئرکرافٹ گن ہے ہیلی کاپٹر یا چھوٹے سے طیارے کو بہ آسانی مار سکتی ہے۔ اس لانچ پر میں نے تمام انتظامات کیے تھے۔ اگر وہ لوگ چُھپ کر بھی آجاتے تو یقین کرو میں تمھیں بچا کے جاتی۔"

میں نے دلچسپ نگاہوں سے سائیکا کو دیکھا۔ بڑی شاندار لڑکی تھی۔ شکل و صورت تو تھی ہی دیکھنے کے قابل لیکن اس کے اندر ایک بہادری کا جوہر بھی پوشیدہ تھا اور میں بہادری کی قدر کرتا تھا۔

ہم ساحل پر پہنچے تو سائیکا نے ایک گہری سانس لی اور کہنے لگی۔ "اب ہم جس راستے پر سفر کرنے والے ہیں یہاں میں نے اس طرح کے انتظامات نہیں کیے جیسے پچھلے راستے میں ضروری سمجھے تھے۔ میرے خیال میں ہمارے سفر کا وہی حصہ مخدوش تھا لیکن شریف لوگوں نے اس دوران ہمارا راستہ نہیں روکا۔ یہاں میں نے کوئی انتظام نہیں کیا ہے، اس لیے اب تمھیں بھی محتاط رہنا ہے اور میں بھی ہوشیار رہوں گی، چلو۔"

اس نے لانچ چھوڑ دی اور اطمینان سے میرے ساتھ آگے بڑھنے لگی۔ بندرگاہ پر روشنی ہو چلی تھی۔ ہم لوگ ٹہلنے کے سے انداز میں لوہے کے اس جنگلے کی طرف جا رہے تھے جس سے تھوڑے فاصلے پر باہر نکلنے کا راستہ تھا۔

سائیکا اور میں اس وقت ایک بلیک کیبن کے پاس سے گزر رہے تھے جس کی ڈرائیونگ سیٹ خالی تھی کہ دفعتاً کیبن کے عقبی حصے سے گٹھے ہوئے بدن کا ایک شخص برآمد ہوا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی ریوالور نکالنے کی کوشش کی لیکن میں پوری طرح ہوشیار تھا چنانچہ دوسرے لمحے اس پر ٹوٹ پڑا اور اسے رگیدتا ہوا فرش پر آ گرا۔

وہ شخص ریوالور نکال چکا تھا۔ اس نے ریوالور کے دستے سے میرے چہرے پر ضرب لگانے کی کوشش کی لیکن میں نے ایک طرف ہٹ کر اس کا یہ وار خالی دیا اور دوسرے ہی لمحے بائیں ہاتھ سے اس کی دائیں کلائی پکڑ کر زوردار گھونسا رسید کر دیا۔ اس کے منہ سے سسکاری سی نکلی۔ سائیکا ہکا بکا سی ہو گئی تھی۔ میں نے حملہ آور کا ریوالور والا ہاتھ زور سے زمین پر دے مارا تاکہ ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ جائے۔ دفعتاً اس نے بھی میری پیشانی پر ایک زوردار ٹکر رسید کیا۔ ابھی میں چوٹ سے سنبھلنے بھی نہیں پایا تھا کہ ایک بھرپور لات میرے سینے پر لگی اور وہ شخص اُٹھنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے پھرتی سے قریب پڑا ہوا ریوالور بھی اُٹھا لیا تھا لیکن میں نے اس وقت بھی ہوشیاری سے کام لیا اور نیچے گر کر تیزی سے ہاتھ بڑھا دیے۔ اس کے ٹخنے میرے ہاتھ میں آ گئے تھے چنانچہ میں نے اسے گھسیٹ لیا اور وہ اوندھے منہ زمین پر گرا لیکن اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول سے فائر ہو گیا تھا۔ میں نے پوری قوت سے ایک گھونسا اس کے جبڑے پر مارا اور اس کا چہرہ گھوم گیا لیکن دوسری گولی میرے رخسار کو چھوتی ہوئی نکل گئی تھی۔ میرا غصہ شدید ہو گیا۔ میں نے ایک بار پھر آگے بڑھ کر اس کے ریوالور والے ہاتھ پر گرفت قائم کی اور دوسرے ہاتھ سے اس کی کمر کی بیلٹ پکڑ کر اسے سر سے بلند کیا اور ایک سمت پھینک دیا۔ اس وقت میرے ذہن میں وہ لوہے کا جنگلا نہیں تھا جس کے اوپر کے حصے نوکدار بھالوں کی مانند تھے۔ بس غصے کے عالم میں میں نے یہ حرکت کی تھی لیکن جس قوت سے میں نے اسے پھینکا تھا وہ شاید سائیکا کے لیے بھی حیران کن تھی اور میرے لیے بھی۔ لوہے کی نوکدار انیاں اس کے پورے بدن میں پیوست ہو کر آر پار نکل گئی تھیں۔ اسے مرنے میں ذرا بھی دیر نہ لگی۔ سائیکا حیرت زدہ انداز میں مجھے دیکھ رہی تھی۔ دفعتاً اس نے ایک جھرجھری سی لی اور میرے قریب آ گئی۔

"اس کمبخت کے ساتھ جو کچھ ہوا بہتر ہوا۔ آؤ، تیزی سے آگے آؤ۔" ہم دونوں وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ سائیکا کہنے لگی۔ "مجھے اس کی اُمید نہیں تھی۔ ایک بار پھر میں تم سے شرمندہ ہو گئی ہوں۔ میں اپنے آپ کو کبھی اس کے لیے معاف نہیں کر سکوں گی۔ میں نے اپنی پوری توجہ اُن راستوں پر رکھی تھی جو غیر آباد اور سنسان تھے۔ سمندر پر بھی میں نے اپنی حفاظت کا مکمل بندوبست کر لیا تھا لیکن یہ کمبخت لوگ یہاں گھات لگائے بیٹھے ہوں گے، اس کی مجھے اُمید نہیں تھی۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے میرے رخسار کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "شاید گولی تمھارے رخسار کو رگڑتی ہوئی نکل گئی ہے۔ خون بہہ رہا ہے، پلیز۔" وہ رُکی اور اس نے اپنے لباس سے ایک رومال نکال کر میرے گال کے زخم پر رکھ دیا۔ میں نے شکریے کے ساتھ اس کا ہاتھ ہٹایا اور اپنا ہاتھ رومال پر رکھ لیا۔

ہم دونوں وہاں سے باہر نکل آئے۔ پیچھے جو کچھ ہوا تھا لوگ ابھی اس سے واقف نہیں تھے ورنہ ہنگامہ ہو جاتا۔

"مجھے ایک فون کرنے کی اجازت دو۔" اور پھر وہ تھوڑے فاصلے پر واقع ایک فون بوتھ میں داخل ہو گئی۔

جو کچھ ہوا تھا میری توقع سے بہت کم تھا۔ شاید ان لوگوں نے کوئی بہتر منصوبہ بندی نہیں کی تھی یا پھر سائیکا نے ابتدائی راستے میں جو بندوبست کیا تھا اس کی وجہ سے وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے۔

چند لمحات کے بعد سائیکا باہر نکل آئی اور پھر ٹہلنے کے سے انداز میں آگے بڑھتے ہوئے بولی۔ "شاید تمھارے رخسار سے خون بہنا بند ہو گیا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ زخم گولی کا ہے لیکن بہت معمولی سا زخم ہے۔"

"ہاں۔"

"اور میں اس زخم کو اپنے دل پر محسوس کر رہی ہوں۔ سمجھے؟" اس نے کہا اور جذباتی انداز میں رُخ تبدیل کر لیا۔ میں مسکراتا ہوا اس کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ہم کافی دور نکل آئے۔ یہاں خاصی رونق تھی اور لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ سائیکا مجھے لیے ہوئے ایک عمارت کی طرف چل پڑی، جو ایک چھوٹے سے ریستوران کی تھی۔ اس پر ایک خوبصورت نیون سائن نظر آ رہا تھا۔

ریستوران کے ہال میں داخل ہونے کے بجائے وہ منیجر کے کیبن کی جانب چل پڑی اور چند لمحات کے بعد اندر پہنچ گئی۔ موٹے قد کا پستہ قامت آدمی ایک میز کے پیچھے بیٹھا کاغذات میں غرق تھا۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر اس نے گردن اُٹھا کر اس طرف دیکھا اور پھر سائیکا کو دیکھ کر چونک پڑا۔ دوسرے لمحے وہ کرسی کھسکا کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"اوہ مس... مس سائیکا!" اس نے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بیٹھے رہیں منیجر پلیز۔ ہم کچھ دیر آپ کے ساتھ گزاریں گے۔"

"بسر و چشم بسر و چشم۔ مسٹر...؟" اس نے میری طرف دیکھا۔

"مسٹر نیلسن" سائیکا نے جواب دیا۔

منیجر نے اپنا گول مول پھولا ہوا ہاتھ مصافحے کے لیے بڑھا دیا۔ میں نے طوعاً و کرہاً اس سے مصافحہ کیا۔ اسی دوران منیجر کی نگاہ میرے رخسار پر پڑ گئی اور اس نے چونک کر پوچھا۔ "خون! اوہ! آپ کا رخسار زخمی ہے کیا؟"

"ہاں۔ لوہے کی ایک سلاخ لگ گئی تھی" سائیکا نے جواب دیا۔

"اوہ!" منیجر بوکھلا گیا پھر بولا۔ "میں ڈاکٹر کو بلواؤں؟"

"نہیں نہیں منیجر۔ آپ تکلف نہ کریں۔ بس چند لمحے یہاں گزارنے کے بعد میں چلی جاؤں گی۔"

"کوئی حرج نہیں، کوئی حرج نہیں۔ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو... ہاں آپ کچھ لیں گی تو ضرور؟"

"قطعی نہیں، بالکل نہیں" سائیکا نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے کہا اور منیجر مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملنے لگا۔ اس کی نگاہ کھلی ہوئی فائل پر پڑی اور اس نے جلدی سے فائل بند کر دی۔

"آپ آئیں گی بھی تو اس طرح! مجھے اس کی توقع نہیں تھی۔"

"آپ اپنے کام میں مصروف رہیں منیجر! مجھے کسی کا انتظار ہے۔ انتظار کروں گی اور اس کے بعد یہاں سے چلی جاؤں گی۔"

"آپ بالکل محسوس نہ کریں، مجھے کوئی اہم کام نہیں تھا۔ میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ کس طرح آپ کی خاطر مدارات کروں... اور یہ صاحب یعنی مسٹر نیلسن؟" اس نے کہا اور میری طرف دیکھنے لگا پھر وہ اپنی جگہ سے ہٹا اور آگے بڑھ آیا۔ "براہ کرم مجھے اپنا زخم دکھائیے تو ذرا۔ سلاخ کس طرح لگ گئی آخر، کیا ہوا تھا؟" اس نے سوال کیا۔

"منیجر صاحب! تشویش کی ضرورت نہیں۔ اگر مجھے تشویش ہوتی تو آپ کو ضرور زحمت دیتی۔ بہت ہی معمولی سی چوٹ آئی ہے۔ آپ خود دیکھ لیجیے" اس نے کہا اور منیجر زخم دیکھنے کے بعد گردن ہلاتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔

"ہاں سلاخ کھال چھیلتی ہوئی گزر گئی ہے۔ ویسے کوئی تشویش کی بات نہیں معلوم ہوتی" وہ ایک بار پھر اپنی کرسی پر جا بیٹھا لیکن اپنے بھاری بھرکم تن و توش کے باوجود وہ انتہائی پھرتی کا مظاہرہ کر رہا تھا یا تو سائیکا کی وجہ سے یا پھر ممکن ہے وہ پھرتیلا آدمی ہو۔

تقریباً بیس منٹ ہمیں یہاں انتظار کرنا پڑا۔ منیجر اس دوران دس بار کچھ منگوانے کے بارے میں پوچھ چکا تھا۔ بیس منٹ کے بعد منیجر کے کمرے میں ایک شخص داخل ہوا۔ اس کا بدن کسی بھینسے کی طرح مضبوط تھا۔ چہرہ سرخ تھا اور چھوٹی چھوٹی سرخی مائل آنکھوں میں غضب کی تیزی تھی۔ اس نے تیز نگاہوں سے کمرے کا جائزہ لیا اور پھر آگے بڑھ کر سائیکا کے قریب پہنچ گیا۔

سائیکا اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے کچھ کہے بغیر دروازے کی جانب قدم بڑھا دیے۔ منیجر مضطربانہ انداز میں اوپر اٹھا تھا۔ میں نے اخلاقاً اس سے ہاتھ ملایا اور سائیکا کے ساتھ باہر نکل آیا۔ ہوٹل کی عمارت کے باہر ایک لنکن کار کھڑی ہوئی تھی۔

سرخ چہرے والے نے کار کا پچھلا دروازہ احترام کے ساتھ کھولا اور سائیکا نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ہم دونوں اندر بیٹھے تو لنکن اسٹارٹ ہو کر چل پڑی اور کافی دیر تک سڑکوں پر چلتے رہنے کے بعد وہ ایک خوبصورت عمارت میں داخل ہو گئی۔ یہی عمارت پیرا نمبر دن کے نام سے مشہور تھی۔ سائیکا مجھے ساتھ لیے ہوئے عمارت کے اندرونی حصے میں پہنچ گئی اور پھر ایک کمرے میں پہنچنے کے بعد اس نے ایک گھنٹی بجائی اور ایک شخص اندر داخل ہو گیا۔

"ان کے چہرے پر زخم ہے" اس نے کہا اور وہ تیزی سے آگے بڑھ آیا۔ اس نے میرے گال پر لگے ہوئے زخم کو دیکھا اور پھرتی سے گردن جھکا کر باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ فرسٹ ایڈ باکس لے آیا۔ اس دوران سائیکا کچھ نہیں بولی تھی۔ میں نے اس کے انداز میں غیر معمولی خاموشی محسوس کی تھی۔ جب اس شخص نے میرے گال پر ٹیپ لگا دیا اور چلا گیا تو میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "کیا بات ہے سائیکا! کچھ خاموش سی ہو گئی ہو؟"

"شرمندہ ہوں تم سے، اتنی شرمندہ ہوں کہ بیان نہیں کر سکتی۔"

"ارے ارے! آخر اس کی وجہ؟" میں نے سوال کیا۔

"کچھ نہیں، بس یہ زخم تمہیں نہیں لگنا چاہیے تھا۔"

"اور زخم لگانے والے کی کیفیت کا اندازہ نہیں کیا تم نے" میں نے کہا۔

"کاش اس کے لیے موت سے بھی بدتر کوئی سزا ہوتی لیکن یہاں بھی مجھے ہی شکست ہوئی ہے۔ یہ سزا بھی اُسے تمہارے ہی ہاتھوں ملی اور میں تمہارے لیے کچھ بھی نہ کر سکی۔"

"بڑی جذباتی لڑکی ہو۔ معاف کرنا تم نے خود ہی بے تکلفی کا ماحول پیدا کیا ہے۔ اس لیے میں تم سے گفتگو کرتے ہوئے کوئی تکلف نہیں برتتا۔"

"شکریہ مسٹر نیلسن" اس نے کسی قدر طنزیہ انداز میں کہا اور میں ہنسنے لگا۔ غالباً وہ میرا نام نہ جاننے کی وجہ سے خاموش ہو گئی تھی۔ میں نے بھی تہیہ کر لیا تھا کہ ابھی اسے اپنے بارے میں کچھ نہیں

گھر بیٹھے انگلش سکھانے والی بہترین کتابیں

HOW TO WRITE A LETTER

خطوط نویسی کے لیے، قیمت ۶ روپے

HOW TO WRITE AN ESSAY

مضمون نگاری کے لیے، قیمت چھ روپے

PVL

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY

www.pdfbooksfree.pk

خط و کتابت کا پتا

مکتبہ نفسیات : پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی ۱

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بتاؤں گا۔

سائیکا تھوڑی دیر تک میرے پاس رہی اور اس کے بعد مجھے آرام کرنے کی ہدایت کر کے وہاں سے چلی گئی۔ پھر رات کے کھانے پر ہی اُس سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس وقت وہ ایک خوبصورت سے سوٹ میں ملبوس تھی اور بے حد خوش نظر آ رہی تھی۔ کھانا اطمینان اور خاموشی سے کھایا گیا اور اُس کے بعد وہ بولی "آؤ، میں تمھیں اس عمارت کی سیر کراؤں۔"

میں اُس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ ہم کئی راہداریوں سے گزرتے ہوئے لان کے بغلی حصے میں پہنچ گئے۔ یہاں میں نے تیز روشنی میں ایک ایسی عجیب چیز دیکھی جسے دیکھ کر میں شدتِ حیرت سے اچھل پڑا۔

یہ چھ انسانی جسم تھے جو گھاس پر سیدھے پڑے ہوئے تھے۔ ان پر کپڑے ڈھانک دیے گئے تھے۔ بادی النظر میں ان کی سانسیں بھی مفقود معلوم ہوتی تھیں۔

سائیکا آگے بڑھ کر ان کے قریب پہنچ گئی۔ اس نے پاؤں کی مدد سے ان کے چہروں پر سے کپڑے اُلٹ دیے۔ میں نے دیکھا کہ وہ سب مردہ تھے۔ میں تحیرانہ انداز میں سائیکا کی طرف مڑا تو وہ خونخوار لہجے میں بولی "ان لوگوں میں سے چھ..... جو اس راستے میں تمھارے لیے موت کے پیامبر بن کر آئے تھے۔"

"خوب!" میں نے دلچسپی سے کہا "لیکن ...؟"

"کم ہیں، بہت کم ہیں۔ تمھارے گال سے خون کے چھینٹے قطرے بہے ہیں، ان میں سے ہر قطرے کے عوض ایک آدمی قتل کیا جائے گا۔ یہ میرا فیصلہ ہے۔" اُس کا لہجہ اتنا خونخوار تھا کہ میں کانپ کر رہ گیا۔ میں نے اس کی طرف دیکھا، یہ لڑکی اس وقت وہ نظر نہیں آ رہی تھی جسے میں دیکھتا رہا تھا۔ اس کا چہرہ آگ کی مانند دہک رہا تھا۔

"اتنی جذباتی کیوں ہو گئیں سائیکا! اس کی کیا ضرورت تھی، یہ ... یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔"

"میں نے کیا اچھا کیا اور کیا بُرا کیا، یہ صرف میں جانتی ہوں۔ میری توہین ہوئی ہے اور اتنی توہین کہ میں تمھارے سامنے نگاہ اُٹھانے کے قابل نہیں ہوں۔ میری موجودگی میں یہ سب کچھ ہوا! میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میں اس طرح بے بس ہو جاؤں گی۔"

"سائیکا پلیز۔ تم نے اتنی سی بات کے لیے چھ آدمی قتل کروا دیے۔"

"چھ سو بھی قتل ہو جائیں گے تو مجھے فکر نہیں ہوگی۔ آخر ان لوگوں نے مجھے سمجھا کیا ہے۔"

"لیکن ... لیکن ..." میں نے پریشان لہجے میں کہا۔

"بس بس کچھ نہیں۔ میں تمھیں یہ دکھانے آئی تھی۔ ابھی میرا غصہ سرد نہیں ہوا ہے۔"

اس لڑکی کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے میرے ذہن میں سے عجیب عجیب خیالات آ رہے تھے۔ یہ کیا دیوانگی تھی، یہ کیا پاگل پن تھا؟ یہ پاگل پن مسٹر جیک لارس کی فطرت سے تو میل نہیں کھاتا تھا۔ وہ لڑائی بھڑائی کے آدمی نہیں معلوم ہوتے تھے لیکن اُن کی بھتیجی، یہ لڑکی... میں مسلسل اس کے بارے میں سوچتا رہا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں سائیکا کے ساتھ اندر آ گیا۔ ایک نشست گاہ میں پہنچ کر وہ ایک صوفے میں دھنس گئی۔ میں بھی اس کے سامنے ہی بیٹھ گیا تھا۔ وہ چند لمحے خاموش رہی پھر اُس نے کہا "تم بھی سوچ رہے ہو گے کہ کس عذاب میں گرفتار ہو گئے — ایک نیکی کی تھی جس کے صلے میں مصیبتیں ہی مصیبتیں اُٹھانا پڑ رہی ہیں تمھیں۔"

"خیر مصیبت تو کوئی بھی نہیں ہے میرے لیے لیکن مجھے تمھارا یہ اقدام پسند نہیں آیا۔ ان چھ انسانوں کی زندگیاں اتنی بے وقعت نہیں تھیں کہ تم میرے اس چھوٹے سے زخم کے لیے انھیں قتل کر دیتیں۔ ہاں ایک بات اور بھی سن لو" میں نے سرد لہجے میں کہا اور وہ بھویں سکیڑ کر مجھے دیکھنے لگی۔

"کیا؟" اُس نے سوال کیا۔

"میں اپنے معاملات خود ہی نمٹا لیا کرتا ہوں۔ سمندر کے کنارے جو کچھ ہوا مجھے اس کا افسوس ہے۔ اگر اس شخص کی طرف سے گولی چلانے کا خطرہ نہ ہوتا تو شاید میں اس بے دردی سے اُسے نہ پھینکتا لیکن اس کے بعد تم نے جو کچھ کیا ہے وہ مجھے قطعی ناپسند ہے۔ میں انسانی زندگی کو اتنا حقیر نہیں سمجھتا۔ اس کا اندازہ تم نے اس سے بھی لگا لیا ہوگا کہ میں نے مسٹر لارس کو بچانے کے لیے جان کی بازی لگا دی تھی۔"

اُس کے ہونٹوں پر ایک خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی پھر وہ بولی "تمھاری اسی ادا نے تو مار ڈالا ہے مجھے۔ اپنی زندگی دے سکتے ہو اور دوسروں کی زندگی لینے میں اتنا تردد! جب کہ تم بزدل انسان نہیں ہو اور میں تمھاری تھوڑی سی کارکردگی دیکھ بھی چکی ہوں۔ اچھا چھوڑو ان باتوں کو، چلو اگر تم کہتے ہو تو آئندہ ان لوگوں کو میرے ہاتھوں سے اس وقت تک کوئی نقصان نہیں پہنچے گا جب تک کہ وہ تمھارے خلاف کوئی کارروائی کرنے کی کوشش نہیں کریں گے لیکن ظالم انسان! اب تو یہ بتا دو کہ تم کون ہو؟ اپنا کچھ تو تعارف کراؤ مجھ سے؟"

"بس ایک آوارہ گرد ہوں سائیکا۔ دنیا کے کسی مقام کو اپنے

لیے منتخب نہیں کر سکا۔ زندگی کے انوکھے نظارے دیکھتا ہوا گزر رہا ہوں، وقت کی مانند۔ کوئی مقصد نہیں ہے جینے کا۔ یوں کچھ لو، زندگی کے بوجھ کو شانوں پر رکھے رکھے دنیا گردی کر رہا ہوں۔"

"خوب... خوب۔ میں اس نظم کو لکھ لوں؟" اس نے پُرمزاح انداز میں کہا۔

"حقیقتیں ہی نظم ہوتی ہیں، تم اگر ان کا مذاق اُڑانا چاہو تو ظاہر ہے میں تمھیں روک نہیں سکتا۔"

"تم نے کہا تھا کہ تمھارا یہ چہرہ اصلی نہیں ہے۔"

"ہاں، صحیح کہا تھا۔"

"تو پھر مجھے اپنا اصل چہرہ دکھاؤ۔ میں بھی بہت گھٹیا انسان ہوں، تمھارا نام تک معلوم کرنے میں ناکام رہی لیکن اس کے باوجود تمھارے پیچھے پڑی ہوئی ہوں۔ بولو اپنا اصل چہرہ دکھاؤ گے یا نہیں؟"

"ہاں میں خود بھی اس چہرے سے پیچھا چھڑا لینا چاہتا ہوں۔"

"ہاں، یہ بہت ضروری ہے تمھارے لیے۔ کیونکہ بے چاری للی اگر تمھیں دیکھے گی تو ایک بار پھر اپنے شوہر کے پیچھے بھاگنے لگے گی۔" یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگی۔ پھر اُٹھتے ہوئے بولی "امونیا منگواؤں یا کسی اور چیز کی ضرورت پیش آئے گی؟"

"میرا خیال ہے امونیا ہی کافی ہوگا۔"

"میں ابھی منگواتی ہوں۔" وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد جب وہ آئی تو اس کے ہاتھ میں سائفن نما امونیا کی بوتل تھی۔ اس نے خود ہی میرے چہرے پر سائفن سے پھواریں ماریں اور میرے چہرے کے تناؤ میں کمی ہونے لگی۔ اس نے اچھی طرح میرا چہرہ امونیا میں بھگونے کے بعد بوتل ایک سمت رکھ دی اور متجسس نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پلاسٹک کے ٹکڑے میرے چہرے سے اُکھڑ رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد میرا میک اپ صاف ہو چکا تھا اور اصل چہرہ نمایاں ہو گیا تھا۔

وہ مضطربانہ انداز میں مجھ پر جھک آئی تھی۔ پھر اُس نے عجیب سے لہجے میں کہا "یہ تمھارا اصل چہرہ ہے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن ... لیکن تم یورپین باشندے تو نہیں معلوم ہوتے جب کہ انگریزی تم بالکل یورپینوں کے سے انداز میں بولتے ہو بلکہ تمھارے لہجے میں امریکن اسٹائل زیادہ ہے۔"

"ہاں، میں ایشیا کا رہنے والا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"گڈ لارڈ! خدا کی پناہ! واقعی تم ایشائی ہی ہو؟" اُس نے عجیب سے انداز میں ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"کیوں، ایشائی باشندوں کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟"

"دوسروں کی بات چھوڑو، صرف اپنی بات کرو۔ اگر ایشیا سے تعلق ہے تو یہ بتاؤ کون سے ملک کے باشندے ہو؟ ہندوستانی؟"

"نہیں، پاکستانی۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ، مسلمان؟" اس نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں۔" میں نے جواب میں کہا۔

"پھر یہ بتاؤ عربوں کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟" اس نے کہا اور میں چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"مقصد کیا ہے تمھارا؟" میں نے کسی قدر ترش لہجے میں پوچھا۔

"فلسطین خاص طور سے میرا موضوع ہے۔ فلسطینیوں کے موقف اور ان کی جدوجہد کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟"

"ایک بار جب تم مجھے ایک اسرائیلی ریسٹورنٹ میں لے گئی تھیں تو ان کے بارے میں تم نے میری رائے سن لی تھی۔" میں نے کہا اور وہ بڑے دل آویز انداز میں مسکرانے لگی۔

"ہاں، اس وقت بھی میرے ذہن میں تمھارے وہ الفاظ موجود ہیں اور شاید تمھیں یاد ہو کہ تمھاری رائے پر میں نے چونک کر تمھیں دیکھا تھا؟"

"ہاں اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ تم بھی دوسرے مغربی باشندوں کی طرح فلسطینیوں سے اختلاف رکھتی ہوگی۔ ورنہ کسی اسرائیلی ریسٹورنٹ سے تمھاری دلچسپی کی وجہ کیا ہو سکتی ہے۔"

"موقف کچھ بھی ہو انسان کا، اُس کے لیے کچھ دلائل بھی ہوتے ہیں اس کے پاس۔" سائیکا نے کہا۔

"خیر، میں تم سے اس موضوع پر بحث نہیں کرنا چاہتا۔ کوئی فائدہ نہیں ہوگا سوائے تلخیوں کے۔"

"میں تمھاری یہ بھی دیکھنا چاہتی ہوں۔" ایک شریر مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پھیل گئی تھی۔

"میں کوئی سرکس کا مسخرہ نہیں ہوں جو تم میری کیفیت پر ہنسنے کی خواہش مند ہو۔" میں نے تند لہجے میں کہا۔

"نام بھی بتا دو نا۔ اب تو قومیت بھی معلوم ہو گئی ہے۔" اس نے میری بات کا بُرا مانے بغیر شرارت آمیز لہجے میں کہا۔

"علی۔ تم مجھے علی کے نام سے پکار سکتی ہو۔"

"دیکھا کتنی چالاک ہوں میں۔" اس نے کہا اور قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔ پھر اپنی جگہ سے اُٹھی اور میرے قریب پہنچ گئی، میرے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی "علی۔ پاکستانی۔"

"ہاں فخر کے ساتھ پاکستانی۔" میں نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

"علی! ایک بات میں بھی تم سے کہنا چاہتی ہوں لیکن پہلے یہ درخواست ضرور کروں گی کہ جو کچھ میں کہوں اُس پر یقین کر لینا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میرے اس وقت کے الفاظ میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔ میں تہِ دل سے فلسطینیوں کے مقاصد کی ہمنوا ہوں۔ میں اس بات کو تسلیم کرتی ہوں کہ اسرائیل کا قیام انتہائی ناجائز اقدام تھا جس کے لیے دنیا کی تین حکومتوں نے انتہائی شرمناک کارروائی کی اور اسرائیل کو وجود میں لانے کا باعث بنیں۔ کسی کا گھر چھین کر دوسروں کو دے دینا اچھی بات نہیں تھی اور یہ بُری بات میرے ہم قوموں نے کی ہے۔ میں اس کے لیے سخت شرمندہ ہوں۔ علی! یقین کرو اس بات پر کہ اپنے طور پر میں فلسطینیوں کے لیے بہت کچھ کرتی رہتی ہوں اور اب میں تمھیں یہ بتانے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتی کہ وہ اسرائیلی ریستوران ایک خاص مقصد کے تحت میرا ٹھکانا بنا ہے۔ میں اکثر وہاں جاتی ہوں اور کچھ کام کر رہی ہوں میں۔ یہ تمام باتیں تمھیں خوش کرنے کے لیے نہیں ہیں علی! اس لیے نہیں ہیں کہ تم میرے چچا کے محسن ہو یا میری پسندیدہ شخصیت ہو۔ یہ صرف وہ حقیقتیں ہیں جو میرے دل میں جاگزیں ہیں اور میں اپنی ذات کو سچائیوں کے لیے وقف کر چکی ہوں۔ میں نے ایک فورس بھی بنائی ہے میرے ساتھ میرے ہمنوا نوجوان ہیں اور وہ میرے پروگراموں پر عمل کرتے ہیں۔ یہ تمام معاملات انکل جیک لارس کے علم میں نہیں ہیں۔ انکل نہیں جانتے کہ درپردہ میرے مشاغل کیا ہیں۔ وہ بس مجھے ایک کھلنڈری سی لڑکی سمجھتے ہیں جس کی زندگی کا مقصد تفریح ہے صرف تفریح لیکن ایسا نہیں ہے علی۔ میں نے جن لوگوں کو اپنا ہمنوا بنایا ہے وہ بہترین اور مکمل طور پر تربیت یافتہ ہیں۔ اُن کی تعداد ساٹھ کے قریب ہے اور ہم لوگ بہت سے معاملات میں مقامی طور پر کئی کارنامے انجام دے چکے ہیں۔ ان کی تفصیلات میں تمھیں اخبارات کی کٹنگ کے ذریعے تمھیں دکھاؤں گی۔ میں نے یہ سب کچھ تمھیں اس لیے بتا دیا کہ تم بھی ہمنوا نکلے ہو۔ تمھیں میں نے اسی وقت نگاہ میں رکھ لیا تھا جب اسرائیلی ریسٹورنٹ میں کھانا کھاتے ہوئے تم نے فلسطینیوں کی غذا پر ان کے قبضے کے بارے میں گفتگو کی تھی۔ میں نے دل میں سوچا تھا علی کہ اب خصوصاً تمھی روڈ سے ملاقات کرنا پڑے گی کیونکہ ہمیں مسلسل ایسے لوگوں کی تلاش رہتی ہے جو ہمارے مقصد کے حامی ہوں۔ ہم اپنے اس گروہ کو عظیم تر بنا لینا چاہتے ہیں۔"

میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس حسین لڑکی کو دیکھ رہا تھا اور ایک لمحے کے لیے میرے دل میں یہ خیال گزرا تھا کہ پہلی ملاقات میں مجھے جو دلکشی اس میں محسوس ہوئی تھی، وہ کسی اندرونی جذبے کے تحت ہی تھی یعنی وہ جذبہ جو مقاصد کو یکجا کرتا ہے اور جس کی بنیاد پر دلوں میں محبتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

خیالات میرے ذہن میں رقصاں تھے لیکن اب اتنا جذباتی بھی نہیں تھا کہ بے اختیار ہو جاتا۔ بس خاموش نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ بولی: "مسٹر علی! اتفاقات ہی کہانیاں بنتے ہیں، میں اس خیال کی قائل ہوں۔ تگی روڈ سے میری گہری دوستی نہیں ہے بس شناسائی سمجھ لو۔ اس کے ساتھ تم سے ملاقات ہوئی اور تمھارے الفاظ ایک تاثر چھوڑ گئے۔ اس سے میں دوبارہ صرف تمھارے لیے ملی کیونکہ میں ان الفاظ کی حقیقت جاننا چاہتی تھی۔ اب دیکھو اتفاق سے تم مل گئے اور محبت کے ایک تاثر کے ساتھ ملے۔ کیا ہم اس اتفاق کو مستقبل کی ایک کہانی نہیں سمجھ سکتے؟"

"کچھ وضاحت ہو سکے گی ان معروضات کی؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بلیک رونم کے قاتلوں نے تمھاری خدمات حاصل کیں۔ تمھیں اسمگل کر کے ایلنڈ لایا گیا۔ ہرچند کہ وہ صرف ایک غلط فہمی تھی لیکن انھوں نے ایک جیالے کو ہی حاصل کیا تھا جو کسی کی زندگی بچانے کے لیے اپنی زندگی داؤ پر لگا سکتا ہے۔ اور پھر وہ شخص ایک ایسے خطرناک آدمی کو بہ آسانی ختم کر سکتا ہے جو اچانک ہی پستول کے ساتھ اس پر حملہ آور ہوا ہو۔ گویا جنگ و جدل کا تمھیں خوب تجربہ ہے۔ مسلم ہو اور ایک پُروقار ملک کے باشندے ہو جو خاص طور سے فلسطین سے ہمدردی رکھتا ہے۔ دل میں جذبات ہوں اور بدن میں لہو گرم ہو تو کیا کسی مقصد کے حصول کے لیے کچھ اور بھی درکار ہوتا ہے؟ کیا تم مستقبل کی کہانی نہیں ہو؟ کیا تم ان میں سے نہیں ہو سکتے جو فلسطین کو آزادی دلانے والے ہوں گے؟"

میرے دل میں جذبات کا طوفان موجزن تھا لیکن میں نے اس کے آگے بند باندھ رکھے تھے۔ میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا: "مجھے میری صاف گوئی کے لیے معاف کر سکتی ہو سائیکا؟"

"میں نہیں سمجھی؟" اس نے تعجب سے کہا۔

"مغرب کے سرپھرے اپنی زندگی کی یکسانیت سے اُکتا کر مختلف کھیل کھیلتے رہتے ہیں۔ کہیں وہ دنیا کے رسم و رواج کو ٹھکرا کر پیتھرڈے لٹکائے آوارہ گردی کرنے نکل کھڑے ہوتے ہیں، نشہ آور ادویات کے سہارے ذہنی و قلبی سکون کی تلاش میں نکل پڑتے ہیں تو کہیں دہشت گردی کر کے اپنی حیوانی جبلت کو سکون بخشتے ہیں۔ تم بھی ویسے ہی ایک ملک کی باشندہ ہو۔ تمھاری یہ ٹولی ایسے ہی تفریح پسندوں پر مشتمل تو نہیں ہے؟"

"بہت سخت الفاظ ہیں لیکن تم کہہ سکتے ہو کیونکہ تمھیں فلسطینیوں کا ہم مذہب ہونے کی برتری حاصل ہے۔"

"میں نے تم سے پہلے ہی معافی چاہی تھی۔"

"نہیں علی! ہم ان میں سے نہیں ہیں جو لوگ میرے ساتھی ہیں ان میں چھ مسلمان بھی ہیں، شامی باشندے۔ ان میں سے چار وہ ہیں جنھوں نے اولمپک کھیلوں میں اسرائیلی کھلاڑیوں کے خلاف کارروائی کی تھی۔ میں نے ان لوگوں کی زندگی بچائی تھی اور انھیں تحفظ دیا تھا۔ باقی دو بعد میں شام سے آ گئے تھے۔ ہم اپنے طور پر کئی کام کر چکے ہیں۔ بلیک ستمبر کے کچھ ارکان بھی ہم سے پورا تعاو[illegible] ہیں اور صرف یہی نہیں، دنیا کے کئی ملکوں میں کچھ... صاحبِ حیثیت لوگ جو غیر مسلم ہیں لیکن انسانی رشتوں کی بنیاد پر فلسطینیوں کے حامی ہیں، اپنے کاموں میں ہمارا تعاون حاصل کرتے ہیں۔ شرط یہی ہوتی ہے کہ ان کا کام فلسطینیوں کے مفاد میں ہو۔ میں تمھیں اس سلسلے میں تحریری ثبوت پیش کروں گی علی!"

"مجھے اعتبار آ گیا سائیکا۔ اس بے حیثیت اور معمولی سے انسان کو تمھاری اس تنظیم میں شمولیت اختیار کر کے جو عزت حاصل ہوگی، وہ اس کا اہل نہیں ہے۔" میں نے گلوگیر لہجے میں کہا۔

"گویا علی تم... گویا...؟" اس نے خوشی کے عالم میں پوچھا۔

"ہاں سائیکا! تمھارے احکامات کی تعمیل کر کے مجھے مسرت ہوگی۔"

"شکریہ۔ بہت بہت شکریہ۔ میں تمھیں تنظیم کے تمام ارکان سے ملاؤں گی۔ سب تم سے مل کر خوش ہوں گے۔ اب تم ہمارے ساتھی ہو۔"

"اس عمارت میں۔ یعنی اپوائنٹ نمبر دس میں جو لوگ ہیں۔"

"نہیں۔ یہ صرف انکل کے آدمی ہیں۔ میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ البتہ جن لوگوں نے پوائنٹ نمبر چھ سے ساحل تک ہماری نگرانی کی تھی، وہ میرے اپنے آدمی تھے۔" سائیکا نے بتایا۔

"دلچسپ، بہت دلچسپ سائیکا۔ اچھا ایک بات اور بتاؤ مجھے۔"

"ضرور پوچھو۔" اس نے مسرور لہجے میں کہا۔

"مسٹر جیک لارس ایک انتخابی مہم میں حصہ لے رہے ہیں اور ان کے خلاف کئی پارٹیاں سرگرمِ عمل ہیں۔ اپنے ان ساتھیوں کی مدد سے تم نے ان کے مفادات کا تحفظ کیوں نہیں کیا اور انھیں اس طرح بے یار و مددگار کیوں چھوڑ دیا؟"

"اس کی وجہ درحقیقت یہ ہے کہ انکل لارس آج تک مجھے ایک معصوم بچی سمجھتے ہیں جو صرف تفریحات میں دلچسپی لیتی ہے۔ میں اپنی شخصیت کا یہ پہلو انھیں دکھانا بھی نہیں چاہتی۔ میں جانتی ہوں کہ وہ راستے میں رکاوٹ بنیں گے۔ شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ وہ اسرائیلی مفادات کے حامی ہیں۔ کئی اسرائیلی سرمایہ داروں سے ان کی دوستی ہے۔ ان حالات میں، میں اتنا تو کر سکتی ہوں کہ ان کی معلومات سے فائدہ اٹھاؤں اور جیسا کہ میں نے کئی بار کیا ہے۔ اپنی مصروفیات ان پر ظاہر کر کے میں اپنے مقصد کی موت نہیں دیکھنا چاہتی۔ اس کے علاوہ یہ صرف کاروباری ہنگامہ خیزیاں ہیں جن سے انکل خود ہی نمٹ سکتے ہیں۔ ہاں ان کی زندگی مجھے ضرور عزیز ہے اور میں یہ نہیں سمجھتی تھی کہ ان کے کاروباری دشمن ان کی زندگی کے درپے ہو سکتے ہیں۔ اگر اس بات کا مجھے علم ہوتا تو میں ان کے دشمنوں کو اس حد تک مفلوج کر دیتی کہ وہ انکل کے مقابلے پر کھڑے نہ ہو سکتے۔ اس سلسلے میں ایک قباحت یہ بھی ہے کہ وہ مجھے خود بھی کچھ نہیں بتائیں گے۔ اول تو وہ اس بات پر یقین نہیں کریں گے کہ میں یہ کام کر سکتی ہوں اور اگر یقین کریں گے تو پھر ان گہرائیوں میں جانے کی کوشش کریں گے جو میری ذات سے وابستہ ہیں اور جب اس میں کامیاب ہو جائیں گے تو میرے شدید ترین مخالف بن جائیں گے۔ اسی لیے میں ان کے معاملات سے خود کو دور رکھنا چاہتی ہوں۔"

"مقامی پولیس اور دیگر سرکاری ادارے تمھاری کارروائیوں میں مداخلت نہیں کرتے، یا وہ ابھی تک تمھاری سرگرمیوں سے بے خبر ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ہماری سرگرمیوں کے بارے میں باقاعدہ فائلیں پولیس کے دفاتر میں کھلی ہوئی ہیں۔ ڈچ سیکریٹ سروس کے لوگ بھی یہ بات جانتے ہیں کہ ریڈ پنتھر نامی ایک گروپ نے بہت سے اسرائیلی مفادات کو نقصان پہنچایا ہے لیکن ان فائلوں میں ہمارے کسی بھی شخص کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔ اس لیے وہ صرف خلا میں ہاتھ پاؤں مارتے رہتے ہیں۔ میرا مقصد اب تمھاری سمجھ میں آ گیا ہوگا، نہ تو میں اپنی اس تنظیم کو دوسروں کے سامنے لانا چاہتی ہوں اور نہ ایسے لوگوں کو اپنا رازدار بنانے کی کوشش کرتی ہوں جو کسی بھی طور میرے لیے نقصان دہ ثابت ہوں۔"

میں صرف گردن ہلا کر رہ گیا تھا۔ اس حقیقت سے مجھے قطعی انکار نہیں تھا کہ انسانی جذبوں کے لیے رنگ، نسل، مذہب کی تخصیص نہیں ہوتی جو بھی سچائی کا متلاشی ہوتا ہے، اسے راستے خود منزل تک لے جاتے ہیں۔ اگر ہالینڈ کی رہنے والی یہ لڑکی سچائی کے راستے پر چلتے ہوئے اپنوں سے بغاوت اور مظلوموں کی حمایت پر تل گئی تھی تو کوئی حیرت ناک بات نہیں تھی۔ میں نے بھی بہت دنیا دیکھی تھی، سب طرح کے انسانوں سے واسطہ رہا تھا۔ لہٰذا اتنا کم نگاہ بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ کسی کی شخصیت کو نہ پہچان سکوں۔ نوجوانی میں ان جذبوں سے سرشار یہ لڑکی میرے لیے واقعی قابلِ احترام تھی۔ خاص طور سے اس لیے کہ اس کا تعلق میرے مذہب سے نہیں تھا۔ دوسرے مذہب کی ہونے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے باوجود وہ صرف انسانیت کے ناتے فلسطینیوں کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئی تھی۔

"تم مطمئن ہو اس بات سے علی؟" سائیکا نے پوچھا۔

"میں پہلے بھی مطمئن تھا سائیکا۔ میں نے یہ سوال صرف اس لیے کیا تھا کہ تم اپنے انکل چیک لارس سے بہت محبت کرتی ہو۔"

"ان کے سوا میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ میرے ڈیڈی چیک ہائیلر بھی سرمایہ دار تھے لیکن جیسا کہ میں بتا چکی ہوں کہ وہ ایک ہوائی حادثے میں ہلاک ہو گئے اور ان کی بے پناہ دولت میرے قبضے میں آ گئی۔ اس دولت کا صحیح مصرف میں نے یہی دریافت کیا۔ لاکھوں ڈالر کی آمدنی ہے ہماری۔ میں اپنے مقصد کے لیے بہت کچھ خرچ کرتی رہتی ہوں اور اس کے حصول کے لیے بھی میں نے بہت سے طریقۂ کار اپنا رکھے ہیں تاکہ اگر کبھی سامنا کرنے کا موقع آ جائے تو مجھے مشکلات نہ پیش آئیں اور اپنا راز طشت از بام نہ کرنا پڑے۔ تاہم میں اس بات کے لیے بھی تیار ہوں علی کہ اگر کبھی یہ راز کھل جائے تو میں باقاعدہ تنظیم آزادیٔ فلسطین میں شامل ہو جاؤں اور اس میں رہ کر اپنے مقاصد پورے کروں۔ میرے سینے میں یہی جذبے پنہاں ہیں، خدا کرے تم ان پر یقین کر لو۔"

"مجھے تم پر مکمل اعتماد ہے سائیکا اور میں بھی تمہیں اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلاتا ہوں۔ کاش میری زندگی تمہارے اس مقصد میں کام آ جائے۔ مجھے اس سے زیادہ مسرت کسی بات سے نہ ہو گی۔"

"پاکستان سے کب آئے علی؟" اس نے سوال کیا۔

"طویل عرصہ ہو گیا۔ اتنا طویل عرصہ کہ اب اپنوں کی صورتیں بھی ذہن سے نکل چکی ہیں۔"

"بس یونہی دنیا گردی کرتے رہے ہو یا کچھ اور بھی کیا ہے؟"

"جو کچھ کرنا چاہتا تھا اس میں اب تک ناکام ہوں۔ ممکن ہے تمہاری مدد سے اپنے اس مقصد کو حاصل کر لوں۔" میں نے گول مول جواب دیا اور وہ خاموش رہی۔

تھوڑی دیر تک مکمل خاموشی چھائی رہی پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ "ہم دونوں ہی جذباتی ہو گئے۔ آؤ اب جذبات کی دنیا سے نکل کر حقیقت کی دنیا کا سفر کریں۔ تمہیں نیند نہیں آ رہی؟ کافی وقت ہو گیا ہے؟"

"ہاں سائیکا۔ میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے میرے معمولات بتا دو تاکہ میں تمہارے لیے الجھن نہ بن سکوں۔"

"سو جاؤ۔ صبح کو ناشتے پر ملیں گے۔" اس نے کہا اور اٹھ گئی۔

میں اس کے ساتھ ہی اس خوابگاہ میں آیا تھا جو میرے لیے مخصوص کر دی گئی تھی اور سائیکا مجھے خدا حافظ کہہ کر چلی گئی تھی۔

واقعات کا یہ انوکھا موڑ میرے لیے اتنا حیرت ناک تھا کہ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا لیکن سائیکا ایک حقیقت کی صورت میں موجود تھی اور میں اسے یکسر نظر انداز کر سکتا تھا۔ وہ ہر طرح سے سچی تھی۔ ایک ایسی مخلص لڑکی جس کی جتنی بھی قدر کی جاتی کم تھا پھر طائر خیال کی پرواز ایک ایسی ہستی تک پہنچ گئی جو دل میں اداسیاں بھر دیتی تھی اور میرے سینے سے ٹھنڈی سانس نکل گئی۔ تہذیب کے چہرے کو میں اپنی نگاہوں سے اوجھل کرنے کی کوشش کرنے لگا اور اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا کہ ذہن کو آزاد کر کے سونے کی کوشش کروں۔ اس کوشش میں تھوڑی دیر کے بعد مجھے کامیابی نصیب ہو گئی تھی۔

دوسری صبح خاصی دیر سے جاگا تھا۔ غسل کیا، غسل خانے میں اپنے لیے ایک نیا لباس ٹنگا ہوا دیکھا جسے پہنا تو میرے جسم پر بالکل فٹ تھا۔ پھر ایک دبلے پتلے بٹلر نما آدمی نے ناشتا لگ جانے کی اطلاع دی اور میں ناشتے کے کمرے میں پہنچ گیا جہاں سائیکا میری منتظر تھی۔

مجھے اس نئے لباس میں دیکھ کر اس نے مسرور انداز میں پلکیں جھپکائیں اور کہنے لگی۔ "میں نے یہ لباس صبح ہی صبح تمہارے لیے منگوا لیا تھا۔ بالکل فکر نہ کرو۔ تمام تر ذمے داریاں اب میرے اوپر ہیں۔ ہر طرح کی آسائشیں مہیا کر دوں گی تمہارے لیے۔"

"ارے واہ! تم نے یہ کیوں سوچ لیا کہ میں تمہاری دی ہوئی آسائشوں کو قبول کر لوں گا؟"

"کیا مطلب؟" اس نے غصیلے انداز میں پوچھا۔

"محترمہ آپ کو علم ہو چکا ہے کہ میں پاکستانی ہوں اور کوئی بھی پاکستانی کسی لڑکی کی امداد قبول نہیں کر سکتا۔ میں اپنے طور پر سب کچھ کروں گا آپ کو مطمئن رہنا چاہیے۔"

"جناب عالی! آپ یہ بات بھول گئے ہیں کہ میں صرف لڑکی نہیں آپ کی چیف بھی ہوں۔ یعنی آپ اب ریڈ پینتھرز کے ایک رکن ہیں۔" اس نے کہا اور میں ہنسنے لگا پھر ہم دونوں ناشتے میں مصروف ہو گئے۔

میری نگاہیں اس دوران کئی بار اس کی طرف اٹھی تھیں اور ہر بار مجھے اس کی شخصیت میں ایک نیا پن محسوس ہوا تھا۔ لکی روز کے ساتھ ملی تھی تو اس کے علاوہ کوئی تاثر نہیں تھا کہ وہ ایک خوبصورت لڑکی ہے۔ بھول کر بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ اس معصوم سے وجود میں اتنے عظیم جذبے پوشیدہ ہوں گے۔

"ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں چیف۔" میں نے کہا اور سائیکا مسکرانے لگی۔

"چیف میں صرف اس وقت ہوں جب تم پر ڈسپلن کا بھوت

سوار ہو۔ عام حالات میں سائیکا ہوں۔" اس نے معصومیت سے کہا۔

"اس اسرائیلی ریستوران میں آپ عموماً جاتی ہیں؟"

"ہاں علی۔ میں نے ایسی بہت سی جگہیں منتخب کر رکھی ہیں جہاں سے مجھے اسرائیلی عزائم کے بارے میں معلومات حاصل ہو جاتی ہیں۔ ان جگہوں پر طرح طرح کے لوگ آتے ہیں، آپس میں تبادلۂ خیال کرتے ہیں اور میں ان سے فائدہ اٹھاتی ہوں۔ تقریباً چھ ماہ قبل میں نے یہیں سے ایک اسرائیلی وفد کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں جو کاروباری دورے پر آیا تھا۔ تم نے شاید اخبارات میں پڑھا ہو کہ ریڈ پینتھرز نے وفد کے امریکی سربراہ کو اغوا کر لیا تھا اور اس کے عوض ڈچ حکومت کو چار عرب باشندے رہا کرنے پڑے تھے۔ ان عرب باشندوں کو دمشق بھجوا دیا گیا تھا۔"

"یہ تم نے کیا تھا؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"ہاں۔ میں تمہیں اپنی کارکردگی کا ریکارڈ ضرور دکھاؤں گی لیکن ابھی نہیں۔" اس نے کہا۔ اسی وقت ایک ملازم نے لارڈ کی آمد کی اطلاع دی اور ہم دونوں اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔

لارڈ چیک لارس مسکراتے ہوئے اندر داخل ہوئے تھے۔ "ہیلو جوان لوگو! یقیناً تم خوش ہو گے۔ مسٹر اسنوڈن! آپ کو میری اس سرپھری بیٹی سے کوئی شکایت تو نہیں ہوئی؟"

"نہیں سر! آپ کا شکریہ۔"

"میں خیریت معلوم کرنے آ گیا تھا۔ بلیک روز کی حالت خراب ہے۔ میں نے اس کے خلاف جوابی کارروائی کا آغاز کر دیا ہے۔ ذہنی جنگ میں وہ مجھ سے کس طرح جیت سکتے ہیں، بات اوچھے ہتھکنڈوں کی آ گئی تو پھر جواب بھی ویسا ہی ملتا ہے۔ کیا سمجھے آپ؟"

"جی۔" میں نے سعادت مندی سے کہا۔

"اب اسمگلروں کا ایک گروہ پکڑا جائے گا جس کا تعلق بلیک روز سے ہو گا۔ تمام اخبارات ہوشیار ہیں۔ چند لمحوں میں یہ کارروائی ہو جائے گی اور بات چھپائے نہ چھپ سکے گی۔ اس کے بعد انٹرنیشنل بزنس ٹریبونل فیصلہ کرے گا کہ ایسے لوگوں کی نامزدگی برقرار رکھی جائے یا نہ رکھی جائے۔ اسنوڈن پیارے تم نے نہ صرف میری جان بچائی ہے بلکہ میرے ایک اہم دشمن کو تباہ کرنے میں میری مدد بھی کی ہے۔ مقابلہ صرف گیرونے سے رہ جائے گا جو میرے سامنے نہیں ٹک سکتے۔"

"مجھے خوشی ہے لارڈ۔" میں نے کہا۔

"میں چلتا ہوں اور سائیکا تم سے دوبارہ کہنا بے کار ہے۔"

"بالکل بے کار ہے انکل۔ جو کچھ کرنا ہوتا ہے میں پہلی بار میں ہی کر لیتی ہوں۔" سائیکا نے فوراً کہا۔

"اوکے فرینڈز۔" چیک لارس نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر ہم دونوں سے ہاتھ ملا کر باہر نکل گئے۔

سائیکا مسکرانے لگی۔ "انکل بھی خوب انسان ہیں۔ کاروبار کی دنیا میں کھوئے ہوئے، باقی کائنات ان کے لیے بے مقصد ہے۔"

"انھوں نے شادی کیوں نہیں کی؟"

"خدا جانے۔" سائیکا عجیب سے انداز میں ہنس پڑی پھر سنجیدہ ہو کر بولی۔ "میرے ساتھ کافی لوگ ہیں علی لیکن اس بار میں تمہیں کوئی اہم ذمے داری سونپوں گی۔"

"ضرور۔ مجھے خوشی ہو گی۔" میں نے جواب دیا۔

"اب ہم ایمسٹرڈم کی سیر کریں گے۔ زندگی لگے بندھے اصولوں پر چلتی رہے تو بے مزہ ہو جاتی ہے۔ اگر عیش و آرام کی اس زندگی کو چھوڑ کر ایک عام انسان کی حیثیت اختیار کر لی جائے تو لطف نہیں آئے گا؟"

"یقیناً۔"

"تو پھر ہم روپ بدل لیتے ہیں۔ خوب سیاحت کریں گے۔ زندگی کی یہ تبدیلی مزہ دے جائے گی۔ میں نے نجانے کتنے طویل عرصے سے زندگی کی کسی دلچسپی میں حصہ نہیں لیا ہے۔ درحقیقت اگر کوئی مقصد سامنے آ جائے تو پھر دوسرے کام بہت دور چلے جاتے ہیں لیکن انسان کی زندگی میں اگر تبدیلی نہ ہو تو پھر وہ بوریت کا شکار ہو جاتا ہے۔ میں بوریت کا شکار تو نہیں ہوں لیکن دل چاہ رہا ہے کہ زندگی کے چند روز کچھ تبدیلیوں کی نذر کر دیے جائیں۔"

"بالکل ٹھیک ہے سائیکا لیکن ایک بات سے آگاہ کرنا فرض سمجھتا ہوں۔"

"ہاں۔ ہاں کہو۔"

"ان لوگوں نے، میرا مطلب ہے بلیک روز کے آدمیوں نے مجھے جان اسنوڈن کی حیثیت سے وصول کیا تھا لیکن اس وقت بھی میں اپنی اسی اصل شکل میں تھا۔ اگر ان کے ہاتھ لگ گیا تو؟"

"ایڈونچر رہے گا۔ کیا حرج ہے، زندگی اسی کا نام ہے علی!" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اس موڈی لڑکی کے ساتھ میں کچھ دن واقعی پرسکون اور عام ڈگر سے ہٹ کر گزارنا چاہتا تھا۔ ہم نے عام قسم کے لباسوں کا انتظام کیا اور اس کے بعد عام قسم کے لوگوں کی حیثیت سے ہالینڈ کی سڑکوں پر نکل آئے۔ ایمسٹرڈم کے ایک پرسکون علاقے میں واقع ہوٹل کاک کے ایک کمرے میں ہم نے اپنے لیے رہائش اختیار کر لی تھی۔

کاک کے طرز تعمیر سے ظاہر تھا کہ چند سو برس پیشتر یہ عمارت کسی ڈچ سوداگر کا شاہانہ گھر ہو گی۔ ڈھلوان چھتیں، شیشے کی قد آدم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کھڑکیاں اور دبیز چوبی دروازے جن پر لوہے کی بھاری زنجیریں لٹک رہی تھیں۔ ڈیسک پر اپنا جعلی نام اور پتا درج کرنے کے بعد ہم دونوں اپنے کمرے میں آ گئے۔ شام کے کھانے کے لیے ہال میں پہنچے تھے۔ ہال کے ایک کونے میں چند نوجوان لڑکے اور لڑکیاں جیوک باکس پر بجنے والی تیز موسیقی پر دھما دھم ناچ رہے تھے۔ یورپ کی نئی نسل نے پرانی اقدار سے منہ پھیر کر وہاں کے روایتی رقص کی شکل بھی بگاڑ کر رکھ دی ہے اور اب یہ رقص صرف بندر ناچ رہ گئے ہیں۔

ہال کے دوسرے حصے میں کھانے کا کاؤنٹر تھا جس کے پیچھے ایک خوبصورت ڈچ لڑکی کھانا دے رہی تھی۔ ہم نے رات کا کھانا کھایا۔ ساتھ والے اسٹول پر ایک سرخ بالوں والا ہپی بیئر پینے میں مشغول تھا۔ اس رات ہم نے ہوٹل سے باہر قدم نہیں رکھا لیکن دوسرے دن صبح ہی صبح ناشتا کرنے کے بعد باہر نکل آئے۔ موسم ابر آلود تھا اور کسی بھی وقت بارش ہو سکتی تھی۔ بہرطور ہم ایمسٹرڈم کی خوبصورت سڑکوں پر آوارہ گردی کرنے لگے۔

شام منٹ ٹاور یعنی ایمسٹرڈم کے قدیم دروازے پہنچے اور پھر شہر کی خوبصورت ترین سڑکیں اور خرید و فروخت کے مراکز دیکھنے لگے۔ کالوراشاٹ میں گاڑیوں کی آمد و رفت ممنوع تھی اور لوگ یہاں زیادہ آرام سے خرید و فروخت کر رہے تھے۔ منٹ ٹاور کے پاس کشتیوں میں سجے ہوئے پھولوں کے بازار پُرسکون تھے۔ سائیکا مائیلر ایک بہترین گائیڈ کی طرح مجھے ایمسٹرڈم کے بارے میں معلومات فراہم کر رہی تھی۔

”دنیا میں ہیروں کی سب سے بڑی منڈی ایمسٹرڈم ہی میں ہے“ اس نے بتایا۔ ”یہاں کے جوہری ہیروں کی تراش میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ شاید یہ بات تمھارے علم میں ہو کہ کوہ نور ہیرا جب لندن منتقل ہوا تو ملکہ وکٹوریہ کو ہیرے کی دیسی تراش پسند نہیں آئی چنانچہ اسے نئی وضع دینے کے لیے ایمسٹرڈم کے ماہر جوہری کی خدمات حاصل کی گئی تھیں۔“

یادگار چوک میں سیڑھیوں پر بھانت بھانت کے ہپی پڑے ہوئے تھے۔ سائیکا مائیلر نے ان کی طرف دیکھ کر ہنستے ہوئے کہا۔ ”امن اور سچائی کے متلاشی دنیا کو بھول کر چرس کے نشے میں زندگی گزار رہے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ تحریک کب تک بڑھتی رہے گی۔ ہپی ازم اس میں کوئی شک نہیں کہ پُرعزم ہے۔ مغرب کے مایوس لوگ نجات کے لیے مشرق کا دامن تھامنا چاہتے ہیں۔ تم نے دیکھا ہو گا کہ انھیں مشرقی موسیقی پسند ہے اور یہ لوگ روز بہ روز مشرقی لباس اور عادات و اطوار کے گرویدہ ہوتے جا رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے علی کہ تمھارا مشرق پُرسکون ہے۔ ہم اپنی زندگی میں مضطرب رہتے ہیں۔ یہ اضطراب شاید وہاں نہیں ہے۔“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور ہم وہاں سے آگے بڑھ گئے۔

دوپہر کے کھانے کے لیے ہم وہاں سے یادگار کے سامنے والی گلی میں واقع ایک ریستوران میں پہنچ گئے جو ہپیوں میں بے حد مقبول تھا۔ دروازے کے ساتھ خوراک کے کوپن فروخت ہو رہے تھے۔ ہم نے بھی کوپن خریدے اور کاؤنٹر پر آ گئے جہاں چند بوڑھی عورتیں کوپنوں کے عوض چاول اور کھانا دے رہی تھیں۔ بڑی دلچسپ صورت حال تھی۔ اکثر ہپی بوڑھی عورتوں کو چکر دے کر چاول کے کوپن کے بدلے گوشت کی پلیٹ لے جاتے تھے لیکن وہ بھی ان کے ہتھکنڈوں سے واقف معلوم ہوتی تھیں۔ اس لیے چند ہی لمحات میں انھیں گرفتار کر لیا جاتا۔ ہم لوگ کھانے بیٹھے تو ایک تنومند اور میلے کچیلے قسم کا ہپی بڑے اطمینان سے ہمارے قریب پہنچا اور سائیکا کے سامنے سے کھانے کی پلیٹ اٹھا کر چل دیا۔ سائیکا نے میز پر ہاتھ مار کر شور مچایا تو وہ فوراً واپس آ گیا اور انتہائی معذرت کے بعد پلیٹ میز پر رکھ دی۔

ایک صاحب خالی پلیٹ لیے تمام میزوں کے چکر لگا رہے تھے اور ہر ایک سے کہہ رہے تھے۔ ”ظاہر ہے آپ اتنی خوراک اکیلے نہیں کھا سکیں گے۔ براہ کرم ایک آلو عنایت کر دیجیے۔“ تھوڑی دیر میں انھوں نے خاصی خوراک اکٹھا کر لی اور اس کے بعد ہاتھ میں مشروب پینے والا تنکا لیے کر ایک میز پر پہنچ گئے۔ ”میں آپ کے کوکا کولا میں سے ایک چسکی لے لوں؟“

ہوٹل سے نکلے تو دھوپ ڈھل چکی تھی اور شہر کی نہروں کے کنارے خوب رونق تھی۔ روکن نہر کے کنارے لوگوں کا ہجوم پانی میں جھانک رہا تھا۔ معلوم ہوا کہ نہر میں ایک کار گر گئی ہے جسے کرین کی مدد سے نکالا جا رہا ہے، خاصی دلچسپ [illegible] تھی یہاں کی اور میں اس سے خوب لطف اندوز ہوا۔ رات ڈھلے ہم ہوٹل کاک میں واپس آئے تھے۔ سائیکا مائیلر کے چہرے سے جو مسرت جھلک رہی تھی اس نے اس کے حسن میں بے پناہ اضافہ کر دیا تھا۔ بڑی بے باکی اور بے تکلفی سے وہ میرے کمرے میں سو گئی تھی جیسے اسے دنیا کے دوسرے جذبوں کے بارے میں کچھ خبر نہ ہو۔ میں نے اس کی آنکھوں میں سکون کے جذبات دیکھ کر اس کی شخصیت کا احترام اپنے دل میں بسا لیا تھا۔

دوسری صبح پھر اسی انداز میں طلوع ہوئی اور ہم اپنی ضروریات سے فارغ ہونے کے لیے باہر نکل آئے۔ ہالینڈ کے رہنے والوں کی زندگی میں ایک سلیقہ ہے۔ شاندار طرز تعمیر دیدہ زیب آرائشی

لباس گھروں کی سجاوٹ، اہلِ ہالینڈ کے اس اعلیٰ ذوق نے ہی دنیا کے عظیم مصوروں کو جنم دیا تھا۔ فرانز ہال، پیٹر بوگ، ریم براںٹ، روسوڈل، جان سٹین، ورمیر، فان گوگ مصوری کے ستون مانے جاتے ہیں اور ایمسٹرڈم کا رائکس میوزیم یورپ کے بہترین عجائب گھروں میں شمار ہوتا ہے۔ یہ لینن گراڈ کے ہرمتاژ، پیرس کے لوور، لندن کے نیشنل آرٹ، فلارنس کے اوفیزی اور میڈرڈ کے پراڈو کا ہم پلہ ہے۔ اس میوزیم میں جدید مصوروں کے شاہکار بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ ہم نے کافی دیر تک میوزیم کی سیر کی اور پکاسو، تلگال لاترک، گوگین اور پھر فان گوگ کے شاہکار دیکھے۔ رنگوں کی دنیا میں میری آنکھیں چندھیا گئی تھیں اور اس دوران تمام تکلیف دہ احساسات ذہن سے نکل گئے تھے۔ یہی محسوس ہوتا تھا جیسے اپنے وطن سے سیاحت کے لیے نکلا ہوں اور ایمسٹرڈم کی تفریحات میں حصہ لے رہا ہوں۔ سائیکا مائیلر بھی میرے ساتھ بہت خوش تھی۔ ہمارے درمیان دو سچے اور مخلص دوستوں کے سے تعلقات تھے۔

پھر ایک دن ایمسٹرڈم کے ایک ڈپارٹمنٹل اسٹور میں ہم کچھ خریداری کر رہے تھے کہ دبلا پتلا سا ایک شخص جس کے سر کے بال جھالر کی شکل میں کانوں کے پاس لٹک رہے تھے مسخرے سی شکل بنا کر سائیکا کے پاس آ کھڑا ہوا۔ سائیکا نے اسے دیکھا تو چونک پڑی۔ اس کی نگاہیں اِدھر اُدھر بھٹکنے لگیں اور اس کے بعد اس نے کافی کا ایک ڈبا اٹھاتے ہوئے اس سے کہا۔ ”کیوں کوئی خاص بات ہے؟“

”ہاں میڈم! پیغام پہنچ گیا ہے۔“

”او کے، جاؤ۔“ سائیکا مائیلر نے کہا اور وہ شوکیسوں پر نگاہ ڈالتا ہوا اس انداز میں آگے بڑھ گیا جیسے اُسے کسی خاص چیز کی تلاش ہو۔ سائیکا کے چہرے پر سنجیدگی طاری ہو گئی تھی پھر میں نے اسے واپس مڑتے ہوئے دیکھا اور ہم ڈپارٹمنٹل اسٹور سے نکل آئے۔

”یقیناً کوئی خاص بات ہے سائیکا؟“ میں نے پوچھا۔

”ہاں تفریح کا وقت ختم۔“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے، تفریح کا وقت ختم ہو جانا چاہیے۔ جب کام ہو تو تفریح بے مزہ ہو جاتی ہے۔“

”آؤ چلیں۔“

اس کے بعد ہم ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر واپس ہوٹل کاک پہنچے، یہاں سے اپنا مختصر سا سامان وصول کیا، کمرے کا بل ادا کیا اور باہر نکل آئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک ٹیکسی سائیکا مائیلر کی اسی خصوصی رہائش گاہ کی طرف جا رہی تھی جسے نمبر تین کا نام دیا گیا تھا۔

سائیکا نے نمبر تین پہنچنے کے بعد مجھ سے کہا۔ ”تم سے تھوڑی دیر کے لیے اجازت چاہوں گی علی! محسوس نہ کرنا۔ پھر میں یقیناً تمھیں حالات سے آگاہ کر دوں گی۔“ میں نے فراخ دلی سے اُسے اجازت دے دی اور وہ وہاں سے چلی گئی۔

میں گزرے ہوئے ان ایام کے بارے میں سوچنے لگا۔ ایمسٹرڈم کی سیاحت نے ذہن سے تمام احساسات مٹا دیے تھے۔ بہت کچھ بھول گیا تھا اور بھولنے کے لمحات میں خاصی ذہنی فرحت میسر رہی تھی ورنہ یادیں کہاں پیچھا چھوڑتی ہیں اور پھر ایسی یادیں جن میں کچھ غم کے احساسات بھی چھپے ہوں۔ تہذیب مالم ایکس سینے کا ایک سلگتا ہوا زخم بن گئی تھی۔ سوچتی ہوں کہ کیا بے وفا شخص نکلا، اس طرح چھوڑ کر چلا گیا لیکن حقیقت یہی ہے کہ اس کی معیت میں میں اپنے مشن سے کچھ غافل ہو گیا تھا۔ میرے دل میں روشن جذبوں کی چمک دمک کچھ ماند پڑ گئی تھی۔ اپنی اس کیفیت کا تجزیہ کرتا تو کسی جرم کا سا احساس ہوتا تھا۔ تہذیب کی قربت نے مجھے اپنی ذات کے بارے میں سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ جب کہ میرے مشن کا تو تقاضا ہی یہ تھا کہ اپنی ذاتی خواہشات سے ماورا ہو کر سوچوں۔ بصورت دیگر مجھے کیا ضرورت تھی کہ اپنی تعلیم، اپنا ماحول، اپنا مستقبل سب کچھ داؤ پر لگا دوں۔ ذاتی خواہشات کی تکمیل ہی اگر مقصدِ زندگی ہوتی تو کسی بھی عام انسان کی طرح دنیا کی تمام آسائشیں حاصل کر لیتا اور خود اپنی ذات میں گم ہو جاتا۔ جب اپنے آپ کو کسی مقصد کے لیے وقف کیا ہے تو ضروری ہے کہ دوسری دلچسپیوں کو ترک کر دیا جائے۔ تہذیب مالم ایکس کا ساتھ اگر صرف ایک دوست کا ساتھ ہوتا تو زیادہ بہتر تھا، دل کے رشتے اس سے نجانے کیوں استوار کر لیے؟ اس کیوں کا جواب بھی دل ہی دے دیتا تھا۔ اس نے بھی تو میری خاطر ہی اپنی دنیا بدل ڈالی تھی، دشمنیاں مول لے لی تھیں۔ وہ کچھ کھو دیا تھا جو ساری زندگی کا اثاثہ تھا، ساری زندگی جس کے تحت گزری تھی اور اب گرین پول کے ہاتھوں نجانے اس کی کیا گت بن رہی ہو۔

ان تکلیف دہ خیالات نے ذہن کو ایک بار پھر کسی قدر پراگندہ کر دیا۔ جی چاہا کہ جلدی سے سائیکا مائیلر واپس آ جائے اور بوریت کے یہ لمحات دور ہوں۔

شام تک ایسے ہی خیالات کا شکار رہا۔ رات ہو گئی، تقریباً ساڑھے نو بجے سائیکا مائیلر کا ٹیلی فون ملا۔ اس نے پوچھا کہ کیا میں نے کھانا کھا لیا ہے؟ میں نے اس سے انکار کیا تو اس نے لجاجت آمیز لہجے میں کہا۔ ”تھوڑی دیر میرا انتظار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر لو۔ کھانا میں تمھارے ساتھ ہی کھاؤں گی۔" مجھے بھلا اس پر کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔

تقریباً دس بج کر دس منٹ پر سائیکا مائیلر پہنچ گئی۔ کھانا لگانے کے لیے کہہ کر آئی تھی چنانچہ ہم دونوں کھانے کے کمرے میں داخل ہو گئے۔

سائیکا کے چہرے پر سنجیدگی کے آثار تھے۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ "ایک فرض داری آپڑی ہے میرے شانوں پر اور ایسے ایک شخص کی جانب سے جس نے میرے لیے بہت کام کیا ہے اور جو ہمارے فوائد کے لیے ہر طرح اپنے آپ کو پیش پیش رکھتا ہے۔"

"گڈ۔ گویا اب تم مصروف رہو گی؟" میں نے کہا۔

"تم... کیا مطلب؟ ہم کہو۔ وعدہ کر چکے ہو کہ میرے ساتھ کام کرو گے۔" سائیکا مائیلر نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اس وعدے کی تکمیل مجھ پر فرض ہے لیکن شرط یہ ہے کہ یہ کام بھی اسرائیل کے خلاف اور فلسطینیوں کے حق میں ہو۔"

"جنابِ عالی، کام براہِ راست فلسطینیوں کے لیے نہیں لیکن اسرائیل کے خلاف ہے۔"

"ایک ہی بات ہے۔ اسرائیل کو نقصان پہنچانے کے سلسلے میں ہر کام کر سکتا ہوں۔"

"ایک فلسطین پسند شخص جو غیر ملکی ہے، بڑی حیثیت کا حامل ہے، اپنی فلسطین پسندی کی بنیاد پر اسرائیل کی تنظیم موساد کا نشانہ ہو گیا ہے اور موساد نے اس کے اہلِ خانہ کو اغوا کر کے کسی ایسے کام کے لیے مجبور کیا ہے جس کی نوعیت ابھی نہیں معلوم ہو سکی۔ ہم اس کے لیے کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے ہم سے امداد مانگی ہے۔"

"تو پھر یہ سمجھ لو کہ یہ میرا کیس ہے۔" میں نے مستعدی سے کہا اور سائیکا مائیلر بھی مسکرانے لگی۔

"پرسوں شام ساڑھے آٹھ بجے ہوٹل ایسٹر میں ہماری مطلوبہ شخصیت کا نمائندہ آرہا ہے۔ اس سے ملاقات کے بعد ہی مکمل تفصیلات معلوم ہوں گی۔ اس دوران مجھے کچھ خاص انتظامات کرنا ہوں گے۔ تم یہ بتاؤ کہ تم اس دوران کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"کچھ نہیں، میں تمھاری مصروفیات میں حارج نہیں ہوں گا۔ ہاں اگر اس سلسلے میں میری کوئی ڈیوٹی ہو تو مجھے بتا دو۔"

"نہیں، ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے البتہ جیسا کہ تم نے کہا کہ یہ تمھارا کیس ہے تو اس سلسلے میں میں کوئی تکلف نہیں کروں گی یعنی اگر صورتِ حال اس طرح کی ہوئی کہ تم اس پر عمل کر سکو تو یقینی طور پر تمھیں اس سلسلے میں آگے بڑھنا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے سائیکا، میں تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

سائیکا اس رات میرے ساتھ نہیں رہی تھی۔ دوسرے دن بھی اس سے ملاقات نہیں ہو سکی۔ تیسرے دن دوپہر کے کھانے پر وہ میرے پاس پہنچ گئی۔

"میں تیار ہو کر آئی ہوں۔ رات کو ساڑھے آٹھ بجے ہمیں ہوٹل ایسٹر پہنچنا ہے۔" میں نے گردن ہلا دی۔

تقریباً پونے آٹھ بجے ہم اپنی رہائش گاہ سے نکل آئے تھے۔ شہر کے وسطی علاقے میں میرن گیراڈ جھیل کے کنارے ہوٹل ایسٹر واقع تھا۔ سیاحوں کو اس ہوٹل میں خاص سہولیات مل جاتی تھیں جن کی وجہ سے یہاں زیادہ تر غیر ملکی ہی نظر آتے تھے۔

کمرہ نمبر سترہ کے سامنے پہنچ کر سائیکا مائیلر نے مجھے دیکھا اور پھر دروازے پر لگی ہوئی بیل بجا دی۔ چند لمحات کے بعد دروازہ کھل گیا اور سائیکا مائیلر اندر داخل ہو گئی۔ میں نے بھی اس کے ساتھ ساتھ ہی قدم بڑھا دیے تھے۔ سائیکا مائیلر نے اندر موجود شخص سے کچھ کہا اور میری نگاہیں اس ایجنٹ کی جانب اٹھ گئیں لیکن دوسرے ہی لمحے میرے ذہن کو اتنا شدید جھٹکا لگا تھا کہ ایک لمحے کے لیے میں ہوش و حواس ہی کھو بیٹھا جو کچھ میں دیکھ رہا تھا غلط نہیں تھا۔ اس میں کوئی بصری دھوکا بھی نہیں تھا۔ سامنے کھڑی ہوئی شخصیت تارینا ہارڈو کی تھی۔ وہی دراز قد و قامت، وہی پُر رعب شخصیت لیکن تارینا ہارڈو تو میرے ہاتھوں ماری جا چکی تھی! ایک ایسی کیفیت میں جس کے لیے میں نے جب بھی سوچا، مجھے افسوس ہوا۔ یہ وہی تارینا ہارڈو تھی۔ خاموش، پُرسکون۔ وہ ابھی تک سائیکا مائیلر ہی کی طرف متوجہ تھی اور اس نے مجھ پر نظر نہیں ڈالی تھی۔ میں نے اس کی پاٹ دار آواز سنی۔

"ہاں مس مائیلر، مجھے آپ کے بارے میں مکمل معلومات فراہم کر دی گئی ہیں۔ آپ سے مل کر بے حد مسرت ہوئی اور یہ..."

اس بار وہ میری طرف متوجہ ہوئی تھی۔ کوئی دھوکا ہوتا تو کم از کم تارینا ہارڈو کو نہ ہوتا۔ اس نے میری طرف دیکھا اور ایک دم اس کے چہرے کے عضلات میں تشنج سا پیدا ہو گیا۔ وہ دو قدم پیچھے ہٹ گئی تھی۔ سائیکا مائیلر نے اس بات کو محسوس کیا، اس نے پہلے تارینا ہارڈو کی طرف اور پھر میری جانب دیکھا اور اس کے بعد اس کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ پیدا ہو گئی۔

"یوں محسوس ہوتا ہے جیسے آپ لوگ ایک دوسرے کو جانتے ہیں اور اس وقت اس بات کی توقع نہ رکھتے ہوں گے کہ آپ کی ملاقات اس طرح ہو سکتی ہے۔"

تارینا ہارڈو نے جیسے یہ الفاظ سنے ہی نہیں تھے، وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی پھر وہ چند قدم آگے بڑھی اور میرے بالکل نزدیک پہنچ گئی۔ اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا۔ اس کے ہاتھ کی گرفت بہت مضبوط تھی پھر اس کی لرزتی ہوئی آواز ابھری۔ "یہ تم ہی ہو؟ کیا یہ تم ہی ہو علی یار خان؟ مجھے غلط فہمی تو نہیں ہو رہی۔ میرے خدا! یہ تم ہی ہو۔"

میں بھی اپنے حواس پر پوری طرح قابو نہیں پا سکا تھا۔ میں نے سرسراتی آواز میں کہا۔ "لیکن تم تارینا... تم... کیا میں اس بات پر یقین کر لوں؟ کیا... کیا تم زندہ ہو تارینا؟"

تارینا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "اس کا مطلب ہے کہ تم علی یار خان ہی ہو۔ ہم دونوں میں سے کسی کو دھوکا نہیں ہوا ہے۔"

"میری شخصیت کچھ عجیب سی ہو گئی ہے، مجھے کیا کرنا چاہیے؟" سائیکا مائیلر نے درمیان میں مداخلت کی اور تارینا سائیکا کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"مس سائیکا! یہ صاحب... کیا آپ انھیں جانتی ہیں... معاف کیجیے گا، میرے حواس ابھی تک پوری طرح بحال نہیں ہوئے ہیں۔ میں ابھی کچھ دیر تک اپنے آپ پر قابو نہیں پا سکوں گی۔ کیا آپ نے دروازہ بند کر دیا؟ پلیز اسے اندر سے لاک کر دیجیے۔"

سائیکا مائیلر مسکراتی ہوئی دروازے کی جانب مڑ گئی تھی۔ اس ملاقات اور اس انداز پر وہ دلچسپ نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ تارینا ابھی تک کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے میرے بازو پر اپنے ہاتھ کی گرفت سخت کر دی اور پھر مجھے اپنے ساتھ گھسیٹتی ہوئی صوفے تک لے گئی۔

"بیٹھو علی، بیٹھو۔ شاید میں بھی تم سے کم حیران نہیں ہوں۔ تمھاری کیفیت کا مجھے اندازہ ہے لیکن میں تمھارے مل جانے سے جس قدر مسرور ہوئی ہوں، تم اس کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔"

"پہلے مجھے یہ یقین دلا دو کہ تم تارینا ہارڈو ہو۔ وہ شخصیت جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے قتل کیا تھا، میرے سامنے کھڑی ہوئی ہے! کیسے یقین کر لوں میں اس پر؟"

"آپ لوگ ایک کام اور نہیں کر سکتے۔ ایک چھوٹی سی زحمت فرمایئے، میں آپ کی شکر گزار ہوں گی۔" سائیکا مائیلر نے درمیان میں پھر دخل دیا اور میں چونک کر اس کی جانب متوجہ ہو گیا۔

"جی! فرمایئے؟" تارینا نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"ایک قتل اور کر دیجیے، وہ میرا ہوگا۔ دراصل آپ لوگوں کی نہ سمجھ میں آنے والی گفتگو سے میں اتنی الجھ گئی ہوں کہ قتل ہونا چاہتی ہوں۔" اس کی بات اور اس کے انداز پر ہم دونوں ہنس پڑے۔

تارینا ہارڈو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "آپ لوگوں کو ساتھ دیکھ کر مجھے مزید حیرت ہو رہی ہے اور تعجب ہے کہ علی نے آپ کو کیسے تلاش کر لیا یا آپ نے علی کو کیسے تلاش کر لیا۔ البتہ ایک بات میں یہ کہہ سکتی ہوں مس مائیلر کہ اب آپ کی پارٹی اتنی اسٹرانگ ہو گئی ہے کہ شاید آپ کے اپنے وہم و گمان میں بھی نہ ہو۔"

"مجھے اس وقت اپنی پارٹی سے زیادہ آپ لوگوں کی حیرت ناک واقفیت سے دلچسپی ہے اور اس گفتگو سے جو ابھی آپ حضرات کے درمیان ہو رہی تھی، جس میں ایک مقتول کے زندہ ہونے کا تذکرہ بھی تھا۔" سائیکا نے کہا۔

"آپ بیٹھیں تو سہی، ہمیں کس انداز میں ملنا تھا۔ بڑے تکلفات ہوتے ہمارے درمیان لیکن اب... پلیز آپ بیٹھیے مس مائیلر۔" تارینا نے کہا۔

سائیکا بیٹھ گئی۔ پھر بولی۔ "درمیانی تکلفات تو واقعی اس ماحول میں ختم ہو گئے لیکن زندہ مقتول کے بارے میں جانے بغیر گفتگو کا آغاز کیسے کیا جائے؟"

"علی اس کا فیصلہ کریں گے۔ ممکن ہے میں ضرورت سے کچھ زیادہ بول جاؤں۔" تارینا نے کہا۔

"آپ پہلے سائیکا مائیلر سے کام کی باتیں کر لیں مس ہارڈو، ہماری گفتگو بعد میں ہو جائے گی۔"

"جی نہیں۔ ایک شخصیت ایسی ملی ہے جس سے تمھاری ذات پر روشنی پڑ سکتی ہے تو بات کا رُخ بدل رہے ہو۔ مس تارینا، معاف کیجیے، مجھے آپ کا نام ان صاحب کی زبانی معلوم ہوا ہے۔ آپ کو یہ سُن کر حیرت ہوگی کہ علی نے انتہائی مشکل سے اپنا نام بتایا ہے۔ یہ کون ہیں، کیا کرتے رہے ہیں، اس بارے میں مجھے آج تک کچھ نہیں معلوم۔ اب ذرا آپ مجھے جلدی سے ان کے بارے میں سب کچھ بتا دیں۔"

"علی کی اجازت کے بغیر یہ ممکن نہیں ہوگا۔" تارینا نے کہا۔

"تارینا، یہ ارب پتی لڑکی آسانی سے نہیں مانے گی اور پھر مجھے اس سے بہت سے کام لینے ہیں اس لیے جو کچھ یہ پوچھے، بتا کر جان چھڑاؤ۔"

"مجھے تو خوشی ہو رہی ہے کہ میرے کام میں آسانیاں پیدا ہو گئیں۔ کام بہت مشکل ہے، ایک انسان کی عزت، وقار اور اس کے اہلِ خاندان کی زندگی کو خطرہ لاحق ہے لیکن علی اگر اس پر آمادہ ہو جائیں تو میں واپس جا کر یہ خوشخبری سنا سکتی ہوں کہ اب سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

سائیکا معنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

تارینا نے پھر کہا۔ "مزید دلچسپ بات یہ ہے کہ ان معاملات کا تعلق بھی علی سے ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میں کچھ نہیں جانتا۔ پہلے آپ یہ ثابت کریں کہ آپ تارینا ہارڈو ہیں؟" میں نے کہا۔

"یہ تو بڑا مشکل کام ہے۔" تارینا ہنس پڑی۔

"اس کے بعد ہی دوسری گفتگو ہوگی۔"

"اس وقت میں کچھ پُراسرار لوگوں کی قیدی تھی۔ تمھیں ان کے بارے میں اطلاع دینے کے بعد ہی میں ان کے جال میں پھنس گئی تھی۔ وہ میرے قد و قامت کی ایک اور عورت تھی جس کا تعلق گرین پول سے تھا۔ میرے سامنے ہی اس کے چہرے پر میک اپ کیا گیا۔ اسے شاید تمھارے قتل کی ذمے داری سونپی گئی تھی لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ وہ تمھارے ہاتھوں ماری گئی۔"

"مجھے اندازہ تھا۔" سائیکا نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"کس سلسلے میں؟" ہم نے اس کے الفاظ سن لیے تھے۔

"مجھے پہلے ہی کچھ گمان تھا کہ تمھارے ہاتھوں وہ پہلا قتل نہیں تھا۔ میری مراد اس شخص سے ہے جسے تم نے بندرگاہ پر مار ڈالا تھا۔" سائیکا بولی۔

"پہلا قتل...؟" تارینا عجیب سے انداز میں ہنس پڑی۔

"تو کیا قتل ہی قتل... خدا کی پناہ!" سائیکا آنکھیں پھاڑ کر بولی۔

"ہاں تو علی! بس میں کسی طرح ان کے چنگل سے نکل بھاگی، میں اس وقت مسٹر شورڈ کے پاس پہنچی تھی جب تم فلم حاصل کرنے گئے تھے۔"

"گویا تمھیں حالات معلوم ہیں؟"

"پوری طرح۔"

"میں سائیکا کے سامنے کوئی ایسی بات نہیں کہوں گا جس سے تمھاری توہین ہو۔" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔

"لیکن میں سائیکا کے سامنے ہی سب کچھ کہوں گی۔ ہاں میرے ملک میں تمھارے ساتھ سخت ناانصافی ہوئی جس کا مجھے احساس ہے۔"

"بہرحال سائیکا اگر تمھارے لیے کچھ کرنا چاہتی ہیں تو اطمینان رکھو، میں اس میں مداخلت نہیں کروں گا۔"

"یہ تم پر منحصر ہے علی۔ یقیناً تمھیں اس کا حق پہنچتا ہے۔ میں ذاتی طور پر تمھیں دیکھ کر خوش ہوئی تھی لیکن اس کام کی پیشکش مس سائیکا ہی کے لیے ہے۔"

"گفتگو کافی دلچسپ مراحل میں داخل ہوگئی ہے اور میں محسوس کر رہی ہوں کہ یہاں سے میری گفتگو کا بھی لگنا چاہیے۔ علی کے بارے میں تو آپ سے بہت کچھ پوچھنا ہے مس ہارڈو لیکن مناسب یہی ہوگا کہ پہلے آپ مجھے وہ کام بتائیں جس کے لیے آپ نے یہ سفر کیا ہے۔"

"ہاں۔ میں بھی یہی محسوس کر رہی ہوں۔ آپ کو علم ہے کہ مجھے میرے ملک کے ہوم منسٹر نے ذاتی طور پر یہاں بھیجا ہے؟"

"ہاں میں واقف ہوں۔"

"کچھ عرصہ قبل ہم نے ایک بین الاقوامی معاہدے کے تحت تخفیفِ اسلحہ کی ایک کارروائی کی تھی اور کیمیاوی ہتھیاروں اور ان کے فارمولوں کے ساتھ آبدوز روانہ کی تھی تاکہ اسے سمندر میں غرق کر دیا جائے۔ آبدوز ہائل جوشیو نامی ایک دہشت گرد نے اغوا کر لی اور اس کے لیے سودے بازی کرنے لگا۔ اسرائیل حکومت سے اس کے معاملات طے ہوگئے لیکن ہماری درخواست پر علی یار خان نے اسرائیل کے تمام منصوبے ناکام بنا دیے۔ ہائل جوشیو کو ہلاک کر دیا اور آبدوز ہمارے حوالے کر دی گئی جسے تباہ کر دیا گیا۔"

"علی یار خان...!" سائیکا متحیر آواز میں بولی۔

"ہاں وہ یہی علی ہیں۔ ہم انھیں احترام سے اپنے ملک میں لے آئے لیکن ایک امریکی یہودی نے گرین پول نامی دہشت گرد ادارے سے مل کر ان کے خلاف سازش کی اور حالات ایسے بگڑ گئے کہ ہمارے حکام بھی ان سے برگشتہ ہوگئے۔ اس کے ساتھ ہی سازش کو پختہ کرنے اور علی کے دل میں ہمارے لیے نفرت پیدا کرنے کی غرض سے علی کی ایک ساتھی کو اغوا کر لیا گیا۔ ہوم منسٹر مسٹر آئن شلائر ذاتی طور پر علی سے بہت متاثر تھے۔ وہ متعدد بار اس سلسلے میں کوشش کرتے رہے۔ ایک اور ملک سے خفیہ معاہدے کے تحت کچھ خاص اسلحہ اسرائیل کو سپلائی کیا جا رہا تھا جس کی ترسیل گرین پول کے ذریعے ہو رہی تھی۔ اس لیے مسٹر آئن شلائر نے مسٹر علی سے درخواست کی کہ وہ اس سلسلے میں بھی کام کریں اور اسلحے سے متعلق فلمیں حاصل کر لیں۔ تاکہ ایک طرف تو عربوں کو اس خطرے سے آگاہ کر دیا جائے اور دوسری طرف گرین پول کو بلیک میل کر کے دھمکی دی جائے کہ علی کی ساتھی اگر واپس نہ ہوئی تو عربوں کو گرین پول کے بارے میں تفصیل بتا دی جائے گی۔ اس طرح عرب دنیا میں گرین پول کے مفادات پر کاری ضرب لگے گی اور کوئی عرب ملک اس سے کام نہیں لے گا۔ اس ادارے کا کام دنیا کے ہر ملک کے لیے سب کچھ کرنا ہے اور اس طرح سے دولت کمانا ہے۔ اگر عرب دنیا اس بات سے واقف ہو جاتی تو گرین پول بڑے نقصان سے دوچار ہوتی۔ علی اپنی کوششوں میں کامیاب ہوگئے لیکن کسی طرح گرین پول کو اس کی بھنک مل گئی۔ چنانچہ مسٹر آئن شلائر کی بیوی اور ان کے نو سالہ اکلوتے بیٹے کو اغوا کر لیا گیا اور مجرموں نے دھمکی دی کہ اسلحے سے متعلق فلم اور ہائل جوشیو کے ثبوتوں کی فائل گرین پول کے حوالے کر دی جائے ورنہ ان دونوں کو ہلاک کر دیا جائے گا۔ علی واپس آئے تو موجودہ

حالات کے تحت ان سے بے اعتنائی برتی گئی اور انھوں نے جذباتی ہو کر وہ فلم جلا دی جس کی وجہ سے مزید مشکلات پیدا ہوگئیں۔ میں نے اپنی موت سے فائدہ اٹھایا اور خفیہ طور پر کام کرنے لگی۔ مسٹر آئن شلائر نے مسٹر علی کے ساتھ سخت سلوک کرتے ہوئے انھیں ناپسندیدہ شخصیت قرار دے دیا اور ایک ہوٹل میں قیام کی اجازت دی جہاں سے انھیں ملک بدر کیا جانے والا تھا۔ مجھے ہدایت کی گئی تھی کہ رات کے آخری حصے میں مسٹر علی سے مل کر انھیں صورتِ حال بتا دی جائے تاکہ وہ مسٹر شلائر کی طرف سے دل صاف کر لیں لیکن علی ایک ویٹر کو ہلاک کر کے وہاں سے نکل گئے۔ اس طرح ہم انھیں آگاہ بھی نہ کر سکے کہ اصل صورتِ حال کیا ہے۔ گرین پول نے یہودیوں سے ساز باز کر رکھی ہے۔ اسلحے کی سپلائی ابھی روک دی گئی ہے اور فوری طور پر کوئی پروگرام نہیں ہے۔ مسٹر شلائر چاہتے ہیں کہ آپ کے ذریعے ہم گرین پول کی مطلوبہ اشیا اس تک پہنچائیں۔ انھوں نے اس بات پر آمادگی کا اظہار کر دیا ہے۔ اسلحے کی فلم ہمارے پاس نہیں ہے اس لیے ایک نقلی فلم بنائی گئی ہے البتہ جوشیو کے ثبوتوں کی فائل اصلی ہے جو مسٹر شلائر نے خفیہ طور پر ریکارڈ ڈپارٹمنٹ سے حاصل کی ہے۔ اصل فائل پیش کرنا ضروری ہے اور اس کا ریکارڈ ڈپارٹمنٹ میں واپس جانا بھی اتنا ہی ضروری ہے۔ مسٹر آئن شلائر چاہتے ہیں کہ فائل گرین پول کو دی جائے اور ان کی بیوی اور بچے کو رہا کرانے کے ساتھ ہی فائل بھی واپس حاصل کر لی جائے اور اس اہم کام کے لیے مس سائیکا آپ کو زحمت دی جا رہی ہے۔ آپ اب خود حالات کا اندازہ لگا سکتی ہیں۔"

میں دلچسپی سے یہ پوری کہانی سن رہا تھا اور مجھے افسوس ہو رہا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ آئن شلائر بے چارہ مجبور تھا۔ اگر میں ہوٹل سے فرار نہ ہوتا تو اس وقت حقیقت مجھے معلوم ہو جاتی لیکن میں بھی مجبور تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو... وہی ہوتا یعنی ہارڈو پھر مجھ پر مسلط ہوتی اور میں یہ کسی طور پسند نہ کرتا۔ بے شک آئن شلائر اپنے طور پر مظلوم تھا، مجبور تھا لیکن یہ میری ذمے داری تو نہیں تھی۔ اسے کچھ تو کرنا ہی تھا اور مجھے اپنے بچاؤ کا بندوبست کرنا تھا۔

سائیکا کی البتہ سٹی گم تھی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے آثار نظر آ رہے تھے۔ تارینا ہارڈو خاموش ہوگئی تھی۔ یہ خاموشی دیر تک ماحول پر مسلط رہی۔ میں سائیکا کے بولنے کا انتظار کر رہا تھا لیکن وہ بس ٹک ٹک بیٹھی تھی۔

"اب آپ کو فیصلہ کرنا ہے مس سائیکا کہ آپ مسٹر شلائر کی کیا مدد کر سکتی ہیں۔" ماحول کے سکوت کو بالآخر تارینا ہارڈو نے ہی توڑا۔

سائیکا مائیلر نے میری طرف دیکھا اور پھر طویل سانس لے کر بولی: "ابھی تو فیصلہ یہ کرنا ہے مس تارینا ہارڈو کہ میری اپنی پوزیشن کیا رہ گئی۔ میں بہت ڈینگیں مارتی آئی تھی علی کے سامنے لیکن جو شخصیت اپنے اندر اتنے کمال رکھتی ہو، اس کے سامنے میری بھلا کیا حیثیت رہ جاتی ہے اور اب تو میں یہ سوچ رہی ہوں کہ میرے لیے علی کے دل میں کتنے قہقہے مچل رہے ہوں گے، کیا کیا دعویٰ رہا ہوگا انھوں نے میرے بارے میں۔ ایک حقیر سی شے ہوں ان کے سامنے تو میں۔ میرا گروہ بھلا کیا حیثیت رکھتا ہے۔ علی یار خان تو بذاتِ خود ایک گروہ ہے۔ ہائل جوشیو سے میں بھی ناواقف نہیں ہوں۔ آبدوز کیس میرے بھی علم میں ہے۔ تفصیلات میں نہیں جانتی کہ کس طرح یہ مسئلہ حل ہوا تھا لیکن علی یار خان...! قصور میرا بھی نہیں ہے۔ کچھ لوگ اپنے آپ کو چھپانے میں کمال رکھتے ہیں اور دوسروں کی حماقت سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ عجیب سی بات نہیں ہے مس ہارڈو! ہم لوگ مخلصانہ طور پر ایک دوسرے کے ساتھ تھے لیکن علی نے اپنے بارے میں مجھے کبھی تفصیل نہیں بتائی۔ خیر مجھے ان سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ تاہم اب جب کہ علی کی شخصیت کھل کر میرے سامنے آگئی ہے تو میں یہی سمجھتی ہوں مس ہارڈو کہ اب میری اپنی شخصیت ماند پڑ گئی ہے۔ لہٰذا میں آپ کے سلسلے میں کیا کر سکوں گی۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ میں خلوصِ دل سے مسٹر آئن شلائر کی ہمدرد ہوں اور اس بات پر انتہائی دکھ کا اظہار کرتی ہوں کہ ان کی بیوی اور ان کے بیٹے کو اغوا کر لیا گیا ہے۔ اگر آپ لوگ چاہیں تو میں علی کے ساتھ ایک ماتحت کی حیثیت سے کام کر سکتی ہوں۔ مجھے اس پر ذرا بھی اعتراض نہیں ہوگا۔"

تارینا ہارڈو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے آہستہ سے کہا: "مس سائیکا! ابھی تو علی کی زندگی کا صرف ایک معمولی سا عکس آپ کے سامنے آیا ہے۔ خوش قسمتی سے میں نے علی کے بارے میں خاصی معلومات حاصل کی ہیں۔ اور جتنا کچھ میں جانتی ہوں علی کے بارے میں، وہ سب جان کر آپ مزید حیران ہوں گی۔ اس وقت میرے خیال میں یہ مناسب بھی ہوگا کہ میں علی یار خان کا کچھ تعارف اپنی معلومات کی بنا پر آپ سے کرا دوں تاکہ آپ کو علی سے اپنے روابط میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔"

اتنا کہہ کر تارینا نے میری طرف دیکھا اور میں نے خاموشی سے سر جھکا لیا۔ تب وہ دوبارہ سائیکا سے مخاطب ہوئی۔

"گوٹے مالا کا نام سنا ہے آپ نے؟"

"ہاں کیوں نہیں۔" سائیکا مائیلر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"گوٹے مالا کے فوجی انقلاب کی پشت پر علی کا ہاتھ تھا۔ وہاں گرین پول اور یہودی لابی کی سازشوں کو ختم کرنے کا سہرا بھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

علم کے سربراہ اور پھر جب کہ یہ وہاں ایک بڑی حیثیت اختیار کر چکے تھے، سارا ہی نظام حکومت درہم برہم کر کے رکھ دیا تھا انھوں نے اور پھر چھوڑ چھاڑ کر چلے آئے۔ پھر گمنامی کی حالت میں سفر کرتے ہوئے مجھ تک پہنچے تو میں نے ایک عام انسان کی حیثیت سے ہی ان کا استقبال کیا لیکن جناب ان کے جوہر کھلے اور میں نے اپنے طور پر ان کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو میں ششدر رہ گئی۔ بالآخر انھیں بائبل جوشیو کی مہم سونپی گئی۔"

تارینا نے تفصیل سے تمام واقعات سنانا شروع کر دیے تھے اور سائیکا متحیر انداز میں سن رہی تھی۔ "برکلے یونیورسٹی کا ایک پاکستانی طالب علم علی یار خان صرف اس لیے یہودیوں کے خلاف ہو کر انھوں نے ابیرات ہال میں ایک میٹنگ کے دوران مسلمانوں کے خلاف لاف و گزاف کی تھی۔ ابیرن ہال جیسی اہم جگہ جو کہ یہودیوں کا گڑھ ہے اس نوجوان نے کھڑے ہو کر مسلمانوں کی حمایت کی اور اسی کی پاداش میں یہودی اس کے خلاف ہو گئے۔ اس کی ایک پاکستانی ساتھی لڑکی کو قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد اس نے اپنی راہ میں مزاحم یہودیوں کو قتل کرنے کے بعد وہاں سے فرار اختیار کی اور پتا نہیں کہاں کہاں ہوتا ہوا تنظیم آزادیٔ فلسطین میں شامل ہو گیا یہاں اس کے کارناموں نے یہودیوں کے دل دہلا دیے۔ یہ وہی علی یار خان اس وقت ہمارے سامنے ہے — مس سائیکا مائیلر۔"

سائیکا ایک دم کھڑی ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں شدید حیرت کے آثار نظر آ رہے تھے۔ پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑا اور دھم سے صوفے پر بیٹھ گئی۔ تارینا ہارڈو مسکرا رہی تھی۔ میں صوفے کی پشت سے گردن ٹکائے اپنی ہی سوچوں میں گم تھا۔ آئن شلائر کی ذات سے مجھے واقعی ہمدردی محسوس ہو رہی تھی۔

چند لمحے بعد سائیکا مائیلر نے گردن اٹھائی اور میری طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ "علی! میں آپ کے بارے میں پہلے بھی بہت کچھ سن چکی ہوں۔ میں نے آپ کو بتایا تھا نا کہ میرے ساتھیوں میں چند شامی باشندے ہیں۔ وہ آپ سے عقیدت رکھتے ہیں۔ آپ کے نام کی پوجا کرتے ہیں اور میں خود کو آپ کے سامنے بہت حقیر محسوس کر رہی ہوں۔"

"اب آپ دونوں خواتین مجھے گھسے جائیں گی یا کچھ کام کی باتیں بھی ہوں گی؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا —

"نہیں علی! آپ نے سچ بات یہ ہے کہ مجھے میری اوقات یاد دلا دی ہے۔" سائیکا مائیلر کی آواز میں افسردگی تھی۔

"ارے ارے! یہ اچانک تم سے آپ! اور پھر یہ لہجہ۔ ڈیئر تم بہرحال میری دوست ہو۔ تمھارا کیا خیال ہے، کیا میں تم سے فوراً ہی اپنے کارنامے بیان کرنا شروع کر دیتا، کیا لگتا، عجیب سا محسوس نہ ہوتا۔ آپ ہی فیصلہ کریں مس تارینا ہارڈو۔ آپ کا کیا خیال ہے ہم لوگ اپنے چھوٹے چھوٹے کاموں کو بڑھا چڑھا کر بیان کریں تو کیا یہ ہماری شخصیت کو زیب دیتا ہے۔"

"اور میں جیسے بہت ہی ہلکی لڑکی ہوں، کیوں یہی کہنا چاہتے ہیں نا آپ؟" سائیکا مائیلر نے کہا اور میں ہنس پڑا۔

"واہ خواتین کے لڑنے کا یہی انداز ہوتا ہے چلو بھائی، ہم نے ہتھیار ڈال دیے۔ ہم کسی خوب صورت لڑکی سے نہیں لڑ سکتے۔"

سائیکا مائیلر چند لمحے مجھے گھورتی رہی پھر بولی۔ "ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ اس موضوع پر تم سے تفصیلی گفتگو ہوگی علی میں اس بات سے انکار نہیں کروں گی کہ میری شخصیت بہت بڑی طرح مجروح ہوئی ہے۔ میں اب تک اپنے آپ کو بہت برتر سمجھتی رہی ہوں لیکن تم کم از کم مجھے بتا تو دیتے تاکہ میں تمھیں تمھارے شایانِ شان احترام دیتی۔"

"تم نے مجھے اتنی محبت، اتنا احترام دیا ہے کہ اس کے بعد کسی شکایت کی گنجائش نہیں رہتی۔ جہاں تک تمھاری شخصیت کے مجروح ہونے کی بات ہے تو تم کسی طور مجھ سے کمتر نہیں ہو — بلاوجہ کی باتیں ذہن میں نہ رکھو۔ مجھے اب تارینا ہارڈو سے گفتگو کر کے آئندہ کے معاملات پر غور کرنا ہے۔"

"میں بھی یہی مشورہ دیتی ہوں مس مائیلر آپ آئن شلائر کے کیس کو اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ علی آپ کے ساتھ ہے، آپ لوگ آپس میں جو بھی مشورہ کریں، ہم اس سلسلے کو آپ ہی کے سپرد کرنا چاہتے ہیں۔"

"کیوں علی! کیا خیال ہے؟ اب تو بات بہت آگے نکل گئی ہے۔ میں انکار نہیں کر سکتی۔ کیونکہ مسٹر آئن شلائر نے بہت سے معاملات میں میری درپردہ مدد کی ہے۔ کچھ احسانات ہیں ان کے مجھ پر... میں انھیں نظر انداز نہیں کر سکتی اور خاص طور سے ایسی شکل میں جبکہ ان کی بیوی اور بچیاں دہشت پسندوں کے قبضے میں ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کی مدد کریں۔"

"ٹھیک ہے چیف۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور سائیکا مجھے گھورنے لگی۔

"دیکھو علی، باز آ جاؤ، جھگڑا ہو جائے گا۔"

"توبہ توبہ! میری یہ مجال کہاں۔"

"کیس کی تمام نوعیت تم سمجھ چکے ہو علی۔ چنانچہ مس تارینا ہارڈو سے اس موضوع پر گفتگو کرو۔"

"میں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں تم۔"

"کیوں بھئی! میں کیوں؟"

"دراصل تم خود بھی اس تمام سلسلے کی ایک کڑی ہو علی اور میں جانتی ہوں کہ تمھارے ذہن میں یہ تمام حالات و واقعات معلوم کر کے جو سوالات پیدا ہوئے ہیں ان کے بارے میں تارینا ہارڈو سے گفتگو کرو۔"

"ٹھیک ہے تو پھر اجازت؟" میں نے کہا۔

"ہاں۔" سائیکا نے کہا اور مسکرا دی۔

"پہلا سوال مس ہارڈو؟"

"جی، جی؟" وہ میری طرف پوری طرح متوجہ ہو گئی۔

"کیا سن مین، آئن شلائر کا آدمی نہیں ہے؟"

"سو فیصد ہے۔ لیکن وہ صرف کرائے کا ٹٹو ہے۔ زیر زمین بادشاہ جہاں سے دولت مل جائے، وہاں کام شروع کر دیتا ہے۔ آئن شلائر کی وجہ سے اُسے بہت سے تحفظات حاصل ہیں مگر اپنی عقربی فطرت کی وجہ سے وہ مجبور ہے۔ ڈنک مارنے کا جہاں بھی موقع ملتا ہے، مار دیتا ہے کہ کسی بھی جگہ سے اگر اسے زیادہ دولت مل جائے تو وہ ایسا کام کر لیتا ہے جس پر مسٹر آئن شلائر کو بھی اعتراض نہ ہو اور وہ بھی اپنا کام کر جائے۔ اس سلسلے میں مسٹر آئن شلائر کو بھی معلوم تھا چنانچہ تمھارے معاملے میں علی! انھوں نے سن مین کو اسی طرح ٹریٹ کیا جیسے اب وہ تم سے برگشتہ ہوں، اس سے مراد یہ تھی کہ اگر ادلیویا ہارڈو یا گرین پول نے سن مین سے رابطہ قائم کر کے اُسے اپنے جال میں پھانسا ہو تو وہ ان لوگوں کو یہی اطلاع دے کہ مسٹر آئن شلائر معاہدے کی پابندی کر رہے ہیں اور اب مسٹر علی کے ساتھ ان کا رویہ بہتر نہیں ہے۔"

"اگر سن مین ایسا ہی خود غرض آدمی ہے تو پھر یہ بھی سوچا جا سکتا ہے کہ فلم کے جل جانے کی اطلاع بھی گرین پول کو پہنچ چکی ہوگی۔"

"ممکن ہے ایسا ہوا ہو۔"

"اچھا یہ بتاؤ، فائل تو وہ اصلی ہی ہے جو تمھیں گرین پول کو دینا ہے؟"

"ہاں۔"

"فلم بھی ان کے حوالے کرنا ہے؟"

"ہاں۔ لیکن جیسا کہ میں تمھیں بتا چکی ہوں کہ وہ فلم اصلی نہیں ہے۔"

"اگر سن مین کے ذریعے گرین پول کو یہ اطلاع مل چکی ہے کہ وہ فلم علی یار خان نے جلا دی تھی تو کیا اس فلم کو دیکھ کر گرین پول کے امکان حیران نہیں ہوں گے؟ کیا اس کے بعد وہ یہ غور نہیں کرنے لگیں گے کہ ممکن ہے وہ فائل جو ان تک پہنچائی گئی ہے نقلی ہو؟"

تارینا ہارڈو کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی پھر اس نے پُرخیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہاں یہ تو ہے۔"

"کیوں نہ فلم کے مسئلے کو گول ہی رکھا جائے اور یہ اظہار کیا جائے کہ فلم جلا دی گئی تھی۔"

"علی! اب تمام صورت حال تمھارے سامنے آ چکی ہے۔ مس مائیلر بھی موجود ہیں۔ جیسا تم دونوں فیصلہ کرو۔" تارینا ہارڈو نے کہا۔ سائیکا مائیلر نے کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھولے لیکن پھر بند کر لیے۔

میں نے اس کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیوں سائیکا! تمھارا کیا خیال ہے؟"

"علی، کیا میرا بولنا ضروری ہے؟" اس نے کہا۔

"ہاں۔ میں مس تارینا ہارڈو سے انتہائی معذرت خواہ ہوں۔ اتفاقیہ طور پر میں مس سائیکا مائیلر کے ساتھ یہاں آ گیا ہوں۔ انھوں نے خود ہی اس بات کی خواہش کا اظہار کیا تھا کہ میں ان کے ساتھ چلوں ورنہ شاید میں یہاں نہ آتا۔ مسٹر آئن شلائر سے رخصت ہونے کے بعد میرے ذہن میں یہ بات نہیں تھی کہ یہاں پہنچ کر میں مس مائیلر کے گروہ میں شامل ہو جاؤں گا اور یہ بھی صرف اتفاق ہے کہ آپ سے میری شناسائی نکل آئی۔ اب بہتر یہی ہے کہ آپ اس سلسلے میں جو بھی گفتگو کرنا چاہتی ہیں سائیکا مائیلر ہی سے کریں۔ سائیکا نے اگر چاہا تو میں اس معاملے میں بولوں گا ورنہ لاتعلق رہوں گا اور بہتر یہ ہوگا کہ میں یہاں موجود بھی نہ رہوں۔" میں نے صوفے سے اٹھنے کی کوشش کی تو سائیکا مائیلر مضطربانہ انداز میں کھڑی ہو گئی۔

"ارے علی! تم بُرا مان گئے۔ میرا یہ تو مقصد نہیں تھا۔ بس میں تمھیں خود سے برتر سمجھتے ہوئے یہ تمام باتیں کہہ رہی تھی۔"

"اس کے باوجود مس مائیلر، کیس آپ کا ہے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے تو مجھے آئن شلائر کی بیوی اور اس کے بچے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں ان تمام لوگوں سے قطع تعلق کر چکا ہوں۔"

سائیکا مسکرانے لگی۔ اس کے چہرے کی زندگی اچانک ہی واپس آ گئی تھی۔ پھر اس نے تارینا ہارڈو سے کہا۔ "سوری مس ہارڈو! ٹھیک ہی تو ہے۔ واقعی آپ مجھ سے ملنے آئی تھیں، ان تمام معاملات کے سلسلے میں آپ کو مجھ سے گفتگو کرنا چاہیے۔ علی سے متعارف کرانے کا بے حد شکریہ۔ میرا خیال ہے آپ فائل مجھے دے دیں اور میں اس سلسلے میں ہر ممکن جدوجہد کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

تارینا ہارڈو کے چہرے پر عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بسے ہوئے رنگ تھے اس کی آنکھوں کے۔ لیکن اس نے خود کو سنبھال لیا اور مسکراتی ہوئی بولی "ٹھیک ہے مس ہیلنا! میں یہ فائل آپ کے حوالے کرتی ہوں، میری ذمے داری اس کے بعد ختم ہو جاتی ہے۔ ہاں البتہ آپ کو کبھی ہماری ضرورت پیش آئے تو آپ ہم سے رابطہ قائم کر سکتی ہیں۔ البتہ اتنا خیال رکھیے کہ مسٹر آئن شلاز کے بیٹے اور بیوی کی زندگی اب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ او کے علی! اگر حالات کچھ بہتر ہوئے اور ہم تمھارے لیے کچھ کر سکے تو سرخرو ہو کر تم سے ملاقات کریں گے۔" تارینا ہارڈو کے لہجے میں عجیب سی افسردگی تھی۔ میں نے چونک کر اُسے دیکھا۔

"میں نہیں سمجھا تارینا؟"

"بس یونہی۔ کوئی خاص بات نہیں۔" تارینا نے کہا اور اپنی جگہ سے اُٹھ کر ایک الماری کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے الماری سے ایک سرخ رنگ کی فائل نکالی اُسے کھولا اور فائل کے کاغذات سائیکا ہائیلر کو چیک کرانے لگی۔

میں نے ان کاغذات کو دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ سائیکا چند لمحے ان کاغذات کو دیکھتی رہی، پھر اس نے فائل اپنے قبضے میں لیتے ہوئے کہا "آپ اطمینان رکھیں، آپ کو یہ فائل مسٹر آئن شلاز کی بیوی اور ان کے بچے کے ساتھ ہی واپس کر دی جائے گی۔ آپ ہماری کامیابی کے لیے دعا گو رہیں۔"

"بہت بہت شکریہ، اب آپ یہ بتائیں کہ آپ کیا پینا پسند کریں گی۔"

ایک مشروب پینے کے بعد سائیکا ہائیلر نے اُٹھتے ہوئے کہا "اب ہمیں اجازت دیجیے۔ ہاں علی! اگر آپ تارینا ہارڈو کے پاس رکنا چاہیں تو مجھے ذرا بھی اعتراض نہیں ہوگا۔ بلکہ میرا اپنا خیال ہے کہ آپ یہاں قیام کریں بشرطیکہ مس ہارڈو پسند کریں۔"

تارینا ہارڈو نے تشکرانہ نگاہوں سے سائیکا کی طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی "اس کے لیے میں تمھاری شکرگزار رہوں سائیکا۔"

"او کے علی! میں تمھارا انتظار کروں گی۔" سائیکا نے کہا اور اُٹھ کھڑی ہوئی۔ میں نے وہاں ٹھہرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

سائیکا کو رخصت کرنے کے بعد ہم دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ میں نے تارینا ہارڈو سے کہا "یقین کرو تارینا تمھیں زندہ دیکھ کر مجھے بے پناہ خوشی محسوس ہو رہی ہے۔ میں جب بھی اس ہولناک واقعے کو یاد کرتا تھا، میرے رگ و پے میں سنسنی دوڑ جاتی تھی اور میں یہ محسوس کرتا تھا کہ کاش ایسا نہ ہوا ہوتا۔"

"ذرا یہ تو بتاؤ علی کہ اس عورت کو قتل کرنے کی ضرورت کیوں پیش آ گئی؟"

"بس یہ صرف اتفاق تھا تارینا کہ وہ میری ایک ضرب شدید کا شکار ہو گئی۔"

"اور اگر وہ میں ہی ہوتی تو؟" تارینا ہارڈو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نے کہا "نا، اس کے لیے شاید مجھے زندگی بھر افسوس رہتا۔"

"شکریہ۔ تمھارے یہ الفاظ میرے لیے بے حد قیمتی ہیں علی۔ مگر ہماری اپنی ذہنی کیفیت کے بارے میں تم کیا سمجھتے ہو۔ تمھارا کیا خیال ہے، تہذیب مالکہ ایکس کو حاصل نہ کر کے کیا ہم خوش ہیں؟"

"تہذیب کے بارے میں بس اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ اگر مر چکی ہے تو اس کی مغفرت ہو اور اگر زندہ ہے تو ہر طرح کے عذاب سے محفوظ رہے۔"

"تم اُس کے حصول سے مایوس ہو چکے ہو؟" تارینا ہارڈو نے پوچھا۔

"ہاں تقریباً۔"

"کیا تمھیں اس بات کا یقین ہے کہ وہ گرین پول کے قبضے ہی میں ہے؟"

"ہاں، اس کے امکانات ہو سکتے ہیں۔ تارینا میں تمھیں لیو ہارڈ کے بارے میں بتا چکا ہوں۔ اس کا تعلق امریکی سی آئی اے سے ضرور ہے لیکن جو کچھ وہ کر رہا ہے اس کی ذمے دار حکومت امریکا قطعی نہیں ہے۔ وہ صرف ذاتی بنیادوں پر کام کرتا رہا ہے۔ اس وقت جب کیلی فورنیا میں میں اس کے مدمقابل آیا تھا اور ہمارے درمیان کچھ حادثات کے تحت مزید ملاقاتیں ہوئی تھیں تو اس نے یہی کہا تھا کہ اگر میں چاہوں تو تمھیں قتل کر سکتا ہوں لیکن میں تمھیں اس طرح قتل نہیں کروں گا، جو کچھ تم نے کیا ہے، اس کا بدلہ اتنا ہی بھرپور ہونا چاہیے۔ اس سلسلے میں وہ میرے وطن کو بھی لوٹ کرنا چاہتا ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ یا تو وہ میرے ہاتھوں مارا گیا ہوتا یا میں اس کے ہاتھوں قتل ہو گیا ہوتا۔ میرے اور اس کے درمیان جتنی طویل چپقلش چل رہی ہے، شاید تم اس کا تصور بھی نہ کر سکو تارینا۔"

"میں جانتی ہوں، وہ بے حد خطرناک آدمی ہے اور ایک بات میں بھی تمھیں بتاؤں، میرے ملک میں اس کی موجودگی کے بہت سے نشانات ملے ہیں۔ میں ذاتی طور پر بھی اس دوران روپوش رہ کر جو کچھ کرتی رہی ہوں اس کے تحت میں تمھیں یہ بات پورے وثوق سے بتا رہی ہوں کہ ہارڈو اس وقت وہیں تھا جب ہم ان سارے معاملات کو ترتیب دے رہے تھے۔ ہاں جو خبیث کے ہاتھوں کے بارے میں تو مجھے نہیں علم ہو سکا لیکن میں جانتی ہوں گرین پول کو تمھاری جانب متوجہ کرنے والا وہی شخص تھا۔ یقینی بات ہے کہ تہذیب مالکہ ایکس کو گرین پول نے اغوا کیا، اب یہ نہیں معلوم کہ اس

نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا، کوئی نشان ہی نہ مل سکا۔ لیکن مجھے یوں لگتا ہے علی جیسے تہذیب اب بھی تمھارے ذہن میں زندہ ہے۔"

"ہاں، وہ میرے ذہن میں ہمیشہ زندہ رہے گی مس ہارڈو۔ ظاہر ہے میں نے اُسے چاہا تھا، اس کے خلوص اور اس کے ایثار سے متاثر ہوا تھا اور چاہا تو میں نے اپنے خاندان کو بھی تھا، سب کچھ چلا گیا میرے اور جب وہ سب کچھ نہیں ملا تو کیا ضروری ہے کہ میں تہذیب ہی کی یاد میں بھٹکتا رہوں۔"

تارینا ہارڈو ایک لمحہ خاموش رہی پھر اس نے سکوت توڑا "علی اور کچھ تو تم سے نہیں کہہ سکتی لیکن تہذیب کی تلاش اور اُسے تم تک پہنچانا میری زندگی کا بھی ایک اہم مسئلہ بن چکا ہے اور میں اس سے کبھی غافل نہیں رہوں گی۔ البتہ ایک مشورہ تمھیں یہ ضرور دوں گی کہ گرین پول مقابلے پر ہے، اگر تم سائیکا ہائیلر کے ساتھ مل کر اس معاملے میں کام کرو تو ممکن ہے راستے میں کہیں تہذیب تم سے ٹکرا جائے۔"

"وہ ایک دیگر چیز ہوگی لیکن ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ سائیکا ہائیلر کے ساتھ مل کر کام کروں گا یا نہیں۔"

"اگر مناسب سمجھو تو کرو۔ آئن شلاز کی حالت بے حد قابل رحم ہے۔ اگر تم مل جاتے انھیں تو شاید وہ اس سارے کام کے لیے تم سے ہی درخواست کرتے۔"

"عجیب بات نہ ہوتی تارینا؟" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔

"ہاں، عجیب ہوتی۔ ہم لوگ مسلسل تم سے کام لیے جا رہے ہیں اور تمھارے لیے کچھ نہیں کر سکے لیکن علی بعض اوقات حالات ایسا رُخ بھی اختیار کر جاتے ہیں۔"

میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ آئن شلاز کی موجودہ حالت میرے سامنے تھی۔ کافی دیر تک سوچنے کے بعد میں نے کہا "یہ بتاؤ، یہ فائل اور فلم انھیں کہاں پہ دینا تھی اور تمھارے خیال میں آئن شلاز کی بیوی اور بچے کو انھوں نے کہاں پہ رکھا ہے؟"

"استنبول میں۔" تارینا ہارڈو نے کہا۔

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر حیرت سے اُسے دیکھا۔

"ہاں، یہ دونوں چیزیں استنبول ہی پہنچانا ہیں۔ گرین پول کی طرف سے مسٹر آئن شلاز کو اس سلسلے میں ہدایات دی جا چکی ہیں۔"

"کیا آئن شلاز نے ان سے کوئی وعدہ کر لیا ہے کہ وہ کب تک انھیں یہ چیزیں پہنچا دیں گے؟"

"ابھی نہیں۔ لیکن اس کے لیے انھوں نے کچھ مہلت مانگی ہے۔" تارینا ہارڈو نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے تارینا! اب اس سلسلے میں سائیکا ہائیلر کو جو اطلاعات فراہم کرنا ہوں گی کر دینا۔ در اصل میں نہیں چاہتا کہ سائیکا

موسیقی کے شائقین کے لیے
اپنے طرز کی اچھوتی کتاب

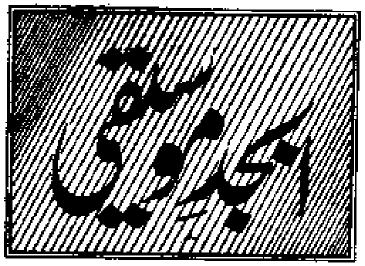

سازوں کی سنگت میں گانا ایک مشکل فن ہے

سُر، لَے، گیت، راگ، ٹھاٹھ اور
موسیقی کے دیگر اسرار و رموز
آشکار کرنے والی بے مثال کتاب

برصغیر کے نامور گلوکار اس کتاب کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

یہ سیکھنے والوں کے لیے مشعل راہ ہے

مہدی حسن کا تفصیلی تبصرہ
مع اُن کی رنگین تصویر کے
اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں

یہ کتاب موسیقی کے اُستادوں کی جگالی کرتی ہے

قیمت: ۶۰/- روپے ۰ ڈاک خرچ: ۱۰/- روپے
پیشگی رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجیے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس نمبر ۲۳ سعید مینشن بیلیسویا اسٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کسی طور بھی احساسِ کمتری کا شکار ہو۔ مسٹر شلائر کی مزید ہدایات سائیکا ہی کے ذریعے مجھ تک پہنچ جائیں گی۔"

"او کے" تارینا نے کہا اور میں اٹھ کھڑا ہوا۔

تارینا بارڈو سے رخصت ہو کر میں سائیکا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اُداس اُداس سی نظر آ رہی تھی۔

"مجھے دیر ہو گئی سائیکا؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں علی، شرمندہ نہ کرو۔ میں کسی جواب طلبی کا حق تو نہیں رکھتی۔ آؤ اوپر کھلی ہوا میں بیٹھیں گے۔" اس نے کہا اور میں اُس کے ساتھ چل پڑا۔

رنگ اور روشنیوں کے شہر پر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ بلند جگہ بیٹھنے کی وجہ سے دُور دُور تک کے مناظر نظر آ رہے تھے جہاں روشنیوں کا طوفان اُمڈا ہوا تھا یقیناً وہاں سڑکوں پر اتنی خاموشی نہیں ہوگی لیکن اس الگ تھلگ مقام پر بڑا سکون تھا۔ سائیکا خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ اس لڑکی کے حسن پر بہت سے اور اس کے قدوخال کی جاذبیت کا تو میں پہلے دن ہی سے قائل ہو گیا تھا لیکن اس وقت اس کے حسن میں ایک عجیب سا اضافہ ہو گیا تھا۔ اس میں افسردگی تھی اور میں نے اس روپ میں اسے پہلی بار دیکھا تھا۔

"سائیکا!" میں نے اسے مخاطب کیا۔ "معلوم نہیں تمھیں کتنی سی بات نے متاثر کیا ہے۔ تمھاری کیفیت دیکھ کر تو یہ بات یہ ہے کہ میں کچھ افسردہ ہو گیا ہوں۔"

اس نے نگاہیں اُٹھائیں اور پھر پھیکے سے انداز میں مسکراتی ہوئی بولی۔ "نہیں علی! کوئی خاص بات نہیں۔ میں صرف یہ سوچ رہی ہوں کہ تمھاری حیثیت کے مطابق تمھیں کوئی مقام نہیں دے سکی۔ لیکن مجھے معلوم بھی تو نہیں تھا، یہ خیال آتا ہے تو ذہن کسی قدر مطمئن ہو جاتا ہے۔ بس نجانے کیسی کیفیت طاری ہو گئی ہے مجھ پر۔"

"یہ سب صرف تمھارے احساسات ہیں سائیکا، اور کوئی خاص بات نہیں ہے۔ میں بالکل وہی ہوں جو پہلے تھا۔ تارینا بارڈو نے میرے متعلق جو کچھ بھی بتایا ہے وہ بھی درست ہے۔ میں قانون کا طالب علم تھا۔ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد پاکستان لوٹ جانا چاہتا تھا اور وہاں رہ کر اپنے وطن کی خدمت کرنے کا خواہشمند تھا لیکن ایبرن ہال میں، جیسا کہ تمھیں تارینا بارڈو نے بتایا، کچھ یہودیوں کی لوٹ وگزاف سن کر میں اپنے آپ کو باز نہ رکھ سکا اور اس کے بعد سے میں نے یہودیوں کے خلاف اپنی عملی جدوجہد کا آغاز کر دیا۔ یہاں مسٹر جیک لارس کے سلسلے میں بھی صرف انسانیت کا جذبہ ہی کارفرما تھا اور پھر تم سے ملاقات ہو گئی۔ تمھاری اپنی ذات میں بہت کچھ ہے سائیکا۔ تم رنگ ونسل پر

مذہب سے ماورا ہو کر اپنے آپ کو اس سلسلے میں اس حد تک ملوث کیے ہوئے ہو کہ ہمیں شرمندگی ہوتی ہے۔ ہاں، سائیکا، یہ حقیقت ہے کہ میں تمھارا تہِ دل سے احترام کرتا ہوں۔ پھر کم از کم اس بات سے بھی تمھیں اطمینان ہونا چاہیے کہ میں نے تمھیں اپنا صحیح نام بتایا، گو مختصر بتایا تھا یعنی میں تم پر اعتماد کرتا چلا ورنہ چاہتا تو اپنے آپ کو چھپا سکتا تھا۔ اب ان تمام باتوں کی روشنی میں تم اگر اپنے ذہن پر کوئی بوجھ رکھنا چاہتی ہو تو پھر مجبوری ہے ورنہ اب اس کی گنجائش تو نہیں ہے۔" سائیکا مجھے دیکھتی رہی دیر تک دیکھتی رہی اور اس کے بعد دفعتاً اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہاں علی! تمھارا شکریہ۔ بات سب سچ کہی ہے تم نے، میرا دل اسے تسلیم کرتا ہے۔"

"سائیکا، اس خیال کو ذہن سے نکال دو کہ میں کیا کر چکا ہوں اور درپیش مسئلے پر غور کرو۔ اس معاملے کا تعلق تھوڑا بہت مجھ سے بھی نکل آیا ہے۔ مسٹر آئن شلائر کی پوزیشن عجیب سی رہی ہے میری نگاہوں میں۔ کبھی میں نے یہ سوچا ان کے بارے میں کہ وہ ایک مخلص انسان ہیں اور کبھی یہ سوچا کہ وہ صرف زمانہ ساز ہیں یعنی حالات کچھ اس طرح تبدیل ہوتے رہے کہ میں خود ان کے بارے میں الجھن کا شکار رہا۔ اب تم اس سلسلے میں کرنا کیا چاہتی ہو اور مجھے کس طرح تمھارے ساتھ شریک ہونا چاہیے؟"

"علی، میں سچ مچ اتنی نروس ہو گئی ہوں کہ صحیح طور پر کوئی فیصلہ کرنے کے قابل نہیں رہی ہوں اور پھر شاید میرا دل بھی اندر سے یہ نہیں چاہتا کہ تمھاری موجودگی میں، میں کوئی فیصلہ کروں۔ تم اپنے طور پر سارے واقعات سے واقف ہو چکے ہو لہٰذا تم مجھے بتاؤ کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

"چلو ایسا ہی سہی۔ تارینا بارڈو سے میری کچھ اور بھی گفتگو ہوئی ہے، یہ بھی معلوم کیا ہے میں نے کہ یہ فائل اور فلم انھیں استنبول میں گرین پوں کے سپرد کرنا تھی اور اب بھی ایسا ہی ہوگا۔ انھوں نے مسٹر آئن شلائر کے اس ایجنٹ کو جو یہ تمام چیزیں لے جائے گا، استنبول آنے کی دعوت دی ہے۔"

"تو پھر کیا پروگرام ہے؟ میرا مطلب ہے کیا ہم استنبول جائیں گے؟"

"اگر مناسب سمجھو تو تم نہ جاؤ، یہ کام صرف مجھے کرنے دو یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم پیچھے سے مجھے کانٹیکٹ کرو اور اگر کوئی ایسی الجھن یا مشکل پیش آ جائے جس میں مجھے تمھاری مدد کی ضرورت پڑے تو تم میرا ساتھ دو۔"

"لیکن استنبول میں... میری پہنچ اتنی دُور تک تو نہیں ہے، ہمیں ترکی پہنچ کر انتظامات کرنا ہوں گے۔"

"ہاں۔ میں ترکی چلا جاتا ہوں، تم صورتِ حال کو کسی بھی طرح قابو میں کر کے وہاں پہنچ جاؤ یا اگر نہ بھی پہنچنا چاہو تو پھر مجھ پر انحصار کرو۔ میں کوشش کروں گا کہ اپنا کام بہ آسانی انجام دے سکوں۔" میں نے کہا۔

"گویا تم تنہا جانا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔ یہ ہمارے حق میں بہتر رہے گا۔ بات اگر مسٹر آئن شلائر کی بیوی اور اس کے بیٹے کی نہ ہوتی تو شاید میں اس طرح کام نہ کرتا۔" سائیکا پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگی تھی پھر اُس نے کہا: "ہاں۔ تمھارا کہنا ٹھیک ہے اس عورت اور اس کے بچے کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن تم...؟"

"میں ریڈ پینتھر کے ایک رکن کی حیثیت سے استنبول جاؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"اسے نہیں۔ تمھاری اپنی شخصیت...."

"بس اب اس سلسلے میں تم سے ایک لفظ بھی نہیں سنوں گا۔ تم انتظامات کرو، فائل کی ایک مائیکرو فلم بنوانا ہے مجھے، تاکہ ہم بالکل ہی اس سے محروم نہ ہو جائیں۔ یہ فلم تم اپنے پاس محفوظ رکھو گی اور میری ایک امانت بھی تمھارے پاس رہے گی، سمجھیں۔"

"تمھاری امانت؟" اس نے کچھ تعجب سے پوچھا۔ "وہ کیا ہے؟"

میں نے جیب سے وہ مائیکرو فلم نکال کر سائیکا کے حوالے کر دی اور کہا: "ابھی دورانِ گفتگو تم نے سنا ہوگا کہ مجھے مسٹر آئن شلائر نے ایک مشن پر بھیجا تھا اور اسی مشن کے سلسلے میں، میں نے ایک فلم بھی بنائی تھی جب میں سن مین کے سامنے پہنچا اور مجھے علم ہوا کہ مسٹر آئن شلائر اپنے عہدے سے معزول ہو چکے ہیں تو میں نے وہ فلم سن مین کے سامنے ہی جلا دی تھی۔"

"ہاں۔ تارینا بارڈو نے اس کا تذکرہ کیا تھا۔"

"درحقیقت سائیکا، میں نے اصل فلم نہیں جلائی تھی۔ وہ صرف ایک سادہ فلم تھی جو میں نے اس خیال کے تحت سن مین کے سامنے جلا دی تھی کہ وہ اصل فلم کی طرف سے غافل ہو جائیں۔ یہ فلم سو فیصد یہودیوں کے خلاف اور فلسطینیوں کے حق میں ہے اگر یہ بروقت ان تک پہنچ جائے گی تو وہ اس منصوبے سے آگاہ ہو کر کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ تم یہ فلم بیروت ہیڈکوارٹر بھجوا دو۔"

"یقیناً ہو سکتا ہے، یہ تو میرا فرض ہے، میری ڈیوٹی ہے علی۔" سائیکا نے مستعدی سے کہا۔

"تم سوچ لو سائیکا اور اس بات سے تمھیں یہ بھی اندازہ ہو جائے گا کہ میں تم پر کتنا اعتماد کرتا ہوں۔ یہ چیز میں دنیا سے چھپائے ہوئے تھا اور صرف مجھ تک محدود رکھی تھی، اب تمھارے حوالے ہے۔" میں نے وہ فلم سائیکا کے حوالے کر دی۔

"میں اسے زندگی کی قیمت پر بیروت پہنچاؤں گی، یہ میری ذمے داری ہے۔"

"بس تو یوں سمجھ لو کہ دوسرا کام میری ذمے داری ہے تم اب اس سلسلے میں تمام تفکرات اپنے ذہن سے نکال دو۔" میں نے کہا اور سائیکا مسکرانے لگی۔

سائیکا کافی حد تک مطمئن ہو گئی تھی اور اس کے بعد کی تمام کارروائیاں مشترکہ طور پر ہوئیں۔ جن میں سائیکا، تارینا بارڈو اور میں، تینوں شامل تھے۔ ہم لوگوں کے درمیان اب کوئی اختلاف نہیں تھا۔ مسٹر آئن شلائر سے رابطہ قائم کر لیا گیا تھا لیکن میری ہی درخواست پر انھیں یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ ان کے لیے کام کرنے والا علی یار خان [illegible] سلسلے میں صرف اور صرف ریڈ پینتھرز کا حوالہ دیا گیا [illegible] کا اظہار کیا گیا تھا کہ ریڈ پینتھرز پوری طرح مسٹر آئن شلائر [illegible] مدد پر آمادہ ہے۔ ہمارے درمیان سارے معاملات طے ہو گئے تھے۔ فائل کی ایک مائیکرو فلم محفوظ کر لی گئی تھی۔ ویسے تارینا بارڈو نے یہ بھی بتایا تھا کہ اس کی خصوصی نقل خود مسٹر آئن شلائر کے پاس بھی موجود ہے۔ تاہم احتیاطاً طور پر میں نے اس کی مائیکرو فلم سائیکا کے پاس محفوظ کرا دی تھی۔ سارے پروگرام طے پا گئے تھے اور یہ طے ہوا تھا کہ مجھے ایک ترکی باشندے کی حیثیت سے استنبول بھیجا جائے گا۔ میرے لیے کاغذات وغیرہ بھی تیار کر لیے گئے تھے۔

بالآخر ایک طیارہ مجھے لے کر ترکی چل پڑا، اور میں اپنے ذہن میں وہی تمام احساسات لیے ہوئے یہ سفر کرنے لگا جو اس سے پہلے کی مہمات میں میرے ذہن میں ہوا کرتے تھے۔ درحقیقت اب دل کو کچھ قرار سا آ گیا تھا۔ تہذیب المکس کے وجود کو اس لیے میں نے اپنے ذہن سے نکال پھینکا تھا کہ وہ میرے راستے کی رکاوٹ بن رہا تھا۔ میری محبت اپنی جگہ مگر ضروری نہیں تھا کہ میں اس میں کامیاب ہی رہتا۔ تہذیب کی زندگی اس کی تقدیر سے وابستہ تھی، اگر اسے زندہ رہنا ہے تو وہ یقیناً زندہ رہے گی۔ کوئی اسے نہیں مار سکتا اور اگر موت ہی اُس کا مقدر ہے تو میں بھی اسے نہیں بچا سکتا۔ اب اس سلسلے میں، میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

نیلے سمندر کی گہرائیوں سے بلند ہوتا ہوا گنبدوں اور میناروں کا شہر میرے سامنے آ گیا تھا۔ یہ استنبول تھا۔ استنبول کے ہوٹل گرانڈ ٹاور میں میرے لیے کمرہ نمبر ایک سو بیس مخصوص تھا۔ یہ خوب صورت ہوٹل تھا اور استنبول جیسے جدید شہر میں کم از کم میں ایسے ہی ہوٹلوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی توقع رکھتا تھا۔ اس کے بائیں جانب آبنائے باسفورس میں ہلچل مچی ہوئی تھی۔ ایشیا اور یورپ کے درمیان بے شمار مسافر بردار کشتیاں رواں دواں تھیں، سامان سے لدے ہوئے بڑے بڑے جہازوں کی لاتعداد کشتیاں، دنیا کے ہر کونے سے آئے ہوئے تجارتی جہاز اور چھوٹے بادبان اور بھونپو کی متواتر آوازیں۔ آبنائے باسفورس کی خوبصورتی اور اس کے کنارے آباد استنبول کو دیکھ کر دل میں ایک عجیب سا احساس پیدا ہوا۔ ذہن میں استنبول کے بارے میں بہت سی یادیں تازہ ہوگئیں۔

تھوڑی دیر بعد میں اپنے کمرے کی حسین دنیا کو چھوڑ کر باہر نکلا تو طرح طرح کے تماشے نگاہوں کے سامنے بکھرے ہوئے تھے۔ ساحل پر لنگر انداز کشتیوں اور اسٹیمروں پر رنگ برنگے قمقمے روشن تھے۔ کنارے کنارے سمندر میں بے شمار چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں تیل کے لیمپ جل رہے تھے۔ لہروں کے جھکولوں سے کشتیاں جھولتیں تو لیمپ کے شعلے پھڑپھڑا کر رہ جاتے۔ میں نے اوپر سے جھانک کر دیکھا تو ہر کشتی میں الاؤ روشن تھا جس کے اوپر [illegible] تھالوں میں مچھلی تلی جا رہی تھی۔ یہ مچھلی جال کے [illegible] سمندر سے پکڑی جا رہی تھی۔ مچھلی کا ایک [illegible] اور ایک نان مچھلی پیاز صرف دو لیرے میں۔ میں نے [illegible] ایک سکہ مانجھی کی طرف اچھال دیا، اور اس نے تھوڑے سے کاغذ میں لپٹی ہوئی مچھلی مجھے تھما دی۔

[illegible] گھومتا رہا اور اس کے بعد واپس ہوٹل پہنچ [illegible] ہوٹل کے پارکنگ لاٹ سے اندر داخل ہوا، بہت سی کاریں کھڑی ہوئی تھیں لیکن باہر زیادہ رش نہیں تھا پھر ایک روش کے پاس سے گزر رہا تھا کہ دفعتاً ایک تیز روشنی میرے چہرے پر پڑی اور میری آنکھیں چندھیا کر رہ گئیں۔

میرا اندازہ غلط نہیں تھا میری تصویر اتاری گئی تھی، روشنی کے جھماکے سے نگاہوں کو کچھ فرصت ملی تو میں نے اس سمت دیکھا۔ ایک خوب صورت سی حسین لڑکی ہاتھ میں کیمرا لیے ہوئے میری طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ مجھے اس کی یہ حرکت ناگوار گزری اور میں سرد نگاہوں سے اسے گھورتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔ لیکن اس سے پہلے کہ میں اس تک پہنچتا، دفعتاً کسی سمت سے ایک بلند قامت آدمی نے جھپٹا مار کر وہ کیمرا لڑکی کے ہاتھ سے چھین لیا اور دوڑتا چلا گیا۔ میں ہکا بکا رہ گیا تھا۔ لڑکی کی حالت بھی خراب ہوگئی تھی۔ وہ پریشان نگاہوں سے دوڑتے ہوئے آدمی کو دیکھنے لگی جو ایک چھلانگ لگا کر کئی گاڑیوں کی چھتوں کو پھلانگتا ہوا بالآخر ہوٹل کے احاطے سے باہر نکل گیا تھا۔ کیمرا اس کے پاس تھا اور لڑکی حیرت زدہ کھڑی اسی سمت دیکھ رہی تھی پھر اس کی نگاہیں میری سمت ہوگئیں اور وہ اس طرح کچھ ہونق سی ہوگئی جیسے اس کی سمجھ میں کچھ نہ آرہا ہو۔

"یہ کیا حرکت تھی؟" میں نے انگریزی میں پوچھا۔

"اوہ مسٹر سوری، سوری، بس یہ ایک مذاق تھا۔" اس نے کہا۔

"کیسا مذاق؟" میں نے بدستور درشت لہجے میں کہا تو وہ روہانسی سی ہوگئی۔ اس کے نتھنے اس طرح پھولنے پچکنے لگے اور ہونٹوں کے زاویے اس طرح ٹیڑھے ہونے جیسے کوئی چھوٹا سا بچہ پھوٹ پھوٹ کے رونے لگتا ہے۔ میں نے اس کی آنکھوں سے چھلکتے آنسو دیکھے، ایسی معصوم شکل تھی اس کی کہ بے اختیار طبیعت میں کچھ نرمی پیدا ہوگئی۔ "یہ سب کچھ کیا تھا؟" میں نے اپنا سوال پھر دہرایا۔

"مذاق، مذاق۔ اس نے یہی کہا تھا مجھ سے۔" لڑکی روتے لہجے میں بولی۔

"کس نے؟" میں نے پوچھا۔

"وہی جو کیمرا لے کر بھاگ گیا۔"

"کون تھا وہ؟"

"میں نہیں جانتی۔ بس میں یہاں کھڑی ہوئی تھی کہ وہ آیا تو کہنے لگا کہ ان صاحب کی ایک تصویر کھینچو۔ میں ان سے ایک مذاق کرنا چاہتا ہوں۔ کچھ ایسے شرارت آمیز انداز میں اس نے یہ بات کہی تھی کہ میں تیار ہوگئی اور پھر اس نے کیمرا میری طرف بڑھا دیا تھا، اور میں کچھ بھی نہیں سمجھ سکی۔ پتا نہیں وہ کیمرا لے کر کیوں بھاگ گیا۔"

میں گہری نگاہوں سے اس لڑکی کو دیکھنے لگا۔ اس کا حلیہ، اس کی شخصیت اور جو کچھ نظر آرہا تھا اسے دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ واقعی معصوم ہے لیکن کیمرا لے کر بھاگنے والا کون تھا؟ کیا گرین پول کا کوئی آدمی؟ ایک لمحے کے لیے ذہن بری طرح الجھ گیا تھا۔ اگر ایسی بات تھی تو اسے میری تصویر بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ پروگرام کے مطابق مجھے ان لوگوں سے ملنا ہی تھا تو پھر اس سے پہلے یہ کارروائی کیوں کی گئی۔ لڑکی اب بھی اسی طرح کھڑی ہوئی تھی۔

"میں نہیں سمجھتی کہ آپ کو اس تصویر بنانے سے کیا نقصان پہنچا، لیکن جس طرح وہ کیمرا لے کر بھاگا ہے اس سے میں تو بس ہوگئی ہوں۔ بہتر ہے مجھے معاف کر دیجیے۔"

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ لڑکی میرے پیچھے پیچھے چلی آرہی تھی پیچھے آنے کا مقصد میری سمجھ میں نہیں آیا لیکن میں نے اسے مخاطب کرنا مناسب نہیں سمجھا، یہاں تک کہ میں لفٹ میں داخل

ہوگیا جب میں لفٹ میں پہنچا تو لڑکی بھی جلدی سے اندر آگئی۔ میں نے ایک نگاہ اسے دیکھا، وہ نگاہیں جھکائے کھڑی تھی پتا نہیں اب کیا چاہتی ہے؟ میں نے سوچا۔

لفٹ اوپر پہنچ گئی۔ اس نے ابھی تک یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ خود کون سے فلور پہ جانا چاہتی ہے۔ میں اپنے فلور کی راہداری پہ اترا تو وہ بھی میرے ساتھ باہر نکل آئی۔ تب میں نے مجبور ہو کر پوچھا۔ "میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں مس؟"

"میرا نام سینڈرا ہے۔"

"بہتر ہے۔ بڑی خوشی ہوئی آپ کا نام سن کر۔ آپ میرے ساتھ کیوں آرہی ہیں؟"

"نہیں... میں تو... میں تو یہیں رہتی ہوں۔"

"کہاں؟" میں نے پوچھا۔

"روم نمبر سکس ٹائنٹی۔" اس نے جواب دیا۔

"سکس ٹائنٹی!" میں نے متعجبانہ انداز میں پوچھا کیونکہ چھ سو بیس میرے کمرے کا نمبر تھا۔

"جی ہاں۔ یہ دیکھیے میرے پاس اس کی چابی بھی موجود ہے میں واقعی شرمندہ ہوں، پتا نہیں... پتا نہیں میں کیوں تیار ہوگئی تھی بے وقوفی ہی ہوگئی تھی مجھ سے۔" اس نے کہا۔ میں نے اس کے بعد کوئی جواب نہیں دیا۔

لڑکی نے میرے سامنے ہی کمرہ نمبر چھ سو اکیس کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوگئی۔ لیکن میرے لیے سوچنے کو وہ بہت کچھ چھوڑ گئی تھی۔ یہ سب کچھ اتفاقی طور پر نہیں ہو سکتا تھا۔ کیا یہ ممکن تھا کہ لڑکی ان معاملات سے لاتعلق ہو۔ بظاہر تو سیدھی سادی اور معصوم ہی نظر آتی تھی لیکن وہ شخص کون تھا جس نے میری تصویر چرائی تھی؟

کمرے میں آئے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی اور میں چونک پڑا۔ احتیاط سے دروازہ کھولا تو سینڈرا سامنے کھڑی تھی۔

"جی فرمایئے؟" میں نے کہا۔

"میرا نام سینڈرا ووڈ ریچ ہے۔"

"آدھا نام آپ پہلے بتا چکی ہیں۔ نام مکمل کرنے کا شکریہ۔" میں نے کہا اور انتہائی بداخلاقی سے دروازہ بند کر دیا۔ اس کے بعد کوئی آواز نہ سنائی دی تھی۔

"گرانڈ ٹاور" میں مجھے خاص طور سے بھیجا گیا تھا، کمرہ نمبر چھ سو بیس بھی خصوصی طور پر میرے لیے ریزرو کر دیا گیا تھا جس کی مجھے اطلاع دے دی گئی تھی۔ صورت حال یہ تھی کہ اب اس کمرے میں مجھے گرین پول کا نیا پروگرام ملنا تھا۔ فائل میں نہایت احتیاط سے یہاں تک لے آیا تھا لیکن اس کی حفاظت بھی مجھ پہ فرض تھی۔ عام حالات ہوتے تو شاید میں اس کے بارے میں زیادہ نہ سوچتا لیکن اب مجھے محتاط ہونا پڑا تھا۔ چنانچہ میں نے فائل کو محفوظ کرنے کے لیے کمرے میں کوئی جگہ تلاش کی ایسی جگہ جہاں کسی کا ذہن نہ پہنچ سکے۔ اور یہ جگہ بالآخر مجھے نظر آگئی۔

چھت میں ایک بڑا چوکور شیڈ لگا ہوا تھا جس کی روشنی ٹھنڈی اور خواب ناک تھی۔ تیز روشنی کے لیے دوسرے شیڈ لگے ہوئے تھے۔ روشنی کو نیچے منعکس کرنے کے لیے شیڈ پہ ایک پلیٹ لگی تھی۔ اس پلیٹ کو کھول کر میں نے فائل اس کے درمیان رکھی اور پلیٹ دوبارہ کس دی۔ روشنی پہ کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ میں اسے روشن نہیں کروں گا۔ بہت سے لوگوں کو تاریکی میں سونے کی عادت ہوتی ہے میں نے ایسا ہی کیا۔ رات پُرسکون گزر گئی۔ دوسری صبح ناشتے سے فارغ ہو کر باہر نکلا تو سینڈرا کہیں جا چکی تھی۔ راہداری سنسان پڑی تھی اور اطراف میں کوئی موجود نہیں تھا سینڈرا کے کمرے کا تالا کھولنے [illegible] میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ میں احتیاط [illegible] گیا۔ اس کا سامان بے ترتیب پڑا تھا۔ میں نے [illegible] اس کے سامان کی تلاشی لے ڈالی لیکن اس کے [illegible] چیز نہیں برآمد ہوئی تھی۔ چنانچہ میں اسی خاموشی سے واپس آگیا۔ ابھی تک کسی نے مجھ سے رابطے کی کوشش نہیں کی تھی۔ بہرحال اس میں وقت لگ سکتا تھا۔ مجھے ہدایت کر دی گئی تھی کہ اس کا احساس نہ کروں اور کسی بھی طرح خود کو ان کے لیے [illegible] مجھ سے رابطہ قائم کرنا ان کا کام ہوگا۔

اپنے کمرے میں آکر کچھ دیر آرام کرتا رہا پھر لباس وغیرہ تبدیل کیا اور باہر آگیا۔ تھوڑی دور پہنچ کر احساس ہوا کہ میرا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ میں محتاط ہوگیا۔ تعاقب کرنے والے وہ بھی ہو سکتے ہیں جنھیں مجھ سے ملنا ہے۔ ایک دکان کے شوروم کے سامنے پہنچ کر میں کھڑا ہوگیا۔ میں نے اس شخص کو ایک پتلی سی گلی سے مڑتے دیکھا جس پر مجھے تعاقب کا شبہ ہوا تھا۔ ایک لمحے تک میں کھڑا سوچتا رہا پھر آگے بڑھ گیا۔ کافی دور پیدل چلتا رہا لیکن متعاقب دوبارہ نظر نہیں آیا تھا۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ اگر تعاقب شروع کیا گیا تو ختم کیوں کر دیا گیا۔ ممکن ہے خود تعاقب کرنے والے کو احساس ہوگیا ہو کہ میں اس سے واقف ہوگیا ہوں۔ اس لیے اس کی جگہ کسی دوسرے نے لے لی ہو لیکن یہ دوسرا بھی مجھے نظر نہیں آیا تھا۔

میں ذہن جھٹک کر آگے بڑھتا رہا۔ اب سب کچھ حالات پہ ہی چھوڑ دیا جائے یہی میرے حق میں بہتر ہے۔ خود کو اس ذہنی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

غبار سے آزاد کرانے کے لیے میں استنبول کی تاریخ میں کھو گیا۔ میرے قدم آگے بڑھ گئے۔

میں جس قدر گھوم سکتا تھا گھومتا رہا۔ بہت کچھ دیکھا اور جب تھک گیا تو واپس گرانڈ ہوٹل چل پڑا۔ کاؤنٹر سے چابی لے کر میں لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔ راہداری میں مکمل سکون تھا۔ میں نے چابی سوراخ میں ڈالی تو ایک لمحے میں کسی گڑبڑ کا احساس ہو گیا۔ کچھ ہوا تھا... بہرحال چابی گھوم گئی۔ ایک لمحہ توقف کرنے کے بعد میں نے دروازے کو دھکیلا اور اندر داخل ہو گیا۔ دروازے کے قریب ہی سوئچ موجود تھا۔ روشنی کی تو عین سامنے پستہ قامت اور گٹھے ہوئے بدن کے مالک ایک شخص کو کھڑے دیکھا جس کے بدن پہ سفید سوٹ اور سر پر سرخ ٹوپی تھی۔ ہاتھ میں دبے ہوئے سیاہ پستول کی نال میری طرف اٹھی ہوئی تھی۔ وہ خدوخال سے مقامی معلوم ہوتا تھا لیکن اس کے پیچھے صوفے پر جو شخص بیٹھا ہوا تھا، وہ کسی یورپی نسل کا باشندہ معلوم ہوتا تھا۔

"دروازہ بند کر دو۔" پستہ قامت نے پستول کو جنبش دے کر کہا۔

میں نے کواڑ کو پلٹ کر دھکیل کر اس طرح ہینڈل گھمایا کہ دروازہ لاک نہ ہو سکے لیکن محسوس یہی ہو جیسے اسے لاک کر دیا گیا ہے۔ اس بات پہ وہ دونوں ہی توجہ نہیں دے سکے تھے۔

پستہ قامت دروازے سے ہٹ گیا۔ صوفے پر بیٹھے ہوئے شخص نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "جو کچھ تم لائے ہو، وہ کہاں ہے؟"

"کون ہو تم؟ اور اس طرح..." میں نے پریشان لہجے میں کہا۔

"تم جانتے ہو ہم کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔"

"جو کچھ چاہتے تھے اسے حاصل کر کے یہاں سے چلتے کیوں نہیں بنے۔ ویسے تم میرے سامان کی تلاشی لے چکے ہو گے۔ آوارہ گردی کرنے والے سیاح اپنے ساتھ بڑی رقمیں اور قیمتی چیزیں نہیں رکھتے۔ مجھے تعجب ہے کہ یہاں ایسے معیاری ہوٹل بھی محفوظ نہیں ہیں۔"

"اڑنے کی کوشش مت کرو۔ فائل کہاں ہے؟"

"فائل؟" میں نے متعجبانہ انداز میں پوچھا اور وہ شخص دانت پہ دانت جما کر کھڑا ہو گیا۔

"سیدھی انگلیاں کسی کو پسند ہی نہیں آتیں۔ اس کی تلاشی لو۔" اس نے مقامی آدمی سے کہا اور اس نے پستول جیب میں رکھ لیا لیکن اب اس یورپی باشندے نے پستول نکال کر میری طرف سیدھا کر لیا تھا۔

میرا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ یہ طریق کار انوکھا تھا۔ فائل تو انہی لوگوں نے پہنچائی تھی پھر اس کے حصول کا یہ انداز کیا معنی رکھتا تھا اور پھر فائل کے بدلے تو مسٹر آرتھر شلاٹر کے بیوی اور بچے کی رہائی مشروط تھی۔ یہ کون لوگ ہیں اور فائل کے بارے میں کیا جانتے ہیں۔ صورت حال سے اندازہ ہوتا تھا کہ بات آسانی سے نہیں بن سکے گی اور کچھ کرنا پڑے گا اور جو کچھ کرنا تھا اس کے لیے میں سچویشن بنا چکا تھا۔

پستہ قامت مقامی میرے بالکل قریب آ گیا اور میں نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیے۔ اس نے جھک کر میرے لباس کی تلاشی لینے کی کوشش کی لیکن اس بے وقوف نے اپنا پستول میرے سامنے ہی جیب میں رکھا تھا۔ میں نے تلاشی دینے کے لیے بدن ڈھیلا چھوڑ دیا اور جونہی وہ میری زد پہ آیا، میرے ایک ہاتھ نے نہایت مہارت سے اس کی جیب ہلکی کر دی۔ جیب ہلکی ہوتے ہی وہ صورت حال سمجھ گیا اور اس نے مجھ سے لپٹ پڑنے کی کوشش کی لیکن سائلنسر لگے ہوئے پستول سے نکلنے والی گولی نے اس کے سینے میں سوراخ کر دیا تھا۔

سفید فام کے لیے یہ صورت حال غیر متوقع ضرور تھی لیکن وہ لڑائی بھڑائی میں کچا نہیں تھا۔ اس موقع پہ اسے وہی کرنا چاہیے تھا جو اس نے کیا۔ وہ پھرتی سے زمین پر لیٹ گیا۔ گرتے گرتے اس نے مجھ پہ فائر کر دیا۔ گولی میرے کوٹ کی آستین چیرتی ہوئی نکل گئی تھی... لیکن میں بھی اس صورت حال کے لیے تیار تھا چنانچہ میں نے پھرتی سے بیڈ کے پیچھے چھلانگ لگا دی اور کسی قدر محفوظ جگہ پہنچ گیا۔ یہاں سے اگر میں چاہتا تو اس سفید فام کو آسانی سے گولی کا نشانہ بنا سکتا تھا لیکن میری خواہش تھی کہ وہ زندہ میری گرفت میں آ جائے تاکہ میں اس سے معلومات حاصل کر سکوں... اس نے میری اس موجودہ پوزیشن سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے دو تین کروٹیں بدلیں اور اس کے ساتھ ہی پھر فائر کر دیا۔ گولی نے بیڈ کے قریب ڈریسنگ ٹیبل کے شیشے کو چکنا چور کر دیا... میں اتنا محفوظ نہیں تھا کہ اس سے مکمل طور پہ بچا رہتا۔ ہم دونوں کی چلائی ہوئی گولیاں بہ آسانی ایک دوسرے کو ختم کر سکتی تھیں۔ ریوالور کا رخ اس کی جانب تھا اور اس کے سر سے تقریباً دو تین انچ اونچا اٹھ کر میں فائر کرنے کی کوشش کرتا تو اس کا بھیجا اڑ جاتا۔ میں نے اسے خوف زدہ کرنے کے لیے فائر کیا اور گولی عقبی دیوار میں پیوست ہو گئی۔ وہ گھٹنوں کے بل جھک گیا اور جھک کر آڑ لیتا ہوا دروازے کی جانب سرکنے لگا۔

مجھے خدشہ تھا کہ اس ہنگامے کی خبر باہر ضرور ہو جائے گی اور اس کے بعد مصیبتیں ہی مصیبتیں تھیں میرے لیے چنانچہ میں کم سے کم فائر کرنا چاہتا تھا لیکن سفید فام مجھ سے شاید خوف زدہ ہو چکا تھا۔ اس نے اٹھ کر ایک بار پھر فائر کیا اور اس بار اس کا

یہ فائر کامیاب ہو گیا۔ ریوالور میرے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑا تھا۔

اس صورت حال نے اسے تھوڑی سی تقویت بخشی اور وہ سیدھا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے حلق سے غرّاتی ہوئی آواز نکلی "سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ ورنہ اس کے بعد جو فائر ہو گا، تم اس سے نہیں بچ سکو گے۔"

میں شکست خوردہ سے انداز میں کھڑا ہو گیا۔ میرا خیال تھا کہ وہ اب میری طرف سے کافی مطمئن ہو گیا ہو گا۔ میں نے آہستہ آہستہ دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لیے اور وہ میری جانب بڑھنے لگا۔ اس کے ریوالور کی نال میرے سینے کی جانب اٹھی ہوئی تھی لیکن جیسے ہی وہ میرے قریب پہنچا، میں نے نہایت پھرتی سے بایاں ہاتھ اس کی ریوالور والی کلائی پہ جما دیا اور پوری قوت سے ریوالور کی نال فرش کی جانب جھکا دی۔ وہ اس حملے کے لیے تیار نہیں تھا۔ چنانچہ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ میں نے پوری قوت سے اسے جھٹکا دے کر نیچے گرا دیا لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے الٹی قلابازی کھائی اور اپنا سر میری ناک پر اس زور سے مارا کہ ایک لمحے کے لیے میرا دماغ چکرا گیا۔ اگر میں فوراً نہ سنبھل جاتا تو دوسری ٹکر یقینی طور پہ میری کھوپڑی چٹخا دیتی۔ سفید فام کے سر کی مضبوطی کا اس سے پہلے مجھے کوئی تجربہ نہیں تھا۔ چونکہ میں پیچھے ہٹ گیا تھا اس لیے اس کا وار خالی گیا اور وہ دو قدم آگے بڑھ آیا۔

اب وہ بھی نہتا ہو چکا تھا لیکن اس کی پھرتی اور لڑنے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ اس طرح کی دست بدست جنگ میں ماہر ہے۔ اس نے ایک سائڈ تبدیل کی اور اپنے بازو کی ٹکر میرے سینے پہ لگانا چاہی لیکن میں نے اپنے آپ کو بچایا اور دوسرے لمحے میں نے اس کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ رسید کر دیا۔ خاصی زوردار آواز پیدا ہوئی تھی اور وہ ایک لمحے کے لیے گھوم گیا تھا۔ [illegible] مجھے اعتراف کرنا پڑا کہ اس جیسا پھرتیلا آدمی اس سے پہلے میری نگاہوں سے نہیں گزرا تھا۔ اس نے اچھل کر ایک بار پھر میری گردن پہ ایک ہاتھ رسید کیا اور میں دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس سے قبل کہ میں سنبھلتا، اس نے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی۔ وہ اگر چاہتا تو [illegible] فائدہ اٹھا کر مجھے ختم کر سکتا تھا۔ لیکن شاید [illegible] تھا۔ صرف ایک سیکنڈ کا وقفہ ہوا اور دوسرے ہی [illegible] کر باہر نکل گیا۔ میں نے بھی دروازے کی جانب چھلانگ [illegible] تو راہداری سنسان پڑی ہوئی تھی۔

میں نے متحیرانہ انداز میں چاروں طرف دیکھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس راہداری میں کوئی موجود ہی نہ ہو۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس قدر جلد وہ دوڑتا ہوا کہاں نکل گیا۔ میں نیچے کی جانب دوڑا... لیکن سفید فام کا اب کہیں پتا نہیں تھا۔

میں چند لمحے الجھی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھتا رہا اور پھر وہاں سے واپس پلٹ پڑا۔ اپنے کمرے کے دروازے پہ پہنچتے پہنچتے دفعتاً میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں نے سینڈرا کے کمرے کی طرف دیکھا۔ اس کا دروازہ بند تھا۔ ویسے یہ میری... خوش بختی تھی کہ آس پاس کوئی موجود نہیں تھا۔ ہر چند کہ گولیاں سائلنسر لگے پستول سے چلی تھیں لیکن اس کے باوجود ہنگامہ آرائی تو ہوئی تھی اور اس بھاگ دوڑ سے آس پاس کے لوگ تو متوجہ ہو سکتے تھے لیکن یوں لگتا تھا جیسے قرب و جوار میں کوئی اپنے کمروں میں موجود نہ ہو۔ اگر ہوتا تو یقینی طور پہ صورت حال بگڑ جاتی۔

میں واپس اپنے کمرے میں داخل ہو گیا۔ مقامی آدمی کی لاش بے ترتیب حالت میں پڑی ہوئی تھی۔ کمرے میں خون اور بارود کی بو پھیلی ہوئی تھی... میں نے تازہ ہوا کے لیے عقبی کھڑکی کھول دی اور اس لاش کی طرف تشویش آمیز نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ ضروری تھا کہ اس لاش کو ٹھکانے لگایا جاتا۔ میں نے لاش کی جیبوں کی تلاشی لینا شروع کر دی، لیکن ان سے کوئی چیز برآمد نہیں ہوئی جس سے اس شخص کی شناخت یا اس کے بارے میں کوئی اندازہ ہو سکتا۔ مجھے یقین تھا کہ سفید فام نے اس شخص کو یہیں سے کرائے پہ حاصل کیا ہو گا لیکن آخر وہ تھا کون اور اس طرح اس نے مجھ سے فائل مانگنے کی کوشش کیوں کی تھی؟ اگر اس کا تعلق گرین ہل ہی سے تھا، تو ظاہر ہے ہمارے درمیان تو خاصی مفاہمت آمیز گفتگو ہونا چاہیے تھی۔ اس طرح فائل حاصل کرنے کی کوشش کیوں کی گئی؟

بہرطور اب سب سے بڑا مسئلہ اس لاش کو ٹھکانے لگانے کا تھا۔ بھرے پُرے ہوٹل میں کسی انسانی لاش کو آسانی سے غائب نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن میرے ذہن میں ایک ترکیب آ گئی تھی۔

میں نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔ راہداری اب بھی سنسان پڑی ہوئی تھی۔ میں فوراً ہی کمرہ نمبر چھ سو انیس کے دروازے پہ پہنچ گیا اور یہاں میں نے آہستہ سے دستک دی۔ اندر سے کوئی آواز سنائی نہیں دی۔ دوسری اور تیسری دستک پر بھی جب کوئی آواز سنائی نہ دی، تو میں نے جیب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک مخصوص قسم کا تار نکال کر اندر سے دروازہ کھولنے کی کوشش شروع کر دی۔ یہ تار اس قسم کے کاموں کے لیے بڑا کارآمد تھا، چنانچہ لاک کھولنے میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ کمرہ بالکل خالی پڑا ہوا تھا۔

دروازے کو اسی طرح کھلا چھوڑ کر میں پھرتی سے اپنے کمرے میں آیا۔ لاش اٹھائی اور اسے لیے ہوئے سینڈرا کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ پھر میں نے لاش کو نہایت اطمینان سے سینڈرا کے بیڈ کے نیچے ڈال دیا اور ڈھلکی ہوئی چادر کو برابر کر کے پھرتی سے باہر نکل آیا۔ دروازے کو لاک کیا۔ اس پر سے اپنے ہاتھ کے نشانات ہٹائے اور اپنے کمرے میں آ گیا۔ ہر چند کہ یہ ایک بُری بات تھی، لیکن سینڈرا کا کردار بھی ابھی تک میری نگاہوں میں مشکوک تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ میری تصویر بنانے والی یہ لڑکی کس حیثیت کی حامل ہے۔ بظاہر وہ معصوم نظر آتی تھی لیکن دشمنوں کے نرغے میں میں کسی کو معصوم نہیں سمجھ سکتا تھا۔

اس کے بعد میں نے کمرے کی صفائی شروع کر دی اور اتنی محنت سے یہ صفائی کی کہ اس خونی ہنگامے کا کوئی نشان باقی نہیں چھوڑا۔

ڈریسنگ ٹیبل کے ٹوٹے ہوئے شیشے کا مسئلہ اس طرح حل کیا کہ ایک بار پھر سینڈرا کے کمرے میں داخل ہو کر میں نے اس کی ڈریسنگ ٹیبل کا شیشہ نکال لیا اور اپنے کمرے میں آ کر اسے اپنی ٹیبل میں لگا دیا لیکن اس کے فوری بعد مجھے ایک اور کام کرنا تھا یعنی استنبول کے کسی اور ہوٹل میں اپنے لیے ایک کمرے کی بکنگ، تاکہ ضرورت پیش آنے پر مجھے اپنے کام میں کوئی دقت پیش نہ آ سکے۔

کمرے کا آخری جائزہ لینے کے بعد میں باہر نکل آیا اور پھر ہوٹل سے باہر آ کر کافی فاصلے پہ ایک ٹیلی فون بوتھ سے میں نے ایک ہوٹل کا نمبر ڈائل کیا، جس کی لسٹ ٹیلی فون بوتھ میں موجود تھی۔

ہوٹل کے کاؤنٹر پہ میں نے اپنے لیے ایک کمرہ بک کرایا اور ایک فرضی نام انھیں بتا کر کہا کہ میں کچھ دیر کے بعد ان کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ اس طرف سے مطمئن ہو کر میں باہر نکل آیا۔ میری نگاہیں ادھر ادھر بھٹکنے لگیں۔ اطراف میں ایسی کوئی جگہ نہیں تھی جہاں سکون سے بیٹھا جا سکے۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں نے ایک ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ کر ٹیکسی ڈرائیور کو چلنے کے لیے کہا ـــــ ایک خوب صورت سے کیفے کا بورڈ دیکھ کر میں نے ٹیکسی رکوائی اور بل ادا کر کے کیفے کی عمارت میں داخل ہو گیا۔ اس دوران میں نے اپنے تعاقب وغیرہ پر کوئی توجہ نہیں دی تھی لیکن ہوٹل میں بیٹھ کر کافی پیتے ہوئے یہ خیال میرے ذہن میں ابھرا۔

ابھی میں زیادہ نہیں سوچ پایا تھا کہ کیفے میں میں نے سینڈرا کی شکل دیکھی۔ خوب صورت اور معصوم شکل لڑکی ادھر اُدھر دیکھ رہی تھی ـــــ پھر وہ ایک میز کی جانب بڑھی لیکن دفعتاً ہی وہ ٹھٹک گئی۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کی نگاہوں میں میری شکل گھوم گئی ہے۔ یعنی ہوٹل کے ہال میں سرسری سی نگاہ دوڑاتے ہوئے اس نے میری شکل بھی دیکھی ہو گی لیکن پھر وہ وہاں سے گزر گئی تھی لیکن اب پھر میں اُسے یاد آ گیا۔ وہ بغور مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں آہستہ سے مسکرا دیا اور وہ تیز قدموں سے چلتی ہوئی میرے نزدیک پہنچ گئی۔

"ہیلو! تم وہی ہو نا؟"

"ہاں وہی ہوں ـــــ بیٹھ جاؤ۔" میں نے پُرسکون لہجے میں جواب دیا اور وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

"میں ادھر سے گزر رہی تھی، کافی پینے کا موڈ ہوا میرا۔ کیا یہ اتفاق نہیں ہے؟"

"ہو سکتا ہے۔" میں نے مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔ جائزہ لینا چاہتا تھا کہ وہ کس قسم کی اور کس پائے کی اداکاری کر رہی ہے، البتہ اتنا اندازہ مجھے ضرور تھا کہ اُسے ابھی تک اپنے کمرے کا حال نہیں معلوم ہو سکا ہو گا، ورنہ وہ اتنی پُرسکون نہ ہوتی اور اتنی جلدی یہاں تک نہیں پہنچ جاتی۔ البتہ یہاں تک پہنچ جانے کے سلسلے میں یہ بات یقیناً قابلِ غور تھی کہ وہ اتفاقیہ طور پر ہی یہاں آ گئی ہے یا پھر میرا تعاقب کرتی ہوئی؟ دو ہی صورتیں ہو سکتی تھیں۔ ممکن ہے باہر وہ میرا انتظار کر رہی ہو اور اُسے اندر کی صورتِ حال کا علم نہ ہو۔ بہرطور اس لڑکی کو میں ان معاملات سے لاتعلق قرار نہیں دے سکتا تھا لیکن اب یہ میرے ہاتھ لگ گئی تھی، تو اس سے تھوڑی بہت معلومات حاصل کرنا ضروری تھیں۔

میں نے ویٹر کو اشارہ کر کے اس کے لیے کافی منگائی اور ویٹر نے تھوڑی دیر کے بعد میرا آرڈر سرو کر دیا۔

"حیرت انگیز بات ہے، ہماری ملاقات جگہ جگہ ہو جاتی ہے۔ ویسے تم نے مجھے بتایا تھا کہ تم ....."

"ہاں کیا؟" میں نے کسی قدر بے پروائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں، کچھ نہیں، بس ایسے ہی۔" وہ کافی کی پیالی

اٹھا کر چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگی۔

میں اس کی اس تشنہ گفتگو کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ غالباً وہ پوچھنا چاہتی تھی کہ میں نے اُسے اپنے کمرے کے بارے میں بتایا تھا۔ حالانکہ ایسی بات نہیں تھی۔ وہ جانتی تھی کہ میں اس کے برابر والے کمرے میں مقیم ہوں۔ اندازہ مجھے ہو گیا تھا کہ اگر وہ کھل جائے تو مجھے کم از کم اس سفید فام کے بارے میں معلومات ضرور حاصل ہو سکتی ہیں۔ زنجیر کی کڑیاں آپس میں مل رہی تھیں۔ میری تصویر حاصل کی گئی، اس پر ریسرچ کی گئی اور اس کے بعد وہ لوگ میرے پیچھے لگ گئے۔ کون تھے، کیا ان کا تعلق گرین پول سے تھا، یا پھر کوئی اور تھا۔

لڑکی خاموشی سے کافی کے گھونٹ لیتی رہی۔ پھر اس نے کہا۔ "کیا تم کم بولنے کے عادی ہو؟"

"اوہ نہیں ڈارلنگ! ایسی بات نہیں ہے۔ میں سوچ رہا ہوں کہ کیا تمھاری معیت میں استنبول میں ہمارے دن اور رات خوشگوار گزریں گے؟"

"میں..... میں غلط لڑکی نہیں ہوں۔ پلیز کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہونا۔"

"ارے ارے! یہ تم نے کیسے سوچ لیا کہ میں تمھارے بارے میں کوئی غلط رائے رکھتا ہوں؟"

"بس ایسے ہی۔" اس نے جواب دیا اور میں نے محسوس کیا تھا جیسے اس کے انداز میں کوئی خوف شامل ہو گیا ہو ـــــ میں نے اطراف میں دیکھا، لوگ اپنی اپنی مصروفیات میں محو تھے کوئی بھی ہماری جانب متوجہ نہیں تھا۔

کافی پینے کے بعد اس نے میرا شکریہ ادا کیا اور کہنے لگی۔ "کیا تم یہاں دیر تک بیٹھو گے؟"

"کیوں خیریت! کیا تم کہیں جانا چاہتی ہو؟"

"ہاں، میں بس ....."

"چلو، میں بھی چل رہا ہوں۔ اگر ہوٹل ہی جا رہی ہو تو میں تمھیں چھوڑ دوں گا۔" اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور میرے ساتھ اٹھ گئی لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ خاصی نروس ہے۔ اس کی چال میں بھی ہلکی سی لڑکھڑاہٹ تھی۔

ابھی ہم ہوٹل سے باہر نکل کر چند قدم ہی چلے تھے کہ دفعتاً ڈگمگا کر آگے کو جھکی۔ اگر میں اسے فوراً ہی تھام نہ لیتا تو وہ گر جاتی۔ دوسرے لمحے اس کے کندھے سے نیچے سینے پر گول سا سرخ دھبہ دیکھ کر میں بُری طرح چونک گیا۔ وہ کراہتے ہوئے بولی۔ "مسٹر پلیز..... پلیز....." اس نے دونوں ہاتھ فضا میں پھیلائے اور جملہ مکمل کیے بغیر میرے بازوؤں میں جھول گئی۔

میں ایک لمحے کے لیے پریشان ضرور ہو گیا تھا لیکن پھر میں نے اسے پھرتی سے ایک عمارت کی آڑ میں لٹایا اور سامنے والی عمارت کی جانب دیکھنے لگا، جہاں سے میرے خیال کے مطابق فائر کیا گیا تھا۔

مجھے محسوس ہوا کہ کوئی وہاں موجود ہے اور دوسرے لمحے ایک گولی سنسناتی ہوئی میرے سر کے اوپر سے گزر گئی۔ جس کیفے سے ہم نکلے تھے اس کے باہر کھڑے ہوئے چوکیدار نے لڑکی کو گرتے ہوئے دیکھ لیا تھا ـــ وہ فوراً ہی ہماری طرف دوڑا۔ میں نے چیخ کر اسے عمارت کی چھت پر کسی خوفناک قاتل کی موجودگی سے آگاہ کیا اور ایمبولینس کے لیے فون کرنے کی ہدایت کی۔ چوکیدار فوراً ہی واپسی کے لیے مڑ گیا تھا۔ میں نے سینڈرا کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ سانس رک رک کر چل رہی تھی۔ زخم سے مسلسل خون بہہ رہا تھا اور ظاہر ہے فوری طور پر خون بند کرنے کے لیے اس وقت میرے پاس کوئی طریقہ نہیں تھا۔ مجھے یقین تھا کہ فائر کرنے والے انھی لوگوں میں سے کوئی ہو سکتے ہیں، جنھوں نے یہاں آتے ہی مجھ پر گولیوں کی بارش کر دی تھی۔ شاید وہ مجھے ہلاک کرنا چاہتے تھے لیکن سینڈرا زد میں آ گئی، یا پھر ممکن ہے انھیں سینڈرا کی ذات سے کوئی خطرہ پیدا ہو گیا ہو ـــــ میں اس دفعہ فائر کرنے والے کو آسانی سے فرار ہونے کا موقع نہیں دے سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے ایک دم چھلانگ لگا دی اور دوڑتا ہوا اس عمارت کی طرف جانے لگا، جس کی چھت پر سے فائرنگ کی گئی تھی۔ اس کے لیے مجھے ایک چوڑی سڑک عبور کرنا پڑی تھی اور سیدھے دوڑنے میں اگرچہ خطرہ تھا، لیکن یہ خطرہ مول لیے بغیر اور کوئی چارۂ کار بھی نہ تھا۔

میں دوسری طرف پہنچا بھی نہ تھا کہ ایک اور فائر ہوا اور گولی مجھ سے چند قدم کے فاصلے پر سڑک پر لگی۔ میں لوگوں کی چیخ و پکار کی آوازیں سن رہا تھا لیکن ان کی طرف توجہ دیے بغیر میں اس مکان میں گھس گیا جس کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔

اوپر جانے کے لیے راستہ تلاش کرنے میں مجھے بہت زیادہ دقت بھی نہیں ہوئی۔ عمارتوں کی چھتیں آپس میں ملی ہوئی تھیں اور میں آسانی سے اوپر پہنچ سکتا تھا چنانچہ میں پھرتی سے دوڑتا ہوا سیڑھیاں طے کرنے لگا۔ زینے کے اوپر والا دروازہ اندر سے بند تھا۔ جس کا مطلب تھا کہ وہ جو کوئی بھی ہے، اس راستے سے اوپر نہیں گیا ـــــ میں نے ریوالور نکال کر زنجیر گرا دی اور نہایت آہستگی سے دروازہ کھول دیا ـــــ میں نے چھت پر قدم رکھا ہی تھا کہ ایک گولی سنسناتی ہوئی مجھ سے صرف دو فٹ کے فاصلے پر بنی ہوئی چمنی میں پیوست ہو گئی۔ میں ایک دم سینے کے بل نیچے گر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گیا اور آگے رینگنے لگا — اگرچہ فائر کی آواز سے مجھے اندازہ ہو چکا تھا کہ حملہ آور کس طرف ہے لیکن ابھی تک وہ میری نگاہوں سے اوجھل تھا۔ میں محتاط نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھتا ہوا آگے رینگنے لگا — پھر دفعتاً میں نے اپنے عقب میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سُنیں اور چونک کر رُک گیا۔

میں نے تیزی سے گھوم کر پیچھے دیکھا۔ وہ ایک سفید پتلون اور سفید قمیص والا آدمی تھا۔ اس کے چہرے پر رومال سا لپٹا ہوا تھا۔ وہ جنگلی بلی کی طرح دوڑ رہا تھا۔ میں نے فوراً ہی فائر کر دیا لیکن میری گولی اُس کا راستہ نہیں روک سکی۔ وہ اس مکان کی چھت سے دُوسرے مکان کی چھت پر کود گیا اور ایک چمنی کی آڑ میں پہنچ کر اس نے شاید پوزیشن لے لی۔ میں نے ریوالور کی نال کو چمنی کی آڑ سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا تھا لیکن اُس سے پہلے کہ وہ مجھ پر فائر کرے، میں نے اس پر فائر کر دیا۔ مجھے اندازہ ہو چکا تھا کہ اس کا نشانہ بہت زیادہ اچھا نہیں ہے اور یہ بات میرے حق میں مفید تھی۔

فائر کی آواز کے ساتھ ہی فضا میں ایک چیخ اُبھری اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ گولی اس کے بازو میں لگی تھی۔ اس نے بھی جوابی فائر کیا لیکن میں محفوظ رہا۔ دوسرے لمحے وہ ایک بار پھر بھاگ کھڑا ہوا۔ میں نے بھی اُس کے پیچھے دوڑ کر ایک بار پھر فائر کیا۔ لیکن اسی وقت حملہ آور چھلانگ لگا کر ایک اور مکان کی چھت پر پہنچ گیا اور جب میں اس مکان کی چھت تک پہنچا تو وہ غائب ہو چکا تھا۔

ان دونوں چھتوں کے درمیان تقریباً آٹھ فٹ کا فاصلہ تھا۔ چند قدم پیچھے ہٹ کر میں نے دوڑتے ہوئے چھلانگ لگا دی۔ یہ زندگی داؤ پر لگانے والی بات تھی، لیکن اپنی جان کی قیمت پر بھی میں اسے فرار کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ میں زوردار دھماکے کے ساتھ دوسری چھت پر گرا اور فوراً ہی سنبھل کر ٹین کے بنے ہوئے اُس دروازے کی طرف دوڑا جس کے پیچھے وہ شخص غائب ہوا تھا۔ حملہ آور بھی اتنا بے وقوف نہیں تھا۔ وہ دروازہ اندر سے بند کر گیا تھا۔ میں چھت کے کنارے آ کر نیچے جھانکنے لگا۔ پُوری گلی میری نگاہوں کے سامنے تھی۔ ایمبولینس کی آواز سُنی جا رہی تھی اور اُس کے قریب ہی پولیس کی ایک کار بھی کھڑی ہوئی نظر آ رہی تھی۔

میں چھت کے دوسرے کنارے پر پہنچ کر جھانکنے لگا۔ اس طرف عقبی گلی میں نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا جس کا مطلب تھا کہ حملہ آور ابھی عمارت کے اندر ہی موجود ہے۔ چند لمحے بعد دروازے کے قریب پہنچ کر میں نے تالے پر فائر جھونک دیا اور دروازہ کھول کر محتاط انداز میں سیڑھیاں طے کرنے لگا۔

راستے میں جگہ جگہ خون کے دھبے میری رہنمائی کر رہے تھے۔ ایک جگہ کافی خون پڑا ہوا تھا جس سے مجھے یہ سمجھنے میں دِقت نہیں ہوئی کہ حملہ آور اس جگہ کچھ دیر کے لیے رُکا تھا۔ میں مزید نیچے اُترنے لگا۔ پُوری عمارت پر سکوت طاری تھا۔ مزید کچھ آگے جانے کے بعد ایک اور دروازہ نظر آیا جس کے دُوسری طرف ہلکی سی آہٹ سُنائی دی۔ میں تیزی سے اس طرف گھوم گیا لیکن یہ بھی غنیمت ہی تھا کہ میں نے ریوالور کا ٹریگر نہیں دبا دیا تھا۔ کمرے سے نکلنے والا ایک ادھیڑ عمر دُبلا پتلا سا آدمی تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے گھگھیائے ہوئے انداز میں دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیے اور فریاد کرنے لگا

"پلیز۔ مسٹر پلیز! مجھے مارنے سے آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔"

"خاموش رہو۔" میں نے اسے اشارہ کیا اور ریوالور جھکا لیا۔ بوڑھا بدحواسی کے انداز میں دوبارہ کمرے میں داخل ہو گیا تھا۔ اس کے چند سیکنڈ کے بعد ہی دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سُنائی دیں اور میں محتاط ہو گیا۔ ایمبولینس کے ساتھ پولیس کو دیکھ ہی چکا تھا اور اب یقیناً پولیس اس شخص کی تلاش میں ہو گی جس نے سینڈرا پر گولی چلائی تھی۔ اس وقت اگر میں پولیس کے ہاتھوں پڑ جاتا تو میرے لیے یہ ثابت کرنا بے حد مشکل ہو جاتا کہ سینڈرا پر حملہ کرنے والا کون تھا۔ چنانچہ بہتر یہی تھا کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے یہاں سے باہر نکلا جائے۔ میں برق رفتاری سے واپس پلٹا اور انھی راستوں کو طے کرنے لگا جن سے گزر کر یہاں تک آیا تھا۔

مختلف گلیوں کو طے کرتا ہوا میں ایک پتلی سی سڑک پر پہنچ گیا جہاں ٹریفک چل رہا تھا۔ اس وقت پولیس سے بچنا بے حد ضروری تھا۔ چنانچہ برق رفتاری سے آگے بڑھتا ہوا میں ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں [illegible] رہی تھی۔ میں بڑے اطمینان سے بس میں داخل ہو گیا۔ [illegible] آگے بڑھ گئی ... مجھے بہ آسانی پولیس سے چھٹکارا مل گیا۔

استنبول میں داخلہ انتہائی سنسنی خیز ثابت ہوا تھا۔ مجھے زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ کھیل شروع ہو گیا، اور وہ بھی اس انداز میں کہ سوچنے سمجھنے کے لیے وقت تک نہیں مل رہا تھا۔ اگر مقامی پولیس میرے پیچھے لگ گئی تو پھر سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ چنانچہ اب جو کچھ کرنا تھا، انتہائی محتاط انداز میں کرنا تھا۔ دیر تک میں سڑکوں پر چکر لگاتا رہا۔ اطراف کا جائزہ لیتا رہا۔ سینڈرا میرے ذہن میں تھی۔ پتا نہیں مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی گئی تھی یا اُسے۔

اپنے ہوٹل واپس جانے کے بجائے اس وقت پیے کارڈ جانا مناسب تھا اور وہاں داخل ہونے کے لیے تھوڑی سی شخصیت کی تبدیلی بھی لازمی امر تھی۔ چنانچہ میں نے بازاروں کا رُخ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں ایک بازار میں پہنچ گیا۔ اگرچہ استنبول یورپ میں ہے لیکن یہاں کا ماحول بالکل مشرقی محسوس ہوتا ہے۔ میں ان بازاروں میں گھوم کر اپنے مقصد کی چیزیں تلاش کرنے لگا اور پھر الفتسو اسٹورز میری نگاہوں کے سامنے آ گیا۔ ڈیپارٹمنٹل اسٹورز کی طرز کا یہ شاپنگ آرکیڈ میرے مقصد کے لیے انتہائی بہترین رہا اور میں نے یہاں سے اپنی ضروریات کی وہ تمام چیزیں خریدیں جو کسی مسافر کو ہوٹل میں قیام کرتے ہوئے کام آ سکتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی کچھ ایسی چیزیں بھی جو میری شخصیت میں کم از کم اس حد تک تبدیلی کر دیں کہ ایک نگاہ دیکھنے والا مجھے پہچان نہ سکے۔ ان چیزوں کو میک اپ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے بھاری قسم کی مونچھیں اور ایک خاص قسم کا چشمہ اپنی آنکھوں پر لگا لیا اور اس کے بعد میں نے محسوس کیا کہ میری شخصیت میں نمایاں تبدیلی ہو گئی ہے۔ وہاں سے کچھ دُور آگے بڑھا اور بایزید مسجد کے پاس پہنچ گیا جہاں لاتعداد کبوتر اس بیوہ کی یاد دلاتے ہیں جس کا کل سرمایہ کبوتروں کا ایک جوڑا تھا اور جسے اس نے مسجد کے افتتاح کی تقریب میں سلطان کی خدمت میں پیش کر دیا تھا لیکن اس وقت میں ان تمام چیزوں میں مکمل طور پر دلچسپی نہیں لے سکتا تھا چنانچہ میں ہوٹل پیے کارڈ روانہ ہو گیا۔

پانچ منزلہ ہوٹل پیے کارڈ بہت اعلیٰ قسم کا نہیں تھا۔ اس کی عمارت بھی پرانی طرز کی تھی لیکن اندرونی طور پر صفائی کا بے حد اعلیٰ انتظام تھا۔ میرے لیے تیسری منزل کا ایک کمرہ بک کیا گیا تھا۔ رجسٹر پر اپنا جعلی نام بتاتے ہوئے میں نے دستخط کیے اور اپنے کمرے میں منتقل ہو گیا۔

ہوٹل کے کمرے میں غسل کرنے کے بعد میں اپنے بستر پر دراز ہو گیا اور چھت پر نگاہیں جمائے سوچتا رہا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ کوئی ایسا انتظام ہونا چاہیے تھا جس کی بنا پر مجھے گرانڈ ٹاور ہوٹل کی صورتِ حال معلوم ہو سکے۔ اگر میں ہوٹل کا وہ کمرہ چھوڑ بھی دوں تو بہرطور فائل تو مجھے وہاں سے نکال کر لانا ہی تھی لیکن اب اپنی اصل حیثیت سے وہاں جانا خطرے سے خالی نہ تھا۔ نہ معلوم اس لاش کی دریافت کے بعد وہاں کیا کچھ ہوا ہو گا۔

شام کو تقریباً سات بجے کے قریب میں اُٹھ بیٹھا۔ اپنا لباس وغیرہ تبدیل کیا اور پھر اسی میک اپ میں باہر نکل آیا۔

میرے ذہن میں ایک منصوبہ جنم لے رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں ایک بار پھر بازار میں داخل ہو گیا۔ الفتسو اسٹورز میں اپنے مطلب کی چیزیں میں دیکھ چکا تھا۔ پھر یہاں سے میں نے ایک ایسا لباس خریدا جو ہوٹل کے ویٹرز استعمال کرتے ہیں۔ یہ عام لباس تھا اور میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ گرانڈ ٹاور میں موجود ویٹر ایسے ہی لباس استعمال کرتے ہیں، سوائے وہاں کے مخصوص بیج کے لیکن بیج کی غیر موجودگی نظرانداز بھی کی جا سکتی تھی۔ اس لباس کو ایک پیکٹ میں بند کرانے کے بعد میں ٹیکسی میں بیٹھ کر گرانڈ ٹاور کی طرف روانہ ہو گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہوٹل میں داخل ہو گیا۔

میرے ذہن میں وہ لاش موجود تھی جسے میں نے سینڈرا کے کمرے میں ڈال دیا تھا۔ میرا اندازہ تھا کہ اس سلسلے میں کوئی نہ کوئی کارروائی ضرور ہوئی ہو گی۔ ہوٹل کے ہال میں داخل ہونے کے بعد تھوڑی دیر تک میں نے حالات کا جائزہ لیا، کوئی تبدیلی نظر نہیں آتی تھی۔ اس کے بعد وہاں سے نکل کر میں اپنے کمرے کی راہداری میں پہنچ گیا۔ راہداری کے ایک سرے سے دُوسرے سرے تک میں نے چکر لگایا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ابھی تک سینڈرا کے کمرے کی کیفیت کا کسی کو پتا نہیں چل سکا۔ یہاں کا ماحول سنسان دیکھ کر میں نے دل میں فیصلہ کیا کہ اب مجھے اپنے کام میں دیر نہیں کرنا چاہیے چنانچہ میں ہوٹل کے ایک ایسے حصے کی طرف چل پڑا جہاں میں ویٹر کا لباس تبدیل کر سکتا تھا۔ اس کے بغیر میں کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا۔

انتہائی پھرتی سے میں نے یہ لباس تبدیل کیا، ایک کپڑا اپنے شانے پر اس طرح ڈال لیا کہ وہ حصہ چھپ گیا جہاں ہوٹل کا مونوگرام بیج کی شکل میں لگا ہوتا ہے اور اس کے بعد دوسروں کی نگاہوں سے بچتا ہوا ایک بار پھر اپنے کمرے کی راہداری میں داخل ہو گیا۔

راہداری اب بھی اسی طرح پُرسکون تھی۔ کمرہ نمبر چھ سو بیس کے سامنے پہنچ کر میں نے اسی مخصوص تار کی مدد سے دروازہ کھولا اور تیزی سے اندر داخل ہو گیا۔ کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر کے میں نے پھرتی سے شیڈ کی جانب رُخ کیا اور وہاں سے فائل نکال کر اپنے لباس میں چھپا لی۔ اس کام کو انجام دے کر میں انتہائی برق رفتاری سے باہر آیا اور دروازہ بند کر کے پھرتی سے راہداری کے ایک سرے کی جانب چل پڑا۔

خدا کا شکر ہے کہ اس کام میں مجھے کوئی دِقت نہیں ہوئی تھی۔ باقی سامان کو چھوڑنا بے مقصد تھا۔ البتہ میں نے اپنے کچھ کاغذات ضرور ساتھ لے لیے تھے جن کی مجھے کسی بھی وقت ضرورت پیش آ سکتی تھی۔ ان کاغذات کو دیکھ کر مجھے یہ اندازہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوتا تھا کہ ابھی تک میرے کمرے میں کوئی گڑبڑ نہیں کی گئی اور شاید اس کے بعد ان لوگوں کی جرأت نہیں ہوئی کہ کمرے میں داخل ہوں۔ میں راہداری کے دوسرے سرے تک گیا اور پھر وہاں سے نیچے اتر کر اس جگہ پہنچ گیا جہاں میں نے اپنا اصل لباس چھپایا ہوا تھا۔

لباس کا پیکٹ اسی جگہ موجود تھا۔ میں نے لباس تبدیل کیا اور اپنا چہرہ وغیرہ درست کر کے فائل اپنے لباس میں چھپائے ہوئے باہر نکل آیا۔ ویٹر کا لباس میں نے وہیں چھوڑ دیا تھا۔ پھر میں پُراطمینان قدموں سے چلتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ ابھی تک کسی کی توجہ میری جانب نہیں ہوئی تھی۔ سب سے زیادہ حیرت مجھے اس بات پر تھی کہ سینڈرا کے کمرے سے لاش ابھی تک کیوں نہیں برآمد ہوئی۔ اس دوران کسی نہ کسی کو تو وہاں جانا چاہیے تھا۔ ویٹرز کے پاس بھی چابیاں ہوتی تھیں اور کمروں کی صفائی وغیرہ کے لیے وہ وہاں جا سکتے تھے۔ پھر کیا وجہ تھی؟ یہ سب کچھ معلوم کیے بغیر مجھے سکون نہیں آسکتا تھا۔ چنانچہ میں نے اس سلسلے میں کاوش شروع کر دی۔ میں نے ایک ویٹر کو روکا، جس کی شکل میں پہچانتا تھا اور پھر رازدارانہ انداز میں اس سے پوچھا۔

"کمرہ نمبر چھ سو اُنتیس میں جو خاتون رہتی ہیں کیا وہ اس وقت اپنے کمرے میں موجود ہیں؟" ویٹر نے چونک کر مجھے دیکھا اور پُرخیال انداز میں ٹھوڑی کھجانے لگا۔

"میرا خیال ہے وہ موجود نہیں ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"کہاں گئیں، کچھ پتا ہے؟"

"یہ بات تو ہم لوگوں کو نہیں معلوم ہوتی جناب۔" ویٹر نے بدستور مؤدب لہجے میں کہا۔ میں نے اسے اور زیادہ مؤدب کرنے کے لیے جیب سے ایک نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ میں تھما دیا اور نتیجہ خاطر خواہ نکلا۔

"ویٹر! میرا خیال ہے وہ خاتون اپنے کمرے ہی میں موجود ہیں، براہ کرم تم ذرا جا کر دیکھو۔ اگر ایسی کوئی صورت حال ہو تو مجھے اس کی اطلاع دو۔"

"کمرے میں موجود ہیں؟" ویٹر نے تعجب سے کہا۔

"ہاں، مجھے شبہ ہے۔"

"تعجب ہے جناب! شام کو ساڑھے پانچ بجے تو میں نے اُن کے کمرے کی صفائی کی تھی۔ آخر کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر کے اندر بیٹھنے کی کیا وجہ ہے اور یہ کس طرح ممکن ہے؟ سمجھ میں نہیں آتا۔"

"ساڑھے پانچ بجے تم نے کمرے کی صفائی کی تھی، تھیں اچھی طرح یاد ہے؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"جی ہاں۔" ویٹر بھی اسی انداز میں بولا۔

"اوہ! پھر میری اطلاع غلط ہو سکتی ہے۔"

"کیا اطلاع ملی تھی، جناب آپ کو؟"

"کسی نے مجھے ان کے کمرے سے فون کیا تھا، آواز لڑکی ہی کی تھی۔ انھوں نے کہا کہ وہ اپنے کمرے میں قید ہیں اور کسی خاص وجہ سے باہر نہیں نکلنا چاہتیں۔"

"اگر آپ اجازت دیں جناب تو ایک بار میں پھر دیکھ لوں؟"

"ضرور۔" میں نے کہا اور ویٹر وہاں سے چلا گیا۔

میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی تھی۔ اس کے بعد میں انتظار کرتا رہا کہ ویٹر واپس آئے تو میں اس کی کیفیات کا جائزہ لوں۔ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد ویٹر واپس آیا، وہ پُرسکون تھا اور اس طرف تلاش کے لیے نگاہیں دوڑا رہا تھا، جہاں اس نے مجھے چھوڑا تھا۔ جب میں نے اس کے چہرے پر سکون کے آثار پائے تو میں خود ہی اس کے قریب پہنچ گیا۔

"اوہ! میں آپ ہی کو تلاش کر رہا تھا سر۔"

"کیا ہوا؟ دیکھا؟"

"جی ہاں جناب۔ کمرے میں کوئی موجود نہیں ہے، میں دروازہ کھول کر دیکھ چکا ہوں۔"

"کوئی موجود نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں، کوئی نہیں ہے۔ کمرہ خالی پڑا ہوا ہے۔ میں اسے دوبارہ لاک کر آیا ہوں۔"

"اچھا ویٹر! اس کا مقصد ہے کسی نے مجھ سے مذاق کیا ہے۔ تمھارا بہت بہت شکریہ ــــ لو، یہ نوٹ اور رکھ لو۔" میں نے اسے ایک نوٹ اور دیتے ہوئے کہا اور ویٹر نے سلام کر کے نوٹ قبول کر لیا۔ اس کے بعد وہ آگے بڑھ گیا۔

میرا ذہن چکرا رہا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ لاش کسی کے دیکھنے سے پہلے ہی کمرے سے غائب کر دی گئی تھی۔ اس کے علاوہ اور کیا سوچا جا سکتا تھا۔ میں باہر نکل آیا۔ ایک سڑک سے دوسری سڑک، دوسری سے تیسری سڑک۔ بازار کی رونقیں، لوگوں کی مصروفیات، سب کچھ میری نگاہوں کے سامنے تھا لیکن میرا ذہن کچھ اور سوچ رہا تھا۔ آخر میں نے ایک ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ کر ہوٹل بے کارڈ پہنچ گیا۔

بے کارڈ کے کمرے میں داخل ہونے کے بعد میں نے دروازہ اندر سے بند کیا اور فائل نکال کر اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔ یہاں بھی مجھے فائل کو پوشیدہ کرنے کے لیے خصوصی انتظام کرنا

تھا۔ چونکہ یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ گرین پول کے علاوہ بھی کچھ مزید پُراسرار لوگ اس فائل کے چکر میں پڑ گئے ہیں۔

فائل کو میں نے انتہائی احتیاط سے ایک جگہ محفوظ کر دیا تھا لیکن دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ کل سب سے پہلا کام یہ کروں گا کہ فائل کسی لاکر میں رکھوا دوں گا، یہ ضروری تھا۔

دوسری صبح پُرسکون تھی۔ ناشتا وغیرہ کیا۔ کوئی ایسی تبدیلی محسوس نہ ہوئی جو میرے لیے پریشان کن ہوتی۔ ساڑھے دس بجے کے قریب میں ہوٹل سے نکل آیا اور سڑک پر چل پڑا۔ یہاں کا اب تھوڑا بہت جائزہ تو لے ہی چکا تھا۔ بینکوں کے بارے میں معلومات بھی حاصل ہوئی تھیں۔ ایسے بینک بھی دیکھے تھے جن پر لاکرز کے اشتہارات لگے ہوئے تھے چنانچہ ایک بینک میں داخل ہونے کے بعد میں نے اس سلسلے میں کارروائی کی۔

انتہائی با اخلاق اور ملنسار عملہ تھا۔ میری ہر طرح سے مدد کی گئی اور تقریباً بیس منٹ کے بعد میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا۔ فائل اب میں نے ایک لاکر میں محفوظ کر دی تھی۔

وہ لڑکی سینڈرا میرے ذہن میں مسلسل چبھ رہی تھی۔ اگر وہ زندہ ہے تو ممکن ہے مجھے اس سے کچھ معلومات حاصل ہو سکیں۔ استنبول کے کوچہ و بازار اب میرے لیے اجنبی نہیں رہے تھے۔ گو میں نے اس شہر کو بہت مختصر دیکھا تھا لیکن یہاں کی زندگی میرے علم میں آتی جا رہی تھی اور اپنے آپ کو اس زندگی میں ضم کرنا اب مجھ جیسے آدمی کے لیے مشکل نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اس علاقے میں پہنچ گیا جہاں ایک دن پہلے سینڈرا کا واقعہ پیش آیا تھا۔ اس جگہ کوئی خاص بات محسوس نہیں ہوتی تھی ــــ تمام کاروباری ماحول جوں کا توں تھا۔ پولیس وغیرہ کا بھی کوئی وجود نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے ایک ایسی دکان تاڑی جو اس جگہ سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھی جہاں واقعہ پیش آیا تھا۔ دکاندار یقیناً ایک دن پہلے بھی اس جگہ موجود رہا ہوگا اور مجھے صورت حال سے آگاہ کر سکے گا۔

میرا السلام علیکم کتنا کارگر ہوا تھا۔ دکاندار نے پُرجوش انداز میں سلام کا جواب دیا اور میں اس کی دکان میں رکھی ہوئی چیزیں دیکھنے لگا۔ پھر خواہ مخواہ ایک چیز خرید کر میں نے اس کی قیمت دس لیرے دکاندار کو پیش کیے۔ ذرا بھی بھاؤ تاؤ نہیں کیا تھا میں نے، اس کی وجہ سے دکاندار مجھ سے متاثر نظر آ رہا تھا۔ دفعتاً میں نے پوچھا: "کل یہاں ایک حادثہ ہوا تھا، کیا تمھیں اس کے بارے میں کچھ معلوم ہے؟"

"حادثہ!" دکاندار نے میری طرف دیکھ کر کہا۔

"ہاں۔ کسی کو گولی مار دی گئی تھی۔"

"ہاں۔ وہ ایک لڑکی تھی بے چاری! شدید زخمی ہو گئی تھی۔"

"پولیس والے اسے کہاں لے گئے؟"

"سامنے والے اسپتال میں۔ وہ جو پل وید کے اس جانب نظر آ رہا ہے۔ یہ اسپتال قریب ترین تھا اس لیے وہ لوگ اسے ادھر ہی لے گئے تھے۔"

میں نے دکاندار کے اشارے کی طرف رخ کر کے دیکھا تو وہاں مجھے ایک اسپتال کا نیون سائن نظر آیا۔ یہ ایک غیر متوقع غیبی امداد ہوئی تھی۔ اگر سینڈرا کو یہاں لایا گیا ہے تو ممکن ہے مجھے اس کے بارے میں معلومات حاصل ہو سکیں۔ لیکن یہ بھی امکان پیش نظر تھا کہ پولیس اس کی نگرانی کر رہی ہوگی۔

دکاندار کا شکریہ ادا کرنے کے بعد میں وہاں سے آگے بڑھ گیا اور پل وید کے چھوٹے سے حصے کو عبور کر کے اسپتال کے قریب پہنچ گیا۔ دکاندار سے جو چیز میں نے خریدی تھی، وہ ایک طرف اچھال دی، ظاہر ہے، مجھے اس کی ضرورت نہیں تھی۔

راستے ہی میں میں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ میں خود کو سینڈرا کا دوست بتاؤں گا اور یہ کہوں گا کہ وہ مجھے ایک دن پہلے ایک ہوٹل میں ملی تھی۔ کم از کم یہ خطرہ تو مول لینا ہی تھا جبکہ ممکن ہے کام بن جائے۔

تھوڑی دیر کے بعد میں اسپتال میں داخل ہو گیا۔

ڈیوٹی روم میں موجود نرس سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ سینڈرا اوپر کی منزل کے کمرہ نمبر بیس میں ہے۔ میں نے پریشانی کے انداز میں اس سے اس کی خیریت معلوم کی تو اس نے بتایا کہ اس کی حالت نازک ہے اور کسی کو اس سے ملنے کی اجازت نہیں ہے۔ نرس میری پریشانی سے ذرا بھی متاثر نہیں ہوئی۔ البتہ وہ مجھے ایک ڈاکٹر سے ملانے پر رضامند ہو گئی جو سینڈرا کے کیس کا انچارج تھا۔

ڈاکٹر البتہ انتہائی خوش اخلاق ثابت ہوا اور وہ مجھے چوتھی منزل پر اپنے دفتر میں لے گیا۔ اس نے مجھ سے سینڈرا کے بارے میں پوچھا تو میں نے اسے بتایا کہ وہ میری دوست ہے۔

"اس کی حالت بہت نازک ہے۔ گولی اس کے دائیں پھیپھڑے سے ذرا اوپر پیوست ہوئی ہے۔ اگر یہ گولی ذرا اور نیچے لگتی تو وہ ختم ہو چکی ہوتی۔ خون چونکہ بہت زیادہ نکل گیا ہے اس لیے وہ ابھی تک بے ہوشی کی کیفیت میں ہے۔ ہم کل صبح اس کا آپریشن کریں گے۔ میں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ آپریشن خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔" ڈاکٹر نے کہا۔

"اوہ ڈاکٹر! براہ کرم اُسے بچانے کی بھرپور کوشش کیجیے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس کے علاج کے تمام اخراجات میں ادا کردوں گا۔" میں نے ڈاکٹر سے کہا۔

"نہیں جناب! پولیس کیس ہے یہ! اس کے اخراجات پولیس ہی ادا کرے گی۔"

"کیا پولیس اس کے دروازے پر تعینات کردی گئی ہے؟"

"جی ہاں۔ ایک پولیس مین اس کے دروازے پر ڈیوٹی دے رہا ہے۔"

میں نے اندازہ لگالیا کہ اب سینڈرا سے ملنا ممکن نہیں ہے ویسے بھی اگر میں اس سے ملاقات کرتا تو بے مقصد ہی تھا۔ ڈاکٹر نے اس کی جو کیفیت بتائی تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ سینڈرا اب مجھے کچھ بتانے کے قابل نہیں رہی ہے۔ مجبوراً میں وہاں سے واپس چل پڑا۔ اگر وہ لڑکی بچ کسی طرح بہتر حالت میں ملتی تو شاید مجھے اس سے کچھ معلومات حاصل ہوسکتیں۔ البتہ میں نے ڈاکٹر سے اس کا نمبر لے لیا تھا اور خود کو اس کا بڑا شکر گزار ظاہر کیا تھا جس سے ڈاکٹر مجھ سے متاثر ہو گیا۔ میں نے اس سے کہا کہ میں اس کی خیریت معلوم کرتا رہوں گا۔ مصروف آدمی ہوں ممکن ہے دوبارہ یہاں جلد نہ پہنچ سکوں۔ ڈاکٹر نے گردن خم کر کے مجھے اپنے تعاون کا یقین دلایا تھا۔ میں وہاں سے نکلا اور پھر تیزی سے ایک سمت مڑ گیا۔

میں نے فوراً ہی اسپتال سے باہر نکلنے کی کوشش نہیں کی تھی اور اسپتال کی عمارت میں چند لمحات چکراتے رہنے کا فیصلہ کیا تھا تاکہ اگر ڈاکٹر کسی کو میرے بارے میں اطلاع دینے کی کوشش کرے تو کم از کم میں کسی فوری کارروائی سے بچ سکوں۔ لیکن ایسا نہ ہوا اور پھر مطمئن ہو کر میں باہر کی جانب چل پڑا۔

اسپتال کی عمارت سے نکل کر میں تھوڑی دور تک پیدل چلتا رہا اور اس کے بعد میں نے ہوٹل گرانڈ ٹاور جانے کے لیے ایک ٹیکسی روک لی۔ گرانڈ ٹاور کا میں اس انداز میں جائزہ لینا چاہتا تھا کہ وہاں کی کیا صورت حال ہے ممکن ہے لاش وغیرہ کے سلسلے میں کوئی کارروائی وہاں ہوئی ہو۔ ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر میں نے نیم دراز ہوتے ہوئے ڈرائیور کو گرانڈ ٹاور کے بارے میں بتادیا اور وہ آگے بڑھ گیا۔ زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ دفعتاً مجھے ٹیکسی کے عقب نما آئینے میں نیلے رنگ کی ایک خوبصورت کار نظر آئی، جسے میں نے دو تین بار ایک مخصوص فاصلے پر پیچھے دیکھا تھا۔ دوسرے ہی لمحے میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔ یہ اتفاق بھی ہوسکتا تھا لیکن چونکہ کار کئی بار نظر آئی تھی، اس لیے مجھے شبہ ہوا کہ کہیں میرا تعاقب نہ کیا جارہا ہو۔ اس بات کے امکانات بھی تھے ممکن ہے وہ لوگ اس بات کو مدنظر رکھے ہوئے ہوں کہ میں سینڈرا کی خیریت معلوم کرنے کے لیے اسپتال ضرور آؤں گا۔

تھوڑی دیر بعد مجھے یقین ہوگیا کہ باقاعدہ تعاقب کیا جارہا ہے۔ میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا، پھر ٹیکسی ڈرائیور کو اس طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ کوئی ہمارا پیچھا کر رہا ہے میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو پانچ سو روپے کا ایک نوٹ دیتے ہوئے کہا کہ اگر وہ اس کا [illegible] حاصل کرے تو میں اسے مزید انعام بھی دوں گا۔ [illegible] تیار ہوگیا اور گاڑی کی رفتار بڑھاتے ہوئے اس نے ایک دم بائیں طرف ٹرن لیا۔ اس کی اس حرکت سے ٹیکسی اچھلتے اچھلتے بچی تھی۔ دوسرے لمحے پچھلی کار کے پہیوں کی چرچراہٹ کی آواز بھی سنائی دی اور پھر دونوں گاڑیوں میں ریس کا مقابلہ شروع ہوگیا۔ میں نے پیچھے گھوم کر دیکھا۔ نیلے رنگ کی کار کے ڈرائیور کی شکل نظر نہیں آرہی تھی۔ کئی تنگ اور کشادہ سڑکوں سے گزرنے کے بعد بھی نیلی کار نے پیچھا نہیں چھوڑا۔ ٹیکسی ڈرائیور کی گردن پسینے سے تر ہو رہی تھی۔ ایک موڑ پر تیز رفتاری سے مڑتے ہوئے ٹیکسی بے قابو ہو کر فٹ پاتھ پر چڑھتے چڑھتے بچی لیکن ڈرائیور نے فوراً ہی اسٹیئرنگ پر قابو پالیا اور دوسرے ہی لمحے ٹیکسی سڑک پر آگئی۔ نیلی کار کسی خوفناک بلا کی طرح پیچھے لگی ہوئی تھی۔ ہم شہر کے وسطی علاقے میں پہنچ چکے تھے۔ تنگ سی سڑک پر دونوں طرف پختہ اینٹوں کے مکانات اور چھوٹی چھوٹی دکانیں بنی ہوئی تھیں۔ ڈرائیور کی کیفیت اب خراب ہوتی جارہی تھی اور وہ نروس نظر آرہا تھا۔ تھوڑی دور پہنچنے کے بعد اس نے گاڑی نہر کے ایک چھوٹے سے پل کی جانب بڑھادی جو صرف پیدل آمدورفت کے لیے ہی تھا، اس پل پر گاڑی گھمانا ہی ڈرائیور کی سب سے بڑی غلطی تھی۔ ٹیکسی پل کے وسط تک پہنچی ہی تھی کہ نیلی کار بھی طوفان کی طرح سر پر پہنچ گئی۔ پہلو میں آکر اس نے ٹیکسی کو ٹکر ماری اور ٹیکسی ڈرائیور نے گاڑی سنبھالنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوسکا۔ دوسرے ہی لمحے ٹیکسی پل کا حفاظتی تختہ توڑتے ہوئے تیزی سے نیچے جانے لگی۔ یہ سب کچھ اس قدر سرعت سے ہوا تھا کہ ایک لمحے کے لیے میں کچھ بھی نہ سوچ سکا۔ مجھے اندازہ تھا کہ صورت حال بگڑ گئی ہے۔ اب اپنے آپ کو سنبھال کر جو کچھ کرسکتا تھا وہی کرنا تھا۔ چنانچہ چھپاکے کی آواز کے ساتھ ٹیکسی نہر کی تہ کی جانب جانے لگی۔ میں نے اس موقع پر اپنے حواس نہیں کھوئے تھے پھرتی سے میں نے ہینڈل پر ہاتھ رکھا اور پانی کے اندر ہی دروازہ کھولنے کی کوشش کی، دروازہ کھل گیا اور میں ٹیکسی سے باہر نکل آیا۔ غریب ڈرائیور کو بچانے کے لیے میں کوئی کوشش نہیں کرسکتا تھا۔ میں نے اپنے آپ کو سنبھال کر جوتوں سمیت تیرنے کی کوشش کی۔ نہر بہت زیادہ گہری نہیں تھی اور میں اس حالت میں بھی تیرتا ہوا وہاں سے آگے جاسکتا تھا لیکن ٹیکسی کا کھلا ہوا دروازہ میری راہ میں حائل تھا۔ سب سے پہلے مجھے اس دروازے کے نیچے سے نکلنا تھا۔ اس کے بعد ہی کچھ کیا جاسکتا تھا۔ میں ابھی کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ دفعتاً ایک فائر ہوا اور ونڈ اسکرین کا شیشہ چکنا چور ہوگیا۔ شیشے کے چند ٹکڑے میری گردن اور شانوں پر بھی لگے۔ میں [illegible] وقت دروازے کی آڑ میں چھپ گیا۔ دوسرا فائر بھی ہوا اور دروازے کا شیشہ بھی ٹوٹ گیا۔ میں پانی میں پوری طرح سنبھلنے بھی نہیں پایا تھا کہ اوپر سے یہ کارروائی شروع ہوگئی تھی۔ ایک اور فائر ہوا اور اس بار گولی ٹیکسی کی چھت میں پیوست ہوگئی۔ میں تعجب سے یہ سوچ رہا تھا کہ وہ جو کوئی بھی ہے کتنی دیدہ دلیری سے یہ کارروائی کر رہا ہے۔ حالانکہ دن کا وقت ہے اور یقیناً اطراف کے لوگ اس کارروائی سے بےخبر نہیں ہوں گے۔ ڈرائیور بے چارے کی میں کوئی مدد نہیں کرسکتا تھا۔ بمشکل تمام میں دروازے کے نیچے سے ترچھا ہو کر نکل آیا۔ اور پل کے نچلے حصے کی طرف تیرنے لگا۔ اس وقت پل پر بہت سے لوگ جمع ہوگئے ہوں گے جنھیں میں نہیں دیکھ سکا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں پل کے ایسے حصے میں پہنچ گیا جہاں کم از کم اوپر سے مجھے نہیں دیکھا جاسکتا تھا۔ کنارے کی اینٹوں کے سہارے اوپر چڑھتے ہوئے میں نے جب نہر کے کنارے کی طرف نگاہ ڈالی تو وہاں ایک اچھا خاصا ہجوم جمع تھا۔ لوگ شور مچا رہے تھے اور نہر کی جانب اشارہ کر رہے تھے۔ مجھے شاید کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ اسی وقت میرے کانوں میں پولیس کے سائرن کی آواز ابھری اور میں پل کے نیچے ہی نیچے آگے بڑھتا ہوا دوسرے حصے سے اوپر کی سمت آگیا۔ میرا لباس پانی میں شرابور ہو رہا تھا لیکن وہاں رکے بغیر میں انتہائی برق رفتاری سے ایک تنگ سی گلی کی طرف چل دیا۔ جوتوں میں پانی بھر گیا تھا جس کی وجہ سے چلنے میں بڑی دقت ہو رہی تھی لیکن ظاہر ہے ننگے پاؤں بھی نہیں جاسکتا تھا۔ لوگ بری طرح چیخ رہے تھے اور ان کی توجہ کیونکہ ٹیکسی ہی کی جانب تھی، اس لیے مجھے وہاں سے نکلنے کا موقع مل گیا۔ دل میں تھوڑی بہت امید یہ بھی تھی کہ ممکن ہے ان لوگوں کی بروقت مداخلت سے مظلوم ٹیکسی ڈرائیور کی جان بچ جائے۔ میری نگاہیں سنسان گلی میں چلتے ہوئے کسی پناہ گاہ کی تلاش میں تھیں۔ دفعتاً میں نے ایک شخص کو دیکھا جو ایک مکان کی آڑ میں کھڑا ہوا تھا۔ اس کا حلیہ ٹھیک نظر نہیں آتا تھا لیکن اس کے ہاتھ میں اعشاریہ تین آٹھ کا ریوالور بھی نظر آرہا تھا۔ شاید وہ مجھے نہیں دیکھ سکا تھا۔ مجھے فوراً ہی خطرے کا احساس ہوا اور میں ایک اور گلی میں داخل ہوگیا لیکن اس شخص نے میرے قدموں کی آہٹ سن لی تھی۔ دوسرے لمحے مجھے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی اور میں بھی دوڑنے لگا لیکن ابھی سڑک کے وسط ہی میں تھا کہ دائیں طرف سے آتی ہوئی ایک کار کا ہارن سنائی دیا۔ ہارن کی آواز پر اس شخص نے سڑک کی طرف دیکھا، ایک لمحے کے لیے ہم دونوں کی نگاہیں ملیں، دوسرے لمحے اس نے ریوالور والا ہاتھ سیدھا کرلیا۔ میں فوراً ہی دوڑ پڑا تھا۔ وہ شخص بھی میرے پیچھے دوڑنے لگا۔ میرا خیال تھا کہ قریب ہی پولیس کی موجودگی کے باعث وہ گولی چلانے سے دریغ کرے گا لیکن میرا خیال غلط نکلا۔ اس نے دوڑتے ہوئے فائر کیا اور گولی میرے سر کے دو انچ اوپر سے گزر گئی۔ اس کے ساتھ ہی دفعتاً مجھے ٹھوکر لگی اور میں لڑکھڑا کر نیچے گر گیا۔ شاید یہ بھی امدادِ غیبی تھی کیونکہ اس نے دوسرا فائر کیا تھا اور اگر میں نہ گرتا تو اس بار وہ یقیناً میرا صحیح نشانہ لے چکا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے میری طرف چھلانگ لگادی تھی۔ ایک لمحے میں وہ میرے سر پر پہنچ گیا اور پھر اس کی غراتی ہوئی آواز ابھری "کھڑے ہو جاؤ۔"

میں اندازہ لگا چکا تھا کہ صورت حال بگڑ چکی ہے۔ چنانچہ میں آہستگی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ میرے چہرے پر نظریں جمائے کھڑا تھا لیکن اسے اس کی توقع نہیں تھی کہ میری طرف سے کوئی فوری کارروائی ہو جائے گی۔ میری زوردار ٹھوکر اس کی پنڈلی پر پڑی تھی، وہ کراہ کر دہرا ہو گیا تھا۔ اسے سنبھلنے کا موقع دیے بغیر میں نے دوسری ٹھوکر رسید کی اور پھر تیسری ٹھوکر پر وہ سڑک پر لوٹنے لگا۔ میں رکے بغیر اس پر ٹھوکروں کی بارش کرتا رہا۔ گردن پر لگنے والی ٹھوکر کے ساتھ ہی ہلکی سی ہڈی کی چٹخ بھی ابھری۔ اگلی ٹھوکر اس کے سر پر لگی تھی۔ وہ بکرے کی طرح بلبلایا اور اس کے سر سے خون بہہ نکلا۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کا بدن مکمل طور پر ڈھیلا پڑ گیا ہے۔

ابھی تک مجھے اطراف کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ دن کے ان لمحات میں کوئی بھی اس طرف نکل کر آسکتا تھا۔ میں نے اپنے بھیگے ہوئے لباس کو جگہ جگہ سے جھاڑا ــــ میں اس قابل نہیں تھا کہ کسی بھری پری سڑک پر آؤں لیکن یہاں وقت نہیں ضائع کرسکتا تھا کیونکہ یہاں ایک مقتول موجود تھا جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے قتل کیا تھا۔ میرے حلیے اور کیفیت سے کوئی بھی شخص یہ اندازہ لگا سکتا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا کہ اس قتل سے میرا تعلق ضرور ہے۔ چنانچہ اپنی گردن پھنسنے سے بچانے کے لیے یہ ضروری تھا کہ میں فوری طور پر یہاں سے آگے بڑھ جاؤں۔

میں نے گلی کو عبور کیا اور ایک لمبا چکر کاٹنے کے بعد ایک عجیب سی جگہ جا پہنچا' یہاں قدیم طرزِ تعمیر کے حامل بوسیدہ مکانات بکھرے ہوئے تھے۔ بعض مکانوں کے نچلے حصوں میں دکانیں بنی ہوئی تھیں۔ ایک عجیب سی ویرانی اور بے رونقی یہاں چھائی ہوئی تھی۔ ایک گول دروازے پر "کاروان سرائے" لکھا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے میری جان میں جان آ گئی۔ ایسی سرائے کے بارے میں میں نے سنا تھا کہ یہاں عارضی قیام کے لیے جگہ مل جاتی تھی اور اس وقت اس میں جگہ نکل آنا میری خوش قسمتی ہی ہوتی۔ کیونکہ کم از کم اس طرح سر چھپانے کا تھوڑا سا موقع تو مل جاتا۔ چنانچہ میں اُس گول دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔

ڈھیلی سی عبا پہنے ہوئے سر پر مخصوص طرز کی گول ٹوپی سجائے ایک درمیانی عمر کا شخص وہاں بیٹھا ہوا تھا جس نے مجھے دیکھ کر گول گول آنکھیں گھمائیں اور پھر جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے قریب پہنچ گیا۔ اُس نے مقامی زبان میں مجھ سے کچھ پوچھا لیکن اُس کی زبان میری سمجھ میں نہ آسکی۔ جب میں نے کوئی جواب نہیں دیا تو وہ بے بسی سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا پھر اس نے ہاتھ کے اشارے سے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں یہاں قیام کا ارادہ رکھتا ہوں۔ میں نے زور زور سے اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔ چنانچہ اس شخص نے مطمئن انداز میں گردن خم کی۔ کئی بار اس نے چور نگاہوں سے میرے بھیگے ہوئے لباس کو دیکھا لیکن چونکہ ہم دونوں ایک دوسرے کی زبان سے ناواقف تھے' اس لیے اس نے مجھ سے کچھ استفسار نہیں کیا اور مجھے لیے ہوئے اس راہداری میں پہنچ گیا جہاں چند دروازے نظر آ رہے تھے۔ ایک دروازہ کھول کر اس نے مجھے اندر آنے کا اشارہ کیا۔ اندر تاریکی تھی۔ اس نے بتی جلائی اور کمرے کا اداس اور ویران ماحول میرے سامنے عیاں ہو گیا۔ میں نے مطمئن انداز میں گردن خم کی اور اس سے انگوٹھے اور انگلی کی مدد سے رقم کے بارے میں پوچھنے لگا۔ ہاتھ کے اشارے سے اس نے مجھے پانچ پیسے بتائے اور میں نے فوراً ہی دس پیسے کا نوٹ نکال کر اس کے حوالے کر دیا۔ جو بھیگا ہوا تھا۔ اس نے بھیگے ہوئے نوٹ کو پھرتی سے پکڑ کر اِدھر اُدھر سے دیکھا اور پھر مسکرا کر گردن ہلانے لگا۔

کمرے میں چارپائی پڑی ہوئی تھی' جس پر دری اور چادر بچھی ہوئی تھی۔ ایک تکیہ بھی تھا۔ ضروریاتِ زندگی کی چند اور چیزیں بھی وہاں موجود تھیں۔ اس نے پھر اپنی زبان میں مجھ سے کچھ کہا۔ جو میں نہ سمجھ سکا لیکن اسے فوراً ہی اس بات کا احساس ہو گیا کہ اس نے دوبارہ مجھ سے وہ زبان بول کر غلطی کی ہے چنانچہ ایک بار پھر اشاروں کی زبان شروع ہو گئی۔ وہ مجھ سے میری ضروریات کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ میں نے بے بسی سے اپنے بھیگے ہوئے لباس کی طرف اشارہ کیا اور وہ پُرخیال انداز میں تھوڑی کھجانے لگا۔ پھر باہر نکل گیا۔

چند لمحات کے بعد جب وہ واپس لوٹا تو اس کے ہاتھوں میں تہبند قسم کی کوئی چیز تھی جسے اس نے میری طرف بڑھاتے ہوئے اپنا لباس اتارنے کے لیے کہا۔ میں نے اُسے ایک لمحے کے لیے باہر جانے کا اشارہ کیا اور جلدی جلدی اپنی جیبیں خالی کیں اور تمام چیزیں ایک جگہ جمع کر کے میں نے لباس اتارا اور وہ تہبند قسم کی شے اپنے بدن پر لپیٹ لی جو ایک مخصوص انداز کی تھی۔ جب میں نے اُسے آواز دی تو وہ اندر آ گیا اور خاموشی سے میرے کپڑے اٹھا کر لے گیا۔ دیکھنا یہ تھا کہ اب وہ ان کپڑوں کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔

یہ جگہ مجھے انتہائی غنیمت محسوس ہوئی تھی۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ ایک طرف دیوار میں ایک آئینہ ٹنگا ہوا تھا۔ اس میں جا کر اپنا چہرہ دیکھا' شکر تھا کہ مونچھیں ناک کے نیچے سے غائب نہیں ہوئی تھیں ورنہ پانی میں جو کچھ دھو جاتا کم تھا اب تک میری وجہ سے خاصا کشت و خون ہو چکا تھا۔ بے چاری سینڈرا زد میں آ گئی تھی۔ اگر وہ بے گناہ تھی تو واقعی اس کا خون میری گردن پر ہی ہو گا اور اس کے علاوہ ٹیکسی ڈرائیور نجانے اس کا کیا حشر ہوا' میری وجہ سے وہ کسی جاسوسی فلم کا ہیرو بن گیا تھا اور اس انداز میں ٹیکسی دوڑا رہا تھا کہ خود بھی اُسے اپنے آپ پر قابو نہ رہا۔

بہت سے خیالات دل میں تھے' میں آرام سے بستر پر دراز ہو گیا اور آئندہ کے منصوبوں پر غور کرنے لگا۔ گرانڈ ہاؤس میں میرا کمرہ اب بھی محفوظ تھا بظاہر تو یہی نظر آتا تھا۔ مجھے تعجب تھا کہ میری غیر موجودگی میں انھوں نے کمرے کی تلاشی لینے کی کوشش کیوں نہیں کی۔ سفید فام نے ادھر کا رخ کیوں نہیں کیا۔ لیکن ہو سکتا ہے اس واقعے کے بعد اس کی جرأت نہ ہوئی ہو۔ پیکارڈ میں کو حاصل کر کے میں نے نہایت ذہانت کا ثبوت دیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ لوگ ابھی تک پیکارڈ کی جانب متوجہ نہیں ہوئے' اگر میں سینڈرا کی تلاش میں اسپتال نہ جاتا تو انھیں مجھ پر شبہ نہ ہوتا لیکن ایک اور خیال بھی میرے ذہن میں آیا۔ اگر یہ وہی لوگ تھے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ مجھے اس ہلکے پھلکے میک اپ میں بھی پہچان گئے ہیں۔ ورنہ اس انداز میں میری جان لینے کی کوشش نہ کی جاتی بلکہ وہ لوگ یہ معلوم کرتے

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی کوشش کرتے کرتے میں سینڈرا کی تلاش میں کیوں لگ گیا تھا۔ اس طرح میری شکل و صورت پھر مخدوش ہوگئی تھی اور اس کے لیے ضروری تھا کہ میں کوئی نیا حلیہ اختیار کروں۔

بہت دیر تک خیالات میں ڈوبا رہا پھر یہی طے کیا کہ یہاں سے نکلنے کے بعد یہ میک اپ صاف کرلوں گا اور اپنی اصلی شکل میں ہی کام کروں گا۔ دیکھتا ہوں کہ کس کس طرح یہ لوگ میرے راستے میں آتے ہیں۔ بدن میں ایک نیا جوش و ولولہ انگڑائیاں لینے لگا تھا۔ اندر سے ایک طاقت سی ابھرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی اور ایک بار پھر میں وہی علی یارخان بن گیا جو کسی قسم کے خوف یا اندیشے کو خاطر میں نہیں لاتا تھا، صرف عمل کرنا جانتا تھا اور اس کے بعد نتائج کا انتظار کرتا تھا۔

میری اس کیفیت نے مجھے بڑا سکون بخشا تقریباً ایک گھنٹے کے بعد کارواں سرائے کا مالک پھر اندر آیا اور اس کے ہاتھوں میں پڑے ہوئے لباس کو دیکھ کر میری آنکھیں خوشی اور مسرت سے چمک اٹھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ لباس کو لانڈری سے ڈرائی کلین کروا کے لایا ہے حالانکہ ایسی بات نہیں تھی۔ اس نے بھیگے ہوئے لباس کو نچوڑ کر نفاست سے پریس کر دیا تھا اور اب محسوس ہی نہیں ہوتا تھا کہ وہ کبھی بھیگ بھی چکا ہے۔

میں نے حیرت و مسرت سے اپنے کپڑوں کو دیکھا اور بے اختیار پانچ لیرے کا نوٹ اسے دینے پر مجبور ہوگیا لیکن نوٹ دیکھ کر اس نے دونوں ہاتھ فضا میں کھڑے کر کے بڑے پُراعتماد انداز میں گردن نفی میں ہلائی۔ میری کسی بھی کوشش سے وہ متاثر نہیں ہوا۔ یہ اس نے اپنے مہمان کے لیے اپنا فرض سمجھا تھا اور اس شخص کی اس فرض شناسی پر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ اب وہ مجھ سے کھانے کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ چنانچہ میں نے گردن ہلا دی۔

میں رات تک اس کارواں سرائے میں قیام پذیر رہا۔ دل میں یہ احساس بار بار آیا تھا کہ ممکن ہے پولیس ان اطراف میں گھیرا ڈال دے اور اس شخص کو تلاش کرنے کی کوشش کرے جو ٹیکسی میں ٹیکسی ڈرائیور کے ساتھ سفر کر رہا تھا اور اس کے بعد وہاں سے نکل کر کسی کو قتل کر کے فرار ہوگیا تھا لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔

ساڑھے سات بجے کے قریب میں نے اپنے اس میزبان سے اجازت مانگی اور اس نے بڑے احترام کے ساتھ مصافحہ کر کے مجھے اجازت دے دی۔ چنانچہ میں باہر نکل آیا۔ سب سے پہلا کام میں نے یہی کیا تھا کہ اپنی ناک کے نیچے سے مونچھیں اکھاڑ کر پھینک دی تھیں اور وہ چشمہ بھی اتار کر جیب میں رکھ لیا تھا۔

اب میں اپنی اصل شکل میں تھا۔

کافی دور تک میں پیدل چلتا رہا۔ ایک بار دل چاہا کہ شہر کی طرف کا رُخ کروں اور وہاں جا کر صورتِ حال معلوم کروں لیکن اب یہ بے مقصد تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ایک ایسی سڑک پر پہنچ کر جہاں کاروں وغیرہ کی آمد و رفت تھی میں ٹیکسی کا انتظار کرنے لگا اور جب ایک خالی ٹیکسی نظر آئی تو اس میں بیٹھ کر گرانڈ ٹاور چل پڑا۔ حالانکہ وہاں جانا اس وقت خاصا خطرناک ثابت ہوسکتا تھا۔ کیونکہ مجھے یقین تھا کہ وہ لوگ اس کے آس پاس ہی بھٹک رہے ہوں گے لیکن میرے خیال میں اب ان سے مڈبھیڑ ضروری تھی۔

گرانڈ ٹاور کے کاؤنٹر پر پہنچ کر میں نے اپنی چابی حاصل کی اور پھر پُراطمینان قدموں سے چلتا ہوا اپنی منزل کی راہداری میں پہنچ گیا۔ کمرے کا دروازہ کھولا، بتی جلائی، اندر کا ماحول دیکھا سب کچھ پُرسکون تھا کوئی خاص تبدیلی نظر نہیں آئی تھی۔ یہ رات میں نے اسی کمرے میں بسر کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ حالانکہ یہ خطرناک قدم تھا لیکن بہرطور جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا البتہ میں نے اس کے لیے کچھ اور بندوبست کر لیے تھے۔ مثلاً یہ کہ سونے سے پہلے میں نے اپنی مسہری پر تکیے وغیرہ رکھ کر چادر پھیلا دی تھی اور خود دیوار کے قریب زمین پر لیٹ گیا تھا۔

ساری رات اسی طرح گزر گئی۔ رات میں دو تین بار آنکھ کھلی تھی اور میں نے کمرے کے ماحول کا جائزہ لیا تھا لیکن مدھم روشنی میں کوئی ایسی تبدیلی محسوس نہیں ہوئی تھی جو میرے لیے باعثِ تشویش ہوتی۔

صبح ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر ایک خیال کے تحت ٹیلی فون کی جانب بڑھ گیا۔ اسپتال کے جس ڈاکٹر نے مجھ سے تعاون کیا تھا، مجھے اپنا نمبر دے دیا تھا۔ چنانچہ میں نے نمبر ڈائل کرنے کے بعد ریسیور کان سے لگا لیا۔

تھوڑی دیر کے بعد دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ یہ ریسپشنسٹ کی آواز تھی۔ میں نے اسے ڈاکٹر کا نام بتا کر اس سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی اور چند لمحے بعد اس ڈاکٹر سے میرا رابطہ قائم ہوگیا۔

"معافی چاہتا ہوں ڈاکٹر۔ دراصل میں اس لڑکی سینڈرا کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔" میں نے کہا۔

"اسے ہوش آگیا ہے اور اب اس کی حالت پہلے سے بہتر ہے۔"

"کیا آپ نے اسے میرے بارے میں کچھ بتایا تھا ڈاکٹر؟" میں نے اس خیال کے تحت سوال کیا کہ اگر ڈاکٹر سے کسی نے میرے بارے میں کچھ پوچھا ہو تو ڈاکٹر اس کا جواب دے سکے لیکن ڈاکٹر نے جواب دیا۔

"نہیں مسٹر، ابھی تک اس سے کوئی بات نہیں کی جاسکی بس یوں سمجھ لیں کہ اب اس کی حالت خطرے سے باہر ہے لیکن تحت احتیاط کی ضرورت ہے، ہم لوگ مسلسل اُسے غنودگی کی حالت میں رکھ رہے ہیں۔"

"گویا وہ بچ جائے گی؟"

"ہاں اب اس بات کا امکان ہے۔" ڈاکٹر نے جواب دیا۔

"بہت بہت شکریہ ڈاکٹر۔" میں نے کہا اور ٹیلی فون بند کر دیا۔

سینڈرا کی طرف سے یہ اطمینان بھی تسلی بخش تھا اور اس بات کا اظہار بھی ہو رہا تھا کہ کسی نے ڈاکٹر سے میرے بارے میں کچھ نہیں پوچھا۔ یا پھر بات اگر گہرائی میں ہو تو میں کچھ نہیں جانتا تھا۔

ایک بار پھر میرے لیے سوچنے کو بہت سی باتیں پیدا ہوگئی تھیں۔ اگر سفید فام کا تعلق گرین پول سے نہیں ہے تو پھر گرین پول والے کیوں خاموش بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہیں مجھ سے رابطہ قائم کرنا چاہیے تھا۔ میرے پاس جو معلومات تھیں ان کے تحت مجھے گرانڈ ٹاور میں قیام کرنا تھا اور یہیں گرین پول کے نمائندے مجھ سے ملاقات کرتے لیکن نجانے کیوں وہ روپوش تھے یا پھر سفید فام بھی گرین پول کا ہی کوئی آدمی ہوسکتا تھا اور انھوں نے اس طرح یہ بددیانتی شروع کر رکھی تھی۔ اگر آئن شلازر کی بیوی اور بچے کا معاملہ نہ ہوتا تو میں اس سلسلے میں ذرا بھی متفکر نہ ہوتا اور اطمینان سے یہاں بیٹھا رہتا لیکن اب موجودہ صورتِ حال قابلِ تشویش ہوگئی تھی۔ ایک خیال یہ بھی آیا کہ کسی طرح تارینا یارڈو سے رابطہ قائم کر کے ان لوگوں کو اس صورتِ حال سے آگاہ کروں اور یہ معلوم کروں کہ اس صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیے، لیکن یہ کام بھی آسان نہیں تھا۔ میں تو بڑی ذمے داریاں قبول کرنے کے بعد یہاں پہنچا تھا اور پھر یہ بھی نہیں کہا جاسکتا تھا کہ تارینا یارڈو اب بھی وہاں موجود ہوگی جہاں سائیکا رہتی تھی اور ضروری نہیں تھا کہ سائیکا سے اب بھی اس کا رابطہ قائم ہو۔

کافی دیر تک غور و خوض کرتا رہا اور پھر دل میں فیصلہ کیا کہ حالات کو اسی طرح ہینڈل کیا جائے جس طرح آج تک کرتا رہا ہوں یعنی آوارہ گردی۔ اور اس آوارہ گردی کے دوران ان لوگوں سے ملاقات۔ میں نے دل میں تہیہ کر لیا تھا کہ اس بار اگر کوئی ایسی صورتِ حال پیش آئی تو اپنے آپ کو ان کی تحویل میں دے دوں گا اور ان کے درمیان گھس کر یہ معلومات کرنے کی کوشش کروں گا کہ وہ کیوں میری زندگی کے درپے ہیں۔ اگر فائل کا حصول مقصود ہے تو پھر اس کے لیے اس انداز میں کوشش کیوں نہیں کی گئی جو مقرر تھا۔ اس میں صرف ایک موقع ایسا تھا جب سفید فام نے مجھ سے فائل طلب کی تھی لیکن نہ ملنے کے بعد وہ بھی مجھے قتل کرنے کے درپے ہوگیا تھا اور اس کے بعد سے مسلسل یہی کوششیں تھیں کہ مجھے ہلاک کر دیا جائے۔ آخر کیوں؟ اس کا کیا مقصد تھا؟

یہ تمام باتیں سوچنے کے بعد میں باہر نکل آیا۔ لباس وغیرہ تبدیل کر لیا تھا۔ جیب میں ریوالور موجود تھا۔

استنبول کی سڑکیں اور وہاں کے تاریخی مقامات میری دلچسپی کا مرکز بن گئے اور میں ان میں گم ہوگیا۔ محل سرا کی فصیل کے اندر ہی ٹرکش آرکیالوجیکل میوزیم کی عمارت میں یونانی عہد کے نوادرات رکھے ہوئے تھے۔ سکندرِ اعظم کا خالی تابوت اور اپالو کے مندر کے چند ستون میں نے دیکھے پھر اس چار دیواری سے باہر نکلا تو دھوپ شدت سے پھیلی ہوئی تھی۔ ابھی گیارہ ساڑھے گیارہ بجے کا وقت تھا لیکن دھوپ کی شدت میں بے پناہ اضافہ ہوگیا تھا۔ وہاں سے آگے بڑھ کر میں غلطہ پل کے ساتھ سیڑھیاں اتر کر پل کے نیچے پانی پر تیرتے ہوئے لکڑی کے پلیٹ فارم پر آگیا۔ جب جب لہریں اٹھتیں تو پلیٹ فارم میرے قدموں کے نیچے جھولنے لگتا۔ پل کے نیچے مختلف اسٹال بنے ہوئے تھے جن پر رسیلے شھانیا کباب اور تلی ہوئی مچھلی بک رہی تھی۔ ٹکٹ والی کھڑکی کے ساتھ بورڈ پر مختلف سمتوں کو روانہ ہونے والے اسٹیمروں کے اوقات درج تھے۔ میں نے بھی ایک اسٹیمر سے روانگی کے ٹکٹ خرید لیے۔ اسٹیمر سے روانگی کا وقت قریب آگیا تھا۔ ملاحوں نے ایک چوبی تختہ پلیٹ فارم پر پھینک کر اوپر جانے کے لیے راستہ بنا دیا۔ میرے ساتھ کھڑے ہوئے مسافروں نے تمام تکلفات بالائے طاق رکھ کر اسٹیمر پر دھاوا بول دیا۔ میں نے بھی ان کی تقلید کی تھی۔

اسٹیمر ایک چھوٹا موٹا جہاز لگتا تھا۔ عرشے پر بچھی ہوئی آرام کرسیوں کو لوگوں نے اپنے قبضے میں کر لیا تاکہ سفر کے دوران مناظر سے لطف اندوز ہوا جاسکے۔ میں بھی ریلنگ کے ساتھ ٹک کر کھڑا ہوگیا۔ متعدد اسٹیمر اور کشتیاں یورپ اور ایشیا کے پھیرے لگا رہی تھیں۔ مچھیروں کی کشتیاں ڈول رہی تھیں اور ان کے درمیان ایک چٹان پر لینڈر کا مینار کھڑا ہوا تھا۔

پادریوں نے شہنشاہ کانسٹائن کو بتایا تھا کہ اس کی خوبصورت بیٹی کی موت سانپ کے کاٹنے سے ہوگی۔ چنانچہ شہنشاہ نے شہزادی کی مستقل رہائش گاہ کے لیے یہ مینار بنوا دیا تاکہ وہ سانپوں کی پہنچ سے باہر رہے۔ شہزادی سارا دن مینار کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بلند کھڑکی سے سمندر کو تکتی رہتی۔ شاہی محل سے روزانہ ایک سجی سجائی کشتی آتی اور شہزادی کو کھانے پینے کی چیزیں دے کر چلی جاتی۔ ایک روز شہزادی نے چوری چھپے مینار کے قریب سے گزرتی ہوئی مچھیروں کی کشتی سے انگوروں کی ٹوکری خرید لی۔۔ اور اُسی شب کالے انگوروں کے نیچے چھپے ہوئے موذی ناگ نے اُسے ڈس لیا۔ مینار کے دوسری طرف فلارنس نائٹ انیگل اسپتال واقع تھا۔ بائیں جانب محل سرا کا طویل سلسلہ چلا گیا تھا جس کے عین نیچے ایک چھوٹی سی بندرگاہ واقع تھی جس کے اب کھنڈرات نظر آرہے تھے۔ سُنا گیا تھا کہ سلطان جب کسی جنگی مہم سے واپس آتا تو جاذب نظر کنیز محل سرا میں داخل ہو جاتا، حبشی خواجہ سرا ناپسندیدہ اشخاص کو بوریوں میں باندھ کر نیچے لے آتے اور کشتی میں رکھ کر سمندر کے بیچوں بیچ ڈبو دیتے۔ پل غلطہ پر سے گزرنے والے ٹریفک کا شور اور سمندر میں چلنے والے جہازوں اور بھونپوؤں کی آوازیں اب دور ہوتی جا رہی تھیں۔ ہمارے اسٹیمر نے بھی اپنی رفتار تیز کر دی، سمندر کا پانی تیز دھوپ میں شیشے کی مانند چمک رہا تھا۔ دھوپ کی تمازت کو سمندر کی خنکی نے اپنے اندر سمو لیا تھا اور اسٹیمر کی اپنی دنیا جاگ رہی تھی۔ سفر نہایت خوشگوار تھا۔ لوگ آرام دہ کرسیوں میں دھنسے سمندر کے نظارے کر رہے تھے، ان میں ہر طرح کے لوگ تھے جو تفریح پر خاص ہنگامہ خیزیاں تھیں۔ بڑے بڑے فریم کی گول شیشوں والی عینکیں لگائے، منی اسکرٹ پہنے چیونگم چباتی لڑکیاں جنھیں کسی بھی طور مسلمان نہیں کہا جا سکتا تھا، ادھر سے اُدھر تتلیوں کی طرح تیر رہی تھیں۔ لہروں کا شور زیادہ ہو جاتا تو آوازیں کچھ دب جاتیں لیکن جب لہروں کی آوازیں کم ہوتیں تو انسانوں کی آوازیں ان پر حاوی ہو جاتی تھیں۔

میں ایک ایک شخص کو دیکھتا رہا اور میری نگاہیں سمندر اور اس کے اطراف کا جائزہ لیتی رہیں، ذہن میں متعدد خیالات تھے میں اس ماحول سے بے حد لطف اندوز ہو رہا تھا اور تھوڑی دیر کے لیے یہ بھول گیا تھا کہ میں کس مقصد کے تحت استنبول آیا ہوں۔ اسٹیمر پر شہزادوں کے جزیرے کی جانب سفر کرتے ہوئے میرے ذہن میں صرف انھی کی داستانیں گونج رہی تھیں۔ تب میری نگاہ ایک معمر خاتون پر پڑی، جو نہایت سادہ اور پُروقار نظر آتی تھیں۔ ان کی شخصیت میں بے پناہ جاذبیت تھی، ہاتھ میں ایک بڑا سا کیمرا تھا جس سے شاید وہ مووی فلم بنا رہی تھیں۔ کیمرا ایک دو بار میرے اوپر سے بھی گزرا۔ اس بار جب انھوں نے میری طرف دیکھا تو میں مسکرا دیا۔ خاتون نے آنکھوں کے پاس سے کیمرا ہٹا کر مجھے دیکھا تب اُن کا پورا چہرہ میری نگاہ میں آیا۔ کسی یورپین ملک سے ہی ان کا تعلق تھا، میری مسکراہٹ کے جواب میں وہ بھی پُروقار انداز میں مسکرا دیں اور پھر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میرے نزدیک آگئیں۔

"ہیلو" انھوں نے شائستہ لہجے میں کہا۔

"ہیلو میڈم۔ معافی چاہتا ہوں، آپ کے مشغلے میں دخل انداز ہوا۔"

"کیسے؟" انھوں نے سوال کیا۔

"بس اس طرح کہ آپ کو میری طرف متوجہ ہونا پڑا۔"

"اوہ ہو! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ انسان کبھی بھی تنہا خوش نہیں رہ سکتا" خاتون نے فلسفیانہ انداز میں کہا۔

"آپ تنہا ہیں؟"

"ہاں۔ بس سیاحت کے لیے آئی تھی یہاں۔ لیکن شناسائی تو ہر قدم پر ضروری ہوتی ہے۔ مجھے مختلف شناسا ملتے رہے ہیں۔ اتفاق سے اسٹیمر پر ابھی میری ملاقات کسی سے نہیں ہوئی۔"

"تو پھر ٹھیک ہے شہزادوں کے جزیروں کی سیر میں آپ مجھے اپنا شریک بنا لیجیے۔ مجھے خوشی ہوگی" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آف کورس۔ میرا نام میرپیسا گراہم ہے، آسٹریلیا سے تعلق ہے، بہت سے ممالک کی سیر کر چکی ہوں، استنبول پہلی بار آئی ہوں" خاتون نے اپنا تعارف کرایا۔

"آپ مجھے اسنوڈن کہہ کر پکار سکتی ہیں۔"

"گڈ، بڑی خوشی ہوئی تم سے مل کر ڈیئر اسنوڈن" خاتون نے مشفق لہجے میں کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک جزیرہ آیا اور لوگ اسٹیمر سے نیچے اترنے لگے۔ میں نے آگے قدم بڑھائے تو خاتون نے کہا۔ "آخری جزیرے پر اتریں گے۔ وہ بہت خوبصورت ہے۔" چونکہ ہم دونوں ساتھی بن گئے تھے اور اس معمر عورت کی معیت میرے لیے کسی طور بری نہیں تھی چنانچہ میں نے اُن کی بات مان لی اور واپس اپنی جگہ آگیا۔

آخری جزیرہ واقعی دوسرے جزیروں سے بہت زیادہ خوبصورت نظر آرہا تھا۔ سمندر کی نیلاہٹ میں سرسبز اور شاداب درختوں کا ایک جھنڈ، خوبصورت سفید مکانات اور سرخ مٹی کی ایک لکیر جو ساحل کو چھو رہی تھی۔ ساحل کے ساتھ قہوہ خانے اور ریستوران بکھرے ہوئے تھے جن کے ویٹرز سفید جیکٹوں میں ملبوس، ہاتھ میں مینو کارڈ تھامے اسٹیمر سے اترنے والے گاہکوں کا انتظار کر رہے تھے۔ اکثر لوگ اسٹیمر سے اتر کر ساحل سے پرے خوبصورت پہاڑیوں پر نگاہ ڈالے بغیر فٹ پاتھ پر لگی کرسیوں پر بیٹھ کر دوپہر کے کھانے کی تیاریاں کرنے لگے اور ان میں سے کچھ

مقامی بگھیوں پر سوار ہو کر جزیرے پر کسی پُرسکون گوشے کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ میں بھی میڈم میرپیسا کے ساتھ اسٹیمر سے اتر کر سڑک کے ڈھلوان کی جانب چل پڑا۔ وہ خود ہی میری رہنمائی کر رہی تھیں۔ راستے میں انھوں نے کہا "میں دو بار ان جزیروں پر آچکی ہوں۔ دل ہی نہیں بھرتا، ایسی حسین، ایسی پُرسکون جگہ ہے۔ یقیناً تمھیں بھی بھوک لگ رہی ہوگی، دوسروں کی مانند؟"

"ہاں یقیناً" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔

"ان قہوہ خانوں اور ہوٹلوں میں صورت حال ذرا مشکل ہو جاتی ہے۔ اگر تم بہت زیادہ دولت مند بھی ہو تب بھی بہتر یہی ہوگا کہ ہم پیسوں کی بچت کریں" میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم اس جزیرے کے چوک پر آگئے۔ مختلف دکانوں پر گوشت، مچھلیاں، پنیر اور ایسی ہی دوسری چیزیں کثرت سے نظر آرہی تھیں۔ ہم بھی ایک دکان کے سامنے رک گئے۔ وہاں سے ہم نے کچھ چیزیں خریدیں اور پھر جزیرے کے ایک خوبصورت گوشے کی جانب چل پڑے۔

میڈم میرپیسا بدستور میری رہنمائی کر رہی تھیں۔ انھوں نے دائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "چیڑ کے درختوں کے اس جھنڈ کے پاس ایک خوبصورت پوائنٹ ہے، وہاں چلتے ہیں۔"

چوک کے گرد درجنوں قدیم طرز کی بگھیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ رنگین جھالروں اور گول پھندنوں سے سجی ہوئی گھوڑوں کے ساز نہایت نفیس قسم کے تھے اور ان کے گلوں میں چھوٹی چھوٹی گھنٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ میں نے میڈم میرپیسا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "آپ کو یہ چڑھائی چڑھتے ہوئے ذرا دقت ہوگی۔"

"نہیں۔ میں نے اپنے آپ کو دقتوں سے پاک رکھنے کی کوشش کی ہے۔"

میں نے شانے اچکائے اور اُن کے ساتھ چل پڑا۔ ہمارا رُخ بلندی کی جانب تھا۔ سڑک کے دونوں طرف سفید رنگ کے خوشنما مکانات بنے ہوئے تھے، جن کے گرد چھوٹے چھوٹے باغیچے سرخ، نیلے اور کاسنی پھولوں سے اٹے پڑے تھے۔ دھندلائے ہوئے سنگِ مرمر کے فواروں کے گرد خودرو بیلیں لپٹی ہوئی تھیں۔ سبزے اور خوشنما بیلوں نے مکانات کا گھیراؤ کیا ہوا تھا۔ سمندر سے نم ہوا کے جھونکے آتے تو گلاب کی بیلیں دیواروں سے چھوٹ کر ادھ کھلی کھڑکیوں میں جھانکنے لگتیں۔ ہر طرف ایک سحر انگیز سکوت پھیلا ہوا تھا۔

کافی دور پہنچنے کے بعد میں نے میڈم میرپیسا کی طرف دیکھا اور یہ دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں کہ ان کی سانس ہموار تھی۔

کچھ بگھیاں ان راستوں کو طے کر رہی تھیں اور گھوڑوں کے گلوں میں بندھی ہوئی گھنٹیاں چھن چھن چھنک رہی تھیں۔ ہم دو تو سرو کے ان گھنے جنگل کے قریب پہنچ گئے، جہاں درختوں کی چھاؤں میں خودرو جنگلی گھاس کی تہیں بچھی ہوئی تھیں۔ ان میں اِکا دُکا زرد پھول بھی نظر آرہے تھے۔ چنانچہ ایک خوبصورت جگہ منتخب کر کے ہم وہاں بیٹھ گئے۔

میڈم میرپیسا بے حد خوش نظر آرہی تھیں۔ انھوں نے کئی بار میری جانب دیکھا تھا۔ ان کی آنکھوں میں محبت کی چمک تھی۔ میں بھی ان خاتون کے قرب سے متاثر تھا۔ یہاں سے بحیرۂ مرمرہ اس میں بکھرے ہوئے خوبصورت جزیرے بھی دکھائی دے رہے تھے۔ خوراک کا بنڈل زمین پر رکھنے کے بعد میں نے پاؤں پھیلا دیے۔

میڈم میرپیسا کہنے لگیں "کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ پہلے ہم کھانا کھا لیں۔ خاص طور سے اس چڑھائی نے بھوک تیز کر دی ہے۔"

"یقیناً۔ میں آپ کی مدد کرتا ہوں۔"

"عورت کا مقام اُس کے پاس رہنے دو۔" انھوں نے کہا اور میں مسکرا کر خاموش ہو گیا۔ میڈم میرپیسا نے کھانا زمین پر سجا دیا اور اس کے بعد ہم دونوں کھانے میں مصروف ہو گئے۔

"کیا خیال ہے اس جگہ کے بارے میں؟" انھوں نے سوال کیا۔

"آپ کا انتخاب لاجواب ہے۔" میں نے جواب دیا اور میڈم میرپیسا کھانے میں مصروف ہو گئیں۔ "سیاحت کی زندگی نے آپ کو بہت سے واقعات سے روشناس کرایا ہوگا؟"

"سیاحت ہی کی زندگی کیا، انسان کی زندگی تو واقعات کا مجموعہ ہی ہوتی ہے۔ بھلا اس کے لیے سیاحت کی کیا ضرورت ہے۔ گھر کی چار دیواری میں بیٹھ جاؤ اور اپنا تجزیہ کرو، ہر لمحہ ایک نئے واقعے کا مظہر ہوگا۔" انھوں نے فلسفیانہ انداز میں جواب دیا۔

"آپ کے بارے میں کچھ اور معلوم کر سکتا ہوں؟"

"بس کچھ نہیں۔ میری زندگی میں کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے جو قابلِ ذکر ہو۔ یوں سمجھو کہ ساری زندگی ہی سیاحت میں گزاری ہے۔ بچپن ہی سے یہ شوق ہے۔ یہ والدین کا عطیہ ہے، اس لیے آج تک اسے سینے سے لگائے ہوئے ہوں۔"

"شادی نہیں کی آپ نے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ میں نے اپنی زندگی کا محور تلاش کر لیا تھا اور اس کے بعد مزید کسی شے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ خاندان ہے پورا،

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہر شخص کی کمی پوری ہو جاتی ہے، محبتوں کے لیے رشتوں کا تعین کرنا تنگ نظری ہے۔ بعض رشتے خود بخود استوار ہو جاتے ہیں۔ اور پھر یوں ہوتا ہے کہ ساری زندگی کم از کم اس رشتے کی طلب نہیں رہتی۔"

"آپ کی باتوں میں بڑی گہرائی ہے۔" میں نے تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بہتر یہ ہوگا کہ انسان کو اوپری سطح سے دیکھو، گہرائیوں میں اترو گے تو ذہن الجھتا چلا جائے گا۔" میڈم میرلیسا نے پھر ایک فلسفیانہ بات کہی۔

"بہرحال، آپ سے مل کر از حد مسرت ہوئی مجھے۔"

"خیر ایسی بھی کوئی بات نہیں، تم خود اچھی شخصیت کے مالک ہو۔ کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟" انھوں نے سوال کیا۔

"بس یوں سمجھ لیجیے میڈم کہ سیاحت میری بھی زندگی ہے اور میں نے بھی اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ دنیا میں آوارہ گردی کرتے گزارا ہے۔"

"ہوں اور کچھ...؟"

"نہیں، ظاہر ہے انسان کو اس کی اوپری سطح سے دیکھو۔"

میں نے کہا اور قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔ میڈم میرلیسا بھی پُروقار انداز میں مسکرا دی تھیں۔

کھانے سے فارغ ہو کر ہم لوگ آرام کرنے اطمینان سے گھاس پر لیٹ گئے۔ میڈم میرلیسا نے کہا: "کسی زمانے میں جب ترک شہزادے محل سرا کی کسی سازش میں ملوث پائے جاتے یا کسی وجہ سے سلطان کے زیرِ عتاب آ جاتے تو انھیں ان جزیروں میں نظر بند کر دیا جاتا تھا۔ یہاں کی ہواؤں میں ان کی آوازوں کی سرسراہٹ محسوس ہوتی ہے۔ بس ذرا ذہن کو ان کی جانب لگا دو... اور پھر محسوس کرو کہ کیسے خوشگوار تاثرات تمھارے ذہن میں ابھرتے ہیں۔"

"یقیناً۔" میں نے کہا اور آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے ان شہزادوں کا تصور کیا اور دیر تک ان کے بارے میں سوچتا رہا۔ مجھے یوں ہی محسوس ہو رہا تھا جیسے ترک شہزادوں کے دور میں پہنچ گیا ہوں۔ یہ کیفیت خاصی دیر تک رہی۔ تصورات بنتے اور بگڑتے رہے۔ پھر نجانے کیوں ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا اور میں نے آنکھیں کھول دیں۔ وہی ماحول آنکھوں کے سامنے تھا۔ میں نے چونک کر میڈم میرلیسا کو دیکھا لیکن وہ اپنی جگہ موجود نہیں تھیں۔ میں حیرانی سے اٹھ کر بیٹھ گیا اور ان کی تلاش میں اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑانے لگا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر میں نے اطراف اور پھر وہاں سے ڈھلانوں پر نگاہ دوڑائی۔ میڈم میرلیسا جس قسم کی خاتون تھیں، اس سے یہ بعید نہیں تھا کہ فطرت کے حسین نظاروں سے لطف اندوز ہونے کے لیے وہ یہاں سے آگے بڑھ گئی ہوں۔

ہر چند کہ میرا ان سے کوئی خاص تعلق نہیں تھا لیکن ان کی شخصیت نے مجھے متاثر کیا تھا۔ بڑی پُروقار اور عمدہ شخصیت کی مالک تھیں وہ لیکن نجانے کیوں اس طرح اٹھ کر چلی گئی تھیں۔ دُور دُور تک ان کے وجود کا نشان نہیں ملتا تھا۔ اگر وہ یہاں سے گئی بھی تھیں تو انھیں زیادہ دُور نہیں جانا چاہیے تھا۔ کہیں کسی حادثے کا شکار تو نہیں ہو گئیں۔ ابھی اتنا ہی سوچا تھا میں نے کہ دفعتاً سرو کے درختوں کے عقب سے ایک بھاری بھرکم اور چوڑی جسامت کا مقامی شخص باہر نکل آیا۔ اس کا چہرہ ترک باشندوں کی طرح خوب صورت نہیں تھا بلکہ شاید وہ کسی افریقی ملک سے تعلق رکھتا تھا لیکن اس کے بدن پر لباس مقامی تھا، سر پر ترک اسٹائل کی ٹوپی لگی ہوئی تھی۔ چوڑے چکلے بدن سے اس بات کا اظہار ہوتا تھا کہ وہ بے حد طاقتور ہے لیکن اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول کا رُخ میری جانب تھا۔

ایک لمحے کے لیے میرا دل دھک سے ہو کر رہ گیا۔ اس کی وجہ یہ شخص نہیں تھا بلکہ یہ احساس تھا کہ کیا میڈم میرلیسا کی گمشدگی بھی اسی شخص سے متعلق ہے؟ کیا میڈم میرلیسا...؟ لیکن اس بات پر یقین کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ ایسی مشفق نگاہوں میں محبت چھپائے گفتگو کرنے والی عورت غلط نہیں ہو سکتی پھر آخر وہ کہاں گئی؟

آنے والا میرے بالکل نزدیک پہنچ گیا۔ اس کی آنکھوں میں سانپ کی سی کیفیت تھی اور ہونٹ اس طرح بھنچے ہوئے تھے کہ اس کی شخصیت مزید خوفناک ہو گئی تھی۔ مجھے احساس ہو رہا تھا کہ اگر میں نے ذرا بھی جدوجہد کرنے کی کوشش کی تو وہ بے دریغ مجھے گولی مار دے گا۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اندازہ لگانے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوتی تھی۔ کیونکہ ان سے کافی واسطہ پڑا تھا۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا اور وہ میرے قریب پہنچ گیا۔

"تمھیں میرے ساتھ چلنا ہے۔" اس نے شستہ انگریزی میں کہا۔

"کہاں؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"آسمانوں میں پرواز کرو گے یا زمین پر ہی سفر کرنا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

میرے سوال کو وہ چند لمحے سمجھنے کی کوشش کرتا رہا اور پھر غراتے ہوئے لہجے میں بولا: "بہت زیادہ ذہین بننے کی کوشش مت کرو۔ اگر تم نے کوئی حرکت کی تو اپنی موت کے ذمے دار خود ہو گے۔ چلو، آگے بڑھو۔"

"کس طرف؟" میں نے سوال کیا۔

"چلتے رہو۔" اس نے سامنے ہی کی طرف اشارہ کیا اور مجبوراً مجھے آگے بڑھنا پڑا۔

میں نے خیال کیا کہ شاید وہ تنہا ہی ہے۔ جسمانی طور پر وہ بہت طاقتور ہے اور اگر میں اس سے لڑوں تو اس کے لیے مجھے خاصی زبردست جدوجہد کرنا پڑے گی۔ کیونکہ اس جیسے شخص کو زیر کرنا آسان کام نہیں تھا۔ اس کی لگائی ہوئی کوئی ضرب مجھے زندگی سے دور کر سکتی تھی پھر سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اس کے ہاتھ میں پستول موجود تھا۔ مجھے ایک بات کا اور بھی احساس ہوا تھا، وہ یہ کہ یہ شخص صرف کرائے کا ٹٹو معلوم ہوتا ہے۔ بذاتِ خود زیادہ ذہین نہیں ہے کیونکہ اگر ذہین ہوتا تو سب سے پہلے پستول کی نال میری کمر سے لگا کر میری تلاشی لینے کی کوشش کرتا اور میرا پستول اپنے قبضے میں کر لیتا۔ لیکن ایسا نہ کر کے گویا اس نے اپنے لیے عذاب مول لے لیا تھا۔ اب مجھے صرف ایک بات کا انتظار تھا۔ کسی بھی لمحے اس سے چوک ہو تو میں اس کا فائدہ اٹھاؤں۔ میں ایک سمت ڈھلانوں میں اترتا چلا جا رہا تھا۔

تھوڑی دور چلنے کے بعد ہی مجھے اپنا خیال غلط محسوس ہونے لگا۔ وہ شخص اب اتنا احمق بھی نہیں تھا۔ اس نے مجھ سے اپنے آپ کو اتنے فاصلے پر رکھا تھا کہ اگر میں پلٹ کر کوئی حرکت کرنے کی کوشش کروں تو اس دوران اسے پستول استعمال کرنے کا موقع مل جائے۔ میں خاموشی سے اس کے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔ ڈھلانوں پر کئی بار میرے قدم لڑکھڑائے، یہ سب کچھ میں نے جان بوجھ کر کیا تھا لیکن وہ متاثر نہیں ہوا۔ وہ مجھ پر گہری نگاہ رکھے ہوئے تھا اور اگر میں اس وقت پستول نکالنے کی کوشش بھی کرتا تو اس میں شاید ہی کامیابی نصیب ہوتی۔

تقریباً بیس منٹ تک ہم آگے بڑھتے رہے۔ اس کے بعد اس شخص نے ایک طرف رُخ بدلنے کے لیے کہا۔ یہ ایک پتلا سا درّہ تھا۔ شہزادوں کے جزیرے پر پہاڑوں کے درمیان اس درّے کا سفر طے کرتے ہوئے مجھے پانی کی آواز سنائی دی اور اب مجھے احساس ہوا کہ وہ مجھے سمندر کے کنارے لیے جا رہا ہے۔ میں نے غور سے ساحل کی جانب دیکھا۔ درّے سے نکلتے ہی ساحل نظر آ گیا تھا۔ وہاں ایک سفید لانچ کھڑی ہوئی تھی اور لانچ کے پاس دو آدمی اور موجود تھے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ اب کسی قسم کی جدوجہد حماقت ہوگی۔ فی الحال تو میں ان لوگوں کے جال میں پھنس ہی گیا ہوں لیکن پھر یہ خیال بھی آیا مجھے کہ میں نے تو خود ہی ان لوگوں کے جال میں پھنسنے کا فیصلہ کیا تھا۔

لانچ کے قریب پہنچے تو ان لوگوں نے مجھے لانچ پر سوار ہونے کا حکم دیا۔ میں دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔ بے وقوفوں نے ابھی تک میرے لباس کی تلاشی لینے کی کوشش نہیں کی تھی۔ بہرحال، میں خاموشی سے لانچ میں سوار ہو گیا۔ سیاہ فام ترک بھی میرے پیچھے ہی لانچ پر آ گیا تھا۔ پستول اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا، وہ لانچ کے ایک تختے پر بیٹھ گیا۔ اس کی نگاہیں مجھ پر اس طرح جمی ہوئی تھیں جیسے وہ پتھر کا بُت ہو۔ میں بھی خاموشی سے سامنے بیٹھ گیا اور ان دونوں آدمیوں میں سے ایک نے لانچ اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

"کیا تم مجھے یہ بھی نہیں بتاؤ گے کہ تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟" میں نے سوال کیا لیکن افریقی کی زبان سے کوئی جواب نہیں نکلا۔ "میں پوچھ رہا ہوں کہ مجھے کہاں لیے جا رہے ہو؟"

"تمھارے لیے خاموشی ہی بہتر ہوگی۔" افریقی نے بھینچے بھینچے لہجے میں کہا۔

"لیکن یہ خاموشی میرا دماغ خراب کر دے گی۔"

"ہمیں دماغ درست کرنا اچھی طرح آتا ہے۔" اس بار دوسرے آدمی نے جو مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھا تھا، کہا۔

"خوب۔ تم بھی بول لیتے ہو... میرا تو خیال تھا کہ تم لوگوں میں سے کسی کے منہ میں زبان ہی نہیں ہے۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ہماری زبان کھلنا تمھارے حق میں سودمند نہیں ہوگا، سمجھے تم۔ اس لیے خاموش ہی بیٹھو... کیونکہ ہماری زبان کے ساتھ

بچوں کے لئے دلچسپ تحفہ
شکیل انجم کی کرنل پرویز (وَدر) قابوط سیریز کے چار ناول شائع ہو گئے ہیں:
کرنل پرویز سیریز نمبر ۱ — چاند کا اغوا
کرنل پرویز سیریز نمبر ۲ — شیشے کے انسان
قابوط سیریز نمبر ۱ — آنکھ کی پیاسی
قابوط سیریز نمبر ۲ — مفرور مجسمہ
منگوانے کا پتہ ★ کتابیات پبلیکیشنز ★ پوسٹ بکس ۲۳ ★ کراچی ۱

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ساتھ ہمارے ہاتھ بھی کھل جاتے ہیں۔"

"میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے ہاتھ کھولو۔"

"تم ایک بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو، کوئی بھی لمحہ تمھاری موت کا لمحہ بن سکتا ہے۔ اس لیے بہت زیادہ دلیر بننے کی کوشش مت کیا کرو، سمجھے۔"

"میں جانتا ہوں، جیسے تم لوگ اب تک مجھے قتل کرنے کی کتنی کوششیں کر چکے ہو۔"

"ہم لوگ!" اس شخص نے متعجبانہ انداز میں کہا۔

"ہاں۔ تم لوگ۔"

"بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہو! اوہ، میں سمجھا، شاید باتوں میں اُلجھا کر کوئی ایسی کارروائی کرنا چاہتے ہو جو تمھارے حق میں مفید ثابت ہو۔ ٹھیک ہے کوشش کر ڈالو۔ یہاں سمندر خاصا گہرا ہے یہ لانچ اگر تباہ ہو گئی تو اس کے بعد تم کسی خشک جگہ نہیں پہنچ سکو گے۔"

"خوف زدہ ہو مجھ سے؟" میں نے سوال کیا اور وہ شخص عجیب سے انداز میں ہنس پڑا۔

"جو دل چاہے کہتے رہو، ہمیں صرف تمھیں ایک مقام تک لے جانا ہے۔"

"کہاں؟ یہی بتا دو۔"

"بس بہت زیادہ فاصلہ نہیں ہے تم خود ہی دیکھ لو گے۔" اس نے جواب دیا۔

"اچھا چلو ایک بات اور بتا دو۔" میں نے کہا۔

"عجیب آدمی ہو! میں کہتا ہوں خاموش رہو اور تم بک بک کیے جا رہے ہو۔"

"افسوس دوستو! میں خاموش نہیں بیٹھ سکتا۔ زبان نہ چلی تو پھر میرے ہاتھ چلنا شروع ہو جائیں گے، خواہ اس کا نتیجہ کچھ بھی ہو۔" میں نے کہا اور اس شخص نے سیاہ فام کی طرف دیکھا۔

سیاہ فام کی آنکھوں میں سرخی لہرا رہی تھی۔ اس نے پستول کو جنبش دیتے ہوئے کہا "اس کے بعد اگر تمھاری زبان سے ایک لفظ بھی نکلا تو میں اس پستول کی چھ گولیاں تمھارے سینے میں اتار دوں گا، سمجھے۔"

"تم ایسا نہیں کر سکتے، میں جانتا ہوں۔ اگر ایسا کرنا ہوتا تمھیں تو تم وہیں اُسی جگہ مجھے قتل کر دیتے، سمجھے اس لیے فضول قسم کی احمقانہ دھمکیاں مت دو۔ میں بھی کوئی بے وقوف آدمی نہیں ہوں۔"

سیاہ فام اس دوسرے آدمی کی طرف دیکھنے لگا جو لانچ ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس نے غالباً غیر محسوس انداز میں سیاہ فام کو اشارہ کیا تھا۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔ "کیا بکواس کرنا چاہتے ہو، کرو۔"

"انتہائی بدتمیز آدمی ہو تم۔ میں تم سے شریفانہ لہجے میں گفتگو کر رہا ہوں اور تمھارے بولنے کا انداز..."

"خدا کے بندے! کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ تم شریفانہ یا غیر شریفانہ لہجے میں گفتگو ہی نہ کرو۔"

"نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔" میں نے جواب دیا۔

"تو بکو تو سہی کیا بکنا چاہتے ہو۔" وہ جھلّاتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"کیا میڈم میرلیسا تمھاری ساتھی تھی۔"

"کون میڈم میرلیسا؟"

"وہی بوڑھی عورت جو میرے پاس موجود تھی۔" میں نے کہا اور وہ شخص قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"بوڑھی عورت!" وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"کیوں؟"

"اس کی عمر صرف اکیس سال ہے۔"

"کیا!" اس بار حیران ہونے کی باری میری تھی۔

"ہاں۔ اس کی عمر صرف اکیس سال ہے۔ نام میرلیسا ہی ہے لیکن عمر..." وہ مذاق اڑانے والے انداز میں ہنسنے لگا۔

"بکواس کر رہے ہو تم؟"

"ملاقات ہو جائے گی اس سے تمھاری، فکر مت کرو۔" اس شخص نے جواب دیا لیکن میری زبان واقعی بند ہو گئی تھی۔ میں میڈم میرلیسا کی شکل و صورت، اس کے گفتگو کرنے کے انداز، ہر بات پر غور کر رہا تھا یا تو یہ شخص بکواس کر رہا ہے یا اگر واقعی میرلیسا وہ نہیں تھی جو نظر آتی تھی تو میں اس بات کو تسلیم کرنے میں عار نہیں محسوس کرتا تھا کہ میں نے شاندار دھوکا کھایا تھا۔ گویا وہ لڑکی یا شاندار عورت میرے ہی پیچھے تھی۔ اس کی پُروقار شخصیت نے مجھے متاثر کیا تھا اور واقعی یہ حقیقت بھی تھی کہ اگر اس وقت کوئی نوجوان لڑکی یا کوئی کھلنڈری سی شوخ طبیعت کی مالک لڑکی ہوتی تو میں قطعی اس کی طرف متوجہ نہ ہوتا اور اپنے آپ کو لیے دیے رکھتا۔ ان لوگوں نے اگر اس شکل میں اسے میرے پیچھے لگایا تھا تو اس بات کا اعتراف کرنے میں بھی مجھے کوئی عار نہیں تھا کہ انھوں نے ذہانت سے کام لیا تھا۔

میری خاموشی سے وہ لوگ میری طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ پھر اسی شخص نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "مزہ آیا؟"

"واقعی آگیا۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور وہ آہستہ سے ہنس پڑا۔

سمندر کا سفر واقعی زیادہ طویل نہیں تھا اور میں نے

اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ جگہ جہاں اسٹیمر جا رہا ہے یقینی طور پر شہزادوں کے جزیروں میں سے کوئی ایک جزیرہ ہے۔ اس دوران کسی قسم کی جدوجہد واقعی حماقت تھی۔ اس لیے میں نے سوائے ان سے گفتگو کرنے کے اور کوئی کام نہ کیا۔ ہم تھوڑی دیر کے بعد اس دوسرے جزیرے کے ساحل پر پہنچ گئے اور ساحل سے تھوڑے ہی فاصلے پر میں نے مزید دو آدمیوں کو دیکھا جو کوئی یورپین معلوم ہوتے تھے ان کے چہرے دور سے نمایاں نہیں تھے لیکن قریب پہنچ کر میں نے ان میں سے ایک کو پہچان لیا۔ یہ وہی سفید فام تھا جس نے پہلی بار گرانڈ ٹاور میں مجھ سے ملاقات کی تھی اور اپنے ساتھی کی لاش چھوڑ کر فرار ہو گیا تھا۔

مجھے ان کے سامنے پہنچا دیا گیا۔ سفید فام کینہ توز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کا دوسرا ساتھی بھی دلچسپی سے میری جانب نگراں تھا۔ وہ دونوں آدمی جو اسٹیمر پر آئے تھے، مجھے یہاں چھوڑ کر واپس چلے گئے البتہ سیاہ فام پستول بدست اب بھی میرے پیچھے تھا۔ چند لمحے ہم خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے اور پھر سفید فام نے انگوٹھے کے اشارے سے مجھے اپنے پیچھے آنے کے لیے کہا۔ ظاہر ہے سیاہ فام کے پستول کے بل پر مجھے آگے بڑھنا ہی تھا۔ چنانچہ میں خاموشی سے ان کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ یہاں کا ماحول بالکل سنسان معلوم ہوتا تھا، یوں لگتا تھا جیسے یہاں کوئی موجود نہ ہو۔ راستے بھی ناہموار تھے۔

میں ان کے ساتھ آگے بڑھتا رہا اور اب میں سوچ رہا تھا کہ یہ سب پاگل ہی معلوم ہوتے ہیں، انھیں کم از کم میرا پستول ہی اپنے قبضے میں کر لینا چاہیے تھا۔ ایک جگہ پہنچ کر میں اس طرح لڑکھڑایا جیسے میرا پاؤں پھسل گیا ہو۔ سیاہ فام میرے پیچھے پیچھے آ رہا تھا اور اس وقت وہ اپنا فاصلہ برقرار نہیں رکھ سکا تھا چونکہ ہم ڈھلان پر تھے، چنانچہ وہ میرے بالکل قریب پہنچ گیا اور اسی وقت میں نے انتہائی پھرتی سے اپنا کام دکھا دیا جیسے ہی سیاہ فام مجھ سے دو فٹ کے فاصلے پر پہنچا، میں نے ایک دم نیچے بیٹھ کر اس کا پستول والا ہاتھ پکڑ کر کاندھے پر رکھ لیا۔ اس کے ہاتھ پر دباؤ پڑا تو ٹریگر پر اس کی انگلی دب گئی اور سفید فام کا دوسرا ساتھی جو اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا، ایک دلخراش چیخ کے ساتھ اوندھے منہ گر پڑا لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے سیاہ فام کو کندھے پر اُٹھا کر سامنے دے مارا تھا۔

سیاہ فام پستول سمیت گرا لیکن میں اسے موقع نہیں دینا چاہتا تھا، وہ جیسے ہی زمین پر گرا میں نے اپنے جوتے کی بھرپور ٹھوکر اس کی اس کلائی پر ماری جس میں پستول تھا۔ پستول اچھل کر کافی دور جا گرا تھا اور اس کے ساتھ ہی سیاہ فام کی چیخ بھی سنائی دی تھی۔ وہ سفید فام جس کی آنکھوں میں پہلے کینہ توزی کے آثار نمایاں تھے، وحشت زدہ انداز میں پلٹا لیکن میں نے اُسے کوئی موقع نہیں دیا تھا۔

میں برق رفتاری سے اچھلا اور اس کے سینے پر دولتی مارنے کی کوشش کی لیکن وہ بھی چالاک آدمی تھا، میں پہلے بھی اندازہ لگا چکا تھا کہ وہ لڑائی بھڑائی کا ماہر ہے، ورنہ ہوٹل میں اس طرح میرے ہاتھوں سے نکل جانا کسی معمولی آدمی کے بس کی بات نہ تھی۔ اس عرصے میں سیاہ فام بھی ایک دم سے کھڑا ہو گیا اور اس نے پوری قوت سے میری گردن پکڑ لی۔ اس کی انگلیاں آہنی شکنجوں کی طرح میری گردن میں پیوست تھیں اور میں ان سے نجات حاصل کرنے کی بھرپور جدوجہد کر رہا تھا۔

دفعتاً میں نے دایاں گھٹنا پوری قوت سے اس کے پیٹ میں مارا۔ یہ حربہ کارگر رہا۔ اس کی گرفت جونہی ڈھیلی ہوئی، میں نے اپنی گردن چھڑا کر اسے دھوبی پاٹ لگا کر نیچے گرا دیا۔ اس کے نیچے گرتے ہی میں نے پوری قوت سے ایک گھونسا اس کے سینے پر رسید کر دیا۔ پسلی ٹوٹنے کی آواز کے ساتھ ہی سیاہ فام دونوں ہاتھوں سے سینہ دبائے ہوئے ذبح ہوتے ہوئے بکرے کی طرح بلبلانے لگا۔ میں نے وقت ضائع کیے بغیر ایک اور ہاتھ رسید کر دیا۔ وہ بُری طرح تڑپ رہا تھا، اس کے منہ سے خون کی دھار بہہ نکلی، مجھے یقین تھا کہ اس کا پھیپھڑا پھٹ گیا ہے۔

میں اُسے اس اذیت سے نجات دلانے کے لیے ایک اور ہاتھ رسید کرنا چاہتا تھا کہ سفید فام نے مجھ پر چھلانگ لگا دی۔ ہم دونوں گتھم گتھا ہو کر ایک گڑھے میں جا گرے۔ دونوں ہی کے سروں میں چوٹ لگی تھی۔ سفید فام کے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے میرے نرخرے پر جمے ہوئے تھے۔ اس نے پوری قوت سے میری گردن پر دباؤ ڈالتے ہوئے مجھے چند لمحے کے لیے قابو میں کر لیا تھا، پھر وہ غرایا۔ "فائل کہاں ہے؟ جواب دو۔ یہ تمھاری زندگی کا آخری وقت ہے۔ اس وقت جھوٹ بولو گے تو تمھیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔" وہ میرے سینے پر سوار تھا۔ اس کے بوجھ اور گلے کی گرفت کی وجہ سے مجھے اپنا سانس رُکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

میں نے اپنی تمام قوت کو مجتمع کر کے ایک خاص داؤ استعمال کیا اور سفید فام اچھل کر دور جا گرا تھا۔ اس کے ساتھ ہی میں بھی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اب میری آنکھوں میں بھی خون ہی خون تھا۔ میں بھول گیا تھا کہ میرا مقصد کیا ہے۔ بس میرا مدمقابل میرے سامنے تھا۔ سیاہ فام شاید اب اُٹھنے کے قابل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہیں رہا تھا۔ اس شخص کا دوسرا ساتھی مر چکا تھا یا مرنے والا ہوگا۔ جب قتل و غارت گری ہی ان لوگوں کا مقصد بن گئی ہے تو پھر میں اس سے گریز کیوں کروں۔

دوسرے ہی لمحے سفید فام نے شاید پستول نکالنے کی کوشش کی لیکن میں نے اسے اس کا موقع نہیں دیا۔ میں ایک بار پھر فضا میں اچھلا اور میرے جوتے کی بھرپور ٹھوکر اس کے منہ پر پڑی۔ وہ بری طرح پیچھے گرا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا اور پھنکارتا ہوا میری طرف بڑھنے لگا۔

مجھے خالی ہاتھوں ہی سے اس کا مقابلہ کرنا تھا چنانچہ میں نے کوشش کی کہ کسی ہموار جگہ پر آجاؤں۔ میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر اس سے قبل کہ میں گڑھے کے کنارے سے اچھل کر اوپر جانے کی کوشش کرتا، سفید فام نے جھک کر اپنے پیر کے قریب بندھے ہوئے ایک خنجر کو نکال لیا۔ چوڑا اور مخصوص ساخت کا خنجر اس کے ہاتھ میں تھا اور اس کی نگاہیں کسی خونخوار سانپ کی طرح مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔

"فائل کہاں ہے؟ جواب دو۔۔۔ ورنہ یہی گڑھا تمہارا مدفن بن جائے گا۔" وہ غرایا۔

"ہوں۔ ٹھیک ہے دوست۔ سوچا تو یہ تھا کہ تم سے تمہارے بارے میں معلومات حاصل کروں گا لیکن تم مرنا ہی چاہتے ہو تو تمہاری مرضی۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"میں صرف یہ جاننا چاہتا تھا کہ تم کس کے لیے کام کر رہے ہو۔" میں نے اس کے خنجر والے ہاتھ پر نگاہیں جماتے ہوئے کہا۔ میری بات کا جواب دینے کے بجائے اس نے انتہائی پھرتی سے اپنے خنجر والے ہاتھ کو جنبش دی — اس کی چالاکی کا کوئی جواب نہیں تھا چونکہ اس جنبش سے جیسے ہی میں نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی، اس نے پھرتی سے اپنے کوٹ کی جیب میں سے ریوالور نکال لیا۔ اب اس کے دونوں ہاتھوں میں دو ہتھیار تھے۔ خنجر اور ریوالور۔ جبکہ میں ابھی تک اس کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔

اس کی اس حرکت پر میں بھونچکا رہ گیا۔ بڑی خوفناک صورت حال ہوگئی تھی۔ خنجر کی حد تک تو میں شاید اس پر قابو پا لیتا لیکن ریوالور۔۔۔ اسے شاید یہ احساس ہوگیا تھا کہ میں تازہ صورت حال سے کسی قدر پریشان ہوگیا ہوں چنانچہ وہ خنجر والے ہاتھ کو لہراتا ہوا آہستہ آہستہ میری جانب بڑھنے لگا۔

"سنو! رک جاؤ۔ بے وقوفی کی حرکتیں مت کرو۔ اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو فائل تم کبھی بھی حاصل نہیں کر سکو گے۔"

"میں جانتا ہوں۔ فائل کے بغیر میری زندگی بھی ممکن نہیں ہے لیکن اگر تم نے مجھے فائل کے بارے میں نہیں بتایا تو پھر تمہیں زندہ نہیں چھوڑ سکتا، خواہ تمہاری لاش مجھے ان لوگوں کو پیش کرنی پڑے۔"

اس کی ایک بات سے مجھے ایک سوال کا جواب تو مل گیا، وہ یہ کہ وہ کسی اور کے لیے کام کر رہا تھا لیکن وہ کون لوگ ہیں، اس کے بارے میں قطعی اندازہ نہیں ہو سکا تھا اور نہ ہی اس سلسلے میں کچھ سوچنے کا موقع تھا۔ کوئی عمل کوئی ایسا فوری عمل جو میرے لیے کارآمد ثابت ہو سکے۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا: "اگر فائل تمہیں دے دی جائے تو اس کے بعد میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم لوگ جو مجھے قتل کرنے کی اتنی کوششیں کر چکے ہو، اگر میں مر جاتا تو پھر وہ فائل کس طرح حاصل کر سکتے تھے؟"

"ان تمام باتوں کا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ میں صرف اپنی بات کا جواب چاہتا ہوں، فائل کہاں ہے؟" اس نے بھاری لہجے میں کہا۔

"تو پھر ایک لمحے کے لیے اپنے عقب میں بھی دیکھ لو۔" میں نے مسکرا کر کہا حالانکہ پرانی بات تھی اور سیکڑوں بار آزمائی جا چکی تھی لیکن انسان بھی اتنا ہی پرانا ہے جو بار بار دھوکے کھاتا ہے۔ میری یہ کوشش کامیاب رہی۔ ایک لمحے کے لیے اس کی نگاہ مجھ پر سے ہٹی تھی اور یہی لمحہ میرے لیے کافی تھا۔ میں نے نہایت پھرتی سے اس کے ریوالور والے ہاتھ پر ٹھوکر رسید کر دی اور ریوالور اچھل کر دور جا پڑا۔

سفید فام لڑکھڑا کر رہ گیا تھا لیکن پھر وہ فوراً ہی سنبھلا اور دوسرے ہاتھ میں خنجر لہراتا ہوا دوبارہ آگے بڑھنے لگا۔ میں نے ایک بار پھر اچھل کر پیر کی ٹھوکر لگائی۔ اس مرتبہ خنجر بھی اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ سفید فام بھی پیچھے ہٹنے کے لیے تیار نہیں تھا لیکن اب میرا حوصلہ بڑھ گیا تھا۔ میں نے اسے سنبھلنے کا موقع دیے بغیر اس پر ٹھوکروں کی بارش کر دی۔ اس نے سنبھل کر مجھے لگ مارنا چاہی لیکن میں نے پھرتی سے اس کی ٹانگ پکڑ کر زوردار جھٹکا دیا اور وہ لہراتا ہوا نیچے گر گیا۔

میں فوراً ہی اس پر سوار ہو گیا تھا۔ میں نے اس کا بازو پوری قوت سے موڑ دیا۔ ہڈی ٹوٹنے کی آواز کے ساتھ ہی وہ بری طرح بلبلا اٹھا تھا۔ میں اس کے بازو کو مسلسل جھٹکے دیتا رہا۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے قریب پڑا ہوا خنجر اٹھا لیا لیکن اسے استعمال کرنے کا موقع اسے نہ مل سکا کیونکہ میں نے اس کا دوسرا بازو بھی ناکارہ کر دیا تھا۔ اور اب اس کی حالت کافی خراب محسوس ہو رہی تھی۔ تب میں نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے کہا: "ہاں! اب تم مجھے ان لوگوں

کے بارے میں بتاؤ دوست۔ صورت حال بدل چکی ہے۔" میں نے خنجر اٹھا کر اس کے کوٹ کی آستین کو کاندھے سے کاٹ دیا۔ وہ سراسیمہ سا ہوگیا تھا۔ تب میں نے اس کا ہاتھ دیکھا۔ ٹوٹی ہوئی ہڈی گوشت چیر کر باہر نکل آئی تھی اور زخم سے خون بہہ رہا تھا۔ "اگر تم مرنا چاہتے ہو تو میں تمہاری یہ خواہش ضرور پوری کر دوں گا لیکن اگر زندگی چاہتے ہو تو بتاؤ کس کے لیے کام کر رہے ہو؟" میں نے غرا کر پوچھا۔

"میں۔۔۔ میں نہیں بتاؤں گا۔" اس نے کراہتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے درندگی سے کہا اور خنجر کی نوک اس کی گردن پر لگا کر اسے پشت کی طرف کھینچ دیا۔ اس کے حلق سے دلخراش چیخیں نکل گئی تھیں۔ میں نے ایک اور زخم کراس کی شکل میں اس کے بازو پر بنایا اور وہ بلبلا اٹھا۔

"سنو! سنو رک جاؤ۔۔۔ رک جاؤ۔۔۔ میں۔۔۔ میں تمہیں کچھ بتا دوں گا تو بھی۔۔۔ تو بھی میری زندگی محفوظ نہیں ہے۔"

"تو ٹھیک ہے۔ میں اپنا وقت نہیں ضائع کر سکتا۔" میں نے یہ کہہ کر خنجر اس کے گلے پر رکھ دیا اور اس پر دباؤ ڈالنے لگا۔

اس کی آنکھیں دہشت سے پھیل گئیں۔ موت کے آخری لمحات اس کی نگاہوں کے سامنے آگئے تھے۔ اس نے ایک بار پھر ہیجانی انداز میں کہا: "رکو تو سہی۔۔۔ رک جاؤ، رک جاؤ پلیز۔"

"جواب۔۔۔ صرف جواب۔"

"میں۔۔۔ میں۔۔۔ حسن پاشا کے لیے کام کر رہا ہوں۔"

"یہ کون ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ٹرکوش باتھ، ٹرکوش باتھ۔" اس کے منہ سے نکلا۔

"پورا جواب دو۔"

"حسن پاشا۔ ٹرکوش باتھ کا مالک ہے۔"

"حسن پاشا کا تعلق کس سے ہے؟ کیا گرین پول سے؟"

میں نے سوالیہ انداز میں کہا لیکن اس کی آواز بند ہونے لگی۔ اس کی آنکھیں چڑھ گئی تھیں اور وہ آہستہ آہستہ تشنجی انداز میں اپنے بدن کو جنبش دے رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے تو میں نے یہی سوچا کہ شاید وہ اداکاری کر رہا ہے لیکن نجانے کیا ہوگیا تھا۔ شاید تکلیف سے اس کے دل کی حرکت بند ہوتی جا رہی تھی اور چند ہی لمحات کے بعد اس کا بدن بے جان ہوگیا۔

مجھے حیرت تھی، بڑی سخت حیرت تھی۔ ایسی تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ وہ اس طرح ہلاک ہو جاتا۔ میں چند لمحات سوچتا رہا اور پھر میں نے زہریلے لہجے میں کہا: "اگر تم اداکاری کر رہے ہو تو تمہاری یہ اداکاری تمہاری زندگی کا آخری پچ ثابت ہوگی۔" لیکن میرے اس جملے پر وہ کچھ نہیں بولا۔ میں نے چاقو کی نوک اس کی گردن کی شہ رگ پر زور سے دبائی لیکن کمبخت نے اپنے آپ کو بے حس و حرکت رکھا تھا۔ البتہ مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا کہ اس کا خنجر اتنا تیز ہے۔ شہ رگ کٹ گئی تھی اور اس سے خون بہنے لگا تھا لیکن خون کے بہنے کی رفتار اتنی سست تھی کہ مجھے افسوس ہونے لگا اور اب واقعی مجھے یقین ہوگیا کہ وہ میرے خنجر کے استعمال سے پہلے ہی مر چکا تھا۔

اس کی موت پر مجھے تعجب بھی تھا اور افسوس بھی۔ اس سے زیادہ معلومات چاہتا تھا لیکن اس نے صرف اتنا ہی بتایا تھا۔ حسن، حسن پاشا اور ٹرکوش باتھ۔۔۔ یہ دونوں چیزیں میں نے اپنے ذہن میں محفوظ کر لیں اور پھر اس کے دل کی حرکت پر غور کرنے لگا۔ واقعی اس کا بدن بے جان تھا۔

تھوڑے ہی فاصلے پر اس کا ساتھی پڑا ہوا تھا۔ سیاہ فام ساتھی بھی بہت دیر پہلے ختم ہو چکا تھا۔ بڑی عجیب سی صورت حال پیش آگئی تھی۔ میں چند لمحات کچھ سوچتا رہا اور پھر اس گڑھے سے نکل آیا۔

تین آدمی ہلاک ہو گئے تھے۔ ویسے بہت سے مواقع ایسے آئے تھے کہ جب مجھے اپنی زندگی بچانے کے لیے یا اپنی کسی مہم کی انجام دہی کے لیے قتل و غارت گری کرنا پڑی تھی لیکن اتنی بے دردی سے اور اتنی مجبوری کے عالم میں مجھے پہلی بار اس طرح انسانی زندگی کو ختم کرنا پڑ رہا تھا جو مجھے خود پسند نہیں تھا لیکن اس وقت صورت حال ایسی ہی تھی، کیا کر سکتا تھا۔

باہر پہنچ کر میں نے اپنے لباس وغیرہ کا جائزہ لیا اور پھر لاشوں کے اطراف میں نگاہیں دوڑائیں کہ میری کوئی ایسی چیز تو نہیں رہ گئی جس کی وجہ سے میرے بارے میں کسی کو شبہے کا موقع مل سکے لیکن بظاہر ایسی کوئی چیز نہیں تھی چنانچہ میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ اب مجھے ایسی جگہوں کی تلاش تھی جہاں سے میں واپس پہنچ سکوں۔ جہاں تک میرا اندازہ تھا، یہ جزیرہ بھی شہزادوں کے جزیروں میں سے ایک ہوگا۔ اس کا نمبر کیا تھا اور یہ کون سا تھا، اس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم تھا۔

آباد جگہ تک پہنچتے پہنچتے کافی وقت لگ گیا۔ ایک جگہ مجھے ایک پکنک پارٹی نظر آئی۔ اس میں کچھ لڑکے اور لڑکیاں گا بجا رہے تھے۔ ایک لڑکا اکارڈین بجا رہا تھا اور دو لڑکیاں رقص کر رہی تھیں۔ میں انھیں نظرانداز کر کے آگے بڑھ گیا۔ ان لوگوں کی موجودگی یہ ظاہر کر رہی تھی کہ یہاں سے واپسی میں مجھے کوئی خاص دقت نہیں ہوگی۔

تھوڑی دیر کے بعد میں اس ساحل پر پہنچ گیا جہاں اسٹیمر آ جا رہے تھے۔ یہ اسٹیمر آخری جزیرے تک جاتے تھے اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہاں سے واپسی پہان جزیروں سے لوگوں کو اٹھاتے ہوئے چلتے تھے یہاں مجھے واپسی کے لیے اسٹیمر میں جگہ مل گئی اور میں اس میں بیٹھ کر چل پڑا۔

راستے میں اور کوئی خاص واقعہ نہیں پیش آیا تھا۔ میں تھوڑی دیر کے بعد واپس ساحل پر پہنچ گیا اور پھر وہاں سے ایک ٹیکسی لے کر اپنے ہوٹل پیکاسو گرانڈ ٹاور کی طرف اب جانا خاص نہیں تھا۔ ویسے سفید فام کے بارے میں مجھے کوئی خاص بات معلوم نہیں ہوئی۔ البتہ اس نے جو نام بتایا تھا، پتا نہیں اس کی کیا حقیقت تھی، اس کے بارے میں، میں معلومات کرلینا چاہتا تھا چنانچہ پیکارڈ میں آکر میں نے کچھ دیر آرام کیا، لباس وغیرہ تبدیل کیا۔ بہت سے خیالات ذہن میں آرہے تھے۔ میڈم میریلیا کے بارے میں جب بھی سوچتا، حیران رہ جاتا۔ کیا واقعی سفید فام کا کہنا درست تھا، وہ ایک اکیس سالہ لڑکی تھی؟ لیکن اس کی گفتگو اس کے لہجے سے قطعی اس بات کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ اگر وہ میک اپ تھا تو پھر بات صرف میک اپ کے کمال ہی کی نہیں تھی، اس کے اپنے انداز میں بھی یہ خاص کیفیت تھی کہ میں اس سے حد سے زیادہ متاثر ہو گیا تھا۔ میں نے مادام میریلیا پر لعنت بھیجی اور ویٹر کو بلانے کے لیے گھنٹی بجا دی۔

چند لمحات کے بعد ایک طویل القامت ویٹر میرے پاس پہنچ گیا۔ اسے میں پہلے بھی کئی بار دیکھ چکا تھا، اچھا مؤدب سا آدمی تھا۔ میں نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا۔ "تم سے کچھ معلومات حاصل کرنا ہیں۔"

"ضرور جناب! فرمائیے؟"

"ٹرکوش باتھ کیا چیز ہے؟"

"جناب عالی، غالباً آپ باہر سے تشریف لائے ہیں۔ یہاں استنبول میں ٹرکش باتھ کا رواج ہے۔ کبھی وہاں تشریف لے جائیے، بہت پرلطف غسل ہوتے ہیں وہاں کے۔ ٹرکوش، صوفیہ کے علاقے کا سب سے خوب صورت باتھ ہے۔ اور امیر لوگ ہی وہاں جاتے ہیں۔ آپ کسی بھی ٹیکسی ڈرائیور سے اس کے بارے میں پوچھیں گے تو آپ کو پتا چل جائے گا۔"

"اس کا نام ہی ٹرکوش ہے؟"

"جی ہاں۔"

"تم اس کے بارے میں اور کیا جانتے ہو؟"

"بس جناب، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ میں خود کبھی وہاں نہیں جا سکا لیکن وہاں کی حسین زندگی کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے میں نے۔" ویٹر نے جواب دیا اور اس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی اور مجھے سنبھلنا پڑا۔ اس کا مطلب ہے کہ ٹرکوش سے کچھ ایسی کہانیاں بھی وابستہ ہیں کہ جن کی وجہ سے ہونٹوں پر مسکراہٹ آجائے۔ میں نے ویٹر کا شکریہ ادا کیا اور وہ باہر چلا گیا۔

حسن پاشا... اور ٹرکوش... یہ دونوں نام مجھے ازبر ہو گئے تھے۔ ٹھیک ہے پہلے انھیں ہی دیکھ لیا جائے۔ ممکن ہے ان سب باتوں کا تعلق گرین پول ہی سے نکل آئے۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا لیکن کم ازکم آج کی اس آوارہ گردی سے مجھے جو فوائد حاصل ہوئے تھے ان سے میں انکار نہیں کر سکتا تھا۔ درحقیقت یہی طریقۂ کار میری آج تک کی زندگی میں میرا معاون رہا تھا۔ اگر میں نے لگے بندھے راستوں پر کام کرنے کی کوشش کی تھی تو مجھے ان میں مشکلات پیش آئی تھیں لیکن جب میں سب کچھ بھول کر صرف دوڑتے ہوئے اپنے لیے راستے تلاش کرتا تھا تو میری منزل آسان ہو جایا کرتی تھی۔ چنانچہ آج کی ان کوششوں میں جو کچھ ہوا وہ ایک الگ بات تھی لیکن مجھے ایک نام معلوم ہوا تھا، ممکن ہے ٹرکوش باتھ کا مالک حسن پاشا میری اس مشکل کا حل پیش کر سکے جو میرے ذہن میں تھی، سب سے زیادہ الجھن مجھے اسی بات پر تھی کہ اگر ان کا تعلق گرین پول سے نہیں ہے تو پھر یہ دوسری پارٹی کون ہے اور اس کا مقصد کیا ہے؟ یہ جاننا بے حد ضروری تھا۔ ان کے کام کرنے کا انداز بھی عجیب رہا تھا۔ جس طرح انھوں نے کوششیں کی تھیں، میں قتل ہو جاتا تو پھر وہ قاتل کہاں سے حاصل کر لیتے۔ یہ چیز میرے لیے بہت بڑی الجھن کا باعث تھی۔ آخر وہ مجھے قتل کرنے کے لیے کوشاں کیوں تھے؟ سفید فام کمبخت بھی کچھ بتائے بغیر مر گیا تھا۔ اگر وہ ایک نام بھی نہ بتاتا تو ان تین انسانوں کا قتل میرے لیے بالکل ہی بے مقصد ہو جاتا۔

دوسرے دن ٹرکوش جانے کے لیے میں نے باقاعدہ پلاننگ کی تھی۔ صورت حال کا کوئی اندازہ نہیں تھا، وہاں کوئی بھی مشکل پیش آسکتی تھی۔ میرے وسائل بھی یہاں محدود تھے اور میں زیادہ چیزیں حاصل نہیں کر سکتا تھا لیکن اس کے باوجود میں نے اپنی خصوصی ذہانت سے کام لے کر کچھ ایسی چیزوں کا انتظام کیا کہ اگر کوئی خاص مشکل پیش آجائے تو کم ازکم اپنا دفاع کر سکوں۔

میں ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ٹرکوش چل پڑا۔ ڈرائیور نے ٹرکوش کے نام پر اطمینان سے گردن ہلائی تھی۔ جیسے یہ نام اس کے لیے پوری طرح جانا پہچانا ہو۔ راستے میں بھی میں محتاط رہا تھا۔ یہاں قدم قدم پر ایسے ہی حالات پیش آرہے تھے، جن کی بنیاد پر میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ پورے استنبول میں میرے دشمن چھپے ہوئے ہیں لیکن ٹرکوش باتھ تک پہنچتے ہوئے مجھے کوئی الجھن نہ پیش آئی۔ صوفیہ کی دیوار کے سہارے سہارے آگے

بڑھ کر ایک جگہ ٹرکوش باتھ کا نیون سائن نظر آرہا تھا۔ میں یہاں سے پہلے بھی گزر چکا تھا، لیکن اس وقت میں نے اس طرف توجہ نہیں دی تھی۔

ٹرکوش باتھ کی خوب صورت عمارت کے سامنے ٹیکسی رک گئی تھی۔ میں نے ٹیکسی سے اتر کر بل ادا کیا، پھر ٹہلنے والے انداز میں آگے بڑھ گیا۔ عمارت کو دور سے دیکھ کر ہی یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اندر سے کس قدر خوب صورت ہو گی۔ اندر پہنچا تو ایک بڑا سا ہال نظر آیا جس میں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ دو ریسپشنسٹ لڑکیاں مختلف گوشوں میں بیٹھی ہوئی کچھ کام کر رہی تھیں۔ میں ان میں سے ایک کے قریب پہنچ گیا اور اس نے گہری سانس لے کر میری طرف دیکھا۔

"یس پلیز؟"

"میں باتھ لینا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"یقیناً۔" اس نے ایک کارڈ بنا کر میرے حوالے کر دیا اور اسی کارڈ پر مجھے ادائیگی کرنا تھی، چنانچہ میں نے جیب سے رقم نکال کر اس کے حوالے کر دی۔ ریسپشنسٹ بولی "براہ کرم! سامنے والے دروازے سے اندر داخل ہو جائیے۔ آپ کو پوری طرح گائیڈ کیا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور اس دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ پہلے میں یہاں کی صورت حال سے اچھی طرح واقف ہو جانا چاہتا تھا۔ اس کے بعد کوئی قدم اٹھانا میرے لیے سود مند ہوتا۔ چنانچہ اس وقت ایک عام گاہک کی طرح میں نے باتھ لینے کا پروگرام بنا لیا تھا۔

اندر داخل ہوا تو ایک اور خوب صورت لڑکی نے میرا استقبال کیا لیکن اسے دیکھ کر مجھے نظریں جھکا لینا پڑی تھیں، لڑکی انتہائی مختصر لباس میں تھی اور اتنی حسین تھی کہ ایک بار دیکھنے کے بعد اسے بار بار دیکھنے کو دل چاہے لیکن اس کے انداز میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جس سے کسی ہلکے یا اوچھے پن کا اظہار ہو۔ وہ مجھے ساتھ لیے ہوئے ایک طرف بڑھ گئی۔

"یہ کلوک روم ہے پلیز! اپنا لباس وغیرہ یہاں رکھ دیجیے۔ آپ کی تمام چیزیں پوری طرح محفوظ ہوں گی، آپ اس کے لیے ذرا بھی پریشان نہ ہوں۔" لڑکی نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ضرورت کی جو بھی چیز آپ کو درکار ہو، یہاں سے حاصل کر لیں، اس کے علاوہ بھی مزید اگر کسی چیز کی ضرورت ہو، تو براہ کرم سامنے لگا ہوا وہ سفید بٹن دبا دیجیے، میں حاضر ہو جاؤں گی۔"

"او کے۔" میں نے جواب دیا۔ لڑکی نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا، شاید وہ مجھ سے اتنی سنجیدگی کی توقع نہ کر رہی ہو یا پھر خود سنجیدہ رہ کر اپنی حیثیت بڑھانا چاہتی ہو لیکن میں نے اس پہلو پر توجہ نہیں دی تھی۔ میں کلوک روم میں داخل ہوا، لباس وغیرہ اتار کر وہاں رکھا، باتھنگ انڈرویئر پہنتے ہوئے، میں نے پستول نہایت احتیاط سے اس میں محفوظ کر لیا تھا اور یہ سوچ کر اسے اپنے آپ سے دور نہیں کیا تھا کہ پتا نہیں کہاں اس کی ضرورت پیش آجائے، یہاں ایک فہرست بھی لگی ہوئی تھی جس میں مختلف اقسام کے باتھ کے بارے میں لکھا تھا۔ اسٹیم باتھ، مڈ باتھ اور ایسے ہی دوسرے اقسام کے باتھ تھے۔ لڑکی نے یہ پیش کش کر دی تھی کہ کسی چیز کے سلسلے میں اگر مجھے کوئی الجھن درپیش ہو تو وہ میری مدد کرے گی۔ چنانچہ چند لمحے تک سوچنے کے بعد میں نے اسٹیم باتھ ہی کا فیصلہ کیا اور ایک راہداری سے گزر کر اندر داخل ہو گیا جہاں ایرو کا نشان اسٹیم باتھ کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

اس راہداری سے گزرنے کے بعد میں ایک آخری سرے پر پہنچا تو یہاں دو اور لڑکیاں موجود تھیں۔ ان لڑکیوں نے میری طرف مسکرا کر دیکھا اور پھر ان میں سے ایک نے کہا۔ "پلیز، اگر آپ اسٹیم باتھ لینا چاہتے ہیں تو اس دروازے سے اندر داخل ہو جائیے اور اپنی پسند سے..."

"آپ کو مجھے گائیڈ کرنا ہوگا۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں ہاں، ضرور۔" وہ کہنے لگی اور میرے ساتھ ہی اندر باتھ میں داخل ہو گئی۔ اندر کا ماحول انتہائی خوب صورت اور رومانی انداز کا تھا۔ مدھم مدھم روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی، جگہ جگہ پائپ لگے ہوئے تھے اور ان میں خوب صورت ٹونٹیاں سی نظر آرہی تھیں۔ اس نے ایک ٹائل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہاں سے آپ ہیٹ کنٹرول کر سکتے ہیں، اسے کھولنے کے بعد یہ باتھ روم ہلکی اور خوشگوار اسٹیم سے بھر جائے گا اور آپ اپنے بدن کے تمام مسامات کھلتے ہوئے محسوس کریں گے۔ اگر آپ چاہیں تو مجھے اپنے ساتھ باتھ کرنے کی دعوت دے سکتے ہیں، میں آپ کو گائیڈ کرتی رہوں گی۔"

"نہیں، شکریہ۔" میں نے جواب دیا اور لڑکی مجھے عجیب سی نگاہوں سے گھورتی ہوئی باہر نکل گئی۔ میں نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی تھی۔ اس کے بعد میں نے دروازہ اندر سے بند کیا اور پھر اسٹیم باتھ کے پائپ کھولنے لگا۔ ہلکی ہلکی اسٹیم خارج ہونے لگی اور مجھے اپنے کھلتے ہوئے بدن پر واقعی ایک لطیف سی کیفیت کا احساس ہوا۔ اس قسم کے ٹرکش باتھ کے بارے میں میں نے پہلے بھی سنا تھا۔ امریکا میں بھی اسی قسم کے ایک دو باتھ بنائے گئے تھے لیکن وہاں کبھی جانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا کیونکہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہاں جانے والے لوگ پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھے جاتے تھے۔ بلکہ یورپ وسطی میں تو اس بات کی خاص طور سے ہدایت کی جاتی تھی کہ اس قسم کے باتھ نہ کیے جائیں۔ لیکن اب صورتِ حال ذرا مختلف تھی۔ میں نے سوچا کہ چلو ایسی حالت میں کیا نقصان ہے کم از کم یہاں ضمیر پر کوئی چوٹ تو نہیں پڑتی چنانچہ میں نے ڈائل پر ایک خاص ہیٹ سیٹ کی اور وہ ٹونٹیاں کھول دیں جن کے لیے مجھے ہدایت کی گئی تھی۔ دروازہ چونکہ میں نے اندر سے بند کر لیا تھا اس لیے کسی کی مداخلت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ ٹونٹیاں کھلنے سے ہلکی لطیف بھاپ خارج ہونے لگی اور مجھے اپنے بدن کے مسامات کھلتے ہوئے محسوس ہونے لگے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے پورے بدن کی اوور ہالنگ ہو رہی ہو۔ مجھے بہت لطف آ رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ اس سے قبل اس قسم کے باتھ سے کیوں محروم رہا، زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دفعتاً مجھے ایک کھڑکھڑاہٹ سی محسوس ہوئی اور پھر ایک آواز ابھری۔

"ٹرکیوش کے مہمان! معاف کرنا، تمہاری شخصیت ہماری نگاہوں میں کچھ مشکوک ہو گئی ہے۔ اپنا شغل ترک کر کے میری بات کا جواب دو۔"

یہ الفاظ یقینی طور پر مجھے ہی مخاطب کر کے کہے گئے تھے۔ آواز کہاں سے آ رہی تھی، باتھ کے دھندلے ماحول میں اس کا اندازہ لگانا ناممکن تھا۔ میں ساکت رہ گیا۔

"تم یقیناً میری بات سُن رہے ہو گے۔ میں تم ہی سے یہ سوال کر رہا ہوں۔ میں نے تم سے کہا کہ تمہاری شخصیت ہمارے لیے کچھ مشکوک ہو گئی ہے۔ یہاں آنے والے مہمان ہمارے لیے قابلِ احترام ہوتے ہیں، لیکن تمہیں اپنے بارے میں تمام تفصیلات بتانا ہوں گی ورنہ تمہیں نقصانات بھی پہنچ سکتے ہیں۔"

"کیا تم مجھ سے کہہ رہے ہو؟" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"ہاں دوست! میں تم ہی سے مخاطب ہوں۔"

"کون ہو تم؟"

"میرے بارے میں جاننا تمہارے لیے ضروری نہیں ہے، تاہم اگر تم اتنے ہی خواہش مند ہو تو یہ سن لو کہ میرا نام حسن پاشا ہے اور میں ٹرکیوش باتھ کا مالک ہوں۔ کیا تم مجھے اپنے بارے میں مطمئن کرنا پسند کرو گے؟"

"مجھے تعجب ہے کہ تم اپنے ہاں آنے والوں پر اس قدر کڑی نگاہ رکھتے ہو۔ کیا معلوم کرنا چاہتے ہو میرے بارے میں؟"

"تم کون ہو، کہاں سے آئے ہو؟ اگر سیاح ہو تو تمہارا سامان کون سے ہوٹل میں ہے۔ یہ تمام چیزیں ہمارے لیے چیک کرنا ضروری ہیں۔ اور اس کے بعد ہی تمہیں گلو خلاصی مل سکتی ہے۔"

"اور ان تمام چیزوں کی چیکنگ تک کیا مجھے اسی باتھ میں رہنا ہو گا؟"

"اگر تم چاہو تو یہاں سے نکالے جا سکتے ہو۔ تمہارا سامان کلوک روم سے ہم نے اپنے قبضے میں لے لیا ہے۔ اس کی جانچ پڑتال کر لی گئی ہے لیکن تمہاری شخصیت کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو سکا۔"

"آخر تم میری طرف سے کیوں مشکوک ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"ایک شخص جس کی ہمیں تلاش ہے، تم پر اسی کا شبہ کیا جا رہا ہے۔" دوسری طرف سے جواب ملا اور میں ساکت رہ گیا تھا۔

یہ صورتِ حال خاصی پریشان کن تھی۔ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ یہ جگہ بآسانی میرے لیے چوہے دان بن سکتی ہے۔ بہرطور میں نے اپنی مدافعت کے لیے کہا "میں اس باتھ سے باہر آنا چاہتا ہوں۔ اگر ایسی کوئی بات ہے تو میں تمہاری تسلی کرنے کے لیے حاضر ہوں۔"

"تمہارے بارے میں بہت کچھ معلومات حاصل ہوئی ہیں ڈیئر، اس لیے اس باتھ سے تمہارا ہوش و حواس کے عالم میں باہر آنا مناسب نہیں ہے۔"

"مگر... مگر" میں نے کہنا چاہا لیکن اس کے بعد کوئی آواز نہیں سنائی دی۔ میں بار بار اُسے مخاطب کرتا رہا لیکن کچھ اندازہ نہیں ہو سکا۔ دفعتاً ہی مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرا سر چکرا رہا ہے۔ بھاپ میں ایک عجیب سی بو شامل ہو گئی تھی اور یقیناً یہ کسی خواب آور گیس کی بُو تھی۔ میں نے ناک دبا کر دروازے کی طرف چھلانگ لگائی، اسے کھولنے کی کوشش کی لیکن دروازہ اب اندر ہی سے نہیں، باہر سے بھی بند تھا۔ میں اس پر گھونسے برسانے لگا لیکن مجھے اپنے ہاتھ پاؤں بے جان محسوس ہونے لگے۔ گھونسے اس انداز میں اٹھ رہے تھے جیسے سلو موشن میں کوئی پکچر دکھائی جا رہی ہو۔ رفتہ رفتہ میرے ہوش و حواس جواب دینے لگے۔ اور پھر مجھے کوئی اندازہ نہیں ہوا کہ میں فرش پر گرا تھا یا آہستہ آہستہ بیٹھ گیا تھا۔ یہ بھی اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ ہوش کتنی دیر میں آیا۔

ہوش آیا تو میں نے اپنے اطراف کے ماحول کو دیکھا۔ چاروں طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آیا۔ لیکن یہ سبزہ گھاس یا درختوں کا نہیں تھا، بلکہ اس کمرے کی دیواروں پر سبز پینٹ کیا گیا تھا، سبز پردے لٹکائے گئے تھے، جو فرنیچر یہاں موجود تھا اس پر بھی احمقانہ انداز میں سبز رنگ ہی کیا گیا تھا۔ کھڑکیوں کے شیشے سبز رنگ کے تھے۔ پتا نہیں یہ حماقت کیوں کی گئی تھی۔ چھت پر ایک فانوس لٹکا ہوا تھا جس کے شیشے سبز تھے اور ان میں سبز روشنیاں جل رہی تھیں۔ سارا ماحول سبز سبز نظر آ رہا تھا لیکن آنکھوں کے لیے یہ

رنگ بے حد پُرسکون تھا۔ میں نے گہری سانس لی اور اپنے بدن کے نیچے بستر کو ٹٹولنے لگا۔ بستر کی سبز چادر پر میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ انتہائی حسین، نفیس اور نرم و ملائم بستر تھا۔ میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گیا اور چکراتے ہوئے ذہن کو جھٹکے دینے لگا۔ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ میری اپنی کیا کیفیت ہے۔ واقعات رفتہ رفتہ یاد آ گئے اور یہ بھی احساس ہو گیا کہ میں حسن پاشا کا قیدی ہوں۔ "حسن پاشا!" میرے منہ سے زیرِ لب نکلا۔

چند لمحات اسی طرح گزر گئے پھر دفعتاً دروازے پر ہلکی سی آہٹ سنائی دی۔ ایک روشن شعاع اندر آئی اور مجھے محسوس ہوا کہ دروازے میں چھوٹا سا سوراخ کر کے اندر دیکھا گیا ہے، غالباً اس کا کوئی انتظام تھا۔ پھر چند لمحے بعد دروازہ کھلا اور ایک بھاری جسم کا آدمی اندر داخل ہو گیا۔ سفید رنگ کے سوٹ میں یہ بڑی عمدہ شخصیت کا مالک معلوم ہوتا تھا۔ اندر داخل ہونے کے بعد اس نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا "آپ ہوش میں آ گئے مسٹر...؟"

"تمہیں کیا محسوس ہو رہا ہے؟" میں نے تیکھے انداز میں پوچھا۔

"یقیناً آپ ہوش میں آ گئے ہیں۔" وہ احمقانہ انداز میں بولا۔

"تو تمہیں اس پر کوئی اعتراض ہے؟"

"جی نہیں۔ بلکہ مجھے تو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ آپ کے ہوش میں آتے ہی میں اطلاع دوں۔"

"کسے؟"

"یہ آپ کو نہیں بتاؤں گا۔"

"تو پھر یہاں کیوں مر رہے ہو، جا کر اطلاع دو۔" میں نے جواب دیا اور وہ ایک دم پیچھے ہٹ کر واپس دروازے کی طرف مڑ گیا۔ واقعی کچھ کھسکا ہوا ہی معلوم ہوتا تھا، ورنہ یہ فضول بکواس مجھ سے نہ کرتا۔

دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا تھا۔ میں اپنے ذہن کو سنبھال کر یہ سوچ رہا تھا کہ اب مجھے یقینی طور پر حسن پاشا کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ دفعتاً میں نے چونک کر اپنے بدن کی طرف دیکھا۔ باتھ روم میں، میں صرف ایک انڈرویئر پہنے ہوئے تھا جس میں میرا پستول موجود تھا لیکن اب! اب میرے بدن پر ایک لمبا گون تھا۔ انڈرویئر بدستور بدن پر موجود تھا لیکن پستول اس میں سے غائب تھا۔ میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔

میں انتظار کرتا رہا اور تقریباً پندرہ یا بیس منٹ گزر گئے۔ پھر دروازے پر آہٹیں سنائی دیں اور اس بار جو لوگ اندر داخل ہوئے تھے ان کی تعداد تین تھی۔ تینوں مقامی معلوم ہوتے تھے۔ بظاہر ان کے پاس کوئی ہتھیار وغیرہ نہیں تھا لیکن میں جانتا تھا کہ وہ میری طرف سے غافل نہیں ہوں گے۔

دُبلے پتلے بدن کے ایک شخص نے بگڑی ہوئی انگریزی میں مجھ سے اپنے ساتھ چلنے کے لیے کہا اور ساتھ ہی یہ ہدایت بھی کی کہ اگر میں نے ذرا بھی کوئی حرکت کی تو اس کے سنگین نتائج بھگتنا پڑیں گے۔ شکل و صورت سے وہ تینوں ہی خوفناک نظر آ رہے تھے۔ اس وقت صورتِ حال ایسی تھی کہ میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا میں نے دل میں تہیہ کر لیا تھا کہ ان لوگوں سے نہایت ہی سلیقے سے گفتگو کر کے یہ معلوم کرنے کی کوشش کروں گا کہ آخر ان کا مقصد کیا ہے۔ اپنے اسی پروگرام کے تحت میں نے اُن کے ساتھ بھی نرم رویّہ اختیار کیا اور شانے ہلا کر آگے بڑھنے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ دُبلے پتلے بدن کا مقامی آدمی میری رہنمائی کرنے لگا۔ باقی دو آدمی میرے پیچھے آ رہے تھے۔ میں سکون سے راہداریاں طے کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اسی مقامی آدمی کی رہنمائی میں ایک چوبی دروازے کے....... سامنے پہنچ گیا جسے کھول کر مجھے اندر داخل ہونے کا اشارہ کیا گیا تھا۔

خاصا بڑا ہال نما کمرہ تھا جو انتہائی نفیس فرنیچر سے آراستہ تھا۔ ہال میں تیز روشنی ہو رہی تھی اور اس روشنی میں مجھے ایک گٹھے ہوئے بدن کا خوب صورت آدمی نظر آ رہا تھا جو ایک بڑی سی سیاہ میز کے پیچھے ریوالونگ چیئر پر بیٹھا میری جانب دیکھ رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی، آنکھوں کے قریب مخصوص قسم کی جھرّیاں تھیں جس سے اس کے چہرے پر انتہائی شاطرانہ کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ میں کچھ اور آگے بڑھا تو اس نے گردن خم کر کے مجھے اپنے سامنے پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھنے کی پیشکش کی اور دونوں ہاتھ میز پر رکھ کر آگے جھک گیا۔ اس کے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں میں بیش قیمت انگوٹھیاں جگمگا رہی تھیں۔

"معزز مہمان کو...." اس نے گردن خم کر کے کہا لیکن دفعتاً ہی میں نے اس کے چہرے کے عضلات میں ایک کھنچاوٹ سی دیکھی۔ وہ اپنا جملہ ادھورا چھوڑ کر مجھے دیکھنے لگا تھا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت کے نقوش گہرے ہوتے جا رہے تھے۔ دفعتاً اس نے میز کے نیچے لگی ہوئی کسی گھنٹی کا بٹن دبایا اور وہ آدمی اندر داخل ہو گئے۔

"سنو سنو!" وہ مضطربانہ انداز میں بولا۔ "فائل نمبر بیس نکال کر لاؤ، پھرتی سے۔"

میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھ رہا تھا اور اس کی اس کیفیت پر غور کر رہا تھا۔ اندازہ یہی ہوا تھا کہ پہلے شاید وہ میری اصلیت سے واقف نہیں تھا لیکن اب اس نے میری شکل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پہچان لی تھی۔

آنے والے دونوں آدمی باہر نکل گئے۔ دوسرے افراد بھی باہر ہی رک گئے تھے۔ میں خاموشی سے اس شخص کو دیکھتا رہا، وہ اپنے آپ پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اس کے چہرے کی متغیر کیفیت سے اس کے اضطراب کا اندازہ ہو رہا تھا۔

"کیا میں تم کو حسن پاشا کے نام سے مخاطب کروں؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں، میں حسن پاشا ہی ہوں۔ میں نے ہی تم سے گفتگو کی تھی اُس وقت جب تم ہاتھ لے رہے تھے۔"

"تم فریکوش کے مالک ہو؟"

"ہاں یہ میری ہی ملکیت ہے۔"

"لیکن بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے کہ تم نے اسے مجرمانہ کارروائیوں کا اڈا بنا رکھا ہو۔ یہاں آنے والے لوگ باقاعدہ اس بات کے لیے ادائیگی کرتے ہیں۔ پھر باتھ روم میں اس قسم کے اسپیکرز کی موجودگی کیا معنی رکھتی ہے، جن پر تم کسی کو مخاطب کر سکو؟"

"پولیس والوں کی طرح جرح کر رہے ہو دوست جبکہ تمھیں اندازہ ہے کہ تمھاری یہاں کیا پوزیشن ہے۔"

"میں اسی پوزیشن کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔"

"سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ فریکوش کا پتا تمھیں کس نے بتایا؟" اس نے سوال کیا۔

"تمھیں معلوم ہو چکا ہوگا؟"

"نہیں معلوم ہو سکا... اس کا جواب دو۔"

"تمھارے ساتھی... وہ جو میرے قتل پر آمادہ تھے جنھوں نے مجھے گرامرتا اور دوسری جگہوں پر ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ غالباً تمھیں اس بات کا علم ہوگا کہ ایک بے گناہ لڑکی تمھارے آدمیوں کے ہاتھوں ماری گئی۔"

"تمام باتوں کا علم ہے لیکن اس سفید فام شخص نے تمھیں کیا بتایا؟"

"یہی کہ وہ تمھاری ہدایت پر کام کر رہا تھا۔"

"کب بتایا اس نے؟" وہ متحیرانہ انداز میں بولا۔

"مرتے وقت اس کے آخری الفاظ یہی تھے۔"

"کیا...؟" وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "کیا شیلبر مر گیا؟"

"مجھے یہ نہیں معلوم کہ اس کا نام شیلبر تھا۔ ہاں اس کے ساتھ ایک نگرو بھی تھا جو اس کا انتہائی وفادار ساتھی ثابت ہوا اور اس نے بھی اس کے ساتھ ہی جان دے دی۔"

"اوہ... ڈیم... ڈیم... مائی گاڈ۔" متحیر شخص ریوالونگ کرسی کی پشت سے ٹک گیا اور کرسی پیچھے کو جھک گئی۔ میں پُرسکون انداز میں بیٹھا اُسے دیکھتا رہا۔ اسی وقت وہ دونوں آدمی اندر داخل ہوئے۔ انھوں نے ایک پیکٹ اس شخص کے سامنے رکھ دیا جس پر ربن بندھا ہوا تھا۔ پیکٹ پر نمبر بیس لکھا ہوا تھا۔ اس نے ان دونوں کو ایک اشارہ کیا جسے میں نے محسوس کر لیا تھا اور وہ دونوں کمرے کے دروازے کے پاس رک گئے۔

میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس فائل میں کوئی ایسی چیز ضرور ہے جس کا تعلق مجھ سے ہے۔ میں اس شخص کی تمام کیفیات بہ مسلسل غور کیے جا رہا تھا۔ اس نے مضطربانہ انداز میں فائل کھولی اور اس میں سے پلاسٹک کور کی ایک چھوٹی سی فائل نکالی اُس کا پہلا صفحہ کھول کر دیکھا۔ میری نگاہیں اس فائل کا جائزہ لے رہی تھیں لیکن اس کا رُخ اس طرح تھا کہ میں اُسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ وہ شخص فائل کو دیکھتا رہا اور پھر اس کی نگاہیں میری طرف اُٹھ گئیں۔ پھر اُس نے فائل کو دوبارہ دیکھا اور میری طرف دیکھنے لگا، اس کے بعد اس نے فائل بند کر دی۔

"مجھے گمان بھی نہیں تھا کہ تم علی یار خان ہو گے۔" وہ بڑبڑانے والے انداز میں بولا۔

میرے خیال کی تصدیق ہو گئی تھی۔ میں خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔ موجودہ صورتِ حال کے بارے میں، میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اگر میں نے کوئی فوری عمل کیا تو وہ صرف میرے حق میں نقصان دہ ہوگا اور پھر میں فوراً کوئی ایسی کارروائی کرنا بھی نہیں چاہتا تھا تاوقتیکہ کچھ تو صورتِ حال معلوم ہو۔

"کیوں مسٹر، اب بھی تم اس بات سے انکار کرو گے کہ تم علی یار خان نہیں ہو؟"

"یہ تمھارے سامنے کیا ہے؟" میں نے اس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"تمھاری فائل، تمھارے بارے میں تفصیلات۔"

"کس نے مہیا کی ہیں تمھیں؟" میں نے سوال کیا اور وہ میری صورت دیکھنے لگا۔

"تمھارے خیال میں یہ کون ہو سکتا ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"یہ بہتر ہے کہ تمھارا ذہن اس طرف نہیں جا رہا لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس انکشاف نے میرے ذہن کو جھنجھنا کر رکھ دیا ہے۔"

"اگر میں تمھاری باتیں سمجھ پاتا حسن پاشا تو ان کا جواب دیتا۔ جبکہ میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آ رہا۔"

"یہ بتاؤ کہ ان سارے معاملات سے تمھارا کیا تعلق ہے؟"

حسن پاشا نے سوال کیا۔

"جب تک تم میری باتوں کا جواب نہیں دو گے میں بھلا تمھاری باتوں کا جواب کیسے دے سکتا ہوں۔"

"سنو علی! صورتِ حال بالکل تبدیل ہو گئی ہے۔ میں... میں اتنا بدحواس ہو گیا ہوں کہ کچھ بھی کر سکتا ہوں۔ دراصل ایسا ہی آدمی ہوں میں۔ بدحواسی میں میرے اقدامات عموماً اُلٹے ہوتے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم اس کرسی سے زندہ نہ اُٹھ سکو۔" حسن پاشا نے کہا۔ اس کی آواز میں ایک عجیب سی کیفیت تھی جسے میں محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا۔ مجھے یوں لگا جیسے وہ جو کچھ کہہ رہا ہے اس میں سرمو فرق نہیں ہے۔

"تم لوگ تو پہلے بھی مجھے قتل کرنے کی کوششیں کرتے رہے ہو۔ اگر اس بار بھی تم یہی سب کچھ کرو گے تو بھلا مجھے کیا تعجب ہو سکتا ہے۔ اگر میرے قتل سے تمھارا مقصد پورا ہو رہا ہے تو ٹھیک ہے۔ ظاہر ہے میں تمھیں اس سے نہیں روک سکتا کیونکہ اس وقت میری پوزیشن بہت مخدوش ہے۔"

"پہلے اس بات کا اعتراف کرو کہ تم علی یار خان ہی ہو نا؟"

"ہاں، میں نے انکار کب کیا ہے؟" میں نے جواب دیا۔

"لیکن پھر یہ بتاؤ کہ تمھارا ان معاملات سے کیا تعلق ہے؟ کیا تمھیں اس بات کا علم ہے کہ کسی کو تمھاری سخت ضرورت ہے؟ کوئی تمھیں اپنی تحویل میں لینا چاہتا ہے اور اس کے لیے اس نے اپنے کارکنوں کو بڑی بڑی رقومات پیش کی ہیں؟"

"کون ہے وہ؟" میں نے سوال کیا۔

حسن پاشا کسی سوچ میں ڈوب گیا پھر کہنے لگا: "میں تمھیں کیوں بتاؤں کہ وہ کون ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ وہ فائل کہاں ہے اور تم اسے لے کر یہاں کیوں آئے ہو؟"

"میں اس سلسلے میں کیا کہوں، معلوم ہے حسن پاشا، میں یہ جاننا پسند کروں گا۔"

"سنو علی! تم گرین پول کے لیے آئے تھے۔ ایک شخص نہیں چاہتا کہ تم گرین پول سے رابطہ قائم کر سکو۔ یہ اس کا اپنا معاملہ ہے اور یوں سمجھو کہ ہم سب اس کے کارکن ہیں اور اسی کے ایما پر تمھیں قتل کر دینا چاہتے تھے۔ فائل کا حصول ہمارے لیے اس قدر اہمیت نہیں رکھتا، جتنا تمھارا گرین پول سے رابطہ قائم نہ ہونا۔ ہاں، اگر اس کے ساتھ ساتھ ہی فائل بھی ہمیں مل جائے تو یہ سونے پر سہاگہ ہوگا۔"

"گویا اگر فائل تمھیں مل جائے، تب بھی تم مجھے قتل کرنے سے باز نہیں رہو گے؟"

"اس بات سے میں انکار نہیں کروں گا۔ تم یوں سمجھ لو کہ تمھاری زندگی کسی بھی طور ممکن نہیں تھی۔ بے شمار لوگ تمھارے پیچھے لگے ہوئے تھے اور بالآخر تمھیں کہیں نہ کہیں تلاش کر کے قتل کر دیا جاتا۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ تم انتہائی طاقتور، چالاک اور پھرتیلے ہو۔ ہم تمھارے بارے میں گفتگو کرتے تھے تو یہی کہتے تھے کہ یہ ایجنٹ انتہائی خطرناک معلوم ہوتا ہے لیکن یہ تصور ذہن میں نہیں تھا یہ گمان بھی نہیں تھا کہ وہ علی یار خان ہوگا۔"

"تم مجھے کیسے جانتے ہو؟"

"میں نے کہا نا کہ کسی کو تمھاری ضرورت ہے اور ہم اسی کے کارکن ہیں۔"

"تو پھر اس شخص کا نام میں ہی کیوں نہ لے دوں تمھارے سامنے؟" میں نے جواب دیا۔ صورتِ حال اب کسی حد تک میرے ذہن میں واضح ہوتی جا رہی تھی۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"کیا اس شخص کا نام اولیو ہاورڈ نہیں ہے؟" میں نے کہا اور حسن پاشا کے چہرے پر گہری سنجیدگی چھا گئی۔

"میں نہیں جانتا کہ اس کا کیا نام ہے لیکن بہ خود تمھیں فائل کے بارے میں بتانا ہوگا اور یہ بھی بتانا ہوگا کہ تم ان لوگوں میں کیسے شامل ہو گئے۔ تمھارا ان سے منسلک ہونا میری سمجھ میں نہیں آتا۔"

"تمھارا تعلق امریکن سی آئی اے سے ہے؟"

"نہیں، امریکن سی آئی اے سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"تو پھر تم اولیو ہاورڈ کے لیے کیوں کام کر رہے ہو؟"

"میں نے کہا نا، ان تمام باتوں کا میں تمھیں کوئی جواب نہیں دوں گا۔ مجھے صرف یہ احکامات ملے تھے کہ تمھیں کسی بھی طرح گرین پول سے رابطہ قائم نہ کرنے دیا جائے خواہ اس کے لیے تمھیں قتل ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی مجھے یہ بھی حکم ملا تھا کہ وہ فائل بھی حاصل کر لی جائے۔ شاید ہمارا چیف اس فائل کے ذریعے مسٹر آئن شلائز کو کسی خاص معاملے میں بلیک میل کرنا چاہتا تھا۔"

"اور وہ چیف اولیو ہاورڈ ہے؟"

"میں تمھیں اس بات کا جواب کبھی نہیں دوں گا... مجھے یہ ایک گہری چال ہے لیکن اب صورتِ حال ذرا مختلف ہو گئی ہے۔ مجھے تمھارے سلسلے میں ابھی اپنے چیف سے رابطہ قائم کرنا پڑے گا۔ اس کی ہدایت کے بغیر میں کچھ نہیں کر سکتا لیکن علی! مجھے جو ہدایات تمھارے حوالے سے ملی ہیں وہ اتنی سنسنی خیز ہیں کہ شاید تمھارے گمان میں بھی نہ ہوں۔"

"وہ کیا؟"

"مجھ سے کہا گیا تھا کہ اگر علی کبھی مجھے دستیاب ہو جائے تو میں اسے زندگی کی قیمت پر اپنی قید میں رکھوں۔ سوری علی! میں تمھیں قتل نہیں کروں گا کیونکہ اب بات ذرا مختلف ہو گئی ہے۔ فائل کے بارے میں اگر تم بتا دو تو بہتر ہے، ورنہ میں تمھیں یہ بھی بتا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چکا ہوں کہ اگر فائل ہمیں نہ ملی تو ہمیں اس سے کوئی بہت زیادہ دلچسپی نہیں ہے۔ ہاں اس فائل سے کہیں زیادہ تم قیمتی ہو ہمارے لیے۔ مسٹر آئن شلارز اگر گرین پول سے رابطہ قائم نہیں کر پاتے تو یہ ان کا اپنا مسئلہ ہے۔ ہمارا کام تو صرف یہ تھا کہ تم گرین پول تک نہ پہنچ سکو اور ہم اب تک اپنی اس کوشش میں کامیاب رہے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ ابھی تم نے مجھے ٹیلر کی موت کی اطلاع دی ہے جبکہ ٹیلر ایسا آدمی نہیں تھا کہ اسے ایک شخص ہلاک کر سکے۔ البتہ مجھے جو کچھ تمھارے بارے میں بتایا گیا تھا اب اس بات پہ مجھے کوئی تعجب نہیں رہا ہے کہ ٹیلر تمھارے ہاتھوں قتل ہو گیا۔"

میرے ذہن میں یہ بات بالکل واضح ہو گئی تھی کہ میرے قتل کی کوششیں کیوں کی جا رہی تھیں لیکن یہ بھی میں اب سمجھا تھا کہ اولیو ہاورڈ کو اس سلسلے میں میری یہاں آمد کا پتہ نہیں تھی یہ تو صرف اتفاقات تھے کہ ایک بار پھر میں اس کے راستے پر آ گیا تھا یہاں استنبول میں اولیو ہاورڈ کے کرگوں سے یا اس سے میری اس طرح ملاقات ہو جائے گی میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔ اولیو ہاورڈ نہیں چاہتا تھا کہ آئن شلارز کا رابطہ گرین پول سے قائم ہو سکے اور گرین پول میں اور ان میں مفاہمت ہو سکے۔ چنانچہ اس نے اس شخص کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا جو گرین پول سے ملاقات کے لیے فائل لے کر آ رہا تھا اور یہ صرف اتفاق تھا کہ وہ شخص میں تھا۔

بہر طور اولیو ہاورڈ کے اس طرح ایک بار پھر سامنے آ جانے سے مجھے تھوڑی سی بے چینی ہو گئی تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ حالات ضرورت سے کچھ زیادہ ہی بڑھ گئے ہیں۔ حسن پاشا کچھ سوچ رہا تھا۔ پھر اس نے سامنے کھڑے ہوئے ایک آدمی کو چٹکی بجا کر اپنے قریب بلایا اور کہنے لگا۔

"مسٹر علی کے لیے انتہائی مناسب بندوبست کرنا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ان کی ٹانگیں ہمیشہ کے لیے مفلوج کر دی جائیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔ جاؤ ڈاکٹر مقیوڈل کو بلا کر لاؤ۔ مقیوڈل کو صحیح صورتِ حال بتا دو۔ سوری مسٹر علی! اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہے ہم آپ کی زندگی نہیں لے رہے یہ آپ کے لیے بہت بڑا اعزاز ہے لیکن آپ کی یہ ٹانگیں ہمیشہ کے لیے مفلوج کر دی جائیں گی جن سے آپ کے فرار کا خدشہ ہو سکتا ہے۔"

"اور تمھارا خیال ہے کہ میں یہ کام اطمینان سے کرا لوں گا۔" میں نے کہا۔

"ہاں میرا یہی خیال ہے۔" حسن پاشا نے کہا۔ اور اس سے قبل کہ میں کچھ سمجھتا، دفعتاً ایک ہلکی سی آواز ابھری پتا نہیں اس بدبخت نے کیا کیا تھا میرے ہاتھ کرسی کے ہتھوں پر رکھے ہوئے تھے۔ فوراً ہی کرسی کے نچلے حصے سے دو فولادی ہتھکڑیاں نکلیں اور میرے ہاتھوں کی کلائیوں میں کس گئیں۔ میں نے کرسی سمیت اٹھنے کی کوشش کی لیکن مجھے محسوس ہوا کہ کرسی کے پائے زمین میں دفن ہیں اور بولٹ سے کسے ہوئے ہیں۔ چنانچہ میں اٹھ نہیں سکتا تھا۔ میں نے زور لگایا۔ لیکن کچھ نہیں ہو سکا... فولادی ہتھکڑیوں کو اپنے ہاتھوں سے نکالنا میرے بس کی بات نہیں تھی۔ میں پھنس گیا تھا۔

میں حسن پاشا کے بارے میں اندازہ لگا چکا تھا کہ یہ شخص انتہائی خطرناک ہے اور جو کچھ کہتا ہے کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اگر واقعی میری ٹانگوں کو کوئی نقصان پہنچا دیا گیا تو؟

میرا سانس تیزی سے چل رہا تھا۔ حسن پاشا پُرخیال نگاہوں سے مجھے گھور رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "تم پاکستانی ہو نا علی؟"

"تمھیں اس سے کیا غرض؟ تم جن لوگوں کی غلامی کر رہے ہو ان کے لیے مصروفِ عمل رہو۔"

"دراصل میں صرف دولت کا غلام ہوں۔ مجھے... مجھے.... چلو ٹھیک ہے۔ میں یہ اعتراف کیے لیتا ہوں تمھارے سامنے کہ تمھارے بارے میں یہ ہدایات مجھے اولیو ہاورڈ ہی نے دی تھیں۔ امریکن سی آئی اے سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں اولیو ہاورڈ کے ذاتی دوستوں میں شامل ہوں اور شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو علی کہ اب سے تقریباً ایک سال پہلے یا شاید اس سے بھی کچھ زیادہ یا کم ہوئے ہوں گے مجھے تمھارے بارے میں ہدایات دے دی گئی تھیں۔ تمھاری تصویر اس طرح مجھے ذہن نشین کرا دی گئی تھی کہ تمھیں ایک نگاہ دیکھتے ہی مجھے ایک دم سے شک سا لگا۔ مجھ سے کہا گیا تھا کہ اگر تم کبھی میرے سامنے آ جاؤ تو میں زندگی کی قیمت پر تمھیں قابو میں کرنے کی کوشش کروں۔ اولیو ہاورڈ سے تمھارا کوئی لمبا جھگڑا ہے علی۔ مجھے تمھارے بارے میں خاصی تفصیلات بتائی گئی تھیں لیکن اس نقطۂ نگاہ سے کہ اگر تم سامنے آؤ تو میں تمھیں کوئی معمولی آدمی نہ سمجھوں بلکہ یہ سمجھ لوں کہ میرا سابقہ ایک خطرناک دشمن سے ہے۔ اولیو ہاورڈ سے تمھارا کیا جھگڑا ہے علی؟ اولیو ہاورڈ جیسے آدمی کو تم نے کس طرح زچ کیا ہے؟ ذرا مجھے اس کی تفصیل تو بتاؤ۔"

"تم بے وقوف معلوم ہوتے ہو حسن پاشا۔ تمھارا کیا خیال ہے اب ان حالات میں بھی میں زبان کھولوں گا تمھارے سامنے؟"

"نہیں نہیں۔ ٹھیک ہے جو کچھ تم مجھ کو نہ بتانا چاہو میں اس کے لیے تمھیں مجبور بھی نہیں کروں گا۔ میرا مشن تو اب تبدیل ہو گیا ہے۔ پہلے تو کچھ اور صورتِ حال تھی لیکن موجودہ صورتِ حال... واقعی... واقعی... مجھے گمان بھی نہیں تھا یوں مجھے یہ اعزاز میرے

لیے ہی تھا۔ سوری علی سوری! تم غلط جگہ آ پھنسے۔" حسن پاشا نے کہا اور اپنی کرسی سے اٹھ گیا۔

اسی وقت دروازہ پھر کھلا اور ایک خوش شکل آدمی اندر داخل ہوا۔ یہ بھی مقامی ہی تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک فرسٹ ایڈ باکس ٹائپ کی چیز تھی۔ اس نے وہ باکس آگے آ کر سیاہ رنگ کی میز پر رکھ دیا اور حسن پاشا کی طرف دیکھنے لگا۔

"سنو! تمھیں اس شخص کی ٹانگیں ہمیشہ کے لیے ناکارہ کر دینی ہیں تم نے ایک بار تذکرہ کیا تھا ایک ایسی چیز کا۔"

"ہاں مجھے ہدایت مل گئی تھیں سر۔" اس نے جواب دیا۔

"تو پھر عمل کرو۔" حسن پاشا نے کہا اور ڈاکٹر نے تھوڑا سا پیچھے ہٹ کر بکس میں سے ایک شیشی نکالی جو ایک انجکشن تھا پھر اس نے ایک سرنج نکال کر شیشی کی دوا اس سرنج میں کھینچ لی۔ سیاہ رنگ کا یہ رقیق سا سیال نجانے کیا چیز تھی لیکن اس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ یہ میری دونوں ٹانگیں ہمیشہ کے لیے ناکارہ کر دے گا۔ حسن پاشا اب میز کے کونے سے لگا کھڑا تھا اور میری جانب دیکھ رہا تھا۔ مجھے اندازہ تھا کہ میری کوئی کوشش کارگر نہیں ہو سکے گی۔ وہ لوگ اپنے کام میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن یہ سب کچھ ہونا تو نہیں چاہیے تھا اور اس کے لیے میں آخری کوشش کر لینے کا خواہش مند تھا۔ شکر تھا کہ میرے پاؤں آزاد تھے۔ ہر چند کہ کرسی کی ڈیزائننگ کچھ ایسی تھی کہ میں کوئی خاص کارروائی نہیں کر سکتا تھا لیکن ڈاکٹر اتنی آسانی سے تو میری ٹانگوں میں یہ انجکشن نہیں لگا سکے گا۔ میں نے سوچ لیا اور ڈاکٹر نے سرنج کو اوپر کر کے دیکھا اور حسن پاشا نے پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔

"اگر تمھاری طرف سے کسی بھی قسم کی حرکت یا جنبش ہوئی علی تو پھر میں اس بات کے لیے مجبور ہو جاؤں گا کہ تمھیں موت کے گھاٹ اتار دوں۔ تمھاری زندگی اس وقت تک محفوظ ہے جب تک تم میری قید میں ہو۔ میں تمھیں اولیو ہاورڈ کے حوالے کر دوں گا اور اس کے بعد یہ مسئلہ سو فیصدی ہاورڈ کے ذمے ہو گا جبکہ اس سے قبل مجھے ہدایت کی گئی تھیں کہ تمھیں قتل کر دیا جائے، سمجھے۔ زندگی کے کچھ لمحات غنیمت جانو اور اپنی زندگی کو بچانے کی کوشش کرو۔" میں حسن پاشا کے چہرے کی جانب دیکھ رہا تھا۔ سیاہ رنگ کے پستول کا رُخ میری پیشانی کی جانب تھا۔

ڈاکٹر اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد میری طرف بڑھنے لگا۔ اتنا بے بس میں شاید زندگی میں کبھی نہیں ہوا تھا۔ کوئی نہ کوئی ترکیب ایسی ہو جاتی تھی کچھ نہ کچھ ہو جاتا تھا کہ مجھے زندگی بچانے کا موقع مل جاتا تھا لیکن اب اگر اس شخص کا کہنا درست تھا۔ انجکشن میرے پیروں میں انجیکٹ ہو گئے تو شاید میں کچھ نہ کر سکوں۔ ہاں بے بسی کا یہ احساس میرے لیے بڑا جان لیوا تھا۔ ڈاکٹر وہ انجکشن لیے ہوئے میرے بالکل قریب پہنچ گیا۔ وہ میرے پیروں کے نزدیک بیٹھ گیا۔ حسن پاشا کے ریوالور کا رُخ میری پیشانی کی سمت تھا اور میں اس بات کا جائزہ لے رہا تھا کہ ڈاکٹر کس اینگل سے میرے پیروں کے پاس بیٹھ سکتا ہے اور میں اس سلسلے میں زیادہ سے زیادہ کیا کوشش کر سکتا ہوں۔

میرے بدن میں شدید سنسنی دوڑ رہی تھی۔ دورانِ خون بہت تیز ہو گیا تھا۔ مجھے صرف ڈاکٹر کے اپنے پاس بیٹھنے کا انتظار تھا۔ وہ کس زاویے سے بیٹھتا ہے؟ اس پر میری بقیہ زندگی کا دارومدار تھا۔ اگر ڈاکٹر کسی طرح سامنے کے رُخ پر آ جائے تو میں کوشش کر سکتا ہوں۔ اس وقت میرے جوتے کی ٹھوکر کم از کم ڈاکٹر کو ناکارہ تو کر ہی دے گی۔ اس کے بعد جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔ میں صرف اسی کا منتظر تھا کہ ڈاکٹر میرے پیروں کے قریب پہنچ جائے لیکن وہ کافی چالاک آدمی معلوم ہوتا تھا کیونکہ وہ عقب سے میرے نزدیک پہنچا تھا۔ پیچھے اتنی جگہ نہیں تھی کہ میں اپنی بھرپور ٹھوکر کو استعمال کر سکوں اور اب یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے تقدیر میرے ساتھ زندگی کا ایک اور مذاق شروع کرنے والی ہے۔ اگر واقعی میرے پاؤں ناکارہ ہو گئے تو اس کے بعد سچی بات تو یہ ہے کہ علی یار خان کی شخصیت ختم ہو جائے گی۔ بھلا ایک اپاہج آدمی کیا کر سکتا ہے۔ میں نے بے اختیاری کے عالم میں دونوں پاؤں اٹھائے اور سیاہ رنگ کی میز کے پائے پر جما دیے جو میرے سامنے تھی۔

دفعتاً مجھے محسوس ہوا جیسے سیاہ رنگ کی میز زمین میں نصب نہیں ہے بلکہ میرے پیروں کے دباؤ سے وہ آہستہ سے ہلی تھی۔ میز کے حجم اور اس کے وزن کا اندازہ لگانے کا اس وقت موقع نہیں تھا۔ زندگی بچانے کے لیے ایک وحشیانہ جدوجہد اور مجنونانہ کوشش ہی اس وقت کارآمد ہو سکتی تھی چنانچہ میں نے پھرتی سے پیچھے کھسک کر دونوں پاؤں میز کی ٹاپ پر جمائے اور پھر اپنی تمام تر قوت صرف کر کے میز کو زور سے الٹ دیا۔ میز کے کونے سے چونکہ حسن پاشا لگا ہوا کھڑا تھا اور اسے اس بات کی توقع نہیں تھی کہ میں ایسی کوئی کارروائی کر لوں گا۔ اس کے علاوہ میری مدد زمین میں فکس کرسی نے بھی کی تھی جس کی پشت سے اپنی پشت لگا کر میں نے اپنی تمام تر قوت مجتمع کر لی تھی اور آسمانوں میں موجود میرے خدا نے بھی جو میری بے بسی کو محسوس کر چکا تھا۔

میز پوری قوت سے الٹی اور حسن پاشا اس کی زد میں آ گیا لیکن اضطراری طور پر اس کا ہاتھ بھی ٹرائیگر پر دب گیا تھا اور اس کا نشانہ دروازے پر کھڑا ہوا وہ شخص بن گیا جو ان حالات کی نگرانی کر رہا تھا۔ میں میز الٹنے کے علاوہ اور کچھ نہ کر سکا۔ کرسی پر سے اٹھنا میرے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیے ممکن نہیں تھا لیکن تقدیر کچھ اور ہی کھیل کھیلنا چاہتی تھی۔ یکا یک ہی ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکا ہوا اور در و دیوار لرز کر رہ گئے۔ حسن پاشا جو میز کے نیچے گرا ہوا تھا اور اب اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا ایک بار پھر گر پڑا۔ دروازہ اپنی جگہ سے اکھڑ کر نیچے آ رہا تھا۔ ڈاکٹر بے اختیار اٹھا اور باہر کی طرف لپکا لیکن اس کوشش میں وہ دوسرے آدمی سے ٹکرا گیا جو دروازے پر جما ہوا تھا اور اب اپنے اس ساتھی کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا جس کو گولی لگ گئی تھی۔ ایک دم طوفان سا آ گیا تھا۔ سب ہی منتشر ہو گئے تھے لیکن بدقسمتی سے میں اپنے ہاتھوں کی ہتھکڑیاں کھولنے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔

پھر دور کہیں فائر کی آواز سنائی دی۔ ایک فائر، دو فائر، تیسرے فائر کے بعد تڑاتڑ گولیاں چلنا شروع ہو گئیں۔ ان گولیوں میں انسانی چیخوں کی آوازیں بھی ابھر رہی تھیں، نسوانی اور مردانہ چیخیں۔ حسن پاشا بری طرح دہاڑا۔

"دیکھو... دیکھو... کیا ہو رہا ہے؟" اس کے بعد وہ بھی اپنے آپ کو سنبھال کر بے اختیارانہ باہر دروازے کی جانب دوڑ گیا تھا۔ دروازے کے قریب پڑی ہوئی لاش سے اسے زوردار ٹھوکر لگی اور وہ گرتے گرتے بچا لیکن اس کے بعد سنبھل کر باہر نکل گیا۔ اب کمرے میں صرف میں رہ گیا تھا یا پھر اس شخص کی لاش پڑی ہوئی تھی جو حسن پاشا کی گولی کا شکار ہوا تھا۔ گولی شاید کسی ایسے مقام پر لگی تھی کہ اس کی فوری موت واقع ہو گئی تھی۔ میں نے ایک بار پھر بے بسی سے اپنی ہتھکڑیوں کو دیکھا جب مجھے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے لیے ٹک رہی تھیں لیکن کوئی حل نہیں تھا میرے پاس۔

چند لمحات ہی گزرے تھے کہ دفعتاً ایک شخص اندر داخل ہوا۔ اس کا چہرہ سیاہ نقاب میں چھپا ہوا تھا۔ خاصے تن و توش کا مالک معلوم ہوتا تھا لیکن انتہائی پھرتیلا۔ اندر داخل ہوتے ہی اس نے پھرتی سے دروازہ بند کر دیا اور پھر کمرے میں نگاہیں دوڑانے لگا۔ نجانے کیوں مجھے محسوس ہوا کہ وہ میرے مخالفوں میں سے نہیں ہے۔ اس کی حرکات و سکنات سے یہی اندازہ ہو رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ میرے قریب پہنچا اور پھر میرے ہاتھوں میں پڑی ہتھکڑیوں کو دیکھنے لگا۔ اس کی نگاہیں ہتھکڑیوں سے ہٹ کر ادھر ادھر بھٹکنے لگیں۔ میں نے یہ اندازہ تو لگا لیا تھا کہ یہ شخص کم از کم مجھے نقصان پہنچانے والوں میں سے نہیں ہے۔ چنانچہ میں نے آہستہ سے کہا۔ "اس نے اس میز کے پیچھے بیٹھے بیٹھے کوئی کارروائی کی تھی جس کی بنا پر یہ ہتھکڑیاں میرے ہاتھوں میں پڑ گئیں۔" میری بات سنتے ہی نقاب پوش اس طرف بڑھ گیا، جدھر میز الٹی پڑی تھی۔ اس نے میز کو سیدھا کیا اور پھر اس کی نچلی سطح پر کچھ تلاش کرنے لگا۔

چند ہی لمحے بعد کلک کی ہلکی سی آواز کے ساتھ ہتھکڑیاں کھل گئیں اور میں پھرتی سے کھڑا ہو گیا۔

"تمہارا شکریہ دوست! اس امداد کو میں کبھی فراموش نہیں کروں گا۔" نقاب پوش نے کوئی جواب نہیں دیا اور پھرتی سے میرا شانہ تھپتھپا کر دروازے کی طرف چلنے کا اشارہ کیا۔ پستول اب بھی اس کے ہاتھ میں دبا ہوا تھا۔

مجھ سے پہلے وہ دروازے کے قریب پہنچا اور پھر اس نے دروازہ کھول کر باہر راہداری میں جھانکا۔ دروازہ کھلتے ہی شور شرابے کی بے پناہ آوازیں میرے کانوں میں ابھرنے لگیں۔ دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں بھی ان آوازوں میں شامل تھیں۔ نقاب پوش نے میرا بازو پکڑا اور اس کمرے کی سامنے والی راہداری میں دوڑنے لگا۔

راہداری کے بائیں سمت ایک چھوٹی سی دیوار تھی جو تقریباً تین ساڑھے تین فٹ بلند تھی۔ اس نے دیوار کی طرف اشارہ کیا اور پھر خود دیوار کے دوسری جانب کود گیا۔ میں اس کی تقلید کر رہا تھا۔ اس جگہ کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم تھا۔ راہداری کی اس دیوار کو پھلانگنے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ ہم ایک صحن نما جگہ میں ہیں لیکن تھوڑے ہی فاصلے پر بلند دیواریں نظر آ رہی تھیں۔ گویا اس طرف سے فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا لیکن نقاب پوش بدستور مجھے اشارہ کرتے ہوئے آگے دوڑ رہا تھا۔ اس نے ابھی تک بولنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں نے بھی اس پر ہی بھروسا کر لیا تھا، جب اس شخص نے اس طرح میری مدد کی تھی تو یقینی طور پر یہ مجھے نقصان نہیں پہنچائے گا۔

نقاب پوش تقریباً سو گز تک دوڑا اور اس کے بعد ویسی ہی ایک دوسری دیوار پھلانگ کر دوبارہ اندر داخل ہو گیا۔ جب وہ دیوار کی طرف بڑھ رہا تھا تو میں نے اس سے سوال کرنے کی کوشش بھی کی کہ واپس اسی عمارت میں کیوں جا رہا ہے لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور دیوار پھلانگ گیا۔

میرا حلیہ بھی عجیب ہو رہا تھا، بدن پر لبادہ اور نیچے انڈرویئر۔ اس حالت میں باہر بھی تو نہیں جا سکتا تھا اور پھر یہی بات یہ ہے کہ باہر جانے کا موقع ہوتا تو نقاب پوش جو مجھے اس کمرے سے نکال کر لایا تھا، یقیناً میری رہنمائی کرتا چنانچہ بہتر یہی تھا کہ میں اس کی تقلید کرتا رہوں۔ وہ پھر ویسی ہی ایک راہداری میں پہنچ گیا اور وہاں سے آگے بڑھ کر ایک کمرے کے دروازے کے سامنے رک گیا۔ اس نے پھرتی سے دروازہ کھولا اور مجھے اندر آنے کا اشارہ کیا۔

میں اس چھوٹے سے کمرے میں داخل ہو گیا جو بیڈ روم کی حیثیت رکھتا تھا اور پھر نقاب پوش نے دروازہ بند کر لیا تب پہلی بار اس کی آواز ابھری۔

"ہم لوگ اس وقت یہاں سے باہر نہیں نکل سکتے، باہر نکلنا تقریباً ناممکن ہے لیکن تم فکر نہ کرو، تم محفوظ ہو علی!" یہ آواز... یہ آواز

میرے لیے ایک دھماکے سے کم نہیں تھی۔ میں متعجبانہ انداز میں منہ پھاڑ کر رہ گیا۔ بھلا تارینا ہارڈو کی آواز اور میں نہیں پہچانتا! میں نے اس کے قد و قامت اور جسامت کا اندازہ لگایا لیکن اس سے قبل کہ میں کچھ کہتا اس نے اپنے چہرے سے نقاب کھینچ دی۔

نقاب کے نیچے سے تارینا ہارڈو کا چہرہ ہی برآمد ہوا تھا۔ میری زبان گنگ ہو گئی تھی۔ یہ صورت حال میرے لیے انتہائی غیر متوقع تھی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تارینا ہارڈو یہاں استنبول میں موجود ہو گی۔ میں بدستور آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہا تھا۔ تارینا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یہ اتنے زیادہ تعجب کی بات تو نہیں ہے علی۔ بیٹھو، بیٹھ جاؤ۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں ایک گہری سانس لے کر وہیں ایک نشست پر بیٹھ گیا تھا۔ باہر سے شور شرابے اور ہنگاموں کی آوازیں اب بھی آ رہی تھیں۔ تارینا خود بھی میرے سامنے بیٹھ گئی۔

"اب فی الحال اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہے کہ ہم لوگ انتظار کریں۔"

"لیکن استنبول میں تم کب آئیں؟" میں نے حیرت زدہ انداز میں سوال کیا۔

"زیادہ وقت نہیں ہوا۔" اس نے جواب دیا۔

"اور... اس وقت یہاں؟"

"بس یوں سمجھ لو کہ تمہاری خوشبو سونگھتی ہوئی یہاں تک پہنچ گئی تھی۔"

"ان لوگوں کو علم ہے کہ تم یہاں موجود ہو؟"

"ہاں، کیوں نہیں۔"

"میرا مطلب ہے حسن پاشا کے پاس تم کس حیثیت سے ہو؟"

"کچھ باتیں راز ہی میں رہنا زیادہ اچھا ہوتا ہے حالانکہ تمہارے سامنے یہ کہتے ہوئے شرمندگی ہوتی ہے۔ بھلا تم سے بھی کوئی راز، راز رکھا جا سکتا ہے۔ بس یوں سمجھ لو کہ بعض ضرورتیں انسان کو اس کی مرضی کے خلاف عمل پر بھی مجبور کر دیتی ہیں۔ تم اس سلسلے میں مجھ سے سوال مت کرو کہ میں یہاں کیوں موجود ہوں اور کس طرح اس جگہ تک آئی ہوں۔ میری خوش بختی ہے علی کہ تمہاری ایک چھوٹی سی خدمت کرنے کا شرف حاصل کر سکی۔ بڑا قرض ہے تمہارا میرے اوپر، ادائیگی کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔"

"جذباتی جملوں کا استعمال اس وقت بالکل بے معنی ہے تارینا، یہ بتاؤ باہر کیا ہو رہا ہے؟"

"تماشا۔" اس نے مسخرانہ انداز میں کہا۔

"وہ کون لوگ ہیں جو ان پر گولیاں برسا رہے ہیں؟ کیا تم پورے گروہ کے ساتھ یہاں حملہ آور ہوئی ہو؟"

"نہیں۔ میرا گروہ صرف میں ہی ہوں۔" تارینا نے جواب دیا تھا۔

"لیکن یہ گولیاں جو چلائی جا رہی ہیں...؟"

"آپس میں ایک دوسرے پر چلائی جا رہی ہیں۔" تارینا نے کہا اور ہنس پڑی۔

"کیا مطلب! یہ لوگ آپس ہی میں بھڑ گئے ہیں!"

"بھڑ نہیں گئے، انہیں بھڑایا گیا ہے علی۔ بس ذرا سی ہوشیاری سے کام لینا پڑا ہے۔ وہ دھماکا میں نے ہی کیا تھا اور اس کے بعد صرف تین فائر، تین مختلف سمتوں میں کیے تھے۔ اس انداز میں کہ ان لوگوں کو یوں محسوس ہو جیسے کچھ لوگ ان کے مقابلے پر آ گئے ہیں اور اس کے بعد وہ بھی شروع ہو گئے اور مسلسل شروع ہیں۔"

"لیکن یہ آوازیں تو بے پناہ ہیں، یہ چیخنے چلانے کی بے تحاشا آوازیں؟"

"تم ٹریکوش ہاتھ میں داخل ہوئے تھے نا۔ وہاں لوگ باتھ لینے آتے ہیں۔ اب ظاہر ہے گولیاں چل رہی ہیں تو چیختے چلاتے لوگ ادھر ادھر دوڑتے پھریں تو پھر کیا کریں۔"

"اوہ! اس کا مقصد ہے کہ... کہ..." میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"ہاں۔ مجھے تمہارے بارے میں خبر مل گئی تھی اور خدا کا شکر ہے کہ میں بروقت تمہاری مدد کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ بس بارود کے ایک ذخیرے کو آگ دکھانا پڑی تھی اور اس کے بعد تین فائر کرنے پڑے تھے، میرا کام بن گیا۔ میں تمہیں ان لوگوں کے نرغے سے بچانا چاہتی تھی۔ اب وہ لوگ آپس میں گولیاں چلا رہے ہیں اور ان کے گاہک چیختے چلاتے پھر رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ٹریکوش باتھ تو ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔ یہاں کے قوانین کافی سخت ہیں۔"

"گڈ، گڈ۔ بہرحال تارینا، تم نے مجھ سے معذرت کر لی ہے کہ مجھے یہاں اپنی آمد کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گی اس لیے میں اس سلسلے میں مزید اصرار بھی نہیں کروں گا لیکن کیا یہ بات تعجب خیز نہیں ہے کہ تم مجھے بڑے اطمینان سے یہاں لے آئی ہو۔ پھر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ میں آسانی سے یہاں سے نکل جاؤں گا؟"

"ہاں۔ اس کا تدارک ہے میرے پاس۔" تارینا نے جواب دیا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ ایک منٹ۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور ایک الماری کی طرف بڑھ گئی۔

ٹریکوش حمام میں ایک کمرہ اور خاص طور سے ایسی جگہ جہاں ٹریکوش کے عملے کے لوگ یا باتھ کا مالک رہتا ہو، تارینا کے پاس ہونے کا مقصد یہ تھا کہ وہ کسی طرح حسن پاشا کے پاس کوئی خاص حیثیت اختیار کر کے آئی ہے لیکن کیا حیثیت ہے اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ میں اس کی کارروائی دیکھتا رہا۔ چند لمحات کے بعد اس نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک لباس نکال کر میرے سامنے رکھ دیا اور کہنے لگی "یہ مت سوچنا کہ یہ سارے انتظامات میں نے پہلے سے کر کے رکھ دیے ہیں۔ بس یوں سمجھ لو کہ یہ میرے اپنے لیے ضروری تھے۔ یہ لباس ممکن ہے تمھارے بدن پر فٹ نہ ہو لیکن تمھیں یہاں سے نکالنے کا باعث بن جائے گا اور پھر ایک دلچسپ بات اور بھی ہے وہ یہ کہ ٹریکوش کے کلاک روم میں مختلف لوگوں کے لباس موجود ہیں۔ اس وقت اس حالت میں وہ ننگے تو سڑکوں پر نہیں جا سکتے۔ اس لیے کوئی نہ کوئی لباس پہننے کی کوشش کریں گے چنانچہ اگر یہ بے تکا لباس تمھارے بدن پر ہو گا تو بھی کوئی تم پر خاص توجہ نہیں دے گا۔"

"لیکن میں اپنی صورت کو کہاں لے جاؤں گا؟" میں نے کہا۔

"اس کا خصوصی بندوبست ہے میرے پاس" تارینا نے ایک بکس میرے سامنے کھول دیا۔ اس میں میک اپ کا بہترین سامان رکھا ہوا تھا۔ میری حیرت بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ تارینا ہمیشہ سے ایک پُراسرار عورت رہی تھی۔ ہر چند کہ ایک معاملے میں اسے میری امداد کی ضرورت پیش آگئی تھی اور دوسری بار اس نے ٹیلی فون پر مجھ سے اپنے ایک کام کے لیے درخواست کی تھی جو اتفاق سے مجھ تک آگیا تھا لیکن بذاتِ خود مجھے وہ عورت ہمیشہ پُراسرار اور بے حد ذہین محسوس ہوئی تھی۔

میک اپ کے سامان کے استعمال میں میں نے دیر نہیں کی اور تھوڑی دیر کے بعد میرا چہرہ بالکل تبدیل ہو گیا تھا۔ گردن تک میک اپ کرنے کے بعد میں نے وہ لباس پہن لیا تھا جو میرے بدن پر کسی قدر چُست تھا لیکن کام چلانے کے قابل تھا۔

لباس پہننے کے بعد میں نے تارینا کی طرف دیکھا اور وہ آنکھیں بند کر کے مسکراتی ہوئی بولی "اب تم بھی چیخنے چلانے والوں کی بھیڑ میں شامل ہو جاؤ علی۔ میرا خیال ہے کوئی تمھاری طرف توجہ نہیں دے گا اور پلیز یہ تھوڑی سی رقم بھی رکھ لو پتا نہیں کن حالات سے گزر رہے ہو۔"

"رقم کا حصول میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے تارینا! ابھی کام چل رہا ہے۔"

"اس کے باوجود رکھ لو پلیز۔"

"لیکن کچھ اور سوالات بھی تو کرنے ہیں تم سے۔"

"ہاں کر لو۔ ابھی تو یہ ہنگامہ کافی دیر تک جاری رہے گا میں جانتی ہوں۔" تارینا نے جواب دیا۔

"سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ میں تمھیں گرانڈ ٹاور کے بارے میں بتا دوں کہ وہاں مجھ سے گرین پول کے کسی آدمی نے رابطہ نہیں قائم کیا بلکہ اس کے بجائے چند لوگ میرے پیچھے لگ گئے۔ دو تین جگہ مجھے ہلاک کرنے کی کوشش بھی کی گئی اور بمشکل تمام میں ان سے جان بچا سکا۔ حسن پاشا بھی انھی آدمیوں میں سے ایک ہے اور اب یہ بات حسن پاشا نے اُگل دی ہے کہ اوڈیو ہاورڈ بھی یہاں پر میرے پیچھے ہے۔ وہ کمبخت مسلسل میری زندگی کا گاہک بنا ہوا ہے اور حسن پاشا اس کا گرگا ہے۔ اُسی کے ایما پر مجھے یہاں لایا گیا ہے لیکن یہ بات بھی مجھے معلوم ہوئی ہے حسن پاشا سے کہ اوڈیو ہاورڈ نے مجھے علی یار خان کی حیثیت سے یہاں ٹریس نہیں کیا بلکہ وہ مجھے مسٹر آئن شلائز کا ہی نمائندہ سمجھا اور گرین پول کے نمائندوں سے مجھے نہیں ملنے دینا چاہتا تھا۔"

"خوب! کیا یہ بات حسن پاشا نے تمھیں بتائی ہے؟"

"ہاں کسی حد تک اس سے بھی معلوم ہوئی ہے۔"

تارینا ہارڈو کسی سوچ میں ڈوب گئی۔ خاصی دیر تک وہ پریشانی کے انداز میں سر کھجاتی رہی پھر اس نے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہاورڈ یہ فائل گرین پول تک کیوں نہیں پہنچنے دینا چاہتا۔"

"اس کا ایک ہی مقصد ہو سکتا ہے تارینا۔ وہ یہ کہ ہاورڈ، مسٹر آئن شلائز کو مسلسل بلیک میل کرتے رہنا چاہتا ہے۔ غالباً وہ خود بھی ان سے کوئی کام لے رہا ہے۔"

"ممکن ہے ایسی بات ہو لیکن علی اب تمھارا کیا پروگرام ہے؟"

"حسن پاشا کے ذریعے یہ بات اب ہاورڈ کو معلوم ہو جائے گی کہ میں یہاں موجود ہوں اور میں ہی وہ نمائندہ ہوں جو گرین پول کے نمائندوں سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ گو اس وقت میں تمھاری وجہ سے یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا جبکہ حسن پاشا کا منصوبہ تھا کہ وہ مجھے ٹانگوں سے ناکارہ کر کے اوڈیو ہاورڈ کی خدمت میں پیش کر دے گا۔ یہ منصوبہ اس نے میری شکل دیکھنے کے بعد فوری طور پر ترتیب دیا تھا۔ حسن پاشا اوڈیو ہاورڈ کا کرائے کا آدمی ہے اور اس کے مفادات کے لیے کام کرتا ہے۔ بقول اس کے میری فائل اسے بہت پہلے دی گئی تھی۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اوڈیو ہاورڈ نے میرے بارے میں جگہ جگہ تفصیلات فراہم کر دی ہیں کہ میں اس کے شکنجے میں کہیں نہ کہیں ضرور پھنس جاؤں۔ خیر ان ساری باتوں سے مجھے کوئی غرض نہیں ہے۔ مسئلہ صرف یہ ہے کہ میں گرین پول کے نمائندوں سے کہاں ملاقات کروں۔"

"جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اگر انھوں نے گرانڈ ٹاور میں تم سے ملاقات کرنے کی کوشش نہیں کی تو اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ بھی ہاورڈ کے پروگرام سے کسی حد تک واقف ہو گئے ہیں یا ممکن ہے ہاورڈ ہی نے ان کے راستے میں رکاوٹیں ڈالنے کی کوشش کی ہو۔ تاہم میں تمھیں ایک جگہ کا پتا بتا دیتی ہوں، وہاں اگر تم کوشش کرو تو گرین پول کے نمائندوں سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔"

"کون سی جگہ ہے وہ؟" میں نے سوال کیا۔

"ہیپوڈرم کے بائیں کونے میں کوئنس نامی ایک ہوٹل ہے۔ زیادہ اچھی جگہ نہیں ہے تمھیں پسند نہیں آئے گی لیکن کوئنس کے کاؤنٹر پر اگر تم جا کر سفید رومال رکھو گے تو میرا خیال ہے تمھارا کام بن سکتا ہے تم ان لوگوں پر اعتبار کر سکتے ہو۔"

"کوئنس؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں ہیپوڈرم کے بائیں سمت تمھیں اس کا نیون سائن نظر آجائے گا۔"

"ٹھیک ہے لیکن ہاورڈ کے معاملے میں خاص سنجیدگی سے سوچنا پڑے گا تارینا۔ اچھا ایک بات اور بتاؤ۔ کیا یہاں تم سے میرا دوبارہ رابطہ قائم ہو سکتا ہے؟"

"علی! یہ سب حالات کے تحت ہے۔ میں خود بھی یہاں ایک مشن پر آئی ہوئی ہوں۔ کوشش کروں گی کہ تم سے ملوں۔ تم اپنا کام انجام دو میں تمھیں خود تلاش کر لوں گی۔" اس نے جواب دیا اور میں پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ "دیر نہ کرو اس سے قبل کہ یہاں کا ہنگامہ ختم ہو جائے تمھیں یہاں سے نکل جانا چاہیے کیونکہ اس کے بعد وہ تمھاری طرف متوجہ ہوں گے۔ صورتِ حال کا اندازہ لگانے میں انھیں بہت زیادہ وقت نہیں پیش آئے گی۔"

"او کے تارینا۔ لیکن تم نے میرے لیے سوچنے کو بہت کچھ چھوڑ دیا ہے۔ میں تمھارے لیے اُلجھا رہوں گا۔"

"پلیز علی! میری فکر مت کرو۔ میں نے یہ چھوٹا سا کام کر کے تمھاری کوئی خاص خدمت انجام نہیں دی ہے۔ بہرطور میں کوشش کروں گی کہ زندگی کے کسی مرحلے پر تمھاری ان عنایات کا صلہ دے سکوں۔"

میں نے اُسے خدا حافظ کہا اور کمرے کا دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔ راستے سنسان پڑے ہوئے تھے۔ چنانچہ میں برق رفتاری سے دوڑتا ہوا ایک طرف پہنچ گیا۔ یہ علم ہو گیا تھا مجھے کہ یہ وہی جگہ ہے جہاں میں داخل ہوا تھا یعنی ٹریکوش باتھ چنانچہ راستوں کا اندازہ لگانے میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئی اور تھوڑی دیر کے بعد میں بھی چیخنے چلانے والوں میں شامل ہو گیا۔ بے شمار لوگ تھے جو ابھی تک یہاں سے نکل نہیں پائے تھے۔ عجیب عجیب حلیے ہو رہے تھے ان کے۔ کچھ تولیوں میں نہائے ہوئے تھے اور کچھ پانی میں بھیگے ہوئے چوہوں کی مانند نظر آرہے تھے۔ سب کے چہروں پر بدحواسی تھی۔ اس وقت مجھے بھی انھی کے انداز میں سارے کام کرنے تھے چنانچہ میں بھی چیختا چلاتا ہوا بیرونی دروازے کی سمت بھاگا۔ گولیاں چلنا بند ہو گئی تھیں۔ لوگ ایک دوسرے سے صورتِ حال معلوم کرتے پھر رہے تھے۔ خاصی عجیب سی حالت تھی یہاں کی۔

مجھے دروازے سے باہر آنے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ ٹریکوش باتھ کے سامنے پولیس کی چند گاڑیاں آکر رکی تھیں میں نے ایک ایسا راستہ اختیار کر لیا جہاں پولیس سے میری مڈبھیڑ نہ ہوا اور پھر اس راستے پر دوڑتا چلا گیا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد میں ٹریکوش سے کافی دور نکل آیا۔ میرا لباس اب اتنا بے تکا بھی نہیں تھا کہ ہر شخص کی نگاہ مجھ پر پڑنے لگے۔ میں ٹیکسی کی تلاش میں اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑانے لگا لیکن کمبخت ٹیکسی کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔

کافی دور پیدل چلنے کے بعد بالآخر مجھے ایک ٹیکسی ملی اور میں اس میں بیٹھ کر پیکارڈی کی طرف روانہ ہو گیا۔ پیکارڈی پہنچنے کے بعد میں نے سب سے پہلا کام یہی کیا کہ غسل خانے میں جا کر تقریباً آدھے گھنٹے تک گرم پانی کے نیچے بیٹھا رہا، اس کے بعد ایک ہلکا پھلکا لباس پہن کر باہر نکل آیا۔ ویٹر کو بلا کر کافی طلب کی اور دو پیالی کافی پینے کے بعد کرسی پر بیٹھ کر اونگھنے لگا۔

ان سارے واقعات نے دماغ کی چولیں ہلا کر رکھ دی تھیں اور کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ کیا ہو گیا اور اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ ہاورڈ کمبخت کی یہاں موجودگی میرے لیے سوہانِ روح تھی۔ اس شخص نے ناک میں دم کر رکھا تھا۔ ابھی تک میں اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے کوئی منصوبہ بندی نہیں کر سکا تھا اور اس بار تو میں نادانستگی میں اس کے ہاتھوں مارا ہی گیا تھا۔ کمبخت بہت قطعی انسان تھا، آئن شلائز کے پیچھے پڑ گیا تھا اور گرین پول کے ساتھ مل کر سازش نہیں کر رہا تھا۔ اب جب اسے حسن پاشا سے یہ بات معلوم ہو گی کہ میں آئن شلائز کا نمائندہ بن کر یہاں آیا ہوں تو پھر اس وقت کیا صورتِ حال ہو گی؟

کاش حسن پاشا بھی اس ہنگامے میں کام آجاتا تو کم از کم ہاورڈ کو میری شخصیت کا علم تو ہو پاتا۔ کیونکہ حسن پاشا ہی کے ذریعے وہ اس صورتِ حال سے آگاہ ہو گا۔ کیا یہ مناسب نہیں ہے کہ ہاورڈ کے صورتِ حال سے آگاہ ہونے سے پہلے ہی میں گرین پول کے سلسلے میں کوئی مناسب کارروائی کر لوں؟ میں نے سوچا لیکن اس وقت صورتِ حال ایسی تھی کہ میں کوئی بھی جسمانی مشقت کرنے کے لیے اپنے آپ کو تیار نہیں پا رہا تھا چنانچہ ایسی کوئی بھی کوشش میرے لیے نقصان دہ ہی ہو سکتی تھی۔

دوسرا مسئلہ تارینا ہارڈو کا تھا۔ وہ یہاں کیوں کر آئی لیکن اس مسئلے کو خود ہی میں نے ذہن سے جھٹک دیا۔ اب ایسا بھی کیا انسان کو اپنے ذہن پر قابو نہ رہے۔ تارینا ہارڈو نے اپنے بارے میں کوئی تفصیل نہیں بتائی تھی، نہ سہی۔ ہو سکتا ہے اس کا بھی کوئی مشن ہو اور وہ کسی اور مقصد کے تحت یہاں آئی ہو لیکن جس انداز میں وہ میری مدد کے لیے پہنچی تھی وہ ناقابلِ یقین سا تھا۔ میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

رات ہو چکی تھی' میں کچھ کھائے پیے بغیر ہی لیٹ گیا تھا۔ یہ رات پُرسکون انداز میں گزار کر دوسری صبح چاق و چوبند ہونا چاہتا تھا تاکہ اعتماد سے اپنے کام کا آغاز کر دوں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی ایک بار پھر اس بات کی ضرورت پیش آ گئی تھی کہ میں اپنے چہرے میں تبدیلی کر لوں۔ پیکارڈ میں داخل ہونے سے پہلے میں نے میک اپ اتار دیا تھا ورنہ یہاں مشکل ہوتی لیکن اب ..... میک اپ ضروری تھا۔ بہت سے منصوبے بناتے بناتے میں گہری نیند سو گیا۔ اب سب کچھ دوسری صبح کے لیے چھوڑ دیا تھا۔

دوسری صبح جاگنے کے بعد میں نے ناشتہ وغیرہ کیا اور ان تمام چیزوں سے فارغ ہو کر میں نے اپنا ایک پروگرام ترتیب دیا۔ چنانچہ تھوڑی دیر تک میں اس پروگرام کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتا رہا اور پھر پیکارڈ سے باہر نکل آیا۔ خطرات اب بھی میرے اردگرد موجود تھے اصل مسئلہ چہرے کی تبدیلی کا تھا۔ ذرا سی غلطی ہو گئی تھی۔ اگر تارینا ہارڈ سے وہ میک اپ بکس حاصل کر لیا جاتا تو شاید اتنی دقت نہ ہوتی تاہم جو میک اپ میں نے اتارا تھا اس میں سے کچھ چیزیں ہوٹل سے باہر نکلنے کے بعد میں نے استعمال کر لیں اور چہرے میں تھوڑی سی تبدیلی رونما ہو گئی لیکن صرف اس سے کام نہیں چل سکتا تھا کیونکہ میرا واسطہ احمق قسم کے لوگوں سے نہیں تھا۔ ایک بازار سے میں نے میک اپ کا سامان خریدا اور پھر کسی ایسی جگہ کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں جہاں میں اسے استعمال کر سکوں۔ میں نے میک اپ کے سامان کے علاوہ آئینہ بھی خرید لیا تھا تاکہ میک اپ کرنے میں کوئی دقت نہ ہو اور اس کے بعد میں ایک سنسان گوشے کی تلاش میں چل پڑا۔ ایسی جگہ کا دستیاب ہونا مشکل نہ تھا۔ میں نے ایک جگہ منتخب کر کے وہاں اپنا کام شروع کر دیا اور تھوڑی دیر کے بعد اس کام سے فارغ ہو گیا۔

تمام سامان وغیرہ میں نے وہیں پھینک دیا تھا۔ یہ میک اپ خاصی محنت سے کیا گیا تھا۔ حالانکہ ایک عام جگہ کیا گیا تھا لیکن میں نے بڑی احتیاط سے اپنی شکل تبدیل کر لی تھی۔ تقریباً پونے بارہ بجے تھے اس وقت جب میں ہیوڈرم کے علاقے میں داخل ہو گیا اور پھر کونیس تلاش کرنے میں مجھے کوئی خاص دقت نہیں ہوئی۔ کونیس ایک بدنام سی جگہ تھی' جہاں کا ماحول اس بات پر دلالت کرتا تھا کہ یہاں شریف لوگ آنا پسند نہیں کرتے ہوں گے۔ میں اس کے کاؤنٹر پر پہنچا اور میں نے جیب سے ایک سفید رومال نکال کر بھاری بھرکم کاؤنٹر کلرک کے سامنے رکھ دیا۔ کاؤنٹر کلرک نے چونک کر مجھے دیکھا۔ رومال اٹھایا اور مٹھی میں دبا لیا' پھر وہ کاؤنٹر کے نیچے انٹرکام پر کسی سے گفتگو کرنے لگا۔ تقریباً دس منٹ کے بعد ایک آدمی ہمارے پاس پہنچ گیا اور اس نے مجھ سے اپنے ساتھ چلنے کے لیے کہا۔ میں اس کے ساتھ کونیس کی عقبی سمت میں چل پڑا ایک راہداری سے گزار کر مجھے ایک کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ یہاں میز کے پیچھے دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے مجھے سامنے بیٹھنے کی پیشکش کی اور میں کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"فرمائیے' کیا کام ہے آپ کو؟"

"مجھے گرین پول کے کسی ذمے دار نمائندے سے ملنا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"مقصد؟"

"مقصد کسی ذمے دار شخص کو بتایا جا سکتا ہے۔"

"اگر آپ ہمارے ذریعے کوئی کام کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے آپ کو ہم سے گفتگو کرنے میں کوئی عار نہیں ہونا چاہیے۔"

"میں ..... مسٹر آئن شلاٹر کا آدمی ہوں اور گرین پول کی مطلوبہ اشیا لے کر یہاں پہنچا ہوں۔"

"کیا .....؟" مجھ سے سوالات کرنے والا شخص حیرت سے اچھل پڑا۔

"کیا آپ وہی ہیں جو گرانڈ ٹاور میں ٹھہرے ہوئے تھے؟"

"ہاں۔"

"اوہ ..... پھر میں معافی چاہتا ہوں' ذرا ایک منٹ۔" اس نے اپنے سامنے رکھے ہوئے ایک فون پر نمبر ملایا اور ریسیور کو کان سے لگا لیا' پھر وہ کہنے لگا۔ "چیف' وہ شخص آیا ہے جس کا تعلق مسٹر آئن شلاٹر سے ہے۔ ہاں' گرانڈ ٹاور کا مہمان۔ بہتر۔" اس شخص نے جواب دیا اور مجھے ساتھ لے کر اندرونی حصے کی جانب چل پڑا۔ ایک دوسرے کمرے میں میری ملاقات ایک اسمارٹ سے آدمی سے ہوئی' جس کی قومیت کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکا تھا۔

سیاہ آنکھوں والا یہ شخص بڑے پُرتپاک انداز میں مجھ سے ملا اور کہنے لگا "میرا نام ٹیری مین ہے' میں آپ سے تعارف حاصل کر سکتا ہوں؟"

"اسنوڈن ..... جان اسنوڈن۔" میں نے جواب دیا۔

"مسٹر جان اسنوڈن! آپ کو میرے ساتھ ایک مختصر سا سفر کرنا ہو گا۔ میں ذرا دو منٹ کی اجازت چاہوں گا۔" اس نے کہا اور میں نے گردن آہستہ سے خم کر دی۔

وہ شخص چلا گیا اور تقریباً پانچ منٹ بعد واپس آیا۔

"اس تاخیر کے لیے معافی چاہتا ہوں۔ آئیے۔" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔

ٹیری مین مجھے ساتھ لیے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔ دو تین

گلیاں عبور کرنے کے بعد ہم ایک سبز کار کے پاس پہنچ گئے۔ اس نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا' جیسے ہی میں اندر بیٹھا' وہاں پہلے ہی سے موجود ایک خوبصورت سی لڑکی نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پستول کی نال میری پسلیوں سے لگا دی۔ میں نے چونک کر پہلے اس لڑکی کو پھر ٹیری مین کی طرف دیکھا۔ ٹیری مین نے اگلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا کہ یہ اقدام محض احتیاط کا تقاضا پورا کرنے کے لیے ہے۔

لڑکی نے دوسرے ہاتھ سے سیاہ رنگ کا ایک نقاب بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اسے پہن لیجیے۔" میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا تھا۔ یہ بھی غنیمت تھا کہ ان دونوں میں سے کسی کو میری تلاشی لینے کا خیال نہیں آیا تھا۔ چند منٹ کے بعد کار کا انجن اسٹارٹ ہوا اور وہ آگے بڑھنے لگی۔ آنکھوں پر پٹی کے باعث مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ البتہ راستہ یاد کرنے کے لیے مجھے مختلف گلیوں اور بازاروں سے آنے والی آوازوں اور راستے کے پیچ و خم پر غور کرنا پڑ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی میرے ذہن میں یہ بھی شبہ تھا کہ فائل پر قبضہ کرنے کے لیے کسی بھی وقت مجھے گولی کا نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے یہ لوگ آئن شلاٹر سے اس قدر مخلص نہ ہوں اور یہ بھی ممکن ہے' اولیو ہاورڈ نے انھیں اس بات کی اجازت دی ہو کہ فائل کے حصول کے بعد وہ سارے معاملات اس کے سپرد کر دیں۔ اولیو ہاورڈ' مسٹر آئن شلاٹر کے سلسلے میں مخلص نہیں تھا اور انھیں نقصان پہنچانا چاہتا تھا۔

راستے میں میں نے سوال کیا۔ "مسٹر ٹیری مین! آپ کو یہ تو یقیناً معلوم ہی ہو گا کہ گرانڈ ٹاور میں میرے ساتھ کیا حالات پیش آئے؟"

"نہیں۔ ہمیں اس سلسلے میں کوئی خاص علم نہیں ہے۔ بس اس دوران ہمیں گرانڈ ٹاور میں آپ سے رابطہ قائم کرنے کی ہدایت نہیں ملی تھی؟"

"حالانکہ یہ بات پہلے سے طے تھی کہ میں گرانڈ ٹاور میں آپ لوگوں سے ملاقات کروں گا۔"

"بدقسمتی سے اس کی وجہ نہ میں بتا سکتا ہوں اور نہ کیلس۔"

"کیلس کون؟"

"یہ لڑکی جو تمھارے نزدیک بیٹھی ہوئی ہے۔"

"ہوں' ٹھیک ہے' میں آپ سے ایک سوال اور کروں گا۔ مس کیلس' آپ مجھے جواب دیجیے یا مسٹر ٹیری مین آپ۔ آئن شلاٹر کی بیوی اور اس کے بچے کی کیا پوزیشن ہے؟"

"وہ لوگ بالکل محفوظ ہیں۔ ہم بلاوجہ قتل و غارت گری پسند نہیں کرتے' ہم نے اپنے مقصد کے حصول کے لیے یہ تمام کارروائی کی ہے۔ اس بات کا میں آپ کو یقین دلاتی ہوں مسٹر اسنوڈن کہ وہ لوگ آپ کو بخیریت ملیں گے۔" کیلس نے جواب دیا۔ اس کا مطلب تھا کہ ٹیری مین نے اسے میرا نام بھی بتا دیا تھا۔

"ہوں۔ بہرحال فائل لے آئی گئی ہے اور مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ میں آپ لوگوں سے مکمل تعاون کروں اور کسی قسم کی کوئی بدمزگی ہمارے درمیان نہ ہو حالانکہ اس دوران میرے ساتھ انتہائی مشکل حالات پیش آ چکے ہیں۔" میری اس بات کا کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کار میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ میں باہر کی آوازوں پر کان لگائے ہوئے تھا۔ اس وقت ہم جس سڑک سے گزر رہے تھے' وہاں شاید گڑھے زیادہ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ گاڑی کو مسلسل جھٹکے لگ رہے تھے۔ کچھ فاصلے پر گھنٹیوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ پھر دفعتاً ایسا معلوم ہوا جیسے ہم گہری تاریکی میں پہنچ گئے ہوں۔ میں نے اندازہ لگایا کہ ہم اس وقت کسی سرنگ سے گزر رہے ہیں۔

تقریباً ایک منٹ کے بعد ہم کھلی فضا میں آ گئے اور اس کے ساتھ ہی پانی گرنے کی آواز سنائی دینے لگی۔ جیسے کوئی پہاڑی ندی یا چھوٹا سا آبشار ہو۔ اس کے بعد تقریباً پانچ منٹ تک خاموشی رہی پھر سڑک کے قریب مویشیوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں اور اس کے کچھ دیر کے بعد گاڑی رک گئی۔ ٹیری مین نے دروازہ کھولا اور نیچے اتر گیا۔ قدموں کی آواز کے ساتھ کچھ اجنبی سی آوازیں بھی سنائی دینے لگیں اور پھر میری آنکھوں سے پٹی کھول دی گئی لیکن میں یہ دیکھ کر چونک گیا کہ کار کو مکمل طور پر ترپال وغیرہ سے ڈھک دیا گیا ہے۔ ڈیش بورڈ کی بتی کی سرخ روشنی میں نزدیک بیٹھی ہوئی کیلس کا چہرہ بڑا پُراسرار لگ رہا تھا۔ وہ لڑکی خوبصورت تھی لیکن کچھ تیکھے اور عجیب سے خدوخال کی مالک تھی اور اب بھی مجھ پر پستول تانے ہوئے تھی۔ چند سیکنڈ کے بعد کسی نے باہر سے کار کا دروازہ کھولا اور ایک درمیانی عمر کی خوبصورت سی عورت' ایک تقریباً گیارہ سالہ بچے کے ساتھ اگلی سیٹ پر آ بیٹھی۔ ان دونوں کی آنکھوں پر بھی پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔

مجھے یہ اندازہ لگانے میں دقت نہیں ہوئی کہ یہ آئن شلاٹر کی بیوی اور بیٹا ہے۔ لڑکی نے ان دونوں کو بھی خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور پستول ان کی پشت میں چبھوتے ہوئے بولی۔ "اگر تم لوگوں نے ذرا بھی کوئی آواز نکالی یا جنبش کرنے کی کوشش کی تو تمھارے جسموں کے سوراخ گنے نہیں جا سکیں گے۔" چند لمحات کے بعد کار کا دروازہ پھر کھلا اور ایک اور عورت اندر داخل ہو گئی۔ یہ خاصی بھاری بھرکم اور بھدے خدوخال کی عورت تھی اور مقامی معلوم ہوتی تھی۔ آنکھیں انتہائی چمکدار تھیں اور کار کے اس دھندلکے میں بھی ان آنکھوں کی چمک محسوس کی جا سکتی تھی۔ عمر کا کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا تھا لیکن وہ انتہائی پُرکشش تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خاص طور سے اس کے ہونٹ دیکھنے کے قابل تھے۔ میں اس کی عمر کے بارے میں تعین کرنے لگا اور میں نے اندازہ لگایا کہ وہ تیس سال سے زیادہ کی نہیں ہوگی۔ جسم پر مردانہ لباس تھا جس میں اس کا حسن اور بھی نکھر آیا تھا۔

وہ چند لمحے اپنی بادامی آنکھوں سے مجھے گھورتی رہی پھر اس نے آہستہ سے کہا: "میرا نام کرسٹا فلومر ہے اور میں گرین پول کی وِن ہوں۔"

گرین پول کی وِن کے بارے میں میں اچھی طرح جانتا تھا۔ میں نے گردن خم کر کے اسے خوش آمدید کہا اور اپنے بارے میں بتانے لگا۔

"ہاں۔ یہ بات میرے علم میں آئی ہے کہ کچھ پُراسرار لوگ گرانڈ ٹاور میں تمھاری نگرانی کر رہے تھے اور شاید ان سے تمھاری کوئی جدوجہد بھی ہوئی تھی، ہم نے اس دوران دخل دینا مناسب نہیں سمجھا کیونکہ اس بات کا احساس بھی تھا کہیں کہیں یہ تم ہی لوگوں کی کوئی چال نہ ہو، تم نے اپنے پیچھے کچھ لوگوں کو لگا کر ممکن ہے کوئی ایسا پروگرام ترتیب دیا ہو، جس سے ہمیں کوئی نقصان پہنچ سکے، چنانچہ میں نے ہدایت دی تھیں کہ تمھارا خاموشی سے جائزہ لیا جاتا رہے اور جب تم اپنی ان تمام حرکتوں کے بعد واضح طور پر سامنے آجاؤ تو پھر تم سے رابطہ قائم کیا جائے۔ ہم صحیح صورتِ حال کا اندازہ نہیں لگا سکے تھے، اس لیے تم سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ یہ بتاؤ فائل اپنے ساتھ لائے ہو؟"

"جیسا کہ آپ کو حالات کا اندازہ ہو چکا ہے مس کرسٹا فلومر! معاف کیجیے گا میں آپ کو مس کہنے میں حق بجانب ہوں کہ نہیں؟"

"فضول بات ہے۔ اس کا جواب نہیں دیا جا سکتا۔"

"ٹھیک ہے، جیسا کہ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ موجودہ حالات اس قسم کے ہو گئے تھے کہ میں کوئی کام اطمینان سے نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے فائل کو مجھے ایک ایسی جگہ رکھ دینا پڑا جہاں اسے محفوظ سمجھا جا سکے۔ وہ لوگ مجھ سے فائل بھی مانگ رہے تھے اور میں نے جب اس کے بارے میں منع کیا تو انھوں نے مجھے قتل کرنے کی تگ و دو شروع کر دی۔"

"ٹھیک ہے، اگر فائل اس وقت تمھارے پاس نہیں ہے تو تم ہمیں اسے فراہم تو کر سکتے ہو۔"

"جی ہاں! کیوں نہیں، لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ فائل ملنے کے بعد آپ ہم لوگوں کو قتل نہیں کر دیں گے؟" میں نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ضمانت...!" کرسٹا فلومر مجھے گھورتے ہوئے بولی۔ "اگر تم طے شدہ پروگرام کے مطابق فائل ہمارے حوالے کر دو تو ہمیں کسی کے خون سے ہاتھ رنگنے کی کیا ضرورت ہے۔"

میں چند لمحے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر میں نے ہاتھ کوٹ کی اندرونی جیب میں ڈال دیا لیکن جب میرا ہاتھ باہر نکلا تو اس میں فائل کے بجائے خوفناک ریوالور دیکھ کر کرسٹا فلومر چونک پڑی۔ اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے میری طرف دیکھا اور میں ہنس کر بولا: "یہ ریوالور بھرا ہوا ہے۔ اس کی گولیاں میں بہ آسانی تمھاری پیشانی میں بھر سکتا ہوں۔ کیا خیال ہے؟"

کرسٹا فلومر چند لمحے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر اس نے غراتے ہوئے لہجے میں کیلس سے کہا: "کیوں کیلس! یہاں لانے سے پہلے تم نے اس کی تلاشی لی تھی؟" کیلس بُری طرح بوکھلا گئی تھی۔ وہ کوئی جواب نہیں دے سکی۔ تب کرسٹا فلومر کہنے لگی: "اگر تم ایسا کر بھی دو تو اس سے کیا فرق پڑے گا۔ اگر تم مجھ پر گولی چلانے کی حماقت کرو گے تو کیلس ان دونوں کو موت کی نیند سُلا دے گی۔"

"تمھارا خیال ٹھیک ہے۔ میرا یہ مقصد نہیں ہے کہ میں تمھیں قتل کر دوں۔ دراصل میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ حالات کسی بھی وقت ناخوش گوار ہو سکتے ہیں کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم ان لوگوں کو نظر انداز نہ کرو، جنھوں نے مجھ سے فائل حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ کیا یہ تمھارا فرض نہیں ہے میڈم کرسٹا فلومر کہ فائل کے حصول سے پہلے تم ان لوگوں پر توجہ دو جو میرا راستہ روکنے کی کوششوں میں مصروف ہیں؟"

"ریوالور مجھے دے دو۔" کرسٹا فلومر نے کہا۔

"ضروری نہیں ہے۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "میں اسے استعمال کر کے نتائج سے بے پروا بھی ہو سکتا ہوں لیکن میرا مقصد صرف اتنا سا ہے کہ تم فائل کے حصول کے ساتھ ساتھ ان لوگوں پر بھی توجہ دو۔ اگر وہ ہمارا راستہ روکنے کی کوششوں میں کامیاب ہو گئے تو اس کی ذمّے داری کون قبول کرے گا؟"

کرسٹا فلومر کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا: "تمھارا کہنا کسی حد تک درست ہے۔ میں اس سلسلے میں خصوصی پروگرام مرتب کر دوں گی۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم اس وقت تک میرے مہمان رہو جب تک کہ ہم فائل پوری احتیاط کے ساتھ اپنی تحویل میں نہ لے لیں۔ یہ دونوں تمھارے ساتھ رہیں گے اور اس دوران تمھیں کوئی دقّت پیش نہیں آئے گی۔"

"مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن صورتِ حال کا تقاضا یہی ہے کہ تم پوری طرح محتاط رہو۔"

"ایسا ہی ہوگا۔" کرسٹا فلومر نے جواب دیا اور اس کے بعد ایک بار پھر میری آنکھوں پر پٹّی باندھ دی گئی۔ آئن شلاٹر کی بیوی اور بچہ بالکل خاموش تھے۔ انھوں نے ایک دفعہ بھی پلٹ کر

دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ کرسٹا فلومر کے اشارے پر ہماری واپسی کا پروگرام طے پا گیا۔ وہ خود کار سے اتر گئی تھی اور تھوڑی دیر بعد کار اسٹارٹ ہو کر واپس چل پڑی۔ آنکھوں پر پٹّی بندھی ہونے کی وجہ سے مجھے یہ اندازہ نہیں ہو سکا کہ وہ لوگ مجھے کس طرف لیے جا رہے ہیں لیکن میں اب پُرسکون تھا۔ دوسری لڑکی کیلس ہمارے ساتھ ہی تھی۔

تھوڑی دور جانے کے بعد اس نے پستول کی نال میری پشت پر چبھوتے ہوئے کہا: "اپنا پستول میرے حوالے کر دو۔"

"کیوں اب کیا مصیبت نازل ہوئی ہے تم پر؟" میں نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"آہ۔ تم نہیں جانتے، تم نے تو میری موت کا سامان ہی کر دیا تھا۔ براہِ کرم پستول مجھے دے دو، میں وعدہ کرتی ہوں تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا اور اب تو تمام معاملات دوستانہ ماحول میں طے پا رہے ہیں، اب تمھیں کیا دقّت پیش آ سکتی ہے۔"

"تم اس کے لیے اتنی پریشان کیوں ہو؟"

"اس لیے کہ میں دوبارہ اس پستول کو تمھارے پاس سے برآمد ہوتے نہیں دیکھنا چاہتی۔ تمام تر ذمّے داری میرے اوپر ہی عائد ہوتی ہے۔"

"میں اس کے لیے معذرت خواہ ہوں، تم اگر چاہو تو مجھے بے ہوش کر کے میرا پستول نکال سکتی ہو۔" میں نے کہا۔ کیلس کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تھا۔

تقریباً آدھے گھنٹے کے سفر کے بعد کار ایک بار پھر رک گئی اور ہم لوگوں کو نیچے اتار لیا گیا۔ آئن شلاٹر کی بیوی اور بچہ میرے ساتھ ہی تھے۔ جس عمارت میں ہمیں اتارا گیا تھا وہ مضبوط لیکن کسی قدر پرانی سی معلوم ہو رہی تھی۔ اس کے ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں ہمیں پہنچا دیا گیا جہاں زمین پر فرش بچھا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی۔ غالباً یہ انتظام اس لیے کیا گیا تھا کہ ہم کوئی غلط حرکت نہ کر سکیں۔ ہمیں اندر دھکیل کر دروازہ بند کر دیا گیا۔ پستول اب بھی میرے پاس ہی موجود تھا۔ پتا نہیں وہ لوگ یہ علامت کیوں نہ لے رہے تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی پستول کی موجودگی میرے ذہن کو کسی قدر مطمئن کیے ہوئے تھی۔

میری نگاہ سہمی ہوئی عورت پر پڑی جو بے حد خوب صورت تھی اور جس کی عمر چھبیس سال سے زیادہ نہیں ہوگی۔ گیارہ سالہ بچہ بھی سہما ہوا سا تھا۔ مجھے اس پر بے حد پیار آیا اور میں مسکرا کر ان لوگوں کی طرف دیکھنے لگا۔ بچہ بھی مسکرا دیا تھا۔ ایک سہمی سہمی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر آ گئی تھی۔

میں نے بچے کو اپنے قریب بلایا اور وہ اپنی ماں کی طرف دیکھنے لگا۔ عورت نے اشارہ کر دیا تھا، چنانچہ وہ میرے پاس پہنچ گیا۔ میں نے بچے کو گود میں بٹھاتے ہوئے کہا: "اب تم لوگوں کو ذرا بھی خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ مسز شلاٹر! میں آ گیا ہوں اور میں آپ کو اپنی زندگی میں کوئی نقصان نہیں پہنچنے دوں گا۔"

مسز شلاٹر نے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا اور سسکیاں لینے لگیں۔ بچہ اپنی ماں کی طرف دیکھ کر کسی قدر ہراساں ہو گیا تھا۔ میں ان دونوں کو تسلیاں دیتا رہا۔

"آپ لوگوں کو اس دوران ان لوگوں نے کوئی تکلیف پہنچانے کی کوشش تو نہیں کی؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں، ان کا رویّہ ہمارے ساتھ بُرا نہیں رہا۔" مسز شلاٹر نے جواب دیا۔

میں نے بچے کے رخساروں کو پیار کرتے ہوئے کہا: "تمھارا نام کیا ہے بیٹے؟"

"ڈین شلاٹر۔" اس نے جواب دیا۔

"مسز ڈین شلاٹر، آپ تیاریاں کر لیں، آپ کو اپنے وطن واپس جانا ہے۔ بس یوں سمجھ لیں کہ اس کام میں تھوڑا سا وقت رہ گیا ہے۔"

بچہ بے اختیار مسکرا اٹھا۔ اس کی مسکراہٹ فرشتوں کی طرح پاکیزہ تھی۔ میں ان دونوں سے تسلی آمیز انداز میں گفتگو کرتا رہا لیکن میرے ذہن میں تشویش کی جو لہریں اٹھ رہی تھیں، وہ اب بھی جوں کی توں تھیں۔ بہرحال اب مجھ پر یہ ذمّے داری عائد ہو گئی تھی کہ میں انھیں سمجھاؤں کہ کسی قسم کے خوف کا شکار نہ ہونے دوں۔

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک رات گزر گئی، دوسرا دن بھی گزر گیا۔ دوسرے دن شام کو کرشا فلومر نے مجھ سے اسی عمارت میں ملاقات کی۔

"صورتِ حال کا جائزہ پوری طرح لیا جا چکا ہے مسٹر اسنوڈن۔ اور میرا خیال ہے کہ کل دن میں ہمیں اپنا کام مکمل کر لینا چاہیے تاکہ آپ کو کوئی دقت نہ ہو۔"

"کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں میڈم کرشا فلومر۔" میں نے کہا۔

"ہاں کہو کیا بات ہے؟"

"فائل کے حصول کے بعد ان لوگوں کو واپس بھیجنے کے کیا انتظامات ہوں گے؟"

کرشا فلومر نے اپنے پرس کو کھولا اور تین ٹکٹ نکال کر میرے سامنے ڈال دیے۔ "کل شام کو ساڑھے چار بجے کی فلائٹ سے تم لوگوں کو واپس بھیجا جا سکتا ہے بشرطیکہ فائل ہمارے پاس پہنچ جائے۔ ہم نے اس فلائٹ کے یہ ٹکٹ حاصل کر لیے ہیں۔ یہ تمھارے اس خدشے کے پیشِ نظر بھی تھا جس کے تحت تم نے یہ بتایا تھا کہ ہاورڈ ہماری راہ پر ہے اور اس فائل کے حصول کے لیے سرگرداں بھی۔"

میں نے تینوں ٹکٹوں کو بہ غور دیکھا۔ ان میں ایک مسٹر اسنوڈن کے لیے، دوسرا مسز شلائر اور تیسرا ڈین شلائر کے لیے تھا۔ ان ٹکٹوں کو دیکھ کر کم از کم یہ اندازہ ضرور ہوتا تھا کہ کرشا فلومر فائل کے حصول کے بعد کسی قسم کی بددیانتی کا ارادہ نہیں رکھتی یا پھر ممکن ہے اپنی بات کو پُر زور بنانے کے لیے یہ سب کچھ کیا گیا ہو۔ بہرحال مجھے اعتبار کا رسک تو مول لینا ہی تھا۔ فائل کا ایک بار ان لوگوں کی تحویل میں جانا ضروری تھا۔ اس کے بعد ہی صورتِ حال واضح ہو سکتی تھی۔ چنانچہ میں نے وعدہ کر لیا کہ کل جس وقت بھی وہ لوگ مجھے لے جانا چاہیں گے، میں فائل ان کے حوالے کرنے کو تیار ہوں۔

کرشا فلومر نے مجھ سے کہا کہ اگر میں چاہوں تو انھیں فائل کی جگہ بتا دوں۔ اس کے بعد وہ اپنا کام انجام دینے کے لیے تیار ہو گی لیکن میں نے اس کے لیے معذرت کرتے ہوئے کہا "دراصل میں نہیں چاہتا کہ آپ اس سلسلے میں کسی قسم کے ڈبل کراس کا تصور اپنے ذہن میں لائیں۔ فائل میں اپنے ہاتھ سے آپ کے حوالے کر دوں گا تاکہ اس کے بعد آپ یہ نہ کہہ سکیں کہ راستے میں کوئی گڑبڑ ہو گئی۔"

کرشا فلومر کچھ دیر سوچتی رہی پھر اس نے گردن ہلا کر کہا "ٹھیک ہے کل دس بجے انتظار کرنا۔" میں نے گردن خم کر دی۔

یہ رات بھی گزر گئی۔ مسز شلائر میری شرافت سے بہت زیادہ متاثر تھیں۔ بچہ بھی مجھ سے بہت زیادہ مانوس ہو گیا تھا اور میں ان دونوں کے چہروں پر زندگی کے آثار پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

دوسرے دن ٹھیک دس بجے سیاہ رنگ کی ایک بند گاڑی مجھے لے کر چل پڑی۔ اس میں کرشا فلومر میرے ساتھ تھی۔ چند دوسرے افراد بھی تھے۔ ٹیری ین البتہ موجود نہیں تھا بلکہ اس کی جگہ کچھ اور لوگ تھے۔ میں نے شہر میں داخل ہونے کے بعد انھیں اس بنک کا پتا بتایا جس کے لاکر میں فائل موجود تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی میں نے یہ بھی کہا کہ تھوڑی دیر کے لیے مجھے ہوٹل پیکارڈ جانا پڑے گا کیونکہ وہاں سے مجھے ایک چیز لینا ہے۔

ہوٹل پیکارڈ پہنچنے کے بعد کرشا فلومر میرے ساتھ ساتھ چل پڑی۔ میں ذرا سا پریشان تھا کہ کہیں ہوٹل میں داخلے میں مجھے کوئی دقت پیش نہ آئے لیکن اس سلسلے میں میں نے ایک کام کیا۔ باقاعدہ کاؤنٹر سے چابی نہیں حاصل کی۔ بلکہ خاموشی سے راہداری میں پہنچ گیا اور پھر چوروں کے سے انداز میں میں نے کمرے کا دروازہ کھولا۔

کرشا فلومر نے مجھ سے اس بارے میں سوال کیا تو میں نے یہ کہہ کر اسے مطمئن کر دیا کہ میں کسی کی نگاہوں میں نہیں آنا چاہتا۔

دروازہ کھولنے کے بعد میں نے اپنی مسہری کے پائے کے خول سے لاکر کی چابی نکالی اور اسے اپنی تحویل میں لینے کے بعد خاموشی سے باہر نکل آیا۔ اس کام میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ البتہ کچھ لوگ کرشا فلومر کو گہری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ اس کی شخصیت واقعی شاندار تھی۔ اس کی قومیت کے بارے میں بھی میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکا تھا۔ کبھی تو وہ مقامی معلوم ہوتی تھی اور کبھی یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی دوغلی نسل کی فرد ہو۔

ایک بار پھر ہم بنک کی جانب سفر کرنے لگے۔

تھوڑی دیر کے بعد میں نے بنک کے لاکر سے فائل نکال لی۔ فائل نکال کر ہم گاڑی میں آ بیٹھے۔

کرشا فلومر نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا۔ گاڑی اسٹارٹ کی گئی اور ہم وہاں سے چل پڑے لیکن اس کے بعد ہمیں اس عمارت میں واپس نہیں آنا پڑا تھا۔ بلکہ ایک اور ہی عمارت میں ہم پہنچ گئے جو شہر ہی کے درمیان تھی۔ کرشا فلومر نے وہاں مجھے اترنے کے لیے کہا اور پھر میرے ساتھ اندر داخل ہو گئی۔ اس چھوٹی سی عمارت کے ایک کمرے میں مسز شلائر اور ڈین شلائر کو دیکھ کر میں نے سکون کی سانس لی تھی۔ ان دونوں کو وہاں سے شاید منتقل کر دیا گیا تھا۔

"وعدے کے مطابق یہ دونوں تمھارے سپرد ہیں۔ ساڑھے چار بجے کی فلائٹ سے تم تینوں کو روانہ ہو جانا ہے۔ اس سے زیادہ تمھارے لیے میں کچھ نہیں کر سکتی۔ مسٹر اسنوڈن! یہ ٹکٹ تمھارے

حوالے ہیں۔ البتہ مجھے اجازت دو کہ میں فائل چیک کر لوں۔" کرشا فلومر نے کہا۔ پھر اس نے فائل کو بغور دیکھا۔ اس کا اچھی طرح سے جائزہ لیا اور پھر اسے اپنے قبضے میں لے لیا۔

"شکریہ! فائل بالکل ٹھیک ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہمارا مطالبہ ایک فلم کا بھی تھا لیکن ہمارے ایک آدمی نے ہمیں اطلاع دی کہ وہ فلم اس کے سامنے جلا دی گئی تھی۔"

میرے ذہن میں سُن ین کا تصور ابھر آیا اور میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ مسٹر آئن شلائر کا خیال بالکل درست ہے کہ سن ین کم بخت ان لوگوں کے ہاتھوں بک گیا تھا مگر میں نے اپنے چہرے سے کسی خاص تاثر کا اظہار نہ ہونے دیا۔ کرشا فلومر کہنے لگی۔ "اسنوڈن! تمھیں اس فائل کے بارے میں کیا معلومات حاصل ہیں؟"

"مس کرشا فلومر! میں دراصل صرف ایک مقصد کے لیے یہاں آیا تھا اور وہ مقصد تھا مسٹر آئن شلائر کی بیوی اور اس کے بچے کا حصول۔ اس سے زیادہ میری کوئی حیثیت نہیں تھی کہ میں اس فائل کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرتا!"

"کیا تمھارا تعلق وہاں کی انتظامیہ سے ہے؟"

"نہیں۔ میں کرائے کا آدمی ہوں اور اس کام کے لیے مجھے اچھا خاصا معاوضہ پیش کیا گیا ہے۔"

"خیر، مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ یہ دونوں تمھارے حوالے ہیں۔ یہ مکان شہر کے وسط میں واقع ہے، استنبول کے ایک بھرے پُرے علاقے میں۔ اگر تم چاہو تو یہاں سے نکل کر کوئی دوسرا بندوبست کر سکتے ہو۔ یہ بندوبست تم اپنے تحفظ کے سلسلے میں کرو گے، مجھے اس پر کوئی اعتراض نہ ہو گا۔ ویسے یہ جگہ بھی تمھارے لیے محفوظ ہے۔ میری طرف سے تمھیں کوئی نقصان پہنچنے کا خدشہ نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ اگر ایسی بات ہوتی تو یہ ٹکٹ اور ان لوگوں کو تمھارے حوالے نہ کیا جاتا۔ میرا مقصد ہے کہ اب تم ہماری طرف سے تمام خدشات ذہن سے نکال دو۔ ہم اب کسی طور تمھیں نقصان پہنچانا نہیں چاہتے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اس کے لیے آپ کا شکر گزار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

کرشا فلومر چلی گئی تو آئن شلائر کی بیوی نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا "کیا واقعی ہمارا یہاں رہنا مناسب ہو گا؟"

"میرے خیال میں نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"میں بھی یہی سوچ رہی تھی لیکن کیا اسی فلائیٹ سے ہم لوگ سفر کریں گے؟ اگر کوئی گڑبڑ ہو گئی تو......؟"

"بظاہر تو اس کا امکان نہیں ہے لیکن اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو آپ کے سفارت خانے کے حوالے کر سکتا ہوں، وہاں سے آپ اپنی واپسی کا بندوبست کریں۔"

مسز شلائر کچھ دیر تک کچھ سوچتی رہی اور پھر انھوں نے بھاری لہجے میں کہا "یہ انتہائی مناسب ہو گا۔ تم مجھے میرے سفارت خانے تک پہنچا دو، اسی میں میری عافیت ہے۔ میں اس کے لیے تمھاری بے حد شکر گزار ہوں گی۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، آپ ابھی میرے ساتھ چلیے۔" میں نے کہا۔

دل میں تھوڑی سی تشویش بھی تھی لیکن اس بات کا امکان نہیں تھا کہ سفارت خانے والے اس معاملے میں کوئی گڑبڑ کریں گے۔ ہاں مسٹر آئن شلائر کو اگر اس پر کوئی اعتراض ہو تو ہو لیکن مسز شلائر کی یہی خواہش تھی۔ چنانچہ میں نے ان کی اس ہدایت پر عمل کیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک ٹیکسی میں بیٹھے ہوئے سفارت خانے کی جانب جا رہے تھے۔ ہر چند کہ کرشا فلومر نے مجھے اپنے تعاون کا یقین دلایا تھا اور یہ بتا دیا تھا کہ وہ لوگ میرے ساتھ کسی قسم کی بددیانتی کرنے کے موڈ میں نہیں ہیں لیکن اس کے باوجود مجھے محتاط رہنا تھا۔ یہ بھی امکان تھا کہ ہاورڈ کو اس بارے میں معلوم ہو جائے اور وہ راستے میں کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش کرے۔ اسی احساس کے تحت میں نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ مسز آئن شلائر کو ان کے ملک کے سفارت خانے کے حوالے کر دیا جائے اور اس طرح اپنے فرض سے سبکدوش ہوا جائے۔

استنبول میں آئن شلائر کے کونسلیٹ کی عمارت کو تلاش کرنے میں خاصی دقت پیش آئی تھی۔ کئی جگہوں سے معلومات حاصل کرنے کے بعد کونسلیٹ کی عمارت کا پتا چل سکا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم نے ٹیکسی وہاں رکوائی۔ ٹیکسی سے اتر کر ہم عمارت میں داخل ہو گئے۔ عملہ با اخلاق تھا، ایک جگہ سے ہم نے کونسلر کے بارے میں معلومات کیں تو ہمیں وائس کونسلر کے دفتر تک پہنچا دیا گیا۔

وائس کونسلر نے پُرتپاک انداز میں ہمارا خیر مقدم کیا تھا اور پھر مسز شلائر نے جب اس سے اپنا تعارف کرایا تو وہ مضطربانہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔

"اوہ میڈم! معافی چاہتا ہوں۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آپ سے اس طرح ملاقات ہو جائے گی۔"

"یہ تمام کچھ سوچنے کے بجائے مجھ سے کام کی گفتگو کرو۔" مسز شلائر نے کہا۔ "کونسلر سے میری ملاقات کیسے ہو سکتی ہے؟"

"آپ کو کچھ انتظار کرنا ہو گا۔ وہ انقرہ گئے ہوئے ہیں لیکن شاید رات تک واپس آ جائیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میرے لیے یہیں کسی ایسی رہائش کا بندوبست

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کروحسین میں، میں دوسروں کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکوں۔ کچھ مجرمانہ ذہنیت کے افراد مجھے اور میرے بچے کو اغوا کر کے یہاں تک لے آئے تھے۔ ان صاحب نے میری مدد کی ہے اور مجھے یہاں تک پہنچانے کی زحمت گوارا کی ہے۔ چنانچہ ان کا شکریہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ تمہیں میرے تحفظ کا بندوبست بھی کرنا ہوگا۔ اپنے طور پر تم جو بہتر انتظام کر سکتے ہو۔ لیکن یہ بات ابھی عام نہیں ہونا چاہیے۔"

واٹس کونسلر سمجھ دار آدمی تھا۔ اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "میں ان صاحب کا تہِ دل سے شکر گزار ہوں میڈم اور اب آپ یہ بھول جائیے کہ آپ کو کوئی تکلیف پہنچ سکتی ہے۔ ہم آپ کی حفاظت کے مکمل طور پر ذمے دار ہیں۔"

تھوڑی دیر تک ہم لوگ گفتگو کرتے رہے۔ واٹس کونسلر میرے ساتھ نہایت خلوص سے پیش آیا تھا۔ اس نے تمام ذمے داریاں قبول کر لیں تو میں نے مسز شلائر سے تھوڑی دیر کے لیے تنہائی میں بات کرنے کی خواہش کا اظہار کیا اور واٹس کونسلر نے اس کے لیے بہیں موقع فراہم کر دیا۔

"میڈم! کیا آپ اپنے طور پر مطمئن ہیں۔ کیا آپ سمجھتی ہیں کہ اب آپ بہ آسانی واپس پہنچ جائیں گی؟"

"یقیناً ___ مجھے یقین ہے کہ یہ لوگ میری حفاظت کی ذمے داری قبول کر لیں گے۔ اس کے علاوہ اگر ممکن ہو سکا تو میں کسی طرح آئن شلائر سے گفتگو کرنے کی کوشش کروں گی اور انھیں مختصر حال بتا دوں گی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ میرے لیے فوری طور پر کوئی نہ کوئی بندوبست کر دیں گے۔"

"اب میرا آپ کے ساتھ رہنا ضروری تو نہیں ہے؟"

"اگر تمہیں موقع ملے اسٹوڈن، تو تم میرے ملک میں ضرور مجھ سے ملاقات کرنا۔ یہاں تو تم جانتے ہو کہ میں بے یار و مددگار ہوں، تمہارے اس احسان کا کوئی صلہ نہیں دے سکتی۔"

"میں اپنے احسان کا صلہ وصول کرنے کے لیے کبھی آپ کے پاس نہیں آؤں گا میڈم شلائر۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ، شاید تم نے میری بات سے غلط مفہوم اخذ کر لیا ہے۔ اس کے لیے معافی چاہتی ہوں، تم تو میرے لیے فرشتہ ثابت ہوئے ہو۔ میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گی۔"

ڈین شلائر کو پیار کرنے کے بعد میں ان لوگوں سے رخصت ہو کر وہاں سے نکل آیا۔ مجھے یقین تھا کہ قونصلیٹ پہنچنے کے بعد کم از کم میڈم شلائر کے سلسلے میں میری ذمے داریاں ختم ہو گئی ہیں اور وہ کسی نہ کسی طرح اپنے وطن پہنچ ہی جائیں گی۔

مسئلہ اب فائل کے حصول کا تھا اور اس کے لیے مجھے نئے سرے سے اپنے کام کا آغاز کرنا تھا۔ پیکارڈی میں مزید قیام تو اب قطعی نامناسب تھا۔ وہ جگہ تقریباً سب کی نظر میں آ چکی تھی لہٰذا اب مجھے کسی ایسی جگہ کی تلاش تھی جہاں میں خود کو ان لوگوں کی نظروں سے محفوظ رکھ سکوں اور اس مرتبہ میرے ذہن میں ایک بالکل ہی نئی بات آ گئی۔

وہ کارواں سرائے مجھے یاد آ گئی جہاں رہائش انتہائی تنگ اور تکلیف دہ تھی لیکن میرے خیال میں اس سے زیادہ محفوظ جگہ میرے لیے اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔ اس سرائے میں قیام کے لیے مجھے ایک بار پھر نئے سرے سے سامان کی ضرورت پیش آ گئی تھی۔ کیونکہ اب ایک نئی حیثیت میں وہاں رہنا تھا۔

میں نے بازار سے کچھ خریداری کی اور تھوڑی دیر کے بعد ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اسی علاقے کی جانب چل پڑا جہاں ایک بار پہلے بھی جا چکا تھا۔

سرائے کے مالک نے بغیر کسی شناسائی کے میرا استقبال کیا۔ وہ مجھے نہیں پہچان سکا تھا۔ وہاں مجھے وہی تنگ کمرہ دوبارہ دے دیا گیا، جہاں میں ایک بار پہلے بھی قیام کر چکا تھا۔ کمرہ بے شک گوناگوں پریشانیوں کا سبب تھا لیکن مجھے اس میں کب تمام زندگی بسر کرنا تھی۔ تھوڑی سی تکلیف ہی سہی۔

شام کو پانچ بجے کے قریب میں سرائے سے باہر نکل آیا۔ میرے چہرے پر بہترین میک اپ تھا۔ اس میک اپ کے بعد میری شخصیت کو بالکل نہیں پہچانا جا سکتا تھا۔ اب مجھے کسی ایسی سواری کی تلاش تھی جس کے ذریعے میں اس علاقے کی جانب سفر کر سکوں جہاں میری ملاقات کرسٹا فلومر سے ہوئی تھی۔

میں نے ایک پروگرام مرتب کیا اور سب سے پہلے میں جیوندم پہنچ گیا جہاں کونیس واقع تھا۔ کونیس سے ہی میرے سفر کا آغاز ہوا تھا۔ یہاں پہنچ کر میں نے ٹیکسی کے لیے نگاہیں دوڑائیں۔ ٹیکسیاں کافی نظر آئی تھیں لیکن میں کسی ایسے ڈرائیور کی تلاش میں تھا جو مجھ سے تعاون کر سکے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک مدقوق سی شکل والے ادھیڑ عمر آدمی پر میری نگاہ پڑی۔ شکل ہی سے وہ مفلوک الحال نظر آتا تھا۔ میں نے اس کی ٹیکسی کو انگیج کر لیا اور اس میں بیٹھ کر چل پڑا۔

"دوست! میں سیاح ہوں، میرے احکام کے مطابق ٹیکسی چلاتے رہو، تمہیں تمہارے بل کے علاوہ پچاس لیرے بھی انعام میں دوں گا۔"

پچاس لیرے کے تصور نے ٹیکسی ڈرائیور کو حیران کر دیا تھا۔ اس کی حالت سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ پچاس لیرے اس کے لیے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ میں نے پچاس لیرے کا نوٹ نکال کر اس کے حوالے بھی کر دیا جسے اس نے لرزتے ہاتھوں سے تھام کر اپنی جیب میں ٹھونس لیا اور بولا۔ "بل کی رقم الگ سے ادا کی جائے گی؟"

"ہاں، یقیناً۔" میں نے پُراعتماد آواز میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے، آپ اطمینان سے تشریف رکھیے۔ جہاں آپ کہیں گے، میں آپ کو لے چلوں گا۔"

میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اس وقت میری تمام تر ذہنی قوتیں اس بات پر صرف ہو رہی تھیں کہ میں صحیح سمت کا تعین کر سکوں۔ چنانچہ ٹیکسی چلتی رہی، آنکھیں بند کیے کیے میں ڈرائیور کو راستہ بتاتا رہا۔ میں نے یہ بھی نہیں دیکھا تھا کہ ڈرائیور کے چہرے پر میری ہدایات کا کیا ردِعمل ہو رہا تھا لیکن اب مجھے اس پر بھروسا تھا اور میں جانتا تھا کہ وہ وہی کرتا رہے گا جو میں کہوں گا۔

تھوڑی دیر کے بعد جب ٹیکسی ایک چڑھائی پر چڑھنے لگی تو میں نے اندازہ کر لیا کہ ہم درست راستے پر سفر کر رہے ہیں کافی دُور پہنچنے کے بعد سڑک دو حصّوں میں تقسیم ہو گئی۔ ایک شاخ وادی کی جانب جا رہی تھی اور دُوسری بائیں سمت پہاڑیوں کی طرف چلی گئی تھی۔ میں نے چند لمحات کچھ سوچا، یہ جائزہ لیتا رہا کہ اس کے بعد کتنا فاصلہ اس طرح طے کیا گیا تھا، پوری طرح مطمئن ہونے کے بعد میں نے ٹیکسی ڈرائیور کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے رُکنے کا حکم دیا۔ "بس دوست! میں یہیں اُتروں گا۔"

"جی۔۔۔!" ڈرائیور متحیرانہ انداز میں بولا۔ "لیکن جناب یہاں سے آپ کو واپسی کے لیے کوئی سواری نہیں ملے گی۔"

"دیکھا جائے گا۔ ویسے تم مجھے یہ بتاؤ کہ یہ کون سی جگہ ہے؟"

"یہ آرال کا علاقہ کہلاتا ہے۔ کچھ فاصلے پر قسطنطین کا زیرِ زمین محل واقع ہے۔ اگر آپ یہاں سے واپسی کے لیے جائیں تو قسطنطین کے محل کی جانب رُخ کریں۔ وہیں سے آپ کو سواری مل سکتی ہے۔"

"وہ محل کس طرف ہے؟"

"سیدھے ہاتھ پر۔ اگر آپ تھوڑی سی بلندی پر چڑھ کر دیکھیں گے تو آپ کو وہ جگہ نظر آ جائے گی۔"

"وہاں تک پہنچنے کا راستہ۔۔۔؟"

"پہاڑیوں کے درمیان سے گزرتا ہے مگر خطرناک نہیں ہے لیکن صاحب! آپ یہاں کیوں اتر رہے ہیں؟"

"بس میں ذرا سنکی قسم کا آدمی ہوں۔ لو، یہ تمہارا بل۔" میں نے ٹیکسی کے میٹر پر نظر ڈالنے کے بعد رقم اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور پھر مزید دس لیرے کا نوٹ ڈرائیور کے ہاتھ میں تھما دیا۔ ڈرائیور کی تو چاندی ہو گئی تھی۔ وہ مجھے کئی بار سلام کر کے واپس پلٹ گیا۔

میں اپنی جگہ کھڑا اس وقت تک ٹیکسی کو دیکھتا رہا، جب تک کہ وہ مجھے نظر آتی رہی۔ پھر جب وہ بالکل ہی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو میں آگے بڑھنے لگا۔ میں نے پہاڑیوں کا راستہ اختیار کیا تھا۔ میں چاروں طرف سے محتاط ہو کر چل رہا تھا۔ ایک جگہ رُک کر میں نے چند لمحات کے لیے اِدھر اُدھر کا جائزہ لیا اور پھر آگے بڑھ گیا۔ تقریباً ڈیڑھ میل کا سفر طے کرنے کے بعد مجھے ایک سُرنگ دکھائی دی۔ یہاں پانی گرنے کی مدھم آواز بھی سنائی دے رہی تھی جیسے قریب ہی کہیں آبشار موجود ہو۔ مزید آدھے گھنٹے چلنے کے بعد میں اندازے کی بنا پر اس جگہ رُک گیا۔ جہاں مسٹر آئن شلائر کی بیوی اور بچے کا تبادلہ ہوا تھا ___ اس جگہ سڑک کے ایک طرف دُور دُور تک قدِ آدم جھاڑیاں اور درخت پھیلے ہوئے تھے اور دُوسری طرف تقریباً میدان تھا جو بتدریج بلندی کی طرف چلا گیا تھا۔ اس وقت میری نظریں سڑک کے کنارے کچّی جگہ پر بنے ہوئے ٹائروں کے نشانات پر جمی ہوئی تھیں میرے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کا مطلب تھا کہ میں بالکل ٹھیک جگہ پر پہنچا ہوں۔ یہ میری خصوصی صلاحیت تھی جس کی بنا پر میں راستوں کا تعین کرنے میں کامیاب ہو جاتا تھا۔

تھوڑی دیر میں جھاڑیوں کے درمیان ایک جگہ رُکا اور ٹائروں کے نشانات کا جائزہ لیتا رہا، پھر انھی نشانات کے سہارے آگے بڑھنے لگا۔ نشانات بلندی کی جانب جا رہے تھے میں اتنا غیر محتاط نہیں تھا کہ کسی ہنگامی صورتِ حال میں اپنا دفاع نہ کر سکتا۔ مجھے یقین تھا کہ اگر گرین پول کا کوئی ہیڈ کوارٹر ان پہاڑیوں میں موجود ہے تو ان لوگوں نے اس کی حفاظت اور نگرانی کے انتظامات بھی کر رکھے ہوں گے۔

میرا اندازہ غلط نہیں نکلا۔ میں نے ابھی زیادہ سفر نہیں کیا تھا کہ اچانک ہی کوئی چیز میرے سر سے صرف دو تین انچ اوپر سے گزر گئی۔ زنّاٹے کی آواز کے ساتھ ہی میں نے جھاڑیوں میں چھلانگ لگا دی۔ پہاڑیوں میں گونجنے والی اس فائر کی بازگشت اس بات کا ثبوت تھی کہ مجھے دیکھ لیا گیا ہے۔ پہلے فائر کے فوراً بعد ہی دُوسرا فائر ہوا اور پھر تواتر سے فائرنگ ہونے لگی۔ میں اس دوران جھاڑیوں کی آڑ لے کر زمین پر لیٹ گیا تھا۔

فائرنگ تقریباً تین منٹ تک مسلسل ہوتی رہی اور پھر ایک لمحے کے لیے رُک گئی۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر میں اچھل کر ایک درخت کی آڑ میں پہنچ گیا جسے میں نے تاک لیا تھا لیکن وہ لوگ بھی ہر طرف نظر رکھے ہوئے تھے۔ کیونکہ دوسرے ہی لمحے فائرنگ دوبارہ شروع ہو گئی تھی۔

چند لمحے میں گولیوں کی سمت کا جائزہ لیتا رہا، پھر بڑی آہستگی سے ایک سمت رینگنے لگا۔ کانٹے دار جھاڑیاں چاروں طرف پھیلی ہوئی تھیں جن سے میرے چہرے، ہاتھوں اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پنڈلیوں پر خراشیں آرہی تھیں لیکن مسلسل آگے بڑھتا رہا۔ فائرنگ تھوڑی دیر کے بعد پھر بند ہو گئی تھی اور اب چاروں طرف مکمل سکوت طاری تھا۔ میں آگے رینگتے رینگتے ایک جگہ رک گیا۔ میرے بائیں جانب جھاڑیوں میں کسی جگہ سرسراہٹ کی آواز اُبھری تھی۔

چند لمحے ساکت رہ کر میں اردگرد کی سُن گُن لیتا رہا پھر میں نے آہستہ آہستہ جھاڑیوں میں سے سر ابھارا اور چونک پڑا۔ میرے بائیں جانب ایک رائفل بردار شخص موجود تھا اور متجسس نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ میرے اور اس کے درمیان تقریباً دس گز کا فاصلہ تھا۔ ابھی اس کی نظر مجھ پر نہیں پڑی تھی۔ چنانچہ میں نے دوبارہ اپنا سر نیچے کرلیا اور نہایت احتیاط سے اپنا رُخ تبدیل کرکے اس کی سمت رینگنے لگا۔

تقریباً پانچ گز آگے بڑھنے کے بعد میں نے دوبارہ اوپر اٹھ کر اسے دیکھنے کی کوشش کی تاکہ سمت کا اندازہ درست ہے لیکن اس مرتبہ وہ چونکہ اسی طرف دیکھ رہا تھا لہٰذا میں اس کی نظر میں آگیا۔

اس مرحلے پر کسی بھی قسم کا تذبذب مجھے موت سے ہمکنار کرسکتا تھا لہٰذا میں نے تمام احتیاط کو بالائے طاق رکھتے ہوئے چیتے کی طرح اپنی جگہ سے جست لگائی لیکن وہ بھی پوری طرح چوکنا تھا۔ اس نے فوراً ہی اپنی جگہ چھوڑ دی اور میں زمین چاٹنے پر مجبور ہوگیا۔ البتہ میں نے پھرتی سے اٹھنے میں کوئی غلطی نہیں کی تھی۔ میرا مدمقابل اس دوران اپنی رائفل کا رُخ میری سمت کرچکا تھا جس پر آگے لگی ہوئی سنگین چمک رہی تھی۔

میں یہ بات نہیں سمجھ سکا کہ اس نے موقع ملنے کے باوجود مجھ پر فائر کیوں نہیں کیا۔ ممکن ہے اس کی رائفل خالی ہوچکی ہو، یا پھر مجھے خود سے اس قدر قریب پاکر اس نے مجھے زندہ گرفتار کرنے کا ارادہ کرلیا ہو۔ بہرحال قصہ کچھ بھی ہو، اس وقت ایک ایسا آدمی میرے سامنے تھا جو مسلح تھا اور میرا حریف تھا۔ جیسے ہی وہ میرے نزدیک پہنچا، اس نے مجھ پر سنگین سے حملہ کردیا لیکن میں جھکائی دے کر بچ نکلا۔

دفعتاً میں نے اس سے کہا: ”حماقت مت کرو، تمھاری کوئی غلط حرکت تمھارے لیے سزا کا باعث بھی بن سکتی ہے۔“

وہ ایک لمحے کے لیے ٹھٹکا اور میری طرف دیکھنے لگا۔

”میں میڈم کرسٹا فلوم سے ملنے آیا ہوں اور تم مجھ پر مسلسل حملے کیے جارہے ہو۔“

اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر جیسے چونک پڑا۔ شاید اس نے میری بات کو چالاکی پر محمول کیا تھا۔ چونکنے کے ساتھ ہی اس نے ایک بار پھر مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔

اب اس کا ہاتھ رائفل کے ٹریگر پر پہنچ رہا تھا لیکن اسی وقت میں نے انتہائی پھرتی سے اس کی رائفل پر ہاتھ ڈال دیا۔ اب ہم دونوں میں رائفل کے لیے کشمکش ہورہی تھی۔ اس دوران میں نے رائفل کی نال کا منہ آسمان کی جانب رکھا تھا۔ تھوڑی سی کشمکش کے بعد میں نے اس کے گھٹنے پر ایک زوردار ٹھوکر لگائی۔ وہ بلبلا اٹھا مگر رائفل پر اس کی گرفت ڈھیلی نہیں ہوئی۔ ہم دونوں لڑکھڑاتے ہوئے نیچے گر گئے۔ نیچے گرتے ہی مجھے دونوں ہاتھ رائفل پر جمانے کا موقع مل گیا۔ اب سنگین اس کے نرخرے کو چھو رہی تھی۔ میں نے ایک بار پھر غرا کر اسے اس مقابلے سے باز رکھنے کی کوشش کی اور کہا کہ میں کرسٹا کا مہمان ہوں لیکن وہ یہ بات ماننے کے لیے تیار نہیں تھا۔ ممکن ہے اس کے ذہن میں کوئی ایسی بات ہو جس کی وجہ سے اسے اس بات پر یقین نہ آرہا ہو۔

اچانک ہی اس نے رائفل چھوڑ دی اور نجانے کس طرح جیب سے چاقو نکال لیا لیکن اس کو حملہ کرنے کا موقع دینے سے پہلے ہی میں نے رائفل پر دونوں ہاتھوں کا دباؤ بڑھایا اور سنگین اس کے نرخرے کو کاٹتی ہوئی اندر گھس گئی۔ خون کا فوارہ بہہ نکلا اور میں اسے چھوڑ کر پھرتی سے پیچھے ہٹ گیا۔ میں نے صرف چند لمحے کے لیے صورتِ حال پر غور کیا پھر اس کا چاقو جیب میں رکھا اور اِدھر اُدھر دیکھا۔

اندازہ یہی تھا کہ یہاں اس شخص کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ یہ بات میرے حق میں جاتی تھی۔

میں نے اس شخص کی لاش کو گھسیٹ کر جھاڑیوں میں ڈال دیا اور پھر اس سمت چل پڑا جدھر سے میں نے اس شخص کو آتے ہوئے دیکھا تھا لیکن ابھی چند قدم ہی چلا تھا کہ پشت سے کچھ آہٹیں سنائی دیں اور میرے پلٹنے سے پہلے دو مسلح آدمی عقب سے میرے قریب آگئے۔ ان کے ہاتھوں میں ویسی ہی رائفلیں دبی ہوئی تھیں جیسی میرے ہاتھوں ہلاک ہونے والے کے پاس تھی۔

یہ دونوں بھی مقامی ہی تھے۔ ان میں سے ایک نے رائفل کی نال میری گردن سے لگادی، دوسرے نے بھی قریب پہنچ کر اپنی رائفل کی نال میری کمر پر رکھ دی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ لوگ کچھ پوچھے بغیر مجھے ہلاک نہیں کریں گے۔ میں نے مڑے بغیر آسان انگریزی میں انھیں بتایا کہ میں کرسٹا فلوم کا مہمان ہوں اور اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ میں اس کے لیے ایک اہم پیغام لایا ہوں۔ پھر میں نے ان لوگوں کی طرف رُخ کرکے کہا: ”بہتر ہوگا کہ تم مجھے کرسٹا فلوم کے پاس لے چلو، اگر وہ مجھ سے ملاقات کے بعد میرے لیے موت کا فیصلہ کرتی ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں

مارشل آرٹ کے ذریعے اپنی اور..... دوسروں کی حفاظت کیجیے

قیمت -/۴۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

مکتبہ نفسیات ٭ پوسٹ بکس نمبر ۹۴۴ کراچی

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوگا لیکن یہ بات تم لوگ بخوبی سمجھ لو کہ اگر میرا پیغام اس تک نہیں پہنچا تو گرین پول کو ایک عظیم خطرے سے دوچار ہونا پڑے گا۔"

میری اس بات نے ان لوگوں کے چہروں پر فکر و تردد کی لکیریں پیدا کر دی تھیں پھر ان میں سے ایک لمبے قد والے نے رائفل سے آگے کی طرف اشارہ کر کے صاف ستھری انگریزی میں کہا: "تم آگے بڑھو ــــ لیکن یہ سمجھ لو کہ تمھاری ذرا سی غلط حرکت تمھارے لیے موت کا پیغام بن سکتی ہے۔"

دُوسرا آدمی کہنے لگا: "ہمارے ایک ساتھی نے تم پر فائرنگ کی تھی، وہ کہاں ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔ وہ شاید مجھے تلاش کرنے کے لیے آگے بڑھ گیا ہو۔" میں نے جواب دیا اور میری اس بات سے وہ لوگ کسی حد تک مطمئن ہو گئے۔ انھوں نے مجھے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا تھا چنانچہ میں خاموشی سے جھاڑیوں میں سانپ کی طرح بل کھاتے ہوئے راستے پر چلنے لگا۔ میں اگر چاہتا تو تھوڑی سی کوشش سے ان دونوں کو بھی ٹھکانے لگا سکتا تھا لیکن اب یہ بات مناسب نہیں تھی۔ کم از کم مجھے ان کے ذریعے آگے بڑھنا تو نصیب ہوگا۔ ممکن ہے اسی طرح میں کرسٹا فلومر تک پہنچ سکوں۔

میں ان کی ہدایات پر عمل کرتا رہا۔ ہمارے دونوں سمت اونچی گھنی جھاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ تھوڑی دیر تک سفر کرنے کے بعد انھوں نے مجھے ایک جگہ رکنے کا اشارہ کیا۔ یہاں بھی چٹانیں گھنی جھاڑیوں سے ڈھکی ہوئی تھیں اور ان جھاڑیوں کے پیچھے ایک غار کا دہانہ پوشیدہ تھا جسے ان لوگوں نے جھاڑیاں ہٹا کر کھولا تھا۔ اگر میں اپنے طور پر اس غار کو تلاش کرتا تو شاید زندگی بھر کامیاب نہ ہوتا۔ وہ مجھے لیے ہوئے اس غار کے اندر داخل ہو گئے۔

غار اندر سے کافی کشادہ تھا۔ چھت بھی اونچی تھی۔ اس ڈھلوان سرنگ میں کئی سو گز آگے مدھم سی روشنی نظر آ رہی تھی۔ میرے دونوں محافظوں میں سے ایک نے مقامی زبان میں کچھ کہا اور آگے بڑھ گیا۔ وہ یقیناً کرسٹا فلومر کو میرے بارے میں اطلاع دینے گیا تھا۔ دُوسرا محافظ بدستور میری پشت پر تھا۔ ہم آگے بڑھتے رہے۔ غار میں کسی جگہ جنریٹر لگا ہوا تھا جس کی ہلکی ہلکی آواز سنائی دے رہی تھی۔ سرنگ کے آخری سرے پر چھت سے ایک بلب لٹکا ہوا تھا جس کی روشنی میں دھن کا ہالہ نظر آ رہا تھا۔

ہم اس بڑے غار سے بھی گزر کر آگے بڑھ گئے اور تھوڑی دیر کے بعد مجھے ایک جگہ پہنچا دیا گیا جہاں پتھر کا ایک دروازہ بنا ہوا تھا، اندر سے تیز روشنی باہر آ رہی تھی۔

میرے محافظ نے مجھے رائفل کے دستے سے اس غار میں داخل ہونے کے لیے دھکیلا اور میں اندر پہنچ گیا۔ تیز روشنی میں میں نے کرسٹا فلومر کو دیکھ لیا تھا۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے سامنے ہی ایک اور آدمی بیٹھا ہوا تھا جو بھاری بدن اور لمبے قد و قامت کا مالک تھا۔ اس کا چہرہ بہت عجیب و غریب تھا۔ انتہائی بے تاثر آنکھوں کو دیکھ کر عجیب سا احساس ہوتا تھا یوں لگتا تھا جیسے وہ کوئی مشینی آدمی ہو۔

میں ان کے سامنے پہنچ گیا۔ کرسٹا فلومر مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کلائی کی گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے کہا: "تم مسٹر اسنوڈن! تم یہاں کیسے نظر آ رہے ہو؟"

"آپ سے کچھ گفتگو کرنا باقی رہ گئی تھی میڈم فلومر! اس کے لیے میں یہاں آنے پر مجبور ہوا۔"

"تمھیں یہاں تک آنے کا راستہ کس نے بتایا؟"

"میں نے خود ہی تلاش کیا تھا۔"

"اوہ ــــ اس کا مطلب ہے کہ تم بے حد چالاک آدمی ہو، تمھیں تو آنکھیں بند کر کے یہاں لایا گیا تھا!"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے میڈم! میرے لیے آپ سے ملنا بہت ضروری تھا۔ میں تنہائی میں آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"مسٹر ایڈن گردش میرے گھر کے دوست ہیں۔ ان کے سامنے گفتگو کرنے میں مجھے عار نہیں ہوگا۔" کرسٹا فلومر نے کہا۔

ایڈن گردش اپنی مشینی آنکھوں سے مجھے گھور رہا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کی آنکھوں سے چنگاریاں سی نکل رہی ہیں۔ وہ میرے ذہن میں جھانکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پتا نہیں کیوں وہ شخص مجھے بے حد خوفناک محسوس ہوا۔ اس کا انداز کچھ ایسا ہی تھا۔ پورے بدن میں کوئی جنبش نہیں تھی بس اس کی آنکھیں کام کر رہی تھیں۔ اس کا چہرہ تک ادھر ادھر نہیں گھوم رہا تھا۔

کرسٹا فلومر اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے سامنے آ گئی اور مجھے غور سے دیکھتے ہوئے بولی: "تمھیں ہر قیمت پر یہاں سے باہر ہونا چاہیے تھا مسٹر اسنوڈن! ہم لوگوں نے مناسب طور پر سوچنے [illegible] نہیں کی لیکن اس کے باوجود تم یہاں موجود ہو! یہ بتاؤ کہ آئن شلاگر کی بیوی اور اس کا بچہ کہاں ہے؟"

"انھیں روانہ کر دیا گیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہرگز نہیں، تم جھوٹ بول رہے ہو۔" اس بار ایڈن گردش کی آواز ابھری اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ ایڈن گردش کا لہجہ بھی کچھ مشینی سا تھا، بے تاثر۔

"نہیں مسٹر گردش! آپ غلط فہمی کا شکار ہیں۔ میں .... میں ....." میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ ایڈن گردش اپنی جگہ سے اٹھا، میرے قریب آیا اور مجھے غور سے دیکھنے لگا۔ کم بخت کی آنکھیں واقعی بہت تیز تھیں اور مجھے اپنے بدن میں چبھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں، پھر دفعتاً اس کے ہونٹ مسکراہٹ کے انداز میں کھنچ گئے۔ یہ مسکراہٹ بھی غیر فطری سی ہی تھی۔ وہ مجھے غور سے دیکھتا رہا اور پھر واپس اپنی جگہ جا بیٹھا۔

"مس کرسٹا فلومر! یہاں آ جائیے۔ آئیے یہاں بیٹھیے۔" اس نے بھنچے بھنچے لہجے میں کہا اور کرسٹا فلومر اس کے نزدیک جا بیٹھی۔

"میں نہیں سمجھتی کہ اس کے بعد یہ شخص کیا چاہتا ہے!"

"میں سمجھتا ہوں۔" ایڈن گردش نے جواب دیا۔

"کیا مطلب!" کرسٹا فلومر اس کی جانب گھوم گئی۔

"مس فلومر! آپ کو سب سے پہلی بات تو میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ شخص، جس نے آپ کو اپنا نام اسنوڈن بتایا ہے، درحقیقت اسنوڈن نہیں ہے۔"

"کیا!" کرسٹا فلومر نے متعجبانہ انداز میں کہا۔ "کیا یہ وہ نہیں ہے جس نے مجھے فائل دیا تھا اور آئن شلاگر کی بیوی اور بچے کو اپنے ساتھ لے گیا تھا؟"

"یہ میں نہیں کہہ رہا ــــ یہ وہی شخص ہے لیکن اس نے اپنا نام آپ کو غلط بتایا ہے۔ کیا آپ ایمونیا فراہم کر سکتی ہیں؟" ایڈن گردش بولا اور میرے رگ و پے میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ اس شخص کو ایک نگاہ دیکھتے ہی مجھے یہ احساس ہوا تھا کہ یہ خطرناک آدمی ہے۔ اس کا سرد و منجمد انداز بہت ہی پُراسرار لگتا تھا۔

"ہاں، ایمونیا مل سکتا ہے۔ تمھارا کیا خیال ہے گردش، کیا یہ میک اپ میں ہے؟"

"یقیناً ــــ پہلے اس کا میک اپ صاف کرائیے مس کرسٹا فلومر پھر ہم یہ جائزہ لے لیں گے کہ یہ شخص کون ہے اور اس کی یہاں واپسی کیا معنی رکھتی ہے۔" اس شخص نے کہا۔

میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور سرد لہجے میں بولا: "نہیں مسٹر گردش! آپ اس قسم کی کوئی حرکت نہیں کر سکتے ــــ"

کرسٹا فلومر نے شاید کوئی بٹن دبایا تھا کہ چند ہی لمحے بعد چھ آدمی اندر داخل ہو گئے اور یہ چھ کے چھ پوری طرح مسلح تھے۔ میں اگر چاہتا بھی تو ان کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا تھا۔

"میگن سے کہو کہ ایمونیا کی سائفن لگی بوتل لائے۔" کرسٹا فلومر نے ان میں سے ایک سے کہا۔

وہ شخص خاموشی سے واپس مڑ گیا۔ وہ ایک دُبلا پتلا آدمی تھا۔ ایمونیا کی بوتل اٹھائے وہ اس طرح اندر داخل ہوا، جیسے موت اس کا تعاقب کر رہی ہو۔ اس کے ہاتھوں کی لرزش بھی نمایاں تھی۔

"میگن! اس شخص کے چہرے پر میک اپ تلاش کرو۔" کرسٹا فلومر نے کہا۔

"ایک منٹ مس فلومر! میگن، تم اپنا کام جاری رکھو، میں آپ کو ایک چیز دکھاؤں؟" ایڈن گردش نے کہا۔

"وہ کیا؟" مس کرسٹا فلومر نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ایڈن گردش اپنی جیب میں ہاتھ ڈالنے لگا تھا پھر اس نے ایک تصویر نکال کر کرسٹا فلومر کے سامنے کر دی۔ "آپ ذرا اسے دیکھیے۔"

"کون ہے یہ؟"

"آپ کو اس کا جواب ابھی چند لمحے بعد مل جائے گا۔" گردش نے کہا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ اس نے کس کی تصویر کرسٹا فلومر کے حوالے کر دی تھی، کیا میری ....؟

سائفن کی پھواریں میرے چہرے پر پڑیں اور میرا چہرہ اچھی طرح ایمونیا میں بھگو دیا گیا۔ ایمونیا اس قدر ظالم چیز ہوتی ہے کہ ہر طرح کا میک اپ اس سے صاف ہو جاتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد میرا چہرہ بھی چاند کی طرح نمایاں ہو گیا۔ کرسٹا فلومر مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کئی بار تصویر کی جانب دیکھا اور اس کے بعد غراتے ہوئے لہجے میں بولی: "ہوں .... اس کا مطلب ہے مسٹر اسنوڈن کہ تم ہمارے ساتھ فراڈ کرتے رہے ہو۔"

"مجھے تو شبہ ہے کہ کہیں وہ فائل بھی نقلی نہ ہو۔" ایڈن گردش نے کہا۔

"لیکن مسٹر گردش! آپ کو اس سلسلے میں شبہ کیسے ہوا؟"

"آپ میری بات سنیے میڈم کرسٹا فلومر! دراصل میں ...." میں نے کہنا چاہا مگر ایڈن نے میری بات مکمل نہ ہونے دی، وہ اپنی جگہ سے [illegible] تھا۔

"مجھے اس فائل کا باریک بینی سے جائزہ لینا ہوگا۔" وہ بولا۔ "کہیں ہم کسی فریب کا شکار ہو کر نقصان نہ اٹھا لیں۔ آپ اس شخص سے گفتگو کیجیے، میں ابھی واپس آیا۔" ایڈن گردش یہ کہہ کر غار سے باہر نکل گیا۔ میں ان چھ مسلح افراد کو دیکھ رہا تھا جو کڑی نگاہوں سے مجھے گھور رہے تھے۔

کرسٹا فلومر میری صورت دیکھتی رہی اور پھر برہم لہجے میں بولی: "اب تم اپنے بارے میں سب کچھ سچ سچ اگل دو۔ میک اپ میں یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی؟ کون ہو تم ...."

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور تمہارے آنے کا مقصد کیا ہے؟"

میں خاموشی سے کرسٹا فلومر کو دیکھتا رہا، پھر میں نے کہا۔ "آپ کے خیال میں میں کون ہو سکتا ہوں۔ آپ کو علم ہے کہ فائل میں نے ہی آپ کے حوالے کی تھی۔"

"ہاں، یہ بات میرے علم میں ہے لیکن اس کے ساتھ ہی تمہارے چہرے پر میک اپ بھی ثابت ہو گیا ہے۔"

"مس فلومر، کیا یہ ضروری تھا کہ میں اصل شکل میں آپ کے سامنے آنے کی کوشش کرتا۔ میں آپ کو کسی قدر حقیقت بتا چکا ہوں۔"

"تمہاری حقیقت میں تم سے ذرا تفصیل سے معلوم کروں گی۔" کرسٹا فلومر نے غصیلے انداز میں کہا اور پھر وہاں موجود دوسرے افراد میں سے ایک شخص کو مخاطب کیا۔ "اس کی تلاشی لو اور اس کے ہاتھ پاؤں پوری طرح کس دو۔"

دو آدمیوں نے اس کی اس ہدایت پر عمل کیا۔ میرے دونوں ہاتھ مضبوطی سے میری پشت پر کس دیے گئے لیکن میں نے خود کو پرسکون ہی رکھا تھا۔ میرا جو کچھ مقصد تھا، اسے حاصل کیے بغیر میں کوئی جذباتی کارروائی نہیں کر سکتا تھا۔

"میری یہاں آمد کا مقصد دراصل آپ کو کچھ بتانا تھا میڈم کرسٹا فلومر۔"

"کیا؟" اس نے سرد لہجے میں کہا۔

"میں آپ سے دراصل یہ کہنا چاہتا تھا کہ اولیور ہاورڈ آپ کے اور مسٹر آئن سٹ شلائر کے درمیان زبردست غلط فہمیاں پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اگر آپ اولیور ہاورڈ کے بارے میں نہیں جانتیں تو میں آپ کو اس کے بارے میں تفصیل بتانا چاہتا ہوں۔"

وہ مجھے گھورنے لگی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا: "میں اس کے بارے میں جانتی ہوں۔"

"اور شاید یہ بات بھی آپ کے کانوں تک پہنچ چکی ہو کہ اولیور ہاورڈ نے گرانڈ ٹاور میں مجھ پر قابو پانے کی کوشش کی تھی اور مجھ سے فائل طلب کی تھی اور اس کے بعد مجھ پر زبردست قاتلانہ حملے کیے گئے تھے۔ آخر ان سب باتوں سے آپ نے کیا نتیجہ اخذ کیا؟ کیا آپ یہ نہیں سوچ سکتیں مس کرسٹا فلومر کہ اولیور ہاورڈ فائل کو اپنی تحویل میں لینے کے بعد اور مجھے قتل کر کے یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ مسٹر آئن شلائر نے آپ کا مطالبہ پورا نہیں کیا اور اس کے بعد آئن شلائر سے آپ کی باقاعدہ ٹھن جاتی۔ اس طرح درحقیقت وہ آئن شلائر کو بلیک میل کرنا چاہتا تھا۔"

"ساری باتیں مانتی ہوں لیکن یہ بتاؤ کہ تم کون ہو اور تمہارا ان معاملات سے کیا تعلق ہے؟"

"میڈم! میرا خیال ہے اس سلسلے میں بھی ایڈن گروش ہی آپ کو سب کچھ بتا سکتا ہے۔ کیا میں یہ تصویر دیکھ سکتا ہوں جو اس نے آپ کو دی ہے؟"

"یہ تمہاری تصویر ہے۔" کرسٹا فلومر نے جواب دیا اور تصویر لے کر میرے پاس پہنچ گئی۔ اس نے وہ تصویر میرے سامنے کر دی اور میں تصویر دیکھنے لگا۔ یہ میری ہی تصویر تھی۔ میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی لیکن دوسرے ہی لمحے میں چونک پڑا۔ میں نے دوبارہ تصویر کو غور سے دیکھا۔ یہ تصویر اس لباس میں تھی جس میں میں گرانڈ ٹاور میں داخل ہوا تھا۔ ایک چمک سی میری آنکھوں کے سامنے لہرائی۔ سینڈرا نے ایک کیمرے سے میری تصویر لی تھی اور اس کے بعد کوئی شخص وہ کیمرا چھین کر بھاگ گیا تھا۔ اس وقت میں میک اپ میں تھا لیکن یہ تصویر میری اصل شکل کی تھی۔

میں چند لمحات پریشانی کے انداز میں سوچتا رہا اور پھر میرے ذہن کے بہت سے خانے روشن ہو گئے۔ دوسرے لمحے میں نے چیخ کر کہا: "مس کرسٹا فلومر! میرا خیال ہے آپ دھوکا کھا گئیں، یقیناً آپ دھوکا کھا گئیں۔"

"اب کوئی نئی چال چل رہے ہو۔" کرسٹا فلومر ہونٹ بھینچ کر بولی۔

"براہِ کرم مجھے ایڈن گروش کے بارے میں بتائیے پلیز میڈم۔"

"کیا مطلب؟ کیا بکواس کر رہے ہو۔ کیا معلوم کرنا چاہتے ہو۔ ایڈن گروش میرا دوست ہے اور میری تنظیم کا ایک اہم رکن بھی ہے۔"

"ہرگز نہیں مس فلومر، آپ یہ بتائیے کہ کیا گرانڈ ٹاور میں آپ نے میری تصویر حاصل کرنے کی کوشش کی تھی؟"

"نہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"یہ تصویر اس وقت کی ہے میڈم کرسٹا فلومر جب میں گرانڈ ٹاور کے پارکنگ لاٹ سے گزر رہا تھا۔ یہ لباس اور یہ ماحول گرانڈ ٹاور کا ہے۔ آپ ذرا غور سے دیکھیے۔"

میڈم کرسٹا تصویر پر غور کرنے لگی اور پھر اس نے آہستہ سے کہا: "ہاں یقیناً یہ گرانڈ ٹاور کا ماحول ہے۔ پیچھے جو نیون سائن نظر آ رہے ہیں وہ گرانڈ ٹاور کے عقب ہی کے ہیں۔"

"تو پھر آپ یہ بھی سن لیجیے کہ میں اس وقت بھی میک اپ میں تھا۔ ایک لڑکی نے کیمرے سے تصویر کھینچی اور جب میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو ایک شخص اس سے کیمرا چھین کر بھاگ گیا۔ یہ یقیناً اولیور ہاورڈ کا آدمی تھا جس نے کسی ایسے کیمرے سے میری تصویر اتروائی جو میک اپ کا راز فاش کر سکتا ہے۔ مجھے یہ بتائیے میڈم کہ کیا فائل ایڈن گروش کے پاس ہے، وہ اسے کہاں دیکھنے گیا ہے؟"

کرسٹا فلومر کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے تعجب کے

آثار نظر آئے۔ وہ خاصی بے چین ہو گئی تھی۔ اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا: "اگر تم نے ..... میرے اور میرے دوست کے درمیان کسی قسم کا اختلاف ڈالنے کی کوشش کی تو پھر تم یہاں سے زندہ واپس نہیں جا سکو گے۔"

"میڈم پلیز، آپ پہلے ایڈن گروش کو دیکھیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جائے آپ کے مسئلے میں وہ فائل آپ کے ہاتھ سے بھی نکل جائے۔"

کرسٹا فلومر نے فوراً ہی اپنے دو آدمیوں سے کہا: "جاؤ، ذرا مسٹر گروش کو یہاں بلا لاؤ۔ ان سے کہو کہ وہ فائل لے کر یہاں آ جائیں۔"

دونوں آدمی باہر نکل گئے۔ بقیہ آدمی ابھی میری نگرانی کر رہے تھے۔ کرسٹا فلومر تھکے تھکے سے انداز میں کرسی پر جا بیٹھی۔ وہ مجھے مسلسل گھورے جا رہی تھی۔ اس دوران اس نے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔

دو منٹ..... تین منٹ..... چار منٹ..... پانچ منٹ گزر گئے اور اس کے بعد کرسٹا فلومر نے جھلائے ہوئے لہجے میں اپنے دوسرے ساتھیوں سے کہا: "دیکھو، وہ دونوں کہاں مر گئے۔ تم میں سے ایک جاؤ اور ان سے کہو کہ فوراً واپس آئیں ــــ مسٹر گروش ابھی تک کیوں نہیں آئے۔" ان میں سے ایک اور آدمی باہر نکل گیا لیکن باقی لوگ بھی میرے لیے کافی تھے اور اب تو میرے ہاتھ بھی بندھے ہوئے تھے۔ میں کوئی ایسی حرکت نہیں کر سکتا تھا جس کے ذریعے یہاں سے فرار ہو سکوں۔ ویسے میرے ذہن میں بھی اضطراب کی لہریں گردش کر رہی تھیں۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو ایڈن گروش میک اپ میں تھا اور یقینی طور پر وہ شخص نہیں تھا جس کے بارے میں کرسٹا فلومر کہہ رہی تھی۔ وہ کوئی اور ہی تھا۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ وہ تینوں آدمی واپس آ گئے اور ان میں سے ایک نے کہا: "میڈم! مسٹر گروش غاروں میں کہیں نہیں ہیں۔ ابھی ابھی مجھے ان کے بارے میں اطلاع ملی ہے کہ وہ غاروں سے باہر نکل گئے ہیں۔"

"کہاں، کس طرف؟" کرسٹا فلومر اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

"یہ نہیں معلوم۔"

"اوہ... اوہ ــ یہ نہیں ہو سکتا، یہ نہیں ہو سکتا۔" وہ دوڑتی ہوئی غار کے دروازے سے باہر نکل گئی۔

میں خاموشی سے اپنی جگہ کھڑا ہوا تھا۔ ان دونوں نے مجھے دیکھا اور میں ان کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔ میرے مسکرانے کی وجہ ان کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ میں نے ان میں سے ایک سے کہا: "کیا خیال ہے دوستو! ہم لوگ کتنے گھنٹے یہاں کھڑے رہیں گے؟"

"فی الحال خاموش ہی کھڑے رہو۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"اور اگر یہ لمحات گھنٹوں اور پھر دنوں میں تبدیل ہو گئے تو؟"

"تو ہم تمہیں گولی مار کر یہاں سے چلے جائیں گے۔" دوسرے نے غراتے ہوئے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک میں کھڑا رہا اور اس کے بعد پیچھے ہٹا اور ایک دیوار سے پشت لگا کر بیٹھ گیا۔

اب اس وقت تک کچھ اور نہیں کیا جا سکتا تھا جب تک کرسٹا فلومر واپس نہ آ جائے۔ کرسٹا فلومر کی واپسی واقعی اس وقت ممکن نہیں ہوئی البتہ تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک اور آدمی اندر آ گیا۔ اس نے میرے محافظوں سے کہا: "اسے لے جا کر بند کر دو اور اس کی نگرانی کرو۔"

"او کے سر۔" ان میں سے ایک نے جواب دیا۔ وہ آدمی تو فوراً ہی باہر نکل گیا تھا۔ دونوں رائفل بردار میرے قریب پہنچ گئے اور پھر وہ میرے بدن سے رائفل کی نالیں لگاتے ہوئے مجھے باہر لائے اور ایک اور غار میں دھکیل کر سلاخوں دار دروازہ بند کر دیا۔ زیادہ کشادہ غار نہیں تھا لیکن اس میں گھٹن بھی نہیں تھی۔ چھت پر دو سوراخ نظر آ رہے تھے۔

باہر انہی دونوں میں سے ایک آدمی رائفل لیے پہرہ دے رہا تھا۔ اس کے پاس ہی ایک چھوٹا سا اسٹول پڑا ہوا تھا جس پر وہ کبھی کبھی پاؤں رکھ کر کھڑا ہو جاتا تھا۔ پھر جب وہ پہرا دیتے دیتے تھک گیا تو اسٹول پر بیٹھ گیا۔ میں بڑی بے چینی سے اس بات کا انتظار کر رہا تھا کہ ایڈن گروش کے بارے میں اب کیا انکشاف ہو گا۔ کیا واقعی وہ فائل لے کر نکل گیا! اگر ایسا ہوا ہے تو مجھے اپنی زندگی کی بدترین شکست سے دوچار ہونا پڑے گا۔ فائل اگر اولیور ہاورڈ کے ہاتھوں میں پہنچ گئی تو پھر اس کی واپسی ناممکن ہو گی اور اس کے بعد.....؟ اس کے بعد کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ کیا صورت ہو گی۔

تازہ حالات کا جوں جوں جائزہ لے رہا تھا، مجھے اس بات کا یقین ہوتا جا رہا تھا کہ کم بخت ایڈن گروش درحقیقت اولیور ہاورڈ یا پھر اس کا کوئی خاص نمائندہ تھا۔ اس کا مشینی انداز بھی یہی بتاتا تھا کہ وہ میک اپ میں ہے لیکن تعجب تو اس بات کا تھا کہ کرسٹا فلومر کیسی بے وقوف عورت تھی کہ وہ اس شخص کو اس انداز میں نہیں پہچان سکی یا پھر ممکن ہے اصل ایڈن گروش کوئی اور ہو، اولیور ہاورڈ نے یا اس کے کسی آدمی نے اس کی جگہ لے لی ہو۔ نجانے کتنا وقت گزر گیا تھا۔ غاروں میں اب بھی مدھم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ دروازے کے دوسری جانب پہرے دار کی ڈیوٹی تبدیل ہو گئی تھی۔ یہ وہ سپاہی نہیں تھا جو پہلے میری نگرانی کر رہا تھا۔ میں اسی طرح گھٹنوں میں سر دیے بیٹھا رہا۔ شدت کی پیاس لگ رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک میں خاموش رہا پھر میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر سلاخوں والے دروازے پر پہنچ کر اس شخص کو مخاطب کیا جو پہرہ دے رہا تھا۔

"سنو! میں کرسٹا فلومر کا دشمن نہیں ہوں بلکہ ایک طرح سے اس کے لیے ایک کارآمد انسان ہوں۔ اگر وہ کسی کام میں مصروف ہے تو تم لوگ میری جان لینے کی کوشش تو مت کرو۔"

"کیا چاہتے ہو؟" اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"سخت بھوکا ہوں اور پانی بھی نہیں ملا ہے مجھے کیا ان چیزوں کا انتظام تمہارا اخلاقی فرض نہیں ہے؟"

آدمی کچھ شریف ہی معلوم ہوتا تھا۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا اور پھر بولا "ٹھہرو! میں تمہارے لیے کم از کم پانی کا انتظام کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا۔

اس کے آگے بڑھنے کے بعد میں نے سلاخوں والے دروازے کو ٹٹول کر دیکھا لیکن اسے کھولنا میرے بس کی بات نہیں تھی۔ سلاخوں کی موٹائی بھی تقریباً ایک ایک انچ تھی۔ اس لیے انھیں موڑنے یا چوڑا کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ ویسے میں اس وقت باہر جانا بھی نہیں چاہتا تھا چونکہ کرسٹا فلومر کے بعد ایڈن گردش کا معاملہ سامنے آ گیا تھا اور میں اس مسئلے سے نظر نہیں چرا سکتا تھا۔ فائل کا معاملہ بہرحال میرے نزدیک بہت اہمیت کا حامل تھا، خصوصاً اس صورت میں جب کہ فائل اولیو ہارڈ کے ہاتھ لگ جانے کا خطرہ موجود ہو۔ اگر ایسا ہو گیا تو میرا آئن شلائر کے پاس واپس جانا بالکل ہی غیر مناسب ہو گا بلکہ بہتر یہ ہو گا کہ کرسٹا فلومر کو کسی طرح بے دست و پا کر یا کسی اور ذریعے سے یہاں سے نکلنے کی کوشش کروں اور اس کے بعد ان تمام معاملات پر لعنت بھیج دوں۔ یہی شکر تھا کہ کرسٹا فلومر نے میرے ساتھ تعاون کیا تھا اور کم از کم آئن شلائر کی بیوی کو اور اس کے بچے کو رہا کر دیا گیا تھا۔ اس طرح آئن شلائر کا ایک کام تو ہو گیا تھا، باقی معاملات سے وہ خود ہی نمٹ لے گا۔ میرا براہ راست تو اس سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

میں نے اپنے ذہن کو تمام [illegible] سے آزاد کرنے کی کوشش کی۔ ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ پہرے دار واپس آیا۔ اس کے ساتھ ایک اور آدمی تھا جس کے ہاتھوں میں کھانے پینے کا کچھ سامان اور پانی کی ایک بوتل وغیرہ تھی۔

"میں نے تمہارے لیے چائے بھی بنوائی ہے۔ یہ جو کچھ بھی حاصل کر سکا ہوں، اسے کھا لو۔ اس کے بعد چائے پی لینا۔ میرا خیال ہے کہ اب تمہاری شکایت دور ہو جائے گی۔"

"اس کے عوض میں تمھیں زندگی بھر دعائیں دیتا رہوں گا دوست!" میں نے مسکرا کر کہا۔ "اب براہ مہربانی میرے ہاتھوں کو تو آزاد کر دو تاکہ میں تمہاری مہیا کی ہوئی یہ چیزیں قبول کر سکوں۔" یہ کہہ کر میں نے اپنی پشت اس کی جانب کر لی۔ اس نے کوئی اعتراض کیے بغیر میرے دونوں ہاتھ سلاخوں کے دوسری جانب کھڑے کھڑے ہی کھول دیے۔ پھر سلاخوں کے درمیان سے ہی میں نے وہ تمام اشیاء وصول کر لیں اور ایک طرف بیٹھ کر کھانے میں مصروف ہو گیا۔

کھانے پینے سے فارغ ہو کر میں نے ذہنی آسودگی محسوس کی اور وہیں پتھر کے فرش پر دراز ہو گیا۔

پتا نہیں یہ ذہنی و جسمانی تھکن تھی یا پھر پیٹ میں پہنچنے والی خوراک کا نشہ کہ مجھے نیند آ گئی۔ ساری رات سوتا رہا تھا۔ دوسری صبح اس وقت جاگا جب ہال کے نیچے چھت میں موجود سوراخوں سے سورج کی تیز کرنیں عین میری آنکھوں پر آ کر پڑنے لگیں۔

بیدار ہونے کے بعد میں نے دروازے کے دوسری جانب دیکھا تو پہرے دار کا اسٹول خالی پڑا ہوا تھا۔ میں اپنی جگہ بیٹھا گزرتے ہوئے وقت کا جائزہ لیتا رہا۔ ہر طرف خاموشی مسلط تھی، کسی سمت سے کوئی آہٹ بھی سنائی نہیں دے رہی تھی۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے میں ان غاروں میں تنہا ہوں، میرے دور دور تک کوئی متنفس موجود نہیں ہے۔ ایک خیال فوری طور پر ذہن میں یہ بھی آیا کہ کہیں یہ لوگ مجھے یہاں چھوڑ کر تو نہیں چلے گئے۔

وقت گزرتا رہا اور میں انتظار کرتا رہا۔ تقریباً گیارہ بجے تھے اس وقت جب چند افراد قید خانے کے اس دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے نظر آئے۔ ان میں سے ایک نے کسی میکنزم کے تحت دروازے کو کھولا اور مجھ سے باہر آنے کے لیے کہا گیا۔ دو آدمیوں نے پستول نکال لیے تھے۔ ایک بار پھر میرے ہاتھ پشت پر باندھ دیے گئے، پھر میں ان کے ہمراہ آگے بڑھ گیا۔

مجھے ایک دوسرے کشادہ غار میں پہنچا دیا گیا۔ یہ وہ غار نہیں تھا جہاں پچھلے دن میں نے کرسٹا فلومر سے گفتگو کی تھی لیکن کرسٹا فلومر یہاں موجود تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ پشت پر تھے اور وہ بے چینی سے ٹہل رہی تھی۔

میرے داخل ہونے پر اس نے رک کر مجھے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں نفرت کی چنگاریاں رقص کر رہی تھیں۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ "ہوں تو تم علی یار خان ہو؟"

میں نے ایک طویل سانس لی اور منہ چلانے لگا۔

"اس وقت تو میں نہ جانے کیا ہوں، کیا بتاؤں تم کو؟"

"کیوں! کیا مصیبت نازل ہوئی ہے تم پر؟"

"بہت سے جرائم پیشہ لوگ بھی کم از کم اس حد تک با اخلاق ہوتے ہیں کہ جن لوگوں کو وہ فوراً ہی قتل نہیں کرتے ان کو بھوکا مارنا بھی پسند نہیں کرتے۔"

کرسٹا فلومر چند لمحے مجھے گھورتی رہی پھر اس نے کہا "کیا تم شرافت سے گفتگو کرنا پسند کرو گے؟"

"میرا خیال ہے میں نے اب تک کوئی غیر شریفانہ حرکت نہیں کی۔"

"تو پھر بیٹھ جاؤ۔ میں تمہارے لیے ناشتا منگواتی ہوں۔" اس نے ایک آدمی کو ناشتا لانے کے لیے بھیجا اور دوسرے کو میرے ہاتھ کھول دینے کا اشارہ کر کے میرے سامنے ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

"اس نوازش کے لیے شکریہ میڈم کرسٹا فلومر۔ مجھے سب سے زیادہ تشویش اس بات کی ہے کہ کیا واقعی مسٹر ایڈن گردش ایڈن گردش نہیں تھے؟"

کرسٹا فلومر کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے نرمی سی نظر آئی اور پھر اس نے تھکے تھکے لہجے میں کہا..........

"ہاں...... ہمیں دھوکا ہو گیا، وہ ایڈن گردش نہیں تھے۔ ایڈن گردش کو قتل کر دیا گیا، ان کی لاش مل چکی ہے۔" یہ کہتے ہوئے اس کے لہجے میں ہلکی سی آزردگی تھی۔

"تو میرا خیال بالکل درست نکلا اور مس فلومر! کیا آپ نے یہ بھی معلوم کر لیا کہ وہ امریکی سی آئی اے کا یہودی ایجنٹ اولیو ہارڈ ہی تھا؟"

"ہاں، اس نے اس بات کا اعتراف کر لیا۔" کرسٹا فلومر نے کہا۔

"کیا مطلب۔ کیا وہ آپ کے ہاتھ لگ گیا؟ کیا وہ فائل......؟"

"نہیں۔" کرسٹا فلومر مایوسی سے بولی۔ "فائل اسی کے پاس ہے، وہ فائل لے کر نکل گیا، کم بخت نے ہمیں ڈاج دے دیا لیکن مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔ جو کچھ میں نے کیا ہے، وہ پروگرام کے مطابق تھا اور اولیو ہارڈ......" دفعتاً کرسٹا فلومر بولتے بولتے رک گئی۔ اس نے مجھے گھورا پھر بولی۔ "اس کے بعد تم اولیو ہارڈ کے بارے میں مجھ سے کوئی سوال نہیں کرو گے۔"

"اس اچانک تبدیلی کی وجہ میڈم؟" میں نے سوال کیا۔

کرسٹا فلومر نے میرے اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ چند لمحات کے بعد میرے لیے ناشتا آ گیا جو میرے سامنے ہی میز پر لگا دیا گیا اور میرے ہاتھ کھول دیے گئے۔ میں کسی بھوکے فقیر کی طرح ناشتے پر ٹوٹ پڑا اور ماحول سے بے نیاز ہو گیا۔

تمام چیزیں معدے میں اتارنے کے بعد میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور کہا۔ "آپ نے اولیو ہارڈ کے بارے میں مجھے پوچھنے سے منع کر دیا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ فائل لے کر وہ نکل گیا۔ اس کے بعد میری خدمات آپ کے کس کام آ جائیں گی مس فلومر؟" میں نے سوال کیا۔

"تم...... اولیو ہارڈ نے مجھے فون پر یہ بھی بتایا تھا کہ تم علی یار خان ہو، وہی علی یار خان جس نے گوئٹے پل میں ہمارا منصوبہ ناکام بنایا تھا—اب تمہارا کیا خیال ہے۔ تمہاری گلوخلاصی آسانی سے ہو جائے گی؟"

"میڈم! چند باتیں مزید عرض کرنا چاہتا ہوں آپ سے خواہ آپ کچھ بھی کہیں۔ آپ کے ذہن پر اولیو ہارڈ بری طرح سوار ہے، اگر ذرا سی بھی توجہ دیں تو اس بات سے انکار نہیں کریں گی کہ میں آپ کے لیے اس قدر نقصان دہ نہیں ثابت ہوا جتنا اولیو ہارڈ۔"

"میں یہ سب نہیں جانتی۔ تمہاری شخصیت ہمارے لیے بہت ہی خطرناک ہے۔ تمہارے بارے میں کوئی مناسب فیصلہ بعد میں کیا جائے گا۔"

"یہ بھی آپ غلطی ہی کریں گی۔ میں آپ سے ایک وعدہ کر سکتا ہوں کہ اگر آپ مجھے آزاد کر دیں تو میں اولیو ہارڈ سے فائل حاصل کر کے آپ تک پہنچا دوں گا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے، گرین پول جیسی تنظیم اتنی ہی ناکارہ

جاسوسی ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ
گمراہ
کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس ۲۳ کراچی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے کہ وہ تمھارا سہارا حاصل کرے گی۔ ہم اپنے سلسلے میں خود بھی کام کر سکتے ہیں۔ بے شک ادلیو فورڈ امریکی سی آئی اے کا ایک رکن ہے لیکن گرین پول بھی احمقوں اور نکموں کا ادارہ نہیں ہے۔ ہمیں بعض اوقات ناکامی سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ ہم لوگ کچھ کر ہی نہیں سکتے۔ فورڈ نے اگر ہمیں ڈبل کراس کیا ہے تو وہ خود بھی ہماری گرفت سے نہیں بچ سکے گا اور پھر اس سے تمام حساب کتاب کر لیا جائے گا جہاں تک تمھارے معاملے کا سوال ہے، تمھارے سلسلے میں ایک الگ فائل کھلی ہوئی ہے اور اس میں تمھارے جرائم کی تفصیلات درج ہیں۔ تہذیب نا لکم ایکس کا کیس میرے پاس نہیں تھا لیکن مجھے اس کے بارے میں جو ہدایات دی گئی ہیں، اُن کی روشنی میں تمھارا کیس نپٹاؤں گی۔ تم بالکل مطمئن رہو، تمھارے بارے میں جو فیصلہ بھی کیا جائے گا، تمھیں اس سے آگاہ کر دیا جائے گا۔"

کم بخت کرسٹا فلومر کسی طرح قابو میں ہی نہیں آ رہی تھی۔ میں نے آخری کوشش کی۔ "اچھا یہ بات تو آپ مجھے بتا سکتی ہیں کہ تہذیب نا لکم ایکس کہاں ہے؟"

"میں تمھیں کوئی بھی بات بتانے کی ضرورت نہیں محسوس کرتی، بس تمھیں صرف یہ بتا دیا گیا ہے کہ تمھاری پول کھل گئی ہے اور اس کے بعد تمھیں ہم سے بہتر سلوک کی توقع نہیں رکھنا چاہیے۔"

کرسٹا فلومر نے اپنے آدمیوں کو طلب کیا اور میرے بارے میں ہدایت دے دی کہ مجھے پھر اسی قید خانے میں دھکیل دیا جائے۔ وہ خاصی پریشان نظر آ رہی تھی لیکن اب اس سے مفاہمت کی کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی۔ جو کچھ مجھے کرنا تھا، اس کے لیے میں اب آزاد تھا۔

مجھے ایک بار پھر اسی قید خانے میں ڈال دیا گیا اور سلاخوں والا دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا۔ وہ لوگ مجھے حسبِ معمول پھر بھول گئے۔ کبھی کبھی ایک پہرے دار مجھے نظر آ جاتا تھا، جو کھانے پینے کی چیزیں مجھے فراہم کر دیتا تھا۔ میری اس نئی قید کا وہ تیسرا دن تھا اور میں نے فیصلہ کیا تھا کہ یہاں سے رہائی کی کچھ نہ کچھ کوشش ضرور کی جائے گی۔ اس سلسلے میں بہت سی ترکیبیں سوچیں لیکن فوری طور پہ قابلِ عمل صرف ایک ہی صورت نظر آئی تھی حالانکہ وہ بہت پرانی اور فرسودہ تھی۔ اس وقت چار بجے تھے۔ میں اپنی تدبیر پہ عمل کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ چنانچہ میں زمین پر گر کر تڑپنے اور چیخنے لگا۔ چند ہی منٹ کے بعد سامنے والے دروازے کے پاس اس پہرے دار کے قدموں کی آواز سنائی دی، جو تھوڑی دیر پہلے مجھے نظر آیا تھا۔ اس نے سلاخوں سے اندر جھانکا اور پھر مجھے اس طرح تڑپتے دیکھ کر پریشان ہو گیا۔

"کیا بات ہے؟ کیا مصیبت نازل ہوئی ہے تم پر؟" وہ ناگواری سے بولا۔

"اس... اس سوراخ سے... اس سوراخ سے سیاہ رنگ کا ایک بچھو...." میں نے تکلیف زدہ آواز میں رُک رُک کر کہا۔

محافظ بے اختیار ایک سمت بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ کھولا اور دونوں ہاتھوں سے رائفل سنبھال کر میرے قریب پہنچ گیا۔

"کہاں کاٹا ہے؟" اس نے سوال کیا لیکن اسے یہ بتانا میرے پروگرام میں شامل نہیں تھا۔ میں نے اچھل کر ایک بھرپور ٹھوکر اس کی پیشانی پہ رسید کر دی۔ وہ ایک دم چت گرا۔ رائفل اس کے ہاتھوں سے چھوٹ گئی لیکن اس نے فوراً ہی اٹھ کر گری ہوئی رائفل اٹھانے کی کوشش کی۔ میرے دوسرے پاؤں کی ٹھوکر اس کے جبڑے پر لگی تھی۔ اس کے منہ سے خون کی دھار بہہ نکلی۔ ایک لمحے کے اندر اندر وہ بے ہوش ہو گیا۔ میں اسے قتل کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا، کیونکہ اس نے انسانی ہمدردی کے طور پہ فوراً ہی میری خبر گیری کرنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے اس کی قمیص پھاڑ کر دونوں ہاتھ پاؤں باندھ دیے، منہ میں بھی کپڑا ٹھونس دیا تاکہ ہوش میں آنے کے فوراً بعد وہ شور مچا کر دوسرے لوگوں کو آگاہ نہ کر دے۔ ایک محافظ کو ٹھکانے لگا دینے سے میرا مسئلہ حل نہیں ہو گیا تھا۔ ابھی نجانے راہ میں کتنی رکاوٹیں اور تھیں۔

میں نے فرش پہ پڑی ہوئی رائفل اٹھائی جو بھری ہوئی تھی۔ اس کا سیفٹی کیچ ہٹاتا ہوا میں کوٹھری سے باہر آ گیا۔ غار سنسان پڑا ہوا تھا۔ میں محتاط انداز میں قدم اٹھاتا ہوا بیرونی حصے کی جانب بڑھنے لگا لیکن ابھی میں نے زیادہ فاصلہ نہیں طے کیا تھا کہ دفعتاً قدموں کی آواز سنائی دی اور میں دیوار کے ساتھ چپک کر کھڑا ہو گیا۔ قدموں کی آواز لمحہ بہ لمحہ قریب آتی جا رہی تھی اور پھر میں نے کرسٹا فلومر کو دیکھا۔ وہ میری ہی طرف آ رہی تھی۔ چھپنے کا کوئی موقع نہیں تھا اگر وہ میرے سامنے آ جاتی تو پھر میرا دیکھ لیا جانا یقینی تھا لیکن اپنی جگہ سے آگے بڑھنا بھی خطرناک ہی تھا۔ اس وقت وہ تنہا تھی اور میری موجودگی سے بے خبر۔ چنانچہ میں سانس روکے اس کا انتظار کرتا رہا۔ جوں ہی وہ میرے قریب پہنچی، میں نے اس پر حملہ کر دیا لیکن وہ میری توقع سے کہیں زیادہ پھرتیلی تھی، اس نے تیزی سے گھوم کر میرے گھٹنے پر اس زور سے ٹھوکر رسید کی کہ میں

لڑکھڑا کر رہ گیا۔

وہ غراتے ہوئے لہجے میں بولی: "تمھارا کیا خیال ہے کیا اتنا ہی ناکارہ ہونا چاہیے تھا مجھے۔ میں گرین پول کی ڈون ہوں۔" اس کی آواز میں بے پناہ غراہٹ تھی۔

میں نے سنبھل کر اس پر رائفل کی سنگین سے حملہ کر دیا لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے اس بات کا اعتراف بھی کیا تھا کہ وہ شاید دُنیا کی سب سے پھرتیلی عورت ہے۔ اس نے فوراً ہی میرا وار بچایا اور اس کے ساتھ ہی وہ اس طرح اچھلی جیسے فلائنگ کِک لگانا چاہتی ہو۔ میں نے سنبھلنے کے لیے جگہ بدلی لیکن اچانک اس کی دوسری ٹھوکر میرے ہاتھ پر لگی اور رائفل میرے ہاتھ سے نکل کر دُور جا گری۔ مجھے نہتا دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ہم دونوں چند لمحے خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ کرسٹا فلومر اگر چاہتی تو اس وقت اپنے آدمیوں کو آواز دے کر بلا سکتی تھی لیکن وہ بھی خاموش تھی، اس کا مطلب تھا کہ اسے اپنے آپ پر بہت اعتماد ہے اور کسی ایک آدمی کو وہ کوئی حیثیت نہیں دیتی۔

چند لمحے تک خاموشی رہی۔ اس کے بعد کرسٹا فلومر ہی نے حملہ کرنے میں پہل کی تھی۔ اس نے ایک بار پھر مجھے جھکائی دی اور ایک زوردار ٹھوکر میرے پیٹ پر لگائی۔ میں خود کو اس ٹھوکر سے نہیں بچا سکا تھا۔ اس نے وقت ضائع کیے بغیر کراٹے کا ایک زوردار ہاتھ میری گردن پہ مارا۔ اُچٹتا ہوا ہاتھ لگا تھا، اگر بھرپور لگ جاتا تو نہ جانے کیا ہوتا۔ میں نے خود کو سنبھالا اور اچھل کر اس کے سر پہ ٹھوکر رسید کر دی۔ میری یہ ضرب کامیاب ہی تھی وہ لڑکھڑا کر دیوار سے جا لگی اور زور زور سے سر کو جھٹکے دینے لگی۔ میں نے اچھل کر اس کے منہ پہ ایک اور ٹھوکر لگانا چاہی لیکن میری پنڈلی پہ لگنے والی ضرب نے میرے ہوش و حواس درست کر دیے تھے۔ میں لڑکھڑاتا ہوا کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"بے وقوف آدمی، میں تم جیسے دس آدمیوں کے لیے تنہا ہی کافی ہوں۔ تمھیں اپنی اس کوشش کی پوری پوری سزا ملے گی۔"

میں درحقیقت بڑی سُبکی محسوس کر رہا تھا۔ اب تک بڑے بڑے لوگ میرے سامنے آ چکے تھے اور میں انھیں بہت دیر ٹکنے نہیں دیتا تھا لیکن یہ عورت مجھے مسلسل چکر دے رہی تھی۔ میری ذرا سی سستی مجھے موت کی نیند سلا سکتی تھی، اس کا مجھے احساس ہو گیا تھا۔ وہ مارشل آرٹ میں مکمل مہارت رکھتی تھی۔ میں نے ایک بار پھر اپنے آپ کو سنبھالا اور اس بار یہ بات سوچ لی تھی کہ مجھے یہ تصور ذہن سے نکال دینا ہے کہ کسی عورت سے میرا مقابلہ ہے، چنانچہ میں ہاتھ کھڑے کر کے اس کے سامنے پینترے بدلنے لگا۔ ایک دفعہ مجھے موقع ملا اور کھڑی ہتھیلی کا وار میں نے اس کے کندھے پہ کر دیا۔ وہ کراہتی ہوئی پیچھے ہٹی، دوسرا ہاتھ اس کی ناک پہ لگا اور ہڈی ٹوٹنے کی آواز کے ساتھ ہی خون کی موٹی دھار اس کی ناک سے بہہ نکلی۔ وہ تکلیف کی شدت سے کراہ رہی تھی لیکن اس نے اب بھی کسی کو اپنی مدد کے لیے نہیں پکارا۔ میں اس کی اس جرأت اور استقامت کی داد دیے بغیر نہ رہ سکا۔ اس میں اب بھی اتنا دم خم باقی تھا کہ اگر میں ذرا بھی سست پڑ جاتا تو وہ مجھے ٹھکانے لگا دیتی۔

"میں تمھیں سسکا سسکا کر ماروں گی۔" اس کے حلق سے غراہٹ نکلی۔ میں نے جواب دینے کے بجائے اچھل کر اسے ٹھوکر ماری لیکن اس نے بڑی پھرتی سے میرا پاؤں پکڑ کر مجھے اچھال دیا۔ میں نیچے گرا تو وہ مجھ پر کسی خونخوار بلی کی طرح جھپٹی مگر میرے دوسرے پیر کی ٹھوکر پوری قوت سے اس کی پسلیوں پر لگی اور اس بار اس کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکل گئی تھی۔ وہ دونوں ہاتھ سینے پہ رکھ کر اوندھی ہو گئی اور اس کے بعد شاید اس میں سکت نہیں رہی تھی کہ وہ مجھ سے مقابلہ کرے۔ چنانچہ وہ پیچھے کھسک کر اٹھنے کی کوشش کرنے لگی اور اس میں وہ کامیاب ہو گئی۔ دوسرے ہی لمحے پلٹ کر واپس دوڑی۔ غالباً اب اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ میں اس کے بس کی چیز نہیں ہوں لیکن اگر وہ اس وقت میرے ہاتھ سے نکل گئی تو میں زندگی بھر اس کے چنگل سے نہیں نکل سکتا تھا کیونکہ اب معاملہ زندگی اور موت کا ہو گیا تھا۔ میں اپنے جسم کی تمام تر توانائی کے ساتھ اس کے پیچھے دوڑا لیکن اس کے دوڑنے کی رفتار بھی کافی تیز تھی۔ ان غاروں میں مجھے راستوں کے بارے میں بھی کچھ پتا نہیں تھا بلکہ راستے میں موڑ آ رہے تھے اور مجھے تیز رفتاری کے سبب خود کو سنبھالنا پڑ رہا تھا ورنہ یہ بھی ممکن تھا کہ میں پتھر کی کسی چٹان سے ٹکرا جاتا اور پھر وہیں ڈھیر ہو جاتا۔

کرسٹا فلومر راستے کے ہر پیچ و خم سے واقف تھی چنانچہ اس کے لیے ان سُرنگوں میں برق رفتاری سے دوڑنا میری بہ نسبت زیادہ آسان تھا لیکن پھر بھی مجھے اس کی تیز رفتاری دیکھ کر حیرت ہو رہی تھی۔ کوئی عام عورت زخمی حالت میں اس طرح ہرگز نہیں دوڑ سکتی تھی۔ کرسٹا فلومر یقیناً ایک غیر معمولی عورت تھی۔

ایک لمبی سُرنگ عبور کرنے کے بعد وہ ایک ہال میں داخل ہو گئی۔ جوں ہی میں اس کے پیچھے ہال میں داخل ہوا، ہال میں بیٹھے ہوئے کئی آدمی اچھل کر کھڑے ہو گئے اور پھر انھوں نے پستول نکال لیے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں ایک لمحے کے لیے ٹھٹک کر رُکا اور صورتِ حال کا اندازہ کرتے ہی واپس بھاگ پڑا لیکن اسی وقت اندھا دھند فائرنگ شروع ہو گئی۔ ایک گولی میری پنڈلی میں لگی اور میں دوڑتے دوڑتے گر پڑا۔ گرتے ہوئے میرا سر کسی چھت سے ٹکرایا تھا اور میری آنکھوں کے سامنے ستارے سے ناچ گئے تھے۔ اپنی اس کوشش میں میں ناکام ہو گیا تھا اور اب ... اور اب .... لیکن ذہن اس سے آگے کچھ نہیں سوچ سکا تھا، میرا ذہن اتھاہ تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔

سنبھلنے کب تاریکیاں چھٹیں اس کا احساس البتہ باہر ہونے والی روشنی سے ہوا تھا ورنہ جہاں میں موجود تھا وہاں تو تاریکی ہی چھائی ہوئی تھی۔ دماغ میں شدید سنسناہٹ کی سی کیفیت تھی۔ ہاتھ سے سر کو ٹٹولا تو پٹی بندھی ہوئی محسوس ہوئی ٹانگ میں بھی خاصی تکلیف تھی۔ مجھے گزرے ہوئے واقعات یاد آنے لگے اور پھر میں نے ٹانگ کو اپنی جگہ سے ہلانے کی کوشش کی۔ اس کوشش میں ناکامی نہیں ہوئی، بس درد کی ایک لہر پورے بدن میں پھیل گئی تھی۔ میں نے کہنی ٹکا کر اٹھنے کی کوشش کی، بدن کے نیچے نرم بستر بھی تھا، کوئی دقت نہیں ہوئی۔ پنڈلی کے زخم کو ٹٹول کر دیکھنا پڑا تھا چونکہ جہاں میں موجود تھا وہاں اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ پنڈلی پر بندھی ہوئی پٹی سے احساس ہوا کہ ہڈی سلامت ہے۔ گولی صرف گوشت کو چیرتی ہوئی گزر گئی ہے۔ ایک ٹھنڈی سانس لے کر میں دوبارہ لیٹ گیا۔ حرکت کرنے سے خاصی تکلیف ہو رہی تھی۔ کچھ نقاہت بھی تھی جس سے احساس ہوتا تھا کہ شاید خون زیادہ بہہ گیا ہے۔ جگہ کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں تھا کہ کس جگہ ہوں۔ واقعات چونکہ یاد آ چکے تھے، اس لیے اتنا ضرور اندازہ تھا کہ یہ کسی مناسب جگہ نہیں ہوں گا۔

تھوڑی دیر تک ذہن ادھر ادھر کے خیالات کی آماجگاہ بنا رہا پھر میں نے انھیں ذہن سے جھٹک دیا اور آنکھیں بند کر کے خود کو پُرسکون رکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ وقت گزرتا رہا اور میں کسی کی آمد کا منتظر رہا مگر کوئی نہیں آیا۔

رات ہو گئی تھی، باہر سے آنے والی سورج کی کرنیں اب غائب ہو گئی تھیں۔ میں اس طرح پڑے پڑے سخت بے زاری محسوس کر رہا تھا لیکن اس حالت میں فوری طور پر کیا بھی کیا جا سکتا تھا۔ بستر سے اٹھ کر کہیں جانے کی کوشش کرنا بے مقصد ہی ہوتا۔ اسی حالت میں ایک بار پھر خیالات کی یلغار ہونے لگی ذہن پر اور میں اس یلغار سے جنگ کرنے لگا۔ اس وقت سوچ سوچ کر اپنے ذہن کو اور نہیں دُکھانا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد آخر اس کوشش میں کامیابی نصیب ہوئی اور پھر صبح ہی کو آنکھ کھلی۔

صبح آنکھ کھلی تو ایک دُبلے پتلے آدمی کو اپنی نبض دیکھتے ہوئے پایا۔ ڈاکٹر معلوم ہوتا تھا چونکہ گلے میں مخصوص قسم کا آلہ بھی پڑا ہوا تھا۔ ڈاکٹر نے میرا معائنہ کیا اور پھر پیچھے کھڑی ہوئی نرس کو اشارہ کر کے کوئی چیز طلب کی۔ نرس نے ایک انجکشن ڈاکٹر کے ہاتھ میں تھما دیا اور ڈاکٹر نے وہ انجکشن میرے بازو میں انجیکٹ کر دیا۔ پھر وہ مجھ سے کچھ کہے سُنے بغیر واپسی کے لیے مڑ گیا تھا البتہ نرس وہیں موجود رہی۔

میں نے نگاہیں گھما کر نرس کو دیکھا لیکن یوں محسوس ہوا جیسے پلکیں ایک دوسری سے چپکی جا رہی ہوں۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں پھر بے سُدھ ہو گیا تھا۔ غالباً بے ہوشی کا انجکشن دیا گیا تھا۔

اس کے بعد اسی طرح کے دن اور رات چلتے رہے وقت اور گھنٹوں کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ نیم غنودگی کی سی کیفیت میں مجھے رکھا جا رہا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں اور اس طرح بے ہوش رکھنے کی وجہ کیا ہے؟ ہوش آتا تو اس بارے میں سوچتا لیکن کوئی میرے پاس نہ ہوتا جس سے یہ سوال کرتا پھر ایک دن ہوش آیا تو سر کی تکلیف بھی کم تھی اور ٹانگ میں بھی کوئی خاص تکلیف نہیں تھی غالباً کئی دن گزر چکے تھے۔ پٹی ضرور بندھی ہوئی تھی لیکن تکلیف پہلے سے کہیں زیادہ کم تھی۔

میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بدن اکڑ سا گیا تھا۔ بستر پر لیٹے لیٹے پتا نہیں کتنا وقت گزر گیا تھا یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے؟ کیا کر رہے ہیں وہ لوگ؟ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

میں اپنی جگہ سے اٹھا اور دروازے کے نزدیک پہنچ گیا۔ اب کمرے کے ماحول کا بخوبی جائزہ لے سکتا تھا۔ میرے اندازے کے مطابق یہ کمرہ اس غار کا حصہ نہیں تھا، کوئی ایسی جگہ تھی جسے عمارت ہی کہا جا سکتا تھا۔ دروازے کے پاس پہنچ کر میں نے دروازہ زور زور سے بجایا اور دروازہ کھلنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔

باہر دو آدمی کھڑے ہوئے تھے جن میں سے ایک کے ہاتھ میں پستول تھا، اس کی نال میری جانب تھی میں خاموشی سے انھیں گھورتا رہا۔ پستول بردار نے غراتے ہوئے کہا "کیا بات ہے، کیوں شور مچا رہے ہو؟"

"میں یہاں سے نکلنا چاہتا ہوں۔"

"آرام سے جا کر بستر پر لیٹ جاؤ، جب تک ڈاکٹر صاحب

تمھیں اجازت نہیں دیں گے، تم یہاں سے باہر نہیں جا سکتے۔"

"لیکن میں کسی ذمے دار آدمی سے ملنے کا خواہش مند ہوں۔" میں نے احتجاج کے انداز میں کہا۔

"میں ذمے دار آدمی ہوں۔ کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"صرف باہر نکلنا چاہتا ہوں۔"

"یہ ناممکن ہے۔ جاؤ ابھی تمھارے زخم ٹھیک نہیں ہوئے ہیں، نئے زخموں کی طلب نہ کرو۔" اس نے خونخوار لہجے میں کہا۔

میں اسے کینہ توز نگاہوں سے گھورنے لگا لیکن بہرحال واپس تو آنا ہی تھا، بات سچ تھی، ابھی میرا بدن نئے زخموں کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔

اسی دوپہر کو تقریباً ساڑھے بارہ بجے چند لوگ اسی ڈاکٹر کی معیت میں اندر آئے۔ ان کی تعداد چار تھی، ڈاکٹر پانچواں آدمی تھا۔ انھوں نے ڈاکٹر سے میرے بارے میں معلومات حاصل کیں اور پھر ڈاکٹر کی اجازت سے مجھے ساتھ لے کر باہر نکل گئے۔ ایک طویل راہداری سے گزرنے کے بعد وہ عمارت کے بیرونی دروازے پر آئے جہاں ایک سیاہ رنگ کی کار کھڑی ہوئی تھی۔

"چلو بیٹھو، اور سنو! ہم سب مسلح ہیں، تمھارا کوئی بھی غلط قدم تمھیں موت کے گھاٹ اتار دے گا ہم سب کو اس کے لیے ہدایت کر دی گئی ہے۔"

"میں استنبول ہی میں ہوں؟" میں نے اس کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

"اندر بیٹھو، اس کے بعد فضول بکواس کر لینا۔" اس شخص نے کرخت لہجے میں کہا اور مجھے تقریباً دھکا دے کر بند گاڑی میں دھکیل دیا گیا۔

میں خاموشی سے اندر جا بیٹھا تھا۔ ان میں سے تین میرے ارد گرد بیٹھ گئے۔ ایک نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا تھا۔ بند گاڑی اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ زخموں میں اب چونکہ کوئی تکلیف نہیں تھی اس لیے میں مطمئن تھا لیکن ابھی ان سے جھگڑنا نہیں چاہتا تھا چونکہ صورتِ حال سراسر میرے خلاف ہی جاتی تھی۔

بند گاڑی کا سفر تقریباً چالیس منٹ کا رہا اور اس کے بعد مجھے ایک جگہ اتار دیا گیا تھا۔ یہ استنبول ہی کی کوئی عمارت تھی۔ جس کی بناوٹ سے یہ اندازہ ہوتا تھا لیکن پرانے استنبول کی۔ طرزِ تعمیر قدامت پسندانہ تھا۔

عمارت کی چار سیڑھیاں طے کرا کر مجھے اندر پہنچا دیا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں ایک کشادہ ہال میں داخل ہو گیا۔ ہال میں خاصی روشنی تھی جو کھڑکیوں سے آ رہی تھی اور اس روشنی میں میں نے چند افراد کو دیکھا اور ان میں سے ایک کو پہچان گیا۔ یہ وہی لڑکی کیلس تھی جو پہلے بھی کرسٹا فلومر کی ایک ساتھی کی حیثیت سے میرے سامنے آ چکی تھی اور جس کی موجودگی میں فائل کا تبادلہ ہوا تھا۔

لڑکی اپنی جگہ سے اٹھی اور باہر نکل گئی مجھے ایک صوفے پر لا کر بٹھا دیا گیا اور مجھے لانے والے باہر چلے گئے۔ اندر جو لوگ موجود تھے وہ اسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کی آنکھوں میں میرے لیے اچھے تاثرات نہیں تھے۔

کیلس تقریباً دس منٹ کے بعد اندر داخل ہوئی تو اس کے ساتھ ایک اور شخصیت بھی تھی جسے دیکھ کر میرے دل میں عجیب سے احساسات بیدار ہو گئے۔ یہ کرسٹا فلومر ہی تھی لیکن خاصی خستہ حالت میں۔ پیشانی پہ پٹی بندھی ہوئی تھی، ناک پر بہت بڑا ٹیپ لگا ہوا تھا۔ شاید اور بھی زخم تھے اس کے بدن پر، اور وہ کسی قدر لنگڑا کر چل رہی تھی۔

وہ میرے سامنے ہی ایک صوفے پر آ کر بیٹھ گئی۔ کیلس اس کے عقب میں جا کھڑی ہوئی تھی۔ باقی جو افراد پہلے سے وہاں موجود تھے وہ مؤدب ہو گئے تھے۔

کرسٹا فلومر مجھے خونخوار انداز میں گھورتی رہی اور پھر اس کی آواز ابھری "کیا تم اس کے لیے میرے شکر گزار نہیں ہو کہ ابھی تک زندہ ہو.... نہ صرف زندہ بلکہ صحیح حالت میں ہو۔ مجھے پہچاننے کی کوشش کرو، کرسٹا فلومر اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرتی ہے اور اس بات کی خواہش مند رہتی ہے کہ جب تک وہ اپنے ہاتھ پاؤں ہلانے کے قابل نہ ہو جائیں انھیں موت کی سزا نہ دے۔ کیا سمجھتے تھے تم اپنے آپ کو علی یار خان۔ کیا سوچا تھا تم نے اپنے بارے میں؟" اس کی آواز میں غراہٹ تھی۔ ناک کی ہڈی ٹوٹنے کی وجہ سے اس کی آواز کافی تبدیل ہو گئی تھی اور اس میں کسی قدر ممناہٹ شامل ہو گئی تھی۔

میں بے اختیار ہنس پڑا۔ "تمھاری آواز کو کیا ہو گیا کرسٹا فلومر۔ گریٹ پول کی ڈون۔ تم اپنی کیفیت مجھے بتاؤ۔" میرے اندر بھی سرکشی کا جذبہ بیدار ہو گیا تھا۔ ہر قسم کا خوف ذہن سے نکل گیا تھا کسی مصلحت کی گنجائش نہیں محسوس ہو رہی تھی۔ کرسٹا فلومر نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

چند لمحے خاموش رہی پھر وہ کہنے لگی۔ "مسٹر علی یار خان میں ہر حالت میں تنظیم کے مفادات کو سامنے رکھتی ہوں اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اپنے ذاتی معاملات کو تنظیم کے مفادات پر قربان کر دیتی ہوں۔ میں تمہیں بدترین سزا دے سکتی تھی لیکن اس سے تنظیم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ میں وہ کام کرنا چاہتی ہوں جس سے تنظیم کو فائدہ پہنچے۔"

"ضرور کرو۔ اس کارِ خیر میں تاخیر مناسب نہیں ہے۔" میں نے پُرمزاح لہجے میں کہا۔ "مجھ سے مشورہ کیوں کر رہی ہو؟"

"میں تم سے مشورہ نہیں کر رہی بلکہ تمہیں اطلاع دے رہی ہوں۔ میں ابھی تھوڑی دیر کے بعد تمہیں ایک ایسے شخص سے ملواؤں گی جس سے مل کر تمہیں بے پناہ خوشی ہوگی۔"

"ضرور ضرور۔ لیکن حقیقی خوشی مجھے اسی وقت تم سے مل کر ہوئی ہے۔" میں نے کہا اور صوفے کی پشت سے سر ٹکا لیا۔

کرسٹا فلومر نے وہاں موجود آدمیوں سے کہا۔ "تم لوگ باہر جاؤ۔ حسن پاشا آ جائے تو اسے میرے پاس بھیج دو۔"

حسن پاشا کا نام سن کر میرے ذہن میں روشنی کا ایک جھپاکا سا ہوا تھا لیکن میں نے اپنے آپ کو قابو میں رکھا اور چہرے سے کسی تاثر کا اظہار نہیں ہونے دیا۔

وہ سب باہر نکل گئے تھے۔ کرسٹا فلومر خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی۔ اس کے انداز میں بے پناہ نفرت پائی جاتی تھی میں بھی بیٹھا اسے گھورتا رہا۔ کیلس، کرسٹا فلومر کے پیچھے کھڑی میری طرف دیکھ رہی تھی، جب میری نگاہیں اس سے ملیں تو اس نے رُخ تبدیل کر لیا۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ وہی افراد واپس آئے اور ان میں سے ایک نے کہا۔ "میڈم! حسن پاشا آ چکے ہیں۔"

"بلاؤ۔" کرسٹا فلومر نے کہا اور پھر ان میں سے دو آدمیوں کو اشارہ دیا۔ "تم لوگ یہیں بیٹھو۔ باقی لوگوں کو باہر چھوڑ دو۔"

وہ دونوں صوفوں پر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد حسن پاشا اندر داخل ہو گیا۔ اس کی نگاہیں میری طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ اس نے بغور مجھے دیکھا اور پھر نفرت بھرے لہجے میں بولا۔ "اچھا تو یہ شخص یہاں موجود ہے۔"

"ہاں۔ یہ علی یار خان ہے، اپنی دانست میں بہت بڑی چیز۔"

"ہم اسے مزید بڑا کر دیں گے، آپ بالکل فکر نہ کریں میڈم۔"

"کیا کہتے ہو حسن پاشا، کیا پروگرام ہے مسٹر ہاورڈ کا؟" کرسٹا فلومر نے پوچھا۔

"مسٹر ہاورڈ اس سودے کے لیے تیار ہیں، علی یار خان کے بدلے وہ فائل آپ کے سپرد کر دی جائے گی۔ ہم جو بھی سودا طے کرتے ہیں اُسے پوری ایمان داری سے پایۂ تکمیل تک پہنچاتے ہیں۔ اِس سلسلے میں آپ کو قطعی فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"ٹھیک ہے، ہم بھی علی یار خان کو تمہارے حوالے کرنے پر تیار ہیں حسن پاشا۔"

"مجھے امید تھی میڈم کہ آپ صحیح فیصلہ کریں گی۔"

"ہاں — تبادلہ کب ہوگا؟"

"آپ چاہیں تو ابھی۔" حسن پاشا نے کہا۔ "لیکن اصولی طور پر یہ تبادلہ اس عمارت میں ممکن نہیں ہے۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا میڈم کہ ہم کوئی درمیانی جگہ منتخب کریں؟"

"کیا تم اس سلسلے میں کوئی پروگرام اپنے ذہن میں رکھتے ہو؟"

"ہاں۔ میری خواہش ہے کہ آپ میرے ساتھ چلیں۔ فائل میں یہاں ساتھ نہیں لایا۔ اسے منگوایا جا سکتا ہے لیکن ہم کیوں نہ کہیں دُور ہٹ کر یہ تبادلہ کریں۔ آپ فائل حاصل کر لیں اور علی یار خان کو ہمارے حوالے کر دیا جائے۔"

"ٹھیک ہے، میں اس کے لیے تیار ہوں۔"

"تو پھر مجھے بھی تیار ہی سمجھیے۔" حسن پاشا نے جواب دیا اور کرسٹا فلومر نے کیلس کو اشارہ کیا۔

"کیلس، تیاری کرو۔ حسن پاشا سے مکمل تعاون کیا جائے گا۔"

میں صورتِ حال کا جائزہ لے رہا تھا۔ اب معاملات میری نگاہوں سے اوجھل نہیں رہے تھے، یہ بات میرے علم میں آ گئی تھی کہ اولیو ہاورڈ نے فائل کے بدلے مجھے طلب کیا ہے۔ بڑی عجیب بات تھی لیکن اولیو ہاورڈ جیسے شخص کو شاید کرسٹا فلومر سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ اگر مجھے ہی حاصل کرنا ہوتا تو وہ اس وقت فائل لے کر نکل جانے کی کوشش نہ کرتا اور یقینی طور پر اس نے فائل کی ڈپلی کیٹ تیار کر لی ہوگی اور اس کے بعد اس نے کرسٹا فلومر کو یہ پیش کش کر دی۔

کیلس باہر نکل گئی تھی۔ حسن پاشا وہاں موجود تھا۔ میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "تو آپ اولیو ہاورڈ سے میرا سودا کر رہی ہیں میڈم کرسٹا فلومر؟"

"کیوں، تمہارا کیا خیال ہے اس بارے میں؟"

"کوئی خیال نہیں۔ ظاہر ہے اس وقت میں اس پوزیشن میں نہیں ہوں کہ آپ کو اس سودے بازی سے روک

سکوں۔ ٹھیک ہے ایسا کر لیجیے لیکن ایک دلچسپ بات میں آپ کے گوش گزار کر دینا چاہتا ہوں مسٹر حسن پاشا، اولیو ہاورڈ کے نمائندے کی حیثیت سے آپ سے ملے ہیں اس لیے ان کے سامنے کچھ کہنے کا مقصد یہی ہے کہ بات اولیو ہاورڈ تک پہنچ جائے۔ آپ بھی اچھی طرح سن لیجیے میرا تبادلہ فائل سے ہو رہا ہے۔ فائل، اولیو ہاورڈ کے قبضے میں ہے یا تھی۔ آپ کا کیا خیال ہے میڈم کرسٹا فلومر؟ اگر اولیو ہاورڈ کو میری اتنی سخت ضرورت تھی تو کیا وہ اُس وقت فائل کے بجائے میرا حصول پسند نہ کرتا جب وہ ایڈن گردش کی حیثیت سے آپ کے پاس موجود تھا۔ فائل لے کر نکل جانے کا مقصد صرف اتنا ہی ہو سکتا ہے کہ اس نے فائل کی کاپی تیار کرا لی ہوگی اور اس کے بعد فائل آپ کے حوالے کر کے دُہرا فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہوگا۔ آپ کو ایک ایسی فائل ملے گی جس کی ڈپلی کیٹ کہیں اور ہے ظاہر ہے اس کے مفادات اس شکل میں مجروح نہیں ہوتے اور جہاں تک علی یار خان کا تعلق ہے، وہ بھی اولیو ہاورڈ کے پاس پہنچ جائے گا لیکن آپ کیا سمجھتی ہیں، کیا اولیو ہاورڈ جیسا اِنسان جس کی زندگی ہی علی یار خان کے چکر میں گزر رہی ہے علی یار خان پر قابو پا سکے گا؟ بات صرف چند روز، چند گھنٹوں یا چند لمحات کی ہے، علی یار خان بھی نکل جائے گا اور اولیو ہاورڈ کو بھی اتنا ہی نقصان اٹھانا پڑے گا جتنا آپ کو۔ اگر فائل سے آپ کے کچھ مفادات وابستہ ہیں تو جو فائل آپ کو ملے گی مس کرسٹا فلومر، اس کی حیثیت اب کچھ نہیں ہوگی۔"

"یہ بات تم سے زیادہ میں بہتر جانتی ہوں علی یار خان۔ مجھے صرف فائل درکار ہے۔ اس کے مفادات کا مسئلہ صرف گرین پول سے ہے۔ گرین پول کے لوگ اس بارے میں فیصلہ کریں گے کہ اگر اولیو ہاورڈ کے پاس اس فائل کی نقل بھی موجود ہے تو آئندہ معاملات کس طرح طے کیے جائیں۔ تم مجھے اولیو ہاورڈ سے بددل کرنے کی کوشش نہ کرو۔" میڈم کرسٹا فلومر نے جواب دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد کیلس واپس آ گئی اور اس نے ادب سے کہا۔ "تیاریاں مکمل ہیں میڈم۔"

"چلو۔" کرسٹا فلومر اٹھ کھڑی ہوئی۔ کیلس اس کے ساتھ تھی، دو آدمی مجھے لے کر آگے بڑھ گئے۔

حسن پاشا کرسٹا فلومر کے ساتھ چل رہا تھا، راستے میں اس نے آہستہ سے کہا۔ "یہ شخص جتنا خطرناک ہے مِس فلومر! آپ نے اس کا اندازہ تو لگا ہی لیا ہوگا۔"

"ہاں لیکن یہ غلط تو نہیں کہتا۔ اس بات کے امکانات تو ہیں۔" کرسٹا فلومر نے جواب دیا۔

"نہیں، مسٹر ہاورڈ فیئر ڈیلنگ کے قائل ہیں۔"

"بس پلیز! بے مقصد باتیں کرنا پسند نہیں کرتی۔" کرسٹا فلومر نے ترش لہجے میں جواب دیا اور ہم لوگ باہر آ گئے۔

ایک بڑا سا بند ٹرک باہر موجود تھا۔ غالباً اس پر کسی کمپنی کا مونوگرام بنا ہوا تھا جس کے الفاظ میری سمجھ میں نہیں آ سکے چونکہ وہ مقامی زبان میں تھے۔ ٹرک کا عقبی حصہ اِنتہائی آرام دہ تھا۔ اسے ٹرک کی بجائے ٹریلر کہنا زیادہ مناسب تھا۔ ہم آرام دہ سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ اگلے حصے میں کون کون تھا، اس کے بارے میں کچھ اندازہ نہیں ہو سکا لیکن پیچھے حسن پاشا، میں، کرسٹا فلومر اور کیلس موجود تھے۔ ان کے علاوہ اور کسی شخص کو پچھلے حصے میں آنے کی جرأت نہیں ہوئی تھی۔

سفر جاری رہا اور تقریباً پندرہ منٹ کے بعد دفعتاً کرسٹا فلومر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے ٹرک کے درمیانی حصے کو بجاتے ہوئے ڈرائیونگ کرنے والے سے کچھ کہا اور ٹرک کی رفتار سست ہونے لگی۔ چند لمحات کے بعد وہ رُک گیا۔

"پلیز کیلس! جاؤ تم [illegible] فلومر نے کیلس سے کہا اور کیلس ٹرک کے پچھلے حصے سے باہر [illegible] وہ نجانے کیا دیکھنے کے لیے آگے گئی تھی۔ حسن پاشا بھی باہر جھانکنے کی کوشش کرنے لگا۔

چند ہی لمحوں کے بعد دفعتاً ایک ہولناک چیخ ابھری، پھر دوسری اور تیسری چیخ بھی فضا میں بلند ہوئی اور حسن پاشا گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا ہے یہ! کیا ہو گیا.....!" اس نے ٹرک کے عقبی حصے میں جانے کی کوشش کی لیکن کرسٹا فلومر نے اس کا کالر پیچھے سے پکڑ کر اسے پوری قوت سے ٹرک کے درمیانی پارٹیشن سے دے مارا۔

حسن پاشا اس طرح سے گرا تھا کہ اس سے اٹھا نہ گیا۔ کرسٹا فلومر نے اسے چھوڑا نہیں بلکہ اپنا گھٹنا اس کے سینے پر ٹکا کر بیٹھ گئی۔ نجانے کہاں سے اس نے ایک چاقو نکال لیا تھا۔ وہ چاقو اس نے حسن پاشا کے نرخرے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "فائل نکالو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"وہ ... وہ ..."

"میں کہتی ہوں فائل نکالو" وہ پھر غرّائی۔ میں اس صورتِ حال کو سمجھ ہی نہیں پایا تھا۔ چنانچہ ساکت و جامد بیٹھا کرسٹا فلومر کی کارروائی دیکھ رہا تھا۔

حسن پاشا نے گھگیائے ہوئے انداز میں کہا: "وہ ... وہ میرے پاس کہاں ہے! وہ تو ... وہ تو ..."

"ایک لمحے کے اندر اگر تم نے اس کے بارے میں نہ بتایا تو میں یہ چاقو تمھاری گردن پہ پھیر دوں گی۔"

"فائل ... فائل میرے لباس میں موجود ہے، قمیص کے نیچے۔" اس نے کہا اور کرسٹا فلومر نے بے دردی سے حسن پاشا کا گلا کاٹ دیا۔ وہ اتنا زبردست وار تھا کہ ... حسن پاشا کا نرخرا بُری طرح کٹ گیا تھا۔

میں بوکھلائے ہوئے انداز میں اٹھ کھڑا ہوا تو کرسٹا فلومر نے کہا: "نہیں علی، پلیز! تم کچھ کرنے کی کوشش مت کرنا، تم دشمنوں میں نہیں ہو۔"

اُس کے اِن الفاظ اور اس لہجے پر میں چونک کر رُک گیا تھا۔

کرسٹا فلومر نے پھرتی سے حسن پاشا کے گریبان کے بٹن کھولے اور پھر وہ فائل اس کے گریبان سے باہر نکال لی جسے اولیو ہارورڈ لے اُڑا تھا۔ [illegible] فائل کی ورق گردانی کی اور مطمئن انداز میں [illegible] بڑھاتے ہوئے بولی: "[illegible] پاس پہنچ گئی۔" میں ششدر [illegible] ہی تھی! تب کرسٹا فلومر نے اپنی ناک پر لگا ہوا ٹیپ اکھاڑ دیا، ماتھے کی پٹی کھول کر پھینک دی۔ گردن کے پاس کچھ ٹٹول کر ایک ماسک اپنے چہرے سے اتار دی اور دوسرے ہی لمحے حیرت سے میرا منہ کھل گیا۔ میں بیوقوفوں کی طرح اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔

تارینا ... وہ تارینا ہارڈو تھی جو کرسٹا فلومر کے میک اپ میں تھی۔

تارینا ہارڈو دلآویز انداز میں مسکرائے جا رہی تھی آنکھوں کی چمک سے اندازہ ہوتا تھا کہ میری کیفیت سے محظوظ ہو رہی ہے۔ "اتنے پریشان کیوں ہو علی؟" اس نے محبت آمیز لہجے میں پوچھا۔

"پریشان! اب تو میں اس بات پر حیران ہوں کہ میں بے ہوش کیوں نہیں ہو گیا؟"

"تم جیسے مضبوط اعصاب کے لوگ کبھی بے ہوش نہیں ہوتے۔"

"اتنے وثوق سے نہ کہو یہ بات۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا: "اس وقت بھی میں کم از کم نیم بے ہوش تو ہو ہی رہا ہوں۔"

تارینا بدستور مسکراتی رہی پھر بولی: "میں جانتی ہوں تم شراب نہیں پیتے۔ البتہ تمھیں اس وقت کافی کی شدت سے ضرورت ہے بس کچھ ہی دیر کی بات ہے پھر تمھیں بہت عمدہ کافی پلاؤں گی۔"

اسی وقت کسی کار کی ہیڈ لائٹس نظر آئیں۔ میں چوکنّا ہو گیا۔

"کوئی فکر نہ کرو۔ یہ بھی میرے ہی ساتھی ہیں۔" تارینا نے جلدی سے کہا۔ اتنی دیر میں ہرے رنگ کی وہ لیموزین قریب آکر رک گئی تھی۔ تارینا نے مجھے اشارہ کیا اور دروازہ کھول کر عقبی نشست پر بیٹھ گئی۔ گٹھے ہوئے مضبوط بدن کے ڈرائیور نے گاڑی ریورس کر لی۔ میں صورتِ حال کو پوری طرح سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن ذہن کو الجھنوں کے سوا کچھ میسّر نہیں آ رہا تھا۔ "اور وہ لڑکی کیلیس؟" کچھ توقف کے بعد میں نے پوچھا: "کیا وہ بھی نقلی ہے؟"

"نہیں ... تمھارا تازہ ترین شکار اصلی ہی ہے۔" تارینا نے کہا اور کھلکھلا کر ہنس دی۔

"تازہ ترین شکار سے کیا مطلب ہے تمھارا؟"

وہ ایک دم سنجیدہ ہو گئی۔ "عورت ناقص العقل ہوتی ہے نا علی؟"

"میرا واسطہ ایسی عورتوں سے پڑ چکا ہے کہ میں اس بات سے اتفاق نہیں کر سکتا۔"

"اچھا ... یہ بتاؤ، تم نے کبھی کوئی گنجی عورت دیکھی ہے؟" اس کے لہجے میں چیلنج تھا۔

"پلیز تارینا ... میں پہلے ہی بہت الجھا ہوا ہوں۔ مجھ سے معمّوں میں باتیں مت کرو۔"

"میرا مطلب ہے لوگ سوچتے ہیں ... دماغ کھپاتے ہیں تو ان کے سر بالوں سے محروم ہو جاتے ہیں لیکن کوئی عورت کبھی گنجی نہیں ہوئی اور نہ ہی کوئی عورت دنیا کے مفکرین میں شامل ہوئی۔"

اس نے عجیب توجیہہ پیش کی تھی۔ مجھے ہنسی آگئی۔ "بات کیلیس سے شروع ہوئی تھی۔" میں نے اسے یاد دلایا۔ "تم نے اُسے میرا تازہ ترین شکار قرار دیا ... اور پھر عورت کے ناقص العقل ہونے کا تذکرہ چھیڑ دیا۔ تم سیدھی طرح بات نہیں کرو گی تو میں عورت کو ناقص العقل کے بجائے فاتر العقل قرار دے بیٹھوں گا۔"

"بات سیدھی سی ہے۔" اس نے طویل سانس لے کر کہا: "کیلیس تمھیں چاہنے لگی ہے۔ اس نے صرف تمھاری خاطر میری بھرپور مدد کی ہے ورنہ یہ سب کچھ اتنی آسانی سے نہ ہو پاتا۔"

اب لیموزین ایک نیم تاریک عمارت کے احاطے میں داخل ہو گئی تھی۔ تارینا مجھے ساتھ لے کر ایک ہال نما کمرے میں داخل ہو گئی جہاں آرام دہ نشستیں پڑی ہوئی تھیں۔ ہم دونوں وہاں بیٹھ گئے۔

میں سوالیہ نگاہوں سے اُسے دیکھتا رہا۔

"کیلیس نے تمھارے سلسلے میں مجھ سے رابطہ قائم کیا تھا۔" تارینا نے آہستہ سے کہا: "اسی نے میری مدد کی تھی۔ اب شاید وہ تم سے کبھی نہ ملے لیکن وہ میرے سامنے تمھاری چاہت کا اعتراف کر چکی ہے۔ ایسی چاہت کو کیا کہو گے جس میں آدمی جان کی بازی لگا دے لیکن جواب میں اسے ایک مسکراہٹ کی آس بھی نہ ہو۔"

میں سناٹے کے سے عالم میں اُسے دیکھتا رہا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ "یہ ... یہ تو حماقت ہے۔" بالآخر میں نے کہا۔

"اسی لیے تو عورت ناقص العقل کہلاتی ہے۔" تارینا نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ پھر اس نے ملازم کو طلب کر کے اسے کافی کا حکم دیا اور تھکے تھکے انداز میں آنکھیں موند لیں۔ میں خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔ کافی آتے ہی اس نے آنکھیں کھول دیں اور سنبھل کر بیٹھ گئی۔ "سوری علی۔ کچھ تھک سی گئی ہوں میں۔ کبھی کبھی کوئی احساس پورے وجود کو شل کر کے رکھ دیتا ہے۔"

"اور تمھیں اندازہ ہے کہ میں کتنا اُلجھا ہوا ہوں؟"

"ہاں ... میں جانتی ہوں۔ تم بہت کچھ پوچھنے کے لیے بے چین ہو رہے ہو۔"

"تو پھر ارادہ کیا ہے؟"

"میں تمھارے ہر سوال کا جواب دوں گی۔"

"حسن پاشا کے ہاں تم سے مختصر ملاقات ہوئی تھی لیکن کچھ پوچھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ میں وہاں سے بہت ساری الجھنیں لے کر رخصت ہوا تھا۔ سب سے پہلے تو میں تمھاری یہاں آمد کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ میرے لیے یہ بات انتہائی تعجب خیز ہے کہ تم نے مسز آئن شلائر کے کیس کے سلسلے میں ریڈ ہیڈ کوارٹرز سے رجوع کیا۔ یہ بتاؤ ... کیا تمھیں معلوم ہو گیا تھا کہ میں ریڈ ہیڈ کوارٹرز سے وابستہ ہو گیا ہوں؟"

"نہیں علی ... ہرگز نہیں۔ میں تو تمھیں دیکھ کر ششدر رہ گئی تھی۔ تم سے وہاں ملاقات تو میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی۔" تارینا ہارڈو نے جواب دیا۔

"تو اتنا اہم مسئلہ ریڈ ہیڈ کوارٹرز کے سامنے لانا! کیا مسٹر شلائر ریڈ ہیڈ کوارٹرز پر اتنا اعتماد کرتے ہیں؟"

"یہ تو تم خود بھی دیکھ چکے ہو کہ سائیکا ماشیرا انتہائی ذہین لڑکی ہے۔"

"لیکن تارینا! مسز آئن شلائر اس سلسلے میں تمھاری مدد بھی تو لے سکتے تھے۔" میں نے اعتراض کیا۔

"نہیں علی۔ ایسا نہیں ہے۔ یہ خالص سرکاری معاملہ نہیں تھا بلکہ ایک طرح سے اس کی نوعیت ذاتی تھی۔ اس لیے میں سرکاری طور پر اس میں ملوث نہیں ہو سکتی تھی۔ البتہ میں نے ذاتی طور پر اتنا ضرور کیا کہ میں اس سلسلے میں مسٹر شلائر اور سائیکا کے درمیان رابطے کا ذریعہ بن گئی۔"

"چلو۔ یہ سب کچھ تو سمجھ میں آگیا۔ اب یہ بتاؤ کہ اس وقت تمھاری یہاں موجودگی کیا معنی رکھتی ہے؟"

تارینا کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ نظر آئی۔ اس کے انداز میں ہچکچاہٹ تھی۔ "میں ... میں صرف تمھارے لیے یہاں آئی تھی۔" اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"کیا؟" میں حیران رہ گیا کیونکہ اس کا جواب میری توقعات کے برعکس تھا۔ بلکہ میں تو اس جواب کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

"سنو علی ... اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں۔" تارینا کا لہجہ کچھ عجیب سا تھا۔ "ہاں جوشیو کیس کے بعد تمھاری وقعت اور عزت میری نظر میں بہت بڑھ گئی تھی۔ ہم لوگ تمھارے مقروض تھے۔ اس پر مزید ستم یہ کہ تمھارے لیے کچھ کر بھی نہیں پا رہے تھے۔ یقین کرو مسٹر شلائر نے تہذیب مالکم ایکس کے سلسلے میں بھی تمھاری ہمنوائی کی تھی اور بھرپور کوشش کی تھی صورتِ حال کو سنبھالنے کی لیکن اس کا نتیجہ ان کے حق میں اچھا نہیں نکلا۔ گرین پول والے براہِ راست [illegible] کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ان کی بیوی اور بچے کا اغوا اسی [illegible] گرین پول کو دہرا فائدہ حا[illegible]

وہ خا[illegible] تو لی ہوئی تھی [illegible]

میں چند لمحے اس [illegible] نے کہا: "تمھاری بات [illegible]"

"ہاں ... پھر سائیکا آئی [illegible]" اس نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے کہا: "مجھے پتا چلا کہ تم ریڈ ہیڈ کوارٹرز کا ساتھ دے رہے ہو اور اس کیس پر بھی تم ہی کام کرو گے تو میں نے اپنے ملک سے رابطہ قائم کیا اور اپنے لیے طویل رخصت منظور کرالی۔ پھر میں خفیہ طور پر استنبول آگئی۔ یہاں میری آمد غیر سرکاری ہے۔ یوں سمجھ لو کہ میرے دل میں صرف ایک ہی جذبہ تھا۔ قدم قدم تمھارے ساتھ چلنے کا ... میں چاہتی تھی کہ تمھیں کوئی نقصان نہ پہنچے۔"

چند لمحے پھر خاموشی رہی۔ "پھر کیا ہوا تارینا؟" میں نے پوچھا۔

"میں اُن لوگوں کی تاک میں لگ گئی جو تمھارے خلاف کام کر رہے تھے۔ میں جانتی تھی کہ حسن پاشا اولیو ہارورڈ کا آدمی ہے۔ وہ سی آئی اے کا رکن ہے اور مقامی سی آئی اے کا سربراہ ہے۔ میں نے اس سے رابطہ قائم کیا اور اس تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئی۔ اس وقت تک گرین پول کا کوئی آدمی میری نظر میں نہیں آیا تھا۔ میں ٹریکوش باتھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں حسن پاشا کے معاون کی حیثیت سے مقیم ہو گئی۔ یہ محض اتفاق ہے کہ وہاں فوری طور پر مجھے تمہاری مدد کرنے کا موقع مل گیا۔ میں نے حسن پاشا پر قابو پانے کے سلسلے میں اپنی ان صلاحیتوں کو بھی استعمال کیا' جن کا اعتراف کبھی کبھی تم بھی کرتے رہے ہو۔"

"تمہارا اشارہ اپنی ذہنی قوتوں کی طرف ہے؟"

"ہاں... یوں سمجھو کہ وہ میرے ٹرانس میں آ گیا تھا۔"

مجھے گورٹیل کے وہ واقعات یاد آ گئے' جب تارینا ہارڈو سے میری پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ میں یہ بات جانتا تھا کہ تارینا ہارڈو غیر معمولی ذہنی قوتوں کی مالک ہے۔ کسی عام آدمی کو مسحور کر لینا اس کے لیے کوئی بڑی بات نہیں تھی لیکن حسن پاشا سی آئی اے کا مقامی چیف تھا اور اسے عام آدمی نہیں کہا جا سکتا تھا۔ اس کے باوجود مجھے اس بات پر یقین کرنے میں کوئی تامل محسوس نہیں ہوا کہ وہ بھی تارینا کے سحر سے نہیں بچ سکا ہو گا۔ "ٹھیک ہے تارینا... آگے چلو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"حسن پاشا کے ذریعے گریچ پول کے کچھ افراد میری نظر میں آئے۔ ان میں کرشا فلومر پہلی شخصیت تھی۔ پھر یہ جان کر مجھے شدید حیرت ہوئی کہ کرشا مقامی گریچ پول کی ڈون ہے اور فائل کے سلسلے میں وہی کام کر رہی ہے۔ چنانچہ میں نے اس ... جاسوسی شروع کر دیا اور ... حال پوری طرح ... ایک نمائندے ... شخص کی ... حسن پاشا سے ...

... حسن نے کہہ دیا کہ وہ خود ادلیو ہارڈو تھا۔"

"مجھی نے نہیں۔ یہ میرا اپنا اندازہ تھا۔"

"خیر... تو اس نے تمہیں پہچان لیا۔ تمہاری ہی وجہ سے اُسے ایک اچھا موقع مل گیا اور وہ فائل لے اُڑا۔ پھر اس نے وہ فائل حسن پاشا کو پہنچا دی اور اُسے کچھ ہدایات دینے کے بعد خود کہیں غائب ہو گیا۔ میرا اندازہ ہے کہ اس نے فائل پہنچاتے ہی اولیو ہارڈ کو مطلع کیا ہو گا۔ ممکن ہے وہ خود اولیو ہارڈ کے پاس چلا گیا ہو۔"

"چلا گیا ہو؟" میں اپنے لہجے کی حیرت نہ چھپا سکا۔ "مجھ کو ایسے شبہات تھے' جن کے تحت میرا خیال تھا کہ اولیو ہارڈ خود استنبول میں موجود ہے۔"

"یہ ناممکن بھی نہیں ہے لیکن اگر وہ یہاں موجود ہے تو محض پس پردہ رہ کر آگے بڑھ رہا ہے۔ خود عملی طور پر مصروف کار نہیں ہے۔"

"اس سے تمہارا سامنا نہیں ہوا؟"

"نہیں۔ ویسے بھی اس وقت میرا مقصد کچھ اور تھا۔ مجھے اولیو ہارڈ کی ذات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔"

"خیر... آگے بڑھو۔"

"جیسے ہی مجھے حسن پاشا سے کام کی معلومات حاصل ہوئیں' میں بہت تیزی سے حرکت میں آ گئی۔ میں نے کرشا فلومر کا روپ دھارا اور انتہائی چالاکی سے اس کی جگہ لے لی۔ پھر میں نے اولیو ہارڈ کے اس نمائندے کو ٹھکانے لگا دیا جو کرشا کے پاس سے فائل لے اُڑا تھا۔"

"ٹھکانے لگا دیا!"

"ہاں علی... یہ بہت ضروری تھا ورنہ بہت سے کام بگڑ جاتے۔ کرشا فلومر کی طرح اسے بھی راستے سے ہٹانا بہت ضروری تھا۔"

میں تحسین آمیز نگاہوں سے اُسے دیکھتا رہا۔ وہ دو خطرناک افراد کے قتل کا تذکرہ اتنے سرسری انداز میں کر رہی تھی جیسے اس نے پنسل سے لکھی ہوئی کوئی عبارت غلط جان کر ربر کی مدد سے مٹا دی ہو۔ وہ بہت سے معاملات میں ہلکی پڑی تھی لیکن اس کی شخصیت اپنی جگہ مسلم تھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ بہت اعلیٰ پیمانے پر کام کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ "پھر کیا ہوا؟" بالآخر میں نے پوچھا۔

"ہونا کیا تھا۔ میں نے علی یار خان کے سلسلے میں سودے بازی شروع کر دی اور حسن پاشا اس جال سے نہ بچ سکا۔ اسے یہ علم ہو چکا تھا کہ علی یار خان' اولیو ہارڈ کو مطلوب ہے۔ اس نے سودے بازی پر آمادگی ظاہر کی۔ اس کے بعد سودا تو بہر حال تمہارے سامنے ہی ہوا ہے۔"

"ایک بات اب بھی مجھے اُلجھن میں ڈالتی ہے۔"

"وہ کیا؟" اس نے مجھے مستفسرانہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اگر یہ سب کچھ تمہیں یوں ہی کرنا تھا تو مسٹر آئن شلاٹر کے سلسلے میں ریڈ پینتھرز کو ملوث کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ تم خفیہ طور پر خود وہ کام نمٹا سکتی تھیں۔ آخر اب بھی تو تم نے ہی اس کام کو نمٹایا ہے۔"

"تم نہیں سمجھ سکتے علی۔" اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "میری یہ سرگرمی کسی جذبے کی مرہونِ منت ہے... اور جذبے ارادوں سے بیدار نہیں ہوتے۔"

"میں واقعی کچھ نہیں سمجھا۔"

"تم یقین کرو نہ کرو... ہم تم سے بے حد شرمندہ تھے۔" اس کی نظریں جھک گئیں۔ "تم نے ہمارے لیے بے لوث خدمات انجام دیں۔ تم نے معاوضہ تک قبول نہ کیا... اور جو کچھ تمہیں مل رہا تھا وہ تم نے فلسطینیوں کی نذر کر دیا۔ یہ تمہاری سربلندی اور عظمت تھی۔ یہ سچ ہے کہ حالات کی وجہ سے کچھ دن کے لیے تمہاری پوزیشن مشکوک ہو گئی۔ اس کے باوجود کچھ نگاہیں ایسی تھیں' جن میں تم اس کے باوجود سربلند رہے۔ ہم درپردہ تمہارے لیے سب کچھ کرنے کو تیار تھے لیکن ہمارے راستے مسدود ہو چکے تھے۔ یوں تمہارے لیے کچھ کرنے کی تڑپ اور بڑھ گئی۔ اسی تڑپ نے مجھ سے یہ کام کروایا ہے۔ مجھے تمہاری خدمت کا یہ پہلا ہی موقع تو ملا تھا۔"

میں چند لمحے کے لیے گنگ سا رہ گیا۔ اس کے لہجے کی صداقت نے میرے دل کو چھو لیا تھا۔ "تارینا... میں تمہارا شکر گزار ہوں۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو علی۔" اس کے لہجے میں شکایت تھی۔ "کام تو یہ بھی ہمارا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ میری مدد کے بغیر بھی تم کامیاب ہو جاتے۔ میں تمہیں جانتی ہوں اور جہاں تک شکر گزاری کا تعلق ہے تو ہم اب بھی تمہارے مقروض ہیں۔ کاش... کاش ہم تمہارے احسانات کا صلہ دے سکیں۔"

"خیر چھوڑو ان باتوں کو۔" میں نے کہا۔ میں خود کو بہت عجیب سا محسوس کرنے لگا۔ چنانچہ میں نے گفتگو کا رخ تبدیل کر دیا۔ "اب صورتِ حال یہ ہے کہ مسز شلاٹر اور ان کا بچہ دونوں محفوظ ہیں۔ میں نے انہیں سفارت خانے پہنچا دیا تھا۔"

"مجھے اطلاع مل چکی ہے۔ وہ دونوں وطن پہنچ گئے ہیں۔"

"گویا اب مجھے یہاں سے نکل لینا چاہیے اور ہاں... تم نے فائل مجھے کیوں دے دی۔ تم اسے مسٹر شلاٹر تک پہنچا سکتی ہو۔"

"نہیں علی... یہ بات خلافِ اصول ہے۔" تارینا نے سنجیدگی سے کہا۔ "فائل کے سلسلے میں ہماری بات سائیکا بائیلر سے ہوئی ہے۔ تم یہ فائل سائیکا تک پہنچاؤ گے... اور سائیکا مسٹر شلاٹر تک۔ مسز شلاٹر نے مسٹر شلاٹر کو یہ بات بتا دی ہو گی کہ ریڈ پینتھرز کے ایک آدمی نے اُن کی مدد کی ہے۔ اصولاً یہ کیس ریڈ پینتھرز کا ہے اور اس کا کریڈٹ بھی انہی کو ملنا چاہیے تاکہ اُن کے اعتماد میں اضافہ ہو اور ہاں علی... میری التجا ہے کہ اس فائل کے سلسلے میں میرا نام کہیں نہ آنے پائے۔"

میں دل ہی دل میں اُس کی بے غرضی' خلوص اور معقولیت کو سراہنے کے سوا کیا کر سکتا تھا۔

"میں نے تمہاری واپسی کا بندوبست بھی کر دیا ہے۔" تارینا نے مزید کہا۔ "اولیو ہارڈ کو جلد ہی حسن پاشا کی موت کا علم ہو جائے گا... اور پھر وہ خود حرکت میں آ جائے گا۔ وہ تمہاری تلاش میں استنبول کا چپہ چپہ چھان مارے گا۔ تمہیں اس کے حرکت میں آنے سے پہلے ہی یہاں سے نکل لینا چاہیے۔"

"صرف مجھے؟"

"ہاں۔"

"اور تم؟"

"میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکوں گی علی لیکن تم چاہو تو چند روز بعد میرے ملک میں مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔"

"شکریہ تارینا۔ تو اب..."

"تمہاری واپسی کے انتظامات مکمل ہیں۔ میں نے اپنا پروگرام اس طرح سیٹ کیا تھا کہ تمہیں دقت نہ ہو۔"

"کمال ہے تارینا۔" میں نے اسے تشکر آمیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم کچھ دیر پہلے قرض کی بات کر رہی تھیں۔ میرا خیال ہے کہ تم نے تمام قرض مع سود چکا دیا ہے۔"

تارینا کے ہونٹوں پر بڑی دلآویز مسکراہٹ نظر آئی۔ اس مسکراہٹ کا عکس اس کی آنکھوں میں بھی تھا۔

وہ رات اسی عمارت کی ایک خواب گاہ میں گزری۔ سونے سے پہلے بھی دیر تک میں تارینا ہارڈو کے بارے میں سوچتا رہا۔ میرے سلسلے میں تارینا کا رویہ بھی عام لڑکیوں سے مختلف نہیں تھا۔ حالانکہ وہ ایک غیر معمولی لڑکی تھی۔ بلاشبہ اس نے میرے لیے اپنی جان کی بازی لگا دی تھی۔ آئن شلاٹر کے سلسلے میں وہ جو کام کرنے کی ہمت ... کر سکی تھی لیکن ... کے جذبے نے اس سے بہتر ... تھا۔ ... میری طرف ... کوئی شبہ نہیں تھا کہ اگر وہ بروقت ... میرے ... یقینی طور پر نکل گئی ہوتی۔ ... اس کامیابی کا سہرا تارینا ہارڈو کے سر تھا ... کے سوا کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

پھر تارینا کے متعلق سوچتے سوچتے اچانک مجھے تہذیب مالکم ایکس یاد آ گئی۔ اس کا معاملہ جنوں کا فسوں تھا۔ وہ جس قدر اچانک میری زندگی میں داخل ہوئی تھی' اسی طرح میری زندگی سے نکل بھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گئی تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ میں اس پر صبر کر بیٹھا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی بہت سے لطیف جذبوں سے محروم ہو گیا تھا میں۔ وہ جذبے جن سے زندگی کا جمالیاتی رُخ عبارت ہوتا ہے میرے سینے کی گہرائی میں کہیں جا سوئے تھے۔ مجھے یہ تسلیم کر لینا پڑا تھا کہ میرے راستے میں کوئی چمن زار نہیں ہے۔ مجھے پُرخار رہگزاروں ہی پر چلنا ہے۔ بس طمانیت کی یہی ایک بات تھی کہ ان راستوں کا انتخاب میں نے خود ہی کیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی مجھے مستقبل کا خیال آ گیا۔ وہ بہت موہوم سا خیال تھا۔ اس رہگزر پر بہت تاریکی تھی اور میں چند قدم سے آگے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ فی الحال تو صرف اتنا تھا کہ فائل سائیکا مائیر کے حوالے کرنا تھی۔ اس کے بعد یہ سوچنا سب ہوتا کہ اب کس سمت قدم اٹھایا جائے۔

ویسے میں اپنی تقدیر پر نازاں بھی تھا اور دل کی گہرائیوں سے خدا کا شکر گزار بھی۔ میں ایک بے وقعت انسان تھا لیکن میں نے اولیو ہاورڈ جیسے آدمی کو ناکوں چنے چبوا دیے تھے۔ یہ درست ہے کہ اولیو ہاورڈ سی آئی اے کے مفادات سے بالاتر ہو کر اسرائیل کے لیے کام کر رہا تھا لیکن اس نے سی آئی اے میں اپنی پوزیشن اور اختیارات سے بھرپور استفادہ کیا تھا۔ اس کے باوجود میں آسے بہا تا پھر رہا تھا۔ یہ اور بات کہ یہ محض ابتدا تھی۔ عشق تھی۔ میرے ذہن میں بہت سے منصوبے تھے جو ابھی تشنۂ تکمیل تھے۔ میں امریکا واپس جانے کے لیے بے قرار تھا۔ میں امریکہ سے یہودیوں کے لیے موت کا پیغام بن کر واپس جانا چاہتا تھا لیکن میں یہ بھی جانتا تھا کہ انسان خواب دیکھنے کی حد تک با اختیار ہے۔ تعبیر دینے والا خدا ہے۔ قسمت آدمی کے لیے کچھ راستے متعین کر دیتی ہے اور پھر اسے انھی راستوں کی طرف ہنکاتی ہوئی لے جاتی ہے۔ خواب شدید خواہشات ہی کا تو روپ ہوتے ہیں اور ہر شخص خواب دیکھتا ہے۔ پھر لوگوں کے خواب آپس میں متصادم بھی تو ہوتے ہیں کہ اگر ایک کو تعبیر ملے تو دوسرے کے لیے اس کا مطلب صریحاً ناکامی ٹھہرے۔ اب سائیکا مائیر ہی ہے کہ اس کی دلی کیفیت سے میں آگاہ تھا۔ وہ مجھ سے بہت زیادہ متاثر ہو گئی تھی۔ کیلس کے بارے میں مجھے تارینا نے بتایا تھا۔ اب یہ قسمت کی ستم ظریفی ہی تو تھی کہ میں جو زندگی میں ایک خواہش بھی پوری نہیں کر سکا تھا کتنی نگاہوں کا محور و مرکز تھا۔ کتنی آنکھوں میں میرے خواب تھے لیکن وہ ہستی جو میرے دل کے سارے بند دروازوں کو اپنی نگاہوں کے سحر سے کھولتے ہوئے میری روح تک میں اتر گئی تھی، مجھ سے چھن گئی تھی۔ میری آنکھوں میں تو اسی کے خواب تھے۔ میں جانتا تھا کہ سائیکا مائیر کا یہ احساس مجھے زیادہ عرصے اس کے ساتھ نہیں رہنے دے گا۔ اسی میں بہتری تھی۔ آدمی اگر کسی کو تعبیر نہ دے سکے تو کم از کم خوابوں کو ریزہ ریزہ ہونے سے تو بچا سکتا ہے۔ بے شک میرا اور اس کا کانا ایک ہی تھا لیکن اس صورتِ حال میں ریڈ ٹیچرز سے وابستہ ہو کر کام کرنا میرے لیے ناممکن تھا۔ بہرحال میں اپنے طور پر بھی بہت کچھ کر سکتا تھا۔

مسلسل تھکن کے بعد آرام کا موقع میسر آیا تو میں خوب ڈٹ کر سویا۔ اگلا دن اسی عمارت میں گزرا۔ تارینا نے مجھے روانگی کا پروگرام بتا دیا تھا۔ سہ پہر کو میں نے اس تصویر کو سامنے رکھ کر میک اپ کیا جو تارینا نے فراہم کی تھی۔ میک اپ سے فارغ ہوا ہی تھا کہ تارینا آ گئی۔

"میرے خیال میں اب زیادہ وقت نہیں ہے۔" اس نے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میرے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

"تو ٹھیک ہے۔ میری تیاری بھی مکمل ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"چلو پھر اٹھ جاؤ۔"

وہ مجھے ساتھ لے کر باہر آ گئی۔ تارینا میرے ساتھ کار میں نہیں بیٹھی۔ اچانک ہی وہ بہت اُداس اور مضمحل نظر آنے لگی تھی۔ "خدا حافظ علی یار خان۔" اس نے اُداس لہجے میں کہا۔ "میں تمھیں ایئرپورٹ چھوڑنے نہیں جا سکوں گی۔ خطرات نے ابھی ہمارا پیچھا نہیں چھوڑا ہے۔"

"ٹھیک ہے تارینا۔ اب ہماری ملاقات ہالینڈ میں ہوگی۔"

"دیکھو... کیا ہوتا ہے۔" اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ وہ اپنی آنکھوں کی نمی مجھ سے نہیں چھپا سکی۔ پھر اس کے اشارے پر ڈرائیور نے کار آگے بڑھا دی۔ وہ مجھے دیکھتے ہوئے الوداعی انداز میں ہاتھ ہلاتی رہی۔ کار عمارت کے گیٹ سے سڑک پر مڑی تو وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

راستے میں کوئی قابلِ ذکر واقعہ پیش نہیں آیا۔ ایئرپورٹ پر مجھے معمول کے مطابق مختلف مرحلوں سے گزرنا پڑا۔ بالآخر میں جہاز کی طرف چل دیا۔ ایک خوبصورت ایئر ہوسٹس نے مجھے میری نشست تک پہنچایا۔ میں نے پشت گاہ سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ نہ جانے کیوں مجھ پر اضمحلال سا طاری ہو گیا تھا۔ مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ میرے برابر کون آ کر بیٹھا ہے۔ میں تو بس خالی الذہن سا بیٹھا ہوا تھا۔ سیٹ پر بیٹھتے ہی میں نے سیفٹی بیلٹ کس لی تھی۔ اس لیے طیارے کے ٹیک آف کے اعلان کے ساتھ جہاز کے ایڈریس سسٹم پر اس سلسلے میں ہدایات دی گئیں تب بھی میں نے آنکھیں کھولنے کی زحمت نہیں کی۔

طیارہ فضا میں بلند ہو چکا تھا۔ میں نے بیلٹ کھولی اور سرسری

نگاہوں سے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ برابر والی نشست سے سحر انگیز خوشبو کی لپٹیں اٹھ رہی تھیں لیکن میں برابر والی نشست کو نظر انداز کر کے دوسرے لوگوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر اس طرف سے مطمئن ہو کر میں نے برابر والی نشست پر نظر ڈالی... مجھے شدید ذہنی جھٹکا لگا۔ مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا اور دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ پھر میرا دل عجیب سے انداز میں دھڑکنے لگا۔ ہاں... میرے برابر والی نشست پر تہذیب مالکم ایکس بیٹھی تھی۔

میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اس قدر اچانک... اور اس انداز میں مجھے مل جائے گی۔ سچ تو یہ ہے کہ میں نے اپنے عظیم مقصد کی خاطر اپنی آنکھوں سے اس کے خواب تک نوچ ڈالے تھے لیکن اب میری آنکھیں بے تابانہ اس کے چہرے پر مچل رہی تھیں۔ ڈر تھا کہ میری نگاہوں کی تپش اسے سراسیمہ کر دے گی۔ میں نے جلدی سے آنکھیں موند لیں اور اپنی اس کیفیت کا تجزیہ کرنے لگا۔ شاید شدتِ طلب نے آنکھوں سے مل کر سازش کی تھی اور آنکھیں دماغ کو گمراہ کر رہی تھیں۔ تصور کو حقیقت قرار دے رہی تھیں لیکن اتنا بڑا دھوکا... یہ کیسے ممکن ہے؟

میں نے بڑی مشکل سے خود کو سنبھالا اور آنکھیں کھول کر دوبارہ اس کی طرف دیکھا۔ اس بار مجھے کوئی شبہ نہیں رہا۔ وہ تہذیب ہی تھی۔ سچ مچ کی تہذیب۔ فرق تھا تو صرف اتنا کہ اب اس کے چہرے سے نقاہت ہویدا تھی، آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے تھے، ہونٹ خشک تھے اور وہ کچھ خوفزدہ بھی معلوم ہو رہی تھی۔

میرا بھی عجیب حال تھا۔ جیسا خوبصورت خواب دیکھنے والوں کا ہوتا ہے۔ وہ آنکھیں کھولتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ خواب ٹوٹ جائے گا۔ ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ اسے مخاطب کروں۔ اگر آواز اور لہجہ مختلف ہوا تو... کیا پتا وہ کوئی اور ہو۔ تہذیب کے میک اپ میں... اور یہ میرے لیے کوئی جال ہو۔ ذہن میں اندیشے سرسراتے رہے۔

لیکن مسلسل اسے دیکھنے کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ وہ تہذیب ہی ہے۔ یا شاید میرے جذبۂ بے اختیار نے ذہن سے تمام وسوسوں کو نکال باہر کیا تھا۔ یہ بات بھی طے تھی کہ وہ مجھے نہیں پہچان سکے گی کیونکہ میں میک اپ میں تھا۔ چنانچہ میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ اسے مخاطب کیا۔ "معاف کیجیے گا، کیا آپ کی منزل ہالینڈ ہے؟"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا اور بڑی بے اعتنائی سے بولی۔ "جی ہاں!" پھر اس نے پشت گاہ سے ٹیک لگا لی۔

میرے دل کی دھڑکنیں بے ربط ہو گئیں۔ وہی جانی پہچانی

جاسوسی ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ

انسان کی ترقی و
تہذیب کے حیات افروز واقعات
صدیوں سے زندہ ایک پُراسرار شخص
کی آپ بیتی، ہَوا جس کی دوست
تھی، سمندر جس کے لیے آغوشِ مادر
تھا، آگ اس کے بدن کو چھو دیتی تھی۔
☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
وہ کہانی جس نے اپنے وقت میں مقبولیت کے
ریکارڈ توڑ دیے

صدیوں کا بیٹا

پانچ حصوں میں مکمل

قیمت فی حصہ ۲۰ روپے ● ڈاک خرچ فی حصہ ۲ روپے

مکمل سیٹ منگانے پر قیمت صرف ۱۰۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۰ روپے۔ کل ۱۱۰ روپے کا منی آرڈر روانہ فرمائیں۔ یہ رعایت صرف منی آرڈر ارسال کرنے پر ہی مل سکے گی

کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس ۲۳
سید مینشن نیو ایم اے جناح روڈ کراچی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آواز... وہی مانوس لہجہ۔ "آپ کا وطن ہالینڈ ہے؟" میں نے پوچھا

"جی نہیں!" اس بار اس کے لہجے میں بیزاری تھی۔

"آپ کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ میری زبردستی کی بے تکلفی آپ کو گراں گزری ہے؟" میں نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا "لیکن یہ حقیقت ہے کہ آپ کی صورت ایک ایسی لڑکی سے ملتی ہے، جسے میں جانتا ہوں۔"

تہذیب نے چونک کر مجھے دیکھا۔ "معاف کیجیے گا میری طبیعت کچھ خراب ہے۔ میں اس وقت کسی سے بھی بات نہیں کرنا چاہتی۔" مجھے اس کی آنکھوں میں خوف کی جھلکیاں نظر آئیں۔

"اوہ... کیا ہوا ہے آپ کو؟" میں نے پُر تشویش لہجے میں پوچھا

"میں نے عرض کیا نا... میں خاموش رہنا چاہتی ہوں۔" وہ بے حد چڑ کر بولی۔

"لیکن جب میں اپنے دوست کو آپ کے متعلق بتاؤں گا تو وہ مجھ سے پوچھے گا کہ میں نے تہذیب مالکم ایکس کو پہچاننے کے باوجود اسے نظر انداز کیوں کیا... تو میں اسے کیا جواب دوں گا۔"

وہ ایک دم سنبھل کر بیٹھ گئی اور کڑی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ "آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ میرا نام تہذیب مالکم ایکس ہے۔ کون ہیں آپ؟"

"میں آپ کے ایک دوست کا دوست ہوں۔ میرے دوست نے مجھے آپ کی تصویر دکھائی تھی۔ وہ آپ کے لیے اتنا پریشان، اتنا افسردہ تھا کہ آپ تصور بھی نہیں کر سکتیں۔"

"کیا نام ہے آپ کے دوست کا؟" اس کے لہجے میں بے تابی تھی۔

"علی یار خان... پاکستانی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

اس نے ہیجانی انداز میں اپنا لرزتا ہوا ہاتھ میرے بازو پر رکھ دیا۔ "پلیز... میں آپ سے معذرت خواہ ہوں جناب۔ مجھے علی یار خان کے بارے میں بتائیے۔ وہ کہاں ہے... کس حال میں ہے... کیسا ہے وہ؟" اس کے لہجے میں اضطراب ہی اضطراب تھا۔

"ایسا لگتا ہے کہ آپ بھی اس کے لیے اتنی ہی..."

"پلیز... آپ تجسس پیدا نہ کریں۔ پلیز... مجھے بتائیے۔" اس نے ہذیانی انداز میں کہا اور مجھے جھنجوڑ ڈالا۔

"وہ ہالینڈ میں ہے۔"

"آپ کو معلوم ہے وہ کہاں رہ رہا ہے؟"

"جی ہاں۔"

"آپ بھی ہالینڈ ہی جا رہے ہیں نا؟"

"جی ہاں۔"

"پلیز۔ آپ مجھے اس سے ملوا دیجیے گا۔" اس نے التجائیہ لہجے میں کہا۔ "میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔ ویسے بھی آپ اس کے بہت قریبی دوست ہوں گے، ورنہ وہ آپ کو میرے متعلق کیوں بتاتا۔"

اس کا اضطراب میرے لیے اس کی محبت کا آئینہ دار تھا۔ میری اپنی جذباتی کیفیت بھی ابتر ہو رہی تھی۔ جی چاہتا تھا کہ اسے سب کچھ بتا دوں لیکن یہ مناسب نہیں تھا۔ عین ممکن تھا کہ کچھ لوگ اس پر نگاہ رکھے ہوئے ہوں۔ اس صورت میں میرے ساتھ وہ بھی خطرے میں پڑ سکتی تھی۔ یہ سوچ کر میں نے دل پر پتھر رکھ لیا۔ "جی ہاں بس... وہ میرا بہت عزیز دوست ہے۔" میں نے اسے مخاطب کیا۔ "آپ مطلق فکر نہ کریں۔ میں آپ کو اس کے پاس لے چلوں گا۔"

"آپ کی اس سے دوستی کب سے ہے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"بہت عرصے سے ہے۔"

"آپ اس کے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں۔ مثلاً اس کی شخصیت... اس کے..." اچانک وہ خاموش ہو گئی۔ اس نے خود کو سنبھال لیا تھا اور محتاط ہو گئی تھی۔

میں اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا۔ قید کی صعوبتوں نے صرف اس کی صحت ہی کو نہیں، ذہانت کو بھی متاثر کیا تھا۔ ورنہ وہ شروع ہی سے محتاط رویہ اختیار کرتی اور اس زاویے سے بھی سوچتی کہ میں علی یار خان کا دشمن بھی ہو سکتا ہوں۔ بہر حال اب وہ قدرے محتاط ہو گئی تھی لیکن ابھی تک وارفتگی کے اثرات سے پوری طرح نہیں نکل سکی تھی۔

"آپ میرے لیے فرشتۂ رحمت ثابت ہوئے ہیں جناب" اس نے سنبھل کر کہا۔ "کیا آپ کا تعلق ہالینڈ سے ہے؟"

"جی ہاں۔"

"لیکن علی ہالینڈ کب پہنچا؟"

"زیادہ دن نہیں ہوئے۔" میں نے جواب دیا۔ اب میں آواز اور لہجے کے سلسلے میں بہت احتیاط برت رہا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ تہذیب کو مجھ پر شبہ بھی ہو۔

وہ کچھ دیر سوچتی اور اُلجھتی رہی۔ خاصی کشمکش کا شکار معلوم ہو رہی تھی لیکن پھر اس سے رہا نہیں گیا۔ "آپ کو استنبول آئے ہوئے کتنا عرصہ ہوا ہے؟" اس نے پوچھا۔ پھر جیسے کسی خیال نے اسے چونکا دیا۔ "آپ کو یقین ہے کہ علی اب بھی ہالینڈ ہی میں ہو گا؟"

"جی ہاں۔" میں نے مختصراً کہا۔

"اچھا... اگر وہ وہاں سے نکلا تو کہاں جائے گا؟"

یہ سوال بھی اس کی بے تابی کا مظہر تھا۔ میں مسکرایا۔ "بس... یوں سمجھ لیں کہ مجھ سے ملے بغیر وہ کہیں نہیں جائے گا۔" میں نے

جواب دیا۔

"اوہ... گویا... گویا آپ کے اور اس کے مفادات مشترک ہیں؟"

میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تہذیب کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وہ سارے راستے مجھ سے اسی طرح سوالات کرتی رہے گی۔

"میرے بارے میں اس نے آپ کو کیا بتایا تھا؟" یہ پوچھتے ہوئے اس کے لہجے میں ریشم جیسی ملائمت تھی۔ آنکھیں خوابناک ہو گئی تھیں۔

میرا دل مچلنے لگا لیکن وقت نے مجھے مُنہ زور جذبوں پر قابو پانا سکھا دیا تھا۔ "اس نے مجھے آپ کی تصویر دکھائی تھی۔ زیادہ کچھ نہیں بتایا تھا اس نے... لیکن اس کی حالت سب کچھ بتا گئی تھی۔ یقین کیجیے مس! وہ آپ کو دیوانہ وار چاہتا ہے لیکن آپ کی مسلسل اور ناکام تلاش کے بعد وہ زندگی ہی سے مایوس نظر آتا ہے۔"

"علی!" تہذیب نے رندھی ہوئی آواز میں سرگوشی کی اور پشت گاہ سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

اس وقت میرے دل میں چراغاں کا سا سماں تھا۔ وہ سب کچھ خواب سا معلوم ہوتا تھا۔ میں پلکیں جھپکانے سے بھی گریز کر رہا تھا کہ اگر وہ خواب ہی تھا تب بھی اس خواب کی شکست مجھے گوارا نہیں تھی۔ میں نے تہذیب سے متعلق اپنے ہر جذبے کو اپنے وجود کی اتھاہ گہرائی میں دفن کر دیا تھا۔ یہ سوچ کر کہ میں پُر خار راستوں کا راہی ہوں۔ مجھ جیسے لوگوں کو پھولوں کے خواب بھی آنکھوں میں نہیں بسانے چاہئیں... کیونکہ اس طرح پیروں میں چبھنے والے کانٹوں کے ساتھ آنکھوں میں چبھنے والے کانٹے بھی شامل ہو جاتے ہیں لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ برسوں میں... بے پناہ کوشش کے بعد دبائے جانے والے جذبوں کو ابھرنے کے لیے محض ایک لمحہ اور کسی کی طرف ایک جھلک درکار ہوتی ہے۔

تہذیب گاہے گاہے مجھ سے میرے اور علی یار خان کے بارے میں سوالات کرتی رہی۔ پھر اس نے آنکھیں موند لیں اور شاید تصورات میں گم ہو گئی۔ میں کن انکھیوں سے اس کو دیکھتا رہا۔ میری کوشش یہی تھی کہ میری نگاہوں سے وارفتگی نہ جھلکنے پائے۔ میں اس کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوا، یہ بتانا میرے لیے ناممکن ہے۔ پھر میں نے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ بظاہر تو جہاز میں موجود کوئی شخص میری یا تہذیب مالکم ایکس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

پھر پہلی بار مجھے وہ خیال آیا جو اسے دیکھتے ہی میرے ذہن میں آجانا چاہیے تھا۔ جذبوں میں یہی تو ایک خرابی ہے کہ وہ انسان سے استدلال کی قوت چھین لیتے ہیں۔ میں نے اب تک اس پہلو پر نہیں سوچا تھا کہ تہذیب گرین پول کی قید سے کیسے رہا ہوئی اور اسی فلائٹ سے ہالینڈ کیوں جا رہی ہے جس پر میں جو رہا ہوں۔ یہ خیال آتے ہی میں چوکنا ہو گیا اور میں نے ہر قدم پر احتیاط برتنے کا فیصلہ کر لیا۔

باقی راستے میں بہت زیادہ محتاط رہا۔ بالآخر سفر تمام ہو گیا۔ اس دوران جہاز پر کسی قسم کی مشتبہ سرگرمی دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ میں مطمئن ہو گیا لیکن میں نے احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ تہذیب اب علی یار خان سے ملنے کے سلسلے میں میری خوشامد کر رہی تھی۔ کسٹمز کاؤنٹر پر بھی وہ میرے ساتھ لگی رہی۔ بالآخر ہم تمام مرحلوں سے گزر کر ائیر پورٹ سے باہر آ گئے۔

"بس... میں آپ کو علی یار خان کے پاس ضرور لے کر چلوں گا لیکن پہلے مجھے یہ بتائیے کہ ایمسٹرڈیم میں آپ کا قیام کہاں ہو گا؟" میں نے تہذیب سے پوچھا۔

"کسی بھی ہوٹل میں ٹھہر سکتی ہوں میں۔"

"تو بہتر یہ ہو گا کہ ہم پہلے کسی ہوٹل میں کمرہ لیں۔ اس کے بعد علی یار خان سے رابطہ قائم کیا جائے۔"

"اس میں بھی آپ کی کوئی مصلحت ہو گی؟"

"جی ہاں۔"

میری توقع کے برعکس اس نے مزید کوئی وضاحت طلب نہیں کی، صرف اتنا کہا۔ "تو پھر ہوٹل کا انتخاب بھی آپ ہی کو کرنا ہو گا۔"

میں جانتا تھا کہ تہذیب مالکم ایکس کوئی معمولی لڑکی نہیں ہے۔ اس وقت مجھ سے ملنے کی آرزو نے اسے اتنا بدحواس کر دیا تھا کہ وہ غیر محتاط ہو گئی تھی۔ بہر حال یہ بھی تھا کہ وہ اس عالم میں بھی کسی کے لیے تر نوالہ ہرگز ثابت نہ ہوتی۔

ہم نے ٹیکسی کی اور میری خواہش کے مطابق رینوڈ ہوٹل پہنچ گئے۔ وہاں ہم دونوں نے الگ الگ لیکن ملحقہ کمرے طلب کیے۔ تہذیب چونکی ضرور لیکن اس نے مجھے ٹوکا نہیں۔ ہم اوپر چلے آئے۔ میں اپنے کمرے کا رخ کرنے کے بجائے اس کے ساتھ اس کے کمرے میں چلا آیا۔

"آپ نے بھی یہیں کمرہ لیا ہے... کیوں؟" تہذیب نے پوچھا۔

"آپ بیٹھیے تو۔"

وہ صوفے پر بیٹھ گئی لیکن مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھے جا رہی تھی۔ "آپ نے اتنا پُر اسرار انداز کیوں اختیار کیا ہے؟"

میں اٹھا اور میں نے کمرے کا دروازہ مقفل کر دیا۔ تہذیب سنبھل کر بیٹھ گئی تھی اور اس کی آنکھوں سے چوکنے پن کا اظہار ہو رہا تھا۔ وہ چند لمحے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر سامنے والے صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ "تشریف رکھیے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں صوفے پر بیٹھ گیا۔
"آپ کچھ بدلے بدلے سے محسوس ہو رہے ہیں۔"
"میں نے پڑھا ہے مس تہذیب کہ انسانی تعلقات میں چہروں کی اہمیت اپنی جگہ... لیکن جسم سے خارج ہونے والی مقناطیسی لہریں بھی بہت اہم ہوتی ہیں۔ وہ انسان کو اس کے دوستوں اور دشمنوں کی قریب ہی کہیں موجودگی کی خبر دیتی ہیں۔ دو جسموں کی مقناطیسی لہروں کے مابین مکمل ہم آہنگی محبت کہلاتی ہے۔ میں اس نظریے پر یقین رکھتا تھا لیکن آج یہ غلط ثابت ہوا ہے۔ میرے جسم کی لہروں نے تو آپ کو ذرا بھی متاثر نہیں کیا۔"
"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔"
میں نے اپنے چہرے سے میک اپ ماسک اتار دی۔ تہذیب اپنی جگہ ساکت ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی کیفیت نظر آ رہی تھی۔ پھر وہ اٹھی اور کسی سحر زدہ معمول کے سے انداز میں میرے قریب آ کھڑی ہوئی۔ میں بھی کھڑا ہو گیا۔
میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ لمحے تھے یا صدیاں تھیں۔ بہرحال ہم دونوں گنگ کھڑے تھے۔ ہماری زبانیں بند تھیں لیکن... زبان چپ ہو تو نظر بولتی ہے کا وہ میرا پہلا تجربہ تھا۔ لگتا تھا کائنات ساکت ہو گئی ہے۔ ہم دونوں نے سبھی کچھ کہہ دیا تھا لیکن ہمارے ہونٹ ساکت تھے۔ لفظ ضائع نہیں کیے گئے کہ وہ ہمارے دلوں کی امانت تھے۔
پھر تہذیب نے آگے بڑھ کر میرے سینے سے اپنا سر ٹکا دیا۔ "علی... علی... مجھے افسوس بھی ہو رہا ہے اور تم پر غصہ بھی آ رہا ہے۔" اس نے بکھرتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "تم نے اتنی دیر تک بے خبر رکھ کر مجھے یہ سزا کیوں دی۔ تم نہیں جانتے، پھر بھی..."
"میں جانتا ہوں۔" میں نے شوخ لہجے میں جواب دیا۔ "لیکن جہاز میں تم اس بے تکلفی کا مظاہرہ نہیں کر سکتی تھیں۔"
وہ جھینپ کر پیچھے ہٹ گئی۔ پھر اس نے میرے دونوں ہاتھ تھام لیے اور مجھے صوفے کی طرف لے آئی۔ اس کے چہرے پر جذبات کے سائے لرز رہے تھے۔ میں بھی کچھ دیر کے لیے دنیا کی تمام الجھنیں فراموش کر بیٹھا تھا۔ ہم خاموشی سے ایک دوسرے کی آنکھوں میں جھانکتے رہے... کیفیتیں بدلتی رہیں لیکن ایک کیفیت سب پر حاوی رہی۔ وہ ملن تھا۔ وہ ملن رُت تھی۔ بچھڑ سجنا نے کیا ہوا... تہذیب نے آنکھیں موند لیں۔ اس کا ہاتھ اب بھی میرے ہاتھ میں تھا۔
کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر میں نے کہا: "تہذیب... میں تم سے کم حیران نہیں ہوں۔"
اس نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا: "تم... تم استنبول کیسے پہنچے علی؟"
"بس... یہ سمجھ لو کہ تمھاری کشش مجھے وہاں تک لے گئی تھی۔"
"نہیں علی... سنجیدگی سے بتاؤ۔ تم نے میری رہائی کے لیے کوششیں کیں تو منظرِ عام پر کیوں نہیں آئے؟"
"نہیں تہذیب، میں غلط بیانی سے کام نہیں لوں گا۔ تمھاری رہائی میں میری کوشش کا کوئی دخل نہیں ہے۔ میں تو یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم پہ کیا بیتی؟"
"یعنی اس عورت سے تمھارا کوئی تعلق نہیں تھا جس نے کرسٹا فلومر کو قتل کر کے مجھے رہائی دلوائی؟"
"تم اس عورت سے ملیں؟" میں نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔
"نہیں... البتہ میں فون پر اس کی آواز سنتی رہی ہوں۔" تہذیب نے جواب دیا۔
"تہذیب... ذرا تفصیل سے بتاؤ اپنے متعلق۔"
"میں تمھارے ساتھ ہی تو تھی اس عمارت میں۔ پھر اسی رات مجھے بے ہوش کر کے اغوا کر لیا گیا۔ کیسے؟ یہ میں نہیں جانتی۔ ہوش میں آتے ہی مجھے اندازہ ہو گیا کہ میں گرین پول کی قید میں ہوں۔ ظاہر ہے، میں طویل عرصے تک اس تنظیم سے وابستہ رہی تھی اور ان لوگوں کا طریق کار خوب پہچانتی تھی۔ تھامس کلوز نامی ایک شخص مجھ سے میرے بارے میں پوچھتا رہا۔ پھر تمھارے اور ہائل جوشیو کے بارے میں سوالات کیے گئے۔ گوتھے ہل کیس کے بارے میں بہت کچھ پوچھا گیا۔ قصہ مختصر یہ کہ انھوں نے مجھے مجرم قرار دے دیا لیکن میرے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا گیا۔ شاید وہ گومگو کے عالم میں تھے۔ میری موت ان کے لیے سودمند نہیں تھی۔ میرا خیال ہے کہ وہ مجھے ہائل جوشیو کیس کی وجہ سے زندہ رکھنا چاہتے تھے تاکہ جوشیو کے اثاثوں کے حصول میں کوئی دشواری نہ ہو بلکہ ضرورت پڑنے پر وہ میرے حوالے سے تمھیں اپنا آلۂ کار بنا سکیں۔ پھر مجھے کرسٹا فلومر کے پاس استنبول بھیج دیا گیا۔ میں پہلے بھی اس کی ماتحتی میں کام کر چکی تھی۔ اس نے ہمیشہ مجھے سراہا تھا لیکن اب میری حیثیت ایک غدار کی تھی۔ چنانچہ میرے ساتھ کوئی رعایت نہیں برتی گئی۔
پھر کرسٹا کی قید میں اچانک مجھے پیغام ملا کہ مجھے رہا کرایا جانے والا ہے۔ ایک رات ہنگامہ ہوا اور کرسٹا فلومر قتل کر دی گئی۔ اس کی تفصیلات سے میں لاعلم ہوں۔ بہرحال اس رات مجھے آزادی مل گئی۔ مجھے آزادی دلانے والے کئی نقاب پوش

تھے۔ انھوں نے مجھے ایک مکان میں ٹھہرایا اور یقین دلایا کہ وہ مجھے بحفاظت ہالینڈ پہنچا دیں گے۔ وہاں سے اپنی منزل کا تعین مجھے خود کرنا ہوگا۔ جہاز کا سفر اس سلسلے کی آخری کڑی تھا لیکن یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ تم اس طرح مجھے مل جاؤ گے۔ اس سے زیادہ مجھے کچھ معلوم نہیں۔"
میری سمجھ میں سب کچھ آ گیا۔ تارینا ہارڈو کا کہنا تھا کہ وہ اب بھی میری مقروض ہے۔ حالانکہ میرا وجود اس کے احسانات کے بوجھ تلے دبا جا رہا تھا۔ تہذیب مجھے بغور دیکھ رہی تھی۔ پھر شاید اس نے میرے چہرے کے تاثرات سے سب کچھ بھانپ لیا۔ "مجھے ایسا لگتا ہے کہ ایک ہی ہستی نے ہم دونوں کی مدد کی ہے۔" اس نے آہستہ سے کہا۔
میں نے تارینا ہارڈو کے بارے میں تمام تفصیل اُسے بتا دی۔ میں نے اسے یہ بھی بتا دیا کہ تارینا ہارڈو ذہنی طور پر مجھ سے متاثر معلوم ہوتی ہے۔ وہ پُرخیال انداز میں مجھے تکتی رہی، پھر بولی: "بہرطور علی... اس نے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔ میں تمھارے لیے پاگل ہو رہی تھی۔ اب دنیا میں تمھارے سوا میرا کوئی نہیں ہے۔ بس یہ سمجھ لو کہ میں تمھاری ہی خاطر زندہ ہوں۔"
"تہذیب... اب صرف زندگی کی بات کرو۔ خدا نے ایک بار پھر ہمیں یکجا کر دیا ہے تو ہمیں مایوسی کی باتیں نہیں کرنا چاہئیں۔ میں تمھیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ میں نے اپنا مستقبل، اپنا وجود... سب کچھ ایک مقصد کی نذر کر دیا ہے لیکن تمھاری شخصیت کے سامنے کبھی کبھی میرا مقصد بھی دب جاتا ہے۔ تم بچھڑ گئی تھیں، میں تمھاری طرف سے مایوس ہو گیا تھا لیکن میں جانتا تھا کہ میں تمھیں کبھی بھلا نہیں سکوں گا اور اب تم مل گئی ہو..."
"علی... اب ہم دونوں اپنی انفرادیت کھو چکے ہیں۔ یوں سمجھ لو کہ ہم ایک دوسرے میں ضم ہو چکے ہیں۔ اب تم اپنے مقصد کو صرف اپنا مقصد نہیں... ہمارا مقصد کہا کرو۔ میں کسی عام عورت کی طرح تم سے یہ فرمائش کبھی نہیں کروں گی کہ مجھے ایک چھوٹا سا پُرسکون سا گھر فراہم کر دو۔ علی! میں محبت کا مفہوم سمجھتی ہوں۔ میں تمھارے دشوار راستے پر نہ صرف قدم بہ قدم تمھارے ساتھ چلوں گی بلکہ تم کبھی راستے سے ہٹنے لگے تو میں ہی تمھارے قدموں کی زنجیر بنوں گی۔ میں اپنی ذات کے لیے جینا نہیں چاہتی، میں تمھاری طرح جیوں گی۔"
اس لمحے اس کی عظمت میرے دل پر نقش ہو گئی۔ مجھے اپنے انتخاب پر فخر کا احساس ہو رہا تھا۔ میں نے جذباتی ہو کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ مسرتوں اور سرشاریوں کے لمحے تھے۔ ہماری محبت محدود نہیں تھی۔ اس میں دنیا بھر کے دکھی انسان شریک تھے۔ ہم دونوں دیر تک اسی کیفیت میں ڈوبے رہے۔ جسم میں خون کی جگہ سرشاری دوڑ رہی تھی۔
اگرچہ میں نے بھی اسی ہوٹل میں کمرہ لیا تھا لیکن میں نے اس کمرے میں قدم بھی نہ رکھا۔ میں جانتا تھا کہ اولیو ہارڈ سے ٹکر لینے کے بعد میرے لیے ہر لمحہ چوکس رہنا ضروری ہے لیکن تہذیب کے مل جانے کے بعد یہ ہوا کہ چند گھنٹوں کے لیے میں نے دنیا کا ہر مسئلہ ذہن سے جھٹک دیا۔ وہ ساعتیں حاصلِ زیست تھیں۔ ہمارے درمیان دنیا جہان کی باتیں ہوئیں۔ ہم دونوں نے ایک دوسرے کی جدائی میں گزرے ہوئے ایک ایک لمحے کا حساب سامنے رکھ دیا۔ میں نے اسے بتایا کہ سائیکا مائر کے سپرد وہ فائل کر کے میں بری الذمہ ہو جاؤں گا۔ تہذیب مجھے گرین پول والوں کے بارے میں بتاتی رہی۔ وہ لوگ اب ہائل جوشیو کے اثاثوں کی فکر میں سرگرداں تھے۔ انھوں نے اس سلسلے میں اس ملک کے مفادات پر کاری ضرب لگائی تھی جو اپنے طور پر ہائل جوشیو کی املاک پر قبضہ کرنے کے چکر میں تھا۔
"یہ کوشش تو ہم بھی کر سکتے تھے علی۔" تہذیب نے کہا۔ "لیکن ہم نے اس بارے میں سوچا تک نہیں۔"
"ہماری منزل کے راستے میں ہوس کا کوئی مقام نہیں۔" میں نے اسے سمجھایا۔ "ہم ایک مشن ہیں۔ ہم محبت کا پیغام ہیں۔ گویا ہمارے پاس سب کچھ موجود ہے۔ دولت کے بے کار انبار ہمارے کس کام آ سکتے ہیں۔"
تہذیب کچھ دیر سوچتی رہی، پھر پُرخیال انداز میں بولی۔ "علی! ان مسائل سے الجھتے ہوئے ایک عمر ہو گئی۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ کچھ دن، محض کچھ دن کے لیے ہم اس زندگی سے نجات حاصل کر کے عام لوگوں کی سی زندگی بسر کریں۔"
"تمھارا اشارہ تعطیلات کی طرف ہے؟" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ "یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ آرام کی ضرورت تو مشینوں کو بھی ہوتی ہے اور ہم جیسے انسانوں کی کارکردگی کو آرام کے چند لمحے بھی بہتر بنا دیتے ہیں۔"
وہ پھر کسی سوچ میں پڑ گئی۔ "اور تمھیں یاد ہے، ایک بار ہمارے درمیان ایک مخصوص موضوع پر گفتگو ہوئی تھی۔ ہم ایک پروگرام پر عمل پیرا ہونے والے تھے لیکن تیزی سے پیش آنے والے واقعات نے ہمیں مہلت نہیں دی۔ اس سلسلے میں اب کیا پروگرام ہے؟"
"تم امریکا کی بات کر رہی ہو؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں علی!"

"تہذیب... اسے میں کیسے بھول سکتا ہوں۔ وہ میری زندگی کا اہم ترین مشن ہے۔ میں نے اپنے کام کی ابتدا وہیں سے کی تھی۔ اور اسے انتہا تک بھی وہیں پہنچانا چاہتا ہوں۔ البتہ اس سلسلے میں کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ تم خواہ مخواہ اپنی خوشیوں کو میرے لیے قربان کر دو گی۔"

"خواہ مخواہ!" تہذیب کے لہجے میں تڑپ تھی اور وہ شاکی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

میں کٹ کر رہ گیا۔ اتنی قربتوں کے باوجود کبھی کبھار الفاظ بلا وجہ کے فاصلے پیدا کر دیتے ہیں۔ "سوری تہذیب!" میں نے جلدی سے کہا۔ "میرا یہ مقصد نہیں تھا۔ میں تو صرف یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ جب دو محبت کرنے والے یکجا ہوتے ہیں تو دلوں میں امنگیں بھی جاگتی ہیں۔ ایسے میں ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ وہ باقی دنیا پر اپنے وجود کے دروازے بند کر کے صرف اپنی ذات میں اور اپنی محبت کے طلسم میں کھو کر رہ جائے۔ کیا تمہارے ذہن میں یہ خواہش نہیں جاگتی؟"

"نہیں علی... یہ سچ ہے کہ میں تمہاری ذات کی اسیر ہوں اور تم تک محدود ہوں لیکن تم صرف ایک وجود ہی نہیں... تم تو ایک مکمل کائنات ہو۔ تمہاری زندگی کا ایک مقصد ہے اور وہ تمہاری ذات کا ایک جزو ہے۔ اب خود سوچ لو کہ تم تک محدود ہو کر بھی میری فکر کتنی لامحدود ہو گئی۔ تم جو کچھ کر رہے ہو وہ عظمتوں کا سفر ہے۔ اگر میں صرف محبت کے حوالے سے تھوڑی سی عظمت بھی پالوں تو اس میں کیا ہرج ہے۔ مجھے زندگی کی آخری سانس تک تمہارا ساتھ دینا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ سفر بہت کٹھن ہے۔ ہم موت کی صورت ایک دوسرے سے بچھڑ بھی سکتے ہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ ایسا وقت آیا تو مرتے وقت میرے لبوں پر تمہارا نام ہوگا اور وجود طمانیت کے احساس سے لبالب بھرا ہوا ہوگا۔ پہلی بار مجھے احساس ہوا ہے کہ موت بھی خوبصورت ہو سکتی ہے۔ محبت کے لیے یہ ضروری تو نہیں کہ ایک چھوٹا سا گھر ہو جس میں معصوم قلقاریاں اور کھلکھلاتے ہوئے قہقہے ہوں۔ ہر چیز معمول کے مطابق ہو۔ یہ فکر تو محبت کو محدود کر دیتی ہے حالانکہ محبت آفاقی جذبہ ہے۔ بے حد ہمہ گیر ہے۔ نہیں علی... خدا کے لیے میرے بارے میں ایسی بدگمانی کبھی نہ کرنا۔"

"خدا کا شکر ہے۔" میں نے پُرخلوص لہجے میں کہا۔ "تم تو میرے لیے ایک بہت بڑی نعمت ثابت ہو رہی ہو تہذیب... بہت بڑا اثاثہ۔ تمہارے خیالات جان کر میں بہت ہلکا پھلکا ہو گیا ہوں۔ دل و دماغ پر سے بہت بڑا بوجھ ہٹ گیا ہے۔ یہ سچ ہے کہ میں نے اپنا سب کچھ ایک عظیم مقصد کے نام کر دیا ہے۔ میں اپنی جدوجہد جاری رکھنا چاہتا ہوں۔ یہ مسئلہ اس اعتبار سے اور اہم ہے کہ یہ میرے کروڑوں بے وطن بھائیوں کا ہے۔ میری زندگی اگر ان کے کسی کام آ گئی تو میں اسے خدا کا احسان عظیم سمجھوں گا۔"

"تنظیم آزادیٔ فلسطین والوں نے تم سے رابطہ قائم کیا؟"

"ہاں... تمہارے سامنے ہی کیا تھا۔ میں ان کی طرف سے مطمئن ہوں۔ اب ان کے دل میں میری طرف سے کوئی برائی نہیں ہے۔"

"اور تمہارے دل میں؟"

"میرے دل میں کوئی برائی کیسے ہو سکتی ہے۔ میرے اور ان کے مقاصد ایک ہیں۔ میرے اور ان کے درمیان ناقابل شکست رشتہ ہے۔ میرے دل میں ان مظلوموں کے لیے بے پناہ تڑپ اور محبت ہے جو جارحیت کا شکار رہتے ہیں۔ میرا اختلاف محض چند افراد سے تھا... کا رُسے نہیں۔ اب جبکہ انہیں اپنی زیادتی کا احساس ہو گیا ہے تو میں نے بھی اپنے سینے میں ان کے حساب کتاب کا دفتر بند کر دیا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ میرے راستے بدل گئے ہیں لیکن منزل تو وہی ہے۔ کچھ کرنا ہے تو کیا ضروری ہے کہ کسی سے وابستہ ہو کر کیا جائے۔ میں اپنی انفرادیت اور آزادی برقرار رکھتے ہوئے بھی بڑے پیمانے پر کام کر سکتا ہوں۔" پھر مجھے کچھ خیال آ گیا۔ کچھ توقف کے بعد میں نے شرمسار لہجے میں کہا۔ "معاف کرنا تہذیب! میں ہم کہنا چاہتا تھا۔ میں بھول گیا تھا کہ اب اکیلا نہیں ہوں۔"

"ایسی کوئی بات نہیں علی... میں تو تمہارا حصہ ہوں۔ اس لحاظ سے تم مجھے شامل کر کے بھی اپنے لیے واحد کا صیغہ استعمال کر سکتے ہو۔ خیر... اب پروگرام کیا ہے؟"

میں نے اسے سائیکا مائیر کے بارے میں بتایا۔ میں نے اسے یہ بھی بتا دیا کہ سائیکا بھی مجھ سے متاثر ہو چکی ہے۔ وہ ہنسنے لگی۔ "میرے لیے تو یہ بات باعث فخر ہے کہ میرے علی کو اتنے بہت سے لوگ چاہتے ہیں۔ مجھے رقابت کا احساس نہیں ہوتا علی... تم ہو ہی ایسے کہ تمہیں چاہا جائے۔"

"بس تہذیب... مجھے شرمندہ نہ کرو۔"

اگلے روز میں نے سائیکا مائیر سے رابطہ قائم کیا۔ وہ میرا آواز سنتے ہی مضطرب ہو گئی۔ "تم کہاں ہو علی یار خان۔ میں بے چینی سے تمہاری منتظر ہوں۔" اس نے کہا۔ "مجھے اطلاع ملی ہے کہ استنبول میں تمہاری وجہ سے بڑی ہنگامہ خیزیاں ہوئی ہیں۔"

"کب کی بات ہے؟"

"تین دن قبل کی۔" اس نے جواب دیا۔ "بے شمار افراد مارے گئے اور اس سلسلے میں اولیو بادورڈ کا نام بھی لیا جا رہا ہے۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔"

"تم اس وقت بول کہاں سے رہے ہو؟"

"بس یوں سمجھو کہ تھوڑی دیر میں تمہارے پاس پہنچنے والا ہوں۔"

"جلدی سے آ جاؤ۔ میں دس نمبر میں تمہاری منتظر ہوں۔"

میں اس عمارت سے بخوبی واقف تھا جسے سائیکا دس نمبر کہتی تھی۔ میں فوراً تہذیب کو ساتھ لے کر نکل کھڑا ہوا۔ دس نمبر کے برآمدے میں سائیکا مائیر میری منتظر تھی۔ مجھے دیکھتے ہی وہ دیوانہ وار میری طرف بڑھی لیکن تہذیب کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ پھر اس نے میری طرف ہاتھ بڑھا دیا جسے میں نے تھام لیا۔

"یہ ہیں تہذیب الکم الیکس۔" میں نے تعارف کرایا۔

سائیکا چند لمحے تہذیب کو بغور دیکھتی رہی۔ پھر اس نے مجھے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھا۔

"کیا تم ہمیں اندر چلنے کو نہیں کہو گی؟" میں نے کہا۔

"اوہ... معاف کرنا علی تمہیں دیکھ کر خود کو سنبھالنا مشکل ہو گیا تھا۔" وہ ایک دم خجل نظر آنے لگی۔ "آؤ میرے ساتھ۔"

وہ ہم دونوں کو عمارت کے اندر لے گئی۔ "آئیے... بیٹھیے۔" اس نے خصوصیت کے ساتھ تہذیب کو مخاطب کیا۔ پھر وہ میری طرف متوجہ ہو گئی۔ "یہ تہذیب الکم الیکس وہی ہیں نا جن کا تذکرہ... تاجبار بارڈ نے کیا تھا؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔

"ہاں... یہ وہی ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مبارک ہو علی۔ یہ آپ کو مل گئیں۔" اس کے لہجے میں خلوص تھا۔

"شکریہ سائیکا! لیکن میں نے تمہیں تہذیب کے بارے میں تفصیل سے نہیں بتایا تھا۔"

"اس کے باوجود میں کافی حد تک ان سے واقف ہو گئی تھی۔"

میں نے فائل نکال کر سائیکا کی طرف بڑھا دی۔ وہ فائل کا جائزہ لینے میں مصروف ہو گئی۔ کچھ دیر بعد اس نے نظریں اٹھائیں۔

"مسٹر شلاڈر نے مجھے مطلع کر دیا تھا کہ ان کی بیوی اور بچہ بخیریت ان تک پہنچ گئے ہیں۔" اس نے مجھے بتایا۔ "اب وہ بے چینی سے فائل کے منتظر ہیں۔ کہہ رہے تھے کہ اگر چند روز میں فائل مل گئی تو وہ زیر حمایت آ جائیں گے۔ تم نے ان کا یہ مسئلہ بھی حل کر دیا۔ میری طرف سے اس نمایاں کامیابی پر مبارک باد قبول کرو۔"

اس کے لہجے اور انداز میں اجنبیت تھی اور میں اس کی وجہ بھی جانتا تھا۔ اس کی جذباتیت کے پیش نظر مجھے اس سے توقع بھی یہی تھی چنانچہ کچھ دیر بیٹھنے کے بعد میں نے اجازت چاہی۔ اس نے رات کے کھانے کے لیے مجھے... لیکن میں نے معذرت کر لی۔ وہ ہمیں رخصت کرنے باہر تک... "علی... کیا اب میرے ہوتے ہوئے تم ہوٹل میں قیام کرو گے؟" اس کے لہجے میں شکایت تھی۔

"فی الحال تو ہم ہوٹل ہی میں ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "لیکن تم اس سلسلے میں کوئی پیش کش کرو گی تو انکار بھی نہیں کریں گے۔"

"تو یہ عمارت حاضر ہے۔ پہلے بھی تمہارے لیے تھی اور اب بھی تمہارے لیے ہے۔" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"میری دانست میں ہوٹل ہی میں قیام بہتر رہے گا علی۔" تہذیب نے ملاقات کی۔ سائیکا نے بلا جھجک اس بات کو تسلیم کر لیا اور ہم ہوٹل واپس آ گئے۔ "جو کچھ تم نے مجھے بتایا تھا، وہ میں اس لڑکی کی آنکھوں میں پڑھ چکی ہوں۔" ہوٹل پہنچ کر تہذیب نے کہا۔ "لیکن ایک بات یاد رکھنا علی جہاں تک میں سمجھتی ہوں، وہ بے حد جذباتی لڑکی ہے اور کسی مخصوص کیفیت میں کوئی بھی قدم اٹھا سکتی ہے۔"

"یہ بات میں بھی جانتا ہوں۔" میں نے پُرخیال انداز میں کہا۔

اس کے بعد اس موضوع پر مزید گفتگو نہیں ہوئی۔ آئندہ دو دن ہم ہوٹل تک محدود رہے۔ مجھے ایسا لگتا تھا کہ تہذیب مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہے۔ تیسری صبح اس سے نہ رہا گیا۔ "علی... میں چاہتی ہوں کہ اب مزید وقت ضائع نہ کیا جائے۔" اس نے ناشتے کے بعد مجھ سے کہا۔ "اس وقت اولیو بادورڈ استنبول میں الجھا ہوا ہے۔ میرا خیال ہے کہ گرین ہول والوں سے اس کی ٹھن گئی ہے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ہم یہاں سے نکل سکتے ہیں۔"

"سائیکا مائیر کو اسی طرح چھوڑ دیں؟"

"یہ فیصلہ کرنا تمہارا کام ہے۔"

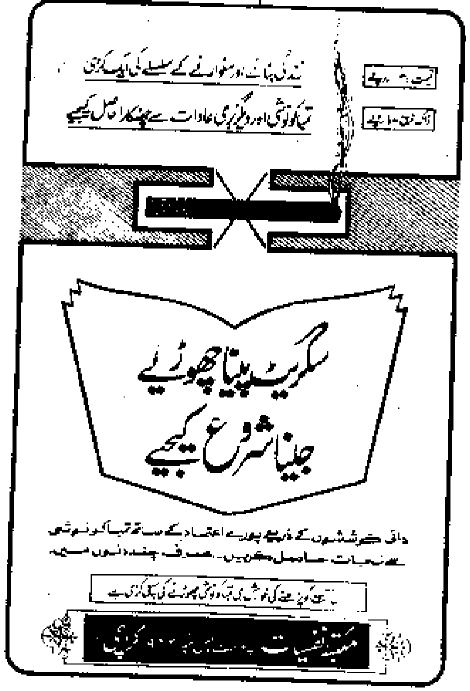

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کہیں تم میری اس بات سے بدگمان تو نہیں ہوئیں ہسائیکا کی اہمیت بس اتنی..."

"نہیں علی! اس انداز میں کبھی نہ سوچنا۔" تہذیب نے میری بات کاٹ دی۔ "مجھے تم پر اعتماد ہے لیکن میں تمھیں اوروں کی نگاہوں سے محفوظ بھی رکھنا چاہتی ہوں۔ کیا یہ غیر فطری بات ہے؟"

"ہرگز نہیں!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں تارینا یاسڈور کا منتظر ہوں۔ اس کی خیریت کی اطلاع مل جائے تو یہاں سے نکلیں۔"

"ہاں... یہ بات تو ہے۔ اس نے ہمارے لیے اتنا کچھ کیا ہے کہ اسے نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔" تہذیب نے تائیدی لہجے میں کہا۔

"میں اس کے سلسلے میں مسٹر آئن شلاڈر سے بات کروں گا۔"

اگلے روز سائیکا ماٹیلم ہم سے ملنے آگئی۔ اس نے تہذیب پر بڑی حد تک قابو پالیا تھا۔ تہذیب سے بہت خوش خلقی سے ملی بلکہ بیشتر وقت اسی سے گفتگو کرتی رہی۔

"تارینا کے بارے میں کچھ معلوم ہوا؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"نہیں، اس سلسلے میں مسٹر شلاڈر سے بات کروں گی۔"

"اور فائل کا کیا ہوا؟"

"میں نے فائل اپنے آدمیوں کے ہاتھ بھجوادی ہے۔"

"قابلِ اعتماد لوگ ہیں نا؟" میں نے پُرتشویش لہجے میں پوچھا۔

"تم ریڈ پینتھرز کے بارے میں اتنے بے خبر تو نہیں ہو علی۔" اس کے لہجے میں ایک لمحے کو تلخ سی شکایت جھلکی لیکن اس نے فوراً ہی خود پر قابو پالیا۔ اب اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ "اور علی! اب تمھارے کیا ارادے ہیں؟ تہذیب کے ملنے کے بعد تمھارا پروگرام کسی حد تک تبدیل ضرور ہوا ہوگا؟"

"ہاں سائیکا... میں امریکا جانا چاہتا ہوں۔ میں اولیو یاورڈ کو اس کے اپنے وطن میں ذلت آمیز شکست سے دوچار کروں گا۔"

"اور ریڈ پینتھرز سے تمھارا تعلق..."

"ریڈ پینتھرز سے نہیں البتہ تم سے میرا تعلق قائم رہے گا... تفصیلات تم خود طے کرلو۔"

"ظاہر ہے، میں یہ علاقہ تو نہیں چھوڑ سکتی لیکن علی! جب بھی تمھیں مدد کی ضرورت پڑے، بلا جھجک مجھے یاد کرلینا۔" اس کے لہجے میں عجیب سا دکھ تھا۔ مجھے بھی دکھ ہوا۔ اس نے بھی مجھے متاثر کیا تھا لیکن میرے جذبات اس سے مختلف تھے۔

تیسرے دن ہمیں اطلاع مل گئی کہ تارینا اپنے وطن پہنچ چکی ہے۔ اس نے ہالینڈ آنے سے دانستہ گریز کیا تھا اور میں اس کا سبب بھی جانتا تھا۔ میں نے سائیکا سے کہا کہ وہ میری طرف سے تارینا کا شکریہ ادا کردے۔

آٹھویں روز ہم نیویارک کی طرف محوِ پرواز تھے۔ ایمسٹرڈم سے ہماری روانگی کے تمام انتظامات سائیکا نے کیے تھے۔ وہ ایئرپورٹ تک رخصت کرنے بھی آئی تھی۔ "علی! ہمارے بہت پروگرام مشترک تھے۔" اس نے رخصت ہوتے وقت دل گیر لہجے میں کہا۔ "لیکن تم... تم بھول گئے ہو۔ خیر کوئی بات نہیں۔ زندگی میں کچھ کھونا بھی پڑتا ہے۔"

"ایک بے لوث اور مخلص دوست کی حیثیت سے میں تمھیں ہمیشہ یاد رکھوں گا سائیکا۔" میں نے آہستہ سے کہا تھا اور جہاز کی طرف چل دیا تھا۔

تہذیب بالکل ایکس بہت خوش تھی۔ اس لیے کہ میں خوش تھا۔ اس نے اپنی تمام خوشیاں مجھ سے وابستہ کرلی تھیں۔ درحقیقت وہ لڑکی تھی بھی محبت کے قابل۔ دنیا میں اس کا کوئی نہیں تھا۔ گو پول میں ایک مجرم کی حیثیت سے زندگی گزار رہی تھی لیکن پھر اس کے باطن میں سوئی ہوئی انسانیت جاگی... اور اس کی پوری شخصیت بدل کر رہ گئی۔ میرا تجربہ ہے کہ ایسے لوگ جب بدلتے ہیں تو ان میں انسانیت بہت مستحکم ہوتی ہے۔ اب وہ صرف مجھ پر انحصار کرتی تھی۔

"تمھیں اندازہ ہے کہ آج میری کتنی پرانی خواہش پوری ہوئی ہے؟" دورانِ سفر میں نے تہذیب کو مخاطب کیا۔

"میں جانتی ہوں لیکن اس وقت میں یہ سوچ رہی ہوں کہ ہم کام کا آغاز کیسے کریں گے؟"

"گزشتہ بار میں وہاں ایک طالب علم کی حیثیت سے پہنچا تھا لیکن اس بار میری حیثیت ایک مجرم کی سی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ امریکا کی مادی دنیا میں وسائل سے محرومی کی بنا پر اس بار ہمیں جرائم ہی کا سہارا لینا ہوگا۔"

"وہاں یقیناً تمھارے شناسا بھی ہوں گے۔"

"کیا کہا جاسکتا ہے کہ کون ہوگا اور کون نہیں ہوگا۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔ "بہرحال ایک شخصیت ایسی ہے، جس سے میں ضرور ملوں گا۔"

"میں جانتی ہوں۔" تہذیب نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تمھارا اشارہ جوشو کی طرف ہے۔"

میں مسکرا دیا۔ "تمھیں میرے بارے میں سب کچھ معلوم ہے۔" میں نے محبت آمیز لہجے میں کہا۔

"جوشو سے تم کب سے نہیں ملے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"بہت عرصہ ہوگیا۔ بالکل ابتدا میں اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ پھر اس کے بعد موقع ہی نہیں مل سکا۔"

بالآخر ہم نیویارک پہنچ گئے۔ اب میں خود کو ایک بدلا ہوا آدمی محسوس کررہا تھا۔ میں دشمنوں کے درمیان آگیا تھا اور میرے کاندھوں پر بہت بھاری ذمے داریاں تھیں۔ میں جانتا تھا کہ اب مجھے قدم قدم پر خطرات کا سامنا کرنا ہوگا اور اس بار میں تنہا نہیں تھا۔ تہذیب بھی میرے ساتھ تھی۔

ہوٹل کارڈیلو پہنچ کر ہم نے مسٹر اینڈ مسز نوئیل برانٹ کے نام سے کمرہ حاصل کیا۔ کمرہ ساتویں منزل پر تھا۔ تہذیب کے لیے نیویارک اجنبی شہر نہیں تھا۔ وہ گرین پول سے تعلق کے دنوں میں کئی بار وہاں آچکی تھی۔ ہوٹل کارڈیلو کی سفارش بھی اسی نے کی تھی۔ اپنے کمرے میں پہنچتے ہی ہم آئندہ کے لیے لائحہ عمل طے کرنے میں مصروف ہوگئے۔ طے یہ پایا کہ واشنگٹن میں قیام ہمارے لیے زیادہ مناسب رہے گا۔

"لیکن نیویارک چھوڑنے سے پہلے ہمیں رقم کے حصول کے سلسلے میں بھی کچھ کرنا ہوگا۔" میں نے کہا۔

"اور جوشو سے ملاقات کے سلسلے میں کیا ارادہ ہے؟"

"اس سے ملاقات میں ضرور کروں گا تہذیب، لیکن یہاں قدم جمانے کے بعد۔" میں نے جواب دیا۔

"مجھے کچھ اختلاف ہے علی۔"

"ہاں ہاں، کہو۔"

"جوشو کے بارے میں تم نے جو کچھ بتایا، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ تمھارا سچا ہمدرد اور بہی خواہ ہے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں۔"

"میرا خیال ہے رقم کے حصول کے لیے ہمیں فوری طور پر قدم اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ فی الوقت ہمارے پاس اچھی خاصی رقم موجود ہے۔ میرا مشورہ تو یہی ہے کہ پہلے جوشو سے مل کر مشورہ کرلیں۔ اس طرح یہاں کی صورتِ حال سے آگاہی بھی ہوجائے گی۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ تہذیب کا مشورہ معقول تھا۔ خاصی دیر سوچ بچار کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ مجھے اس کے مشورے پر عمل کرنا چاہیے۔ چنانچہ ہم سان فرانسسکو کے سفر کی تیاری میں مصروف ہوگئے۔ نیویارک آمد کے پانچویں دن ہم سان فرانسسکو کے لیے چل پڑے۔ مجھے وہ دن یاد آرہے تھے، جب میں شدید مشکلات سے دوچار ہوکر یہاں سے نکلنے پر مجبور ہوا تھا اور اب میں ایک نئی حیثیت میں واپس آیا تھا۔

سان فرانسسکو میں بھی ہم نے ایک اعلیٰ درجے کے ہوٹل میں قیام کیا۔ کچھ دیر آرام کرنے کے بعد ہم ہوٹل سے نکل آئے۔ میں نے تہذیب کو وہ تمام مقامات دکھائے جہاں میں کبھی بے مصرف پیکار رہا تھا۔ وہ میری باتوں میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہی تھی اور مسلسل سوالات کیے جارہی تھی۔ اس دوران میں گرد و پیش کا جائزہ بھی لیتا رہا تھا کہ ممکن ہے، کوئی ہم لوگوں میں دلچسپی لے رہا ہو لیکن ایسی کوئی بات سامنے نہیں آئی۔ ہم کافی دیر تک یونہی گھومتے رہے، پھر میں نے جوشو سے ملنے کا فیصلہ کیا۔ میں تہذیب کو ساتھ لیے کر اس علاقے کی طرف چلا آیا۔ علاقہ کافی حد تک تبدیل ہوچکا تھا۔ پھر چینی طرز کے ایک خوب صورت ریستوران کے سامنے میں ٹھٹک گیا۔ سائن بورڈ پر لوئی شی کا نام لکھا تھا۔

"یہی نام میری اس دوست کا بھی تھا جس نے میری بہت مدد کی تھی۔" میں نے تہذیب کی سوالیہ نگاہوں کے جواب میں کہا۔ "آؤ... اندر چل کر دیکھیں۔ ممکن ہے وہی ہو۔" پھر میں تہذیب کا ہاتھ تھام کر ریستوران میں داخل ہوگیا۔ اندر کا ماحول بے حد پُرسکون تھا۔ ہم ایک گوشے میں ایک میز کے گرد جا بیٹھے۔ ویٹر آیا اور میں نے آرڈر پیش کردیا۔ وہ مطلوبہ اشیا لے کر آیا تو میں نے اس سے پوچھا۔ "اس ریستوران کا مالک کون ہے؟"

"مادام لوئی شی۔" ویٹر نے جواب دیا۔

"میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔"

ویٹر سوچ میں پڑ گیا۔ پھر اس نے میری طرف ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔ "اپنا کارڈ دے دیجیے جناب۔ میں ان تک پہنچا دوں گا۔ آگے ان کی مرضی۔"

"میرے پاس کارڈ نہیں ہے۔ تم ان سے کہہ دو کہ ایک سیاح ان سے ملنے کا خواہش مند ہے۔ ممکن ہے، وہ مجھے یہ اعزاز بخش دیں۔"

"بہت بہتر جناب۔" ویٹر نے سر بہ خم ہوتے ہوئے کہا اور چلا گیا۔ کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ اوپری منزل کے زینے سے ایک فربہ اندام عورت اترتی نظر آئی۔ اسے پہچاننے میں مجھے کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ وہ لوئی شی ہی تھی۔ وہ موٹی ہوگئی تھی لیکن خدوخال ذرا نہیں بدلے تھے۔

"وہی ہے۔" میں نے سرگوشی میں تہذیب کو بتایا۔ ویٹر نے میری طرف اشارہ کیا اور لوئی شی مسکراتی ہوئی ہماری طرف چلی آئی۔ اس نے ہم سے اجازت طلب کی اور کرسی کھینچ کر میرے سامنے بیٹھ گئی۔

"میں آپ کی کیا خدمت کرسکتی ہوں مسٹر؟"

"علی یار خان۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی فرمایئے..." اس نے بے حد خوش اخلاقی سے کہا... لیکن اچانک ہی اس کے چہرے کا تاثر بدل گیا۔ "کیا... کیا نام بتایا آپ نے؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کیسی ہو لوئی شی؟ کیا علی یار خان کو بھول گئیں؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ وہ بڑے غور سے مجھے دیکھتی رہی لیکن میرے میک اپ میں ہونے کی وجہ سے مجھے پہچاننا اس کے لیے ناممکن تھا۔ "میں میک اپ میں ہوں لوئی شی۔" میں نے مزید کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"آؤ… میرے ساتھ اوپر چلو پلیز۔" وہ مضطربانہ انداز میں اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"چلو تہذیب۔" میں نے کہا ہم دونوں اُٹھے اور اس کے پیچھے پیچھے زینے کی طرف چل دیے۔ وہ ہمیں اوپری منزل کے ایک آراستہ کمرے میں لے گئی۔ وہ کچھ کہنے کے لیے لب کھول ہی رہی تھی کہ میں نے میک اپ ماسک اتار دیا۔ وہ بھیگی بھیگی آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

"کیسے ہو علی؟" بالآخر اس نے رُندھی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"تمھارے سامنے ہوں۔"

"اسی پر تو حیران ہوں میں۔ امریکا کیسے یاد آگیا تمھیں؟"

"بھولا ہی کب تھا۔"

"ہم لوگ تمھیں بہت یاد کرتے تھے۔"

"یادیں ہی مجھے یہاں کھینچ لائی ہیں اور تمھارے فادر کہاں ہیں؟"

"اب تو کوئی بھی نہیں رہا۔ دونوں بھائی بھی… اور فادر بھی…" اس سے جملہ پورا نہ کیا گیا۔

"کیوں… کیا ہوا تھا؟"

"تمھارے جانے کے بعد کچھ لوگوں کے خلاف خاص طور پہ کارروائی کی گئی تھی۔ وہ تینوں بھی اسی کی زد میں آگئے۔"

"کیا… کیا کہہ رہی ہو؟" میری آواز بلند ہو گئی۔

"ہاں علی یار خان… یہودیوں کو علم ہو گیا تھا کہ ہم نے تمھاری مدد کی ہے۔"

"اوہ… تو یہ اس دَور کی بات ہے۔" میں نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا۔ "اور میں لاعلم رہا۔ حالانکہ مسٹر جوشو سے لندن میں میری ملاقات ہوئی تھی۔"

"مجھے اُن نے اس ملاقات کے بارے میں بتایا تھا… لیکن علی… تم سے تذکرہ کرنے کا فائدہ کیا تھا۔ تم تو اُن دنوں خود مصیبتوں میں گرفتار تھے۔" لوئی شی نے جواب دیا۔

اس وقت میرے لیے اپنے غصے پر قابو پانا دشوار ترین کام ہو گیا تھا۔ لوئی شی اور اس کے اہلِ خاندان نے کڑے وقت میں میرا ساتھ دیا تھا۔ جاپانا ہاؤن کے فسادات کے بارے میں مجھے خبر ملی تھی لیکن میں تفصیلات سے لاعلم تھا۔ بہرطور، میں جانتا تھا کہ غصے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ میں نے خود پر قابو پانے کی بھرپور کوشش کی۔ اس کے باوجود جب میں بولا تو اپنا لہجہ مجھے خود بھی اجنبی لگ رہا تھا۔ "مجھے علم نہیں تھا لوئی شی… اور اب میں لفظوں میں افسوس کا اظہار کر کے تمھارے ایثار کی توہین نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن یقین رکھو، تمھارے فادر اور بھائیوں کے خون کے ایک ایک قطرے کے عوض یہودیوں کو کئی جانوں کا نقصان اُٹھانا ہوگا۔"

لوئی شی چند لمحے بھیگی بھیگی آنکھوں سے مجھے تکتی رہی پھر اُسے شاید پہلی بار تہذیب کی موجودگی کا احساس ہوا۔ "سوری آپ مسٹر علی…" اس نے تہذیب سے کہا۔

"ہاں لوئی شی! اس سے ملو۔ یہ ہے تہذیب علی یار خان۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"معاف کیجیے گا مسز علی۔ میں آپ کو توجہ نہیں دے سکی۔ دراصل ہم پرانے دوست ہیں اور بہت عرصے کے بعد ملے ہیں۔ میں جذبات میں بہہ گئی تھی۔" لوئی شی نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔ "ویسے آپ خوش نصیب بھی ہیں… اور اچھی تو یقیناً ہوں گی کیونکہ علی کو متاثر کرنے والی لڑکی معمولی نہیں ہو سکتی۔"

"شکریہ۔" تہذیب نے مجوبانہ لہجے میں کہا۔

"اور علی… تم یہاں کیوں آگئے۔ میں جانتی ہوں، امریکا تمھارے لیے مصائب کا گھر ہے۔ یہاں تمھاری زندگی ہر لمحہ خطرے میں رہے گی۔" لوئی شی پھر مجھ سے مخاطب ہوئی۔

"مجھے تو افسوس اس بات کا ہے کہ میں نے آنے میں تاخیر کر دی۔" میرا لہجہ جذباتی ہو گیا۔ "درحقیقت میرے وجود میں جیسے کوئی آتش فشاں کروٹیں لے رہا تھا۔ میری وجہ سے لوئی شی کا پورا گھرانہ تباہ ہو گیا تھا۔ مجھ پہ یہودیوں کا قرض اور بڑھ گیا تھا اور اب میں قرض چکانے کے لیے بے تاب ہو رہا تھا۔

لوئی شی نے مضطرب نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی "علی… میں نے شادی کر لی ہے… دو بچے ہیں میرے، وہ اچھے خاصے کامیاب وکیل ہیں۔"

"مبارک ہو لوئی شی۔" میں نے پُرخلوص لہجے میں کہا "مجھے یہ خبر سن کر خوشی ہوئی۔ خدا کا شکر ہے کہ امریکا میں بھی کوئی اچھی خبر میری سماعت تک پہنچی۔ یہ اچھا شگون ہے۔"

"آج رات کا کھانا میرے گھر پہ کھاؤ۔ میں تمھیں دل جین سے اور بچوں سے ملواؤں گی۔"

"پھر کبھی سہی۔" میں نے مصلحتاً اُسے ٹال دیا۔ "اور ہاں، لوئی شی۔ مسٹر جوشو کہاں ملیں گے؟"

"وہ ان دنوں چار جینا ہاؤس میں ہیں۔" لوئی شی نے جواب دیا۔

کافی پینے کے بعد ہم نے لوئی شی سے اجازت چاہی۔ اس نے ایک بار پھر ہمیں مدعو کیا۔ اس بار میں سنجیدہ ہو گیا۔ "دیکھو لوئی شی، جب تک میں تم سے دوبارہ مل کر تمھیں اپنے پروگرام سے مطلع نہ کر دوں، تم اپنے شوہر سے میرا تذکرہ بھی نہ کرنا۔ مجھ سے وعدہ کرو کہ میری اس ہدایت پر عمل کرو گی۔"

"وجہ پوچھ سکتی ہوں؟"

"نہیں۔" میں نے میک اپ ماسک چہرے پر لگاتے ہوئے کہا۔ میرے لہجے میں قطعیت تھی۔ اس کے بعد لوئی شی نے اصرار نہیں کیا البتہ وہ کچھ دل گرفتہ سی ہو گئی۔ میرا دل دُکھا… لیکن میں جانتا تھا کہ اسی میں اُس کی بہتری ہے۔ بہرطور، ہم اسے خدا حافظ کہہ کر باہر نکل آئے۔ تہذیب خاموشی سے میرے ساتھ چلتی رہی۔ اس نے میری کیفیت بھانپ لی تھی۔

"علی… بہت زیادہ دُکھی ہو گئے ہو تم؟" کچھ دیر بعد اس نے مجھے مخاطب کیا۔

"ہاں تہذیب… بات ہی ایسی ہے۔ لوئی شی نے مجھ سے تعاون کی بھاری قیمت ادا کی ہے۔"

"اور میرا اندازہ ہے کہ تم اب لوئی شی سے کبھی نہیں ملو گے۔"

"ہاں… مجھے اس کے شوہر اور بچوں کی زندگی عزیز ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اب اُسے مزید کوئی نقصان پہنچے۔"

"اور اب کیا ارادہ ہے؟"

"جوشو سے ملوں گا۔"

تہذیب خاموش ہو گئی۔ ہم دونوں چلتے رہے۔ چار جینا ہاؤس میرے لیے اجنبی جگہ نہیں تھی۔ گیٹ پہ کھڑے ہوئے چینی نوجوان نے مجھے بغور دیکھا۔ میں نے جوشو سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ وہ ساتھ آنے کا اشارہ کر کے اندر کی طرف چل دیا۔ چند ہی لمحوں کے بعد ہم جوشو کے روبرو تھے۔ جوشو میں اس کے سوا کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی کہ اس کے سر کے بال سفید ہو گئے تھے۔ اس نے چینیوں کے مخصوص انداز میں مجھے تعظیم پیش کی اور ٹٹولنے والی نگاہوں سے دیکھا اور بولا۔ "نوجوان… مجھے افسوس ہے کہ تمھیں چہرے بدلنے کا سلیقہ نہیں ہے۔ یہ بہت بھونڈا میک اپ ہے۔ تاہم یہ بتاؤ، میں تمھاری کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"اتنے ناکارہ میک اپ کو چڑھائے رکھنا بیکار ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ماسک اتار دیا۔

جوشو کے چہرے پر اضطراب نظر آیا۔ وہ اُٹھا اور مجھ سے لپٹ گیا۔ "علی… میرے بچے علی۔" اس نے محبت سے مجھے سینے سے بھینچ لیا پھر ایک قدم پیچھے ہٹ کر اس نے میرے چہرے کو بغور دیکھا۔ "تم نے جو کچھ کیا تھا، ناممکن ہونے کے باوجود کر دکھایا اور اب تم دوبارہ شیر کی کچھار میں آگئے ہو۔ یہ لڑکی کون ہے؟"

"اس کا نام تہذیب مالکم ایکس ہے۔"

"میرے لیے یہی کافی ہے کہ اس کا تعارف تم کرا رہے ہو۔ یہ میری بیٹی ہے… آؤ… بیٹھو نا تم لوگ… کھڑے کیوں ہو؟" اس کے لہجے میں دبا دبا جوش تھا۔

ہم دونوں اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئے۔ تہذیب اس پذیرائی سے بہت متاثر نظر آ رہی تھی۔

"اب بتاؤ، صورتِ حال کیا ہے… اور پروگرام کیا ہے؟" جوشو نے مجھ سے پوچھا۔

"فی الحال تو سب ٹھیک ٹھاک ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "جہاں تک پروگرام کا تعلق ہے، کچھ سوچے سمجھے بغیر آیا ہوں۔ اب پروگرام بھی بنا لوں گا۔"

"اور تمھارے دوست اولیو ہاورڈ کا کیا حال ہے؟" اس کا انداز ایسا تھا کہ مجھے ہنسی آگئی۔ میں نے اپنی اب تک کی کارگزاری مختصراً اسے سنا دی۔

"مجھے اطلاع ملی تھی کہ تم فلسطینی تنظیم کے اہم رکن بن گئے ہو۔ علی… میں خوش ہوں کہ تمھیں تمھاری منزل مل گئی۔"

"میں اب تنظیم سے علیحدہ ہو چکا ہوں۔ میں ان کے لیے جو کچھ کر سکتا تھا، میں نے کیا۔ اب میری اور ان کی منزل ایک ہی سہی لیکن راستے جدا ہیں۔ اولیو ہاورڈ کے متعلق میں تمھیں بتا چکا ہوں، میں یہاں اس کے سینے پر مونگ دلنے کے ارادے سے آیا ہوں۔ میں اس کے اپنے ملک میں اس کے اصل آقاؤں کے خلاف کام کروں گا۔"

"وہ بے حد چالاک ہے علی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ امریکی حکومت کے لیے کام نہیں کر رہا ہے لیکن بہرحال، وہ سی آئی اے کی معتمد شخصیت ہے اور اسے کافی اختیارات حاصل ہیں۔ وہ اپنے طور پر ان اختیارات سے فائدہ اُٹھا رہا ہے۔"

"جی ہاں، میرا اندازہ بھی یہی تھا۔"

"خیر… تم نے یہاں آکر میری عزت افزائی کی ہے۔ اولیو ہاورڈ نے میرے اور تمھارے درمیان رابطہ تلاش کرنے کی بہت کوشش کی لیکن میرا نام بھی جوشو ہے۔"

"لیکن میری وجہ سے لوئی شی کو بہت خسارہ اٹھانا پڑا۔"

"ہاں… وہ واقعات بہت افسوسناک تھے۔ اس سلسلے میں وریان کا بھائی مائیکل جوشر سب سے آگے تھا۔ اس نے نوجوانوں کو بھڑکا کر چینیوں کے خلاف فسادات کرائے اور اس کی آڑ میں لوئی شی کے خاندان کا صفایا کر دیا۔ لوئی شی کو میں نے پناہ دی تھی ورنہ وہ بھی اس آگ کی لپیٹ میں آجاتی۔"

"وریان کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بھول گئے اپنے شکار کو؟ یقیناً بھول گئے ہو گے۔ جیسے جیسے شکاروں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے، اس سلسلے میں آدمی کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یادداشت کمزور ہوتی جاتی ہے۔"

"اوہ... وہ دریان۔" اچانک مجھے دریان یاد آ گیا۔ "تو یہ مائیکل جوشر، دریان کا بھائی ہے۔ اس کا جغرافیہ تو سمجھاؤ؟"

"وہ اس ایبرن ہال کا متولی ہے، جہاں سے تمھاری اس زندگی کا آغاز ہوا تھا۔"

"سان فرانسسکو ہی میں رہتا ہے؟"

"ہاں... اور بڑے ٹھاٹ سے رہتا ہے۔ مذہبی شخصیت ہے۔ یہودیوں کے لیے دیوتا کی حیثیت رکھتا ہے۔" جوشو نے کہا اور پھر چونک کر بولا۔ "تم اس میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہے ہو؟"

"میں نے کہا نا کہ مجھے پروگرام بنانا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

جوشو کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ وہ چند لمحے سوچتا رہا، پھر بولا۔ "وہ بہت اہم شخصیت ہے۔ یہودی دیوانے ہو جائیں گے اُس کے لیے۔ وہ اسرائیل کے لیے کام کرنے والی ایک کمیٹی کا رکن بھی ہے۔ وہ اسرائیل کے لیے فنڈ بھی اکٹھا کرتا ہے۔ پورے امریکا میں اس کے مہرے بکھرے ہوئے ہیں۔ میرا خیال ہے فی الحال اسے نظرانداز کر دو۔ اندھادھند اس پر ہاتھ ڈالنا مناسب نہ ہوگا۔ پہلے اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر لو۔"

"بات یہ ہے مسٹر جوشو کہ یہ شخصیت مجھے دلچسپ لگی ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ میں لوئی شی کے حوالے سے اس کا مقروض بھی ہوں۔ جہاں تک معلومات حاصل کرنے کا تعلق ہے، فی الوقت امریکا میں، میں بہت کمزور ہوں۔ یوں سمجھ لو کہ تمھارے علاوہ یہاں میرا کوئی شناسا اور ہمدرد نہیں ہے۔ ایسے میں اندھادھند اقدامات کرنے ہی پڑتے ہیں۔"

جوشو کچھ دیر سوچتا رہا، پھر بولا "تم جانتے ہو علی، میں ہر طرح تمھارے ساتھ ہوں۔ میں تمھیں بیس ایسے جاں نثار دے سکتا ہوں، جو تمھارے ایک اشارے پر اپنے ہاتھوں سے اپنا سر اتار سکتے ہیں۔ میرے ہوتے ہوئے تمھیں تنہائی کا احساس کبھی نہیں ہوگا۔"

"اور وہ جاں نثار چینی ہیں؟" میں نے پوچھا

"ہاں۔"

"نہیں، مسٹر جوشو، میں اس کھیل میں کسی چینی کو شامل نہیں کرنا چاہتا۔ لوئی شی کے سلسلے میں پہلے ہی خود کو مجرم محسوس کر رہا ہوں۔"

"میں تمھاری بات سمجھ رہا ہوں علی۔" جوشو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن ہم یہاں امریکا میں بھی اتنے کمزور نہیں ہیں۔ ورنہ آج زندہ نہ ہوتے۔"

"یہ درست ہے مسٹر جوشو لیکن میں اب بھی اپنے فیصلے پر قائم ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ تب تم ایک کام کے آدمی سے ملو لیکن وہ تیرے ذریعے قابو میں نہیں آ سکتا کیونکہ وہ مجھ سے نفرت کرتا ہے۔ بہرحال بڑے کام کا آدمی۔ نام ڈیبو باربو ہے۔ سیاہ فام ہے۔ شکاگو میں رہتا ہے۔ ذاتی وجوہ کی بنا پر امریکیوں سے متنفر ہے۔ بہت چالاک آدمی ہے۔ سیاہ فاموں کو بہت کم استعمال کرتا ہے۔ اصل امریکی یعنی ریڈ انڈین اس کے حلیف ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ کہ وہ مائیکل جوشر کا جانی دشمن ہے۔ فطرت ایسی ہے کہ دشمنوں کے دشمنوں کو دوست سمجھتا ہے۔"

"واقعی کام کا آدمی معلوم ہوتا ہے۔" میں نے سر ہلا کر کہا۔ "شکاگو میں اس کا پتا؟"

"شکاگو میں کہیں بھی اس کے متعلق پوچھ لینا۔ تمھیں اس کے پاس پہنچا دیا جائے گا۔ مائیکل جوشر پر وہ یوں اُدھار کھائے بیٹھا ہے کہ اپنے بیس آدمی اسی چکر میں گنوا چکا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"وہ مائیکل جوشر پر کئی قاتلانہ حملے کرا چکا ہے لیکن جوشر ہر بار بچ گیا اور اس کے آدمی ایک ایک کر کے پکڑے جاتے رہے۔ علی یار خان! میری یہ بات گرہ میں باندھ لو۔ مائیکل جوشر کوئی معمولی شخصیت نہیں۔ اس بگلا بھگت مذہبی شخصیت نے اپنے گرد بہت اونچی دیواریں قائم کر رکھی ہیں۔"

"میرے لیے اہم ترین بات یہ ہے کہ ڈیبو باربو، مائیکل جوشر کا بدترین دشمن ہے۔ اسے وہ لوگ محبوب ہیں، جو مائیکل جوشر سے نفرت کرتے ہیں۔"

"یہ درست ہے۔ تم صرف مائیکل جوشر کی بنیاد پر اس کی قربت حاصل کر سکتے ہو۔ وہ بااثر آدمی ہے۔ اسے امریکی سیاہ فاموں کا غیر متنازع لیڈر سمجھ لو۔"

"ڈیبو باربو... شکاگو۔" میں نے زیرِ لب دہرایا۔ تہذیب خاموشی سے ہماری گفتگو سن رہی تھی۔ اس نے اب تک دخل اندازی نہیں کی تھی۔

"علی یار خان... تم نے جس وقت ایبرن ہال سے اپنے کام کا آغاز کیا تھا، تم محض ایک طالب علم تھے۔" جوشو نے کہا۔ "لیکن تمھارے تیور اور انداز دیکھ کر میں نے پیش گوئی کی تھی کہ اگر تم اسی راستے پر آگے بڑھ گئے تو یہودیوں کے لیے بہت بڑا خطرہ ثابت ہو گے۔ بعد میں میری یہ پیش گوئی درست ثابت ہوئی۔ اب مجھے ایک تجربے کار بزرگ اور دوست سمجھتے ہوئے میری یہ نصیحت گرہ میں باندھ لو کہ تمھیں اپنے گردوپیش پر گہری نگاہ رکھنا چاہیے اور بڑے مقاصد کی خاطر چھوٹے مقاصد پر مفاہمت کرنا سیکھنا چاہیے۔ جذباتیت وقتی کامیابیاں تو دیتی ہے لیکن بڑے کاموں کی راہ میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ پہلے اپنے گرد اتنی

بلند دیواریں تعمیر کرو، جنھیں عبور کرنا تمھارے دشمنوں کے لیے ممکن نہ ہو۔ پھر تیزی سے آگے بڑھو۔"

"میں تمھاری اس نصیحت کو ہمیشہ مشعلِ راہ سمجھوں گا مسٹر جوشو۔"

"شکریہ علی! اگرچہ تم نے چینیوں کے تعاون کو ایک اچھے جذبے کے تحت مسترد کر دیا ہے تاہم میں دہرا دوں کہ میں ہر طرح سے تمھاری خدمت کے لیے حاضر ہوں۔"

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں مسٹر جوشو۔ میں پاکستانی ہوں اپنی بنیاد میں... اور چینیوں کی دوستی ہمارے مزاج میں رچی ہوئی ہے۔ آپ لوگوں نے ہر قدم پر ہمارا ساتھ دیا ہے لیکن میری طرح آپ لوگ بھی پردیسی ہی ہیں۔ میں اپنے مقاصد کی خاطر آپ کی پُرسکون دنیا میں ہلچل نہیں مچا سکتا۔ البتہ سیاہ فاموں کا معاملہ مختلف ہے۔ امریکا ان کا وطن ہے اور انھیں یہیں جینا مرنا ہے۔ اس لیے وہ زیادہ کارآمد ثابت ہو سکتے ہیں۔ باقی رہی مائیکل جوشر کی بات تو میں اس پر ادھورا ہاتھ ہرگز نہیں ڈالوں گا۔ آپ نے صحیح سمت میں میری رہنمائی کی ہے۔ اس کے باوجود میں محتاط رہوں گا۔ میرے نکتۂ نظر سے مائیکل جوشر دوہری اہمیت کا حامل ہے۔ ایک طرف وہ اسرائیلیوں کے لیے بے حد اہم خدمات انجام دے رہا ہے۔ دوسری طرف وہ لوئی شی کے گھرانے کی تباہی کا ذمے دار ہے۔ جبکہ لوئی شی نے آڑے وقت میں میری مدد کی تھی۔ چنانچہ میں مائیکل جوشر کو نہیں چھوڑوں گا البتہ آپ کے مشورے کے پیشِ نظر مجھے بڑی احتیاط کے ساتھ طویل منصوبہ بندی کرنا ہوگی۔ جہاں تک آپ کے ذاتی تعاون کا تعلق ہے، امریکا میں آپ کے سوا میرا کوئی نہیں ہے اور آپ کے خلوص پر میرا ایمان ہے۔ اسی اعتماد کے سہارے میں آپ کو تلاش کرتے ہوئے آپ تک پہنچا ہوں۔"

"تو مجھے بتاؤ کہ فی الحال یہاں قدم جمانے کے لیے تمھیں کیا کچھ درکار ہے؟" جوشو نے پوچھا۔ اس وقت اس کی آنکھوں میں بلا کی چمک تھی۔

"بنیادی مسئلہ ایک چھت کا ہے۔" میں نے بے تکلفی سے کہا۔ "فی الحال میں سان فرانسسکو ہی میں قیام کروں گا کیونکہ مائیکل جوشر بھی یہیں رہتا ہے۔ میرا خیال ہے اس کے بعد میں تمام مسائل خود سلجھا لوں گا اور میرے لیے آپ کو زحمت دینے کی ضرورت نہیں رہے گی۔"

"مجھے افسوس ہے علی کہ تم اب بھی رسمی باتیں کر رہے ہو۔ رسمی الفاظ استعمال کر رہے ہو۔ حالانکہ میں نے تمھارے بارے میں کبھی اس انداز سے نہیں سوچا۔ کہو تو ثبوت بھی پیش کر دوں۔" جوشو نے شکایت آمیز لہجے میں کہا۔

میں پیچ مچ شرمندہ ہو گیا لیکن اپنی خود مختار فطرت کا کیا کرتا، جس نے مجھے صرف خود پر انحصار کرنا سکھایا تھا۔ "آپ کو ثبوت دینے کی ضرورت نہیں مسٹر جوشو۔" میں نے شرمسار لہجے میں کہا۔ "آپ نے شروع ہی سے میرا ساتھ دیا ہے۔ آپ ہی کی وجہ سے اپنی جدوجہد میں میری کامیابی کے امکانات پیدا ہوئے اور میرا حوصلہ بڑھا لیکن آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں کہ لفظ جذبات اور محسوسات کو نہ صرف مجروح کر دیتے ہیں بلکہ بعض اوقات انھیں برعکس صورت میں پیش کرتے ہیں۔ مجبوری یہ ہے کہ انسان لفظوں کا محتاج ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں۔" جوشو نے سر ہلا کر کہا۔ "خیر چھوڑو ان باتوں کو، بہت ہو چکی۔ اب مجھے اپنی اس بیٹی سے تو باتیں کرنے دو۔ اس سے پوری طرح تعارف تو کراؤ۔"

"نام تو اس کا میں بتا چکا ہوں، تہذیب ملک۔ ایکس۔ تعلق آپ ہماری آنکھوں میں پڑھ سکتے ہیں۔ اگر کبھی ہمارا مشن تکمیل کو پہنچ گیا تو ہم یقیناً باقی زندگی ایک دوسرے کی محبت میں گزاریں گے۔ فی الحال ہمارا مقصد..."

"میں سمجھ گیا۔" جوشو نے میری بات کاٹ دی۔ "لیکن کیا اس کا تمھارے ساتھ رہنا مناسب ہوگا جبکہ تم خطرات میں گھرے ہوئے ہو۔"

"مزے کی بات تو یہی ہے مسٹر جوشو کہ یہ لڑکی طوفانوں کی پروردہ ہے۔ یہ انتہائی خطرناک حالات میں بھی میرے قدم سے قدم ملا کر چلتی رہی ہے۔ اس کی مدد اور تعاون کے بغیر میری کامیابیاں مشکوک بلکہ ناممکن ہو جاتیں۔"

"اوہ... گویا یہ ہراقیارہ تمھارے لیے ہے؟"

"جی ہاں... اسی لیے میں اسے قدرت کی طرف سے اپنے لیے تحفہ قرار دیتا ہوں۔"

اب جوشو تہذیب کو بغور دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "کمال ہے۔ میں نے پہلی نظر میں توجہ ہی نہیں دی تھی۔ تم درست کہہ رہے ہو... سو فی صد درست۔ یہ تضادات کی حامل ہے۔ اس میں ہر چیز کی دو انتہائیں ہیں۔ سخت دل بھی ہے اور سراپا گداز بھی۔ محبت کرنا بھی جانتی ہے اور بلا کی قوتِ ارادی کی مالک بھی ہے۔ اس کی آنکھیں بتاتی ہیں کہ دشمنوں کے سامنے یہ ایک خونخوار بلی بن جاتی ہوگی۔ آئی ایم سوری بے بی..."

"نہیں مسٹر جوشو، ایسی کوئی بات نہیں۔ علی مجھ سے آپ کا تفصیلی تعارف کرا چکے ہیں۔ آپ تو میرے لیے بالکل اپنے ہیں۔" تہذیب نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اچھا... اب آتے ہیں مسائل کی طرف۔ قیام کرنے کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سیلے میں بہت ساری جگہیں منتخب کر سکتا ہوں لیکن میرے خیال
میں محفوظ ترین جگہ کینٹ ہے۔ اس علاقے میں متوسط طبقے کے
لوگ رہتے ہیں۔ وہاں مکانات بھی ہیں اور فلیٹ بھی... لیکن
تمہارے کام کے پیش نظر فلیٹ زیادہ مناسب رہے گا۔"

"جو آپ مناسب سمجھیں مسٹر جوشو! یہ معاملہ تو میں آپ کو
سونپ چکا ہوں۔" میں نے کہا۔

"تو ٹھیک ہے۔ اس فلیٹ کے آراستہ ہونے تک تم میرے
ساتھ ہی رہوگے۔" جوشو کے لہجے میں مسرت تھی۔

"اس کی کیا ضرورت ہے۔ ابھی ہم یہاں کسی کی نظر میں نہیں
آئے ہیں۔ سوائے لوئی شی اور آپ سے ملاقات کرنے کے اب تک
ہم نے یہاں کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا ہے۔"

"نہیں بالکل... میں تمہیں کسی قیمت پر ہوٹل میں قیام نہیں کرنے
دوں گا۔ اسے تم میرا حکم سمجھ لو۔"

"بہت بہتر مسٹر جوشو! آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔" میں نے کہا۔
جوشو نے ہمارے لیے ایک کمرہ مخصوص کر دیا۔ اس نے اپنے
آدمیوں کے ذریعے ہوٹل سے ہمارا سامان منگوا دیا۔ کوئی ایک گھنٹے
کے بعد مجھے اور تہذیب کو تنہائی میسر آئی۔ "میں بہت متاثر ہوئی
ہوں علی۔" تہذیب نے چھوٹتے ہی کہا۔ "مسٹر جوشو پرخلوص دل کے
مالک ہیں۔ کیسی متضاد شخصیت ہے ان کی؟"

"متضاد وہ کیسے؟" میں نے پوچھا۔

"نرم دل... آنکھوں میں محبت... سینے میں ہمدردی...
لیکن تم بتا چکے ہو کہ بہت خطرناک آدمی ہیں۔"

"ہاں یہ تو ہے۔" میں نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "زندگی سب
کچھ سکھا دیتی ہے۔ امریکا میں چینیوں کے لیے زندگی گزارنا آسان
نہیں ہے۔ عام لوگ اپنے کام سے کام رکھتے ہیں لیکن جوشو جیسے
درد مند اپنے بھائیوں کی خاطر برائی اور سفاکی کا لبادہ اوڑھ لیتے
ہیں۔ یہ تحفظ کی ایک صورت ہے۔ امریکا جمہوری ملک ہے
لیکن یہاں چینیوں پر خصوصی نگاہ رکھی جاتی ہے۔ اس کے باوجود
جوشو سربلند ہے اور سینہ تان کر چلتا ہے یہ کوئی معمولی بات نہیں
ہے تہذیب۔"

"میں جانتی ہوں۔" تہذیب کے لہجے میں ہلکی سی اداسی کی
آمیزش تھی۔ "میں خود بھی زندگی کے لیے کیا کیا روپ دھار چکی ہوں۔"

جوشو نے ہمیں تمام سہولتیں فراہم کر دی تھیں۔ اس سے ہر
روز ملاقات ہوتی تھی بلکہ نشست رہتی تھی۔ ہمیں اس کے ساتھ
رہتے ہوئے چھ دن ہو چکے تھے۔ اس دوران تہذیب اس سے اور
زیادہ متاثر ہو گئی تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ جوشو بھی اس کے ساتھ ایسی
شفقت برتتا تھا، جیسے وہ اس کی بیٹی ہی ہو۔

ساتویں دن جوشو ہمارے کمرے میں آیا تو وہ ہمارے لیے
خوشخبری لیا تھا۔ "اس فلیٹ کو آراستہ کر دیا گیا ہے۔" اس نے
بتایا۔ "یہ میں اس لیے نہیں بتا رہا ہوں کہ تم لوگ فوراً ہی یہاں سے کھسک لو۔
یہ بھی تمہارا گھر ہے، جب تک جی چاہے یہاں رہو اور جب جی
چاہے، اپنے فلیٹ میں منتقل ہو جاؤ۔"

"بہتر یہی ہوگا کہ ہم فوری طور پر وہاں منتقل ہو جائیں۔" میں نے
کہا۔ "میں خالی بیٹھے بیٹھے اکتا گیا ہوں اور اب کچھ کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں چاہتا تھا کہ تم ابھی کچھ دن میرے ساتھ ہی رہو لیکن
تم نے بات ہی ایسی کی ہے کہ میں اعتراض نہیں کر سکتا۔"

"مسٹر جوشو... مجھے ایک اور چیز کی ضرورت ہے۔" میں نے
کچھ سوچ کر کہا۔

"ہاں ہاں، کہو۔"

"آپ نے مجھے میک اپ کے سلسلے میں استعمال ہونے
والا ایک سیال دیا تھا، جس سے چہرے کے نقوش میں قدرتی طور
پر تبدیلیاں پیدا ہو جاتی تھیں۔"

"ہاں، مجھے یاد ہے۔" جوشو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اب
ہم نے اس میں اور تبدیلیاں کی ہیں۔ پہلے اس سے چہرے کے
مختلف اعضا متورم ہو کر ہیئت تبدیل کر لیتے تھے لیکن اب ہم
اس کی مدد سے اپنی پسند کا میک اپ بآسانی کر سکتے ہیں۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"مطلب یہ ہے کہ اب وہ اعضا کو پھیلانے کے علاوہ
سکیڑنے کا عمل بھی کر سکتا ہے۔ پہلے ہم ناک کو صرف پھیلا سکتے تھے،
اب اسے پتلا بھی کر سکتے ہیں۔"

"واہ... کمال ہے۔" میں نے بے ساختہ کہا۔ "ہاں مجھے اسی
کی ضرورت ہے۔"

"سیال بھی مل جائے گا اور میں میک اپ کے ایک ماہر
کو تمہارے لیے مخصوص بھی کر دوں گا۔" جوشو نے کہا۔

اس شام جوشو میک اپ کے اس ماہر کو لے آیا، جس
کا اس نے تذکرہ کیا تھا۔ یہ وہ شخص نہیں تھا، جس سے میں امریکا
میں گزشتہ بار اپنے قیام کے دوران ملا تھا۔ بہرحال، وہ اپنے کام میں
واقعی باکمال تھا۔ اس کے فارغ ہونے کے بعد میں نے آئینہ دیکھا
تو دیکھتا رہ گیا۔ سچ تو یہ ہے کہ اپنا اصل چہرہ میرے تصور میں بھی
نہیں ابھر رہا تھا۔

تہذیب کے چہرے میں بھی کچھ ضروری تبدیلیاں کی گئیں۔
اس کی پیشانی قدرے متورم ہو گئی اور ٹھوڑی کو بیضوی شکل دے
دی گئی۔ وہ آئینے میں اپنا عکس دیکھ کر بے اختیار ہنسنے لگی۔ "میک
اپ کا یہ طریقہ حیرت انگیز ہے۔" اس نے ستائشی لہجے میں کہا۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY

www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میں نے پہلے تمھیں اس کمال کے بارے میں نہیں بتایا؟"

"نہیں۔" تہذیب نے جواب دیا۔

"مسٹر جوشو نے اس میک اپ کے ذریعے میری بڑی مدد کی تھی۔ خیر... کبھی تفصیل سے بتاؤں گا۔"

"اس فارمولے کے لیے تو مجرم تنظیمیں لاکھوں کروڑوں بھی خرچ کرسکتی ہیں۔" تہذیب نے کہا۔

"یقیناً... یہ ایسی ہی چیز ہے۔"

جوشو ہمارے ساتھ اپنے کچھ آدمی بھیجنا چاہتا تھا لیکن میں نے احتیاطاً انکار کر دیا۔ فلیٹ کی لوکیشن سمجھنے کے بعد میں تہذیب کو لے کر اپنے قیام امریکا کے دوسرے مرحلے کے پہلے ٹھکانے کی طرف چل دیا۔ فلیٹ تک پہنچنے میں ہمیں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ چابی میرے پاس تھی۔ ہم فلیٹ میں داخل ہوئے تو ہماری آنکھیں ہی کھل گئیں۔ بہت بڑا فلیٹ تھا۔ پانچ کشادہ کمرے۔ چار بالکونیاں۔ پورا فلیٹ ایئرکنڈیشنڈ تھا۔ پورے فلیٹ کی آرائش یقینی طور پر بے حد نفیس اور قابل دید تھی۔ ضرورت کی ہر چیز اس فلیٹ میں موجود تھی۔

تہذیب نے سب سے پہلے کچن کا رخ کیا اور بے حد خوش نظر آنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں اس بچے کی سی خوشی جھلک رہی تھی، جسے اپنا من پسند کھلونا مل گیا ہو۔

"اپنی مملکت کو دیکھ کر کتنی خوش ہو رہی ہو۔" میں نے اسے چھیڑا۔

"ہاں... ایک عمر کے بعد پہلی بار تو اپنی مملکت نصیب ہوئی ہے۔" اس کے لہجے میں حسرت تھی۔ "اب میں بھی حکمرانی کرسکوں گی۔"

میں اُسے دیکھ کر مسکراتا رہا۔ اس کا انداز اس بیوی کا سا تھا جسے کئی برس کرائے کے مکان میں گزارنے کے بعد اپنا گھر نصیب ہوا ہو۔ پھر اس نے نگاہیں اُٹھا کر مجھے دیکھا۔ ان نگاہوں میں عجیب سی کیفیت تھی۔ اس وقت اُسے دیکھ کر مجھے اپنا وطن یاد آگیا۔ اُس کے خمیر میں بہرحال مشرق کی آمیزش تھی۔ وہ مشرق و مغرب کا بے حد دلکش امتزاج تھی۔ میں اسے والہانہ انداز میں دیکھتا رہا لیکن اُسے اس کا احساس بالکل نہیں تھا۔

"ایسے گھور گھور کر کیا دیکھ رہے ہو؟" اس نے شرمگیں لہجے میں پوچھا اور نظریں جھکا لیں۔

"کچھ نہیں۔ میں تو بس کچھ سوچ رہا تھا۔"

"کیا سوچ رہے تھے؟" اس نے نظریں اٹھائے بغیر پوچھا۔

"میں سوچ رہا تھا کہ مسٹر جوشو نے تو کمال ہی کر دیا ہے۔ ایسا لگتا ہے، جیسے وہ گھریلو زندگی سے پوری طرح واقف ہو۔ آؤ، کمرے میں چلیں۔" میں نے بات بدلتے ہوئے کہا اور اس کا ہاتھ تھام کر اُسے کمرۂ نشست میں لے آیا۔ کمرے میں آتے ہی میں نے بڑی کھڑکی کے پردے سمیٹے اور میکنزم کی مدد سے کھلنے والے کے پٹ کھول دیے۔ ٹھنڈی ہوا کے نرم نرم جھونکے کمرے میں آئے اور خوشگواریت کا احساس جگانے لگے۔ تہذیب بھی میرے پاس ہی آکھڑی ہوئی اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

"ہاں... تم پوچھ رہی تھیں کہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔" میں نے شرارت بھرے لہجے میں کہا۔

"نہیں... اب کچھ نہیں سنوں گی۔" اُس نے حیا آلود لہجے میں کہا۔

"تہذیب، یہ حقیقت ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو قبول کرچکے ہیں، البتہ ہمارے درمیان کچھ رسومات حائل ہیں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ میں تمھیں ساتھ لے کر اپنے وطن جاؤں... تم سے شادی کروں... اور تمھیں اپنے گھر والوں کے سپرد کر آؤں۔ تم نہیں جانتیں... میرے وطن میں شادی اتنی خوبصورت... اتنی حسین چیز ہے کہ میں بتا نہیں سکتا۔"

"مجھے یقین ہے علی۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہوگے۔ جانتے ہو، میری زندگی کس انداز میں اور کن لوگوں کے درمیان گزری ہے لیکن علی... شاید کسی وجدانی جذبے کے زیر اثر میں نے خود کو ہمیشہ [illegible] کر رکھا... شاید تمھارے لیے... میں تمھاری ہوں... لیکن علی تمھارا مقصد پورا ہونے سے پہلے میں تمھیں خواب بھی نہیں دیکھنے دوں گی۔"

"میں تمھاری عظمت کو سلام کرتا ہوں تہذیب۔" میں نے جذبات سے بوجھل آواز میں کہا۔ "تمھارا میرے مقصد کو قبول کرنا میرے لیے تمھاری اہمیت کو کہیں سے کہیں پہنچا گیا ہے۔"

"اسے میرا مقصد نہ کہو علی۔ یہ ہمارا مقصد ہے۔" اس کے لہجے میں شکایت تھی۔

"حالانکہ 'میرا' کہنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تم تو میری ہر چیز میں شامل ہو۔"

"میری بات مجھے لوٹا رہے ہو۔" تہذیب ہنسنے لگی۔

تہذیب نے اُسی دن سے فلیٹ کا انتظام کسی گرہستن کی طرح سنبھال لیا۔ بلاشبہ وہ اس زندگی کو ترستی رہی تھی... اور اب یہ زندگی مل گئی تھی تو وہ بہت زیادہ خوش تھی۔ ہم صرف دو افراد تھے۔ لہٰذا ہمیں کسی ملازم کی ضرورت نہیں تھی۔ تہذیب نے خود کھانا پکایا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ہم مشرقی بالکونی میں آ بیٹھے، جہاں سے جگمگاتا ہوا سان فرانسسکو بہت خوب صورت لگ رہا تھا۔

دیر تک ہماری خاموشی گفتگو کرتی رہی۔ ہم ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔ جسم میں سرشاریاں رقص کر رہی تھیں۔

لمس کا جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ نہ ذہن میں کوئی سوچ تھی اور نہ دل میں کوئی خواہش۔ وہ مکمل وارفتگی کی کیفیت تھی۔

دیر تک ہماری نگاہیں شہر کی جلتی بجھتی روشنیوں میں بھٹکتی رہیں۔ پھر تہذیب نے آہستہ سے سر جھٹکا اور بولی۔ "علی، اب وقت آگیا ہے کہ کام کے بارے میں سوچا جائے۔ میرا خیال ہے، سب سے پہلے تم مائیکل جوشر کے متعلق سوچ رہے ہوگے۔"

وہ سارا طلسم ٹوٹ گیا۔ وارفتگی کے وہ مہکتے ہوئے گل زار خدا جانے کہاں اوجھل ہوگئے۔ اب میرے سامنے فرض کی سنگلاخ راہگزر تھی۔ وہ ایک بہت شدید جھٹکا تھا۔ مجھے اس سے سنبھلنے میں کچھ دیر لگی لیکن میں تہذیب کو ایک بار پھر سراہے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ اس نازک بیل کی طرح تھی، جو تناور درختوں کو بھی سہارا دے سکتی ہے۔

"ہاں تہذیب، پہلے میں مائیکل جوشر ہی سے نمٹوں گا۔ کیا خیال ہے تمھارا؟" بالآخر میں نے جواب دیا۔

"میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ مجھے صورت حال کا مکمل ادراک ہی کہاں ہے۔" تہذیب نے جواب دیا۔

"تو کیوں نہ پہلا کام یہی کر لیا جائے۔ ایرین بال کا پورا واقعہ میں تمھیں بتا چکا ہوں۔ کچھ شرپسند یہودیوں کی سازشوں کے نتیجے میں یہاں کی پولیس میرے پیچھے پڑ گئی تھی۔ میں اس وقت محض ایک طالب علم تھا۔ لوئی شی نے صرف میرے پاکستانی ہونے کی بنا پر میری بھرپور مدد کی۔ اس کے باپ اور بھائیوں نے مجھے پناہ دی اور مسٹر جوشو سے مجھے ملوایا۔ اس کا صلہ لوئی شی کو یوں ملا کہ اس کے باپ اور بھائیوں کو زندگی سے محروم کر کے اسے بے سہارا کر دیا گیا۔ جانے والے کبھی واپس نہیں آسکتے۔ میں لوئی شی کو وہ سب کچھ واپس نہیں دے سکتا، جو اُس سے چھن گیا ہے لیکن میں مائیکل جوشر کو تباہ ضرور کرسکتا ہوں، جو لوئی شی کی بربادی کا ذمے دار ہے۔ یہ میرے لیے ایک فرض کی حیثیت رکھتا ہے۔ پھر مائیکل جوشر یہودیوں کے لیے بہت اہم شخصیت ہے۔ اس لحاظ سے بھی اسے قتل کرنا ضروری ہے لیکن میں یہ کام عام انداز میں نہیں کروں گا۔ اُسے قتل کرنے سے پہلے اس کی زندگی میں بھی مجھے اس سے ہر ممکن فائدہ حاصل کرنا ہے۔ ڈیو ہاربو بھی ایک اہم شخصیت کی حیثیت میں سامنے آیا ہے۔ اس کی توجہ حاصل ہو گئی تو مجھے امریکا میں ایک مضبوط گروہ کی پشت پناہی حاصل ہو جائے گی۔ ہم شکاگو جا کر ڈیو ہاربو کے بارے میں بھی معلومات حاصل کریں گے۔ میرا کام بہت طویل ہے تہذیب۔ میں صرف اپنے جذبوں کا غلام ہوں۔ تنظیم والوں کی طرف سے میرا دل صاف ہو چکا ہے لیکن میں اُن کے ساتھ کام کبھی نہیں کرسکوں گا۔ ویسے بھی میں انفرادیت پسند آدمی ہوں۔ میں وہ سب کچھ کیوں کروں، جو عام فلسطینی کر رہے ہیں۔ تمام فلسطینی تنظیمیں کر رہی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہودیوں کی اصل قوت امریکی یہودی ہیں اور وہ یہودی لابی ہے، جو امریکا میں یہودیوں کے مفادات کے لیے کام کر رہی ہے۔ میں اُن پر ضرب لگانا چاہتا ہوں۔ میں ثمر رساں درخت کی شاخیں کاٹنے کا قائل نہیں ہوں، جڑوں پر وار کرنا چاہتا ہوں۔ درحقیقت میرے کام کا فائدہ فلسطینی تنظیم کو ہی پہنچے گا لیکن میں ان کا پابند ہو کر کوئی کام نہیں کروں گا۔"

"تم درست کہہ رہے ہو۔ اس سلسلے میں میں تم سے پوری طرح متفق ہوں۔" تہذیب نے جواب دیا۔

"مائیکل جوشر کی جو شخصیت اب تک سامنے آئی ہے، اس سے پتا چلتا ہے کہ وہ یہودیوں کے لیے بے حد اہمیت کا حامل ہے۔ امریکا میں موجود یہودی لابی ہی اسرائیل کو اصل قوت فراہم کر رہی ہے۔ میں ان سب کو شاید ختم نہ کرسکوں لیکن تنظیم والوں کو ان کے متعلق بے حد اہم معلومات یقیناً فراہم کرسکوں گا۔ اس کے علاوہ میں اپنے لائحہ عمل کے مطابق راستے کے پتھر ہٹاتا رہوں گا۔ اب بتاؤ... کیا یہ طریق کار بہتر نہیں ہے؟"

"یقیناً ہے... لیکن مجھے یہ بتاؤ کہ مائیکل جوشر کے بارے میں تم نے کیا سوچا ہے؟"

"فی الحال تو میرے ذہن میں کچھ بھی نہیں ہے۔ میں تم سے یہی کہوں گا کہ تم بھی اس سلسلے میں سوچتی رہو۔"

"علی، مجھے میری ذمے داریوں اور فرائض سے بھی آگاہ کرو۔"

"یہ فلیٹ تمھاری ذمے داری ہے اور ہر وقت مسکراتے رہنا تمھارا اہم ترین فرض ہے۔ اس کے علاوہ تمھیں صرف سوچنے کا کام کرنا ہے۔ تمھاری حیثیت خاتون خانہ کی ہے تاکہ ہم ایک خوشحال گھرانے کا عکس اور سچا تاثر دے سکیں۔ میرا مقصد سمجھ رہی ہو نا؟ یہ عمارت پوری طرح آباد ہے۔ یہاں کے مکینوں کو ہم پر کسی بھی طرح کا شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ تاکہ ہم سکون سے کام بھی کرسکیں اور یہ فلیٹ ہمارے لیے ایک بہترین پناہ گاہ کی حیثیت سے بچا رہے۔"

"میں سمجھ رہی ہوں تمھاری بات... اور کچھ؟" تہذیب نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بس... کھانے کے معاملے میں درویش آدمی ہوں۔ جو کچھ کھلا دو گی، کھا لوں گا۔" میں نے شگفتہ لہجے میں کہا۔

"اور تمھاری مصروفیات؟"

"تمھارا شوہر ہونے کی حیثیت سے غم روزگار پالوں گا۔ حالانکہ ابھی تک غم جاناں کے دائرے سے نہیں نکل سکا ہوں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیکن لوگ تو بے خبر ہیں نا۔" میں نے سرد آہ بھر کے کہا۔

تہذیب جھینپ گئی۔

"اچھا یہ بتاؤ... میری بدلی ہوئی شکل تمہیں کیسی لگتی ہے۔ کہیں میں بدصورت تو نہیں ہو گیا؟" میں نے کہا۔

"ایسی بات کبھی نہ کرنا علی! اصل صورت سے قطع نظر تمہاری شخصیت خدوخال کی محتاج نہیں ہے۔ میں تمہارے اصل حسن سے واقف ہوں۔" تہذیب نے سنجیدگی سے کہا لیکن پھر اس کی آنکھوں میں شرارت ناچنے لگی۔ "اور اگر تم عام لوگوں کی وجہ سے یہ بات پوچھ رہے ہو، جو تمہارے باطنی حسن سے ناواقف ہیں، تو بھی فکر نہ کرو۔ میرا خیال ہے اس میک اپ میں بھی تم بہت پُرکشش لگ رہے ہو۔"

اس بار میں بُری طرح جھینپ گیا۔ تہذیب کو ہنسی آگئی۔

"ہنس کیوں رہی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"میں بھی تم سے یہی سوال کرنا چاہتی ہوں لیکن صرف تمہاری خاطر۔ دراصل لڑکیوں کا معاملہ مختلف ہوتا ہے۔ مرد کے مقابلے میں ان کے لیے ان کی ظاہری شکل و صورت بہت زیادہ اہم ہوتی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ میرا میک اپ کریہہ المنظر ہوا تو..."

"بس، میں سمجھ گیا۔" میں نے اس کی بات کاٹ دی۔ "اپنی تعریفیں سننا چاہتی ہو، کہو تو شاعری شروع کر دوں؟"

اس نے شرما کر سر جھکا لیا۔ مجھے پھر اپنا وطن یاد آگیا۔ جانے اس نے شرمانے کی وہ ادا کہاں سے سیکھی تھی۔

اگلی صبح دس بجے میں فلیٹ سے نکل آیا۔ سان فرانسسکو میرے لیے اجنبی نہیں تھا لیکن میرے مشن کے پیش نظر تجدید نظارہ بہت ضروری تھی۔ پروگرام کے مطابق میں نے تہذیب کو خاتونِ خانہ کا کردار ادا کرنے کے لیے فلیٹ ہی پر چھوڑ دیا تھا۔ میں قدم اس انداز میں اٹھانا چاہتا تھا کہ لغزش کا امکان نہ رہے۔

سان فرانسسکو میں کوئی بڑی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ ایرن ہال کے سامنے سے گزرتے ہوئے میرے وجود میں نفرتیں مچل اٹھیں۔ یہ وہی نفرت انگیز جگہ تھی، جس نے میری زندگی کے بہتے دھارے کا رُخ بدل ڈالا تھا۔ مجھے پہلی بار احساس دلایا تھا کہ میں نفرت کے اعتبار سے بھی شدت پسند ہوں۔ مجھے ایرن ہال سے نفرت تھی... وہاں ہونے والے اجتماعات سے نفرت تھی۔ اس روز بھی وہاں کوئی اجتماع تھا کیونکہ پارکنگ لاٹ میں ان گنت کاریں موجود تھیں۔ میرا جی چاہا کہ سب کچھ برباد کر دوں... ایرن ہال کو بم سے اڑا دوں لیکن میں نے یہ سوچ کر خود پر قابو پالیا کہ اتنی قیمتی نفرت کو اتنے سستے داموں فروخت کرنا حماقت ہوگی۔ عمارتیں تو دوبارہ تعمیر ہو جاتی ہیں۔ کاریں بھی خریدی جا سکتی ہیں لیکن ملکتیں تباہ کر دی جائیں تو صدیوں میں بھی نہیں پنپتیں۔ میرے نزدیک میرے وجود میں یہودیوں کے لیے پلنے والی نفرت بے حد مقدس تھی اور میں اسے ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں اسے آگ کے طور پر برتنا چاہتا تھا، جو اپنے نکتۂ عروج کو پہنچ کر آتش فشاں ہو جاتی ہے۔ میں اپنی نفرت کو لاوا بنا دینا چاہتا تھا جو اندر ہی اندر کھولتا رہتا ہے اور پھر جب آتش فشاں پھٹتا ہے تو لاوا اس کی زد میں آنے والی ہر چیز کو تباہ کر دیتا ہے۔ جس سے سخت جان زمین بھی پناہ مانگتی ہے۔

چھ بجے کے قریب میں فلیٹ واپس پہنچا۔ تہذیب مجھے دیکھ کر حیران رہ گئی۔ اس کے بال اُلجھے ہوئے تھے اور چہرے پر اضمحلال کی کیفیت تھی۔ صاف پتا چل رہا تھا کہ وہ دن بھر فلیٹ کو اپنی مرضی کے مطابق بنانے میں مصروف رہی ہے۔ "علی تم... اتنی جلدی آگئے؟"

"یہ حال ہے تمہارا، مجھ سے اپنی ذمے داریاں اور فرائض پوچھ رہی تھیں لیکن عملاً صفر۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟ میں بھی تھیں؟"

"میں نے کہا تھا، مسکرانا تمہارے فرائض میں سب سے اہم ہے۔"

وہ بے ساختہ مسکرا دی۔ پھر جھینپ کر بولی۔ "اب تو خوش ہو۔"

"ہرگز نہیں، مسکراہٹ تو آرائش وجود کے ساتھ ہی اچھی لگتی ہے۔"

اس نے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر ناقدانہ نظروں سے اپنا سراپا دیکھا۔ "لیکن علی! تم ایک بات بھول رہے ہو۔" اس نے شکایت آمیز لہجے میں کہا۔ "تم نے کہا تھا کہ فلیٹ میری ذمے داری ہے اور اس ذمے داری کو نبھانے کے سلسلے میں میرا یہ حال ہوا ہے۔ خیر... تم بیٹھو، میں ابھی آئی، پھر تمہیں گرم گرم کافی پلاؤں گی۔"

کچھ دیر بعد وہ واپس آئی تو نہا دھو کر لباس تبدیل کر چکی تھی اور بہت پیاری لگ رہی تھی۔ اس پر ستم یہ ہوا کہ میری نگاہوں کی تپش نے اس کے رخساروں کی شمعیں روشن کر دیں۔

"کمال ہے... اب بھی نہیں مسکرا رہی ہو۔" میں نے اُسے چھیڑا۔

وہ مسکرا دی۔ پھر اس نے نگاہیں جھکاتے ہوئے کہا۔ "میں کافی لاتی ہوں۔"

"خدا کی قسم تہذیب... زندگی کا مفہوم اب آیا ہے سمجھ میں۔"

کچھ دیر بعد میں نے کافی کا پہلا گھونٹ لے کر کہا... "حالانکہ یہ زندگی

ابھی مکمل نہیں ہے۔"

وہ مسکراتی رہی۔ "اچھا... بہت ہو گئی... دن بھر غائب رہے ہو۔ چلو، اب رپورٹ دو دن بھر کی۔"

"کچھ بھی نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "آج کا پورا دن آوارہ گردی کی نذر ہو گیا۔ پرانی یادیں تازہ کرتا پھرا ہوں۔"

"کسی شناسا سے ملاقات نہیں ہوئی؟"

"اس روپ میں تو میرے لیے کوئی شناسا ہے ہی نہیں..." میں نے جھک کر پوچھا تو پھر [illegible] "ویسے ملنا ملانا میرے حق میں بہتر بھی نہیں ہے۔ اب تم رپورٹ دو۔"

"ایک دلچسپ مشغلہ ہے تمہارے لیے۔ پڑوس کی ایک خاتون سے دوستی کی ہے میں نے۔ جین ہارپر نام ہے۔ بیوہ ہیں اور ایک اسٹور کی مالک ہیں۔ علاوہ ازیں کاروبار چلا رہی ہیں۔ چار بچے ہیں اُن کے جو زیر تعلیم ہیں۔"

"اس میں میری دلچسپی کی کون سی بات ہے؟"

"نہیں ہے۔" تہذیب نے مایوس ہونے کی اداکاری کی۔ "اوہ... یہ بتانا تو میں بھول ہی گئی کہ خاتون یہودی ہیں۔"

"بات تو اب بھی نہیں بنی۔"

"میں شاید کچھ بھول گئی ہوں۔" اس نے کنپٹی کو انگلی سے کھٹکھٹاتے ہوئے ذہن پر زور ڈالنے کی اداکاری کی۔ "ہاں، یاد آیا۔ وہ مائیکل جوشر کے عقیدت مندوں میں سے ہیں۔"

میرے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ "اوہ... تو یہ بات ہے۔" میں نے ہیجان خیز لہجے میں کہا۔

"ویسے مذہبی اختلاف سے قطع نظر جین ہارپر اچھی عورت ہے اور ہاں علی... پلیز مجھے معاف کر دینا۔ میں نے خود کو یہودی کی حیثیت سے متعارف کرایا ہے... یہ بہت ضروری تھا علی۔ پھر میں نے اس سے مائیکل جوشر کے بارے میں پوچھا۔ لہجے میں اچھی خاصی عقیدت بھی پیدا کرنا پڑی تھی۔"

"کوئی حرج نہیں۔ جنگ اور محبت میں سب چلتا ہے۔ یہ بتاؤ کوئی کام کی بات بھی معلوم ہوئی؟"

"جین ہارپر، مائیکل جوشر کی عقیدت مند ہے اور مائیکل جوشر بھی اس کے ساتھ خصوصی التفات برتتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آنجہانی مسٹر ہارپر، مائیکل جوشر کے دست راست تھے۔ میں نے جلد بازی سے گریز کیا کیونکہ جین ہارپر کام کا مُہرہ ہے۔ بس دبے لفظوں میں مائیکل جوشر کی خدمات کو سراہا اور اسرائیل کے لیے اس کی اہمیت کو تسلیم کیا۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ جین سے قربت ہو گئی۔ وہ مجھ سے بہت متاثر ہوئی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ہمیں مائیکل جوشر تک پہنچا سکے گی۔"

"تم نے بہت بڑا کام کیا ہے تہذیب۔" میں نے پُرجوش لہجے میں کہا۔

"کیا تو خیر کچھ بھی نہیں۔" تہذیب نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "البتہ ہو گیا۔"

"نہیں تہذیب، تائید غیبی اپنی جگہ... لیکن تم نے بڑا کام کیا ہے۔ مجھے دیکھو... دن بھر آوارہ گردی کرتا رہا لیکن کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ تم نے گھر بیٹھے اتنا کچھ کر ڈالا۔"

"بس... مجھے بناؤ نہیں۔"

"میں سچ کہہ رہا ہوں... خیر... یہ بتاؤ، تم نے میرا اور اپنا تعارف کس نام سے کرایا ہے۔ اب تو مجھے بھی یہودی بننا پڑے گا۔"

"تم سائمن نیکل ہو اور میں جوئنا نیکل۔"

"ٹھیک ہے تہذیب! اس عورت سے اور قریب ہونے کی کوشش کرو۔ بچوں کے لیے تحفے خریدو... یہ سب سے اچھا اور مؤثر طریقہ ہے۔"

"میں نے بھی یہی سوچا تھا۔ بس تم یہ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو۔" تہذیب نے جواب دیا۔

اس کے بعد دیر تک مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ میں اسے اپنے وطن کے متعلق بتاتا رہا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ پاکستان میں بہت زیادہ دلچسپی لیتی ہے۔ پھر ہم نے رات کا کھانا کھایا اور اپنے پروگرام پر غور کرتے رہے۔

"میں مائیکل جوشر سے حتی الامکان فائدہ اُٹھانے کے بعد اسے قتل کروں گا اور پھر علی یار خان کو بھی منظر عام پر لاؤں گا۔" میں نے کہا۔

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھی۔"

"میں چاہتا ہوں کہ سان فرانسسکو کی سڑکوں پر ایک بار پھر علی یار خان کا نام گونجے اور ابوہارڈ کو معلوم ہو جائے کہ وہ مجھ پر قابو نہیں پا سکا اور میں اب بھی مصروف عمل ہوں۔ لطف تو تبھی آئے گا۔"

"لیکن اس طرح تو سی آئی اے ہمارے پیچھے پڑ جائے گی۔"

"مجھے اسی انداز میں کام کرنے میں لطف آتا ہے۔" میں نے چٹخارا لے کر کہا۔ "یہ نہ ہو تو مسلسل کامیابیاں بھی بور کر دیتی ہیں۔"

"میں دعوے سے کہتی ہوں کہ تم بہت اذیت پسند ہو۔" تہذیب نے ہنستے ہوئے کہا۔

میں بھی مسکرا دیا۔ "صرف یہی نہیں... مجھ میں ایذا رسانی کے جراثیم بھی موجود ہیں۔" میں نے کہا۔

"وہ کیسے؟"

"زندگی سے بھرپور ایک لڑکی کو اس کی عیش گاہ سے خارزار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

زندگی میں اُٹھایا ہوں۔ ایذا رسانی اور کیا ہوتی ہے۔"

"ہرگز نہیں۔ یہ کریڈٹ میں تمھیں نہیں لینے دوں گی..." تہذیب نے بڑے ناز سے کہا۔ "میں خود بڑائی کے راستے سے اُکتا چکی تھی۔"

"اوہ... تو یہ بات ہے۔ گویا میں زندگی کے سب سے بڑے کریڈٹ سے محروم ہو گیا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تہذیب کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

جوشو کے ذریعے بہت سی سہولتیں میسر آ گئی تھیں لیکن کچھ معاملات ایسے تھے جو مجھے خود ہی نمٹانا تھے۔ جوشو کو زیادہ زحمت دینا مناسب نہیں تھا۔ کام کا آغاز کرنے کے لیے مالی طور پر مضبوط ہونا بہت ضروری تھا۔ رقم کے حصول کے لیے کوئی جائز ذریعہ میرے سامنے نہیں تھا۔ میں اس سلسلے میں سوچتا رہا۔ اب میں بڑے سے بڑا جرم کرنے کی اہلیت رکھتا تھا لیکن دشواری یہ تھی کہ میں اکیلا تھا۔ گروہ بنا سکتا تھا لیکن یہ بات مجھے منظور نہیں تھی۔ کیونکہ اس سے کسی بھی وقت میرے کاز کو نقصان پہنچ سکتا تھا۔ جرم کے سلسلے میں، میں قطعاً ناتجربہ کار تھا۔ میں نے بہت سے منصوبے بنائے لیکن مسترد کر دیے۔ میں چھوٹے معاملات میں اُلجھ کر اپنے اصل مقصد کو خطرے میں نہیں ڈال سکتا تھا۔ پھر مجھے جوشو کا خیال آ گیا، جو نہ صرف گروہ رکھتا تھا بلکہ اپنی ذات میں خود بھی ایک گروہ کی حیثیت رکھتا تھا۔

یہ سوچ کر ایک دن میں جوشو کی طرف چلا گیا۔ جوشو نے مسکراتے ہوئے میرا استقبال کیا۔ "علی... میں تمھاری طرف سے غافل نہیں ہوں۔" اس نے محبت آمیز لہجے میں کہا۔ "اگر کبھی تمھیں کچھ چیتی جوان اپنے تعاقب میں نظر آئیں تو بدگمان نہ ہونا۔ ان کے پیشِ نظر صرف تمھاری حفاظت ہو گی... کچھ اور نہیں۔"

میں اپنی اس غفلت پر دل ہی دل میں خود کو کوسنے لگا۔ کیونکہ میں نے اب تک ایسی کوئی بات محسوس نہیں کی تھی۔ ساتھ ہی مجھے جوشو پر بھی پیار آ گیا۔ اس خودغرض زمانے میں کون کسی کو اتنی اہمیت دیتا ہے۔ "مسٹر جوشو... آپ بہت مہربان انسان ہیں۔ شاید میں کبھی آپ کی مہربانیوں کا صلہ نہیں دے سکوں گا۔" میں نے کہا۔

"دوستی میں نہ مہربانی کا تصور چلتا ہے اور نہ صلے کی کوئی اہمیت ہوتی ہے۔ میں تمھیں بہت اچھی طرح جانتا ہوں علی... اور تمھاری صلاحیتوں سے بھی واقف ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ میں ہر تعاون کے لیے تیار ہوں لیکن زبردستی تم پر کچھ تھوپنا بھی نہیں چاہتا۔"

"یہ تھوپنے کی بات کیوں کی آپ نے؟"

"میں جانتا ہوں کہ آج کل تم مالی مسائل سے دوچار ہو۔" جوشو نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن تم نے اس سلسلے میں مجھ سے تذکرہ بھی نہیں کیا۔ میں نے خود سے بات چھیڑنا مناسب نہ سمجھا کہ تم خوددار آدمی ہو۔ حالانکہ دوستوں میں بے تکلفی میں خودداری کو کبھی اہمیت نہیں دی جاتی۔"

"کمال ہے۔ میں تو اس وقت آپ کے پاس اسی سلسلے میں آیا ہوں۔" میں نے کہا۔ "میں رقم کے حصول کے سلسلے میں بہت سے طریقوں پر غور کر چکا..."

"مجھے اندازہ ہے کہ تم کن خطوط پر سوچ رہے ہو۔" جوشو نے تفکر آمیز لہجے میں کہا۔ "لیکن میں تمھیں اس کا مشورہ ہرگز نہیں دوں گا۔ اس چکر میں اُلجھ کر تم اپنے اصل مقصد سے دُور ہو جاؤ گے۔"

میں حیران رہ گیا۔ گویا میرے سلسلے میں جوشو بھی میری ہی طرح سوچ رہا تھا۔ "مسٹر جوشو... ایک اسی بات نے تو مجھے روک رکھا ہے۔ ورنہ میں کب کا حرکت میں آ چکا ہوتا لیکن میرے سامنے اور کوئی راستہ بھی تو نہیں ہے۔"

"احمقانہ بات ہے۔ تمھیں جتنی رقم درکار ہے، مجھ سے بطور قرض لے لو۔ جب جی چاہے لوٹا دینا۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ یہ سب کچھ مجھے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ جوشو نے میری اُلجھن بھانپ لی۔ "بس علی... اب اس سلسلے میں کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں۔ یہ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو۔" اس نے کہا اور اُٹھ کر چلا گیا۔ کچھ دیر بعد وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک سوٹ کیس تھا۔ اس نے سوٹ کیس کھول کر میرے سامنے رکھ دیا۔ سوٹ کیس ڈالروں سے بھرا ہوا تھا۔

"لیکن مسٹر جوشو... یہ تو بہت زیادہ ہے۔" میں نے احتجاج کیا۔

"ایسا لگ رہا ہے لیکن ہے نہیں۔ یہ صرف چھ لاکھ ڈالر ہیں۔ جب بھی ضرورت ہو تم مزید طلب کر سکتے ہو۔"

"گویا میں چھ لاکھ ڈالر کا مقروض ہو جاؤں گا۔"

"فضول باتیں مت کرو۔ جب جی چاہے، واپس کر دینا۔ آدمی کی قیمت لاکھوں اور کروڑوں میں نہیں لگائی جا سکتی۔ جبکہ تمھاری بات ہی کچھ اور ہے۔ تم کوئی عام آدمی نہیں ہو۔ تم علی ایاز خان ہو اور میں تمھاری قدر خوب جانتا ہوں۔"

"بہتر مسٹر جوشو... اور شکریہ۔ لیکن بہتر یہ ہو گا کہ آپ یہ رقم میرے نام سے کسی بینک میں جمع کرا دیں۔"

"ٹھیک ہے۔ اب اپنا نام بھی بتا دو۔" جوشو نے مسکراتے

ہوئے کہا۔

"میرا نام سائمن ہیکل ہے اور فی الحال میں یہودی ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"بہت خوب۔" جوشو نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "اس کا مطلب ہے تم مائیکل جوشر کے چکر میں پڑ گئے ہو۔"

"جی ہاں... یہی بات ہے۔"

"تو ٹھیک ہے مسٹر ہیکل۔ آپ کل یہاں تشریف لے آئیے۔ کچھ کاغذات پر دستخط کر دیجیے گا۔ کل ہی رقم بینک میں جمع ہو جائے گی۔"

اس رات میں واپس پہنچا تو جینی ہارپر کو اپنے فلیٹ میں موجود پایا۔ وہ تہذیب سے بہت گھل مل کر گفتگو کر رہی تھی۔ اچھی خاصی قبول صورت عورت تھی۔ عمر تیس بتیس سے زیادہ نہیں ہو گی۔ خوش اطوار بھی تھی۔ میں اس کے یہودی ہونے کے باوجود اسے ناپسند نہ کر سکا۔

"سائمن، یہ ہیں مسز ہارپر، جن کا میں نے تم سے تذکرہ کیا تھا۔" تہذیب نے اس سے میرا تعارف کرایا۔ "تمھاری طرح یہ بھی مسٹر جوشر کے عقیدت مندوں میں سے ہیں۔"

"کیا مسٹر ہیکل بھی..."

"مسز ہارپر، آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔" میں نے اس کی بات کاٹ دی۔ "مائیکل جوشر کی عقیدت کے حوالے سے آپ میرے لیے اور بھی محترم ہو گئی ہیں۔ مائیکل جوشر میرا آئیڈیل ہے۔ میں اکثر اس کے بارے میں سوچتا رہتا ہوں۔ کتنا عظیم ہے وہ... علم کا سمندر... اور اس نے ہمارے اجتماعی مقاصد کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی ہے۔ مجھے تو عشق ہے اس سے۔"

"بے شک... مسٹر جوشر فرشتہ صفت آدمی ہیں۔" جینی کے لہجے میں عقیدت تھی۔

"کبھی کبھی میرا جی چاہتا ہے کہ میرے پاس جو کچھ بھی ہے، مسٹر جوشر کے قدموں میں رکھ دوں اور ان سے کہوں کہ میں ان کے مشن کے سلسلے میں عملی طور پر بھی بہت کچھ کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہ کون سی بڑی بات ہے مسٹر ہیکل! میں آپ کو مسٹر جوشر کے پاس لے چلوں گی۔"

"جوتنا! ذرا حساب تو لگاؤ کہ ہمارے پاس کتنی رقم موجود ہے۔" میں نے تہذیب سے مخاطب ہو کر کہا۔ "یہ موقع ملا ہے تو اسے ضائع کیوں کیا جائے۔"

"ٹھیک ہے سائمن۔ میں کل حسابات چیک کر کے بتا دوں گی۔" تہذیب نے جواب دیا۔ "سچ تو یہ ہے کہ ہمیں سرخروئی کا موقع ملا ہے اور اسے ضائع نہیں ہونا چاہیے۔"

غرض میں اور تہذیب دیر تک مائیکل جوشر کے لیے رطب اللسان رہے۔ جینی ہم لوگوں سے بہت متاثر نظر آ رہی تھی۔ کچھ تو وہ بے چاری ویسے ہی سیدھی سادی عورت تھی اور کچھ ہم لوگ اداکاری بھی غضب کی کر رہے تھے۔

جینی کے جانے کے بعد تہذیب دیر تک ہنستی رہی۔ "ہاں تو مسٹر ہیکر... میرا مطلب ہے ہیکل، ذرا یہ تو بتائیں کہ مسٹر جوشر کے قدموں میں رکھنے کے لیے اپنی عقیدت کی ہم وزن رقم کہاں سے لائیں گے آپ... اور یہ بھی بتائیں کہ مجھے کل کون سی رقومات کا حساب کتاب کرنا ہے۔"

"عقیدت کی ہم وزن رقم کہہ کر تم نے میری مفلسی کی لاج رکھ لی۔" میں نے بھی ہنستے ہوئے کہا۔ "اس حساب سے تو ایک نوٹ کی گنجائش بھی نہیں نکلے گی۔ ویسے میں تمھیں یہ بتا دوں کہ اس وقت ہم لوگوں کے پاس صرف چھ لاکھ ڈالر رہ گئے ہیں۔"

"وہ کیسے؟ کیا کہیں ڈالرز کا کوئی درخت نظر آ گیا تھا۔ اگر ایسا ہے تو پھر مجھے بھی اس درخت کے متعلق بتاؤ۔"

"اس درخت کا نام جوشو ہے اور وہ اسی شہر کی جارجینا پارک نامی ایک عمارت میں پایا جاتا ہے۔" میں نے کہا اور پھر تہذیب کو ساری تفصیل سُنا دی۔

"تم بھی عجیب آدمی ہو۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کروڑوں کی دولت فلسطینیوں کے حوالے کر دی اور اب لاکھوں میں قرض لیتے پھر رہے ہو۔ واپس کیسے کرو گے؟"

"دیکھا جائے گا۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "فی الوقت تو میں اپنے کام کے متعلق سوچنا چاہتا ہوں۔"

جینی ہارپر سے ذہنی قربت بڑھتی رہی۔ اس قربت کے لیے ہم نے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ میں جانتا تھا کہ کسی بھی عورت کو تسخیر کرنے کا سب سے آسان راستہ اس کے بچے ہوتے ہیں۔ ہم جینی کے بچوں سے بے حد التفات برتتے تھے۔ جینی نے دو ایک بار ہمیں سمجھایا بھی لیکن وہ ہماری محبت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ پھر ایک بار اس نے کہا۔ "جوتنا... میں جانتی ہوں کہ تم میرے بچوں سے اتنی محبت کیوں کرتی ہو۔ اچھا... یہ بتاؤ، مجھے یہ قرض چکانے کا موقع کب ملے گا؟"

میری سمجھ میں تو جینی کی یہ بات نہیں آئی لیکن تہذیب کا چہرہ گلنار ہو گیا۔ اسے دیکھ کر میری سمجھ میں ساری بات آ گئی۔ میں نے زوردار قہقہہ لگایا اور کچھ کہنے ہی والا تھا کہ تہذیب جلدی سے بول پڑی۔ "بات یہ ہے جینی کہ ہمیں کوئی جلدی نہیں ہے۔"

"اور اس 'ہمیں' میں میں ہرگز شامل..." میں اپنی بات پوری نہ کر سکا۔ تہذیب نے آنکھیں نکال کر بڑی طرح مجھے گھورا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا۔ جین ہارپر بھی ہنسنے لگی۔

اس قسم کی بے تکلفانہ نشستیں ہمارا معمول بن گئی تھیں۔ دن کا اکثر وقت میں جوشو کے ساتھ گزارتا تھا۔ وہ تہذیب کو بہت یاد کرتا تھا لیکن جانتا تھا کہ اس کا ہمارے فلیٹ کی طرف جانا مناسب نہ ہوگا۔ ہمارا سیٹ اپ مکمل ہو چکا تھا اور کسی بھی وقت کام کا آغاز کیا جا سکتا تھا۔ ہم جین سے ایرن ہال کے سلسلے میں فرمائش کرتے رہتے تھے۔ پھر ایک خصوصی تقریب کے موقع پر جین ہمارے لیے دعوت نامے لے ہی آئی۔ یوں تہذیب اس عمارت کو دیکھنے کے لیے چل پڑی، جو میری زندگی میں ایک اہم ترین موڑ کی حیثیت رکھتی تھی۔ جب ہم وہاں پہنچے تو بیشتر نشستیں پُر ہو چکی تھیں۔ ہم اپنی نشستوں پر جا بیٹھے۔ جین ہمارے ساتھ تھی۔ وہ مقررین کو ہم سے متعارف کراتی رہی۔ وہاں بڑے بڑے یہودی عالم آئے تھے۔ لوت وگزاف کا وہی عالم تھا، جسے اب میں ان کا خاصہ تسلیم کر چکا تھا۔ ایک بار پھر میرے وجود میں نفرتیں مچل رہی تھیں۔ وہ ایسا ہی ایک لمحہ تو تھا، جب میں بے چین ہو کر اٹھ کھڑا ہوا تھا اور میں نے صیہونی عزائم کا پردہ چاک کر دیا تھا۔ آج بھی میں طوفان سمٹے ہوئے تھے لیکن اب میں ایک بدلا ہوا آدمی نے جان لیا تھا کہ جب انسان کے سامنے بچ نکلنے کی کوئی اور صورت نہ ہو تو وہ زبانی جمع خرچ سے کام چلاتا ہے۔ اب صورت حال مختلف تھی۔ میرے پاس لفظوں کے بجائے عمل کی قوت تھی۔ میں لفظوں کا حساب صرف دل میں جمع کرتا تھا اور عمل کے ذریعے اسے بے باق کرتا تھا۔

پھر مائیکل جوشر تقریر کے لیے اسٹیج پر آیا۔ وہ متوسط العمر اور چست و چالاک آدمی تھا۔ خباثت کے رنگ بھی اس کے چہرے پر لکھی ہوئی مکاری کی تحریر کو چھپانے سے قاصر تھے۔ میں اسے بغور دیکھتا رہا۔ اس کے قد و قامت اور جثے کو دیکھ کر میں یہ کہہ سکتا تھا کہ میں اس کی جگہ لے سکتا ہوں۔ یہ اندازہ لگاتے ہی میں نے اس کے لہجے اور آواز پر خاص توجہ دینا شروع کر دی۔ میں اس کا انداز بھی نوٹ کر رہا تھا۔ گزشتہ برسوں کی جہاں گردی نے مجھے بہت کچھ سکھا دیا تھا۔ میری خود اعتمادی میں بلاوجہ ہی اضافہ نہیں ہوا تھا۔ درحقیقت میں اب اپنے طور پر کام کرنے کی اہلیت رکھتا تھا۔

مائیکل جوشر کے بعد ایک اور مقرر آ گیا لیکن اب میں کسی کی بکواس سننے کے موڈ میں نہیں تھا۔ میں کسی اور ہی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اپنی منزل مجھے کچھ اور قریب نظر آنے لگی تھی۔ پھر میں نے جین کی طرف جھکتے ہوئے سرگوشی میں اسے مخاطب کیا۔ "مسز ہارپر ... مسٹر جوشر کی تقریر نے تو میری کائنات ہی بدل دی۔ میں ان سے متاثر تو پہلے بھی تھا لیکن اب ان کی شخصیت کے سحر میں پوری طرح گرفتار ہو چکا ہوں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ آپ آج ہی ان سے متعارف کرا دیں؟"

"کوئی بڑی بات نہیں مسٹر ہیکل! بس ذرا سا انتظار کر لیجیے۔" جین ہارپر نے بے حد خوش خلقی سے کہا۔

کچھ دیر بعد تقریب اختتام کو پہنچی۔ تقریب کے شرکا باہر نکلنے لگے لیکن جین ہارپر مجھے اور تہذیب کو لے کر مائیکل جوشر کی طرف بڑھ گئی۔

"اوہ مسز ہارپر! کیسی ہیں آپ؟ بہت دنوں کے بعد ملاقات ہو رہی ہے۔" مائیکل جوشر نے پُرتپاک لہجے میں جین ہارپر سے کہا۔ اس کا انداز مربیانہ تھا۔

جین نے بڑی عقیدت سے اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ میں نے اور تہذیب نے بھی اپنی عقیدت کا بھرپور مظاہرہ کیا۔

"میں آپ کو ان لوگوں سے ملوانا چاہتی ہوں۔" جین نے مائیکل جوشر سے کہا۔

"یہ تمہارے عزیز ہیں؟"

"عزیز تو نہیں ہیں لیکن آپ کے عقیدت مند ہیں۔ اس لیے مجھے بھی عزیز ہو گئے ہیں۔"

"مجھ سے عقیدت کوئی معنی نہیں رکھتی۔ اگر انھوں نے ہیکل سلیمانی کے لیے کچھ کیا ہے تو یہ مجھے بھی عزیز ہوں گے۔"

"اب تک تو ہم کچھ بھی نہیں کر سکے ہیں۔" میں نے بے حد شرمساری سے کہا۔ "لیکن اب اپنے تمام وسائل اس مقصد کے لیے وقف کر دینا چاہتے ہیں۔ بس آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔"

"نیک کام کی نیت بھی باعث نجات ہوتی ہے۔" مائیکل جوشر نے عالمانہ انداز میں کہا۔ "لیکن اب تک تمہارا تعارف نہیں ہوا ہے۔"

"میں سائمن ہیکل ہوں اور یہ میری بیوی جوشنا ہیکل۔"

"میری دعائیں تم دونوں کے ساتھ ہیں۔ مسز ہارپر! کسی وقت ان دونوں کو ہمارے گھر لاؤ۔ ذرا تفصیلی گفتگو رہے گی۔"

"ضرور جناب۔"

"جب آپ حکم فرمائیں، ہم حاضر ہو جائیں گے۔" میں نے بات آگے بڑھائی تاکہ ملاقات یقینی ہو جائے۔

"میں زیادہ مصروف نہیں رہتا۔ بس علمی مصروفیات ہیں، سو وہ ملنے جلنے میں مانع نہیں ہو سکیں۔ جب تمہیں وقت ملے، میرے پاس چلے آؤ۔"

"تو پھر ہم کل شام پانچ بجے آ جائیں؟"

"ضرور ... مسز ہارپر! آپ انھیں لے آئیے گا۔ میں آپ لوگوں کا منتظر رہوں گا۔"

ہم ایرن ہال سے نکل آئے۔ یہ بہت بڑی کامیابی تھی کہ اس شیطان سے ملاقات طے ہو گئی تھی۔ راستے بھر جین ہارپر، مائیکل جوشر کے قصیدے پڑھتی رہی اور میں اسے داد دیتا رہا۔ دل ہی دل میں خوش تھا کہ مائیکل جوشر کے علمی طلسم کدے میں نقب لگانے کا موقع مل گیا ہے۔

اگلے روز ہم مائیکل جوشر سے ملنے گئے۔ اس نے اپنی خوب صورت رہائش گاہ کے برآمدے میں ہمارا استقبال کیا۔ لان میں کرسیاں ڈلوا دی گئیں اور ہم بیٹھ گئے۔ کافی کا خاصا پُرتکلف دور چلا۔ پھر مائیکل جوشر مجھ سے میرے بارے میں پوچھتا رہا۔

میں عمارت کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔ چند ملازمین کے علاوہ وہاں کوئی اور نظر نہیں آیا۔ یہ بات بھی خاصی خوش آئند تھی۔ میں نے اسے اپنے بارے میں بتایا کہ مختلف کام کرتا رہتا ہوں ... باقاعدگی سے کبھی کوئی کام نہیں کیا۔ اس کے باوجود اچھی خاصی رقم پس انداز کر چکا ہوں۔ "بس ... ایک خلش ہے جناب۔" میں نے آخر میں کہا۔

مائیکل جوشر سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھتا رہا۔

"اس خلش کو کل آپ نے زبان عطا کر دی تھی۔" میں نے ندامت آمیز لہجے میں کہا۔ "میں اب تک ہیکل سلیمانی کے سلسلے میں کچھ نہیں کر سکا ہوں لیکن آپ سے ملنے کے بعد کچھ کرنے کی خواہش شدید ہو گئی ہے۔ میں جو کچھ بھی کروں گا، اپنی استطاعت کے مطابق کروں گا اور وہ بہت حقیر ہوگا لیکن مجھے طمانیت قلب میسر آ جائے گی۔"

"یہ بات تم نے بالکل درست کہی ... یہ تمہارا فرض بھی ہے۔"

"میں اپنی استطاعت کے مطابق کچھ لے کر حاضر ہوا ہوں۔" یہ کہہ کر میں نے پانچ لاکھ ڈالر کا چیک اس کی طرف بڑھا دیا۔

"اوہ ... لیکن یہ تو بہت بڑی رقم ہے مسٹر ہیکل!" مائیکل جوشر کے لہجے میں حیرت تھی۔

"تمام عمر کی کمائی چھ لاکھ ڈالر تھی جناب۔ مجھے شرمندگی ہے لیکن مجھ جیسا عام آدمی مستقبل کے بارے میں عدم تحفظ کا شکار رہتا ہی ہے۔ اس لیے میں نے ایک لاکھ ڈالر آڑے وقتوں کے لیے بچا لیے ہیں لیکن اب مجھے شرمندگی ہو رہی ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں۔ اپنا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔" مائیکل جوشر نے کہا اور اٹھ کر میری پیشانی چوم لی۔ جین ہارپر بھی بہت خوش نظر آ رہی تھی۔

"اور جناب! سچ تو یہ ہے کہ اس سے میری تسلی نہیں ہوئی۔ میں عملاً بھی اپنی قوم کے لیے کچھ کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں تمہارے اس جذبے کو سراہتا ہوں۔ مجھ سے ملتے رہو۔ ممکن ہے، میں تمھیں کوئی ذمے داری سونپ دوں۔"

"ہم دونوں تو دل سے آپ کے شکر گزار ہیں اور ہر طرح کی خدمت کے لیے آمادہ ہیں۔" میں نے تہذیب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ مائیکل جوشر چند لمحے مجھے بغور دیکھتا رہا، پھر بولا: "کل صبح دس بجے مجھ سے ملو۔ میرے پاس ایک اہم کام ہے، جس کے لیے مجھے انتہائی قابل اعتماد آدمی درکار ہے۔ اگر تم اس سلسلے میں کام آ سکے تو مجھے خوشی ہوگی ... یہ بتاؤ ... دفتری کاموں کا بھی کچھ تجربہ ہے؟"

"جی ہاں۔" میں نے کہا۔

"اور میں ٹائپ کر سکتی ہوں۔" تہذیب بولی۔

"ٹھیک ہے۔ کل صبح دس بجے میں تمہارا انتظار کروں گا۔"

ہم نے اجازت چاہی۔ مائیکل جوشر ہمیں چھوڑنے دروازے تک آیا اور بڑی گرم جوشی سے ہمیں رخصت کیا۔ جین ہارپر نے ہم سے معذرت کر لی تھی کیونکہ وہ مزید کچھ دیر وہاں ٹھہرنا چاہتی تھی۔ باہر آنے کے بعد تہذیب نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی: "تمہارا کیا خیال ہے علی ..."

"ایک منٹ۔" میں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا۔ وہ سمجھ گئی کہ فی الحال میں بات نہیں کرنا چاہتا۔ ہم کار میں بیٹھے اور میں نے کار اسٹارٹ کر دی۔ میں بہت چوکنا تھا۔ "اس نیلی کار کے متعلق کیا خیال ہے تہذیب؟" میں نے عقب نما آئینے میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

تہذیب نے چونک کر پیچھے دیکھا۔

"نہیں ... خصوصیت سے اس کار کو دیکھنے کی حماقت نہ کرنا۔ میرا خیال ہے، ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے۔"

ہم بڑی بے پروائی سے سفر کرتے رہے لیکن وہ ہمارا وہم ثابت ہوا کیونکہ ایک موڑ کاٹنے کے بعد میں نے عقب نما آئینے پر نظر ڈالی تو نیلی کار کا دور دور تک نام و نشان بھی نہیں تھا۔ تاہم ہمارے نکتۂ نگاہ سے احتیاط برتنا بے حد ضروری تھا۔

اس رات ہم دیر تک مائیکل جوشر کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔ "علی! مجھے تو یہ سب کچھ بے حد عجیب سا لگتا ہے۔ ہم بغیر کسی دشواری کے مائیکل جوشر تک پہنچ گئے۔ مجھے تو ابھی تک یقین نہیں آ رہا ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"میں یہ بات سمجھ سکتا ہوں۔ یہ تائید غیبی ہے اور جب سے میں نے اس کام میں ہاتھ ڈالا ہے، مجھے قدم قدم پر اپنے رب کی رہنمائی کا احساس ہوا ہے۔ ورنہ اولیور ورڈ جیسے بااختیار اور عیار آدمی کے سامنے میری بساط ہی کیا ہے۔ اس کے علاوہ تم اسے مائیکل جوشر کی بدقسمتی بھی سمجھ سکتی ہو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"لیکن اس نے ہمیں عمارت کے اندر داخل نہیں ہونے دیا۔ لان تک ہی محدود رکھا۔"

"ممکن ہے اتفاق ہو ویسے بھی اس قسم کے لوگ ضرورت سے زیادہ محتاط ہوتے ہیں۔" میں نے تبصرہ کیا۔

"ہاں، یہ ممکن ہے۔ مائیکل جوشر شاید تنہا رہتا ہے۔ میں نے ملازمین کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھا۔"

"جین سے اس کی نجی زندگی کے بارے میں نہیں پوچھا تم نے۔"

"اتفاق ہے کہ کبھی اس کا خیال ہی نہیں آیا۔"

"چلو کوئی بات نہیں۔ کل معلوم ہو جائے گا۔" میں نے جواب دیا۔

اگلی صبح دس بجے ہم مائیکل جوشر کے گھر پہنچ گئے۔ اس نے مشفقانہ انداز میں ہماری پذیرائی کی اور ہمیں لائبریری میں لے آیا۔ وہاں الماریوں میں بے شمار کتابیں بے حد نفاست سے چُنی ہوئی تھیں۔ ایک رائٹنگ ٹیبل بھی موجود تھی۔

"میرے نام بے شمار خطوط آتے ہیں۔" مائیکل جوشر نے بلا تمہید کہا۔ "یوں تو ایمرن ہال کے کچھ لوگ اس سلسلے میں کام کرتے ہیں لیکن نجی نوعیت کے خطوط کے سلسلے میں، میں ان سے کام لینا نہیں چاہتا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ میرے نجی معاونین کی حیثیت سے کام کرو۔"

"یہ ہمارے لیے ایک اعزاز ہوگا۔" میں نے کہا۔

"میں اس سلسلے میں ملازم بھی رکھ سکتا تھا۔" مائیکل جوشر نے کہا۔ "لیکن ذاتی معاملات ملازمین پر نہیں چھوڑے جاتے... اور ان پر اعتبار بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مجھے تم جیسے لوگوں کی ضرورت تھی۔ تم اپنے جذبوں میں اس قدر سچے ہو کہ عمر بھر کی کمائی ان جذبوں کے نام کر سکتے ہو۔ یوں تو ہمیں کروڑوں ڈالر کے عطیات موصول ہوتے ہیں لیکن مجھے تمھارے جذبے کی سچائی نے بے حد متاثر کیا ہے۔"

"یہ الفاظ بھی ہمارے لیے اعزاز کی حیثیت رکھتے ہیں..." تہذیب نے کہا۔

مائیکل جوشر نے خطوط کا ایک پلندہ ہمارے سامنے رکھ دیا۔ "انھیں پہلے تو تاریخ وار ترتیب دینا ہوگا۔ پھر اسی ترتیب سے ہر خط کا مختصر سا خلاصہ لکھ دینا۔ اس طرح مجھے جواب دینے میں آسانی رہے گی۔"

"بہت بہتر جناب۔"

"میں یہاں تمھارا رہتا ہوں۔ بہرحال، ملازمین تمھاری ہر ضرورت کا خیال رکھیں گے۔ اب میں چلتا ہوں۔ مجھے ایک کام سے جانا ہے۔"

مائیکل جوشر چلا گیا۔ میں اور تہذیب ایک دوسرے کو مسکرا کر دیکھتے رہے۔ تہذیب نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے ہی تھے کہ میں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر میں نے کاغذ قلم سنبھال لیا۔ "فی الوقت ہم کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتے۔" میں نے کاغذ پر لکھا۔ "پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ یہاں ڈکٹا فون تو نہیں ہیں۔"

تہذیب نے میری تحریر پڑھی اور سر کو تفہیمی جنبش دی۔ اس کی نگاہوں میں سعادت تھی۔

ہم لائبریری کا دروازہ بند کر سکتے تھے لیکن یہ حرکت مشکوک ہوتی۔ چنانچہ ہم نے فیصلہ کیا کہ پہلا دن سنجیدگی سے کام کرتے ہوئے گزارا جائے۔ چنانچہ ہم کام میں لگ گئے۔ آدھا دن تو خطوں کی تاریخ کو ترتیب کی نذر ہو گیا۔ پھر ہم ان کا متن لکھنے میں مصروف ہو گئے۔

تین بجے کے قریب ہم کام سے فارغ ہو گئے۔ اس دوران ملازم نے کھانے کے لیے ہم سے پوچھا تھا لیکن ہم نے صرف کافی طلب کی۔ کھانا ہم نے گھر واپس آ کر کھایا۔ رات کو جین ہارپر آ گئی۔ اس سے دیر تک گفتگو رہی۔ تہذیب کے استفسار پر اس نے بتایا کہ مائیکل جوشر کے گھر والے تل ابیب میں ہیں۔

دوسرے دن مائیکل جوشر نے ہمارے کام کی تعریف کرتے ہوئے کہا: "میں تمھارے کام سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ کسی بھی چیز کو تاثر مجروح کیے بغیر مختصر کرنا بہت مشکل کام ہے۔ لیکن تمھارے لکھے ہوئے متن پڑھ کر میرا جی خوش ہو گیا۔ تم لوگ بہت باصلاحیت ہو۔ بہرحال... میں نے یہ ہدایات لکھ دی ہیں۔ اب مسٹر بکل، تم ان خطوط کے جوابات ٹائپ کر دو۔ ٹائپ رائٹر میں ابھی منگوا دیتا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد ایک ملازم ٹائپ رائٹر لے آیا۔ مائیکل جوشر نے تہذیب کے لیے ایک اور میز کا بندوبست کر دیا۔ پھر وہ کسی کام سے چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد پہلے تو ہم نے اس بات کی تصدیق کی کہ وہ واقعی چلا گیا ہے۔ پھر ہم دونوں ڈکٹا فون وغیرہ کی تلاش میں مصروف ہو گئے۔ الماریوں کا بھی گہری نظر سے جائزہ لیا گیا۔ الماریاں کھولی جا سکتی تھیں لیکن یہ نامناسب بات ہوتی۔ بہرحال بے حد جستجو کے بعد بھی ہمیں کوئی ایسی چیز نہیں ملی۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں پھر خطوط میں الجھ گیا۔ تہذیب خطوں کے جواب ٹائپ کرنے میں مصروف ہو گئی۔ ملازم نے منذر کے ہمیں کھانا کھلایا کیونکہ مائیکل جوشر اسے تاکید کر کے گیا تھا۔ اس روز کام سے فارغ ہوتے ہوتے پانچ بج گئے۔ ہم چلنے ہی والے تھے کہ مائیکل جوشر آ گیا۔ وہ ہمیں دیکھ کر حیران ہوا۔ "اتنی دیر تک کام کیا ہے تم لوگوں نے؟"

"جی ہاں.... کام ادھورا چھوڑنا اچھا نہیں لگتا۔" میں نے جواب دیا۔

آنے والے دنوں میں مائیکل جوشر ہم پر بہت زیادہ اعتماد کرنے لگا۔ پندرہ دن کی مسلسل محنت رنگ لائی تھی۔ اکثر اس سے فلسطین کے موضوع پر گفتگو رہتی۔ میں مسکراتے ہوئے اس کی

باتیں سُنتا رہتا لیکن اندر نفرتیں اُبل رہی ہوتیں۔ اس نے اپنی لکھی ہوئی کئی کتابیں ہمیں تحفتاً پیش کیں۔ غرض اس کے گھر ہماری آمد و رفت جاری رہی اور کام بھی ہوتا رہا۔

اب ہمارے اعتماد میں بھی اضافہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ ایک دن میں نے لائبریری کا دروازہ اندر سے بند کیا اور الماریاں کھول ڈالیں۔ الماریوں میں کاغذات کا انبار لگا ہوا تھا۔ اس روز تہذیب مائیکل جوشر کے کام میں مصروف رہی اور میں ان کاغذات کو کھنگالتا رہا۔ میں اپنے ساتھ اسپائی کیمرا بھی لایا تھا تاکہ اہم کاغذات کی مائیکرو بنا سکوں۔

پھر مجھے کام کے کاغذات بھی مل گئے۔ ان کاغذات کے ذریعے ایک اہم شخصیت منکشف ہوئی۔ اس کا نام بارنی واکو تھا اور وہ مائیکل جوشر کا دستِ راست تھا۔ مزید چھان بین پر پتا چلا کہ یہودیوں نے ایک خفیہ منصوبہ تیار کیا تھا، جس میں فلسطینیوں کے علاوہ تمام سعودی عرب اور پاکستان کے بارے میں کچھ پروگرام طے کیے گئے تھے۔ کاغذات میں ان اقدامات کی تفصیل نہیں تھی، جو کیے جانے تھے۔ میں نے اس سلسلے میں تہذیب سے بات کی تو اس نے کچھ دیر کی جستجو کے بعد بارنی واکو کا ایک خط میرے سامنے رکھ دیا جو جوشر کے نام تھا۔ خط میں لکھا تھا۔

"بیروت سے جواب موصول ہو گیا ہے۔ بلیک
پلان پر فی الحال عمل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ دشمن
چوکس ہے۔ البتہ تمام پیپرز مکمل ہو چکے ہیں۔ انھیں
محفوظ کر دیا گیا۔ اگلے مرحلے پر گرین لائٹ میں جیمس
پکر سے رابطہ قائم کیا جائے۔ وہ ٹھیک ہے۔"

میں نے اس خط کو سیلو لائیڈ پر محفوظ کر لیا اور پھر تمام الماریاں بند کر دیں۔ میرا ذہن بُری طرح الجھ گیا تھا۔ میں بلیک پلان کی معنویت سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن دشواری یہ تھی کہ اس سلسلے میں تفصیلات میسر نہیں تھیں۔

تلاشی کے اوقات کو برابر کرنے کے لیے مجھے بہت تیزی سے مائیکل جوشر کے کام میں مصروف ہو جانا پڑا۔ کارکردگی گھٹنے کی صورت میں مائیکل جوشر ہماری طرف سے مشکوک ہو سکتا تھا۔ الماریوں کی تلاشی کا کام ایک ایسے اوور ٹائم کی حیثیت رکھتا تھا جو فرضی اوقات ہی میں کیا گیا ہو۔

بارنی واکو کے خط کو عام خطوط کے ساتھ ترتیب میں رکھ دیا گیا۔ تہذیب نے اس کا خلاصہ تیار کر دیا تھا۔ اس رات فلیٹ واپس پہنچنے کے بعد وہ خط میرے اور تہذیب کے درمیان گفتگو کا موضوع بنا رہا۔

"یہ بات طے ہو گئی کہ یہودی عالم صرف علمی امور پر کام نہیں کرتے۔ ان کے ذہن سازش کے جال بُننے میں بھی مصروف رہتے ہیں۔" تہذیب نے کہا۔

"میں یہ بات پہلے ہی سے جانتا ہوں۔ کیونکہ میں ان کی سازشوں کا شکار ہوا تھا۔"

"کچھ سمجھ میں آیا کہ بلیک پلان کیا ہے؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ ان کاغذات میں بلیک پلان کی تفصیل نہیں تھی۔"

"تو کیا یہ معاملہ یونہی رہ جائے گا؟"

"رہنا تو نہیں چاہیے۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔ "خدا جانے کتنا تباہ کن منصوبہ ہو۔ بہرحال اس سلسلے میں ہمارے پاس فی الوقت صرف ایک ہی سراغ ہے، بارنی واکو۔ میں اس سلسلے میں جوشو سے بات کروں گا۔ شاید وہ میری کچھ مدد کر سکے۔"

"اس خط کے کچھ جملے معنی خیز ہیں۔ مثلاً پیپرز مکمل ہو چکے ہیں۔ بلیک پلان پر فی الحال عمل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ دشمن چوکس ہے۔"

"اور گرین لائٹ، جیمس پکر اور ٹھیک کے متعلق کیا خیال ہے؟" میں نے کہا۔ "جیمس پکر کو ٹھیک قرار دیا گیا ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟"

"جہاں تک میری سمجھ میں آتا ہے، جیمس پکر کو معلومات کا خزانہ قرار دیا گیا ہے۔" تہذیب نے جواب دیا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" میں نے تائیدی لہجے میں کہا۔

"بہرحال ابھی خاصی الجھنیں پیدا ہو گئی ہیں۔ تم ڈیو ہاربو سے کب رابطہ قائم کرو گے علی؟"

"ابھی نہیں۔ تم جرائم پیشہ لوگوں کا مزاج سمجھتی ہو تہذیب۔ جانتی ہو انھیں کون سی زبان متاثر کر سکتی ہے۔"

"میں سمجھی نہیں۔"

"ڈیو ہاربو اپنی دنیا میں شہنشاہ کی حیثیت رکھتا ہوگا۔ ورنہ امریکی حکومت سے ٹکر ہرگز نہ لیتا۔ اسے متاثر کرنے کے لیے ضروری ہے کہ میں پہلے کچھ کر کے دکھاؤں۔ خود کو منواؤں۔ اور اس کام کے لیے مائیکل جوشر کی بربادی سے بہتر کوئی اور صورت نہیں ہو سکتی۔ مائیکل جوشر کو قتل کرنے کے بعد میں ڈیو ہاربو کے لیے محترم ہو جاؤں گا۔"

"ہاں... یہ بات سمجھ میں آنے والی ہے۔"

"میں کچھ کام کر لوں۔ اس کے بعد ایک گروہ تو بنانا ہی ہے۔"

"اور فی الوقت..."

"صرف مائیکل جوشر۔" میں نے تہذیب کی بات پوری کر دی۔ "اس وقت میرے ذہن پر صرف مائیکل جوشر چھایا ہوا ہے۔"

"گویا بےچارے کی شامت آ گئی۔"

"اسے بےچارہ نہ کہو تہذیب۔ تم نے وولی شی کو پہلے نہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیکھا۔ زندگی سے بھرپور لڑکی تھی۔۔۔ شوخ و شنگ اور شریر۔۔۔ اور اب تم نے اسے دیکھ ہی لیا ہے۔ آدمی منہ سے بے شک کچھ نہ کہے لیکن آنکھیں بہت کچھ بتا دیتی ہیں۔ لوسی شی اُجڑ کر رہ گئی ہے اور یہ سب کچھ مائیکل جوشر کا کیا دھرا ہے۔"

"ارے۔۔۔ میں تو مذاق کر رہی تھی۔ تم سنجیدہ ہو گئے۔" تہذیب نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔ "بہرحال لوسی شی کے باپ اور بھائیوں کی موت سے ایک اور ابہام بھی تو سامنے آتی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"مائیکل جوشر بھی علی یار خان کی شخصیت سے واقف ہے۔"

"یقیناً ایسا ہی ہے۔ وہ تو اس کے اشارے پر لوسی شی کا باپ اور بھائی موت کے گھاٹ اتارے جاتے۔"

"اور اگر مائیکل جوشر کو یہ علم ہو جائے کہ علی یار خان اس کے اس قدر نزدیک آ چکا ہے تو؟"

"تو پھر کچھ ہوگا، اس کا اندازہ تمھیں بھی ہے۔ لیکن انشاء اللہ ایسا قبل از وقت نہیں ہوگا۔" میں نے جواب دیا۔ تہذیب خاموش ہو گئی۔

دوسرے دن ہم معمول کے مطابق مائیکل جوشر کے گھر پہنچے۔

وہ ہم سے پہلے ہی تیار تھا۔ ہم دونوں نے فوراً ہی کام شروع کر دیا۔ پھر وہ مائیکل جوشر کہیں چلا گیا۔ جانے سے پہلے اس نے جوابات کے نوٹس اور وہ خطوط جن کے جوابات دیے جانے تھے، ٹائپنگ کے لیے تہذیب کے حوالے کر دیے۔ تہذیب نے بڑی بے تابی سے خطوط کو چیک کیا۔۔۔ اور پھر نفی میں سر ہلاتے ہوئے خطوط میری طرف بڑھا دیے۔ اس کا انداز ہیجانی تھا۔

میں نے پہلے خطوط کا جائزہ لیا۔ پھر جوابات کے نوٹس پڑھے۔ میری دلچسپی ختم سی ہو گئی۔ ان خطوط میں ہارین دانکو کا خط موجود نہیں تھا۔ جوابات کے نوٹس میں بھی اس کا کوئی تذکرہ نہیں تھا۔

معمول میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ مسٹر جوشر آج مصروف نہیں تھے۔ کام کے دوران دو تین بار اُن سے ملاقات ہوئی اور انھوں نے ہمارے جذبے اور لگن کی تعریف کی۔ میں اور تہذیب بے حد محتاط تھے۔ یہ خیال بار بار ہمارے ذہن میں آتا تھا کہ کہیں مسٹر جوشر کو اس خط کے بارے میں کوئی شبہ تو نہیں ہو گیا۔ حالانکہ ہم نے عام خطوط کی مانند ہی اُس خط کے سلسلے میں اپنا رویہ رکھا تھا۔

شام کو اس وقت تک جب تک کام ختم نہ ہو گیا، ہم لوگ اسی احساس کا شکار رہے۔ جب آج کا کام ختم ہو گیا تو مسٹر جوشر نے ہمیں اپنے ساتھ چائے کی پیش کش کی جسے ہم نے شکریے اور عقیدت کے ساتھ قبول کر لیا۔ چائے کے دوران انھوں نے کہا۔ "تم لوگ جس لگن اور جذبے کے ساتھ کام کر رہے ہو، اُسے دیکھ کر بڑی تقویت ہوتی ہے۔ قومیں انھی جذبوں کی چھاؤں میں عروج پاتی ہیں۔ میں نے بارہا تمھارے بارے میں سوچا ہے اور ایک اور خیال مجھے آ رہا ہے۔"

"وہ کیا جناب؟"

"تم نے جس عقیدت سے اپنی پونجی اپنی قوم کے لیے خرچ کر دی، اس کا بڑا مقام ہے لیکن تمھاری آمدنی جاری رہنا چاہیے۔"

"ابھی ہمارے پاس اپنی ذات کے لیے کافی رقم موجود ہے جناب، اس سلسلے میں ہمیں کوئی پریشانی نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"میں صرف یہ کہنا چاہتا تھا کہ اس سلسلے میں فکرمند نہ ہونا، میں تمھاری بہتری کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دوں گا۔"

"ہمیں یقین ہے۔"

چائے کے بعد ہم رخصت ہو کر چل پڑے لیکن آج خصوصی طور پر میں نے تعاقب وغیرہ کا خیال رکھا تھا۔ مجھے خط کے بارے میں شبہ تھا لیکن گھر تک پہنچتے پہنچتے وہ رفع ہو گیا۔

"یوں لگتا ہے جیسے مسٹر مائیکل جوشر ہمارے سلسلے میں بالکل مطمئن ہوں۔" گھر پہنچنے کے بعد تہذیب نے کہا۔

"شاید۔" میں نے جواب دیا۔

"تمھیں شبہ ہے کوئی؟"

"نہیں۔ اس کے باوجود احتیاط ضروری ہے۔ تم اس قوم سے ابھی پوری طرح واقف نہیں ہو تہذیب۔"

"یہ پروگرام کب تک چلے گا؟"

"میں جلد بازی نہیں کرنا چاہتا۔ مضبوط بنیادوں پر کام کرنا مناسب ہوگا ورنہ کام کا آغاز تو فوراً بھی کیا جا سکتا ہے۔" تہذیب خاموش ہو گئی۔

دوسرے دن کوٹھی پہنچے تو مسٹر جوشر کا پیغام ایک ملازم سے ملا۔ ملازم نے کہا۔ "مسٹر جوشر کسی اہم کام سے صبح نو بجے کہیں باہر چلے گئے ہیں۔ تین دن میں واپسی ہوگی۔ آپ کے لیے کہہ گئے ہیں کہ آپ کام جاری رکھیں اور حسبِ معمول مصروف رہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے بردباری سے کہا لیکن ہماری آنکھیں خوشی سے چمک اٹھی تھیں۔

"یہ تو بہت ہی اچھا ہوا علی!" تہذیب بولی۔ "کم از کم اس دوران ہم دوسرے کام کر لیں گے۔"

"جلد بازی نہیں تہذیب۔ صورتِ حال کا گہری نگاہ سے جائزہ لو۔"

"کیا مطلب؟"

"یہ ہمارا امتحان بھی ہو سکتا ہے۔"

"اوہ۔ تو کیا۔۔۔؟"

"نہیں۔ صرف امکان کی بات کر رہا ہوں۔"

"ایک بات بتاؤ علی۔ کیا اس خط کا مضمون تمھارے لیے باعثِ کشش نہیں تھا؟"

"سو فی صدی تھا۔"

"بلیک پلان اور وہ خفیہ منصوبہ کیا تھا؟"

"خدا جانے۔ صیہونیت مسلسل چالیں چل رہی ہے۔ یقیناً مسلمانوں کے خلاف کوئی منصوبہ ہوگا۔"

"تمھیں تشویش نہیں ہے؟"

"تشویش بہت معمولی لفظ ہے تہذیب۔ میری زندگی کا کوئی لمحہ اس خیال سے خالی نہیں ہے کہ مسلمانوں کو عالمی سازش کے خلاف شدید جدوجہد کرنا ہے اور ہر لمحہ چوکس رہنا ہے۔"

"تب پھر میرے خیال میں ہمیں یہاں زیادہ وقت نہیں ضائع کرنا چاہیے۔ بلیک پلان کا ہمارے علم میں آنا ضروری ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔" میں نے پُرخیال انداز میں کہا اور پھر چند لمحے غور کرنے کے بعد بولا۔ "آؤ تہذیب، آج اس عمارت سے پوری طرح روشناس ہو جائیں۔" تہذیب تیار ہو گئی۔ ہم نے صورتِ حال سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور عمارت کے چپے چپے کی تلاشی لینے لگے۔ لیکن اس دوران پوری طرح احتیاط رکھی گئی تھی۔ کوئی ایسی چیز نہیں ملی اس تلاشی کے دوران جو قابلِ توجہ ہوتی۔ البتہ عمارت کے ایک ایک کمرے سے ہم واقف ہو گئے تھے۔

اس وقت ہم ایک کمرے میں کھڑے وہاں کا جائزہ لے رہے تھے کہ دفعتاً ایک دیوار میں خلا پیدا ہو گیا۔ تہذیب مالکم ایکس ایک سنگی مجسمے سے لگی کھڑی تھی لیکن مجسمے کا بازو دب جانے سے یہ خلا پیدا ہوا تھا۔ ہم دونوں حیران رہ گئے۔ دو تین بار اس کا تجزیہ کیا گیا۔ اس کے بعد ہم خلا میں داخل ہو گئے۔

نیچے اُترنے کے لیے چودہ سیڑھیاں تھیں۔ آخری سیڑھی پر قدم رکھتے ہی اوپر کا خلا بند ہو گیا اور اندر تیز روشنی پھیل گئی۔ کوئی تیس بائی چالیس کے سائز کا کمرہ تھا جس میں ایک شاندار لائبریری بنی ہوئی تھی۔ ایک مسہری، ایک صوفہ سیٹ پڑا ہوا تھا۔ یہی باتھ بھی تھا۔ یہ مائیکل جوشر کا خفیہ کمرہ تھا۔ اس کے بعد ہمیں اس جگہ کی چھان بین کرنے سے کون روک سکتا تھا۔ ہم نے لائبریری کی ایک ایک کتاب دیکھی۔ سینٹر ٹیبل کے نیچے ٹرانسمیٹر بھی موجود تھا جسے نہایت صفائی سے چھپایا گیا تھا۔ اس کا ایک خاص سسٹم تھا جسے کسی خیال کے تحت میں نے ناکارہ بنا دیا۔ غرض ہمیں کئی گھنٹے وہاں صرف کرنا پڑے تھے اور اس دوران میں تہذیب کے علم میں لائے بغیر اس تہ خانے کے بیرونی رابطے ختم کرتا رہا تھا۔ پھر ہم باہر نکل آئے۔ اس دوران ہم نے یہ جائزہ بھی لیا تھا کہ تہ خانے میں اس دروازے کو کھولنے کا کیا انتظام ہے۔ یہ تجربہ کامیاب رہا۔ مجسمے کے بازو کو اگر اس کی جگہ سے ایک مخصوص زاویے پر موڑ دیا جاتا تو دروازہ اندر سے نہیں کھل سکتا تھا۔

آج کی مہم شاندار رہی تھی۔ ہم وقتِ مقررہ پر ہی فلیٹ پر واپس آ گئے تھے۔ اس کے بعد تہذیب اہلِ خانہ تھی اور میں خود کو کسی خانے میں فٹ کرنے میں ناکام۔

دوسرے دن پھر ڈیوٹی پر پہنچ گئے اور پچھلے دن کا کام برق رفتاری سے کرنے لگے تاکہ ڈبل کام نمٹا لیں۔ تیسرے دن پہنچے تو مسٹر جوشر واپس آ چکے تھے۔ بہت محبت سے ملے۔ ہمارے لیے سری نام سے تحائف لائے تھے۔

"تمھارا کام خوش اسلوبی سے جاری ہے۔ میں نے تمھیں دوستوں کی محفل میں روشناس کرا دیا ہے اور پیش گوئی کر دی ہے کہ آنے والے وقت میں دو بہترین کارندے انھیں دے رہا ہوں۔"

"شکریہ مسٹر جوشر۔" میں نے کہا۔

"اپنا کام جاری رکھو۔ میں سفر کی تھکن دور کروں گا۔" مائیکل جوشر نے کہا اور چلے گئے۔

ہم نے اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ دوپہر تک مسٹر جوشر سے دوبارہ رابطہ قائم نہ ہو سکا لیکن دوپہر کے بعد یکایک بہترین سلسلہ ہو گئی۔ تہذیب کو کام کرتے چھوڑ کر میں اپنی جگہ سے نکل آیا اور مسٹر جوشر کی خواب گاہ میں داخل ہو گیا۔ میرے اندازے کے مطابق وہ وہاں موجود تھے۔

میرا دل دھڑکنے لگا۔ وقت آ گیا تھا اور اچانک آ گیا تھا۔ میں اس کمرے میں داخل ہو گیا جہاں سے تہ خانے میں جانے کا راستہ تھا اور ایک لمحے میں اندازہ ہو گیا کہ مسٹر جوشر تہ خانے میں موجود ہیں۔ بہت سرعت سے میں نے فیصلہ کیا کہ اب کام شروع کر دینا چاہیے چنانچہ میں نے مجسمے کا بازو دبا کر خلا پیدا کیا اور سیڑھیاں طے کرنے لگا۔

اندر روشنی تھی جس سے یہ اندازہ ہو گیا کہ مائیکل جوشر تہ خانے میں موجود ہے۔ میں نے قدموں کی آواز نہ پیدا ہونے دی تھی۔ تہ خانے میں اپنے لیے صحیح صورتِ حال کا پہلے ہی جائزہ لے چکا تھا۔ چنانچہ بائیں سمت کی الماری کے پیچھے میں نے اپنے آپ کو چھپا لیا اور پھر تقریباً چار فٹ آگے بڑھ کر اس خلا سے آنکھیں لگا دیں جسے میں پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔

سامنے کے صوفے پر مائیکل جوشر بیٹھا ہوا نظر آ رہا تھا۔ وہ ایک کتاب کی ورق گردانی کر رہا تھا اور اس کے چہرے پر اطمینان کے آثار پھیلے ہوئے تھے، جس کا مطلب تھا کہ اُسے تہ خانے میں کسی اجنبی کے داخل ہونے کا علم نہیں ہوا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مائیکل جوشر تک پہنچنے کے لیے مجھے ان الماریوں کے عقبی خلا سے احتیاط کے ساتھ گزر کر تہ خانے کا تین چوتھائی حصہ طے کرنا تھا اور اس کے بعد میں مائیکل جوشر کی پشت پر ہوتا۔

اس راستے کو طے کرنے کے لیے میں نے انتہائی احتیاط سے کام لیا تھا۔ اس بات کا خیال رکھا تھا کہ میرے بدن کی رگڑ سے کوئی آواز نہ پیدا ہونے پائے اور اپنی اس کوشش میں مجھے شاندار کامیابی حاصل ہوئی۔ میں مائیکل جوشر کی پشت پر پہنچ گیا۔ وہ بدستور کتاب کے مطالعے میں غرق تھا۔ میرے قدموں کی چاپ اب بھی اُسے محسوس نہ ہوئی پھر میں نے اپنے حواس پوری طرح بحال کر کے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھا تو کتاب اُس کے ہاتھ سے اچھل کر دور جا گری۔ یہ حیرت فطری تھی۔ مائیکل جوشر نے دہشت زدہ نگاہوں سے پلٹ کر میری طرف دیکھا۔ آنکھیں پھاڑ کر مجھے گھورتا رہا جیسے یقین کرنے کی کوشش کر رہا ہو کہ جو کچھ وہ دیکھ رہا ہے وہ حقیقت ہی ہے۔ میں نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لیے تھے اور مسکراتی نگاہوں سے مائیکل جوشر کو دیکھ رہا تھا۔ بمشکل تمام اُس نے اپنے حواس سنبھالے اور دہشت زدہ لہجے میں بولا: "تم یہاں۔ کب آ گئے۔ . . کیسے آ گئے؟"

"اب آ ہی گیا ہوں مسٹر جوشر تو براہِ کرم مجھے بیٹھنے کی پیش کش کیجیے۔"

"ہاں۔۔ ہاں۔۔۔۔ سامنے آؤ۔ بیٹھو۔ پلیز بیٹھو۔ بات اتنی حیرت ناک ہے کہ میری یہ حالت فطری ہی ہے۔ اس تہ خانے کا علم میری تنہا ذات کے علاوہ اور کسی کو نہیں ہے یا پھر تل ابیب میں بسنے والے وہ چند لوگ اس کے بارے میں جانتے ہیں جنھوں نے اسے تعمیر کیا ہے۔ مقامی لوگوں میں سے کوئی اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ چنانچہ تمھاری یہاں آمد میرے لیے اتنی ہی تعجب خیز ہونا چاہیے تھی۔ آؤ بیٹھو۔ مجھے بتاؤ کہ تم اس تہ خانے سے کس طرح واقف ہوئے۔" مائیکل جوشر کے چہرے پر پیدا ہونے والے تاثرات اس بات کا اظہار کرتے تھے کہ وہ میری طرف سے محتاط ہو گیا ہے لیکن اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے ہے۔

"میں آپ کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کا شائق تھا اور آپ کی غیر موجودگی میں، میں نے بلاشبہ بڑا کام کیا ہے۔" میں نے اس کے سامنے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"تمھاری محبت، تمھاری عقیدت بے پناہ ہے۔ اس کا مجھے احساس ہے لیکن بہت زیادہ تجسس بعض اوقات نقصانات کا باعث بن جاتا ہے۔ مثلاً میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ کسی کو میری اس خفیہ پناہ گاہ کا علم ہو لیکن تم نے بہت آگے چھلانگ لگا دی ہے اور کیا کیا کر چکے ہو تم یہاں؟" مائیکل جوشر کی آنکھیں جیسے میری کھوپڑی کو توڑ کر دماغ میں اُترنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"میری بے پناہ عقیدت اس بات کی خواہش مند تھی مائیکل جوشر کہ آپ کی ذات سے متعلق ایک ایک بات میرے علم میں آ جائے اور میرا خیال ہے، میں اس میں کافی حد تک کامیاب بھی ہو گیا ہوں۔ اور کسی چیز سے مجھے خاص دلچسپی نہیں ہے لیکن بلیک پلان کے بارے میں، میں خاص طور سے جاننا چاہتا ہوں۔"

مائیکل جوشر صوفے کی پشت سے ٹک گیا۔ اس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر میں نے محسوس کیا کہ اُس کا ہاتھ آہستہ آہستہ میز کی سطح کے نیچے رینگ رہا ہے۔

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "محترم بزرگ! میز کی سطح کے نیچے کے آلات ناکارہ کر دیے گئے ہیں چنانچہ اب آپ کو ان سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ ایسی کوئی حرکت نہ کریں جو آپ کے وقار کے منافی ہو خواہ مخواہ شرمندگی ہو گی۔" مائیکل جوشر نے پھرتی سے ہاتھ باہر کھینچ لیا اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"تمھارے انداز سے ایک جارحانہ کیفیت کا اظہار ہوتا ہے، کیا میں اس کی وجہ جان سکتا ہوں؟"

"بڑی طویل گفتگو کرنا تھی آپ سے مائیکل جوشر لیکن ایک ذرا توقف ضروری ہے۔ کسی اور کو بھی اس گفتگو میں شریک ہونا ہے۔ اپنے عقب میں دیکھیے ایک اور شخصیت آپ سے ملنے کی مشتاق ہے۔" میرے ان الفاظ پر مائیکل جوشر بے اختیار پلٹا لیکن وہ صورتِ حال سے ناواقف تھا۔ میرا کھڑا ہاتھ اس کی گردن کی پشت پر پڑا اور وہ بُری طرح صوفے سے جا ٹکرایا۔ اپنی جگہ سے میں نے اٹھ کر اُس کے لباس کا کالر پکڑا اور پھر ایک دوسرا گھونسا اُس کی گدی پر رسید کیا۔ یہ آخری ہاتھ تھا۔ مائیکل جوشر کے حواس گم ہو گئے تھے۔ دراصل مجھے صرف یہ احساس تھا کہ میری اتنی لمبی غیر موجودگی تہذیب مالکم ایکس کو پریشان نہ کر دے۔ چنانچہ اُس کا یہاں موجود ہونا ضروری تھا۔ مائیکل جوشر کے بارے میں یہ اطمینان کرنے کے بعد کہ وہ اب ہوش و حواس کھو چکا ہے اور تھوڑی دیر تک اس کے ہوش میں آنے کا کوئی امکان نہیں ہے میں تہ خانے کی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں تہذیب مالکم ایکس کے سامنے تھا۔

"کہاں چلے گئے تھے علی؟" اُس نے سوال کیا۔

"آؤ تمھیں کچھ نئی صورتِ حال سے روشناس کراؤں۔" میں نے کہا۔ تہذیب نے شاید کچھ اندازہ لگا لیا تھا چنانچہ وہ خاموشی سے اٹھ کھڑی ہوئی اور میں اُسے ساتھ لیے تہ خانے میں پہنچ گیا۔

مائیکل جوشر اُسی طرح صوفے پر بے سُدھ پڑا ہوا تھا۔ تہذیب نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا، پھر بولی: "گویا تم نے اپنا کام شروع کر دیا؟"

"ہاں، تمھاری ہی خواہش تھی نا کہ اب زیادہ دیر نہ کی جائے، ذرا اسے ہوش میں لاؤ۔"

تہذیب مائیکل جوشر کی طرف متوجہ ہو گئی اور تھوڑی دیر کے بعد جوشر نے آنکھیں کھول دیں۔

چند لمحوں تک تو وہ صورتِ حال کا اندازہ نہیں کر سکا لیکن جب اُسے واقعات یاد آئے تو وہ بوکھلا کر جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ اس نے عجیب سی نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر پھرتی سے میز کی سطح کے نیچے کچھ ٹٹولنے لگا۔ وہ اپنی کارروائی میں مصروف تھا۔ میں نے اُسے نہیں روکا پھر جب خود ہی اس کے انداز میں بے بسی نمایاں ہوئی تو میں نے آہستہ سے کہا: "تم بھول گئے مائیکل جوشر! میں نے تمھیں بتایا تھا کہ تمھارے تہ خانے کے بیرونی رابطے منقطع کر دیے گئے ہیں اور اب یہاں سے تم کسی سے رابطہ قائم نہیں کر سکو گے۔ اس لیے بہتر ہے کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔"

مائیکل جوشر ایک بار پھر صوفے کی پشت سے ٹک گیا تھا۔ اس کی سانس تیز تیز چل رہی تھی۔ اپنی حالت پر قابو پانے میں اُسے کئی منٹ لگ گئے۔ پھر وہ سنبھل کر بولا: "حالات بتا رہے ہیں کہ تم دونوں وہ نہیں ہو جو نظر آ رہے ہو اور تم نے ابھی مجھے ضرب لگا کر بے ہوش کیا تھا! تم جو میرے عقیدت مندوں میں سے تھے! تم جو میری پوجا کرتے تھے!"

"میں صرف وقت کے ہاتھوں مجبور تھا مائیکل جوشر ورنہ میں تم جیسے منحوس لوگوں کی پوجا کہاں کرتا۔"

"کون ہو تم؟ کیا مقصد تھا میرے اس قدر قریب آنے کا؟ کیا چاہتے تھے تم مجھ سے؟"

"تمھاری شخصیت میرے لیے بڑی پُرکشش ہے مائیکل جوشر۔ میں جانتا ہوں کہ مائیکل دریان کی موت کو تم نہیں بھولے ہو گے اور اس کا قاتل بھی تمھیں یاد ہو گا۔ وہ واقعات بھی یاد ہوں گے تمھیں کہ مائیکل دریان کو قتل کرنے والا کیونکر قاتل بنا۔"

"تم۔ . . ان تمام باتوں کو کیسے جانتے ہو؟" مائیکل جوشر نے سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تفصیل عرض کر دی جائے گی مائیکل جوشر۔ یہی سب کچھ بتانے کے لیے میں نے یہ موقع فراہم کیا ہے۔ بات دراصل یہ ہے مقدس بزرگ کہ بدقسمتی جب انسان کو گھیرتی ہے تو اُس کی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں۔ مجھے تعجب ہے کہ تم نے دو اجنبی انسانوں کو کس طرح اتنی قربت بخش دی۔ کیا تصور تھا تمھارے ذہن میں، پہلے مجھے اس کا جواب دو۔"

مائیکل جوشر عجیب سے انداز میں مجھے اور تہذیب مالکم ایکس کو دیکھتا رہا پھر اُس نے اعتراف کے انداز میں کہا: "اب جب میں اس حماقت کے بارے میں سوچتا ہوں تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں نے جو کچھ کیا کم از کم مائیکل جوشر جیسی محتاط شخصیت ایسا نہیں کر سکتی تھی بلکہ اس کے پس پردہ کوئی اور قوت کارفرما تھی کیا تم ہپناٹزم کے ماہر ہو اور مجھے ذہنی طور پر معطل کر دیا گیا تھا؟ یقیناً ایسا ہی ہوا تھا ورنہ میں نے اپنی زندگی میں بہت کم لوگوں پر اعتماد کیا ہے . . . . بلکہ اعتماد میری سرشت میں ہی نہیں ہے۔ یقیناً کوئی ایسی قوت مجھے مسحور کرنے کا باعث بن گئی جسے میں نہیں جانتا۔ تم نے ضرور اس سلسلے میں کسی پُراسرار طاقت سے کام لیا ہے۔"

"وہ طاقت میرے ایمان کی طاقت تھی مائیکل جوشر۔ وہ طاقت بے پناہ مظالم کے شکار فلسطینیوں کی آہوں کی طاقت تھی جس نے بہرحال تھوڑی سی ہی سہی لیکن میری مدد ضرور کی ہے۔"

"فلسطینیوں سے تمھارا کیا تعلق؟" مائیکل جوشر نے سوال کیا۔

"وہی بتانے جا رہا ہوں مائیکل جوشر! بات ہو رہی تھی مائیکل دریان کی لیکن نہیں، مائیکل دریان تو ایک درمیانی آدمی تھا۔ تمھارے اس نام نہاد ایمرن بال میں بہت عرصہ پہلے ایک مسلمان طالب علم علی یار خان نے بڑے بڑے عالموں کے دانت کھٹے کر دیے تھے اور انھیں صیہونیت کی حقیقت بتائی تھی اور اس کے بعد جب چند شرپسند متعصب یہودیوں نے اُس پاکستانی طالب علم کو سبق دینے کے لیے اُس کی ایک دوست لڑکی کو قتل کر دیا تھا تو اس طالب علم نے ایک نقشہ ترتیب دیا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ امریکی یہودی اور خاص طور سے تم مائیکل جوشر اس نقشے کو ذہن سے ہٹا نہ سکے ہو گے۔"

"تت۔ . . تت۔ . . تمھارا اُس سے کیا تعلق ہے؟" جوشر بولا۔

"میرا ہی نام علی یار خان ہے۔" میں نے کہا اور مائیکل جوشر کا پورا بدن لرز گیا۔ اُس کی آنکھیں دہشت سے پھیل گئیں۔ اس کے بدن پر نمایاں لرزش طاری تھی۔ تہذیب مالکم ایکس سینے پر دونوں ہاتھ باندھے خاموشی سے کھڑی یہ ڈراما دیکھ رہی تھی۔ میں مائیکل جوشر کی ایک ایک حرکت پر نگاہ رکھے ہوئے تھا اور اُس کی ہر کوشش ناکام بنانے کے لیے تیار۔

مائیکل جوشر مجھے دیکھتا رہا پھر اُس نے کسی قدر سنبھلتے ہوئے کہا: "ہاں، علی یار خان کی کہانی میں نے پوری سنی ہے اور شاید اس بات پر یقین کرنے میں مجھے خاصی دقت پیش آئے گی کہ تم ہی علی یار خان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہو۔ بہرحال چونکہ تم کہتے ہو اس لیے میں تسلیم کر لیتا ہوں۔ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"درمیان کی کہانی بہت طویل ہے مائیکل جوشر! اولیو ہاورڈ سے یقیناً تمہارا رابطہ قائم ہوگا اور ممکن ہے اولیو ہاورڈ نے اپنی بدنصیبی کی داستان میں مفصل طور پر تمہیں نہ سنائی ہوں۔ مختصر یہ کہ ہاورڈ دنیا کے بیشتر حصوں میں میرا مدمقابل رہا اور میرے ہاتھوں شکست کھاتا رہا۔ تب میں نے سوچا کہ جہاں سے میں نے اس سفر کا آغاز کیا ہے وہیں پر دوبارہ کیوں نہ پہنچوں۔ اولیو ہاورڈ سے اب تک زمین کے مختلف حصوں میں ملاقاتیں ہوتی رہی ہیں لیکن اب اُس سے اُس کی سرزمین پر ہی کیوں نہ لڑا جائے۔ چنانچہ میں یہاں آ گیا ہوں اور میرا پہلا شکار تم ہو مائیکل جوشر۔ میں اپنی آمد کا اعلان تمہارے حوالے سے کرنا چاہتا ہوں۔"

"مجھ سے . . . مجھ سے . . . کیا مطلب؟" مائیکل جوشر سہمے ہوئے لہجے میں بولا۔

"مطلب ذرا تفصیل سے ہی بتاؤں گا۔ مجھے تمہاری شخصیت چاہیے۔"

"میں . . . میں اب بھی نہیں سمجھا؟"

"بہت سے کام لینے ہیں تم سے مائیکل جوشر۔ مثلاً یہ کہ اسرائیل میں تمہاری بہت بڑی حیثیت ہے۔ مجھے ایسے امریکی یہودی رہنماؤں کی ایک فہرست درکار ہے جو تم سے عقیدت رکھتے ہوں اور صیہونیت کے لیے سرگرمی سے کام کر رہے ہوں۔"

"ان کا کیا کرو گے تم؟"

"یہ سوال کرنے کا حق تمہیں نہیں ہے۔ مائیکل جوشر! صورت حال بہت دلچسپ ہے۔ میں چاہتا تھا کہ کچھ انتظار کر لوں لیکن میری دوست تہذیب مالکم ایکس اس بات کی خواہش مند ہے کہ ایک کام کو نمٹا کر دوسرے کی جانب بڑھا جائے۔"

"تو . . . تم اب کیا چاہتے ہو؟"

"قدم بہ قدم میں تمہیں اپنی کارروائیوں کے بارے میں بتاتا رہوں گا مائیکل جوشر۔ مثلاً اب ہم تمہیں بے ہوش کر کے تمہارے اس تہ خانے میں قید کر دیں گے۔ یہاں سے اس طرح جائیں گے جیسے روزانہ جاتے ہیں۔ اس کے بعد میں یہاں واپس آؤں گا۔ تہذیب نہیں آئے گی۔ میں تمہاری شکل اختیار کر کے یہاں کے امور انجام دوں گا اور پھر تہذیب مالکم ایکس دوسرے دن تنہا یہاں واپس آئے گی اور میں جو تمہارے میک اپ میں ہوں گا اُس سے کام لوں گا اور تم ہماری رہنمائی کرو گے۔ اُن راستوں کی جانب جو صیہونیت کے ہولناک عزائم کو ناکام بنائیں گے۔"

"میں کبھی نہیں کروں گا یہ۔ میں یہ کبھی نہیں کروں گا۔" مائیکل جوشر نے بڑبڑانے والے انداز میں کہا۔

"تمہیں یہی کرنا ہوگا مائیکل جوشر۔ آج تک تم حکمرانی کی زندگی گزارتے رہے ہو۔ میں نے تمہاری شخصیت کو بلاوجہ ہی منتخب نہیں کیا۔ میں جانتا ہوں کہ تمہاری کیا حیثیت ہے اور تم بھی یہ جان چکے ہو گے کہ علی یار خان جس کام کی ابتدا کرتا ہے اُسے مکمل بھی کرتا ہے۔" تہذیب خاموش کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے اس کی طرف دیکھا اور آہستہ سے بولا۔ "مجھے تھوڑی دیر کے لیے یہاں سے جانا ہوگا تہذیب۔ اس دوران مائیکل جوشر کی نگراں تم ہو گی۔"

"فکر نہ کرو۔ اگر کوئی کام ہے تو جاؤ۔" تہذیب نے جواب دیا۔ میں تہذیب کو مختلف ہدایات دے کر وہاں سے نکل گیا۔ کام کا آغاز چونکہ اچانک کیا تھا اس لیے اب فوری طور پر کچھ تیاریاں کرنا تھیں۔

تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے بعد جب میری واپسی ہوئی تو تہذیب نہایت اطمینان سے مائیکل جوشر کو سنبھالے ہوئے تھی۔ البتہ مائیکل جوشر کی پیشانی زخمی نظر آ رہی تھی اور اُس کا دایاں جبڑا سوجا ہوا تھا۔

میں نے مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھا اور شانے ہلا کر بولا۔ "میں بتا چکا تھا معزز ربّی کہ ہم بھٹکے ہوئے لوگ بھی تمہاری اتنی عزت نہیں کر سکیں گے جتنی تم چاہتے ہو۔ میرا خیال ہے تہذیب، تم نے مائیکل جوشر کے حواس ٹھکانے لگائے ہیں۔"

"معزز بزرگ جناب شریفے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں نے تو صرف انھیں یہ سمجھایا ہے کہ میرے پاس بھی جمناسٹک کے بہت سے تمغے موجود ہیں۔" تہذیب نے معصومانہ انداز میں کہا اور میں ہنس پڑا۔

"ہماری ڈیوٹی کے اوقات اب ختم ہونے والے ہیں۔ چنانچہ مائیکل جوشر کو ایک لمبی نیند کے لیے آمادہ کر لیا جائے۔"

"نہیں، نہیں۔ تم ایسی کوئی حرکت نہیں کر سکتے۔" مائیکل جوشر نے کہا اور تہذیب نے دونوں آستینیں سمیٹ لیں۔ مائیکل جوشر اُٹھتے اُٹھتے بیٹھ گیا تھا۔

"واہ۔ یوں لگتا ہے تہذیب کہ تم نے دو چار ہاتھوں ہی میں مائیکل جوشر پر خاصا رعب ڈال دیا ہے۔ بہرحال میری درخواست ہے معزز بزرگ کہ آپ اس عمر میں مار نہ کھائیں اور ہمیں ہماری گستاخیوں پر شرمندہ ہونے کا موقع نہ دیں۔ یہ انجکشن آپ کو بارہ گھنٹے سلائے رکھے گا۔ بہتر ہے کہ آرام فرمائیے۔"

میں نے اپنے ساتھ لائے ہوئے سامان میں سے ایک

سرنج نکالی اور اس میں کچھ محلول کھینچ کر مائیکل جوشر کے بازو میں انجکشن کر دیا۔ اس کے بعد میں نے اور تہذیب نے اُسے سہارا دے کر اٹھایا اور مسہری پر لٹا دیا۔ اب اس تہ خانے میں ہمارے موجود رہنے کا کوئی جواز نہیں تھا چنانچہ ہم دونوں باہر نکل آئے اور اس کمرے میں پہنچ گئے جہاں ہمارا کام ہوتا تھا۔ کسی کو ہماری مصروفیات کے بارے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا تھا یوں بھی یہاں صرف ملازم قسم کے لوگ تھے جنھیں یہ اعتماد تھا کہ ہم مائیکل جوشر کے خاص رازداروں میں سے ہیں اور ہم پر نگاہ رکھنا ضروری نہیں ہے۔ اپنا کام سمیٹ کر ہم باہر نکل آئے۔ تہذیب مالکم ایکس کے چہرے پر لاتعداد سوالات رقصاں تھے۔ اُس کی متجسس آنکھیں مجھ سے بہت کچھ پوچھ رہی تھیں۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھا تو وہ گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

"کیا بات ہے تہذیب! تم کچھ نروس نظر آ رہی ہو؟"

"نہیں، نروس تو بالکل نہیں ہوں۔" تہذیب نے کار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

"کیا تم ڈرائیو کر سکو گی؟"

"میرا مذاق اُڑا رہے ہیں مسٹر علی! کیا یہ مناسب ہے؟" تہذیب نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ میں اُس کے برابر بیٹھا ہوا تھا۔

"اوہ نہیں تہذیب، مذاق کا کیا سوال ہے۔ ویسے یہ ملاقات مسٹر مائیکل جوشر کے لیے کیسی رہی؟"

"وہ سخت حیران تھا۔ بہت دیر تک مجھے دنیاوی نفع اور نقصان کے بارے میں بتاتا رہا۔ کہہ رہا تھا کہ وہ تو صرف مذہبی آدمی ہے۔ دوسرے معاملات دوسرے لوگوں سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"وہ جمناسٹک کی بات کیا کہی تھی تم نے؟"

"مسٹر جوشر کا خیال تھا کہ وہ مرد ہیں اور میں محض ایک عورت۔ بیٹھے بیٹھے صوفے سے چھلانگ لگا دی تھی مجھ پر لیکن پھر اُن کی پرواز لمبی ہو گئی اور وہ صوفے سے گزر کر سامنے کی دیوار سے جا ٹکرائے تھے۔ پھر ایک اور ہاتھ اُن کے پیٹ کو کافی ہوا اور وہ آرام سے بیٹھ گئے۔"

"خوب۔" میں ہنس پڑا۔

"تم نے بڑے طوفانی انداز میں یہ سب کچھ کر ڈالا علی۔ کیا پہلے سے تمہارے ذہن میں یہ پلاننگ تھی کہ آج سے تم اپنا کام شروع کر دو گے؟"

"نہیں تہذیب۔ بس اتفاقات نے وہ سب کچھ کرا دیا جو میں کرنا چاہتا تھا۔ واقعی یہ وقت سے پہلے ہے لیکن میرا خیال ہے ہمیں اس میں کوئی دقت نہیں ہو گی۔"

"ہاں، یقیناً۔ ہمارا پروگرام تو پہلے ہی سے تھا لیکن اس بات کا جواب دو کہ کیا اب اس فلیٹ میں رہائش ہمارے لیے مناسب ہے؟ میری رائے میں تو یہ فلیٹ اب ہمارے لیے مخدوش ہو چکا ہے۔"

"کیوں؟" میں نے سوال کیا۔

"جینی ہارپر۔ کیا جینی ہارپر کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ ہم مائیکل جوشر کے لیے کام کر رہے ہیں۔ کیا وہ ہمارے لیے خطرناک نہیں بن جائے گی؟"

"ابھی نہیں ڈیئر! ابھی کہاں۔ ابھی تو مختلف کارروائیوں میں وقت لگے گا۔" میں نے جواب دیا اور تہذیب خاموش ہو گئی۔ میں جانتا تھا کہ اس کے ذہن میں لاکھوں سوالات چل رہے ہیں۔ میں آہستہ آہستہ ان تمام سوالات کے جوابات بھی دینا چاہتا تھا کیونکہ تہذیب کو اندھیرے میں رکھنا خود میرے لیے نقصان دہ ثابت ہوتا۔ وہ ایک بہترین ساتھی تھی۔ عورت ہونے کے باوجود ہزاروں مردوں پر بھاری تھی اور میں اس پر مکمل اعتماد کر سکتا تھا۔

تہذیب مجھ سے سوالات کرتی رہی اور میں اُن کے جوابات دیتا رہا۔ جو پروگرام میں نے بنایا تھا اُس کے بارے میں تمام صورتحال تہذیب کو سمجھا دی۔ اور پھر ہم اس پر عمل کرنے کو تیار ہو گئے۔ اس وقت تہذیب کا کوئی کام نہیں تھا چنانچہ میں اُسے تفصیلات سے آگاہ کرنے کے بعد اُٹھ کھڑا ہوا اور تھوڑی دیر کے بعد میری کار کا رُخ جوشو کی طرف تھا۔ میرا معزز بزرگ دوست قادر جوشو ہمیشہ کی مانند مسکراتے ہوئے مجھ سے ملا اور میرا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ میں جوشو کے پاس تھوڑی دیر تک بیٹھا رہا اور اُسے صورت حال سے آگاہ کرتا رہا۔

جوشو کے چہرے پر انتہائی تجسس اور دلچسپی کے آثار تھے۔ وہ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔ "علی یار خان! میں نے تمہیں جس مرحلے پر بھی آزمایا، مکمل پایا۔ یقین کرو ایسے جذبے تو دشمنوں کو بھی دوست بنا دیتے ہیں اور پھر تمہارے کام کا انداز، تمہاری لگن اور تمہاری کارکردگی، تم سے عقیدت پیدا کر دیتی ہے۔ جوشو بوڑھا ہو چکا ہے لیکن نوجوانی کی یادوں کو فراموش نہیں کر سکتا۔ بلند حوصلے والا ہی جانتا ہے کہ کیسے کیا کیا جاتا ہے اور میں نے تمہیں جس مرحلے پر بھی دیکھا مستعد اور مکمل پایا۔"

"تمہاری دعائیں میرے ساتھ ہونا چاہئیں جوشو۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میں اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے اپنی زندگی کو انتہائی بے حقیقت سمجھتا ہوں۔ اب صورت حال یہ ہے کہ سب سے پہلے مائیکل جوشر کے میک اپ میں آنا ہے اور یہ میک اپ بیرونی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چیزوں سے نہیں بلکہ تمھاری اس ایجاد سے میرے چہرے پر ہونا چاہیے جس میں تم نے کمال حاصل کیا ہے۔"

"اتفاق کی بات ہے کہ میرا وہ ساتھی اس وقت اس عمارت میں موجود ہے جو اس میک اپ میں ایک روحانی کمال رکھتا ہے۔"

"کیا اب بھی تم اسے میری خوش بختی نہیں کہو گے مسٹر جوشو!"

"یقیناً۔ تمھاری خوش بختی تمھارے ہمراہ چلتی ہے۔"

"تو پھر اسے بلاؤ۔"

تھوڑی دیر کے بعد ایک پستہ قامت چینی ہمارے پاس پہنچ گیا۔ اپنے مخصوص انداز میں اس نے مجھے تعظیم دی اور جوشو اسے صورت حال سمجھانے لگا۔ چینی نے سپاٹ نگاہوں سے جوشو کو دیکھا اور بولا۔ "میں حاضر ہوں۔"

"تم نے کوئی سوال نہیں کیا؟" میں نے کہا۔

"نہیں، سوال کرنا میں گناہ سمجھتا ہوں جب جوشو کہہ رہا ہے تو کسی سوال کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔"

"تو پھر جاؤ۔ ان کے ساتھ چلے جاؤ۔ اپنے سامان کو ساتھ لے جاؤ۔ اس چہرے کو دیکھ کر ہی ان کے چہرے کو تبدیل کرنا ہے جس کی جگہ انھیں لینا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں چند لمحات کے لیے اجازت چاہتا ہوں۔" پستہ قامت چینی نے کہا اور اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔

اس پستہ قامت چینی کا نام تائی چن تھا۔ میں اسے ساتھ لے کر مائیکل جوشر کی کوٹھی پر پہنچ گیا۔ اس کوٹھی میں خفیہ راستوں سے اندر داخل ہونا اب کم از کم میرے لیے مشکل نہیں تھا چونکہ میں اس کے چپے چپے کا جائزہ لے چکا تھا۔ تائی چن پھرتیلا آدمی تھا۔ ہم دونوں کوٹھی کی عقبی دیوار عبور کر کے اندر داخل ہو گئے۔ شام کے جھٹپٹے اب رات کی سیاہی میں تبدیل ہو رہے تھے۔ ملازمین کی نگاہوں سے بچتے ہوئے ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں تہ خانے میں جانے کا راستہ تھا اور پھر میں تائی چن کے ساتھ تہ خانے میں اُتر گیا۔

مائیکل جوشر صوفے پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ تیز روشنی میں تائی چن نے مائیکل جوشر کے چہرے کا جائزہ لیا اور پھر میرے چہرے کو ٹٹول کر دیکھنے لگا۔ گردن، کان، تمام حصے اس نے دیکھے، اس کے بعد ایک فیتا نکال کر میرے قد و قامت کا جائزہ لینے لگا پھر اس نے مائیکل جوشر کے قد و قامت کا جائزہ لیا، میری طرف دیکھ کر وہ آہستہ سے مسکرایا اور پھر مجھے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اس کے بعد وہ اپنا جادو کا پٹارا کھول کر بیٹھ گیا۔ اس نے میرے چہرے پر جگہ جگہ بڑے ماہرانہ انداز میں وہ لوشن لگانا شروع کر دیا جو چہرے کی ہیئت کو تبدیل کرتا تھا۔ کئی شیشیاں تھیں اور وہ مخصوص قسم کی لکڑی کی تیلیوں سے لوشن میرے چہرے پر لگا رہا تھا۔

کہیں کہیں وہ آہستہ آہستہ انگلی سے میرے چہرے کو تھپتھپاتا... بھی تھا۔

تقریباً بیس منٹ تک وہ اپنے کام میں مصروف رہا اور پھر ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں مجھ سے بولا۔ "بالوں کے سلسلے میں تھوڑی سی دقت ہوگی لیکن میں کوشش کیے لیتا ہوں۔" اس نے ایک خاص قسم کا برش اور آلہ نکالا پھر آلے کا پلگ سرکٹ میں لگایا اور میرے بالوں کی ہیئت تبدیل کرنے لگا۔

مائیکل جوشر کے بال بھی خاصے گھنے اور خوب صورت تھے۔ میرے بالوں کا اسٹائل تبدیل کر دیا گیا۔ اس دوران چہرے کے وہ حصے ورم آلود ہو گئے تھے جہاں لوشن لگایا گیا تھا اور جن حصوں کو پتلا کرنا تھا وہ ہلکے ہو گئے تھے۔

تائی چن نے ناقدانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر آئینہ میرے سامنے کر دیا۔ میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ ریالو کا منظر میرے لیے واقعی حیران کن تھا۔ پلاسٹک کا کوئی ٹکڑا میرے چہرے پر نہیں تھا، کوئی ماسک میرے منہ پر نہیں چڑھی ہوئی تھی لیکن میں مائیکل جوشر تھا، بالکل اسی کی مانند۔ میں نے مطمئن انداز میں تائی چن کو دیکھا اور آہستہ سے بولا۔ "مسٹر تائی چن! آپ کا شکریہ ادا کرنا محض ایک رسمی بات ہوگی جو کام آپ نے کیا ہے اس کی داد صرف شکریے سے نہیں دی جا سکتی۔"

"تھینک یو ماسٹر۔ میں خادم ہوں۔" تائی چن نے گردن خم کر کے کہا۔ "میرے لیے اور کوئی ہدایت؟"

"نہیں۔ جوشو کا شکریہ ادا کر دینا اور اس سے کہہ دینا کہ میں مطمئن ہوں۔ تم اسی راستے سے واپس جاؤ گے تائی چن، چلو میں تمھیں چھوڑ دوں۔"

"نہیں ماسٹر۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں چلا جاؤں گا۔" تائی چن نے جواب دیا لیکن میں اُسے تنہا نہیں چھوڑ سکتا تھا چنانچہ تائی چن کو اسی راستے سے دیوار عبور کرا دی اور جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو میں واپس چل پڑا۔

مائیکل جوشر کی حیثیت سے اب مجھے اس عمارت میں نقل و حرکت کی آزادی تھی۔ میں تہ خانے میں پہنچا اور مائیکل جوشر کا لباس اتار کر پہن لیا۔ مائیکل جوشر کو میں نے اسی انداز میں چھوڑ دیا تھا۔ وہ ساری رات ہوش میں نہیں آسکتا تھا۔ صبح کے وقت ہی اس کا ہوش میں آنا متوقع تھا۔ چنانچہ اسے تہ خانے میں اچھی طرح بند کر کے اور اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ کس کے باندھ کر میں باہر نکل آیا اور رات کو تقریباً تین بجے تک ان کاغذات میں سر کھپاتا رہا جو مائیکل جوشر کی خواب گاہ میں تھے اور جن میں بیک پلان کے بارے میں کچھ تھوڑی سی معلومات موجود تھیں لیکن یہ معلومات نامکمل تھیں، سارے راستے

اسی سمت جاتے تھے جن کی رہنمائی خط میں کی گئی تھی۔ باربن والی کو کے بارے میں بھی ابھی تک کوئی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی تھی۔ گریں لاٹ میں جیس کورک کی شخصیت میرے لیے کچھ اور دلکش بن گئی تھی لیکن ان تمام چیزوں کو میں اسی وقت پیچ کرنا چاہتا تھا جب پہلے یہاں اپنی آمد کا اعلان کر دوں بس یہ بات میرے ذہن پر بھوت کی طرح سوار تھی۔

رات کے آخری حصے میں مجھے نیند آگئی اور صبح دیر تک سوتا رہا۔ مائیکل جوشر کے معمولات کے بارے میں مجھے بہت زیادہ معلومات حاصل نہیں تھیں لیکن ملازمین خود ہی رہنمائی کر رہے تھے۔ پہلا امتحان مجھے ان ملازمین کے سامنے ہی دینا تھا۔ میں نے مائیکل جوشر کے انداز میں انھیں مختلف ہدایات جاری کرنا شروع کر دیں اور اپنے آپ کو بیمار ظاہر کیا۔ ایک ڈاکٹر تقریباً ساڑھے بارہ بجے میرے پاس آیا اور اس نے میرا معائنہ کرنے کے بعد کچھ دوائیں مجھے تجویز کر دیں۔ میرے ملازم خاص نے اس کے لیے ڈاکٹر کو فون کیا تھا۔

اس دوران تہذیب مالکم ایکس بھی آگئی تھی اور تنہا ہی اپنے کام میں مصروف ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر کے جانے کے بعد ہی میری اس سے ملاقات ہوئی۔ اس نے مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھا اور پھر ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کہو بے بی! تمھارا ساتھی نہیں آیا؟" میں نے کہا اور تہذیب کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"نن... نہیں جناب، وہ آج کچھ بیمار ہے۔" وہ بولی اور میں ہنس پڑا۔

"تہذیب! میں ٹھیک ہی ہوں۔" میں نے اسے مزید الجھن میں ڈالنا مناسب نہ سمجھا۔

"میں تمھاری ہمیشہ معترف رہی ہوں لیکن اس سے بہتر میک اپ میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ میں خود ہی اس کی تعریف کرتی، ابھی نہیں تھکی تھی۔"

"یہ جوشو کا کمال ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس میک اپ میں بیرونی اشیا کا ایک حصہ بھی استعمال نہیں کیا گیا، صرف میرے چہرے کو متورم کر کے خد و خال کی نئے انداز میں ترتیب کی گئی ہے۔"

"اور آواز..... ! تم بالکل مائیکل جوشر کی آواز میں بول رہے ہو۔"

"ہاں۔ اس کے لیے میں تمھارا شکریہ ادا کر سکتا ہوں بے بی!"

"پروگرام کیا ہے؟"

"بہت کچھ دیکھا ہے میں نے تہذیب۔ رات کو کافی دیر تک مصروف رہا ہوں، تم اپنا کام جاری رکھو، اس طرح میرے اور تمھارے درمیان ملاقاتیں بھی رہیں گی اور میں تمھیں اپنے بارے میں تازہ ترین صورت حال سے آگاہ کرتا رہوں گا، ویسے میٹو! اب سے قبل کوئی خاص بات نہیں ہوئی؟"

"کسی سے بھی نہیں۔ اس کے بچے البتہ آجاتے ہیں، ملن سے ملی تھی۔" تہذیب نے جواب دیا پھر پوچھا۔ "مائیکل جوشر کس حال میں ہے؟"

"صبح سے میری اس سے بھی ملاقات نہیں ہوئی۔" میں نے جواب دیا۔

"ملیں؟"

"ہاں، آؤ، کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا اور تہذیب کے ساتھ تہ خانے کی طرف چل پڑا۔

مائیکل جوشر ہوش میں تھا اور اپنی جگہ پڑا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس کی آنکھیں شدتِ حیرت سے اُبل پڑیں۔ وہ ہکا بکا سا مجھے دیکھتا رہا۔

میں نے اس سے اسی کے لہجے میں کہا۔ "ہیلو! کیسے مزاج ہیں تمھارے؟"

"تم... تم اتنے بڑے شیطان ہو گے، میں نے خواب و خیال میں بھی نہیں سوچا تھا۔ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ میں پھنس گیا ہوں اور یہ سب کچھ میں نے اپنے ہاتھوں سے کیا ہے، اس لیے کچھ کہہ بھی نہیں سکتا۔"

"اب تم جو کچھ کہو گے میرے لیے کہو گے مائیکل جوشر۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھے ان لوگوں کی فہرست درکار ہے جو اس سلسلے میں اہم حیثیتیں رکھتے ہیں۔ انہی کی بدولت منہ سیودی جو رہنمائی کا جذبہ بھی رکھتے ہیں۔"

"کیا کرو گے ان کا؟"

"یہ سوال کرنے کا تمھیں حق نہیں ہے۔"

"تو پھر جواب دینا بھی میرا فرض نہیں ہے۔" مائیکل جوشر نے جواب دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بہتر ہے مائیکل جوشر میں جواب لینے کے لیے وہ معزز طریقہ کار استعمال کرتا ہوں جو تم جیسے بزرگوں کے ساتھ کرنا چاہیے۔" مثلاً...؟"

"ابھی بتاتا ہوں۔" میں نے کہا اور اپنے ساتھ لائے ہوئے سامان میں سے ایک اور انجکشن نکال لیا۔ مائیکل جوشر خاموشی سے مجھے دیکھتا رہا تھا۔ میں نے انجکشن کا سیال سرنج میں کھینچا اور پھر ایک دوسرا سفید انجکشن نکال کر مائیکل جوشر کے سامنے کر دیا۔ "یہ انجکشن جو میں تمھیں لگا رہا ہوں مائیکل جوشر، یہ تمھیں زبان کھولنے پر مجبور کر دے گا اور یہ دوسرا انجکشن تم کو اس تکلیف سے نجات دلا سکتا ہے جو تمھارے جسم میں ابھی ابھی پیدا ہونے والی ہے۔ اذیت پہنچانے کے لیے میرے پاس بہت زیادہ اہم ذرائع نہیں ہیں۔ بس یہ چھوٹے موٹے کام کر کے میں اپنے آپ کو مطمئن کر لیتا ہوں۔"

میں نے تیار شدہ انجکشن مائیکل جوشر کے بازو میں انجیکٹ کر دیا۔ وہ خوف زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ ویسے بھی وہ بہت زیادہ دلیر آدمی نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کے چہرے پر کرب کے آثار نمودار ہونے لگے۔

"ارے ارے... یہ کیا کر دیا تم نے! یہ کیا کر دیا میرے پورے بدن میں... میرے پورے بدن میں..." مائیکل جوشر اپنے بندھے ہوئے ہاتھ پاؤں کھولنے کی کوشش کرنے لگا اور اس کوشش میں لڑھک کر صوفے سے نیچے آ رہا۔

"تڑپتے رہو مائیکل جوشر، تڑپتے رہو لیکن یہ تڑپ اس وقت تک جاری رہے گی جب تک تم زبان نہیں کھولو گے۔"

"مجھے بچاؤ... بچاؤ مجھے۔" وہ حلق پھاڑ کر چیخنے لگا۔

میں اور تہذیب عالم ایک سکون سے صوفے پر اس کے سامنے بیٹھ گئے۔ مائیکل جوشر کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا۔ اس کا پورا بدن زمین پر تڑپ رہا تھا۔ وہ سیال کچھ ایسی ہی خصوصیات کا حامل تھا۔ اس کے بدن میں شدید جلن ہو رہی تھی اور اس جلن کے سبب وہ بے پناہ تکلیف میں تھا۔

"مجھے اس اذیت سے نجات دلا دو۔ جو کچھ کہو گے میں کروں گا۔ وعدہ کرتا ہوں جو کچھ کہو گے کروں گا۔"

"ہم تم جیسے معزز انسان کے وعدے پر اعتبار کر سکتے ہیں۔" میں نے کہا اور سفید سیال کا انجکشن توڑ کر اس کی دوا سرنج میں کھینچ لی اور پھر اُسے مائیکل جوشر کے بدن میں انجیکٹ کر دیا۔

نتیجہ ظاہر ہونے میں چند لمحات لگے تھے۔ اس کے بعد جوشر پُرسکون ہوتا چلا گیا۔ اس کی سانس اب بھی دھونکنی کی مانند چل رہی تھی اور وہ اب بے حد خوف زدہ نظر آ رہا تھا۔

"کیا تھا... اس میں کیا تھا؟ تم نے مجھے... تم نے مجھے ادھ مرا کر دیا۔"

"میرے پاس اس سے بھی حسین چیزیں موجود ہیں مائیکل جوشر جو یقیناً تمھیں پسند آئیں گی۔" میں نے کہا اور ایک شیشی جیب سے نکال کر اس کے سامنے کی: "یہ پاؤڈر تمھارے جسم کے جس حصے پر بھی پڑے گا وہاں سے تم کھال اتار دینا پسند کرو گے لیکن بدقسمتی سے اس کے ریشے کھال سے گزر کر گوشت میں اُتر جاتے ہیں چنانچہ اگر تمھارے گوشت میں بھی کھجلی پیدا ہو گئی تو پھر تو تمھیں اپنا گوشت ہی کھرچ کر پھینکنا پڑے گا۔ سمجھے۔"

"نہیں نہیں، میں اب اپنے اندر اتنی ہمت نہیں پاتا کہ تم سے کسی قسم کا بھی اختلاف کر سکوں۔"

"ان لوگوں کی فہرست..." میں نے کہا اور مائیکل جوشر مجھے ان لوگوں کے نام لکھوانے لگا۔

دیر تک ہم اس کارروائی میں مصروف رہے پھر اس نے کہا: "میرے لیے کچھ کھانے پینے کا بندوبست کر دو، شدید بھوک لگ رہی ہے۔"

"ہاں ہاں! کیوں نہیں۔" میں نے کہا اور تہذیب عالم ایکی کو اشارہ کر دیا۔ تہذیب گردن ہلاتی ہوئی باہر چلی گئی تھی۔

مائیکل جوشر سے مجھے بہت سی ساری معلومات حاصل ہوئیں اور پھر میں نے اس سے سب سے اہم سوال کر دیا یعنی بلیک پلان؟

"اوہ! اس کا مقصد ہے... ہاں، ظاہر ہے تم نے اس خط کو نظر انداز ہرگز نہیں کیا ہوگا۔" مائیکل جوشر نے بے بسی سے کہا۔

"یقیناً... مائیکل جوشر۔ اور تم نے بھی تو وہ خط دوسرے خطوط میں سے غائب کر دیا تھا۔"

"بدقسمتی تھی میری کہ وہ اس طرح براہ راست تمھارے پاس پہنچ گیا۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ بہرحال اب جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو ہی چکا ہے، بلیک پلان کیا ہے؟"

"کیا تم اس بات پر یقین کرو گے کہ بلیک پلان صرف اسرائیل کے وزیر جنگ کے ذہن میں ہے۔ اس کی کچھ نشان دہی دوسرے لوگوں کو کی گئی ہے لیکن کوئی بھی نہیں جانتا کہ وہ خفیہ منصوبہ کیا ہے۔ ہاں، اس کی تکمیل کے لیے مختلف لوگوں کو مختلف ذمے داریاں سونپ دی گئی ہیں۔ مثلاً میرے سپرد یہ کام ہے کہ میں تقریباً دو ارب ڈالر اس منصوبے کے لیے فراہم کر دوں اور اس سلسلے میں انتظامات شروع کر دیے گئے ہیں۔"

"گویا تم بلیک پلان کے بارے میں خود بھی نہیں جانتے ہو؟"

"نہیں۔ یقین کرو نہیں جانتا۔"

"اچھا گرین لاٹ میں جیس کوکر کیا چیز ہے؟"

"جیس کوکر...!" مائیکل جوشر نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں، بولتے رہو... بولتے رہو۔"

"جیس کوکر... درحقیقت معلومات کا خزانہ ہے۔ وہ اسرائیلی انتظامیہ میں کیا حیثیت رکھتا ہے، یہ تو مجھے نہیں معلوم لیکن تل ابیب کا نمائندہ ہے اور گرین لاٹ میں رہتا ہے۔"

"اس کا پتا؟"

"بس گرین لاٹ پہنچ کر کسی سے بھی اس کے بارے میں پوچھ لو۔"

"اور بارین وائیکو کیا چیز ہے؟"

"میں جانتا ہوں کہ تم سب کچھ جان چکے ہو۔ بارین وائیکو بھی یہودی النسل ہے۔ ہر چند کہ وہ بہت ہی خطرناک قسم کا آدمی ہے لیکن یہودی مقاصد کے لیے کام کرتا ہے اور یہ دو ارب روپے کا فنڈ ہم اسی کے پاس جمع کرا رہے ہیں۔ بارین وائیکو، بلیک پلان کا ایک اہم نمائندہ ہے جسے نمبر آٹھ کا درجہ دیا جاتا ہے۔"

مائیکل جوشر سب کچھ سچ سچ بتانے پر آمادہ تھا۔ میں اس سے بہت سی معلومات حاصل کرتا رہا اور پھر میں نے اس سے آخری سوال کیا: "یہاں تمھارا بینک بیلنس کتنا ہے مائیکل جوشر؟"

"کیا مطلب...؟" وہ چونکا۔

"مطلب یہ کہ تمھارا بینک بیلنس کتنا ہے، کتنی نقد رقم مجھے یہاں سے مل جائے گی؟"

"میں بینکوں میں رقم نہیں رکھواتا۔" مائیکل جوشر نے جواب دیا۔

"پھر کہاں رکھتے ہو؟"

"رقم یہیں موجود ہے میرے پاس۔"

"کہاں، کس جگہ؟" میں نے سوال کیا۔

"کیوں... تم رقم کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"ظاہر ہے مجھے اپنے مشن کو آگے بڑھانے کے لیے دولت کی ضرورت بھی ہوگی مسٹر مائیکل جوشر اور یہاں امریکا میں میرے پاس وہ ذرائع نہیں ہیں جن کی مدد سے میں دولت کما سکوں۔ تمھاری رقم اگر میرے کام آ جائے تو پھر یہ تمھارے لیے بھی ثواب کی بات ہے۔"

مائیکل جوشر دانت پیس کر رہ گیا تھا۔ وہ اس ثواب کے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا جو صیہونیت کے خلاف اسے ملنے والا تھا۔ بہرحال اس نے بھاری لہجے میں کہا: "دیکھو! اگر تمھیں کچھ پیسوں کی ضرورت ہے تو میں تمھیں فراہم کر سکتا ہوں لیکن... لیکن..."

زندگی سنوارنے اور نکھارنے والی کتابوں کے سلسلے کی ایک کڑی
مشہور ماہرین نفسیات کی آرا پر مشتمل کتاب
احساسِ کمتری
اسباب — تدارک — علاج
اس کتاب کا مطالعہ آپ کو بتائے گا کہ
احساس کمتری سے کس طرح نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔
کامیاب زندگی گزارنے کے اصول کیا ہیں
کیا آپ واقعی احساس کمتری کے شکار ہیں یا صرف یہ آپ کا خیال ہے۔
ہوسکتا ہے کہ صرف اس کتاب کے مطالعہ سے ہی آپ کا یہ احساس ختم ہو جائے۔
مرتب: اسلام حسین
قیمت ۱۵ روپے
ڈاک خرچ ۱۰ روپے
مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"مائیکل جوشر! میں نے تمھیں جو صیہونیت کے لیے فنڈ دیا تھا وہ میرے اوپر قرض ہے اور یہ بھی سمجھ لو کہ میں لوٹی دے کر بچا لینے والوں میں سے ہوں۔ میں نے تمھیں وہ رقم دے کر اپنا اعتماد تم پر قائم کیا لیکن اب مجھے اپنے معاملات کے لیے رقم درکار ہے اور اس کے لیے تم سے بہتر آدمی مجھے اور کوئی نظر نہیں آتا۔"

"لعنت ہو تم پر۔ بہرحال میں اس اذیت سے نہیں گزرنا چاہتا جو تم نے مجھے دے دی۔ بہرطور جو تم نے مجھے مرنے دینے کی دھمکی دی ہے۔ میں زندگی کو دنیا کی سب سے قیمتی شے سمجھتا ہوں۔"

"گڈ، عقل مندی کی بات کی ہے... تو پھر وہ رقم؟" میں نے کہا اور مائیکل جوشر نے ایک طرف اشارہ کر دیا۔

دیوار ہی میں ایک چوکور سا سیاہ نشان بنا ہوا تھا۔ میں اس کے قریب پہنچ گیا اور اسے ٹٹولنے لگا۔ میں نے مائیکل جوشر سے اس تجوری کو کھولنے کا طریقہ دریافت کیا اور اس کے بعد جب تجوری کھول کر دیکھا تو میری آنکھیں شدت حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ بہت کچھ تھا اس میں، اتنا کچھ کہ میں امریکا میں ایک شاندار زندگی گزار سکتا تھا۔ میں نے مائیکل جوشر کا شکریہ ادا کیا۔ اسی وقت تہذیب مالکم ایکس ناشتے کی ٹرے اٹھائے ہوئے اندر آ گئی تھی۔ اس نے مسکراتی نگاہوں سے مائیکل جوشر کو دیکھا اور بولی:

"آپ کے وفادار ملازموں نے مجھے آپ کے ناشتے کے بارے میں بتا دیا ہے۔ دیکھ لیں، سب چیزیں آپ کی پسند کے مطابق ہی ہیں نا؟"

"میں اب ناشتا نہیں کروں گا۔" مائیکل جوشر نے منہ بنا کر کہا۔

"ارے نہیں نہیں معزز بزرگ! ابھی تھوڑی دیر قبل آپ کہہ چکے ہیں کہ زندگی دنیا کی سب سے قیمتی شے ہے اور زندہ رہنے کے لیے کھانا ضروری ہوتا ہے۔ دیکھیے نا آپ کتنے دن بھوکے رہ سکتے ہیں؟"

"یہ اچانک مسٹر جوشر کی بھوک کیوں اُڑ گئی؟ ابھی تو سخت بھوکے تھے!" تہذیب نے کہا۔

"ہاں۔ یہ کاغذ کے منحوس ٹکڑے انسان سے بہت کچھ چھین لیتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"کاغذ کے ٹکڑے!" تہذیب تعجب سے بولی۔

"جاؤ دیکھ لو اور عبرت حاصل کرو۔ انسان عمر کی کسی منزل میں ہو، ان سے پیار ضرور کرتا ہے۔" میں نے تجوری کی طرف اشارہ کیا اور تہذیب تجوری کی طرف بڑھ گئی۔

"خوب! یہ مائیکل جوشر کی دولت ہے؟" اس نے کہا۔

"اب ہماری ہے۔ مسٹر جوشر نے سوچا کہ جو شے اس بُرے وقت میں ان کا ساتھ نہ دے سکی اسے رکھ کر کیا کریں گے۔"

"لیکن یہ دولت تو ان کے مشن کی امانت ہو گی؟"

"نہیں، یہ مسٹر جوشر کا ذاتی اثاثہ ہے ویسے ہم نے ایک نیک کام کیا تھا جس کا ہمیں صلہ ملا ہے۔"

"نیک کام؟"

"لنگڑی صیہونیت میں لکڑی کی ٹانگ لگوانے کے لیے رقم کی ضرورت تھی نا، ہم نے اس میں ایک فنڈ دیا تھا۔"

"ہاں قرض لے کر؟" تہذیب بے چارگی سے بولی۔

"دیکھ لو، اس کا کیسا صلہ ملا۔" میں نے کہا اور تہذیب ہنس پڑی۔

"وہ جو کہتے ہیں، ایک نیکی کرو، اس کا ستر گنا ثواب ملے گا لیکن میرا خیال ہے یہ رقم تو ستر گنا سے بھی زیادہ ہے۔"

"ہمیں ثواب کچھ زیادہ تناسب سے مل گیا ہے۔" میں نے کہا۔

جوشر کی غصے سے بُری حالت تھی۔ اس وقت اس نے ناشتا بھی نہیں کیا، وہ سخت ہیجان کا شکار تھا لیکن ہمیں اس کی کسی بھی کیفیت سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔

مائیکل جوشر پوری طرح قابو میں آ گیا تھا۔ وہ بہت زیادہ مزاحمت کرنے والوں میں سے نہیں تھا۔ چند باتوں میں اس نے مزاحمت کرنے کی کوشش کی تو میں نے اس کا دماغ درست کر دیا۔ ظاہر ہے مجھے اس سے عقیدت تھی نہ محبت۔ وہ نسلاً یہودی تھا اور مجھے بھلا اس سے کیا ہمدردی ہو سکتی تھی۔ میں نے اپنے ذہن میں ایک منصوبہ ترتیب دے لیا تھا اور اس کے تحت عمل کر رہا تھا۔ تہذیب مالکم ایکس دُہری زندگی گزار رہی تھی۔ وہ یوشوع کے فلیٹ میں بھی رہتی تھی لیکن زیادہ تر وقت اس کا مائیکل جوشر کی کوٹھی میں گزرتا تھا۔ ابھی تک کسی کو میری شخصیت پہ کوئی شبہ نہیں ہو سکا تھا۔ بے شمار لوگوں سے اس دوران ملاقات ہوئی تھی اور ایک بار ایبرین ہال بھی گیا تھا لیکن ایک بیمار آدمی کی حیثیت سے۔ اس کی تصدیق ڈاکٹر نے کر دی تھی۔ ڈاکٹر سے میرا مسلسل رابطہ تھا۔ بعض اوقات مجھے ہنسی آنے لگتی تھی کہ ڈاکٹر میرا کس چیز کا علاج کر رہا ہے۔ انجکشن وغیرہ تو اس نے کوئی نہیں لگایا تھا، دوائیں ہی لکھ دیا کرتا تھا اور ظاہر ہے ان میں سے کوئی دوا میں استعمال نہیں کر رہا تھا۔ بہرطور ڈاکٹر کا کام چل رہا تھا۔ مجھے اس سے کیا غرض ہو سکتی ہے۔ البتہ اس کی وجہ سے میں بیمار مشہور ہو گیا تھا۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ ڈاکٹر بھی مائیکل جوشر کا خصوصی معالج تھا اور خود بھی یہودی تھا اور ایبرین ہال کی تقاریب میں شریک ہوتا تھا۔ چنانچہ میری تھوڑی سی بدلی ہوئی آواز، تھوڑا سا بدلا ہوا انداز سب نے ہی قبول کر لیا کیونکہ یہ ایک

بیمار آدمی کا انداز تھا۔

ایبرین ہال کی اس تقریب میں، میں نے کسی قسم کی سرگرمی کا مظاہرہ نہیں کیا لیکن مجھے بہت سی معلومات یہاں سے حاصل ہوئیں۔ بہت سے لوگوں سے میرا رابطہ ہوا۔ اور ان میں پانچ شخصیتیں وہ تھیں جن کی فہرست میرے پاس موجود تھی۔ میں نے کُل آٹھ آدمیوں کا انتخاب کیا تھا، جنھیں میں اپنا شکار بنانا چاہتا تھا۔ یہ آٹھوں آدمی صیہونی مقاصد کی تکمیل کے لیے انتہائی سرگرم تھے اور امریکا میں نمایاں حیثیت کے حامل تھے۔ میں اپنے کام کی ابتدا یہیں سے کرنا چاہتا تھا۔ اس دوران دوسرے کام بھی جاری تھے چنانچہ ایک مخصوص طریقے سے کام لیتے ہوئے میں نے تہذیب کے ذریعے شہر کی ایک معروف شاہراہ پر ایک بہت بڑا سائن بورڈ حاصل کیا۔ ہورڈنگ کی جگہ منتخب کرنے کے بعد میں نے اس کی تعمیر کا حکم دے دیا۔ یہ ہورڈنگ لوہے کے ستونوں پر ایک بہت بڑے پلائی ووڈ کے بورڈ کی شکل میں تھا۔ بظاہر اس کا مائیکل جوشر سے کوئی تعلق نہیں تھا لیکن میں اس پر بڑی محنت سے کام کرا رہا تھا اور تہذیب اس میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

ہورڈنگ پر مخصوص رنگ کی آؤٹ لائن لگائی جا رہی تھی اور کسی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اس آؤٹ لائن کا مقصد کیا ہے۔ ہورڈنگ بنانے والوں کو بھی اس کی حقیقت سے آگاہ نہیں کیا گیا تھا۔ یہ کام بڑی دلچسپی سے جاری تھا اور میرے ذہن میں خوفناک منصوبے پرورش پا رہے تھے۔

تقریباً ستائیس دن کی مسلسل محنت کے بعد میں نے اس سلسلے میں اپنی تمام کارروائی مکمل کر لی ——— ہورڈنگ پر اب فلسطین کا نقشہ بن چکا تھا، لیکن کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا کہ یہ فلسطین کا نقشہ ہے۔ ہورڈنگ بنانے والوں کا کام ختم ہو گیا تھا۔ اس پر کوئی تحریر بھی نہیں تھی جس سے کسی بات کی وضاحت ہو سکے۔ دیکھنے والوں نے یہی سمجھا ہو گا کہ کوئی کمپنی اپنی کسی پروڈکشن کی تشہیر کرنا چاہتی ہے۔ اب میں اپنے کام سے مطمئن تھا۔ ہرچند کہ یہ سب کچھ بے حد خطرناک تھا لیکن میں اپنے آپ کو اسی طور امریکا میں روشناس کرانا چاہتا تھا۔

اٹھائیسویں دن میں نے ان تمام لوگوں کو خفیہ دعوت نامے جاری کر دیے جن کے نام میری فہرست میں تھے، یعنی وہ آٹھ افراد جو میرا شکار تھے۔ میں نے انھیں اپنی کوٹھی پر ایک خاص سلسلے میں مدعو کیا تھا۔ رات کو تقریباً ساڑھے آٹھ بجے وہ سب میری کوٹھی پر پہنچ گئے۔ تہذیب مالکم ایکس کو میں نے خصوصی ہدایات جاری کی تھیں چنانچہ وہ خصوصی انتظامات کے ساتھ موجود تھی۔ ان کے درمیان مسرت کا اظہار کرتے ہوئے میں نے ان سے کہا کہ میں اپنے ایک منصوبے کو عملی جامہ پہنانا چاہتا ہوں جس کے لیے مجھے ان کی مدد درکار ہے۔ ان سب نے مجھ سے بہت زیادہ عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ ہر خدمت کے لیے تیار ہیں۔ میں نے ان سے مختلف موضوعات پر باتیں کیں، ان کے بارے میں بہت سی گفتگو ہوئی یہاں تک کہ کھانے کا وقت ہو گیا اور میں نے ان کی رہنمائی اس بڑے ہال کی جانب کی جہاں تہذیب ان کی پیشوائی کے لیے موجود تھی۔ ایک لمبی سی میز پر ملازمین کھانا لگانے کے بعد ہال سے رخصت ہو گئے تھے، وہ اس قسم کی خفیہ دعوتوں کے آداب سے واقف تھے چنانچہ انھوں نے وہی کیا جس کا حکم انھیں تہذیب نے دیا تھا۔ تہذیب کو میں نے اپنی ایک خاص پیروکار کی حیثیت سے روشناس کرایا تھا اور وہ شاندار انداز میں اپنا کام انجام دے رہی تھی۔ اس نے اپنے ہاتھوں سے مخصوص ڈشیں ان لوگوں کے سامنے پیش کیں۔

کھانے والے پیٹ بھر کر کھا چکے تو ان کی حالت خراب ہونا شروع ہو گئی۔ ملازمین نے جو کھانا سرو کیا تھا وہ عمدہ اور ہر قسم کی ملاوٹ سے پاک تھا مگر تہذیب نے اپنے ہاتھوں سے جو جو ڈشیں ان لوگوں کے سامنے پیش کی تھیں ان میں اس کے ہاتھ کی صفائی کام کر گئی تھی۔ اور ان میں نہایت سریع الاثر زہر شامل کر دیا گیا تھا جو بے مزہ اور بے رنگ تھا۔ البتہ اس کی کارکردگی نہایت شاندار تھی اور اس کارکردگی کا نتیجہ ان آٹھوں افراد کی لاشوں کی شکل میں موجود تھا۔ وہ سب اپنی کرسیوں سے پشت لگائے خلا میں گھور رہے تھے۔ زہر نے ان کے دلوں کی حرکتیں اچانک بند کر دی تھیں اور وہ اپنی پوزیشن تک تبدیل نہیں کر سکے تھے۔ تہذیب سنسنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اور اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھا، ان نگاہوں میں یقینی طور پر وحشت ہو گی چونکہ آٹھ آدمیوں کی ہلاکت معمولی بات نہیں تھی۔

"تہذیب!" میں نے اسے مخاطب کیا۔ "بہت عرصے پہلے جب کیلی فورنیا یونیورسٹی کا ایک طالب علم جو پاکستان کا رہنے والا تھا، حق گوئی پر اُترا تو اس کا مذاق اُڑایا گیا اور اس کے ساتھ وحشیانہ سلوک کیا گیا تب اس نے ایک نقشہ ترتیب دیا تھا، ایک ایسا نقشہ جس میں فلسطین کو دکھایا گیا تھا، اور یہ پیش گوئی کی گئی تھی کہ بہت جلد فلسطین کے سینے کا ناسور اسرائیل فنا ہو جائے گا۔ تمھیں یاد ہو گا تہذیب کہ وہ ہورڈنگ جو اس مخصوص شاہراہ پر بنایا گیا ہے، ایسے ہی نقشے کا حامل ہے، بس ایک چھوٹی سی تحریر اگر اس پر نقش کر دی جائے تو ہمارا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تہذیب کی آنکھیں شدتِ حیرت سے پھیل گئیں پھر اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "تو... تو کیا...؟"

"ہاں تہذیب! آج رات یہی سب کچھ ہوگا۔ میں تمام انتظامات کر چکا ہوں۔"

تہذیب نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر گردن ہلا دی۔

میں اس سلسلے میں واقعی تمام انتظامات کر چکا تھا۔ چنانچہ رات کی تاریکی میں.......... سیاہ رنگ کی ایک ویگن ان آٹھوں لاشوں کو لے کر چل پڑی، جسے تہذیب ڈرائیو کر رہی تھی۔ میں ویگن کے عقبی حصے میں موجود تھا۔ تہذیب سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میری فطرت میں اس قدر وحشت نمایاں ہو سکتی ہے۔ پہلی لاش میں نے ایک مضبوط کیل کے ذریعے ہورڈنگ کے ایک آخری گوشے پر لگائی اور اس کے بعد یکے بعد دیگرے وہ تمام لاشیں اس عظیم الشان سائن بورڈ پر لوہے کی کیلوں سے ٹانک دی گئیں، پھر میں نے رنگ کا ڈبا اور برش نکالا اور صرف ایک جملہ لکھا۔

"اولیو باورڈ جانتا ہے اور دیگر لوگ بھی نہ بھولے ہوں گے۔ ایرانیوال کے بڑبولے کی طرف سے!"

یہ الفاظ لکھنے کے بعد میں نے ناقدانہ نگاہ اپنی اس تشکیل پر ڈالی اور اس کے بعد ویگن میں بیٹھ کر میں واپس چل پڑا۔ میری اپنی حیثیت مائیکل جوشر کے میک اپ میں محفوظ تھی اور اس وقت تک جب تک کسی کو مائیکل جوشر پر شبہ نہ ہو جائے، مجھے اپنی جگہ چھوڑنے کی ضرورت نہیں تھی۔ چنانچہ میں اطمینان سے واپس مائیکل جوشر کی کوٹھی میں آ گیا اور اس کے بعد میں نے اور تہذیب نے مل کر وہ تمام نشانات مٹانا شروع کر دیے جو ہماری طرف رہنمائی کر سکتے تھے۔ ویگن کو صاف کر دیا گیا، ڈرائنگ ٹیبل پر سے تمام نشانات ختم کر دیے گئے۔ مائیکل جوشر کو ابھی میں نے زندہ رکھا تھا کیونکہ یہ شخص کسی بھی موقع پر ہمارے کام آ سکتا تھا۔ اس تمام کارروائی سے فارغ ہونے کے بعد صبح کو تقریباً ساڑھے پانچ بجے ہم لوگ آرام کرنے لیٹ گئے۔ اس رات میں نے تہذیب کو واپس نہیں جانے دیا تھا۔ میں معمول سے ہٹ کر کوئی کارروائی نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اس دوران میں نے کوٹھی میں موجود ملازموں کا جائزہ لے لیا تھا۔ ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں تھا جو مائیکل جوشر کے کسی بھی معاملے پر نگاہ رکھتا ہو یا اس میں دلچسپی لیتا ہو۔

تہذیب اس کارروائی سے بہت دہشت زدہ تھی۔ اس کی خاموشی اس بات کا اظہار کرتی تھی کہ وہ مجھ سے اس وحشت کی "تم بہت متاثر ہو تہذیب!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں علی۔ میں تمہارے جذبات سے واقف ہوں لیکن امریکا میں یہ سب کچھ کر کے تم نے بہت بڑا قدم اٹھایا ہے۔"

"میں نے تم سے کہا تھا تہذیب کہ یہاں اپنی آمد کا اعلان اپنے معیار کے مطابق کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہ اس سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ تمہارے خیال میں کیا امریکی محکمے حقیقت کا کھوج نہیں لگا لیں گے؟"

"ضرور لگائیں گے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"کیا انہیں اس کوٹھی پر شبہ نہ ہوگا، کیونکہ کسی نہ کسی طرح یہ ثابت ہو جائے گا کہ یہ سب لوگ ایک مخصوص وقت پر یہاں جمع ہوئے تھے۔"

"بے شک، یہ ثابت ہو جائے گا لیکن بہت دیر کے بعد اور اس وقت تک ہم یہاں سے نکل جائیں گے۔ میں نے ان لوگوں کو تحریری دعوت نامے نہیں بھیجے تھے اور میرے فون خود انہوں نے وصول کیے تھے۔ اس انکشاف میں دیر لگے گی۔"

"کیوں نہ ہم یہاں سے نکل چلیں؟"

"ابھی نہیں تہذیب۔ میں یہاں رک کر اپنے دوست کا انتظار کروں گا۔"

"کون سے دوست کا؟"

"امریکا میں ایک ہی سب سے بڑا دوست ہے میرا اور وہ ہے اولیو باورڈ۔"

تہذیب نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اور پھر اس نے آنکھیں نہیں کھولیں، وہ غالباً سو گئی تھی۔ دوسرے دن صبح اس وقت آنکھ کھلی تھی جب کوئی زور زور سے میری خوابگاہ کا دروازہ دھڑدھڑا رہا تھا۔

یہ ایک بوڑھا ملازم جوزف تھا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے خواب گاہ سے باہر نکل کر پوچھا۔

"بہت خوفناک واردات ہوئی ہے جناب! مسٹر باشر، موشے ریان، لوشے ہائن اور دوسرے بہت سے لوگ وحشیانہ انداز میں قتل کر دیے گئے ہیں۔"

"کیا...؟" میں خوف زدہ انداز میں بولا۔

"یہ... یہ دیکھیے..." ملازم نے اخبار میرے سامنے کر دیا۔ میں نے گرنے سے بچنے کے لیے دروازے کا سہارا لیا تھا اور پھر میں نے ملازم کو جانے کا اشارہ کیا۔

تہذیب بھی اٹھ کر میرے پاس آ گئی تھی۔ میں نے اخبار سامنے پھیلا لیا۔ سب کچھ توقع کے عین مطابق تھا۔ لوگوں کی یادداشت اتنی خراب بھی نہیں تھی کہ وہ علی یار خان کو بھول جاتے۔ میرا نام صاف

لکھا گیا تھا اور اس کے ساتھ پرانا واقعہ دہرایا گیا تھا۔ ان بڑے آدمیوں کے قتل پر سخت رنج و غم کا اظہار کیا گیا تھا۔ پورا اخبار بھرا پڑا تھا۔ ہورڈنگ کی تصویر نمایاں طور پر شائع کی گئی تھی جس پر لاشیں کیلوں سے ٹنگی ہوئی تھیں۔ بڑے بڑے جذباتی جملے لکھے گئے تھے۔ اس واردات کو اس صدی کی سب سے ہولناک واردات قرار دیا گیا تھا۔ میرے بارے میں بڑی تفصیلات لکھی گئی تھیں۔ غرض وہ سب کچھ تھا جو میں چاہتا تھا اور اب اس میں کوئی شک و شبہ نہیں تھا کہ وہ لوگ پوری طرح اس واردات کا ذمے دار علی یار خان کو قرار دیتے۔ اخبار کی معلومات محدود نہیں تھیں۔ اس نے اولیو باورڈ کا نام صاف لکھا تھا اور اس تحریر کا حوالہ دیتے ہوئے یہ لکھا تھا کہ اولیو باورڈ نے اس دوران علی یار خان کے لیے اپنی تمام سرگرمیاں ترک کر دی تھیں اور صرف اسی کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ دنیا کے مختلف گوشوں میں اولیو باورڈ نے علی یار خان کو اپنے قابو میں کرنے کی کوشش کی لیکن اس میں ناکام رہا تھا۔ بعض بیانات میں میری اس سرگرمی کی وجہ اولیو باورڈ ہی کو قرار دیا گیا تھا اور اس پر الزام لگایا گیا تھا کہ اگر وہ اس مسئلے کو ایک عام مسئلہ قرار دیتا اور اس میں خصوصی سرگرمی نہ دکھاتا تو انتقام کے یہ شعلے اس حد تک بلند نہ ہوتے اور یقینی طور پر یہ مسئلہ دب جاتا۔ باورڈ ہی کے جنون کا نتیجہ ان آٹھ رہنماؤں کے قتل کی شکل میں ظاہر ہوا ہے۔ علی یار خان کو یقینی طور پر اس حد تک مشتعل کر دیا گیا کہ وہ امریکا واپس آ کر اولیو باورڈ کو چیلنج دے۔

تمام خبریں پڑھنے کے بعد میں نے تہذیب کی طرف دیکھا۔ اس کا چہرہ سرخ نظر آ رہا تھا۔ میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "تہذیب، اس جنگ کی ابتدا میں جس پیمانے پر چاہتا تھا اسی پیمانے پر ہوئی ہے۔ میرا مقصد پورا ہو گیا اور اب میں اپنے اصل مشن کے راستے پر چل پڑا ہوں۔"

"لیکن علی! کیا تم یہ بات نہیں محسوس کرتے کہ ہم صرف دو افراد امریکی محکموں سے کس طرح نبرد آزما ہو سکتے ہیں۔ یہ بات صرف امریکی یہودیوں کی نہیں بلکہ اس واردات کے بعد تو ظاہر ہے پولیس اور دوسرے محکمے بھی ہمارے پیچھے لگ جائیں گے۔"

"یہ مجبوری تھی تہذیب، ظاہر ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔"

"تو پھر اب کیا پروگرام ہے؟ تم نے اچھی طرح ان خبروں کو پڑھا ہوگا، بظاہر تو ان میں ایسی کوئی بات نظر نہیں آئی جس میں کسی کا شبہ مائیکل جوشر کی جانب جائے۔ ایک بات اور بتاؤ علی، جن لوگوں سے تم نے وہ ہورڈنگ تعمیر کرایا، کیا وہ تمہاری نشاندہی نہیں کر سکتے؟"

"نہیں ڈیئر۔ خدا پر بھروسا رکھو، بظاہر میں نے کوئی کچا کام نہیں کیا ہے۔ اپنے آپ کو ہر طرح محفوظ رکھ کر ہی تمام اقدامات کیے ہیں لیکن اس کے باوجود ہم محتاط رہیں گے۔ اب میری ہدایات سنو تہذیب، فی الحال تم فلیٹ میں واپس جاؤ اور کل سے یہاں آنے کی ضرورت نہیں۔ میں تم سے خود ہی رابطہ قائم رکھوں گا۔ اس کے علاوہ ایک بات اور بھی تم سے کہنا ہے، وہ یہ کہ اس دوران کسی بھی طرح جوشو سے رابطہ قائم کر کے اسی بلڈنگ میں کسی بھی قیمت پر ایک فلیٹ اور حاصل کر لو تاکہ اگر کسی طرح ہمارے فلیٹ کی نشاندہی ہو جائے تو ہم کسی بدلی ہوئی شکل میں اس دوسرے فلیٹ میں منتقل ہو سکیں۔ یوں تو میں اور بھی انتظامات کر رہا ہوں لیکن یہ کام تم اپنے طور پر کر لو اور پھر اپنے فلیٹ تک محدود ہو جاؤ۔"

"ٹھیک ہے، میں جانتی ہوں کہ تم بلاوجہ کوئی بات نہیں کہتے۔"

"ہاں تہذیب، کھیل شروع ہو چکا ہے، جہاں تک ممکن ہو سکا میں اس کھیل سے نمٹوں گا اور جب صورت حال [illegible] کہ میرا یہاں سے ہٹ جانا ضروری ہو گیا تو پھر میں یہاں سے ہٹ جاؤں گا۔ اس کے بعد ہی ہم آئندہ کے لیے مزید فیصلے کریں گے۔"

"او کے۔" تہذیب نے جواب دیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں نے اسے رخصت کر دیا۔

مائیکل جوشر کے میک اپ میں اس واردات کے بعد جو صورت حال ہونا چاہیے تھی اس کا میں نے پوری طرح اہتمام کیا۔ میں نے ڈوبتے لہجے میں اپنے اس ملازم سے کہا کہ میرے معالج کو فوراً طلب کر لیا جائے اور میری کیفیت دیکھ کر ملازم نے فوراً ہی ڈاکٹر کو طلب کر لیا تھا۔ میں نے انتہائی کوشش سے اپنے آپ کو اس طرح بنا لیا جیسے شدید ذہنی کرب کا شکار ہوں۔ ڈاکٹر نے مجھے طاقت کے دو انجکشن دیے اور صورت حال دریافت کرنے لگا۔ کسی حد تک سنبھلنے کے بعد میں نے اخبار اس کے سامنے کر دیا اور ڈاکٹر ششدر رہ گیا۔ پھر اس نے مجھے تسلیاں دیں اور خود کو پُرسکون رکھنے کا کہہ کر رخصت ہو گیا۔ ملازموں کو اس نے ہدایات دے دی تھیں کہ کم از کم شام کو پانچ بجے تک مجھے کسی سے ملنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس دوران کیا ہوتا رہا مجھے اس کے بارے میں نہیں معلوم، البتہ رات کو سونے میں جو کسر باقی رہ گئی تھی، وہ میں نے مزے کی نیند لے کر پوری کی۔ موقع ملا تھا تو اس سے فائدہ کیوں نہ اٹھاتا۔

رات کو انتظامیہ کے کچھ افراد میرے ڈاکٹر کی معیت میں میرے پاس پہنچے تھے۔ میں نے شدید درد و کرب کے آثار چہرے پر پیدا کر کے ان سے ملاقات کی اور وہ مجھ سے مقتولین کے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہے۔ میں نے غم زدہ لہجے میں کہا، "میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس نقصان عظیم کے پورا ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ جن لوگوں کے ساتھ یہ وحشیانہ سلوک کیا گیا ہے، وہ صیہونیت کے ستون تھے۔ ان کا ہمارے درمیان سے اٹھ جانا ہمارے لیے انتہائی تاریک راستے کھولتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ ان کی کمی کیسے پوری ہوگی۔ ان لوگوں کی غیر موجودگی نے میرے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے ہیں اور جو مشن میں لے کر چل رہا تھا، مجھے یقین ہے کہ اب میں اُسے پورا نہ کر سکوں گا۔"

لوگ مجھے تسلیاں دینے لگے۔ ایک افسر نے مجھ سے کہا کہ میں اپنے آپ کو پُرسکون رکھنے کی کوشش کروں کیوں کہ ان لوگوں کی غیر موجودگی میں میری ذمے داریاں کچھ اور بڑھ گئی ہیں۔

"میں نہیں جانتا.... میں نہیں جانتا کہ میں کس طرح اپنے آپ کو سنبھال پاؤں گا۔"

یہ سلسلہ جاری رہا، مجھ سے مختلف لوگ ملنے آتے رہے اور میں نے بستر پر پڑے پڑے ان سے ملاقات کی۔ اس دوران میں نے کھانا پینا چھوڑ دیا تھا۔ بس ہلکی سی غذا جوس وغیرہ لے لیتا تھا تاکہ جسمانی صحت بالکل ہی تباہ نہ ہو جائے لیکن میرے اترے ہوئے چہرے اور ناگفتہ بہ کیفیت کو ہر شخص ہی محسوس کر رہا تھا۔ تہذیب سے اس دوران صرف دو بار چند جملوں میں گفتگو ہوئی تھی۔ میں نے اس سے کہا تھا کہ مطمئن رہو سب ٹھیک ہے۔ تہذیب نے کہا تھا کہ وہ بالکل مطمئن ہے اور صورت حال پر پوری پوری نگاہ رکھے ہوئے ہے۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ جوشو کی عنایات جاری ہیں اور وہ کر دیا گیا ہے جس کی خواہش کی گئی تھی۔ گویا سب کچھ میری مرضی کے مطابق تھا۔

اس کے بعد پہلی فرصت میں، میں نے مسٹر جوشر کی دولت جو کرنسی کی شکل میں تھی، یہاں سے منتقل کر دی۔ اس کے لیے مجھے تہذیب کو خفیہ طور پر طلب کرنا پڑا تھا اور رات کی تاریکی میں عقبی دیوار کے دوسرے حصے سے تہذیب نے نوٹوں کے بنڈل وصول کیے اور انھیں لے کر چل پڑی۔ اس نے دوسرے دن مجھے فون پر اطلاع دی کہ اس نے ان چیزوں کو بڑی حفاظت سے محفوظ کر دیا ہے۔ سب سے زیادہ انتظار مجھے جس شخص کا تھا، وہ ابھی تک میرے پاس نہیں پہنچا تھا۔ باقی ہنگامے بدستور تھے۔ غالباً آٹھویں دن تل ابیب سے کچھ رہنما مجھ سے ملاقات کرنے کے لیے آئے۔ یہ دینی عالم ہی تھے اور ان کے ساتھ دو فوجی افسر بھی تھے۔ میں نے ان کا استقبال کیا لیکن وہیل چیئر پر بیٹھ کر کیونکہ ڈاکٹر کے بیان کے مطابق میرے اندر بے پناہ کمزوری پیدا ہو گئی تھی۔

ایک عالم نے مجھے تسلی دیتے ہوئے کہا "بہتر ہوگا کہ آپ کچھ دن کے لیے امریکا چھوڑ دیں۔ یہاں آپ کے ذہن پر وہ تمام چیزیں سوار رہیں گی جو آپ کے لیے مہلک ہو سکتی ہیں۔ ہمیں آپ کی اشد ضرورت ہے۔ ہم آپ کو اس کیفیت میں نہیں دیکھ سکتے۔"

میں نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جواب دیا "کچھ بھی ہو، میرا یہاں رہنا ضروری ہے۔" میں نے اس شخص علی یار خان کے بارے میں تل ابیب کے رہنماؤں سے مفصل گفتگو کی اور ان کے چہروں پر جو بے بسی اور جو کرب دیکھا، اس نے میرا سینہ فخر سے پھلا دیا۔ میں کسی کے لیے اجنبی نہیں تھا۔ وہ لوگ [illegible] رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ میں ان کے لیے ایک ایسا اثاثہ ہوں جس کا کوئی بدل تلاش نہیں کیا جا سکتا۔

"کیوں نہ حکومت پاکستان سے اس سلسلے میں احتجاج کیا جائے اور علی یار خان کے اہل خاندان کو ان معاملات میں ملوث کیا جائے؟" میں نے تجویز پیش کی۔

"نہیں۔ اس کی بنیادی وجہ ہے کہ علی یار خان کی شہریت اب پاکستان کی نہیں ہے۔ جس وقت وہ امریکا میں مقیم تھا اس وقت بے شک اُسے پاکستانی باشندہ کہا جا سکتا تھا لیکن امریکا سے نکلنے کے بعد اس نے کبھی پاکستان کا رُخ نہیں کیا۔ اسے بیروت کی شہریت مل گئی تھی چنانچہ اب حکومت پاکستان سے اس سلسلے میں احتجاج بے کار ہے۔"

میری یہ کوشش بھی میری ہی تسلی کے لیے تھی کہ کم از کم ان لوگوں کو یہاں بھی بے بسی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ ان آٹھوں افراد کی مصروفیات کے بارے میں تحقیقات کی جا رہی تھی۔ اخبارات کے بیانات سے ان تحقیقات کے نتائج مسلسل سامنے آ رہے تھے۔ وہ لوگ اس بات پر متفق ہو گئے تھے کہ یہ آٹھوں افراد اس رات کسی خفیہ پروگرام کے تحت نکلے تھے اور کسی کو بتائے بغیر کہیں چلے گئے تھے اور اس کے بعد اُن کی لاشیں ہی نظر آئی تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی یہ بھی بتایا گیا تھا کہ ان کی گاڑیاں شہر کے مختلف حصوں میں پائی گئیں لیکن اس سے کسی خاص پہلو کا تعین نہیں ہوتا تھا۔

میرے ذہن میں اب ایک خدشہ اور بھی پیدا ہو گیا تھا جس کے لیے میں نے تہذیب سے رابطہ قائم کر کے مسٹر جوشو کو ایک پیغام بھجوا دیا۔ میں نے تہذیب سے کہا تھا کہ وہ مسٹر جوشو سے کہے کہ اب وہ مجھ سے قطعی لاتعلق رہیں اور کسی بھی طرح مجھ سے تعلق کا اظہار نہ کریں۔

تہذیب نے اس گفتگو کے بعد مجھے اطلاع دی کہ تفتیشی افراد نے مسٹر جوشو کو دو دن اور دو رات اپنی تحویل میں رکھا ہے اور مسٹر جوشو ہی نہیں بلکہ لوئی شی بھی پولیس کے عتاب کا

شکار رہی ہے اور ان لوگوں سے مختلف طریقوں سے میرے بارے میں پوچھا گیا ہے۔ میں نے اس سلسلے میں کارروائی کرنا مناسب سمجھا اور نہایت غور و خوض کے بعد ایک رات میں اپنی جگہ سے نکل کر تھوڑے فاصلے پر بنے ہوئے ایک ٹیلیفون بوتھ میں داخل ہو گیا۔ میں نے وہاں سے پولیس کے ایک اہم شعبے کو ٹیلیفون کیا اور جب ٹیلیفون ریسیو کر لیا گیا تو میں نے ان سے کہا "میں علی یار خان ہوں۔ یہاں میری آمد صرف اولیو ہاورڈ کے لیے ہے اور میں نے اولیو ہاورڈ کو دنیا کے ہر گوشے میں ناکامی اور شکست سے دوچار کرنے کے بعد امریکا آکر اس سے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس سلسلے میں اگر میرے ساتھ کسی کو ملوث سمجھا جائے گا تو یہ صرف انتظامیہ کی نااہلی ہوگی۔ میں اپنی ذاتی جنگ میں کسی اور کو الجھانا نہیں چاہتا۔ میں جو کچھ بھی کر رہا ہوں اپنے طور پر کر رہا ہوں۔" یہ بات کہنے کے بعد میں نے فون بند کیا، اپنے تمام نشانات مٹائے، یہاں تک کہ فرش سے جوتوں تک کے نشانات بھی صاف کر دیے تاکہ کوئی شبہ باقی نہ رہے۔ اس کے بعد میں باہر نکل آیا۔

مسٹر مائیکل جوشر تہ خانے میں مزے کی زندگی گزار رہے تھے۔ انھوں نے اپنے آپ سے سمجھوتہ کر لیا تھا۔ باہر کے حالات کی میں نے انھیں ابھی ہوا نہیں لگنے دی تھی کہ خواہ مخواہ جذباتی ہو جائے اور ممکن ہے جوش کے عالم میں کوئی ایسی حماقت کر بیٹھے کہ مجھے ان کی زندگی کا فوری خاتمہ کرنا پڑتا۔

مزید دو دن انتظار کرنا پڑا اور تیسرے دن.... ہاں تیسرے دن میرا سب سے پیارا دوست، سب سے عزیز ساتھی اولیو ہاورڈ مجھ سے ملاقات کرنے کے لیے آیا۔ اس کے ساتھ سی آئی اے کے چار افراد تھے جو بہت ہی چاق و چوبند اور مستعد نظر آتے تھے۔ میرے پاس پہنچنے کے بعد اس نے بڑی گرم جوشی سے مجھ سے مصافحہ کیا اور پھر افسوسناک لہجے میں بولا "میں آٹھوں افراد کے قتل کے سلسلے میں حاضر ہوا ہوں۔ مائیکل جوشر جن کی جدائی ہمارے سینوں پر گہرے داغ چھوڑ گئی ہے۔ آپ کے ڈاکٹر سے مل کر مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مجھے آپ کو زیادہ پریشان نہیں کرنا چاہیے۔ میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اس رات وہ تمام افراد کہاں جانے کے لیے نکلے تھے؟ یہ سوال میں آپ سے اس لیے کر رہا ہوں کہ آپ کا ان سے مسلسل رابطہ رہتا تھا۔ وہ کون سی ایسی جگہ تھی جہاں ان آٹھوں کو کسی خاص سلسلے میں جمع ہونا تھا اور کوئی میٹنگ کرنا تھی یا اگر کسی طرح اس بدبخت علی یار خان نے ان لوگوں کو یکجا کیا تھا تو انھیں کیا کہہ کر اس جگہ بلایا گیا تھا؟ اگر آپ اس سلسلے میں میری رہنمائی کر دیں.... تو میرا خیال ہے، میں بہت سے مسائل حل کر لوں گا۔"

"آہ! کاش وہ مجھ سے رابطہ کر کے مجھے صورت حال بتا دیتے یا پھر میں بھی ان کے ساتھ شریک ہوتا۔ موت تو ایک دن آنی ہی ہے۔ اگر میں ان کے ساتھ ہی چلا جاتا تو شاید مجھے اس طرح ہر لمحہ ہر گھڑی نہ مرنا پڑتا۔" میں نے جواب دیا۔

"گویا آپ کو اس سلسلے میں کچھ نہیں معلوم؟"

"نہیں میرے دوست، نہیں۔"

"اس کے علاوہ کچھ اور معلومات بھی مجھے آپ سے درکار ہیں۔ میں نے سُنا ہے کہ ان دنوں چند لوگ آپ کی معاونت کر رہے تھے اور آپ کے دفتری امور میں آپ کا ہاتھ بٹا رہے تھے۔ وہ کون تھے؟"

"وہ عقیدت مند میاں بیوی۔ جو اپنے نیک جذبوں سے میری معاونت کر رہے تھے؟"

"کیا اب بھی وہ آپ کے پاس آتے ہیں؟"

"نہیں۔ میں نے انھیں خود ہی رخصت کر دیا تھا چونکہ میرے پاس اُن کے لیے مزید کوئی کام نہیں رہا تھا۔"

"آپ سے یہ گفتگو کرنے کا مقصد یہی ہے کہ میں گہری نگاہ سے حالات کا جائزہ لے رہا ہوں۔ اگر علی یار خان یہاں آنے کے بعد ان حرکتوں پر تُل گیا ہے تو وہ آپ کی زندگی کو بھی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس کا آپ تک پہنچ جانا مشکل نہیں ہوگا۔"

میں نے چہرے پر کسی قدر تعجب کے آثار پیدا کر کے کہا "گویا.... تمھارا مطلب ہے کہ وہ.... وہ...."

"ہاں۔ ہم اس امکان کو نظر انداز نہیں کر سکتے بلکہ میں تو سوچتا ہوں کہ کیوں نہ آپ یہاں سے کسی محفوظ جگہ منتقل ہو جائیں۔ کچھ عرصہ وہاں قیام کریں۔ اس دوران ہم اس چور کا پتا لگا ہی لیں گے۔"

"اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔ مجھے زندگی کی کوئی فکر نہیں ہے لیکن اپنے مشن کی تکمیل کے لیے میں کچھ اور سانسیں چاہتا ہوں تاکہ اپنے مرحوم دوستوں کی ان خواہشات کو پورا کر سکوں جو اُن کے سینے میں موجزن تھیں۔"

"میں فوری طور پر کچھ انتظامات کیے دیتا ہوں۔ اس کے بعد انتظامیہ سے گفتگو کر کے میں آپ کو یہاں سے منتقل کرنے کے انتظامات کر دوں گا۔"

اولیو ہاورڈ رسمی گفتگو کے بعد اُٹھ گیا اور میں اسے دروازے تک چھوڑنے آیا۔ وہ صدر دروازے سے نکل کر پورچ کی جانب بڑھ گیا۔ میں اپنی جگہ کھڑا ہوا اسے دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً میں نے اولیو ہاورڈ کو چونکتے ہوئے دیکھا۔ گاڑی میں قدم رکھتے رکھتے وہ ایک دم نیچے اتر آیا تھا اور پھر زمین پر بیٹھ کر وہ کسی نشان کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیکھنے لگا تھا۔

میری چھٹی حس نے مجھے احساس دلایا تھا کہ گڑبڑ ہو گئی ہے۔ وہ کیا دیکھ رہا ہے، اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا لیکن ذہن بہت سے معاملات کی طرف جاتا تھا۔ دفعتاً میں نے اولیو ہاورڈ کو اپنے لباس سے پستول نکالتے ہوئے دیکھا اور پھر اس کا رُخ صدر دروازے کی جانب مڑتے ہوئے محسوس کیا۔ بس یہ ایک لمحہ میرے لیے بہت کافی تھا لیکن گڑبڑ ہو گئی تھی اور کوئی بڑی ہی گڑبڑ ہو گئی تھی۔

اولیو ہاورڈ جیسے زیرک آدمی سے ہر طرح کی توقع رکھی جا سکتی تھی۔ یقیناً اس نے کوئی ایسا نشان پا لیا تھا جو میری طرف اشارہ کرتا تھا اور اب صورتِ حال میرے ہاتھ میں نہیں تھی۔ ایک لمحے میں فیصلہ کر کے میں سیدھا اس تہ خانے کی جانب دوڑا جہاں مائیکل جوشر موجود تھا۔ اس تہ خانے کے علاوہ اس وقت اور کوئی جگہ ایسی نہیں تھی جہاں میں جان بچا سکتا چنانچہ میں پھرتی سے تہ خانے کا دروازہ کھول کر اندر پہنچ گیا۔ وقتی طور پر یہیں پناہ لی جا سکتی تھی۔ مائیکل جوشر مسہری پر دراز گہری نیند سو رہا تھا۔ میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا اور اوپر ہونے والی بھاگ دوڑ کا اندازہ کرتا رہا۔ میرا ذہن ان امکانات کا جائزہ لے رہا تھا جن کی وجہ سے اولیو ہاورڈ کو مائیکل جوشر پر شبہ ہوا۔ بظاہر کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ زمین پر جھک کر دیکھنے سے زیادہ سے زیادہ یہ اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ شاید جوتے کا کوئی نشان۔ دفعتاً میرے ذہن کے خانے کھل گئے۔ میں نے جس ٹیلی فون بوتھ سے انتظامیہ کو مخاطب کیا تھا وہاں سے میں نے ریسیور پر سے نشانات مٹا دیے تھے۔ فرش سے جوتوں کے نشانات بھی صاف کر دیے تھے لیکن ٹیلی فون بوتھ کے باہر ممکن ہے جوتے کا کوئی نشان رہ گیا ہو اور یہاں پورچ میں یہی نشان اولیو ہاورڈ کی رہنمائی کا باعث بنا ہو۔ بظاہر اس کے علاوہ اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ اب میں نے سمجھ لیا تھا کہ فی الحال میں یہاں قیدی ہوں۔ دیکھنا یہ تھا کہ اولیو ہاورڈ پر میری اچانک گمشدگی کا کیا اثر ہوتا ہے اور وہ کس انداز میں سوچتا ہے۔ مائیکل جوشر کی شخصیت اب مشکوک ہو گئی تھی۔ میں سوچتے ہوئے مائیکل جوشر کو دیکھتا رہا۔ حالات سے ناواقف یہ شخص آرام کی نیند سو رہا تھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ میں نے اس کے لیے کیا مشکلات پیدا کر دی ہیں۔ تقریباً دو گھنٹے گزر گئے۔ اوپر سے اب بھاگ دوڑ کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ میں سوچنے لگا کہ اولیو ہاورڈ نے اس سلسلے میں کیا فیصلہ کیا ہو گا۔ کیا اس کے ذہن میں یہ شبہ موجود ہے کہ میں اب بھی اسی عمارت میں ہوں یا پھر اس نے یہ سوچ لیا کہ میں باہر نکل گیا؟ کوئی فیصلہ کرنا ابھی مشکل تھا۔ مجھے کم از کم بات ہونے کا انتظار کرنا ہو گا۔ اولیو ہاورڈ کی ذہنی سطح سے ناواقف نہیں تھا۔ اس نے یقیناً یہ سوچا ہو گا کہ میری اس گمشدگی تعجب خیز ہے اور ممکن ہے میں اسی کوٹھی کے کسی میں چھپا ہوا ہوں۔ دیکھنا یہ تھا کہ وہ اس تہ خانے کا سراغ پاتا ہے یا نہیں۔ ہاں اگر کسی طرح اس نے اس مجسمے کا راز تو پھر علی یار خان کا اللہ مالک ہے۔ اُس کے بعد بچنا ممکن نہیں ہو گا لیکن مجھے اب ان تمام باتوں کی زیادہ پروا نہیں تھی۔ مائیکل جوشر تھوڑی دیر کے بعد جاگ گیا۔ اُس نے گردن گھما مجھے دیکھا اور چونک پڑا البتہ منہ سے کچھ بولنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھا تو اُس کا بن گیا۔

"تم نے میری زندگی جس طرح معطل کر کے رکھ دی ہے میں اُسے کبھی فراموش نہیں کر سکوں گا۔"

"کیا تم اس بات کا شکریہ نہیں ادا کرو گے مائیکل کہ میں نے تمھیں اس تہ خانے میں کوئی تکلیف نہیں ہونے دی۔"

"واقعی... واقعی... تم شکریے کے قابل ہو کیونکہ میرے میں تم نے مجھے قیدی بنا کر میری تمام چیزوں پر قبضہ کر لیا ہے اور اس کے بعد مجھ پر مسلسل احسانات کیے جا رہے ہو۔ بلاشبہ ان احسانات کا صلہ کوئی شخص کسی کو نہیں دے سکتا۔" اس کی بات پر آہستہ سے ہنس پڑا تھا۔

"مائیکل جوشر! تمھاری اس کوٹھی پر اب میرا قبضہ نہیں ہے بلکہ امریکی انتظامیہ کے افراد اس پر قابض ہیں۔"

"کیا مطلب؟" جوشر چونک پڑا۔

"ہاں۔ ہاں یہاں اب انتظامیہ کا قبضہ ہے اور بے شمار لوگ اس کی نگرانی کر رہے ہیں۔"

"وجہ؟" مائیکل جوشر نے پوچھا۔

"میرا دوست اولیو ہاورڈ۔ حقیقت یہ ہے مائیکل جوشر کہ تمھاری تمام مصیبتوں کا ذمے دار وہی ہے۔ اس سے ملو تو یہ بات ضرور کہنا۔"

مائیکل جوشر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا تھا پھر وہ مسکراتے ہوئے لہجے میں بولا۔ "تم نہایت شیطان صفت انسان ہو، درحقیقت میں نے تم جیسا شیطان اس سے قبل نہیں دیکھا۔"

"ایسا نہ کہو مائیکل جوشر، تمھاری حیثیت اپنی جگہ مسلّم ہے۔" میں نے کہا اور ہنس پڑا۔ میرے ذہن میں درحقیقت ابھی تک مائیکل جوشر کے بارے میں کوئی صورت واضح نہیں ہو سکی تھی۔ اسے زندہ چھوڑنے میں بہت سی قباحتیں بھی تھیں اور اپنی خود غرضی کا تقاضا یہ بھی۔ بہرحال اس کے لیے فیصلہ کرنا فوری طور پر ضروری نہیں تھا۔

باہر کی صورتِ حال کا جائزہ لینا تھا۔

اس رات تقریباً بارہ بجے میں تہ خانے سے باہر نکلا۔ ایک ایک چیز کی سن گن لے رہا تھا۔ کمرے میں قدم رکھنے کے بعد باہر کا اندازہ کیا تو عمارت میں مکمل خاموشی محسوس ہوئی۔ اس کمرے سے باہر نکل آیا اور اوپری منزل پر پہنچ گیا۔ یہاں سے جائزہ لینے میں خاصی آسانیاں تھیں۔ ملازموں کے کوارٹر تاریک نظر آ رہے تھے، جس کا مطلب تھا کہ ان لوگوں نے ملازموں کو بھی قبضے میں کر رکھا ہے۔ تہذیب مالکم ایکس سے رابطہ نہیں ہو سکا تھا لیکن اب یہاں کے ٹیلیفون پر اس سے رابطہ قائم کرنے کا مطلب تہذیب کی زندگی کو خطرے میں ڈالنا تھا۔

کوٹھی کے دروازے کے باہر کچھ نقل و حرکت محسوس ہوئی جس سے میں نے اندازہ لگایا کہ اس کی نگرانی مسلسل کی جا رہی ہے۔ اولیو ہاورڈ جیسے شیطان سے اس بات کی توقع کی جا سکتی تھی کہ اس نے میری گمشدگی کے بعد کوٹھی کو بالکل نظر انداز نہیں کر دیا ہو گا۔ یہ جائزہ ضرور لیا ہو گا اس نے کہ ایک لمحے میں فرار ہو کر میں کہاں جا سکتا ہوں۔ ممکن ہے ابھی تک کوٹھی پر اس کا شبہ باقی ہو۔ اور اس کی تصدیق کے لیے ایک بہتر ذریعہ میرے ہاتھ آ گیا۔ اپنے اس منصوبے پر میں نے غور کیا۔ پورچ میں نگاہ دوڑائی تو مائیکل جوشر کی کار باہر موجود تھی۔ اس کی چابی مائیکل جوشر کی خواب گاہ میں ایک مخصوص جگہ رہتی تھی۔ میں نے انتہائی احتیاط سے نیچے آ کر وہ چابی حاصل کی اور پھر تہ خانے میں واپس مائیکل جوشر کے پاس پہنچ گیا۔

"کیا تم ایک سنہرے موقع سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو، مائیکل جوشر؟" میں نے سوال کیا۔

"کیا مطلب؟" وہ حیران نگاہوں سے مجھے دیکھتا ہوا بولا۔

"یہاں سے جاؤ کسی بھی نزدیکی پولیس اسٹیشن پر پہنچ کر اولیو ہاورڈ سے رابطہ قائم کرو اور اس سے کہو کہ اگر علی یار خان سے سمجھوتا کرنا چاہتا ہے تو اس سے ملاقات کرے۔ میں تمھیں ایک ٹیلیفون نمبر دیتا ہوں، اس ٹیلیفون پر مجھ سے گفتگو کی جا سکتی ہے۔ باقی اولیو ہاورڈ اگر اس سلسلے میں کوئی سرگرمی دکھانا چاہے تو پھر یہ بات میرے اور اس کے درمیان ہو گی۔ تمھیں اس لیے زندگی دی جا رہی ہے کہ تم اولیو ہاورڈ کو اس کی اصل حیثیت سمجھا دو۔"

"مذاق کر رہے ہو مجھ سے؟"

"نہیں مائیکل جوشر۔ یہ چابی ہے اور باہر تمھاری کار موجود ہے نکل جاؤ اس سے پہلے کہ میرا پروگرام تبدیل ہو جائے۔"

"لاؤ چابی مجھے دو۔" مائیکل جوشر نے کہا اور میں نے چابی اس کی طرف بڑھا دی۔ وہ مشتبہ نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ میں نے اسے باہر چلنے کی پیش کش کی تو وہ تہ خانے سے باہر نکل آیا۔ اُسے شاید میری اس حماقت پر ابھی تک یقین نہیں آیا تھا۔ میں نے باہر تک اس کی رہنمائی کی اور چند لمحے کے بعد مائیکل جوشر نے کار اسٹارٹ کر دی۔ جی تو بہت چاہتا تھا کہ اس کی روانگی پر باہر ہونے والے ردِ عمل کا جائزہ لوں لیکن یہ ممکن نہیں تھا۔ اس سنہرے موقع سے اگر میں فائدہ نہ اٹھاتا تو پھر شاید اس کوٹھی سے کبھی باہر نکلنے نہیں پاتا۔

میں خدا کا نام لے کر عقبی دیوار کی طرف دوڑ پڑا۔ دیوار پھلانگنے بھی نہیں پایا تھا کہ گولیوں کی تڑتڑاہٹ سنائی دی لیکن وہ سامنے کے حصے میں تھی۔ ایک لمحے میں صورتِ حال کا اندازہ ہو گیا۔ مائیکل جوشر کار لے کر باہر نکلا ہو گا اور اسے روکنے کی کارروائی کی گئی ہو گی۔ ابھی تو اولیو ہاورڈ یہی سمجھا ہے کہ اگر میں مائیکل جوشر کے میک اپ میں یہاں موجود ہوں تو یقیناً مائیکل جوشر یہاں نہیں ہو گا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

عقبی دیوار کودنے کے بعد میں ایک سیدھ میں دوڑتا چلا گیا اور اس وقت تک دوڑتا رہا جب تک کہ وہاں سے کافی دور نہ نکل آیا۔ گولیوں کی آوازیں دیر تک مجھے سنائی دیتی رہی تھیں اور اس کے بعد خاموشی چھا گئی تھی۔ میں اب اپنا سانس درست کرتے ہوئے تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہا تھا۔ ایک ریسٹورنٹ کے سامنے پہنچ کر میں نے ایک ٹیکسی لی اور اس میں بیٹھ کر چل پڑا۔ تہذیب مالکم ایکس کا حال بھی معلوم کرنا تھا۔ مائیکل جوشر کے ملازمین اولیو ہاورڈ کے قبضے میں جا چکے تھے۔ اس لیے نہیں کہا جا سکتا تھا کہ تہذیب مالکم ایکس کی نشاندہی ہوئی یا نہیں۔

جب میں اپنی بلڈنگ کے سامنے پہنچا تو صورتِ حال بالکل پُرسکون نظر آئی۔ میرا چہرہ اب بھی مائیکل جوشر کے چہرے سے ملتا تھا۔ لباس بھی میں اسی کا پہنے ہوئے تھا۔ اس سے نجات کے لیے جوشو سے رابطہ قائم کیے بغیر کوئی اور چارہ نہیں تھا۔

ایک اجنبی انسان کی حیثیت سے میں دو تین بار اس راہداری سے گزرا جس میں ہمارا فلیٹ تھا۔ فلیٹ میں روشنی جھلک رہی تھی۔ بڑی ہمت کر کے میں نے دروازے پر دستک دی اور پھر وہاں سے دور ہٹ گیا۔ ایک آڑ سے میں نے دروازہ کھولنے والے کو دیکھا، وہ تہذیب مالکم ایکس ہی تھی جو پُرتجسس نگاہوں سے ادھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر کسی قسم کا خوف یا بیگانگی کے آثار نہ پا کر میں آڑ سے نکل آیا اور اس کے سامنے پہنچ گیا۔

"اوہ...! اندر آ جاؤ... اندر آ جاؤ۔" اس نے کہا اور میں تیزی سے اندر داخل ہو گیا۔ تہذیب نے دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا۔

"حالات پُرسکون ہیں تہذیب؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں۔ ابھی تک تو بالکل پُرسکون ہیں۔" وہ بولی۔

"تمہارا نیا فلیٹ کہاں ہے؟"

"نچلی منزل کے آخری سرے پر۔"

"کیا وہ بھی جوشو کی ملکیت ہے؟"

"نہیں۔ جوشو نے اُسے فوری طور پر کرائے پر حاصل کیا ہے۔"

"کچھ سامان وغیرہ ہے اس میں؟"

"ہاں۔ میں نے احتیاطاً تھوڑا بہت سامان اس میں منتقل کر دیا ہے لیکن علی، تم خیریت سے تو ہو نا، میں صورت حال سے ناواقف نہیں رہی ہوں۔"

"گویا تمہیں سب کچھ علم ہے، میرا مطلب ہے اولیو ہاورڈ کے بارے میں؟"

"اخبارات پوری تفصیل لکھ رہے ہیں، غالباً تم تک اخبار نہیں پہنچا؟" تہذیب مالکم ایکس نے کہا۔

"نہیں ڈیئر، میں تو مائیکل جوشر کے ساتھ تہ خانے میں قید تھا۔" میں نے جواب دیا اور تہذیب سنسنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"اب کیا پروگرام ہے؟" اس نے پوچھا۔

"تمام ضروری چیزیں اٹھا کر یہاں سے نکل چلو۔ کسی نہ کسی طرح وہ جیسی ہارپر تک ضرور پہنچ جائیں گے۔" میں نے کہا اور تہذیب نے اثبات میں گردن ہلا دی۔

ہم لوگ انتہائی خفیہ اور محتاط انداز میں اپنی ضروریات کی چیزیں اس دوسرے فلیٹ میں منتقل کرنے لگے اور تقریباً چار بجے ہم اس کام سے فارغ ہو گئے۔ نئے فلیٹ میں گو مکمل انتظامات نہیں تھے لیکن ہم آرام سے یہاں مقیم رہ سکتے تھے۔

"جوشو سے رابطہ قائم کر کے مجھے یہ میک اپ اپنے چہرے سے ہٹانا ہے اور تمہاری شکل بھی تبدیل کرنا ہے۔ اس کے لیے کیا کیا جائے؟"

"جناب عالی! النصف بہتر کا مطلب سمجھتے ہیں آپ؟" تہذیب نے مسکراتے ہوئے شوخی سے کہا۔

"ہاں، اس لفظ کو جس اصلاح میں استعمال کیا جاتا ہے اس کا کوئی تجربہ نہیں ہے مجھے۔" میں نے کہا۔

"مطلب یہ ہے کہ ایک ایسے ساتھی کو آنے والے وقت کا خیال رکھنا چاہیے۔ ذرا ایک منٹ۔" تہذیب بولی۔ اور اس نے اپنے ساتھ لائے ہوئے سامان میں سے ایک چھوٹی سی شیشی نکال کر میرے سامنے کر دی۔ جس پہ اسپیر نیر لگا ہوا تھا۔

"مسٹر جوشو سے اس میک اپ کو ہٹانے والا اسپیال حاصل کر لیا گیا ہے۔"

میں نے تحسین آمیز نگاہوں سے تہذیب کو دیکھا۔

"تمہیں اس کا خیال کیسے آ گیا تہذیب! یہ تو جادوگری ہے۔"

"جی نہیں، یہ مستقبل ہے۔" تہذیب نے ایک انداز خاص سے جواب دیا اور میں اس کے الفاظ کی نغمگی میں کھو گیا۔ تہذیب نے شیشی میز پر رکھ دی اور پھر ایک بکس سے کچھ اور سامان نکالنے لگی۔ "یہ میک اپ کا سامان ہے میرے خیال میں ہمیں اس کام سے فارغ ہو جانا چاہیے۔"

"اب تو میرے پاس تمہاری ذہانت کی تعریف کے لیے الفاظ بھی نہیں ہیں، درحقیقت تم نے زبردست مشکل حل کر دی ہے۔ آؤ پہلے تمہارا چہرہ تبدیل کر دوں۔"

"تہذیب خاموشی سے میرے سامنے آ بیٹھی تھی، اسے دیکھ کر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور پھر میں نے اس کے چہرے پر پلاسٹک کے ٹکڑے چپکانے شروع کر دیے۔ نسوانی خطوط میں جو جو خوبیاں ہو سکتی تھیں، میں نے وہ تہذیب کے چہرے میں سمو دیں اور اس کے بعد جو شکل بنی وہ ایسی تھی کہ انسان قربان ہو جائے۔ میں نے اس کا آخری جائزہ لیا اور مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔

"ختم؟" اس نے سوال کیا۔

"بالکل۔"

"آئینہ دیکھوں؟"

"ضرور۔" میں نے کہا اور تہذیب آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی، اس کا منہ ایک لمحے کے لیے کھلا پھر بند ہو گیا وہ دیر تک خود کو دیکھتی رہی، پھر واپس مڑی۔

"یہ تم نے اپنے خوابوں کی تکمیل کی ہے علی؟"

"میں سمجھا نہیں؟"

"تم نے مجھے بے حد حسین بنا دیا ہے۔"

"مذاق اڑا رہی ہو میرا!"

"نہیں، حقیقت کہہ رہی ہوں۔ میں ایسی تو نہیں ہوں۔"

"ہاں تہذیب، تم ایسی نہیں ہو، جو کچھ تم ہو وہ اس سے کہیں حسین ہے۔"

"ناممکن۔ تم نے مجھے احساسِ کمتری کا شکار کیا ہے۔"

"کمال ہے! یہ میں جانتا ہوں کہ تم...."

"بہرحال میں کچھ نہ کہوں گی سوائے اس کے کہ کاش میرے یہی خدوخال ہوتے، کاش میں ایسی ہوتی کہ تمہارا...."

"رات کے اس حصے میں تمہارا ذہن نیند سے بوجھل ہے تہذیب۔ اس لیے آرام کرو، نہ جانے کیا الٹی سیدھی ہانکے جا رہی ہو۔"

"ابھی نہیں سوؤں گی۔" اس نے کہا اور میں شانے ہلا کر اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ میں نے جوشو کی حیرت انگیز ایجاد اپنے چہرے پر اسپرے کی اور انتظار کرنے لگا۔ میرے کہنے پر تہذیب کافی بنانے چلی گئی تھی۔

چہرہ نارمل ہو جانے پر میں اپنے خدوخال ترتیب دینے لگا۔ میں نے خود کو کافی بدنما بنا لیا تھا۔ موٹے موٹے ہونٹ، پھولی ہوئی ناک جسے اس طرح کھینچ دیا گیا تھا کہ آگے کے دو دانت جھانکنے لگیں اور جب میں نے اپنا کام ختم کیا تو تہذیب ہنس پڑی۔

"بڑے ستم ظریف ہو تم۔"

"کیوں؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ کیا بنا لیا تم نے خود کو۔" وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"اب تو حساب برابر ہو گیا۔ تمہارا خیال تھا کہ میں نے تمہیں اپنا آئیڈیل بنا دیا ہے۔ اب مجھے کیا اپنا آئیڈیل سمجھو گی؟"

"میں سمجھ رہی ہوں، سب کچھ سمجھ رہی ہوں۔" تہذیب نے ہنستے ہوئے کہا۔

"فضول باتیں نہ سوچا کرو۔"

"جناب عالی! آپ سے غلطی ہوئی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"اگر ہم سیدھے سادے خدوخال کے مالک ہوتے تو کسی کی توجہ ہم پر نہ ہوتی، اب لوگ دیکھیں گے اور کہیں گے...."

"پہلوئے حور میں لنگور۔" میں نے اس کے نامکمل جملے میں ٹکڑا لگایا۔

"جی ہاں۔" تہذیب بولی۔

"کوئی تمہیں لنگور کہہ کر دیکھے۔" میں سینہ تان کر بولا اور تہذیب بے اختیار ہنس پڑی۔

اس وقت سورج نکل رہا تھا جب ہم لمبی تان کر سوئے اور پھر اس وقت آنکھ کھلی جب باہر تیز ہواؤں کے ساتھ بارش ہو رہی تھی اور گہرا اندھیرا چھاتا جا رہا تھا۔

"ہماری زندگی کا ایک دن کھو گیا۔" میں نے کہا۔

"بھوک لگ رہی ہے، میں کھانا لینے جا رہی ہوں۔" وہ میری بات کو نظرانداز کرتے ہوئے بولی۔

"بسم اللہ۔" میں نے کہا اور اٹھ کر باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ تہذیب تھوڑی دیر کے بعد واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں آج کے اخبارات دبے ہوئے تھے۔

"ارے! یہ اس وقت کہاں سے مل گئے؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"سامنے والے فلیٹ کے ڈسٹ بن سے۔" تہذیب نے جواب دیا اور میں منہ کھولے اسے دیکھتا رہ گیا۔ ہم دونوں نے "رات کا ناشتا" کرتے ہوئے اخبارات دیکھے۔ ان آٹھ مقتولوں کے بارے میں کچھ خبریں تھیں لیکن مائیکل جوشر کا کوئی تذکرہ نہیں تھا۔ پھر ہم تیار ہو گئے، بالکل ہی معطل ہو کر نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ کچھ نہ کچھ کرنا ضروری تھا لیکن باہر نکل کر قدم قدم پر احتیاط کی ضرورت تھی۔ میری چال میں لنگڑاہٹ تھی اور تہذیب میرے بازو میں بازو ڈال کر چل رہی تھی۔

تقریباً ایک میل تک ہم پیدل چلتے رہے، پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑے۔ میں نے یونہی ایک پتا بتا دیا تھا۔ ایک حسین شاہراہ پر ہم اتر گئے۔ بارش خوب تیز تھی، اس لیے ایک کلب کے نظر آتے ہی اس میں داخل ہو گئے اور بارہ بجے تک کلب کی تفریحات سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ تہذیب خوش تھی اور میں نے بھی کچھ وقت کے لیے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔

دوسرے دن کے تمام اخبارات خریدے گئے۔ علی یارخان کا نام موجود تھا لیکن کوئی ایسی بات نہیں تھی جو ہمارے لیے تشویش کا باعث ہوتی۔ مائیکل جوشر کا کوئی تذکرہ نہیں تھا۔ اس دن ساڑھے گیارہ بجے کے قریب کسی نے دروازے کی بیل بجائی۔ میں نے محتاط انداز میں دروازہ کھولا تو ایک دبلا پتلا آدمی محکمہ ٹیلیفون کی وردی میں ملبوس باہر موجود تھا۔

"آپ نے اپنے ٹیلیفون کی خرابی کی شکایت درج کرائی ہے جناب؟" اس نے سوال کیا۔

"نہیں، ہمارا فون ٹھیک ہے۔"

"مسٹر جوشو نے کہا تھا آپ کا فون خراب ہے۔"

"اوہ! اندر آ کر دیکھ لو، ممکن ہے ہمیں اندازہ نہ ہو سکا ہو۔" میں نے دروازے کے سامنے سے ہٹتے ہوئے کہا۔

"میرا نام گرائی شو ہے۔"

"اندر آ جاؤ۔" میں نے کہا۔

ڈرائنگ روم میں تہذیب بھی موجود تھی۔ گرائی شو نے کہا۔

"اولیو ہاورڈ کو یقین ہے کہ یہاں آ کر آپ نے جوشو سے رابطہ ضرور قائم کیا ہوگا لیکن اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے اور اب حالات اس حد تک بدل گئے ہیں کہ وہ ٹھوس ثبوت کے بغیر مسٹر جوشو کے سامنے آنکھ بھی ٹیڑھی نہیں کر سکتا البتہ مسٹر جوشو کی ہدایت ہے کہ کسی اطلاع کے بغیر آپ اس علاقے کا رخ بھی نہ کریں۔"

"گڈ۔ کسی کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچا؟"

"بالکل نہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"مسٹر مائیکل جوشر کے بارے میں اخبارات بالکل خاموش ہیں۔ اس کے بارے میں کچھ پتا چل سکا؟" میں نے پوچھا۔
"پوری کہانی ہمارے علم میں ہے۔"
"کیا؟"
"مائیکل جوشر اپنی کار میں بیٹھ کر باہر نکلا تو باہر موجود پولیس نے اسے گولیوں کا نشانہ بنا لیا۔ ہاورڈ کا خیال تھا کہ وہ آپ ہیں۔ بعد میں مائیکل جوشر نے مرتے ہوئے بیان دیا جس سے تصدیق ہوئی کہ آپ نے پولیس کو ایک خطرناک دھوکا دیا ہے۔ مائیکل جوشر نے مرتے مرتے کچھ باتیں پولیس کو بتا دی تھیں۔ اس کا بیان حرف بہ حرف تو نہیں معلوم ہو سکا لیکن تھوڑی سی باتیں معلوم ہو گئیں۔"
"گویا مائیکل جوشر مر چکا ہے لیکن اس کی موت کی سرکاری طور پر اطلاع نہیں دی گئی۔ دوسرے الفاظ میں اولیو ہاورڈ اس کے قتل کی ذمے داری اپنے سر لینے کو تیار نہیں ہے۔ اس کی لاش چھپالی گئی ہے اور کسی بھی وقت اس کی موت کا الزام بھی آپ پر عائد کر دیا جائے گا۔ وہ لوگ بس موقع کا انتظار کر رہے ہیں۔" اس نے بتایا اور میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلا دی۔
"اس سے کیا فرق پڑتا ہے مسٹر گرائی شو، آٹھ آدمیوں کے قتل کا الزام تو میرے سر ہے ہی، اگر مائیکل جوشر کی موت بھی مجھ سے منسوب کر دی جاتی ہے تو ٹھیک ہے میرا کچھ نہیں بگڑتا۔"
"ایک پیغام ہے آپ کے لیے مسٹر جوشو کا۔" گرائی شو نے کہا اور جیب سے ایک ننھا سا ٹیپ ریکارڈر نکال لیا جس میں بہت ہی چھوٹا سا کیسٹ لگا ہوا تھا۔ اس نے کیسٹ ریوائنڈ کر کے چلنے کے لیے بٹن دبایا اور سامنے رکھ دیا۔ کیسٹ سے آواز ابھری۔
"علی، جوشو بول رہا ہے۔ شاندار! بہت ہی شاندار! بلاشبہ تم نے اپنی آمد کا اعلان اپنے شایانِ شان کیا ہے اور بڑا ہی لطف آرہا ہے مجھے اولیو ہاورڈ کی حالت دیکھ کر۔ بار کباد علی! میری طرف سے دلی مبارک باد۔ تم پہلے سے کہیں زیادہ نکھر گئے ہو لیکن محتاط رہو۔ بے شک میں جانتا ہوں تم اپنی سرگرمیاں ترک نہیں کر سکتے لیکن جلد بازی کسی طور اچھی نہیں ہوتی۔ میرے بچے مجھ سے اس وقت تک نہ ملنا جب تک میں نہ چاہوں۔ تمھارا مخلص۔"
جونہی کیسٹ ختم ہوا، دفعتاً بکس میں ایک نیلا سا شعلہ لپکا اور دوسرے لمحے پورا بکس پگھل کر دھات کے ڈھیر میں تبدیل ہو گیا۔ میں نے چونک کر اسے دیکھا تو گرائی شو مسکرانے لگا۔
"یہی مناسب تھا۔" اس نے جیب سے ایک لفافہ نکالا اور ٹیپ ریکارڈر کے جلے ہوئے حصے کو لفافے میں ڈال کر اسے جیب میں رکھ لیا۔ میں دلچسپی سے یہ کارروائی دیکھ رہا تھا۔ گرائی نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "بس جناب، مجھے اجازت؟"
"مسٹر جوشو سے میرا شکریہ ادا کر دینا اور ان سے کہنا کہ میں بہت مطمئن ہوں۔"
گرائی شو کے جانے کے بعد تہذیب سالم ایکس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ جوشو بہت ہی آگے کی چیز معلوم ہوتی ہے۔"
"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ وہ میرا ایسا ساتھی ہے جس پر میں بڑا ناز کرتا ہوں اور یقین کرو اگر میں چاہوں تو وہ ہر خطرے کو نظر انداز کر کے میری ہر طرح کی امداد کرے گا لیکن اس سے زیادہ میں اسے تکلیف نہیں دے سکتا۔"
"مائیکل جوشر کی موت کا معما بھی حل ہو گیا۔"
"ہاں، میرا خیال ہے کہ اب مائیکل جوشر کا کیس ختم ہو گیا ہے۔ ہاورڈ اور پولیس اب کچھ بھی کرتے رہیں، مجھے بلیک پلان کے بارے میں کارروائی شروع کر دینا چاہیے۔ اپنی آمد کی اطلاع اولیو ہاورڈ کو دینا چاہتا تھا، سو اپنے شایانِ شان دے دی۔ اب مجھے اپنے اصل کام کی طرف توجہ دینا چاہیے۔"
"لیکن تمھارا منصوبہ کیا ہے؟"
"گرین فلٹ میں جیمس لوکر سے ملوں گا اور اس سے بلیک پلان کے ان کاغذات کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا جو بارن واشکو کے بیان کے مطابق محفوظ ہیں اور یہ اطلاع بھی ہمیں مل چکی ہے کہ ابھی بلیک پلان پر عمل نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ بقول ان کے دشمن چوکس ہے چنانچہ ہمارے لیے فوری طور پر تشویش کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں بلیک پلان حاصل کر کے بیروت بھجوانا چاہتا ہوں۔ اور اس سلسلے میں تہذیب ہمیں کسی عمدہ سی پلاننگ کی ضرورت ہے۔"
تہذیب پُرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ میں خود بھی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر تہذیب نے کہا۔ "اس سلسلے میں بہترین پلاننگ تم خود ہی کر سکتے ہو۔ تم بتاؤ، پہلے جیمس لوکر سے ملنا چاہتے ہو؟"
"ظاہر ہے۔ اسی سے ملنا مناسب ہوگا اور اس مشن پر روانہ ہوتے ہوئے میں تمھیں ساتھ نہیں لے جاؤں گا۔"
"اور تمھارا کیا خیال ہے علی! میں ضد کروں گی کہ نہیں، مجھے بھی ضرور چلنا ہے، خواہ کچھ بھی ہو جائے۔" تہذیب نے کہا، اور کھلکھلا کر ہنس پڑی۔
"ہاں، یہ ہوئی نا بات۔ یہ گرین پول کی تہذیب بول رہی ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ تہذیب سنجیدہ ہو گئی۔
"کیا مسٹر جوشو کی تجویز کے مطابق تم ڈیو ہاروے سے مدد نہیں

خوابوں کی تعبیر اُن کی حقیقت اور ان کی افادیت کے بارے میں ایک نادر کتاب

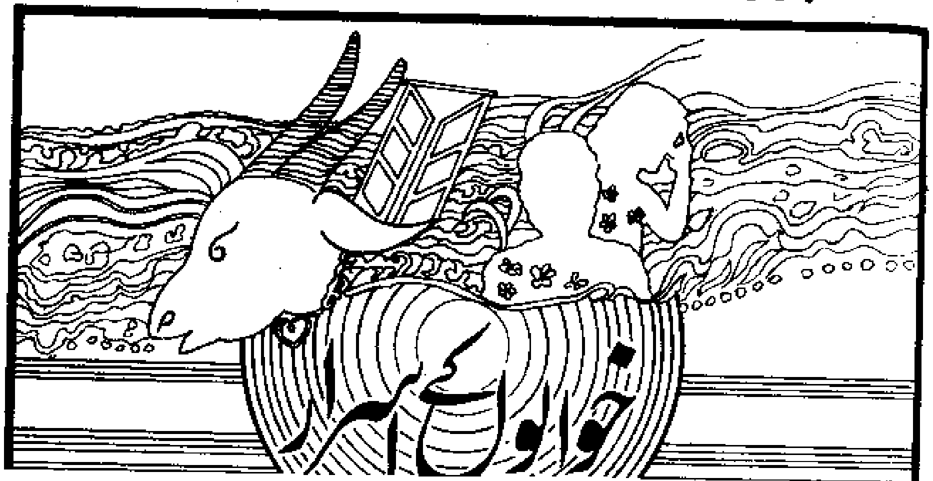

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لوگے۔ میرا خیال تو یہی ہے ٹی ار سب سے پہلے خشکا اگو جاؤ اور ڈیبو ہار بو سے ملاقات کرو۔ اگر جوشو کا بیان سچا ہے اور ڈیبو ہار بو تمہاری امداد پر تیار ہو جاتا ہے تو میرا خیال ہے اپنے اس منصوبے میں تم تنہا نہیں رہو گے۔"

میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "نہیں تہذیب، یہ کام تو مجھے تنہا ہی کرنا ہے۔ اس میں انا پرستی کی تو کوئی بات نہیں ہے۔ دراصل ڈیبو ہار بو مجھ سے ملاقات کے بعد فوراً ہی اس کے لیے تیار نہیں ہو جائے گا کہ جو کچھ میں کہوں وہ اس پر آنکھیں بند کر کے عمل کر ڈالے۔ اس میں تو وقت لگے گا اور تم جانتی ہو کہ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ میں اپنے طور پر ہی یہ سب کچھ کروں گا اور اس کے بعد تو امریکا میں بہت سے کھیل کھیلنے ہیں مجھے۔ اس وقت تک کے لیے ڈیبو ہار بو کو محفوظ رکھنا ہے۔ میرے ذہن میں اگر مسئلہ ہے تو صرف ایک اور وہ یہ کہ اس دوران تمہیں کہاں ایڈجسٹ کروں۔"

"ارے واہ! یہ بھی کوئی بات ہوئی۔ اگر تم مجھے ذہین سمجھتے ہو تو اس فکر کو ذہن سے نکال دو۔"

"پھر بھی تہذیب، تمہارا مسئلہ تو الجھا ہوا رہ جاتا ہے۔"

"جی نہیں جناب، میں اپنے کسی مسئلے کو الجھا ہوا نہیں پاتی۔ بلکہ میں تمہیں بتا دوں کہ یہ فلیٹ فی الحال میری رہائش کیلئے انتہائی موزوں ہے۔ یہاں رہوں گی اور کسی بھی ذریعے سے کسی اسٹور میں سیلز گرل کی حیثیت سے ملازمت حاصل کر لوں گی۔ یہ میرا اپنا مسئلہ ہے کہ میں ملازمت کس طرح حاصل کرتی ہوں۔ اگر یہ فلیٹ مخدوش ہو گیا تو مطمئن رہو، مسٹر جوشو سے میرا رابطہ کسی نہ کسی طرح قائم رہے گا۔ اپنے مشن سے نمٹنے کے بعد یا اس کے دوران اگر تمہیں تہذیب کی ضرورت ہو تو پہلے اس فلیٹ سے رجوع کرنا اور اگر یہاں نہ ملوں تو جوشو سے۔" تہذیب نے کہا اور اس کے ان الفاظ سے میں کافی حد تک مطمئن ہو گیا۔ درحقیقت تہذیب پر مکمل اعتماد کیا جا سکتا تھا۔

خاصی بھاگ دوڑ کرنے کے بعد میں نے گرین لاٹ اور جیسی آرگن وغیرہ کے بارے میں بہت سی مفید معلومات حاصل کیں اور بارین واشیکو کی شخصیت کے بارے میں بھی مجھے بہت سی معلومات حاصل ہو گئی تھیں۔ صرف یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ مائیکل جوشر نے مرتے ہوئے کسی کو یہ نشاندہی کی تھی یا نہیں کہ مجھے بلیک پلان کے بارے میں معلومات حاصل ہو گئی ہیں۔

میں دن رات اپنی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ امریکا جیسے ملک میں ضرورت کی تمام چیزیں حاصل کر لینا نہایت معمولی بات تھی چنانچہ تقریباً سات دن کی کوششوں کے بعد میں اس پوزیشن میں آ گیا کہ اپنے مشن پر روانہ ہو سکوں۔ تہذیب ہر مرحلے پر تھی اور ان تیاریوں میں پوری پوری مدد بھی دے رہی تھی۔ اس سے اس کے تاثرات پوچھے تو اس نے افسردہ لہجے میں "میرے اور تمہارے درمیان قربتوں اور فاصلوں کا ایک ہے ٹی۔ شروع سے اگر نگاہ دوڑاؤ تو یہ قربتیں اور فاصلے چل رہے ہیں۔ کیا خیال ہے تمہارا؟"

"ہاں تہذیب، واقعی تم نے ایک دلچسپ حقیقت دلایا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہم کبھی بہت یکجا نہیں رہ سکے۔"

"اس کی ایک ہی وجہ ہو سکتی ہے ٹی۔ وہ یہ کہ قدرت ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کی تڑپ قائم رکھنا چاہتی تاکہ جب ہم زندگی بھر کے لیے یکجا ہوں تو ہمارے سینوں میں رہے۔" تہذیب نے جذباتی انداز میں کہا، اور میں نے اس تائید میں گردن ہلا دی۔

روانہ ہوتے ہوئے میک اپ کرنے کی ضرورت آئی کیونکہ تازہ میک اپ سب کے لیے اجنبی تھا۔ ایک طیارے نے مجھے سانتا ماریا پہنچا دیا۔ سانتا ماریا سے گرین لاٹ کا بذریعہ کار ہو سکتا تھا چنانچہ میں کرائے کی ایک کار میں گرین کی طرف روانہ ہو گیا۔ گرین لاٹ دراصل ایک چھوٹا سا قصبہ جس میں واقع ایک فیکٹری میں مجھے جیمس پوکر سے رابطہ قائم تھا۔ مائیکل جوشر کے ہاں سے حاصل کی ہوئی معلومات کے اس فیکٹری میں جیمس پوکر ٹیکنیکل انجینئر کی حیثیت رکھتا تھا۔ کی کار ہی نے مجھے فیکٹری پر چھوڑا اور میں اپنا مختصر سا سا اٹھائے ہوئے فیکٹری میں داخل ہو گیا۔ ریسپشن سے میں جیمس پوکر کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو مجھے پتا وہ فیکٹری ایریا ہی میں ایک خوب صورت مکان میں رہتا ایک شخص نے اس مکان تک میری رہنمائی کی۔ فیکٹری میں بڑے کارکنوں کے لیے خوب صورت ایک منزلہ بنگلے تھے۔ بنگلا نمبر چھ کے دروازے پر میں نے ہلکی سی دستک تو اندر سے کوئی آواز نہیں سنائی دی۔ دوسری اور تیسری دستک کے بعد میں نے الجھے ہوئے انداز میں دروازے کو اندر دھکیلا تو دروازہ کھل گیا۔ میں نے متحیرانہ انداز میں پلکیں اور پھر دروازے کے اندر قدم رکھ دیا۔

"کوئی ہے یہاں، مسٹر جیمس پوکر! کیا آپ یہاں میں نے زور زور سے آوازیں لگائیں لیکن خاموشی اور کے علاوہ اور کچھ سنائی نہ دیا۔ چند قدم آگے بڑھ کر صورت جائزہ لینے کے لیے جب میں نے نگاہیں ادھر ادھر دوڑائیں

بے سے ہال کے ایک تاریک گوشے میں مجھے ایک انسانی بدن نظر آیا۔ اس سے قبل میرے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ ممکن ہے جیمس پوکر اس وقت فیکٹری کے اندرونی حصے میں ہو اور دیر سے گھر واپس آئے لیکن اس انسانی بدن کو دیکھ کر میں بری طرح چونک پڑا تھا۔ میں نے دیوار پر سوئچ کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں اور بلب کا سوئچ مجھے نظر آ گیا۔ کمرے میں تیز روشنی ہوئی تو وہ تاریک گوشہ بھی روشن ہو گیا جس میں یہ انسانی بدن نظر آ رہا تھا۔ برق رفتاری سے میں آگے بڑھا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو یہ جیمس پوکر ہی تھا۔ میں گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اسے ہلانے جلانے لگا لیکن اس کا بدن سرد اور بے جان تھا۔ یہ تو بڑی خوفناک بات ہے! میں نے سوچا۔ مردہ شخص کے خدوخال میں نے اچھی طرح ذہن میں بسا لیے۔ یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ جیمس پوکر ہی ہے یا کوئی اور۔ بڑی عجیب سی صورت حال ہو گئی تھی — سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ میں نے یہ اندازہ لگانا چاہا کہ اس شخص کی موت کس طرح واقع ہوئی ہے۔ بدن کے کسی حصے پر کوئی زخم نہیں نظر آ رہا تھا لیکن اس کی گردن ایک خاص انداز میں مڑی ہوئی تھی۔ میں نے جھک کر غور سے دیکھا تو گردن پر ایک باریک سا نشان نظر آیا جو اس کی پوری گردن کے گرد ہالا کیے ہوئے تھا اور اس کے بعد مجھے اس کی موت کا سبب معلوم ہو گیا۔ کسی مضبوط تار سے اس کی گردن کو اس وقت تک دبایا گیا تھا جب تک کہ اس کی جان نہ نکل گئی۔ ہو سکے یہ خون کے آثار نمودار ... ہوں گے لیکن اب اتنا وقت گزر چکا تھا کہ یہ آثار معدوم ہو گئے تھے۔

یہ خوفناک صورت حال میری گردن میں پھندا بن سکتی تھی۔ فوری طور پر میں یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ اس کے قاتل کون ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اس قتل کا تعلق کسی بالکل ہی غیر متعلق بات سے ہو لیکن اس وقت ذرا سی لغزش مجھے مصیبت میں پھنسا سکتی تھی۔ میرا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ میں نے اپنا سامان واپس فرش پر رکھا اور اعشاریہ دو آٹھ کا پستول ہاتھ میں لے کر جس کی نال پر بہترین سائیلنسر لگا ہوا تھا، ہال سے باہر نکل آیا۔ جس برق رفتاری سے ممکن ہو سکتا تھا میں نے اس چھوٹے سے بنگلے کا معائنہ کر ڈالا۔ یہ ہال ڈرائنگ روم کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس کے بائیں سمت ایک سٹنگ روم تھا۔ دائیں سمت بیڈ روم اور پھر کچن وغیرہ لیکن پوری عمارت میں جیمس پوکر کی لاش کے علاوہ اور کوئی نظر نہیں آیا تھا۔ اس شخص کے بارے میں یہ تصدیق کرنا بھی مشکل نہ ہوا کہ یہی جیمس پوکر ہے۔ ایک کمرے میں اس کی بڑی کی تصویر دیوار پر آویزاں تھی۔ میں اسے اپنی بدقسمتی ہی کہہ سکتا تھا کہ جیمس پوکر سے میں وہ معلومات حاصل نہیں کر سکا تھا جن کے لیے اس تک پہنچا تھا بلکہ یہاں تو الٹی آنتیں گلے پڑ رہی تھیں۔ مجھے اصولاً اس وقت یہی کرنا تھا کہ جس طرح ممکن ہوتا یہاں سے نکل جاتا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ یہاں تک آنے اور ان حالات کا خطرہ مول لینے کے بعد کچھ نہ کچھ کر کے ہی یہاں سے نکلنا چاہیے تھا۔ میں نے بیرونی دروازہ اندر سے بند کیا۔ اس کے بعد اس عمارت کی تلاشی لینے لگا۔ خاص طور سے میں نے ایسی جگہوں کو منتخب کیا تھا جہاں کاغذات وغیرہ ہو سکتے تھے۔ کافی تگ و دو کے بعد میں ایک ایسی تجوری تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا جو ایک میکنیزم کے تحت کھلتی تھی اور دیوار میں نصب تھی۔ تجوری کو کھولنا میرے لیے مشکل ثابت نہ ہوا۔ اس میں کچھ کرنسی موجود تھی جسے میں نے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ البتہ وہ فائل میرے لیے دلچسپی کا باعث تھے جو بڑی احتیاط سے پیکٹوں میں بند کر کے رکھے گئے تھے۔ اور انہی میں مجھے ایک پیکٹ پر بلیک پلان لکھا ہوا نظر آ گیا تھا۔

خدا کی قدرت کا تو میں ہمیشہ سے قائل تھا۔ مجھے ہر لمحے یہ احساس رہا تھا کہ میری اپنی حیثیت تو کچھ بھی نہیں ہے لیکن غیبی قوتیں میری ہمدرد، مددگار اور نگراں رہتی ہیں اور مجھے جگہ جگہ کامیابی سے ہمکنار کرتی ہیں۔ بلیک پلان کی فائل کا اس طرح مل جانا انہی قوتوں کا کرشمہ تھا۔ میں نے اس پیکٹ کو اپنے قبضے میں کر لیا اور پھر دوسرے پیکٹوں پر لکھے ہوئے نام پڑھنے لگا۔ جیمس پوکر کی شخصیت میری سمجھ میں نہیں آ سکی تھی۔ وہ تھا کیا چیز؟ اس کے لیے بلیک کا نام لیا گیا تھا اور اس نام کی وجہ یہی ہو سکتی تھی کہ اس کے پاس بہت سی معلومات تھیں۔ اس وقت تو تمام پیکٹوں کو کھول کر دیکھ سکتا تھا لیکن بلیک پلان فائل میں نے قبضے میں کر لی۔ خیال یہی تھا کہ کسی مناسب جگہ بیٹھ کر اسے دیکھوں گا۔ فائل کو میں نے اپنے سینے پر رکھ کر قمیض کے بٹن بند کیے اور فیصلہ کیا کہ یہاں سے نکل کر کوئی محفوظ پناہ گاہ تلاش کی جانا چاہیے چنانچہ واپس ڈرائنگ روم میں آ کر میں نے اپنا سامان ہاتھ میں اٹھایا اور دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ ابھی میں نے دروازے کا ہینڈل کھولا ہی تھا کہ دفعتاً مجھے دروازے کے سامنے کسی کار کے بریکوں کی چرچراہٹ سنائی دی۔ میں ایک لمحے کے لیے ٹھٹک گیا۔ دروازے میں ہلکی سی جھری پیدا کر کے میں نے باہر دیکھا تو تین آدمی اسی طرف آ رہے تھے۔ ان میں سب سے آگے جو شخص تھا وہ سفید پتلون اور سرخ جیکٹ میں ملبوس تھا۔ سفید بالوں کے نیچے ایک جاندار چہرہ اور زبردست تن و توش نظر آ رہا تھا۔ میں نے کسی چوکنے چیتے کی مانند ادھر ادھر دیکھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ان لوگوں کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکا تھا کہ وہ کون ہیں۔ پھر میری نگاہ بائیں سمت اٹھ گئی۔ جہاں تقریباً چھ فٹ بلند ایک دیوار نظر آ رہی تھی۔ سامنے کے حصے سے تو نکلنا اب ممکن ہی نہیں رہا تھا۔ چونکہ وہاں ان لوگوں سے مڈبھیڑ ہو جاتی اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ میں پوری قوت سے دروازہ کھول کر اس دیوار کی جانب چھلانگ لگا دوں۔

گرین لائٹ میں میری آمد کا مقصد پورا ہو گیا تھا۔ ایک بلان فائل میں جو کچھ بھی تھا وہ میرے لیے یقیناً کارآمد ثابت ہو سکتا تھا۔ ایک لمحے کے لیے میں نے یہ سب سوچا اور اس کے بعد پھرتی سے دروازہ کھول کر باہر چھلانگ لگا دی۔ وہ تینوں بری طرح اچھل پڑے تھے۔ میں نے پلٹ کر ان کی طرف نہیں دیکھا بلکہ برق رفتاری سے دوڑتا ہوا بنگلے کی دیوار تک پہنچا اور پھر کسی ماہر جمناسٹر کی طرح میں نے دیوار پر دونوں ہاتھ رکھ کر دوسری طرف چھلانگ لگا دی۔

میں دیوار کود کر ایک سمت دوڑا تو دفعتاً ہی میرے سامنے پیلے رنگ کی ایک لیموزین آ گئی۔ لیموزین پر مڈ چڑھا ہوا تھا۔ اس کا ڈرائیور اس کے نزدیک ہی کھڑا ہوا انگلی میں چابی گھما رہا تھا۔

فیکٹری ایریا سے نکلنا خاصا دشوار کام تھا۔ اندر موجود لوگ صورت حال سے واقف ہونے کے بعد میرا تعاقب شروع کر سکتے تھے اور میں یہاں کے راستوں سے ناواقفیت کی بنا پر ان لوگوں کے ہاتھوں میں پھنس سکتا تھا۔ چنانچہ میرا رخ لیموزین کی طرف ہو گیا۔ ڈرائیور مجھے عجیب انداز میں دوڑتے ہوئے دیکھ کر چابی گھماتے گھماتے رک گیا تھا لیکن اسے امید نہیں تھی کہ آنے والی قیامت اسی پر ٹوٹ پڑے گی۔ میں اس کے قریب پہنچا اور پوری قوت سے اس سے ٹکرا گیا۔ حالاں کہ ڈرائیور نے بچنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے جان بوجھ کر اسے اپنی لپیٹ میں لیا اور پھر اپنے آپ کو بھی سنبھالا اور اسے بھی سنبھال کر ایک گھونسا اس کی کنپٹی پر جڑ دیا۔ ڈرائیور بری طرح لڑکھڑا کر ایک سیڑھی پر گر پڑا تھا۔ چابی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر چند قدم کے فاصلے پر گری تھی۔ میں نے لپک کر چابی اٹھائی اور پھر لیموزین کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا حالاں کہ ڈرائیور کی کنپٹی پر زوردار گھونسا پڑا تھا لیکن وہ جاندار آدمی تھا۔ دوسرے ہی لمحے وہ ہاتھ ٹیک کر کھڑا ہوا اور اس نے لیموزین کے سامنے آنے کی کوشش کی لیکن میں اسے ہلاک نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے فوراً لیموزین کو ریورس گیئر میں ڈال کر تھوڑا سا پیچھے کیا اور اس کے بعد اس کا رُخ فیکٹری کے گیٹ کی جانب کر دیا۔

اندر داخل ہوتے ہوئے میں نے دیکھا تھا کہ فیکٹری کے گیٹ کے دونوں بڑے پٹ کھلے ہوئے ہیں اور شاید کھلے ہی رہتے تھے۔ میں لیموزین سامنے والی سڑک پر لایا اور مین گیٹ کی طرف نگاہ دوڑائی تو اس وقت بھی گیٹ کھلا ہوا تھا۔

لیموزین سنسناتی ہوئی تیر کی طرح گیٹ سے باہر نکل گئی۔ دروازے کے دونوں سمت کھڑے ہوئے آدمی اچھل کر پیچھے ہٹ گئے تھے۔ صورت حال کا انھیں کوئی اندازہ نہیں تھا اور عقب میں کیا ہو رہا تھا اس کا اندازہ مجھے نہیں تھا۔ میرا مقصد تو اس وقت صرف یہ تھا کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے میں یہاں سے دور نکل جاؤں۔ گرین لائٹ اور اس کے نواح کے بارے میں مجھے کچھ بھی معلومات حاصل نہیں تھیں۔ چنانچہ جس سمت بھی منہ اٹھا، کار دوڑاتا چلا گیا۔ ایک سیدھی سڑک میرے سامنے تھی جس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا کہ اس کا اختتام کہاں ہو گا۔

اس دوران میں نے اپنے سامان کو نہیں چھوڑا تھا۔ یہ سامان تو میرے لیے انتہائی قیمتی حیثیت رکھتا تھا اور اسی کی وجہ سے میری جیت تھی۔ سامان کا بیگ لیموزین کی پچھلی سیٹ پر پھینکنے میں، میں نے غلطی نہیں کی تھی۔ ابھی تک مجھے تعاقب کے آثار محسوس نہیں ہوئے تھے۔ یقینی طور پر وہ لوگ پہلے اندر گئے ہوں گے۔ پھر انھوں نے جیس لوکر کی لاش دیکھی ہو گی اور اس کے بعد جو کچھ بھی کارروائی ہو سکتی ہے، وہ کریں گے۔ اس دوران مجھے دور نکل جانے کا موقع مل جائے گا۔ عقبی آئینے پر نگاہ دوڑاتے ہوئے میں نے دور دور تک کا جائزہ لے لیا تھا۔ کوئی گاڑی میرے پیچھے نہیں تھی۔ سڑک انتہائی شفاف و کشادہ تھی۔ اس کے دونوں جانب درخت اُگے ہوئے تھے۔ خاصا سرسبز اور حسین علاقہ تھا۔

جلد از جلد زیادہ سے زیادہ دور نکل جانے کی میری خواہش زیادہ دیر تک برقرار نہ رہ سکی۔ فیول پمپ پر نگاہ دوڑائی تو پیٹرول ٹینک بھرا ہوا تھا۔ لیکن میرے حساس کانوں نے ایک آواز سنی تھی اور یہ آواز عقب سے ہی آئی تھی۔ ہیلی کاپٹر کی آواز تھی جو کافی نیچی پرواز کر رہا تھا۔ میں نے گردن گھما کر ہیلی کاپٹر کی طرف دیکھا وہ نیچی پرواز کرتا ہوا اسی سمت آ رہا تھا اور اس کی رفتار بتاتی تھی کہ ہنگامی پرواز ہے۔ میرا اندازہ سو فیصدی درست نکلا۔ ہیلی کاپٹر چنگھاڑتا ہوا میرے سر پر ہی پہنچ گیا تھا۔ تھوڑی دور جانے کے بعد وہ پلٹا اور دفعتاً اس سے مشین گن سے گولیوں کی بوچھار شروع ہو گئی۔ میری کار سے دو فٹ آگے سڑک پر کرچیاں اڑنے لگیں۔ کنکریٹ اور تارکول کے ننھے ننھے ذرات اُڑ کر کار کے سامنے والے شیشے سے ٹکرانے لگے تھے۔ میں نے بمشکل تمام بریک لگا کر کار کو کنٹرول

کیا اور اسے لہراتا ہوا آگے بڑھانے لگا۔ ہیلی کاپٹر فائرنگ کرتا ہوا دور نکل گیا تھا لیکن تھوڑی دور جانے کے بعد وہ پھر پلٹا اور کار کی طرف جھپٹا جیسے ہی وہ میری طرف برق رفتاری سے بڑھا، میں نے پوری قوت سے بریک لگا دیے اور اس طرح ہیلی کاپٹر کا نشانہ پھر خطا ہو گیا۔ وہ گولیاں برساتا ہوا آگے نکل گیا تھا۔ اس طرح میری جان بچ گئی۔ آگے کا علاقہ کچھ اور گھنا ہوتا جا رہا تھا۔ میں نے کار پھر آگے بڑھا دی۔ کوشش کر رہا تھا کہ کسی نہ کسی طرح کسی ایسے حصے میں جا نکلوں جہاں ہیلی کاپٹر والوں کی نگاہوں سے محفوظ ہو جاؤں لیکن بظاہر تو دور دور تک ایسی کوئی جگہ نظر نہیں آ رہی تھی کیوں کہ اطراف میں درختوں اور جھاڑیوں کی بہتات تھی۔ میں اللہ کا نام لے کر لیموزین کو ڈرائیو کرتا رہا۔

کافی دور جا نکلنے کے بعد میرے دائیں جانب درختوں کا سلسلہ کسی قدر کم ہونے لگا۔ یہاں چٹانیں نظر آ رہی تھیں۔ بائیں سمت کا جنگل البتہ گھنا اور دشوار گزار ہوتا جا رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے میرا ذہن معطل ہو گیا۔ ہیلی کاپٹر رُخ بدل بدل کر مسلسل مشین گن سے فائرنگ کر رہا تھا۔ یقینی طور پر وہ لوگ مجھے ہلاک کر دینا چاہتے تھے۔

بالآخر صورت حال میرے بس سے باہر ہو گئی۔ میں نے چٹانی علاقے کی طرف ایک جگہ ڈھلان دیکھی تھی۔ چنانچہ اور کچھ نہ بن سکا تو میں نے لیموزین کو آگے بڑھایا اور ڈھلان پر اتار دیا۔ ڈھلان سے اترتے ہوئے لیموزین کا ایک دروازہ ایک بڑی چٹان سے ٹکرایا تھا اور کچھ اس طرح پچک کر رہ گیا تھا کہ اگر میں اس کی سمت ہوتا تو یقینی طور پر لوہے کے ٹکڑے میرے بدن میں گھس جاتے۔ مضبوط کار تھی اس لیے میں بچ گیا۔

ہیلی کاپٹر فضا میں ایک مختصر سا دائرہ بنا کر دوبارہ میری طرف بڑھ رہا تھا اور اب میرے لیے اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ لیموزین کو چھوڑ کر ان چٹانوں میں پناہ لوں۔ زندگی اور موت کی آنکھ مچولی زیادہ دیر تک جاری نہیں رہ سکتی تھی لیکن ڈھلان سے اُترنے کے بعد کا میدان خاصی دور تک سپاٹ چلا گیا تھا۔ اس لیے میں کار کو آگے بڑھاتا رہا کہ جہاں تک پہنچ سکے ٹھیک ہے۔ ہیلی کاپٹر نے بھی اپنا رُخ بدل لیا تھا اور اسی سمت آ رہا تھا۔ دفعتاً وہ پھر نیچے جھکا اور اس بار کار اس کا نشانہ بن گئی۔ گولیاں کار کی باڈی پر لگیں اور اس میں سوراخ کرتی ہوئی دور تک نکل گئیں۔ میں نے بے اختیار بریکوں پر دباؤ ڈال دیا۔ گاڑی ایک جھٹکے سے رُک گئی۔ شاید کوئی گولی انجن میں جا گھسی تھی۔ ہیلی کاپٹر ایک بار پھر واپس پلٹ کر آتشی لکیریں بکھیرتا ہوا میری ہی سمت آ رہا تھا۔ دفعتاً ایک ہلکا سا دھماکا ہوا اور دھوئیں کا ایک مرغولہ میرے چہرے سے ٹکرایا۔ مجھے یقین تھا کہ اس بار گولیاں کار کے ریڈی ایٹر میں پیوست ہوئی ہوں گی۔ ہیلی کاپٹر کچھ آگے نکل گیا تھا اور تھوڑا سا اوپر اٹھ گیا تھا۔ چونکہ بعض نوکیلی چٹانیں خاصی بلند تھیں اور اتنی نیچی پرواز کرتے ہوئے ہیلی کاپٹر کو سنبھالے رکھنا خاصا مشکل تھا۔ اس لیے پائلٹ کو ہیلی کاپٹر بار بار اوپر اٹھانا پڑتا تھا اور پھر صحیح سمت کا اندازہ کرنے کے بعد وہ کار کی جانب جھکتا تھا۔

کار کا انجن چونکہ بند ہو چکا تھا، اس لیے اب اس میں بیٹھے رہنا حماقت کی بات تھی۔ میں نے ہینڈل کو پکڑا، ہیلی کاپٹر کی طرف دیکھا اور دروازہ کھول کر نیچے اترنے کی کوشش کی لیکن ایک اور خوفناک انکشاف ہوا۔ دروازے کا ہینڈل جام ہو گیا تھا۔ کار حالاں کہ دائیں سمت سے چٹان سے ٹکرائی تھی اور دائیں سمت کا دروازہ ٹوٹ کر اندر آ گیا تھا لیکن بائیں سمت بھی کچھ نہ کچھ متاثر ہوئی تھی کہ ہینڈل جام ہو گیا تھا۔

ہیلی کاپٹر اس بار پھر درست نشانہ لیتا ہوا میری [illegible] تھا۔ یہ صورت حال واقعی خوفناک ہو گئی تھی۔ [illegible] صحیح نشانہ لے لیا گیا تو میری موت یقینی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب میں کیا کروں لیکن کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ میں نے اپنے داہنے پاؤں پر بندھا ہوا خنجر کھینچا اور پھر مڑ کے کینوس میں اس کی نوک ڈال کر منہ کو اوپر تک چیر دیا۔ اسی وقت ہیلی کاپٹر میرے سر پر پہنچ گیا اور اس بار بھی اس نے گولیوں کا برسٹ نہایت کامیابی سے مارا تھا۔ اگر میں بیٹھے ہوئے ہیڈ سے ایک دم پوری قوت سے باہر چھلانگ نہ لگا دیتا تو میری موت یقینی تھی۔ کیوں کہ اس بار وہ ڈرائیونگ سیٹ کو نشانہ بنا چکے تھے۔

نوکیلی جھاڑیوں نے میرا استقبال کیا اور میرے ہاتھ پاؤں بری طرح چھل گئے۔ میں زمین پر گرا تو کوئی لمبا کانٹا میرے داہنے کولھے میں گھس گیا اور شدید تکلیف ہونے لگی لیکن اس وقت اس تکلیف پر توجہ دینے کا موقع نہیں تھا۔ میں نے ان خاردار جھاڑیوں میں دور تک دوڑ کر ہیلی کاپٹر کے نئے نشانے سے اپنی جان بچائی تھی۔ موت میرے ساتھ ساتھ سفر کر رہی تھی مگر میں اس سے ہار ماننے کے لیے تیار نہیں تھا۔ میں جھاڑیوں کے خاردار ہونے کے باوجود ان کے درمیان دوڑتا ہوا کسی ایسی جگہ کی تلاش میں سرگرداں تھا جہاں مجھے پناہ مل جائے۔

دفعتاً ایک ہولناک دھماکا ہوا اور لیموزین کے چیتھڑے اڑ گئے۔ یقیناً اس کا پیٹرول ٹینک پھٹ گیا تھا۔ پھر فوراً ہی کئی دھماکے اور ہوئے اور لیموزین سے سرخ سرخ شعلے بلند ہونے لگے۔ پوری گاڑی ان شعلوں کی لپیٹ میں آ گئی تھی۔ ان دھماکوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے مجھے آگے بڑھنے سے روک دیا تھا لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد میں پھر حرکت میں آگیا۔ گاڑی تباہ کرنے کے بعد ان لوگوں نے یہ یقین نہیں کر لیا ہوگا کہ میں بھی اس گاڑی کے ساتھ ساتھ فنا ہو گیا ہوں گا۔ میں نے ہیلی کاپٹر کو ایک لمبا سا چکر لگا کر اس بار کچھ آگے جاتے ہوئے دیکھا تھا اور میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں کیا ان لوگوں کو یقین ہو گیا تھا کہ میں بھی لیموزین کے ساتھ ہی ہلاک ہو گیا ہوں؟ اگر ایسی بات ہے تو لطف آجائے گا۔ ان بدحواس لوگوں نے شاید مجھے کار سے باہر چھلانگ لگاتے ہوئے نہیں دیکھا تھا لیکن ابھی یہ صرف ایک مفروضہ تھا کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ ان لوگوں کا اگلا قدم کیا ہوگا۔ ہیلی کاپٹر کی آواز معدوم ہوتے ہوتے ختم ہو گئی بظاہر اندازہ یہ ہوتا تھا کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں لیکن میں خوش فہمی کا شکار نہیں تھا۔ لیموزین مکمل طور پر تباہ ہو چکی تھی اور اس کی آگ اب بھی بلند ہو رہی تھی۔ دھوئیں کے مرغولے فضا میں اٹھ رہے تھے جس کی وجہ سے فضا میں کافی کثافت پھیل گئی تھی۔

رفتہ رفتہ شام بھی ہوتی جا رہی تھی۔ میں نے جب یہ محسوس کیا کہ اب فی الحال مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے تو پھر ایک جگہ جھاڑیوں میں رک کر سانسیں درست کرنے لگا اور پھر اپنے بدن میں چبھے ہوئے کانٹوں کی طرف توجہ دی کولہے میں چبھا ہوا بڑا کانٹا سب سے زیادہ تکلیف دے رہا تھا۔ میں نے اسے باہر کھینچا تو وہ تقریباً سوا انچ لمبا تھا اور اس کا آدھا حصہ میرے بدن میں گھس گیا تھا۔ اسے نکالنے کے بعد تکلیف میں کمی ہو گئی تھی۔ باقی جسم پر چھوٹی چھوٹی خراشوں سے بھی ہلکا ہلکا خون رس رہا تھا۔

رات کی سیاہی نے آن کی آن میں ماحول کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ میں نے اپنی جگہ چھوڑی اور لیموزین کے قریب پہنچ گیا ہر چند کہ تاریکی پھیل چکی تھی لیکن ابھی اتنا اندھیرا نہیں تھا کہ قرب و جوار کا ماحول نظر نہ آتا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر میرا بیگ پڑا ہوا تھا جو غالباً دھماکے کی وجہ سے اچھل کر باہر آ گیا تھا۔ اس کا ایک حصہ کسی قدر جل گیا تھا لیکن اندرونی سامان محفوظ تھا میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اس بیگ کی مجھے اشد ضرورت تھی۔

لباس وغیرہ کا کوئی مسئلہ نہیں تھا لیکن جو دوسری اہم چیزیں تھیں انھیں نکالنا ضروری تھا چنانچہ میں نے بیگ کھول کر اس میں سے اہم سامان نکالا اور جس طرح بھی ممکن ہو سکا، اپنے لباس کے مختلف حصوں میں چھپا لیا۔ اگر ان لوگوں کو میری موت کی تصدیق منظور ہوئی تو وہ یقیناً لیموزین کے آس پاس میری لاش تلاش کریں گے چنانچہ لیموزین سے دور ہٹ جانا زیادہ بہتر تھا۔

اب مسئلہ یہ پیدا ہوتا تھا کہ اس علاقے میں کوئی ایسی جگہ تلاش کی جائے کہ جہاں سے صحیح راستہ دریافت ہو سکے میں ابھی کسی جنگل میں نہیں پھنسنا چاہتا تھا اور کوئی رسک نہیں لے سکتا تھا۔ رات آہستہ آہستہ گہری ہوتی رہی اور پھر آسمان پر چاند کی روشنی نظر آئی۔ میں اپنی جگہ سے ہٹ کر وہاں سے آگے بڑھ گیا لیکن ابھی مجھے سفر کرتے ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ دفعتاً ہواؤں کے دوش پر کچھ آوازیں سنائی دیں۔

میں اپنی جگہ ٹھٹک کر رک گیا گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ وہ لوگ یہ سوچ کر مطمئن نہیں ہو گئے تھے کہ لیموزین تباہ ہو گئی ہے وہ مجھے تلاش کر رہے تھے اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میرا ان سے زیادہ فاصلہ نہ ہو۔ میں نے اپنے آپ کو جھاڑیوں میں محفوظ کر لیا۔ لیکن ان کے قدموں کی آوازیں مجھے قریب ہی سنائی دے رہی تھیں۔ میں جھاڑیوں میں اچھی طرح چھپ گیا پھر کسی کی بھاری آواز سنائی دی۔

"ٹارچیں نہیں ہیں تمھارے پاس؟ چاند کی روشنی تمھاری معاونت نہیں کر سکے گی۔" اور دوسرے لمحے پانچ چھ تیز روشنی والی ٹارچیں روشن ہو گئیں۔ وہ جھاڑیوں پر ٹارچیں ڈال ڈال کر مجھے تلاش کر رہے تھے اور ٹارچوں کی روشنیاں آہستہ آہستہ ایک ایک جھاڑی کو کریدتی ہوئی میری جانب بڑھ رہی تھیں۔ اب "تلوار" بے سود تھا۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہنے کا مطلب یہ تھا کہ اطمینان سے مجھے انھی جھاڑیوں میں مار لیا جائے۔ اس لیے میں نے اپنی جگہ سے رینگنا شروع کر دیا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک ڈھلوان شروع ہو گئی تھی اور نیچے نجانے کہاں تک چلی گئی تھی۔ خاصی پھسلواں ڈھلوان تھی۔ اپنے آپ کو سنبھالنا بہت مشکل تھا۔ اگر وہاں جھاڑیاں نہ ہوتیں تو کسی بھی میں پھسل کر نہ جانے کتنی گہرائیوں میں پہنچ سکتا تھا۔ ٹارچوں کی روشنیاں اب اس جھاڑی سے آگے بڑھ آئی تھیں۔ جہاں چند لمحے پہلے میں موجود تھا۔

تھوڑی دیر تک میں اسی طرح آگے بڑھتا رہا اور پھر میرے سامنے ایک چٹان حائل ہو گئی۔ آگے راستہ تقریباً بند ہو گیا تھا چٹان پر چڑھے بغیر دوسری طرف اترنا ممکن نہیں تھا۔ اگر میں چٹان پر چڑھتا تو ان کی ٹارچوں کی روشنیوں کی زد میں آجاتا۔ فوری طور پر کوئی بات ذہن میں نہیں آئی کہ کیا کرنا چاہیے۔ ہر طرف پھیلی ہوئی چاندنی کے علاوہ ٹارچوں کی روشنیاں بھی میرے لیے خطرے کا باعث تھیں جو مسلسل میرا تعاقب کر رہی تھیں۔

چاند ایک لمحے کے لیے بادلوں میں چھپا تو میں نے چٹان پر چڑھنے کا خطرہ مول لے لیا اور اس پھرتی سے اوپر چڑھا کہ مجھے خود بھی اندازہ نہیں ہو سکا۔ میں چٹان کے اوپر پہنچ گیا اور اسی وقت روشنیاں چٹان پر پڑیں لیکن میں ان کی زد سے اوپر تھا دوسری طرف تھوڑا سا سپاٹ حصہ نظر آ رہا تھا۔

دفعتاً کوئی زور سے چیخا۔ الفاظ تو میری سمجھ میں نہیں آ سکے

لیکن ٹارچوں کی روشنیاں ایک دم بلند ہو گئیں۔ میں پھرتی سے چھلانگ لگا کر آگے بڑھ گیا تھا۔ میں نے ان لوگوں کو دیکھ لیا تھا جو مجھے چٹان پر چڑھتے دیکھ چکے تھے۔ پوری طرح مسلح افراد تھے۔ فوراً ہی مجھے گولیوں کی آوازیں سنائی دیں اور پھر وہ چاروں طرف سے سمٹ سمٹ کر اس چٹان کی جانب متوجہ ہو گئے۔

میں جس حد تک آگے بڑھ سکتا تھا، بڑھتا رہا لیکن وہ اوپر آ گئے تھے اور روشنیاں کسی بھی لمحے مجھے اپنی گرفت میں لینے والی تھیں۔ اس وقت ایک تناور درخت نے میری مدد کی اور میں نے اپنے آپ کو اس کے تنے کے پیچھے چھپا لیا۔ صرف ایک لمحہ گزرا تھا کہ ٹارچ کی روشنی عین اسی جگہ پڑی جہاں میں چند لمحے قبل موجود تھا۔ انھوں نے مجھے درخت کے پیچھے چھپتے ہوئے نہیں دیکھا تھا لیکن ان کا رخ اسی طرف تھا اور اب مجھے کچھ نہ کچھ کرنا ہی تھا۔

دوسرے لوگ شاید مختلف حصوں میں نکل گئے تھے لیکن دو افراد اسی سمت آ رہے تھے، جہاں میں چھپا ہوا تھا پھر جیسے ہی ایک آدمی اس درخت کی طرف آیا، میں نے برق کی سی تیزی کے ساتھ اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر اس کے منہ پر جما دیا اور اسے اپنی جانب کھینچ لیا اس سے پہلے کہ وہ ہاتھ پاؤں مار سکتا، میں نے اس کے نرخرے پر دونوں انگوٹھے رکھ کر اس قوت سے دبائے کہ اس کے حلق سے آواز بھی نہ نکل سکی۔ میرے انگوٹھے گویا اس کے نرخرے میں گھس گئے تھے، چند لمحوں کے اندر اندر اس کے بدن کا تشنج ختم ہو گیا تھا۔

دوسرے آدمی کو شاید ابھی تک صورت حال کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا لیکن جب میں نے اسے چھوڑا تو وہ ایک دم زمین پر گر پڑا اور دوسرے آدمی نے اس کی آواز سنتے ہی پھرتی سے درخت کی سمت رخ کر لیا لیکن میں نے زمین پر لوٹ لگا کر اپنے آپ کو اس کی امکانی فائرنگ سے بچایا اور ساتھ ہی اس کی ٹانگوں کو اپنی لپیٹ میں لے کر اسے بھی نیچے گرا دیا۔ پھر دوسرے ہی لمحے میں اس شخص کے اوپر سوار تھا اور اس بار میں نے اپنے لمبے چاقو کی دھار اس آدمی کے حلق پر پھیر دی۔ میرے ہاتھ کا دباؤ زبردست تھا۔ چنانچہ گردن اس طرح کٹ گئی کہ وہ خرخرانے کے سوا کوئی آواز بھی نہ نکال سکا۔

دوسرے لوگ ابھی تک اس طرف متوجہ نہیں ہوئے تھے۔

البتہ سب کے سب چٹان پر چڑھ آئے تھے اور ٹارچوں کی زبانیں ہر طرف زمین چاٹ رہی تھیں۔

میں نے چند لمحات رک کر صورت حال کا جائزہ لیا۔ میں یہ جاننے کی کوشش کر رہا تھا کہ ان لوگوں نے کون کون سے علاقے کو نظر میں رکھا ہے۔ کسی ایسی سمت کی تلاش تھی مجھے جو ان سے خالی ہو اور اس کے لیے اسی درخت کی سیدھ مناسب محسوس ہوئی میں بڑی احتیاط سے پیچھے ہٹنے لگا اور جب مجھے احساس ہوا کہ وہ لوگ دور رہ گئے ہیں تو میں نے دوڑ لگا دی۔ آگے کیا ہے یہ جنگل کہاں تک چلا گیا ہے؟ اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ بس میں جان توڑ کر دوڑ رہا تھا، بدن پر لگنے والی خراشوں میں اٹھتی ہوئی ٹیسوں سے بے نیاز۔

نہ جانے کتنی دور نکل آیا۔ پھر مجھے ایک روشنی نظر آئی اور میرے قدم سست پڑنے لگے۔ کوئی آبادی تھی۔ اس وقت سب سے بڑی طلب ایک پناہ گاہ کی تھی۔ ایک ایسی پناہ گاہ جہاں سکون کے چند لمحات مل جائیں۔

ایک احاطہ نظر آیا جسے عبور کرنا مشکل نہ تھا۔ لکڑی کے اس احاطے کی بلندی کو ایک چھلانگ میں عبور کر کے میں ایک لمحے کے لیے رکا۔ اس جگہ کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا البتہ وہ روشنی اب صاف نظر آ رہی تھی اور لکڑی کی بنی ہوئی ایک عمارت بھی۔ میرے قدم خود بخود اس عمارت کی جانب اٹھ گئے۔

عمارت کا صدر دروازہ بند تھا لیکن بائیں سمت ایک ایسی جگہ نظر آ گئی جہاں میں پناہ لے سکتا تھا۔ یوں بھی اب کسی جدوجہد کی سکت نہیں رہ گئی تھی۔ عمارت کے مکین نہ جانے کون ہوں اور میرے ساتھ کیا سلوک کریں۔ چنانچہ میں نے وہی گوشہ سنبھال لیا۔ اور نڈھال انداز میں خود کو سمیٹ کر لیٹ گیا۔ فائل میرے سینے سے بندھی ہوئی تھی اور میرا سامان بھی بری طرح میری جیبوں میں ٹھنسا ہوا تھا۔ پلکیں ایک دوسرے سے جڑی جا رہی تھیں۔ یہ نیند نہیں بلکہ کوئی اور کیفیت تھی اور میں زیادہ دیر تک خود کو اس کیفیت سے نہ بچا سکا پلکیں جڑ گئیں اور اس کے بعد دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی۔

نہ جانے کب تک مجھ پر یہ گہری نیند یا بے ہوشی طاری رہی۔ دوبارہ آنکھ کھلی تو میں نے دونوں ہاتھ ٹکا کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن فوراً ہی ایک سرگوشی سنائی دی "لیٹے رہو... لیٹے رہو تمھیں بخار ہے۔"

میں نے چونک کر آنکھیں پھاڑ دیں۔ ستائیس اٹھائیس سال کی ایک خوبرو عورت میرے بالکل قریب موجود تھی۔ اس کے حسین بال میرے چہرے پر جھول رہے تھے اور چمکتی آنکھیں عجیب سے انداز میں مجھے گھور رہی تھیں۔ ان آنکھوں میں بے پناہ پیاس تھی۔

"میں... یہ...؟" میں نے کہا۔

"بس لیٹے رہو، تم محفوظ ہو۔"

"مگر یہ کون سی جگہ ہے؟"

"وہی جہاں تم آئے تھے۔" اس نے کہا اور ہنس پڑی۔ "بس اتنا ہوا ہے کہ میں تمھیں باہر سے اندر لے آئی ہوں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"لوسیا! اب کیا کیفیت ہے اس کی؟" ایک دوسری نسوانی آواز نے مجھے چونکا دیا۔
"ہوش آگیا ہے آنٹی؟" میرے قریب موجود خوبرو عورت نے جواب دیا۔
"پھر تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" اس مرتبہ لہجہ تحکمانہ تھا۔
"جھک مار رہی ہوں۔" اس نے کہا اور میرے نزدیک سے ہٹ گئی۔
"جاؤ اپنے انکل کو بلا کر لاؤ۔"
"او کے اوکے۔" اس نے جلے کٹے لہجے میں کہا اور تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی باہر نکل گئی۔
میں نے گردن گھما کر دیکھا۔ بھاری بدن کی ایک عورت میری طرف آرہی تھی۔ اس کا چہرہ سخت اور کھردرا تھا۔ میرے قریب آکر وہ کڑی نظروں سے مجھے گھورنے لگی۔ پھر اس کی کرخت آواز ابھری۔
"تم کوئی بھی ہو، ہمیں اس سے غرض نہیں ہے۔ تم زخمی تھے۔ ہم نے تمھاری تیمارداری کی۔ اب تمھارا فرض ہے کہ تم اسی نیک جذبے کے ساتھ یہاں سے رخصت ہو جاؤ۔"
"یقیناً مہربان خاتون۔ مجھے احساس ہے کہ آپ کو میری وجہ سے مشکلات کا شکار ہونا پڑا۔ آپ اطمینان رکھیں میں ابھی یہاں سے چلا جاتا ہوں۔" میں نے کہا۔
اسی وقت ایک دراز قامت امریکن دانتوں میں موٹا سگار دبائے اندر داخل ہو گیا۔ وہ لڑکی یا عورت اس کے تعاقب میں تھی۔ اس کا چہرہ کلین تھا۔ آنکھوں میں ایک بچگانہ شوخی کی جھلک تھی۔
"ہیلو! کیسے ہو تم؟" اس نے مخصوص اسٹائل میں پوچھا۔
"ٹھیک ہوں جناب۔"
"تم زیادہ زخمی نہیں ہو۔ شاید کچھ زہریلے کانٹے تمھارے بدن میں چبھ گئے تھے جن کی وجہ سے تمھیں بخار آگیا۔ اسی زہر نے تم پر طویل بے ہوشی طاری کر دی تھی۔"
"طویل بے ہوشی!" میں نے حیرت سے کہا۔
"ہاں تم پورے چالیس گھنٹے بے ہوش رہے ہو۔ میں نے غلط تو نہیں کہا لوسیا؟"
"بالکل نہیں انکل۔" لڑکی نے جلدی سے کہا۔
"لوسیا میری ہم خیال ہے۔ مجھے تم جنکارڈ کے نام سے مخاطب کر سکتے ہو۔ تم کون ہو؟"
"ڈینی ولسن۔" میں نے رکے بغیر کہا۔
"شکاری معلوم ہوتے ہو۔"
"آپ کو کیسے پتا چلا جناب!" میں نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔
اس شخص کی فطرت میری سمجھ میں آرہی تھی۔

وہ قہقہہ مار کر بولا۔ "ایک شکاری ہی دوسرے شکاری کو پہچان سکتا ہے۔ میں یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ تم کسی جنگلی سور کا شکار ہوئے ہو۔"
"آپ تو جادوگر معلوم ہوتے ہیں مجھے مسٹر جنکارڈ۔ اتنا صحیح اندازہ حیرت انگیز ہے۔"
"اسے بوڑھی عورت! نوجوان شکاری کے لیے سبز لوبیا کا سوپ تیار کرو۔ ہری اپ!"
"نہیں جناب! میں خاتون کی ہدایت کے مطابق فوراً یہاں سے جانا چاہتا ہوں۔ واقعی انھیں میری وجہ سے بہت تکلیف ہوئی ہوگی اب میں مزید..." میں نے کہا۔
"فرن! تم نے اسے جانے کو کہا ہے؟" جنکارڈ نے عورت کو دیکھتے ہوئے کہا۔
"ہاں ہم اپنا اس پُرسکون گھر کو جرائم کا اکھاڑا نہیں بنا سکتے۔ میں چاہتی ہوں کہ یہ اب یہاں سے چلے جائیں۔"
"تم جوں جوں بوڑھی ہوتی جا رہی ہو، اسی طرح بداخلاق بھی۔ لوسیا! تم مہمان کا خیال رکھو، یہ ابھی نہیں جائیں گے۔ جاؤ فرن سبز لوبیا کا گاڑھا سوپ تیار کرو۔"
بوڑھی عورت باہر نکل گئی تھی۔
مسٹر جنکارڈ نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "مرد کی آواز میں اتنا رعب ہونا ہی چاہیے۔"
"یہ کون سی جگہ ہے مسٹر جنکارڈ؟"
"میرا فارم ہاؤس ہے۔ اطراف میں تمھیں پھلوں کے باغات نظر آئے ہوں گے سب میرے ہیں۔ فرن میری بیوی ہے اور لوسیا میری بھتیجی۔"
"یہ جگہ گرین لاٹ سے کتنی دور ہے؟"
"گرین لاٹ یہاں سے ڈیڑھ سو کلومیٹر دور ہے۔" اس نے جواب دیا۔
گرین لاٹ کے تصور کے ساتھ ہی میرا ہاتھ سینے پر پہنچ گیا اور یہ محسوس کر کے کہ فائل وہاں موجود نہیں ہے میرا دل دھک سے رہ گیا تھا لیکن اسی وقت لوسیا آگے بڑھی اور میرے بازو پر ہاتھ رکھتی ہوئی بولی۔ "تمھاری حالت کافی بہتر معلوم ہوتی ہے۔" اس کے ساتھ ہی اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ "فکر مت کرو تمھارا سامان میرے پاس محفوظ ہے۔"
میں نے عجیب سی نگاہوں سے لڑکی کی طرف دیکھا اور وہ مسکرا دی۔ مسٹر جنکارڈ نے موٹا سگار دانتوں میں کچلتے ہوئے کہا۔ "اس کے باوجود تم جب تک بالکل تندرست نہیں ہو جاؤ گے یہاں سے نہیں جاؤ گے۔ لوسیا تم ان کا خیال رکھو گی اور نوجوان

شکاری میں تم سے ان واقعات کے بارے میں ضرور پوچھوں گا جن کی وجہ سے تم زخمی ہوئے لیکن کوئی جلدی نہیں ہے۔ اطمینان سے اب آرام کرو۔"
مسٹر جنکارڈ باہر نکل گئے۔ ان کے باہر جاتے ہی لوسیا میرے پاس بیٹھ گئی۔ میں نے اس کے انداز میں کچھ عجیب سی کیفیات محسوس کی تھیں۔ اس وقت بھی وہ مجھ سے جڑ کر بیٹھی تھی۔
"تمھارا نام ڈینی ولسن ہے نا؟"
"ہاں۔" میں نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
"تم نے ابھی اپنے سینے کو ٹٹولا تھا۔"
"ہاں۔ میرے کچھ اہم کاغذات...؟"
"شکر کرو تم کسی اور کے ہاتھ نہیں لگے۔ اگر آنٹی تمھارے پاس سے برآمد ہونے والا سامان دیکھ لیتیں تو شاید تمھیں ایک لمحے کے لیے بھی اس چھت کے نیچے پناہ نہ ملتی۔ وہ تو میں ہی اس طرف جا نکلی تھی جہاں تم بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ میں خود ہی تمھیں اٹھا کر یہاں لائی ہوں اور تمھاری ابتدائی مرہم پٹی میں نے کی تھی۔ اس وقت انکل اور آنٹی سو رہے تھے۔ سچ بہت وزنی ہو تم..." وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ چند لمحات وہ خمار کی سی کیفیت میں رہی پھر سنبھل کر بولی۔ "یہ بیک پلان کیا ہے؟"
میرا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ پورے بدن کا خون چہرے پر سمٹ آیا تھا اور کنپٹیاں آگ اگلنے لگی تھیں۔ اس وقت کی اہمیت کا مجھے احساس تھا۔ یہ لڑکی نما عورت یا عورت نما لڑکی اتنی لاابالی اور معصوم نہیں تھی جتنا کہ ظاہر کرتی تھی۔ اس وقت میں اس کے سامنے بے بس تھا کیونکہ بیک پلان فائل اس کے قبضے میں تھی۔
"تم پریشان ہو گئے۔ میں صرف معلومات کے لیے پوچھ رہی ہوں۔ مجھے ایسی چیزوں سے دلچسپی ہے۔ انکل جنکارڈ اور آنٹی فرن امن پسند لوگ ہیں۔ وہ خود کو تمام خطرات سے بے نیاز رکھ کر زندگی گزارنا چاہتے ہیں جبکہ مجھے ایسی زندگی سے نفرت ہے۔ مجھے پُراسرار اور سنسنی خیز حالات میں زندگی گزارنے میں لطف آتا ہے۔"
"تم نے وہ فائل پڑھی؟" میں نے خود کو سنبھال کر پوچھا۔
"نہیں، یقین کرو نہیں۔ میں نے اسے تمھاری امانت سمجھ کر محفوظ رکھا ہے۔ کیا تم مجھے اس کے بارے میں بتانا پسند نہیں کرتے۔ اگر ایسی بات ہے تو میں تمھیں مجبور نہیں کروں گی۔"
"دراصل لوسیا! وہ میری ملکیت نہیں ہے۔ میرے پاس بھی وہ کسی کی امانت ہے۔ میں اسی لیے پریشان ہو گیا تھا۔" میں نے آنکھیں بند کر کے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا۔

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ تمھارا سامان محفوظ ہے لیکن کیا تم مجھے دوست بنانا پسند نہیں کرو گے؟"
"تم تو خود ہی میری دوست بن گئی ہو لوسیا۔ بے غرضی سے میری مدد کر کے تم نے میرا دل جیت لیا ہے۔"
"تو پھر مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔"
"اپنا نام تو میں تمھیں بتا چکا ہوں۔"
"نام سے کیا ہوتا ہے؟"
"پھر... اور کیا جاننا چاہتی ہو؟"
"تم جاسوس ہو یا پھر کوئی جرائم پیشہ انسان۔ کیا تمھارا تعلق کسی دہشت پسند گروہ سے ہے؟"
"تمھارا کیا خیال ہے؟"
"سو فیصدی وہی جو میں نے کہا۔"
"اگر ایسا ہے تو تمھارا کیا ردِعمل ہوگا؟"
"کچھ نہیں۔ میں تمھاری مدد کروں گی۔ مجھے یہ سب کچھ پسند ہے۔ پہلے ہی تم سے اظہار کر چکی ہوں۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ تم بلاوجہ ہی اس حال کو نہیں پہنچے۔ کچھ حادثات پیش آئے ہیں تمھیں۔"
"تم نے میرے لیے اپنی ذات میں کافی دلچسپیاں پیدا کر دی ہیں لوسیا۔ اب تو دل میں تمھارے بارے میں جاننے کی خواہش بیدار ہو گئی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"شکریہ۔ میرے بارے میں کوئی تو خیال آیا تمھیں۔"
"کیا مطلب؟" میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔
"کچھ نہیں۔ بس اب میں چلتی ہوں۔"
"ارے کیا ہوا؟"
"کچھ نہیں۔ ابھی بوڑھی فرن کودوہ پڑ جائے گا۔ اُسے موت آرہی ہوگی۔"
"اپنی آنٹی کی بات کر رہی ہو؟"
"خدا حافظ۔" وہ ایک دم اٹھ کھڑی ہوئی پھر دروازے کے قریب پہنچ کر بولی۔ "اپنے سامان کے لیے پریشان نہ ہونا۔ سب کچھ حفاظت سے رکھ چھوڑا ہے میں نے۔ جب تم کہو گے دے دوں گی۔" میرے مزید کچھ کہنے سے پہلے وہ چھلانگ سے باہر نکل گئی اور میں دروازے کو دیکھتا رہ گیا۔
امریکا جیسے ملک میں ایسے کسی کردار کا مل جانا تعجب خیز نہیں تھا لیکن کیا وہ میرے لیے خطرناک ثابت ہو سکتی ہے؟ بظاہر تو ایسا نظر نہیں آتا تھا۔ میں تشویش سے سوچتا رہا۔
وہ لوگ کون تھے جو فیکٹری میں جیمس پوکر کے پاس آئے تھے؟ جیمس پوکر کو کس نے قتل کیا تھا؟ اور اس کے بعد میرے ساتھ پیش آنے والے واقعات؟ کیا ان لوگوں کو فوراً ہی بیک پلان فائل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

غائب ہو جانے کا احساس ہو گیا تھا؟ کیا انھوں نے جیمس پوکر کے قتل کا شبہ مجھ پر کیا تھا؟ اگر یہ بات تھی تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ وہ جیمس پوکر کے قاتلوں میں سے نہیں تھے جیمس پوکر، بارن وائیکو کا آدمی تھا اور صیہونی عناصر کے لیے کام کر رہا تھا۔ پھر وہ کون لوگ تھے جنھوں نے اُسے قتل کر دیا؟ سارے واقعات ایک اُلجھی ہوئی ڈور کی مانند تھے جن کا سرا کہیں نہیں مل رہا تھا۔

اس وقت فوری طور پر میری توجہ کا مرکز لوسیا کی شخصیت بن گئی تھی۔ یہ لڑکی یا عورت کس ٹائپ کی ہے؟ ایک پلان فائل سے اس نے کیا نتیجہ اخذ کیا تھا اور جیسا کہ اس نے کہا کہ وہ ذاتی طور پر اس میں دلچسپی نہیں لے رہی اور اس نے فائل کھول کر بھی نہیں دیکھی تو پھر آخر اس کی دلچسپی کا سبب کیا ہے؟

نجانے رات کا کون سا پہر تھا کہ دفعتاً میرے دروازے پر تین بار دستک ہوئی اور میرے خیالات کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ میں جلدی سے دروازے کے قریب پہنچا تو باہر سے لوسیا کی آواز سنائی دی "دروازہ کھولو۔ تم نے میری آواز پہچان لی ہوگی۔" میں ایک لمحے کے لیے رُکا تو لوسیا پھر بولی "میں دروازے کے قریب تمھارے قدموں کی آہٹ سُن چکی ہوں۔ مجھے اندر آنے دو۔"

میں نے دروازہ کھول دیا اور لوسیا اندر گھس آئی۔ وہ شب خوابی کے لباس میں تھی۔ بکھرے ہوئے بال اور چہرے کا اُڑا اُڑا سا رنگ۔ ہونٹوں پر ایک لرزش تھی اور آنکھوں میں عجیب سی چمک۔

"یہ وقت ہے تمھارے جسم پر مالش کرنے کا اوینٹمنٹ کی ہے ورنہ تمھارے ان چھوٹے چھوٹے خراش نما زخموں کو نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔"

"اس وقت؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"ہاں۔ اس وقت۔" اس نے کہا اور میرے نزدیک آگئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک گول شیشی تھی جس کا ڈھکن ایک برابر چھوٹا تھا اور دوسرے ہاتھ میں روئی تھی۔

میں ایک لمحے کے لیے پریشان ہو گیا تھا لیکن بہر طور اُسے سنبھالے رکھنا بھی ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے ہتھیار ڈال دیے۔ تھوڑی دیر تک وہ اپنے کام میں مصروف رہی اور پھر آنکھیں بند کر کے گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

"کیا اب میں اپنا گاؤن پہن لوں؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔" وہ تھکے تھکے سے انداز میں بولی۔ "الو کہیں کا! کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔"

"روشنی کر دوں؟" میں نے پھر سوال کیا۔

"نہیں۔ وہ بوڑھے گدھے ابھی اس طرف دوڑ پڑیں گے۔" وہ دانت پیستے ہوئے بولی اور میں گاؤن پہن کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"تم میرے لیے ایک معما ہو لوسیا! کیا اب بھی تم مجھے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گی؟"

"کیا پوچھنا چاہتے ہو میرے بارے میں، کیا بتاؤں؟ بولو کیا بتاؤں؟"

"تمھارا باپ کیا ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔ کوئی نہیں جانتا اور کوئی نہیں جانے گا۔" اس نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

"مجھے اپنے بارے میں کچھ اور نہیں بتاؤ گی؟"

"ہاں کیوں نہیں۔ وہی سب کچھ تو بتانے کے لیے آئی ہوں۔ سنو! سب سے پہلی بات تو یہ سنو کہ میرے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار مت ہونا۔ بدکردار نہیں ہوں اور کبھی اپنے کردار پر داغ آنے بھی نہیں دوں گی۔ کیونکہ میں اپنے محبوب سے محبت کرتی تھی اور میں نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ اس کی نذر کر دیا تھا۔ چنانچہ میرے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہونا۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہوں گی۔"

"تمھارا محبوب کون ہے؟"

"ہے نہیں، تھا۔ اُسے مجھ سے چھین لیا گیا۔"

"کس نے چھین لیا؟"

"اُنھوں نے جو میری جائداد پر قبضہ کرنا چاہتے تھے، جو میرے اپنے تھے۔ جنھوں نے ہمیشہ مجھے اپنا کہا لیکن اپنا سمجھا نہیں۔"

میں نے ہمدردی سے لوسیا کے شانے پر ہاتھ رکھا اور آہستہ سے بولا "دل کا بوجھ ہلکا کر لو لوسیا، اس طرح طبیعت سنبھل جاتی ہے۔"

"مجھے رُلانے کی کوشش کر رہے ہو۔ کبھی نہیں روئی میں اور نہ ہی کبھی روؤں گی۔"

"میں صرف تمھارے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔" میں نے نگساری سے کہا۔

وہ چند لمحے خاموش رہی پھر کہنے لگی "جیسا کہ تم جانتے ہو میرا نام لوسیا کیلیس ہے۔ ایک دولت مند باپ کی بیٹی تھی۔ ماں بچپن ہی میں مر چکی تھی۔ نوجوانی کی عمر میں داخل ہوئی تو باپ بھی ایک حادثے کا شکار ہو گیا۔ بچپن ہی میں مجھے جم ایلیسی سے منسوب کر دیا گیا تھا۔ جم نے قانون کی تعلیم حاصل کی تھی اور اس کے بعد اس نے ایک کامیاب وکیل کی حیثیت سے اپنی زندگی کا آغاز کیا تھا۔ والد کی موت کے بعد بہت سے لوگ میری سرپرستی کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ میرے اپنے خاندان کے لوگ تھے۔ انھوں نے مجھ پر محبتوں کی بارش کر دی۔ نوجوانی کی عمر تھی۔ میں اُن کے فریب کا شکار ہو گئی لیکن درحقیقت اس سرپرستی کی آڑ میں وہ میری دولت کو اپنی تحویل میں رکھنا چاہتے تھے۔ میں نے بچپن ہی سے جم کو چاہا تھا اور اس کے ساتھ ہی اپنی زندگی کے سنہرے خوابوں کا آغاز کیا تھا۔ جم بہت خوددار انسان تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ اپنے آپ کو میرے معیار کے مطابق بنائے لیکن جب میرے سرپرستوں کی ناپاک خواہشیں اس کے علم میں آئیں تو اس نے مجھے ان سے علیحدگی کا مشورہ دیا۔ یہ علیحدگی اسی صورت میں ممکن تھی جب جم سے میری شادی ہو جائے۔ چنانچہ میں نے اپنے سرپرستوں سے اس کا اظہار کر دیا اور وہ لوگ چراغ پا ہو گئے۔ جم کی طرح طرح کے کیڑے نکالے گئے۔ جم کے خلاف بہت سی سازشیں کی گئیں۔ اُسے بہت سے گھناؤنے الزامات میں ملوث کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ میرے سرپرستوں کا پورا گروہ اس کے خلاف سرگرم عمل ہو گیا۔ اور جم بھی ان کے مقابلے پر ڈٹ گیا۔ وہ ایک وکیل تھا اور مجھے ہر طرح کا تحفظ دینا چاہتا تھا۔ جب میرے سرپرستوں نے محسوس کیا کہ وہ جم کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکیں گے تو انھوں نے جم کو قتل کرا دیا۔ ہاں میرے جم کے بدن کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے انھوں نے سمندر بُرد کر دیا اور میں اپنی زندگی کے سب سے حسین دور سے محروم ہو گئی۔ میں نے جم سے وعدہ کیا تھا ڈینی کہ میں زندگی اور موت اس سے وابستہ کر چکی ہوں۔ سو میں نے اس وعدے کو پورا کیا۔ دیکھ لو میری عمر ستائیس سال ہو چکی ہے لیکن میں۔۔۔ میں آج بھی ویسی ہی ہوں جیسی پہلے تھی۔ جم کی موت کے بعد میرے ذہن میں جنون کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ میں نے خود منظرِ عام پر آ کر اُن لوگوں کی نشاندہی کی جو میرے جم کے قاتل تھے لیکن ان کے خلاف کوئی ثبوت نہ پا سکی۔ تب میں نے ایک اور منصوبہ تیار کیا۔

انکل جنکارڈ اور آنٹی فرن میرے بہت دور کے عزیز تھے۔ انکل جنکارڈ نے اپنی زندگی میں سیاحت اور شکار میں گزاری تھی۔ یہ دونوں لاولد تھے اور آخری عمر میں کسمپرسی کا شکار ہو گئے تھے۔ چنانچہ اپنے ہوس پرست رشتے داروں کو شکست دے کر میں نے اپنی تمام دولت اپنی تحویل میں لے لی اور اس کے بعد انکل جنکارڈ اور آنٹی فرن کے ساتھ یہاں آکر بس گئی۔ یہ فارم ہاؤس بھی میری ملکیت ہے۔ یہاں میں ان دونوں کے ساتھ زندگی گزار رہی ہوں۔ تم یقین کرو ڈینی! میں بدکردار لڑکی نہیں ہوں لیکن بعض اوقات میری عجیب کیفیت ہو جاتی ہے اور اس وقت اپنے آپ کو سنبھالنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ ڈینی میں نے آنٹی فرن اور انکل جنکارڈ سے اپنی کوئی بات نہیں چھپائی۔ میں نے ان سے کہا کہ اگر میں کبھی بُرائی کے راستے پر بھٹکنے لگوں تو انھیں یہ حق حاصل ہے بلکہ یہ ان کی ذمے داری ہے کہ مجھے روک دیں مگر اب یہ لوگ مجھے بہت بُرے لگتے ہیں۔ خاص طور سے اس وقت جب کوئی پسندیدہ شخصیت میرے نزدیک آجاتی ہے تب یہ لوگ میری نگرانی کرتے ہیں لیکن میں جانتی ہوں کہ یہ سب کچھ میرے وعدے کے ایفا کے لیے ضروری ہے۔ بڑی عزت کرتی ہوں میں اِن دونوں کی۔ بہت ہی احسان مند ہوں میں اُن کی کہ انھوں نے اب تک مجھے سنبھالے رکھا ہے۔"

"تم نے اپنے ان عزیزوں کے خلاف کوئی مؤثر کارروائی نہیں کی جو جم کے قاتل تھے؟" میں نے سوال کیا تو لوسیا مسکرا دی۔

"اُن میں سے پانچ آدمی اب اس دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ اور یہ پانچوں وہ تھے جنھوں نے جم کو قتل کرنے میں کارہائے نمایاں انجام دیے تھے۔ میں نے اپنی زندگی کا ایک ہی مقصد بنایا تھا۔ اس کے لیے میں نے اپنی دولت کا بہت بڑا حصہ پروفیسر فیڈرک کے سپرد کر دیا تھا اور شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ میں آج بھی پروفیسر کی بے حد ممنون ہوں اور اس کے لیے جو کچھ بھی مجھ سے ہو سکتا ہے کرتی رہتی ہوں۔ پروفیسر فیڈرک نے میرے وجود کی سب سے بڑی تشنگی مٹا ڈالی ہے۔ بالکل اسی طرح قتل کیا گیا تھا ان پانچوں کو جس طرح جم کی لاش کے ٹکڑے سمندر سے برآمد ہوئے تھے۔"

"پروفیسر فیڈرک؟" میں نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں۔ دوسروں کی نظر میں ایک جرائم پیشہ اور باغی انسان مگر میرے لیے فرشتہ۔"

"کون ہے یہ؟" میں نے سوال کیا اور لوسیا پُرخیال انداز میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مجھے دیکھنے لگی۔

"یہاں سے کچھ فاصلے پر جیسی آرگن کا علاقہ ہے اور فیڈرک کا جیسی آرگن میں ہی رہتا ہے۔ اس کا گروہ باربن وائیکو کے مقابلے میں بہت چھوٹا ہے لیکن باربن وائیکو کو اس کی وجہ سے وقتاً فوقتاً پسینہ آتا رہتا ہے۔"

ایک بار پھر میرے ذہن میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ لوسیا وہ نام لے رہی تھی جو مجھے مطلوب تھا لیکن پروفیسر فیڈرک کا کردار میرے لیے نیا اور اجنبی تھا۔ لوسیا اگر کوئی بہت گہری عورت نہیں تھی اور اگر اس نے کوئی شاندار کہانی مجھے نہیں سنائی تھی تو پھر اچانک ہی وہ میرے لیے انتہائی اہم ہو گئی تھی۔ جیسی آرگن، پروفیسر فیڈرک اور باربن وائیکو۔ پروفیسر فیڈرک وہ شخصیت تھی جس نے لوسیا کے ایما پر پانچ آدمیوں کو قتل کیا تھا اور وہ اپنے چھوٹے سے گروہ کے ساتھ باربن وائیکو کو ناکوں چنے چبوائے ہوئے تھا۔ کیا یہ شخصیت میرے کام نہیں آ سکتی؟ میں لوسیا کا چہرہ دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا۔ "فیڈرک جیسی آرگن ہی کا باشندہ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"اور باربن وائیکو؟"

"وائیکو کے بارے میں مجھے زیادہ تفصیل نہیں معلوم۔ سنا گیا ہے کہ وہ کسی مخلوط النسل سے ہے۔"

"امریکی قومیت رکھتا ہے؟"

"ہاں، اور شاید جیسی آرگن ہی میں اس کی مستقل رہائش ہے۔"

فیڈرک کے بارے میں میرے ذہن میں بڑا تجسس پیدا ہو گیا تھا۔ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد میں نے کہا: "جیسی آرگن میں ان دونوں میں سے کس کی حیثیت زیادہ طاقت ور ہے؟"

"ہوں۔" لوسیا کسی سوچ سے چونک پڑی۔ "باربن وائیکو ایک جرائم پیشہ شخص ہے اور پروفیسر فیڈرک ایک تعلیم یافتہ انسان۔ میں اس کی کہانی تو نہیں جانتی لیکن کسی خاص واقعے نے پروفیسر کو درس و تدریس کی زندگی سے ہٹا کر اس راہ پر لا ڈالا تھا۔" وہ شاید میرے سوال پر غور کیے بغیر ہی بولنے لگی تھی۔

"وہ کھلم کھلا باربن وائیکو کے مقابلے پر ہے؟"

"ہاں تقریباً۔"

"دونوں میں اکثر و بیشتر محاذ آرائی ہوتی رہتی ہوگی؟"

"نہیں، اگر کوئی خاص ہی معاملہ ہو تو پروفیسر اس سے بھڑتا ہے۔ ویسے اس کے مقابلے میں پروفیسر کا گروہ بہت چھوٹا ہے اور اس کے وسائل بھی زیادہ نہیں ہیں۔" لوسیا نے جواب دیا۔

ہر ایک کے بارے میں مشکوک ہو جانا اور محتاط رہنے کے لیے طرح طرح کی احمقانہ کوششیں شروع کر دینا میری فطرت میں نہیں تھا۔ خطرات تو زندگی کی ہر سانس کے ساتھ تھے۔ ان سے بچنے کے لیے راستے کی آسانیوں کو فراموش کر دینا میرے نزدیک حماقت تھی۔ لوسیا کیلس نے جو کچھ کہا تھا اس میں باریکیاں تلاش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ میں اپنے قیمتی لمحات میں سے کچھ وقت ضائع کر دوں۔ چنانچہ اس کی کہانی پر میں نے آنکھیں بند کر کے یقین کر لیا اور یہ سوچنے لگا کہ یہ لڑکی کس طرح میرے لیے کارآمد ہو سکتی ہے۔

لوسیا آنکھیں بند کیے بیٹھی تھی اور شاید تصورات کی دنیا میں پہنچ گئی تھی۔ میں نے اس وقت تک کے لیے خاموشی اختیار کی جب تک کہ خود اس کے خیالات کا طلسم نہ ٹوٹ جائے۔ اس سے کام لینے کے لیے اب اس کے مزاج کے مطابق عمل کرنا ضروری تھا۔ میں سوچتا رہا پھر تھوڑی دیر کے بعد میں نے کہا۔ "لوسیا! تمھاری کہانی سننے کے بعد تم سے اظہار ہمدردی کرنا یا تمھیں اس بات کا احساس دلانا کہ تم بہت کچھ کھو چکی ہو، ایک عامیانہ سی بات ہے۔ لوگوں نے تم سے تمھارا بہت کچھ چھین لیا اور میں جانتا ہوں کہ تم تمھیں واپس نہیں مل سکتا لیکن اس کے جواب میں تم نے لوگوں سے جو کچھ چھینا، وہ تمھاری شخصیت کی بلندی اور تمھاری ہمت کی دلیل ہے۔ میری طرف سے اس کامیابی پر مبارکباد قبول کرو۔"

لوسیا نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ چند لمحے مجھے دیکھتی رہی اور پھر جلدی سے اٹھ کر میرے قریب پہنچ گئی۔ اس نے میرے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "میرا اندازہ تمھارے بارے میں غلط نہیں ہے۔ تم عام لوگوں سے کافی مختلف معلوم ہوتے ہو۔ یہی سب ... یقین کرو یہی سب کچھ سننے کے لیے میرے کان ترس گئے تھے۔ میں نے جسے بھی اپنی کہانی سنائی، اس نے مگرمچھ کے آنسو بہائے۔ مجھ سے ہمدردی کی، تسلیاں دیں مگر کسی نے میری جرأت کا اعتراف نہیں کیا۔ میں نے کسی کو احساس نہیں دلایا۔ میں نے یہ نہیں چاہا کہ وہ میرے گیت گائے لیکن یقین کرو ڈینی! یقین کرو یہ الفاظ میرا حق ہیں۔ مجھے یہی اعزاز ملنا چاہیے تھا اور تم ... تم اب میرے لیے انتہائی قابل احترام ہو گئے ہو۔ ہاں تم نے میری جرأت کا اعتراف کیا ہے۔ شکریہ ڈینی ولسن! تمھارا بے حد شکریہ۔" وہ اب ایک خودکلامی کی کیفیت میں بول رہی تھی۔ "بہت بہت شکریہ۔ ہاں، وہ پانچوں لاشیں گلی سڑی کیفیت میں شہر کے مختلف حصوں سے ملی تھیں۔ پروفیسر فیڈرک میرا محسن ہی نہیں، میرا سب سے بڑا سرپرست ہے اور میں اس کے اس احسان کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ آہ ... ! تم نہیں جانتے ڈینی! تم نہیں جانتے جب پانچ

گھروں میں ماتم ہوا تھا اور ان پانچوں گھروں نے جب اپنی انتہائی صلاحیتوں اور تمام تر اختیارات سے کام لے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ ان کے بزرگوں کا قتل جم ایلس کے قتل سے منسلک ہے لیکن ان کی کوئی کوشش مجھے مجرم نہ ثابت کر سکی۔ یہ پروفیسر فیڈرک کا ہی کارنامہ تھا۔ اس نے ان واقعات کو ایسے رنگ دیے تھے کہ کوئی بھی میری طرف انگلی اٹھانے کی جرأت نہیں کر سکا۔ میں دل سے پروفیسر کی ساتھی ہوں اور جو کچھ بھی مجھ سے بن پڑتا ہے، اس کے لیے کرتی۔ جی ہوں۔" لوسیا نے پُرمسرت انداز میں کہا۔

میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا پھر میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "میں اس سے اتفاق ہی کر سکتا ہوں لوسیا، صرف اتفاق۔"

"کیا ...؟" اس نے چونک کر پوچھا۔

"تم نے مجھ سے سوال کیا تھا لوسیا کہ کیا میں کوئی جاسوس ہوں یا کوئی جرائم پیشہ انسان۔ میں نے وعدہ کیا تھا کہ میں اس کا جواب تمھیں دے دوں گا۔ بلکہ یہ الجھن غالباً تمھارے ذہن میں ابھی ہوئی تھی لوسیا! ایک سوال میں تم سے اور کروں گا؟"

"ہاں ضرور ڈینی۔" اس نے کہا۔

"سیاست سے تمھیں کوئی لگاؤ ہے؟"

"نہیں یہ میرا موضوع نہیں ہے۔ کبھی فرصت ہی نہیں ملی اس طرف توجہ دینے کی۔"

"تم مظلوم ہو لوسیا۔ تمھارے ساتھ زیادتی کی گئی ہے۔ لہٰذا یقینی طور پر دل سے تم ان لوگوں کے خلاف ہوگی جو کسی پر ظلم کریں۔"

"سو فیصدی۔ میں اسی مزاج کی عورت ہوں۔"

"لوسیا تو پھر یہ سمجھو کہ میرا تعلق بھی ان لوگوں سے ہے جن پر زندگی تنگ کر دی گئی ہے، جن سے ان کی متاع حیات چھین لی گئی ہے، جنھیں ظلم کا نشانہ بنا کر دربدر کر دیا گیا ہے۔ سو میں انھی لوگوں کے لیے سرگرم عمل ہوں اور ان کی مدد کرنا ہی میری زندگی کا اہم ترین مشن ہے۔"

"کون ہیں وہ لوگ؟" لوسیا نے سوال کیا۔

"وادیٔ فلسطین تمھاری نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوگا۔"

"اخبارات میں اس بارے میں پڑھتی رہی ہوں۔"

"یہ علم ہوگا تمھیں کہ یہودیوں نے فلسطین کی سرزمین مسلمانوں سے چھین لی ہے۔ انھیں دربدر کر کے انھوں نے وہاں اپنی مملکت کی بنیاد ڈالی ہے۔"

"ہاں، کچھ واقعات میرے علم میں ہیں۔"

"یہ بھی علم میں ہوگا کہ فلسطینی اپنی بقا کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔"

دنیا کے حیرت انگیز فن
تحریر شناسی
کا دلچسپ ذریعہ، دوسروں کی شخصیت کو کھلی کتاب کی طرح پڑھیے
اردو میں پہلی بار
تحریر شناسی کے فن پر ایک نادر اور رہنما کتاب
تحریر اور شخصیت
یہ کتاب آپ کو بتائے گی کہ...
◎ یہ شخص کس کام کے لیے موزوں ہے؟
◎ کیا یہ حالات سے لڑنے کی صلاحیت رکھتا ہے؟
◎ کیا اسے جلد غصہ آتا ہے؟
◎ کیا یہ جھوٹ بولنے کا عادی ہے؟
◎ کیا اس کے ساتھ شادی کی جا سکتی ہے؟
◎ کیا اس پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟
◎ کیا یہ ایماندار اور ہمدرد ہے؟
◎ اس کا جنسی رویہ کیسا ہے؟
◎ اس میں برائیاں زیادہ ہیں یا اچھائیاں؟
◎ اور ایسی دوسری بہت سی باتیں
قیمت ۱۵ روپے، ڈاک خرچ ۱۰ روپے
ہر شخص کے لیے یکساں طور پر کارآمد کتاب۔
ملنے کا پتہ
مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بے شک، مجھے علم ہے۔"
"تو پھر یوں سمجھو لوسیا کہ میں بھی فلسطینیوں کے مفادات کا حامی ہوں اور اُنھی کے لیے کام کر رہا ہوں۔"
"اوہ... کوئی ایجنٹ ہو تم؟" اس نے سوال کیا۔
"ہاں... تنظیم آزادیٔ فلسطین کا ایک ایجنٹ۔"
"لیکن مذہباً تو تم ان میں سے نہیں معلوم ہوتے!"
"مسیحا تو ان میں سے ہوں۔" میں نے جواب دیا۔
"بڑی بات ہے یہ، میں تمھارے اس جذبے کی قدر کرتی ہوں۔"
"بلیک پلان اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے لوسیا۔ تم اگر چاہو تو میں وہ فائل تمھارے سامنے کھول کر دیکھ سکتا ہوں۔ میں نے انتہائی خطرناک حالات میں یہ فائل حاصل کی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ کچھ لوگ میری جان کے درپے ہیں اور یقینی طور پر مجھ سے یہ فائل چھین لینا چاہتے ہیں۔ میں دشمنوں میں گھرا ہوا ہوں اور سب سے دلچسپ بات یہ ہے لوسیا کہ اس سلسلے میں مجھے جیسی آرگن ہی جانا تھا۔ بارین وانیکو میرے دشمنوں میں سے ہے اور بلیک پلان کی بقیہ کڑیاں بارین وا سے ملتی ہیں۔ چنانچہ اتفاق ہے کہ تمھارے ذریعے مجھے مسٹر فیڈرک کے بارے میں معلوم ہوا۔"
لوسیا چونک پڑی تھی۔ چند لمحات وہ مجھے متعجبانہ نگاہوں سے دیکھتی رہی پھر اس نے کہا: "میں انسانوں پر بھرپور بھروسا کرتی ہوں۔ میں کبھی کسی سے متوحش یا گریزاں نہیں ہوتی، اس وقت تک جب تک کہ اس کا تعلق میری اپنی زندگی سے نہ ہو لیکن تمھارے اس بلیک پلان کے بارے میں تفصیل ضرور جاننا چاہوں گی اور اس کے بعد میں تمھاری مدد بھی کروں گی۔ فیڈرک جیسا کہ میں تمھیں بتا چکی ہوں، میرے دوست، میرے محسن اور میرے بزرگ ساتھی ہیں۔ جیسی آرگن میں بارین وانیکو کے خلاف جو بھی کام ہو، فیڈرک اس میں سرگرم ہوتے ہیں۔ یقیناً میری خواہش پر وہ تمھاری مدد بھی کریں گے اور میں تمھیں ان تک پہنچنے کا ایک ایسا ذریعہ بتا سکتی ہوں جس سے تم بذاتِ خود بھی ان کی توجہ حاصل کر لو گے۔ یہ صرف ایک اتفاق ہے کہ تم نادانستہ طور پر میری ایک مشکل کا حل بن گئے ہو۔"
لوسیا کے الفاظ پر میں دیر تک غور کرتا رہا اور پھر میں نے اس سے کہا: "تم اگر چاہو تو بلیک پلان فائل میرے سامنے لا کر کھول سکتی ہو۔"
"دراصل پروفیسر فیڈرک تک کسی کو پہنچاتے ہوئے میں اپنا اطمینان کر لینا چاہتی ہوں کہ وہ کسی طور ان کے لیے نقصان دہ تو نہیں ہو سکتا۔"
"تم اس میں حق بجانب ہو لوسیا اور میں تمھارے ساتھ بھرپور تعاون کروں گا، اس لیے کہ مجھے تمھاری مدد کی ضرورت ہے۔"
"میں حاضر ہوں۔" لوسیا نے جواب دیا۔
"تو پھر بلیک پلان فائل لے آؤ۔ ہم اسے کھول کر اس کے بارے میں تفصیلات نوٹ کرتے ہیں۔"
لوسیا اپنی جگہ سے اُٹھ گئی۔ دروازے کے قریب پہنچ کر وہ رُکی اور پھر اس نے کہا: "لیکن اس کے لیے ہمیں تیز روشنی کرنا ہوگی اور وہ دونوں... ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ اب اس وقت اُن کی مداخلت برداشت نہیں کی جا سکتی۔" وہ خود کلامی کے انداز میں بولی اور باہر نکل گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں چکراتے ہوئے ذہن سے ان تمام واقعات کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ لوسیا نے واپسی میں دیر نہیں لگائی۔ واپس آئی تو اس کے ہونٹوں پر ایک شوخ سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔
"اب اگر وہ لوگ ہمارے کام میں مداخلت کرنا بھی چاہیں تو ان کے لیے ممکن نہ ہوگا۔ میں نے ان کے کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر دیا ہے۔"
اس نے روشنی کے لیے کمرے کے سوئچ آن کر دیے اور پھر میرے سامنے بیٹھ گئی۔ بلیک پلان کی فائل اس نے میرے دوسرے سامان کے ساتھ میرے سامنے رکھ دی تھی۔
"میں نے خود بھی اسے نہیں دیکھا لوسیا۔ یہ گرین لاٹ سے جیمس پوکر نامی ایک شخص کے پاس تھی۔ جیمس پوکر کو قتل کر دیا گیا لیکن یہ فائل میرے ہاتھ لگ گئی۔"
"گڈ... ویری گڈ۔ ذرا مجھے اس کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ۔" لوسیا نے کہا۔
میں نے اصل بات تو لوسیا کو نہیں بتائی لیکن بلیک پلان فائل کے بارے میں کچھ ایسی کہانیاں جو حقیقت سے تھوڑی سی قریب تھیں اُسے سنائیں اور پھر بلیک پلان فائل اس کے سامنے ہی کھول لی۔ بے شمار کاغذات لگے ہوئے تھے۔ ان میں فلسطینیوں کے خلاف کی جانے والی کارروائیوں کی بہت سی تفصیلات تھیں۔ کچھ ایسی چیزیں بھی تھیں جو انتہائی خفیہ تھیں۔ اسرائیل کو امریکی یہودیوں کی طرف سے جو کچھ ملا تھا اس کی تفصیلات بھی تھیں۔ کچھ نئے منصوبوں کے بارے میں پلاننگ بھی تھی۔ خاصے واضح اور صاف الفاظ میں یہ سب کچھ درج تھا اور اس کے بعد ایک نئے منصوبے کی نشاندہی کی گئی تھی جس میں ہائیکل جوشر کا نام بھی تھا۔ چند اور یہودی رہنماؤں کی سفارشات بھی تھیں جن کے تحت بلیک پلان پر عمل کر کے فلسطینیوں کو کاری ضربیں لگائی جا سکتی تھیں اور ان کے حلیف ملکوں کو نقصان پہنچایا جا سکتا تھا۔ اس کے بعد اس سلسلے میں ایک مشترکہ رپورٹ تھی جس میں بارین وانیکو کو اس مشن کا سربراہ مقرر کیا گیا تھا اور بارین وانیکو

کے پاس اس سے آگے کی تفصیلات موجود تھیں۔ بلاشبہ جیمس پوکر کو اگر بیک کہا گیا تھا تو غلط نہیں تھا۔ یہ تمام تفصیلات بڑی اہم، سنسنی خیز تھیں اور ان سے بڑی کارآمد باتیں معلوم ہوتی تھیں جو اگر بیروت کو فراہم کر دی جاتیں تو وہ اپنے طور پر بہت سے اقدامات کر سکتے تھے۔ میں اس فائل کی افادیت کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ لوسیا میرے ساتھ شریک تھی۔ میں نے اس پر اندھا اعتماد کر لیا تھا اور مجھے یقین تھا کہ یہ اعتماد میرے لیے نقصان دہ ثابت نہیں ہوگا۔
پوری فائل دیکھنے کے بعد لوسیا آہستہ سے بولی: "جس منصوبے کو بلیک پلان کا نام دیا گیا ہے، اس کی مکمل تفصیل تو ابھی بارین وانیکو کے پاس ہی ہے۔ کیا بارین وانیکو سے وہ تفصیل حاصل کرنا تمھارا مقصد نہیں ہے؟"
"ہے، سو فیصدی ہے اور اسی مقصد کے لیے میں جیسی آرگن جانا چاہتا ہوں۔"
"فائل بند کر دو۔ پروفیسر فیڈرک تمھاری مدد ضرور کریں گے، یقیناً کریں گے۔ میں اس کا وعدہ کرتی ہوں۔" لوسیا کے الفاظ میرے لیے بہت حوصلہ افزا تھے۔ اس سے گفتگو کے دوران میرے ذہن میں خود پروفیسر فیڈرک کا خیال آیا تھا۔ اگر لوسیا کی مدد سے پروفیسر فیڈرک کا تعاون حاصل ہو جائے تو میرے کام میں بڑی آسانیاں پیدا ہو سکتی ہیں بشرطیکہ خود لوسیا پروفیسر فیڈرک کے لیے اس قدر اہم ہو کہ وہ اس کے ایما پر میرے لیے کام کرنے پر رضامند ہو جائے۔
چند لمحے میں لوسیا کی صورت دیکھتا رہا، پھر ایک گہری سانس لے کر فائل کے تمام کاغذات یکجا کیے اور اس کا ربن باندھ کر اُسے ایک طرف ڈال دیا۔
"لوسیا، تم چونکہ بذاتِ خود چوٹ کھائی ہوئی ہو، انسانی ہمدردی سے تمھارا دل بھرا ہوا ہے لیکن دوسروں کے بارے میں تم اتنے اعتماد سے یہ بات کیوں کہہ رہی ہو؟"
"جیسا کہ تم نے دیکھا، انکل جیکارڈ اور آنٹی فرن مجھے بے وقوف... نوخیز بچی کی طرح سمجھتے ہیں لیکن یہ اندازہ بھی لگا لیا ہوگا تم نے میرے بارے میں کہ میں نہ تو نوعمر ہوں اور نہ ہی بے وقوف۔ اس بات کو تسلیم کرنے میں مجھے کوئی عذر نہیں ہے کہ میری شخصیت مسخ ہو گئی ہے، میرے سامنے زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہے۔ تو کیا تم اتنا سا اندازہ نہیں کر سکتے کہ جس شخص کے سامنے زندگی کا کوئی مقصد نہ ہو، وہ اپنے مشاغل کے بارے میں بھی معتدل نہیں ہوتا۔ میں پروفیسر فیڈرک کے لیے کافی کام کرتی ہوں اور میں نے پروفیسر پر اپنا اتنا اعتماد قائم کر لیا ہے کہ وہ اپنا اہم سے اہم کام مجھے سونپ دیتے ہیں۔ براہِ راست جیسی آرگن جانے والے بارین وانیکو کی نگاہ میں ہوتے ہیں لیکن وہ جو براہِ راست جیسی آرگن نہیں جانا چاہتے، پروفیسر فیڈرک کے لیے مجھ سے رابطہ قائم کرتے ہیں اور پروفیسر فیڈرک میرے اس تعاون کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔" ایک لمحے کے لیے خاموش ہو کر اس نے میرے چہرے پر نظریں جما دیں۔ جیسے اپنی بات کا ردِ عمل دیکھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ پھر سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے بولی: "بات چونکہ بارین وانیکو کی ہے اور جیسا کہ میں تمھیں بتا چکی ہوں، مجھے نہیں معلوم کہ پروفیسر فیڈرک اور بارین وانیکو میں کون سی بات تنازع کا باعث بنی لیکن بارین کے ہر مسئلے کو پروفیسر ہاتھ میں لینا پسند کرتے ہیں اور آج کل بھی اُن کی بارین وانیکو سے ٹھنی ہوئی ہے۔ ایسے حالات میں اگر تم اپنا کوئی کام لے کر میری معرفت ان کے پاس جاتے ہو تو پروفیسر ضرور تمھاری مدد کریں گے اور سب سے بڑی بات یہ کہ میں خود بھی تمھاری مدد کرنا چاہتی ہوں۔ سنو ڈینی ولسن! شاید میری شخصیت دوہری ہے۔ بعض اوقات میں خود اپنے بارے میں اندازہ نہیں لگا پاتی لیکن بہرحال میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ مجھے اس طرح کی زندگی پسند ہے۔ ابھی تو میں انکل جیکارڈ اور آنٹی فرن سے تعاون کر رہی ہوں لیکن جس وقت بھی میرا ذہن بھٹک گیا، میں براہِ راست پروفیسر فیڈرک کے گروہ میں شامل ہو جاؤں گی اور ان کے لیے کام کروں گی۔ میں نے اپنی دولت کا ایک بڑا حصہ پروفیسر کے حوالے کر دیا ہے۔ پروفیسر اُسے لینا نہیں چاہتے تھے نہ ہی انھوں نے اسے میرے کام کے معاوضے کے طور پر قبول کیا بلکہ میں نے اُن کے مشن کے سلسلے میں ان کے ساتھ یہ مالی تعاون کیا تھا اور پروفیسر اس حوالے سے میرے بہت ممنون ہیں۔"
"کیا یہ بات انکل جیکارڈ اور تمھاری آنٹی کو معلوم ہے؟"
"نہیں۔ ان دونوں میں ایک بہت بڑی خوبی ہے۔ جیسا کہ میں نے تمھیں بتایا کہ کچھ لوگوں نے مجھے میری جائیداد کے لیے زندگی کی خوشیوں سے محروم کیا، اگر انکل جیکارڈ بھی میری دولت کے خواہشمند ہوتے یا اس کے بارے میں تجسس رکھتے تو شاید میری ایک لمحہ بھی ان سے نہ نبھتی اور میں انھیں نکال باہر کرتی لیکن اس فارم ہاؤس میں اُن کی حیثیت بہت کچھ ہونے کے باوجود کچھ نہیں ہے۔ وہ میرے ذاتی معاملات میں، خاص طور سے مالی معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کرتے اور اُن کی یہی ادا مجھے پسند ہے جس کی وجہ سے میں اُن کا احترام کرتی ہوں اور ان کی چھوٹی موٹی باتیں مان لیتی ہوں۔ شاید تمھیں اس بات کا یقین نہ آئے کہ انکل جیکارڈ شکاری ہونے کے باوجود انتہائی نرم دل انسان ہیں، بالکل کسی بچے کی مانند۔ اگر اُن سے کوئی بات سختی کے ساتھ یا اس انداز میں کہہ دی جائے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جس سے انھیں اپنی توہین کا احساس ہو تو وہ بچوں کی مانند رو بھی سکتے ہیں۔ دونوں میاں بیوی مجھ پر پابندیاں لگاتے ہیں، میرے لیے پریشان بھی رہتے ہیں۔ تم نے دیکھا، وہ مجھے تمھارے ساتھ تنہا چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہیں اور اس سلسلے میں میرے ساتھ تمام سختیاں کر سکتے ہیں لیکن اگر میں انھیں کسی کام کے لیے کہہ دوں کہ یہ لازمی ہوتا ہے تو پھر دونوں بے بسی سے میری صورت دیکھتے رہ جاتے ہیں۔"

"گڈ، ویری گڈ۔ ابھی تم نے کہا تھا کہ تم فیڈرک کے لیے پیغام رسانی کا کام بھی کرتی ہو؟"

"تم بہت چالاک ہو۔ مجھے مطلب کی باتوں سے ہٹنے نہیں دیتے لیکن تم بھی ایک مخلص انسان ہو ڈینی ڈسن اور ان لوگوں کے لیے کام کر رہے ہو جن سے تمھارا کوئی مذہبی تعلق یا مادی مفاد وابستہ نہیں ہے۔ اور یہ بات نیک دلی کی علامت ہے۔ چنانچہ میں تمھیں برا نہیں سمجھتی۔ ہاں، میں نے یہ بات کہی تھی کہ پروفیسر فیڈرک سے میرا رابطہ رہتا ہے اور کوئی اہم بات ہوتی ہے تو میں اُن سے مل لیتی ہوں۔"

"کہاں؟ کیا جیسی آرگن جا کر؟"

"نہیں، میرے اور ان کے لیے ایک پوائنٹ مقرر ہے۔ وہاں سے میں انھیں پیغام دے دیتی ہوں اور وہیں مجھے اُن کا پیغام مل جاتا ہے۔ میں تمھیں وہ سب سے اہم بات بتانے جا رہی ہوں ڈینی ڈسن، جو تمھارے لیے انتہائی کارآمد ثابت ہوگی۔ تقریباً آٹھ دن قبل پروفیسر فیڈرک کا ایک نمائندہ کسی بیرونِ ملک سے یہاں آیا تھا۔ اُسے مجھ سے رابطہ قائم کرنا تھا اور یہاں رک کر پروفیسر فیڈرک سے، لیکن وہ شدید زخمی حالت میں میرے پاس پہنچا۔ اس نے مجھے پروفیسر فیڈرک کے لیے کچھ اہم کاغذات دیے اور کہنے لگا کہ وہ یہاں نہیں رک سکے گا اور نہ ہی پروفیسر فیڈرک سے ملاقات کر سکے گا۔ بہتر یہ ہے کہ یہ کاغذات اُن تک پہنچا دیے جائیں اور اس کے بعد میں ابھی تک پروفیسر سے رابطہ قائم نہیں کر سکی۔ میں سوچ رہی تھی کہ کسی مناسب موقع پر میں پروفیسر فیڈرک کے لیے یہ پیغام بھجوا دوں گی لیکن ابھی اس پر عمل نہیں کر پائی تھی کہ تم آ گئے اور میں نے تمھیں انسانی ہمدردی کی بنیاد پر یہاں لے آنے کا فیصلہ کر لیا۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا ڈینی ڈسن کہ تم یہ کاغذات لے کر خود پروفیسر فیڈرک کے پاس چلے جاؤ۔ یہ کاغذات انھیں دو اور اس کے ساتھ ہی اپنا مقصد بھی بیان کر دو۔ میں تمھارے لیے ایک سفارشی خط بھی تحریر کر دوں گی۔"

"یقیناً ہو سکتا ہے لیکن پروفیسر فیڈرک سے میری ملاقات؟"

"اس کا بندوبست میں کر دوں گی۔ میں تمھیں اس پوائنٹ تک لے جاؤں گی جہاں سے میں پروفیسر کے لیے پیغام رسانی کرتی ہوں۔"

میں نے اس پیغام رسانی کے سلسلے میں کوئی تفصیل نہیں پوچھی تھی لیکن اپنے آپ کو خوشی اس کام . . . . . کے لیے پیش کر دیا تھا۔

"گڈ، گڈ۔ بس یہ سمجھ لو کہ تمھارا کام بن گیا۔ ویسے اپنے کام کی تکمیل کے بعد واپس یہیں آ جانا۔ کچھ وقت میرے ساتھ قیام ضرور کرنا۔ تمھاری قربت مجھے بے حد سکون دیتی ہے۔"

"اگر میرا یہ کام ہو گیا تو میں خود بھی تمھارے احسان مندوں میں شامل ہو جاؤں گا لوسیا۔" میں نے کہا۔

نجانے کیوں لوسیا کو میری یہ بات غم ناک لگی۔ وہ ناک سے شوں شوں کرنے لگی اور پھر اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ میں خود ہی کترا گیا کہ میرے ان الفاظ میں رونے کا سبب کون سا تھا۔ میں نے تو ایک عام سی بات کہی تھی لیکن اس کے باوجود میں نے لوسیا کی غم ناک کیفیت میں اس کا ساتھ دیا۔ یہ لڑکی جو کچھ بھی ہے، کم از کم اس مشکل وقت میں میرے لیے کارآمد ثابت ہو رہی ہے۔

جب وہ دل کی بھڑاس نکال چکی تو میں نے اس کے شانے پر تھپکی دیتے ہوئے کہا: "سوری لوسیا! میرے الفاظ سے تمھیں بہت تکلیف پہنچی، اس کے لیے میں شرمندہ ہوں۔"

"نہیں، تمھارے الفاظ سے تو مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔" اس نے جواب دیا۔

میں نے بھی اس وقت مزید پوچھ گچھ کرنا مناسب خیال نہ کیا۔ اس مسئلے کو چھیڑنا فی الوقت مجھے بے سود ہی معلوم ہوا۔ چنانچہ میں نے خاموشی اختیار کر لی۔

"تمھارا یہ تمام سامان تمھارے حوالے ہے۔ انکل جیکارڈ ممکن ہے تمھیں شکار کے قصے سنا سنا کر بور کریں لیکن اس وقت تک برداشت کر لینا جب تک کہ ہم اپنا مقصد نہیں حاصل کر لیتے۔"

"تم اس کی فکر ہی نہ کرو۔" میں نے جواب دیا اور پھر آہستہ سے پوچھا: "لوسیا! یہ فائل تم نے کہاں چھپا رکھی تھی؟"

"ایک انتہائی محفوظ جگہ۔ یوں سمجھ لو جہاں پروفیسر فیڈرک کے کاغذات ہیں۔"

"تو پھر یہ فائل حسبِ معمول تمھارے پاس میری امانت کے طور پر ہی رہے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ تمھارے پاس زیادہ محفوظ رہ سکے گی۔"

"جیسا تم پسند کرو۔ اس بات سے مطمئن رہو، میں اس کی پوری پوری حفاظت کروں گی۔ دراصل اس فارم ہاؤس پر ہم تین بے ضرر انسانوں کو کوئی بھی شک کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ بھلا کون سوچ سکتا ہے کہ پروفیسر فیڈرک جیسی شخصیت کے لیے ایک معمولی سی لڑکی

بھی کوئی کام کر سکتی ہے۔ اب تم بتاؤ، میں پُراسرار شخصیت کی مالک ہوں نا ڈینی۔ اور تم بھی مجھے ایسے ہی لگے تھے۔ اس لیے میں تمھاری طرف متوجہ ہو گئی تھی۔"

"میں نے تم سے زیادہ پُراسرار خاتون سے آج تک ملاقات نہیں کی۔ عجیب و غریب صفات کا مجموعہ ہو تم۔ تمھیں سمجھنے میں واقعی بڑا وقت لگے گا۔" میں نے لوسیا کے چہرے پر نظریں جما کر کہا۔ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ یہ الفاظ اُس کی پسند کے مطابق ہیں یا نہیں، اور نتیجہ خاطر خواہ نکلا۔ لوسیا کا چہرہ جوشِ مسرت سے سرخ ہو گیا تھا۔

اس نے میرا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا: "مسٹر فیڈرک کا بھی یہی خیال ہے۔ بس تم یوں سمجھو کہ تمھاری تقدیر جاگ گئی۔ مسٹر فیڈرک کی مدد سے تم اپنا کام بخوبی انجام دے سکو گے اور اس کے علاوہ میری ذاتی دلچسپیاں اور ہمدردیاں بھی تمھارے ساتھ ہیں۔"

اب میں یہ بات تو نہیں کہہ سکتا تھا کہ میری تقدیر واقعی جاگ گئی ہے لیکن بہرطور جیسی آرگن میں اپنے قدم جمانے کے لیے مجھے واقعی کسی سہارے کی ضرورت تھی اور وہ سہارا مجھے اس لڑکی کے ذریعے مل گیا تھا بشرطیکہ اُس کی باتیں درست ہوں۔

ہم لوگ پروگرام ترتیب دینے لگے۔ لوسیا نے کہا کہ کل دن میں کسی بھی وقت وہ مجھے اس پوائنٹ تک لے جائے گی جہاں مسٹر فیڈرک کے آدمی موجود ہوا کرتے ہیں۔ اُس نے کہا کہ وہ لوگ نہایت محتاط ہیں اور اس علاقے میں اُن کی کچھ مخصوص کارروائیاں جاری ہیں جن کی وجہ سے اُن کی وہاں موجودگی یقینی ہوتی ہے۔ وہ جب بھی وہاں جاتی ہے، وہ لوگ اُسے مل جاتے ہیں اور اُن کے ذریعے وہ اپنا پیغام مسٹر فیڈرک تک پہنچا دیتی ہے۔

میں نے اُس کی بات سے اتفاق کر لیا تھا۔ لوسیا کے جانے کے بعد میں دیر تک اس کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ دو ہی باتیں ممکن تھیں، یا تو یہ لڑکی میرے لیے نہایت کارآمد ثابت ہوتی یا پھر یہ بھی ممکن تھا کہ وہ مجھے انتہائی مشکلات کا شکار کر دے۔

دوسرے دن جب اُس نے وہ کاغذات میرے حوالے کیے تو مجھے ایک گونہ اطمینان ہوا۔ اُس نے کہا: "تم وقت سے کچھ پہلے ہی روانہ ہو جانا۔ میں تمھیں راستہ سمجھا دیتی ہوں۔ اس راستے پر پہنچنے کے بعد تمھیں ایک مخصوص حصے پر سفر کرنا ہوگا اور وہاں سمت و جہات میں تمھیں بتا رہی ہوں، اس پر بھی ذرا غور سے توجہ دینا۔ یہاں سے تم سیدھے مشرق سمت چلے جاؤ گے۔ تقریباً ڈیڑھ میل چلنے کے بعد تمھیں ایک چھوٹا سا گیسٹ ہاؤس نظر آئے گا۔ یہ ایک سرکاری گیسٹ ہاؤس ہے لیکن بہت عرصے سے بند پڑا ہوا ہے۔ البتہ میں نے اسے اپنے استعمال کے لیے تیار کر لیا ہے۔ وہاں خاصا صاف ستھرا ماحول ہے۔ باہر سے دیکھنے میں یہ گیسٹ ہاؤس جھاڑ جھنکاڑ سے پٹا ہوا نظر آتا ہے لیکن جب تم اس کے دروازے سے اندر داخل ہو گے تو تمھیں کوئی گندگی نہیں ملے گی۔ وہیں میری جیپ بھی کھڑی ہوتی ہے، جس میں ہمیشہ پٹرول بھرا رہتا ہے اور اسی جیپ کے ذریعے میں اس پوائنٹ تک سفر کرتی ہوں۔"

"یہ سفر کتنا طویل ہوتا ہے؟" میں نے کہا۔

"بہت زیادہ نہیں۔" پھر اس نے مجھے راستے کی تفصیلات سے آگاہ کیا اور میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلا دی۔

تمام پروگرام طے ہو چکا تھا۔ لوسیا کا خیال تھا کہ وہ اپنی آنٹی زِن اور انکل جیکارڈ کو ڈاج دے کر میرے پاس پہنچے گی اور پھر وہاں سے ہم دونوں پوائنٹ تک سفر کریں گے۔ اُس نے ایک وقت کا تعین کر دیا۔

اس کے بعد مسٹر جیکارڈ سے رخصت ہونے کا مرحلہ آیا۔ انھوں نے اس بات پر بڑی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "شیلی نوجوان، یہ کیسے ممکن ہے! ابھی تو تمھیں مہمان بنائے ہوئے زیادہ وقت بھی نہیں گزرا۔ ابھی تمھیں رخصت کی اجازت دینا میرے لیے تقریباً ناممکن ہے۔"

"اس کے باوجود مسٹر جیکارڈ میں جانا چاہتا ہوں۔ بہتر ہوگا کہ آپ مجھے اجازت دے دیں۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" انھوں نے سختی سے کہا۔

"ٹھیک ہے مسٹر جیکارڈ! میں آپ کی اس محبت کو نظرانداز نہیں کر سکتا لیکن اتنی اجازت تو ضرور دیں کہ میں اپنے اس کام کو مکمل کر لوں جس کے لیے میرا جانا ضروری ہے۔"

"وہ کیا کام ہے؟" مسٹر جیکارڈ نے سوال کیا۔

"مجھے ایک پیغام دینا ہے کسی کو اور اس کے بعد آپ کی ہدایت کے مطابق میں آپ کے لیے وقت نکال سکتا ہوں۔"

"تو پھر میں تمھاری واپسی کا انتظار کروں گا۔" اس طرح مسٹر جیکارڈ نے مجھے اجازت دے دی اور میں اُن سے جان چھڑانے کے بعد وہاں سے چل پڑا۔

لوسیا میرے سامنے نہیں آئی تھی، میں جانتا تھا وہ چالاکی سے کام لے رہی ہے اور اس بات کا اظہار نہیں کرنا چاہتی کہ میرے اور اس کے درمیان کوئی معاہدہ طے پا چکا ہے۔

میں نے لوسیا کی ہدایت کے مطابق سفر کیا۔ اس کی تمام باتیں حرف بہ حرف درست ثابت ہو رہی تھیں۔ دو میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد مجھے گیسٹ ہاؤس کی سیاہ عمارت نظر آ گئی۔ درحقیقت وہ عمارت سیاہ نہیں تھی لیکن اس کی دیواروں پر کائی اور گرد کی اتنی تہیں جمی ہوئی تھیں کہ اس کا اصل رنگ چھپ گیا تھا۔ لوسیا کا کہنا بالکل درست

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا۔ عدالت کے احاطے میں جیپ موجود تھی۔

میں نے جیپ کو اچھی طرح چیک کیا۔ نہایت جدید ساخت کی جیپ تھی۔ میں ریسٹ ہاؤس کے ایک کمرے میں اُس کا انتظار کرنے لگا۔

وقت تیزی سے گزرتا جا رہا تھا۔ لوسیا کی موجودگی سے یہ فائدہ ہو سکتا تھا کہ پروفیسر فیڈرک کے آدمیوں سے میرا براہِ راست تعارف ہو جائے۔ اس کے بعد باقی معاملات مجھے خود ہی سنبھالنا تھے۔

میں انتظار کرتا رہا لیکن مقررہ وقت گزر گیا۔ مزید ایک گھنٹا پھر دو گھنٹے... اور دو گھنٹے گزر جانے کے بعد میری بے چینی میں شدید اضافہ ہو گیا۔ پتا نہیں کیا ہوا تھا۔ لوسیا کیوں نہیں آئی تھی۔ دل میں خیال آتا تھا کہ واپس جا کر اُسے دیکھوں اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کروں کہ اس کے نہ آنے کی وجہ کیا ہے لیکن پھر یہ احساس ہوتا تھا کہ مسٹر جنکارڈ مجھ سے بُری طرح لپٹ جائیں گے اور ممکن ہے اس کے بعد کافی عرصے تک اُن سے پیچھا چھڑانا ممکن نہ ہو۔

بالآخر یہی فیصلہ کیا کہ لوسیا کو بس خدا حافظ کہہ دیا جائے اور میں اپنے مشن پر روانہ ہو جاؤں۔ اس سے زیادہ انتظار کرنا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ اگر لوسیا کے ذریعے ان کاغذات کے سہارے پروفیسر فیڈرک سے رابطہ قائم ہو جاتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اپنے طور پر ہی مجھے یہ سب کچھ کرنا ہو گا۔ چنانچہ مزید پندرہ منٹ انتظار کے بعد میں جیپ کے اسٹیئرنگ پر جا بیٹھا۔ ڈیش بورڈ کے نچلے خانے میں چابی پڑی ہوئی تھی۔ میں نے اُسے نکالا اور جیپ اسٹارٹ کرنے کے بعد ریورس کر کے دروازے تک لے آیا پھر اُتر کر دروازہ کھولا اور جیپ کو ریورس کر کے باہر نکال لیا۔ دروازہ میں نے اسی طرح بند کر دیا تھا اور اس کے بعد جیپ کا رُخ اس پگڈنڈی کی جانب ہو گیا جس کی لوسیا نے نشاندہی کی تھی۔ یہ بھی اچھا ہی ہوا تھا کہ سواری میں نے اُس سے راستے کے بارے میں معلومات حاصل کر لی تھیں ورنہ میرے لیے راستے کا تعین بالکل ممکن نہ ہوتا۔ پگڈنڈی زیادہ چوڑی نہیں تھی، اس کے کنارے پر گھاس اُگی ہوئی تھی۔ لوسیا اس پگڈنڈی پر سفر کرتی رہتی تھی۔ چنانچہ جہاں تک جیپ کے ٹائروں کی پہنچ تھی، وہاں گھاس کچل گئی تھی اور راستہ بنا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ میں جیپ دوڑاتا رہا اور اطراف میں نگاہیں جمائے رہا۔ بعض اوقات یہ خیال ذہن میں آتا تھا کہ کہیں میں کسی مخبوط الحواس عورت کے چکر میں تو نہیں پڑ گیا۔ لوسیا نے جو کچھ کہا ہے وہ سچ بھی ہے یا ایک فرضی کہانی کے سوا کچھ نہیں؟

مجھے تقریباً سات میل تک سفر کرنا پڑا تھا۔ اس کے بعد وہ وادی شروع ہو گئی جس کی نشاندہی لوسیا نے کی تھی۔ درحقیقت اس وادی میں جیپ کا گزر ممکن نہیں تھا۔ اونچی اونچی نوکیلی چٹانیں اور ان کے درمیان پڑے ہوئے پتھر جیپ کا راستہ روکتے تھے، چنانچہ میں نے ویران جھاڑیوں میں ایک جگہ جیپ چھپا دی اور آخر کار وادی میں داخل ہو گیا۔ تھوڑی سی ڈھلان طے کرنے کے بعد میں ان چٹانوں کے درمیان پہنچ گیا۔ بڑا مشکل راستہ تھا جسے طے کرنا آسان کام نہیں تھا لیکن ہر طور میں اسے عبور کرتا رہا۔ اس دوران میرے ذہن میں طرح طرح کے خیالات آتے رہے تھے۔ نجانے کیوں مجھے یہ احساس ہو رہا تھا کہ میرے لیے کچھ مشکلات پیدا ہونے والی ہیں۔ اس احساس کی بظاہر کوئی وجہ نہیں تھی، بس ذہن کے کچھ نامعلوم گوشوں میں خدشات سر اُبھار رہے تھے۔

اس طویل و عریض وادی کو عبور کرنے میں نجانے کتنا وقت لگا۔ میں نے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا تھا لیکن جب میں وادی کے آخری کنارے پر پہنچا تو طبیعت کو فرحت کا احساس ہوا۔ جس دشوار گزار راستے سے گزر کر آیا تھا، اس کا اختتام ایک نہایت خوبصورت اور پُرسکون جگہ پر ہوا تھا۔ اطراف میں درخت بکھرے ہوئے تھے گو یہ درخت زیادہ گھنے اور اونچے نہیں تھے لیکن بہر طور انھوں نے یہاں کا ماحول خوشگوار بنا دیا تھا۔ اس لمبے راستے کو عبور کرتے ہوئے بڑی تھکن سی ہو گئی تھی چنانچہ میں نے کچھ دیر وہیں بیٹھ کر سستانے کا فیصلہ کیا اور ایک جگہ منتخب کر کے بیٹھ گیا۔ میری نگاہیں اطراف میں بھٹک رہی تھیں اور میں سوچ رہا تھا کہ اگر لوسیا کا کہنا درست ہے تو اب کوئی نہ کوئی میرے قریب ضرور آئے گا۔ مجھ سے ملاقات کرنے کی کوشش کرے گا اور میرا یہ اندازہ غلط نہیں نکلا تھا۔

مجھے وہاں بیٹھے ہوئے چند لمحے ہی گزرے ہوں گے کہ دفعتاً میں نے اپنے عقب میں قدموں کی آہٹیں سُنیں۔ میں نے گردن گھما کر دیکھا اور ایک دم کھڑا ہو گیا۔ لیکن آنے والے دونوں افراد نے میرے کھڑے ہونے کے انداز کو غلط سمجھا تھا۔ ان میں سے ایک نے ایک گھونسا پوری قوت سے میرے پیٹ میں مارا اور میں شدتِ تکلیف سے دہرا ہو گیا۔ چونکہ میرے ذہن میں اُن سے لڑنے کا تصور تک نہیں تھا لہٰذا یہ اچانک افتاد میرے لیے بوکھلا دینے والی تھی۔ میں نے کچھ کہنے کے لیے مُنہ کھولا ہی تھا کہ دفعتاً دوسرے آدمی نے اچھل کر میری کمر پر لات ماری۔ اس بار مجھے اپنے آپ کو سنبھالنا دشوار ہو گیا تھا چنانچہ میں اوندھے مُنہ نیچے جا پڑا۔ ان میں سے پہلا آدمی جس نے میرے سر پر وار کیا تھا پھرتی سے میرے سر پر پہنچا۔ اس نے اچھل کر دونوں ٹانگیں میرے سر میں پھنسانے کی کوشش کی لیکن اب میرے لیے یہ ممکن نہیں رہا تھا کہ خاموشی سے مار کھاتا رہوں چنانچہ میں نے اُس کی دونوں ٹانگیں پکڑ لیں اور پوری قوت سے انھیں گھما دیا۔ میری کوشش کارگر ہوئی تھی۔ وہ تیز رفتاری سے سامنے والے شخص سے ٹکرایا اور وہ دونوں بلبلاتے ہوئے دوہرے ہو گئے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں، ان لوگوں نے آتے ہی جنگ شروع کر دی تھی ورنہ مجھے اگر ان سے گفتگو کرنے کا موقع مل جاتا تو شاید یہ صورتِ حال پیش

آتی۔ میں ابھی سنبھل کر اٹھا ہی تھا کہ ایک اور شخص کو میں نے درخت کی آڑ سے نکلتے دیکھا اور اُسے دیکھ کر درحقیقت ایک لمحے کے لیے مجھے اپنے حواس سنبھالنا پڑے۔ اس کے شانوں کی چوڑائی اتنی زیادہ تھی کہ اتنے چوڑے شانوں والا آدمی میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ گردن بھی شانوں پر دھنسی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ قد زیادہ نہیں تھا مگر بدن کے پھیلاؤ میں ایک عجیب سی ہیبت تھی۔ وہ بس ایک طاقتور آدمی کا کارٹون معلوم ہوتا تھا۔ لمبے لمبے ہاتھ گھٹنوں سے نیچے لٹکے ہوئے تھے۔ اس نے بھی اپنے دوسرے ساتھیوں کی طرح عمل کیا اور کچھ سوچے سمجھے بغیر میرے اوپر چھلانگ لگا دی۔ اس کی کوشش تو یہی تھی کہ مجھ پر چھلانگ لگا کر مجھے قابو میں کر لے، مگر میں نے اس کی یہ کوشش ناکام بنا دی اور لڑھکتا ہوا دور پہنچ گیا۔ اس نے بھی اپنے آپ کو سنبھالا اور پھنکاریں مارتا ہوا میرے سر پر سوار ہو گیا۔ میں نے اس کا بازو پکڑ کر پھرتی سے موڑا اور اپنی دونوں ٹانگیں نیچے بیٹھے ہی بیٹھے اچھل کر اس کے پیٹ میں ماریں۔ میری یہ کوشش کارگر ہوئی تھی۔ وہ کافی دُور جا کر گرا اور میں پھرتی سے اُٹھ کھڑا ہوا لیکن اس نے بھی اُلٹی چھلانگ لگا کر خود کو سیدھا کرنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔

"لعنت ہے تم لوگوں پر۔" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "اب پہلے تم سے جنگ ہی کر لیں پھر دوسرے کام ہو جائیں گے۔" میں نے دل میں سوچا اور ان کے مقابلے کے لیے تیار ہو گیا۔ جن دو آدمیوں کو میں نے اس سے پہلے سنبھالا تھا وہ بھی اپنے آپ کو سنبھال چکے تھے۔ سب سے زیادہ خطرناک یہی چوڑے شانوں والا تھا چنانچہ اس نے جھکائی دے کر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے موڑنا شروع کر دیا۔ اس کی اس بے پناہ قوت کے بارے میں، میں پہلے ہی اندازہ لگا چکا تھا لیکن میں نے پھر ایک قلابازی کھائی اور اس کے شانے پر سوار ہو گیا۔ میرا بازو اب بھی اس کی گرفت میں تھا لیکن اس کے شانوں پر چڑھ کر میں نے اس کی کنپٹیوں پر دونوں کھڑے ہاتھ مارے اور اس نے بے اختیار میرا بازو چھوڑ دیا۔ میں نے پھر اُلٹی قلابازی کھائی اور زمین پر آ گیا۔ اس خطرناک جدوجہد نے مجھے بُری طرح پریشان کر دیا تھا۔

وہ دونوں آدمی جو مجھ پر سب سے پہلے حملہ آور ہوئے تھے، اب میرے قریب آنے سے کترا رہے تھے۔ غالباً ان کے ذہن میں یہی خیال تھا کہ اس چوڑے شانوں والے سے میری جنگ کے دوران وہ کہیں کسی نقصان کا شکار نہ ہو جائیں لیکن مجھے بھی یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ اب ان لوگوں کو سمجھائے بغیر میرا کام ہونا مشکل ہی ہے۔ وہ کچھ سننے کے موڈ میں نہیں ہیں اور صرف جنگ کرنا چاہتے ہیں۔

میرا بازو چھوٹ گیا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میری بائیں پسلی ٹوٹ گئی ہو۔ میں نے دیوانہ وار ایک لات گھما کر اس کی ٹھوڑی پر جڑ دی اور وہ اچھل کر دُور جا گرا۔ اس نے سنبھل کر اُٹھنے کی کوشش کی مگر میں چھلانگ لگا کر اس کے سر پر پہنچ گیا اور اس کو دبوچ لیا۔ اس کے دونوں ہاتھوں کو میں نے اپنے پیروں کے نیچے دبایا اور پھر اچھل کر دونوں ٹانگیں اس کے پیٹ پر رسید کر دیں۔ اس کے مُنہ سے دلخراش چیخ نکل گئی تھی لیکن میں نے اسی پر بس نہیں کیا، پیچھے ہٹ کر میں نے پوری قوت سے ایک ٹھوکر اس کے سر پر لگائی۔ بلاشبہ فٹبال کا کوئی زبردست کھلاڑی بھی اتنی شاندار کِک نہیں لگا سکتا تھا جیسی میری اس ٹھوکر سے وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا مگر کھڑے ہونے میں اس کے ہاتھوں کے سہارے کا ذرا بھی دخل نہیں تھا۔ سیدھا کھڑا ہونے کے بعد وہ اوندھے مُنہ زمین پر جا پڑا اور اسی وقت دفعتاً فضا میں دو فائروں کی آواز اُبھری اور اس کے ساتھ ہی ایک غراتی ہوئی سی آواز بھی۔

"خبردار... خبردار! اگر کسی نے بھی جنبش کرنے کی کوشش کی تو اس کا بھیجا اُڑا دیا جائے گا۔" یہ آواز بھی ایک درخت کے عقب ہی سے آئی تھی۔ باہر آنے والا ایک دراز قد آدمی تھا۔ دُبلے پتلے بدن اور چُندھی آنکھوں والا جس کے سر پر چھوٹے چھوٹے بال کھڑے ہوئے تھے۔ خاصی خونخوار شکل تھی اس کی۔ میں نے اس کے ہاتھ میں اعشاریہ چار سات کے پستول کو دیکھا جس کی نال ضرورت سے زیادہ لمبی اور شاید کسی مخصوص ساخت کی تھی۔

میں خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر سیدھا ہو گیا۔

دراز قد آدمی آہستہ آہستہ میرے قریب پہنچ گیا تھا۔ وہ خاصا چاق و چوبند اور پھرتیلا معلوم ہوتا تھا۔ اس نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا: "ہوں تو اس بار تمھارا انتخاب کیا گیا ہے؟" اس جملے کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

میں نے اپنے اطراف میں کھڑے ہوئے لوگوں کو دیکھا۔ چوڑے شانوں والا پھر اُٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا لیکن اب اس کے انداز میں بے بسی پائی جاتی تھی۔ غالباً سر پر پڑنے والی ٹھوکر نے اس کا دماغ چکرا کر رکھ دیا تھا اور وہ ابھی تک اپنے حواس پر قابو نہیں پا سکا تھا۔ پھر اُس کی نگاہیں میرے اوپر پڑیں اور اس کی آنکھوں میں خون نظر آنے لگا۔ وہ دونوں ہاتھ بڑھا کر میری طرف بڑھا لیکن اسی وقت دراز قد آدمی نے پستول سے ایک فائر کیا اور وہ گولی اس کے پیروں کے پاس لگی۔

"جب میں یہاں موجود ہوں تو تمھیں جنبش کرنے کی ضرورت نہیں۔" دراز قد آدمی اپنی مخصوص آواز میں بولا اور چوڑے شانوں والا رک گیا لیکن وہ اب بھی کینہ توز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ دراز قد آدمی نے پھر کہا: "مرنے سے پہلے اگر اپنے بارے میں بتا دو تو زیادہ بہتر ہو گا۔ ورنہ ہم یہ بھی نہ جان سکیں گے کہ تم کون تھے؟"

"اگر واقعی انسانوں کی طرح گفتگو کرنا چاہتے ہو تو پہلے آدمی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بجز ان سب سے کہو کہ یہ جانوروں کی طرح کسی پر پل پڑنے کے بجائے انسانوں سے گفتگو کرنے کا سلیقہ سیکھیں۔ ان سے پوچھو کہ یہ کیوں مجھ پر حملہ آور ہوئے تھے؟"

"ان سے مجھے جو کچھ پوچھنا ہے، بعد میں پوچھ لوں گا۔ پہلے میں تم سے سوال کرتا ہوں، تم بتاؤ کون ہو تم؟"

"کیا تمھیں یہ سب کچھ بتانا ضروری ہے؟"

"ہاں، اگر نہیں بتاؤ گے تب بھی ہمارا نقصان نہیں ہوگا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ اگر تمھارے بارے میں تفصیل پتا چل جائے تو تمھاری جان بخشی کے لیے غور کیا جائے۔"

"تو پھر یوں سمجھ لو کہ یہاں میں پروفیسر فیڈرک کے آدمیوں سے ملنے آیا تھا۔"

"کیا...!" دراز قامت آدمی کا منہ ایک لمحے کے لیے حیرت سے کھلا لیکن دوسرے لمحے اس کا چہرہ بگڑ گیا۔

"گویا اب تم ہم سے چال چلنے کی کوشش کرو گے؟"

"سنو احمق آدمی! اگر تم پروفیسر فیڈرک کے آدمی ہو تو میں تمھارے لیے مصیبت بن سکتا ہوں کیونکہ میں پروفیسر فیڈرک کے لیے ایک پیغام لے کر آیا تھا اور تم لوگوں نے یہاں اس طرح میری پذیرائی کی۔"

"میں کہتا ہوں بکواس مت کرو۔ پروفیسر فیڈرک کے لیے پیغام لانے والے تنہا نہیں ہوتے۔"

"کون ہوتا ہے ان کے ساتھ؟" میں نے سوال کیا اور دراز قد آدمی حماقت آمیز انداز میں ہنسنے لگا۔

"یہ بھی تم ہی بتا سکتے ہو، اگر تم واقعی پروفیسر فیڈرک سے ملنے آئے ہو۔"

"اگر تمھاری مراد لوسیا کیلس سے ہے تو یوں سمجھ لو کہ اس بار وہ میرے ساتھ نہیں آ سکی اور اس نے پروفیسر فیڈرک کے لیے ایک پیغام دیا ہے۔"

دراز قد آدمی بُری طرح اُچھل پڑا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے بدحواسی کے آثار نظر آئے اور پھر وہ بھاری لہجے میں بولا "کیا بکواس کر رہے ہو تم، کیا واقعی! کیا واقعی تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"احمق آدمی! تم لوگوں نے جو کچھ میرے ساتھ کیا ہے، اس کی جواب دہی تمھیں کرنا ہوگی۔ کسی کو نقصان پہنچانے سے پہلے یہ تو اندازہ لگا لینا چاہیے کہ وہ دوست ہے یا دشمن۔" میں نے کہا۔

دراز قد آدمی گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگا تھا، پھر اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف رُخ کر کے کہا "اس کے دونوں ہاتھ پشت پر کس دو اور اسے لے چلو۔"

وہ دونوں آدمی جو سب سے پہلے مجھ سے مقابلے کے لیے آئے تھے اور جو میری کوششوں کے نتیجے میں تھوڑے سے زخمی ہو گئے تھے، ابھی تک کینہ توز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ وہ آگے بڑھے اور انھوں نے میرے دونوں ہاتھ پشت پر کس دیے۔ میں نے کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔ سامنے پستول تھا اور پھر یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ ان لوگوں کا تعلق فیڈرک ہی سے ہے۔ میں پُرسکون انداز میں ان کے ساتھ چل رہا تھا۔ تقریباً پچاس گز چلنے کے بعد جھاڑیوں میں ایک جیپ نظر آئی اور انھوں نے مجھے اس جیپ میں بیٹھنے کے لیے کہا۔ دراز قد آدمی بالکل میرے ساتھ بیٹھ گیا۔ اس کے ہاتھ میں اب بھی پستول موجود تھا۔

تھوڑی دور چلنے کے بعد اس نے اپنی جیب سے سیاہ رنگ کی ایک پٹی نکالی اور پھر اُسے میری آنکھوں پر باندھتے ہوئے کہا۔ "اس کارروائی کے لیے میں تم سے معذرت خواہ ہوں لیکن اس وقت تک جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ تم درحقیقت پروفیسر ہی سے ملنا چاہتے ہو، ہم تمھارے ساتھ کوئی رعایت نہیں کر سکتے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پٹی بندھ جانے کے بعد میری نگاہوں کے سامنے تاریکی پھیل گئی تھی۔ میں نے راستوں کا اندازہ لگانے کی بھی کوشش نہیں کی۔

میرا یہ سفر تقریباً تیس یا پینتیس منٹ کا رہا تھا اور اس دوران یہ اندازہ ضرور لگا لیا تھا میں نے کہ جیپ جس راستے پر سفر کر رہی ہے وہ ناہموار ہے اور کوئی باقاعدہ سڑک نہیں ہے۔ جب میری آنکھوں سے پٹی کھولی گئی تو میرے اس اندازے کی تصدیق ہو گئی۔ ہم پہاڑوں ہی میں تھے۔ جس جگہ جیپ رُکی تھی اس کے عین سامنے ایک بڑے سے غار کا دہانہ نظر آ رہا تھا جس کے اطراف میں اونچی اونچی جھاڑیاں بکھری ہوئی تھیں۔

دراز قد آدمی نے مجھ سے نیچے اترنے کے لیے کہا اور میں نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ غار کے دہانے میں تقریباً دس گز تک سیدھے آگے بڑھنا پڑا تھا۔ اس کے بعد یہ راستہ بائیں سمت مڑ جاتا تھا اور یہاں خاصی کشادہ جگہ بنی ہوئی تھی۔

مجھے ایک چھوٹے سے سوراخ کے ذریعے اندر داخل ہونے کے لیے کہا گیا جو اس بڑے سے ہال نما غار کے ایک کونے میں بنا ہوا تھا۔ یہاں پہنچ کر دراز قد آدمی نے کہا "تمھیں یہاں کچھ وقت آرام کرنا ہوگا۔ پروفیسر کو تمھاری آمد کی اطلاع پہنچا دی جائے گی۔"

"میں زیادہ انتظار نہیں کروں گا۔" میں نے کہا۔

دراز قد آدمی ہنسنے لگا پھر بولا "بہرحال انتظار تو کرنا ہوگا۔"

"کیا میرے ہاتھ بندھے رہیں گے؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں لیکن اس سے پہلے تمھیں اپنی تلاشی دینا ہوگی جو ہم نے اب تک نہیں لی۔"

"میرے پاس جو کچھ ہے، اگر تم نے اُسے چھیننے کی کوشش کی تو اچھا نہیں ہوگا۔ پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں ہر احتیاط کو بالائے طاق رکھ دوں۔"

"ہمیں صرف تمھارے ہتھیار چاہئیں۔" دراز قد آدمی نے کہا اور اس کے بعد اس نے خود ہی آگے بڑھ کر میری تلاشی لے ڈالی۔ میرے پاس جو کچھ تھا انھوں نے اپنے قبضے میں کر لیا اور اس کے بعد میرے ہاتھ کھول دیے گئے۔ البتہ وہ کاغذات جو لوسیا نے میرے حوالے کیے تھے انھوں نے نہیں لیے تھے۔ دراز قد آدمی باہر نکل گیا اور غار کے دروازے کو کسی خاص میکنیزم کے ذریعے ایک چٹان سے بند کر دیا گیا۔ اندر اتنی جگہ تھی کہ میں یہاں آرام کر سکتا تھا۔ میں نے خود کو پُرسکون رکھا۔ جو کچھ کارروائی کی گئی تھی وہ لازمی تھی، کم از کم اتنا تو ہونا ہی چاہیے تھا۔

مجھے تقریباً چار گھنٹے قید رہنا پڑا۔ پانچواں گھنٹا شروع ہوتے ہی چٹانی دروازہ اپنی جگہ سے ہٹا اور تیز روشنی کی کرنیں اندر آ گئیں۔ چٹان اس طرح اس دہانے پر فٹ ہوتی تھی کہ اندر کے ماحول پر تاریکی مسلط ہو جاتی تھی اور باہر سے روشنی کی کرن بھی اندر نہیں آ سکتی تھی۔ مجھے اندازہ ہوا کہ غار میں تیز روشنی کر دی گئی ہے۔ یہ روشنی خاص قسم کے لیمپوں کی تھی جو بیٹری سے چارج ہوتے ہیں۔ اس بڑے سے ہال نما غار میں مجھے سفید سوٹ میں ملبوس سنہرے بالوں والا ایک بوڑھا آدمی نظر آیا جس کی آنکھوں پر سنہری کمانی کی عینک چڑھی ہوئی تھی اور نجانے کیوں اُسے دیکھ کر ذہن میں پروفیسر ہی کا لفظ اُبھرتا تھا۔

جب میں اس بڑے ہال نما غار میں داخل ہوا تھا تو اس غار میں کوئی خاص فرنیچر وغیرہ نہیں تھا لیکن اس وقت یہاں ایک بڑی سی میز اور چند کرسیاں ڈال دی گئی تھیں۔ ان ہی میں سے ایک کرسی پر وہ شخص بیٹھا ہوا تھا جو نرم و نازک سی شخصیت کا مالک تھا لیکن چہرے کی بناوٹ بتاتی تھی کہ انتہائی سخت گیر ہے۔

مجھے اس کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے تھوڑا سا اٹھ کر میرا خیر مقدم کیا اور مجھے نرم آواز میں کرسی پر بیٹھنے کی پیش کش کی۔

"یہ حقیقت ہے نوجوان دوست کہ ہم اپنے دشمنوں سے نبرد آزما ہیں اور اپنی زندگی کے نازک ترین دور سے گزر رہے ہیں۔ ایسے حالات میں کبھی بعض اوقات ہر مشتبہ شخص کے ساتھ سخت کارروائی کرنا پڑتی ہے اور یہ کارروائی ہر قسم کی ہو سکتی ہے۔ انسانی زندگی لینا انسانیت نہیں ہے لیکن بعض اوقات حالات اس قدر نازک ہو جاتے ہیں کہ بہت سی اخلاقی قدروں کو نظر انداز کر دینا پڑتا ہے۔ تمھارے ساتھ جو کچھ ہوا اس کے لیے میں معذرت خواہ ہوں۔ مجھے اس بارے میں تھوڑی سی اطلاعات مل چکی ہیں لیکن اب یہ ثابت کرو کہ جو کچھ تم نے کہا وہ درست بھی ہے۔"

"کیا آپ ہی پروفیسر فیڈرک ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ مجھے اسی نام سے پکارا جاتا ہے، لیکن میں اپنی اصل زندگی سے ہٹ کر دوسرے راستے پر آ گیا ہوں چنانچہ پروفیسر سب کچھ عجیب سا لگتا ہے۔ بہتر یہ ہوگا کہ... تم مجھے فیڈرک کے نام سے ہی مخاطب کرو۔"

"ٹھیک ہے پروفیسر... میرا مطلب ہے مسٹر فیڈرک۔ میں آپ سے آپ کے آدمیوں کی اب کوئی شکایت نہیں کروں گا۔ اپنی مجبوریوں کو ظاہر ہے آپ ہی بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ میں مختصر الفاظ میں آپ کو اپنی آمد کی وجہ بتا دینا چاہتا ہوں۔ یہ کچھ کاغذات ہیں جو لوسیا کیلس نے مجھے آپ کے لیے دیے تھے۔"

میں نے وہ کاغذات نکال کر پروفیسر کے سامنے رکھ دیے اور اس نے بے اختیارانہ انداز میں انھیں اٹھا کر جلدی سے اپنے نزدیک کر لیا۔ وہ کاغذات کو کھول کر دیکھنے لگا اور پھر اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔

"مگر... مگر یہ کاغذات تو کسی اور کو یہاں لانا تھے؟ اس کے سلسلے میں..."

"ہاں لوسیا نے مجھے بتایا تھا کہ وہ شخص جو کاغذات لے کر یہاں آیا تھا اور جسے تمھارے پاس پہنچنا چاہیے تھا اس پوزیشن میں نہیں تھا کہ یہاں تک پہنچ سکے۔ لہٰذا وہ یہ کاغذات لوسیا کو دے کر واپس چلا گیا۔ لوسیا خود ہی انھیں آپ کے پاس پہنچانا چاہتی تھی پروفیسر، لیکن درمیان میں اس سے میری مڈبھیڑ ہو گئی اور اس نے اس سلسلے میں مجھ پر بھروسا کر لیا۔"

پروفیسر کے چہرے پر ناگواری کے ہلکے سے تاثرات نظر آئے اور پھر اس نے مجھے مشتبہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا "کیا تم نے ان کاغذات کا جائزہ لیا ہے؟"

"نہیں۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ میرا اپنا ایک کیس ہے۔" میں نے کہا اور پروفیسر نے کاغذات کا پیکٹ بند کر کے اپنی کہنیوں کے نیچے رکھ لیا۔

"میں نہیں سمجھا؟" اس نے گہری نگاہوں سے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں غیر معمولی چمک تھی اور یہ آنکھیں ذہن کے گوشوں کو ٹٹولتی ہوئی محسوس ہوتی تھیں۔

"مسٹر فیڈرک! میں ایک طویل سفر طے کر کے جیسی آرگن کے علاقے میں داخل ہوا ہوں۔ میرا جھگڑا بلیک وائکو سے ہے، لوسیا بس اتفاق سے مجھے مل گئی اور میں اس کا سہارا لینے پر مجبور ہو گیا۔"

"تمھاری الجھی ہوئی گفتگو کا ایک لفظ بھی میری سمجھ میں نہیں آیا۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم کچھ اور کھل جاؤ۔ اگر تمھارا کوئی جھگڑا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یاربن وائیکو سے ہے تو واقعی اس بات پر یقین کر لو کہ فیڈرک تمہارا دوست ہے۔"

"میں جانتا ہوں مسٹر فیڈرک، بہت زیادہ احتیاط صحیح راستوں سے دور کر دیتی ہے۔ میرا تعلق تنظیم آزادی فلسطین سے ہے اور یاربن وائیکو کے پاس ایک ایسا خفیہ منصوبہ ہے جو تنظیم کے خلاف ہے۔ میں یاربن وائیکو سے اس منصوبے کی تفصیلات حاصل کرنا چاہتا ہوں اور اسی کی خاطر میں نے جیسی آرگن تک کا سفر طے کیا ہے۔ اس منصوبے کی کچھ تفصیلات گرین لاٹ میں جیمس لوکر نامی شخص سے مجھے حاصل ہونا تھیں لیکن جب جیمس لوکر کے پاس میں پہنچا تو وہ ہلاک کیا جا چکا تھا۔"

پروفیسر فیڈرک بُری طرح چونک پڑا تھا۔ وہ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا لیکن اس نے منہ سے کچھ بولنے کی کوشش نہیں کی۔

"جیمس لوکر کی رہائش گاہ سے نکلنے کے بعد کچھ نامعلوم لوگ میرا تعاقب کرتے رہے اور انھوں نے مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی لیکن میں بچتا بچاتا کسی طرح لوسیا کیس تک پہنچ گیا اور اس نے مجھے پناہ دی۔ سادہ سی فطرت کی مالک اس لڑکی نے اپنی زندگی کے واقعات سناتے ہوئے پروفیسر فیڈرک کا ذکر کیا اور جب اس نے یہ بتایا کہ جیسی آرگن میں یاربن وائیکو کا حریف پروفیسر فیڈرک ہے تو میرے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے، اس سلسلے میں آپ کی امداد حاصل کی جائے۔ جب میں نے اس سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تو لوسیا نے بڑے اعتماد سے کہا کہ پروفیسر فیڈرک میری مدد کریں گے اور اس کے بعد اس نے مجھے یہ کاغذات دے کر آپ کے پاس روانہ کر دیا۔ یہ ہے میری کہانی پروفیسر فیڈرک۔"

میں نے ایک بار پھر اس کے چہرے کی طرف نگاہ اٹھائی تو اس کے نرم اور مشفق چہرے پر مسکراہٹ کی ایک ہلکی سی لکیر نظر آئی، جسے میں نے متعجبانہ انداز میں دیکھا۔

"یہ بھی دلچسپ بات ہے ڈیئر ڈینی ولسن! کہ میں تم سے اس وقت سے واقف ہوں جب تم فیکٹری ایریا سے باہر نکل رہے تھے اور جیمس لوکر کے آدمیوں نے تمہارا تعاقب کیا تھا۔"

اب میرے چونکنے کی باری تھی۔ میں نے تعجب خیز نگاہوں سے پروفیسر فیڈرک کو دیکھا اور پروفیسر فیڈرک گردن ہلاتے ہوئے بولا۔

"ہاں جیمس لوکر، یاربن وائیکو کا ایجنٹ تھا۔ یاربن وائیکو کے تمام خفیہ کاغذات اسی کی تحویل میں رہتے تھے اور تمہیں کچھ کاغذات کے حصول کے لیے جیمس لوکر کو قتل کرنا پڑا تھا۔"

"آپ کو۔۔۔! پروفیسر آپ کو؟"

"ہاں میرا خیال ہے کہ تمام صورت حال تمہارے علم میں آ چکی ہوگی اور اب تمہیں اس بات پر حیرت نہیں ہوگی۔"

"اوہ!" ایک گہری سانس میرے منہ سے نکل گئی۔ "ایک سوال آپ سے ضرور کروں گا پروفیسر۔"

"ہاں کہو۔"

"جیمس لوکر سے وہ خفیہ کاغذات حاصل کرتے ہوئے کیا آپ کی نگاہ کسی بلیک پلان نامی فائل پر پڑی تھی؟"

"نہیں۔ یہ کیا چیز تھی؟"

"وہی منصوبہ جو فلسطینیوں کے خلاف ہے۔"

"بہرحال، مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ لوسیا ایک معصوم لڑکی ہے اور اس معصوم لڑکی نے جس اعتماد سے تمہیں میرے پاس بھیجا ہے، میں اس اعتماد کو مجروح نہیں ہونے دوں گا۔ بہتر ہے میرے پاس کچھ وقت قیام کرو۔ میں تمہارے لیے کچھ منصوبہ بندی کرتا ہوں۔ میرے بارے میں بہت زیادہ جاننے کی کوشش بے کار ہی ہوگی کیونکہ اس سے تمہیں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ مختصراً یہ سمجھ لو کہ میں وہ سب کچھ کر رہا ہوں جس کا تصور میں نے اپنی عمر کے پینتالیس سالوں تک نہیں کیا تھا اور وہ عجیبہ بات سنتے ہیں کہ جیسے یاربن وائیکو کے خلاف پروفیسر فیڈرک جیسا منتقی اور بے وقعت شخص اٹھ کھڑا ہوا ہے، دانتوں میں انگلیاں دبا کر رہ جاتے ہیں۔ یہ حالات اسی کا تقاضا کرتے تھے۔ تم آرام کرو۔ میں تمہارے لیے بہتر منصوبہ بندی کر دیتا ہوں اور یہ بھی وعدہ کرتا ہوں تم سے کہ تمہارے کام میں تساہل نہیں برتا جائے گا۔ بس یہ سمجھ لو کہ جو خطرہ تم نے مول لیا تھا اس سے تمہیں فائدہ ہی فائدہ پہنچ رہا ہے، نقصان نہیں۔"

میں نے ممنون نگاہوں سے پروفیسر فیڈرک کو دیکھا اور پھر کہا۔ "شکریہ پروفیسر! میں صرف آپ سے یاربن وائیکو کے بارے میں مکمل تفصیلات اور اس تک رسائی حاصل کرنے کے ذرائع حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد باقی کام میں خود اپنے طور پر کر لوں گا۔"

پروفیسر پھر مسکرایا اور بولا۔ "اس کے لیے تھوڑا سا صبر ضروری ہے۔ تم تنہا نہیں بلکہ ہم سب ہی تمہارے ساتھ ہیں۔ کیوں نہ اب ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں؟"

"جیسا آپ پسند کریں پروفیسر۔" میں نے جواب دیا۔

پروفیسر نے مجھ پر مکمل اعتماد کا اظہار کر دیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ان فارموں سے نکل آئے اور پروفیسر مجھے اپنے ساتھ لے کر ایک سمت چل پڑا۔

درختوں میں ایک سیاہ رنگ کی لینڈ روور پوشیدہ تھی جس کے اطراف میں دو جیپیں بھی کھڑی ہوئی تھیں۔ پروفیسر نے لینڈ روور کا دروازہ کھولا اور مجھے اندر بیٹھنے کا اشارہ کر کے خود بھی میرے ساتھ بیٹھ گیا۔ تقریباً پینتالیس منٹ کے سفر کے بعد لینڈ روور کسی عمارت میں داخل ہو گئی اور اس چھوٹی سی خوبصورت عمارت میں پروفیسر نے میری دیکھ بھال

ایک کمرے تک کی جو غالباً خواب گاہ کی حیثیت رکھتا تھا اور اس میں ضروریات زندگی کی وہ تمام چیزیں موجود تھیں جن کی ضرورت پیش آ سکتی تھی۔

وہ چلا گیا اور میں ایک آرام کرسی پر دراز ہو کر اپنے آپ پر ہنسنے لگا۔ ایسے ایسے غیر متوقع واقعات پیش آ جاتے تھے کہ زندگی میں کبھی ان کا تصور بھی نہ کیا تھا۔ کہاں سے چلا تھا، کہاں آ پہنچا تھا۔ بہرحال اب میں جیسی آرگن میں تھا اور یاربن وائیکو مجھ سے دور نہیں تھا۔۔۔ پروفیسر کے تعاون سے میں فائدہ اٹھانا چاہتا تھا لیکن اگر وہ کوئی موثر منصوبہ نہ پیش کر سکا تو پھر مجھے خود ہی سب کچھ کرنا ہوگا۔ یہی کافی تھا کہ ایسی کوئی شخصیت مجھ سے مفاہمت کر رہی تھی جس کا تعلق جیسی آرگن سے تھا۔ اپنے طور پر میں کافی بے چین تھا۔ پروفیسر کا تعاون اپنی جگہ لیکن میں خود بھی معطل ہو کر نہیں بیٹھنا چاہتا تھا اور کچھ نہیں تو جیسی آرگن کے علاقے کی تفصیل ہی معلوم ہو جائے تاکہ یاربن وائیکو کے خلاف کام کرنے میں آسانی ہو۔

لیکن پروفیسر نے مجھے زیادہ انتظار نہیں کرایا۔ دوسری شام تقریباً چھ بجے میرے پاس دو افراد آئے اور انھوں نے پروفیسر کا پیغام دیا کہ وہ مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔ میں تیار ہو گیا۔

پروفیسر نے ایک شاندار عمارت میں مجھ سے ملاقات کی تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے میرا استقبال کیا اور اپنے سامنے بیٹھنے کی پیشکش کرتے ہوئے بولا۔ "میرے خیال میں تم خوش نصیب انسان ہو ڈینی ولسن کہ تمہیں یاربن وائیکو سے ملاقات کرنے کا ایک فوری موقع مل رہا ہے۔ لہٰذا آج رات یا کل دن میں تم اس سے ملنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ میں کسی تفصیلی تمہید کے بغیر تمہیں صورت حال بتاتا ہوں۔ تمہیں شاید معلوم نہ ہو کہ یاربن وائیکو اور میں ایک دوسرے کو قتل کرنا نہیں چاہتے بلکہ ہمارے درمیان ذہنی جنگ ہو رہی ہے۔ ہمارا نصب العین ہے کہ ایک مخصوص مدت میں یہ ثابت کر دیں کہ کون ایک دوسرے سے برتر ہے۔ میں وائیکو کو تباہ کر دوں یا وہ مجھے اور ہم اسی پر عمل کر رہے ہیں۔ چنانچہ نفع نقصان کو دیکھے بغیر ہم ایک دوسرے کے مفادات کو نقصان پہنچا رہے ہیں اور ایسا ہی ایک موقع مجھے نصیب ہو گیا ہے۔"

"یہ تمہید ہوئی پروفیسر!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بس اتنی ہی تھی۔ لارڈ ولاڈی واٹن کا نام سنا ہے تم نے؟"

"نہیں۔"

"لاس ویگاس کا ایک خطرناک دولت مند ہے۔ ایک بین الاقوامی غنڈہ، خود ساختہ لارڈ، ذہنی اور جسمانی جنگ کا ماہر ہے۔ اس نے ایک بڑی کمپنی پر قبضہ کر کے ذہنی جرائم کی دنیا میں اپنا لوہا منوا لیا ہے۔ پلاٹینم پوائنٹ کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتا لیکن اس کام پر یاربن وائیکو اور لارڈ واٹن کے درمیان تنازع چل رہا ہے اور اس کے تصفیے کے لیے چند گماشتے آج رات کو ایک بجے جیسی آرگن آ رہے ہیں۔"

"گڈ۔" میں نے گہری نگاہوں سے پروفیسر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"آنے والوں کی تعداد صرف دو ہے لیکن میری اطلاع کے مطابق لارڈ نے یاربن وائیکو کے کچھ ساتھی توڑ لیے ہیں جو گفتگو کے وقت وہاں چوکس رہیں گے اور لارڈ کے مفادات کی نگرانی کریں گے۔"

"ویری گڈ۔" میری آنکھوں میں چمک پیدا ہوتی جا رہی تھی۔

"تمہیں یاربن وائیکو تک پہنچانے کا ایک موثر ذریعہ یہی ہے لیکن اس کے بعد کا کام تمہارا ہوگا۔" پروفیسر نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھ رہا ہوں۔" میں نے گردن ہلائی۔

"تم میری تجویز سے اختلاف بھی کر سکتے ہو۔ میری دلچسپی کی وجہ سمجھ چکے ہو گے۔ وائیکو کو ایک اور زبردست چوٹ اور اس معصوم لڑکی کی درخواست کی تکمیل۔"

"پلاٹینم پوائنٹ کیا ہے؟"

"میرے خیال میں اس کے بارے میں تمہیں کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ کیا یہ بہت مشکل ہوگا؟"

"ناممکن ہوگا۔ تم نے شاید میرے پروگرام پر توجہ نہیں دی۔" پروفیسر نے مایوسی سے ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا۔

"نہیں پروفیسر! ہر چند کہ پورا پروگرام ابھی میرے علم میں نہیں ہے لیکن اتنا سمجھ چکا ہوں کہ وائیکو کے پاس پہنچنے والے لارڈ کے دو نمائندوں میں سے ایک میں ہوں گا۔"

"گڈ۔ تم نے مجھے مایوسی سے بچا لیا۔" پروفیسر مسکرا کر بولا۔ "ہاں میرا یہی پروگرام ہے۔ دوسرا آدمی میں فراہم کر دوں گا لیکن ہمارے پاس اتنا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وقت نہیں ہے کہ اصل نمائندوں سے ہم پلاٹینم پوائنٹ کی تفصیل معلوم کرسکیں۔"

میں گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر خاموش بیٹھے کے بعد میں نے کہا۔ "لیکن اگر مجھے بارن وائیکو کے سامنے پہنچنا ہے تو پلاٹینم پوائنٹ کے بارے میں گفتگو کرنے کے علاوہ اور کیا گفتگو ہوسکتی ہے؟"

"میرا خیال ہے، کچھ بھی نہیں۔" پروفیسر نے جواب دیا۔

"تو پروفیسر کیا یہ انتہائی مشکل کام نہیں ہوگا؟" میں نے سوال کیا۔

"ممکن ہے کہ میں تمھیں اس سلسلے میں تھوڑی بہت معلومات کچھ دیر کے بعد فراہم کرسکوں لیکن وہ بھی اس قدر نہیں ہوں گی کہ تم ان سے مکمل فائدہ حاصل کرسکو۔ یہاں صرف تمھیں اپنی ذہانت پر بھروسا کرنا ہوگا۔"

میں پیشانی پر ہاتھ پھیرنے لگا پھر چند لمحوں کے بعد میں نے کہا۔ "ٹھیک ہے پروفیسر، اب صورت حال جو بھی ہو۔ ہاں، آپ نے ابھی کہا تھا کہ وہاں کچھ لوگوں کو توڑ لیا گیا ہے۔ میرا مطلب ہے لارڈ واٹن کی طرف سے۔ کیا ان لوگوں کی کوئی نشان دہی ہوسکتی ہے؟"

"قطعی نہیں۔ تم سمجھ کیوں نہیں رہے ڈیئی ولسن! ہاں ابھی وقت ہے، اگر تم چاہو اور اس مہم کو اپنے لیے بہت مشکل پاؤ تو انکار کرسکتے ہو۔ میں بھی تمھیں کسی خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ بس، یہ ایک تجویز ہے، اگر تم اسے پسند کرو۔"

"نہیں نہیں، میں اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوں۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور پروفیسر مسکرانے لگا۔

"تب آؤ میں تمھیں چند چیزیں دکھا دوں۔" وہ مجھے ساتھ لیے ہوئے ایک اور کمرے میں داخل ہوگیا۔

یہ کمرہ بھی جدید ترین سامانِ آرائش سے آراستہ تھا۔ پروفیسر نے مجھے ایک صوفے پر بیٹھنے کی پیش کش کی اور پھر سامنے رکھی ہوئی میز سے ایک چھوٹی سی کیمرا نما مشین اٹھا لایا۔ اس نے اس مشین میں تھوڑی سی کارروائی کی اور اس کے بعد اس کے لینس کا رُخ ایک سفید دیوار کی جانب کردیا۔

"اس دیوار پر دیکھو۔" اس نے کہا۔

چند ہی لمحوں کے اندر اس دیوار پر ایک تصویر ابھر آئی۔ یہ تصویر ہٹلر اسٹائل مونچھوں والے ایک قوی ہیکل شخص کی تھی جس کی آنکھوں سے چالاکی اور ذہانت جھلکتی تھی۔

پروفیسر فیڈرک نے کہا۔ "اس کا نام بن بام ہے۔ بن بام، لارڈ واٹن کا خصوصی نمائندہ ہے۔ ایک چالاک اور خطرناک آدمی۔ لارڈ واٹن کے نام کے ساتھ بن بام کا نام ضرور لیا جاتا ہے اور سُنا گیا ہے کہ یہ لارڈ واٹن کے اہم ترین معاملات میں پیش پیش رہتا ہے۔ ملاقات کرنے کے لیے یہی شخص آرہا ہے اور یہیں اسی آدمی کو ڈراپ کرکے تم اس کی جگہ حاصل کرنا ہے۔ یہ دوسری تصویر دیکھو۔ یہ بن بام کا دوسرا ساتھی ہے جو پائلٹ بھی ہے اور بن بام کا خصوصی آدمی بھی۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، بارن وائیکو کو بن بام کی آمد کے بارے میں آگاہ کردیا گیا ہے۔ باقی تفصیلات جو کچھ ہیں، اس کے بارے میں بس میں بھی تمھاری ہی طرح لاعلم ہوں۔"

دفعتاً جالے سے بائیں سمت رکھے ہوئے ایک عجیب سے بکس سے ایک آواز ابھری اور پروفیسر فیڈرک نے جلدی سے کیمرا نما مشین بند کردی اور اس بکس کے قریب پہنچ گیا۔ بکس کا اوپری ڈھکنا کھول کر اس نے اس میں سے ایک ریسیور نکالا اور پھر کچھ بٹن آن کرکے ریسیور کان سے لگا لیا۔

"پروفیسر بول رہا ہے۔" اس نے کہا اور دوسری طرف سے کچھ آوازیں آنے لگیں جو مجھ تک نہیں پہنچ رہی تھیں۔ پروفیسر انھیں بغور سنتا رہا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ "ٹھیک ہے، شکریہ۔ جو کچھ تم کرسکے ہو وہ قابلِ قدر ہے۔ میں اس کا خیال رکھوں گا۔" یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا اور مسکراتا ہوا میری طرف بڑھا۔ "عین اُس وقت جب ہمیں اس کی ضرورت تھی، کچھ مفید معلومات ہمیں حاصل ہوگئیں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے وضاحت طلب نظروں سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرے آدمی اس سلسلے میں مصروفِ عمل ہیں۔ لاس ویگاس میں اپنا کام کررہے ہیں۔"

"گڈ، گویا اسی بن بام کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہوئی ہیں آپ کو؟"

"ہاں، بن بام کے بارے میں ہی نہیں، بلکہ پلاٹینم پوائنٹ کے بارے میں بھی۔ اس وقت بن بام پلاٹینم پوائنٹ سے متعلق کچھ خصوصی دستاویزات بارن وائیکو سے حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس کے عوض لارڈ واٹن، پلاٹینم پوائنٹ کا کچھ حصہ بارن وائیکو کو دے گا۔ اس سے زیادہ معلومات ممکن نہیں ہوسکیں۔ گویا اس وقت تمام گفتگو ان دستاویزات کے بارے میں ہوگی، جو بارن... کے پاس محفوظ ہیں۔ تم صورتِ حال کا کسی نہ کسی حد تک تو اندازہ لگا ہی چکے ہوگے؟"

"ہاں... اور میرے خیال میں یہ کافی ہے۔"

"گڈ... بعض معاملات میں ڈیئر ولسن ہمیں صرف اپنی ذہانت پر انحصار کرنا ہوتا ہے اور اس کے لیے ہمیں مناسب مواقع نہیں فراہم ہوپاتے۔ تاہم مجھے یقین ہے کہ اگر تم ذرا سی ہوشیاری سے کام لو، تو تمھارا مقصد پورا ہوسکتا ہے۔"

میں نے پروفیسر فیڈرک سے اتفاق کیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد فیڈرک مجھے وہاں سے بھی نکال کر ایک اور تیسرے کمرے میں لے گیا۔ یہاں اس نے مجھے کافی پیش کی اور ابھی ہم کافی ختم بھی نہ کرپائے تھے کہ دو آدمی اندر داخل ہوگئے۔ وہ پروفیسر کے سامنے مؤدب نظر آرہے تھے۔ ان میں سے ایک کا سر انڈے کے چھلکے کی طرح صاف شفاف تھا۔ البتہ کانوں کے پاس بالوں کی کچھ جھالریں لٹکی ہوئی تھیں، آنکھوں پر مخصوص قسم کی گول شیشوں والی عینک لگی ہوئی تھی اور اس کا چہرہ بھی خاصا مضحکہ خیز تھا۔ لیکن اپنے فن میں بلاشبہ وہ ماہر تھا کیونکہ اس نے میرے چہرے پر جب میک اپ کیا تو میں سو فیصدی بن بام کی شکل میں تھا۔ میک اپ کے سلسلے میں مجھے بڑے بڑے ماہرین سے سابقہ پڑ چکا تھا لیکن ابھی تک میک اپ کی جدید ترین شکل صرف جوشو کے پاس تھی اور اس جیتی اسٹائل کے میک اپ کے مقابلے میں ہر قسم کا میک اپ بے کار تھا۔

میں نے تعریفی نگاہوں سے اس فن کار کو دیکھا اور پھر چند تعریفی جملے کہے۔ اس دوسرے آدمی کا انتخاب بھی کرلیا گیا تھا جسے میرے ساتھ رہنا تھا۔ اس کا نام پال مین تھا۔ وہ ایک چاق و چوبند آدمی تھا اور پروفیسر نے اُسے میرے مشن کے بارے میں تفصیلات بتادی تھیں۔ چنانچہ اس شخص کو اس دوسرے آدمی کی شکل دے دی گئی جسے بن بام کے ساتھ آنا تھا۔

تمام کاموں سے فارغ ہونے کے بعد پروفیسر گھڑی دیکھتا ہوا میرے ساتھ اسی کمرے میں آبیٹھا، جہاں اس نے مجھ سے ملاقات کی تھی۔ اس نے کہا۔ "بس تھوڑی دیر کے بعد تمھیں اس طرف روانہ کردیا جائے گا جہاں اس سلسلے کے آخری کام انجام دینے ہیں۔ فکر نہ کرو، میرے چند آدمی تمھارے ساتھ ہوں گے اور وہ تمھاری پوری پوری مدد کریں گے۔"

"بہتر ہوتا اگر کچھ تفصیل پہلے سے میرے علم میں آجاتی۔" میں نے کہا۔

"کچھ کیا، اب ان تمام مرحلوں سے فارغ ہونے کے بعد میں تمھیں بھی کچھ بتانے جارہا ہوں۔ میں نے پہلے تمھیں یہ بتا دیا تھا کہ تمھیں ان دونوں کی جگہ لینی ہے، کس طرح لینی ہے، یہ اب بتانا چاہتا ہوں۔ بن بام اور اس کا ساتھی ہیلی کاپٹر کے ذریعے جیسی آرگن کی جنوبی پہاڑیوں تک پہنچیں گے جہاں ایک ہیلی پیڈ بنایا گیا ہے۔ یہ ہیلی پیڈ تین چٹانوں کے درمیان ہے اور عموماً بارن وائیکو کے لوگ اُسے استعمال کرتے رہتے ہیں لیکن ان چٹانوں سے ملحق تقریباً نصف فرلانگ کے فاصلے پر ایک اور صاف ستھرا میدان ہے، اسے بھی ہیلی پیڈ کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ گو ہم نے کبھی ایسا نہیں کیا لیکن وہ ہماری نگاہ میں بہرحال ہے۔"

"مطلب پروفیسر؟" میں نے دلچسپ نگاہوں سے پروفیسر کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تاریک راتیں ہیں، آسمان پر چاند نہیں ہوتا بلکہ بادل چھائے رہتے ہیں۔ چنانچہ رات کے اس حصے میں ہیلی کاپٹر کو ہیلی پیڈ پر اتارنے کے لیے نیچے سے اشارے دیے جائیں گے، انھی اشاروں کی مدد سے ہیلی کاپٹر نیچے اترے گا۔ بارن وائیکو کی متعین کردہ جگہ پر اس کے چار آدمی موجود ہیں۔ ان چار آدمیوں کے پاس دو جیپ گاڑیاں اور ایک ویگن ہے۔ یہ لوگ ٹارچوں کی مدد سے، جن کے شیشے سبز ہیں، ہیلی کاپٹر کو نیچے اترنے کا اشارہ دیں گے۔ لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ اس وقت ان کی ٹارچوں میں جو سیل پڑے ہوئے ہیں، وہ ناکارہ ہیں اور عین وقت پر جب وہ ٹارچیں روشن کریں گے تو انھیں مایوسی کا سامنا کرنا ہوگا۔ جبکہ ان کے برابر والے ہیلی پیڈ سے بھی ہیلی کاپٹر کو نیچے آنے کے اشارے دیے جائیں گے۔ چنانچہ جس ہیلی پیڈ کے اشارے ہیلی کاپٹر والے دیکھیں گے اسی پر اتر آئیں گے۔ ان کے نیچے اترتے ہی تم لوگ ان کے استقبال کے لیے آگے بڑھو گے اور ان کا شایانِ شان استقبال کرو گے۔" یہ کہتے ہوئے پروفیسر فیڈرک کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی پھر اس نے ایک لمحے کو توقف کیا اور سنجیدگی سے بولا۔ "تم ان لوگوں کو میرے حوالے کر دو گے، میرا مطلب ہے میرے آدمیوں کے سپرد کردو گے اور خود فوراً آگے بڑھ جاؤ گے اور سرگردانی کے انداز میں اس سمت سفر کرو گے، جہاں ان لوگوں کو موجود ہونا چاہیے۔ اس دوسرے ہیلی پیڈ سے پہلے ہیلی پیڈ کا فاصلہ تقریباً نصف فرلانگ ہے، اس لیے تمھارے اترنے کی جگہ ان لوگوں کو بھی معلوم ہوجائے گی اور وہ تمھاری تلاش میں چل پڑیں گے۔ تم ان سے ملاقات کرو گے اور انھیں بتاؤ گے کہ چونکہ نیچے سے کوئی اشارہ نہیں مل سکا، اس لیے تم جہاں بھی موقع ملا، اتر گئے۔ سمجھ رہے ہو نا میری بات؟" پروفیسر فیڈرک نے کہا اور میں دلچسپ نگاہوں سے پروفیسر کو دیکھتے ہوئے گردن ہلانے لگا۔

"نہایت عمدہ پروگرام ہے پروفیسر! یقیناً آپ کو اس سلسلے میں خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔"

پروفیسر نے گہری سانس لے کر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "بعض اوقات چھوٹے چھوٹے سے کاموں کے لیے اتنا کچھ کرنا پڑتا ہے کہ اگر تفصیل بتائی جائے تو دوسرے لوگ یقین نہ کریں۔"

"مگر مجھے اس کا اندازہ ہے پروفیسر؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"وقت تو ہو گیا ہے۔ میرا خیال ہے اب تمھیں چند منٹ آرام کر لینا چاہیے۔ مجھے اجازت دو۔" میں خاموشی سے گردن ہلا کر رہ گیا۔ پروفیسر باہر نکل گیا تھا۔ میں کمرے میں بیٹھا ہوا اس پروگرام کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ اب تک پروفیسر جو کر سکا تھا وہ اطمینان بخش تھا لیکن اس کے بعد کے حالات مجھے ہی مکمل طور پر سنبھالنے تھے کیونکہ میں ایک ایسے کام کے حوالے سے بارن وائیکو کے سامنے جا رہا تھا جس کے بارے میں مجھے مکمل معلومات حاصل نہیں تھیں۔

کچھ وقت اور گزر گیا آخر ایک آدمی میرے پاس پہنچ گیا اور اس نے نرم اور شائستہ لہجے میں کہا: "جناب! تشریف لے چلیے۔ مسٹر پال مین آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

پال مین میرا وہی ساتھی تھا جسے پائلٹ کے طور پر میرے ساتھ جانا تھا۔ باہر اس نے میرا گرم جوش استقبال کیا، اور اس کے بعد ہم ایک گاڑی میں بیٹھ کر اس پُراسرار ہیلی پیڈ کی جانب چل پڑے۔ جہاں ہمیں ایک سنسنی خیز ڈرامے میں حصہ لینا تھا۔

رات سرد اور تاریک تھی۔ باہر کے مناظر تاریکی میں گم تھے۔ جیسی ٹاگن کے علاقے کے بارے میں میری معلومات بہت مختصر تھیں۔ اولیو اور ووڈ کی سرزمین پہ یہ میری دوسری مہم تھی۔ امریکا میرے لیے اجنبی تو نہیں تھا، بلکہ یہاں میں اپنا مستقبل سنوارنے آیا تھا۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ حالات نے مستقبل کے زاویے ہی تبدیل کر دیے تھے۔ راستے میں طرح طرح کے خیالات میرے ذہن میں جاگزیں رہے۔

ہیلی پیڈ تک سفر کرنے میں تقریباً بائیس تیئس منٹ صرف ہوئے اور اس کے بعد ہم ایک مخصوص جگہ پہنچ گئے۔ یہاں نہایت احتیاط برتی جا رہی تھی کیونکہ اس بات کا اندازہ تھا کہ تھوڑے ہی فاصلے پہ بارن وائیکو کے آدمی موجود ہیں۔ سنسان ہیلی پیڈ چٹانوں میں گھرا ہوا تھا۔ بالکل سطح جگہ تھی لیکن اس کا احاطہ زیادہ وسیع نہیں تھا۔ تاہم ہیلی کاپٹر کو نیچے اتارنے میں کوئی دقت پیش نہیں آ سکتی تھی۔ ہم نے ایک بڑی سی چٹان کی آڑ میں مورچا جما لیا۔ دوسرے لوگ بھی اپنی اپنی جگہوں پہ پہنچ گئے تھے کیونکہ اصل کارروائی انھیں ہی کرنا تھی۔ میرے اور پال مین کے ساتھ تین افراد اور تھے، جنھیں اس سلسلے میں سب سے اہم کام کرنا تھا۔ ان میں ایک شخص وہی تھا، جس سے میری مڈبھیڑ ہو چکی تھی، یعنی وہ چوڑے شانوں والا، جو میرے ہاتھوں زخمی ہوا تھا بلکہ مرتے مرتے بچا تھا۔ یہ میری اس سے دوسری ملاقات تھی لیکن میں نے اس کی آنکھوں میں کسی قسم کے مثبت یا منفی تاثرات نہیں پائے تھے، یوں محسوس ہوتا تھا، جیسے اس نے اپنے ذہن سے وہ تمام چیزیں جھٹک دی ہوں۔ بعد میں مجھے خیال آیا کہ یہ سوچ میری حماقت ہے، دراصل میں تو بدلے ہوئے حلیے میں تھا۔ وہ مجھے دوسری شکل میں پہچانتا تھا۔ اس کے تصور میں بھی نہیں ہوگا کہ میں وہ ہوں۔ پروفیسر نے ہر شخص کو تو اس صورتِ حال سے آگاہ نہیں کر دیا ہوگا۔

مقررہ وقت پہ آسمان پہ روشنیاں نظر آئیں۔ ہیلی کاپٹر کی آواز بھی فضا میں بلند ہوئی تھی، یعنی وہ سنسنی خیز لمحات آ گئے تھے، جب ہمیں اپنے اس مشن کے پہلے مرحلے سے گزرنا تھا۔ بار بار ہیلی پیڈ پہ نگاہیں رکھی جا رہی تھیں، ایک آدمی بلند و بالا جگہ چڑھ گیا تھا اور وہاں سے وہ دوسرے ہیلی پیڈ کو دیکھ رہا تھا کہ کہیں وہ لوگ وقت سے پہلے ناکارہ ٹارچوں سے واقف نہ ہو جائیں اور اس کا متبادل انتظام نہ کر لیں، لیکن ایسا نہیں ہوا۔ ہم نے آسمان کی طرف دیکھا، ہیلی کاپٹر ہمارے سروں پہ پہنچ گیا تھا۔ دفعتاً نیچے سے سبز روشنیوں کی زبانیں لپلپانے لگیں، ہیلی کاپٹر کو تین بار روشنی کے اشارے دیے گئے اور چند ہی منٹ کے بعد وہ نیچے اترنے لگا۔ ہماری کوشش کارگر رہی تھی۔ ہم سب انتہائی اطمینان سے باہر نکل آئے۔ ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھول کر دو آدمی نیچے اترے تھے۔ یہ یقیناً بن ہام اور اس کا پائلٹ ساتھی تھے، چنانچہ ہم ان کے قریب پہنچ گئے، ان لوگوں نے پُرجوش انداز میں ہماری طرف مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھائے تھے۔ بن ہام کی شکل میں نے پہچان لی تھی، گو تاریکی تھی لیکن غور کرنے سے چہرے کے نقوش کا اندازہ ہو جاتا تھا۔ پُرجوش انداز میں آگے بڑھ کر ہاتھ ملانے والوں کو اس وقت انتہائی تلخ تجربے کا سامنا کرنا پڑا۔ چوڑے شانوں والے خطرناک آدمی نے ان میں سے ایک کی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر اس کی گردن پہ ہاتھ جما لیے۔ اور پھر کسی مخصوص انداز میں داؤ لگا کر اسے نیچے گرا دیا۔ پائلٹ کا بھی یہی حال ہوا تھا۔ اس کام میں چند لمحوں سے زیادہ نہ لگے۔ ہم نے اس کارروائی میں عملی طور پہ کوئی حصہ نہ لیا تھا۔ ان دونوں کو گھسیٹتے ہوئے چٹان کی آڑ میں لے جایا گیا اور اس کے فوراً ہی بعد ہمیں ان کے مخصوص لباس فراہم کر دیے گئے۔ انھیں نہایت پھرتی سے پہن کر ہم تیار ہو گئے۔ ابھی ہمیں تیار ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ دور سے آہٹیں سنائی دینے لگیں۔ اور ہمارے ساتھی اس طرح چٹانوں میں روپوش ہو گئے جیسے وہاں ان کا کوئی وجود ہی نہ ہو۔ ہماری نگاہیں آنے والوں پہ ٹکی ہوئی تھیں جو ایک پتلے سے درّے سے گزر کر بلندی کی جانب آ رہے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد چار آدمی ہیلی پیڈ پہ پہنچ گئے۔ ان چاروں کے انداز میں شدید پریشانی کے آثار تھے۔ ان میں سے ایک

نے آگے بڑھ کر کہا: "سوری مسٹر بن ہام! آپ... آپ کو پریشانی سے دوچار ہونا پڑا۔ دراصل ہم ایک عجیب و غریب حادثے کا شکار ہو گئے۔ افسوس! ہم آپ کو ہیلی پیڈ پہ اتارنے کے اشارے نہیں دے سکے۔"

"میں سمجھتا ہوں کہ اس میں بھی شاید بارن وائیکو کی کوئی مصلحت ہوگی، کیا آپ لوگ ہمارے ہیلی کاپٹر کو تباہ کرنا چاہتے تھے؟" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔

"نہیں... نہیں، براہِ کرم اس بات پہ کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ یہ دیکھیے، ہماری ٹارچیں اچانک ناکارہ ہو گئیں جن کی بنا پر ہم آپ کو صحیح سگنل نہ دے سکے تاہم ہم نے لائٹر جلا جلا کر نیچے سے اشارے دیے تھے جنھیں آپ نہیں دیکھ سکے۔"

"لائٹر...!" میں نے تضحیک آمیز لہجے میں کہا۔ "بہرحال ہم آپ کی توقع کے خلاف صحیح و سالم اتر گئے۔ اب کہیے کیا پروگرام ہے؟"

"آئیے..." ان میں سے ایک شخص نے بدستور خجالت آمیز لہجے میں کہا اور ہم دونوں ان کے ساتھ چل پڑے۔ یہ نصف فرلانگ کا فاصلہ ہمیں پیدل ہی طے کرنا پڑا تھا۔ راستے میں، میں نے کئی بار طنزیہ انداز میں ان سے اس نااہلی کے بارے میں کہا لیکن شرمندہ لوگوں نے اس سلسلے میں کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم کامیاب و کامران بارن وائیکو کی رہائش گاہ کی جانب جا رہے تھے۔ ہمارا استقبال کرنے والوں نے بڑی منت سماجت کے بعد ہمیں اس بات پہ آمادہ کر لیا تھا کہ بارن وائیکو سے اس چھوٹے سے حادثے کا ذکر نہ کیا جائے۔ انھوں نے کہا تھا کہ چونکہ وہ عام قسم کے لوگ ہیں اور یہ اندازہ نہیں لگا سکے کہ ٹارچوں کے سیل کیوں ناکارہ ہو گئے تھے لیکن انھیں اس کی سخت سزا بھی مل سکتی ہے اور اگر ہم لوگ مناسب سمجھیں تو انھیں اس سزا سے بچا لیں۔ چنانچہ تھوڑی سی دیر کے بعد میں نے ان سے وعدہ کر لیا کہ اس کا تذکرہ میں بارن وائیکو سے نہیں کروں گا۔ اس بات پہ انھوں نے بڑی ممنونیت کا اظہار کیا تھا۔

حالانکہ خاصی رات گزر گئی تھی لیکن بارن وائیکو نے اپنی رہائش گاہ میں اسی وقت ہم سے ملاقات کی۔ یہ عجیب و غریب قسم کی عمارت تھی جس کی تعمیر میں قدیم تصورات کو سامنے رکھا گیا تھا۔۔۔ مینارے اور جا بجا محرابیں تاحدِ نگاہ پھیلی ہوئی تھیں۔ ہم سیڑھیاں طے کر کے ایک ہال نما کمرے میں آ گئے۔ وہاں تیز روشنی کا اہتمام تھا۔ دیواروں پہ جگہ جگہ تصویریں اور جانوروں کے سر آویزاں تھے۔ ہال کے انتہائی سرے پہ ایک بلند سا چبوترا بنا ہوا تھا، جس پہ جانوروں کی کھالیں بچھی ہوئی تھیں، زمین پہ وحشی جانوروں کے سر سجے ہوئے تھے جن کی آنکھوں میں روشنیاں لگائی گئی تھیں اور درمیان میں ایک شاندار کرسی پہ ایک تندرست و توانا آدمی بیٹھا ہوا تھا جو سیاہ رنگ کے ایک مخصوص لبادے میں ملبوس تھا اور اس کی گود میں ایک سفید بلی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے اپنے آپ کو اس وقت جیمس بانڈ کی فلموں کے کسی پُراسرار باس کی شکل دے رکھی تھی۔ انگلیوں میں انگشتریاں تھیں جن میں ہیرے جگمگا رہے تھے۔ سفید بلی پہ اس کا ہاتھ سر سے پشت تک گردش کر رہا تھا اور چہرے پہ عجیب سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی، اطراف میں چند افراد ادب سے بیٹھے ہوئے تھے۔

بارن وائیکو نے مسکراتی نگاہوں سے ہمیں دیکھا اور پھر بھاری لہجے میں بولا: "آؤ... آؤ... لارڈ و لارڈی وائن کے مخصوص نمائندے! تمھارے بارے میں بہت سی باتیں سنی گئی ہیں۔ یقیناً شکل و صورت اور چلنے کے انداز سے تم ایک پُروقار انسان لگتے ہو مگر میرے سامنے تمھیں اس کا خصوصی خیال رکھنا ہوگا۔ لارڈ وائن نے تمھیں یقیناً بتایا ہوگا کہ میرے حضور کس طرح حاضر رہا جاتا ہے۔" یہ کہہ کر اس نے ایک بھدا سا قہقہہ لگایا۔ "میں بھی تمھیں اسی انداز میں خوش آمدید کہنے کے لیے موجود ہوں۔ آؤ بیٹھو، تمھارے لیے یہ مخصوص نشستیں لگائی گئی ہیں، یہ غالباً تمھارا پائلٹ ہے۔" اس نے پال مین کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

میں اس دوران صورتِ حال کا جائزہ لے چکا تھا۔ اس شخص کی ابتدائی گفتگو نے ہی مجھے یہ بات سمجھا دی تھی کہ وہ جو کچھ بھی ہے لیکن گھٹیا ذہنیت کا انسان ہے۔ چنانچہ اس سے اسی کے انداز میں گفتگو کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔ نشستوں کی طرف بڑھتے ہوئے میں نے کہا: "قدیم دور میں شہنشاہ قاصدوں کا استقبال ذرا مختلف انداز میں کیا کرتے تھے۔ غالباً تم نے ان کی تاریخ نہیں پڑھی۔ کیونکہ اس دربار کو سجاتے ہوئے کوئی سلیقہ نہیں برتا گیا، یا پھر تم آئن فلیمنگ کے کرداروں سے بہت زیادہ متاثر ہو۔ یہ بلی بار بار تمھاری گود سے نکل کر بھاگنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اسے پہلے سدھا لینا چاہیے تھا تمھیں۔"

بارن وائیکو نے پہلے چونک کر بلی کی طرف دیکھا، بلی پُرسکون بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پہ ایک لمحے کے لیے عجیب سے آثار پیدا ہوئے۔ اس دوران، میں اور پال مین اس نشست پہ جا بیٹھے تھے جس کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔ بارن وائیکو نے غصیلے انداز میں کہا: "قدیم شاہوں کا حوالہ دیا ہے تم نے تو تمھیں اس بات کا علم بھی ہوگا کہ اس وقت قاصدوں کے لیے کیا آداب ہوا کرتے تھے؟"

"میں اس ڈرامے میں شریک نہیں ہوں۔ میرا جو مقصد ہے، وہ تمھارے علم میں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"یعنی وہ دستاویزات جو پلاٹینم پوائنٹ سے متعلق ہیں اور جو میرے پاس لارڈ وائن کا ایک کمزور پہلو ہیں۔ سنو بن ہام! لارڈ وائن کو یہ بات معلوم ہے کہ ان دستاویزات کے بغیر وہ پلاٹینم پوائنٹ پر مکمل کنٹرول نہیں حاصل کر سکے گا۔ یوں سمجھ لو کہ آدھا حصہ میرے پاس ہے اور آدھا اس کے پاس۔ میں نے اُسے بارہا پیشکش کی کہ وہ کوئی سمجھوتا کر لے، کوئی ایسا سمجھوتا جس میں میری بڑی حیثیت کو سامنے رکھا جائے لیکن لارڈ وائن اپنی دنیا میں مست ہے، وہ بلاوجہ ہی اپنے آپ کو کوئی بڑی چیز سمجھ بیٹھا ہے اگر اس کے ساتھ کچھ سمجھدار لوگ ہوتے تو اُسے بتاتے کہ جرم کی دنیا ایک الگ حیثیت رکھتی ہے۔ خاندانی وراثت تھوڑے بہت اختیارات تو دلا سکتی ہے لیکن جو طاقت اور تجربہ جرائم کی دنیا میں شخصیات کو ممتاز و منفرد بنانے کے لیے ناگزیر ہے وہ عادت کی سختی سے نبرد آزما ہوئے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ اپنے بازوؤں کی مدد سے حاصل کیا ہوا اقتدار ہی زیادہ مستحکم ثابت ہوتا ہے اور تم۔۔" اس نے میری جانب انگلی اُٹھا کر کہا۔ "تم بن ہام! تم ولاڈی وائن کو لگاتے میں سب سے نمایاں حیثیت رکھتے ہو۔۔۔ تم کیا سمجھتے ہو، کیا تمھارے بارے میں میری معلومات ناکافی ہوں گی؟ مجھ سے سنو! تم اصل میں سی آئی اے سے نکالے ہوئے وہ ناکارہ شخص ہو جسے صلاحیتوں کے فقدان کے سبب اس اہم ادارے کے لیے مناسب نہ سمجھا گیا۔ سی آئی اے کے اصولوں کے مطابق تمھاری موت کی گھڑی متعین کر دی گئی تھی لیکن اُس وقت کے صدر سے تمھارے کسی بزرگ کے تعلقات تھے جس کی بنا پر تمھاری جاں بخشی کروا دی گئی۔" بارن وائیکو نے پھر ایک قہقہہ لگایا اور بولا۔ "کیا تمھیں حیرت نہیں ہوئی بن ہام! کیا تم متعجب نہیں ہوئے اس بات پر کہ ولاڈی وائن کے ایک ادنیٰ سے رکن کے بارے میں بھی میری معلومات کس قدر مکمل ہیں۔"

میں نے حلیمی سے جواب دیا۔ "نہیں، بلکہ تمھارے بارے میں کچھ فیصلے کرنے میں مجھے آسانی ہو رہی ہے بارن وائیکو۔ میں سوچ رہا ہوں کہ ولاڈی وائن تمھارے ذہن پر اس قدر مسلط ہے کہ تم اس کے اطراف میں پھیلے ہوئے لوگوں کے بارے میں بھی چھان بین کراتے پھرتے ہو لیکن مجھے ان تمام باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں تو صرف تم سے یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ پلاٹینم پوائنٹ کے سلسلے میں جو دستاویزات تمھارے پاس موجود ہیں، انھیں ہمارے حوالے کرنے کے سلسلے میں تم کس طرح عمل کرو گے۔ تمھیں علم ہے کہ ولاڈی وائن ان دستاویزات کے حصول کا خواہاں ہے اور اس کے لیے یہ سب کچھ زیادہ مشکل نہ ہوگا۔"

میرے ان الفاظ پر ایک لمحے کے لیے بارن وائیکو کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ پھر رفتہ رفتہ اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور ہنستا ہوا بولا۔ "اطراف میں بکھرے ہوئے لوگوں کو دیکھ رہے ہو بن ہام! یہ سب اس بات پر خوش ہیں کہ چوہا خود ہی چوہے دان کی طرف دوڑتا چلا آیا ہے اور یہاں اسے وہ تمام تفصیلات بتانا ہوں گی جو پلاٹینم پوائنٹ سے متعلق ہیں۔ ولاڈی وائن ہو یا بن ہام! ہمارا مقصد تو ایک ایسے آدمی کا حصول تھا جو ہمیں پلاٹینم پوائنٹ کی وہ تمام تفصیلات بتائے جن کی مدد سے اس کے حصول میں آسانی ہو سکتی ہے۔ چونکہ دستاویزات ہمارے پاس موجود ہیں اس لیے کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہم پلاٹینم پوائنٹ کے اصل حقدار نہیں ہیں۔ کیسی دلچسپ اور کیسی پُرلطف بات ہے بن ہام کہ تم یہاں کچھ اور مقصد لے کر آئے اور یہاں تمھارا واسطہ ایک بالکل ہی مختلف صورتِ حال سے پڑا۔" اس نے سر اُٹھا کر ایک زبردست قہقہہ لگایا۔ وہ اس وقت اپنے آپ کو بالکل کسی روایتی فلم کے ولن کی مانند محسوس کر رہا تھا۔ پھر اُس نے اپنے ساتھیوں کی طرف رُخ کر کے کہا۔ "یہ شخص ولاڈی وائن کا سب سے اہم آدمی ہے اور یہی ہمیں بتائے گا کہ پلاٹینم پوائنٹ کی اصل جائے وقوع کیا ہے اور اس سے متعلق داستانوں کی کیا تفصیل ہے۔ کیا تم لوگ اس سلسلے میں اس سے سوالات نہیں کرو گے؟"

اطراف میں بیٹھے ہوئے چار آدمی اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے چہروں کے تاثرات میں خطرناک تبدیلی نظر آ رہی تھی۔ وہ میری طرف اور میرے ساتھی پال ہیسن کی طرف دیکھ رہے تھے۔ پھر ان میں سے ایک نے آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر میرے قریب پہنچتے ہوئے کہا۔ "کیا تم نارمل انداز میں یہ سب کچھ بتانا پسند کرو گے یا اس کے لیے تم سے کوئی خصوصی سلوک کیا جائے؟"

بارن وائیکو نے پھر دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور اپنی جگہ سے اُٹھ کر اتراتا ہوا میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"دراصل ولاڈی وائن نے صحیح فیصلہ نہیں کیا، جیس بارگن کا علاقہ بارن وائیکو کی ملکیت ہے اور یہاں وہی سب کچھ ہوتا ہے جو بارن وائیکو چاہتا ہے لیکن اس کے باوجود میں تمھیں ایک شریفانہ پیشکش کرتا ہوں۔ پلاٹینم پوائنٹ کے بارے میں جو تفصیلات تمھارے علم میں ہیں، وہ میرے سامنے اگل دو۔ میں تمھیں کچھ عرصے اپنے ساتھ رکھوں گا اور اس کے بعد جب ولاڈی وائن کا دماغ درست ہو جائے گا تو تمھیں یہاں سے جانے کی اجازت دے دی جائے گی۔"

صورتِ حال کا اندازہ مجھے کسی حد تک ہو گیا تھا چنانچہ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں بارن وائیکو

کے خلاف کوئی کارروائی کروں۔ چنانچہ میں نے برق رفتاری سے اپنا پاؤں گھمایا اور وائیکو کی پنڈلی پر وار کر دیا۔ اسی وقت وائیکو کے ایک آدمی نے رائفل اُٹھا کر مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی تو میں نے اس آدمی کی رائفل پکڑ کر اسے ایک زوردار جھٹکا دیا۔ رائفل اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ وہ بُری طرح میری طرف آیا تھا لیکن میں نے رائفل کا بٹ پوری قوت سے اس کے منہ پر مارا اور وہ ایک کربناک چیخ مار کر اوندھا ہو گیا۔

وائیکو کو شاید اس کا اندازہ نہیں تھا کہ میں اس کی کچھار میں داخل ہو کر اس کے ساتھ یہ سلوک کروں گا۔ پاؤں کی ضرب نے اُسے لمحہ بھر کے لیے بے کار کر دیا تھا اور وہ فوراً ہی اپنی پنڈلی پکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔ میں نے اُسے بالوں سے پکڑ کر اٹھایا اور دوسرے ہی لمحے اس کے ہاتھ پر ایک مخصوص قسم کی ٹھوکر لگا کر وہ پستول اُس کے ہاتھ سے نکال دیا جسے اُس نے اچانک ہی اپنے بغلی ہولسٹر سے نکال لیا تھا۔ اس کے آدمیوں نے مضطربانہ انداز میں چبوترے کی طرف بڑھنے کی کوشش کی تو میں نے وہی ریوالور وائیکو کی پشت سے لگاتے ہوئے گرجدار لہجے میں کہا۔ "خبردار! اگر تم لوگوں نے اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش کی تو میں وائیکو کے جسم میں سوراخ کر دوں گا۔"

وہ سب اپنی جگہ ٹھٹک گئے اور اُن کے چہروں پر انتہائی نفرت اور وحشت کے آثار نظر آنے لگے۔ تقریباً سب ہی کے ہاتھ میں پستول تھے اور اُن کا رُخ میری جانب تھا لیکن چونکہ وائیکو میرے قبضے میں آ چکا تھا، اس لیے وہ پستول استعمال نہیں کر سکتے تھے۔

میں نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "وائیکو! تم اس وقت پوری طرح سے میرے رحم و کرم پر ہو۔ تمھیں میرے ساتھ چلنا ہوگا۔ اور اگر تم نے یا تمھارے ساتھیوں نے کوئی غلط حرکت کی تو پھر تم اپنی زندگی کے سرمائے سے محروم ہو جاؤ گے۔"

وائیکو پتا نہیں کس ٹائپ کا آدمی تھا۔ بڑھ بڑھ کر باتیں کرنے والا، جیسی آرگن میں اسی کی دہشت بیٹھی ہوئی تھی۔ مجھے بھی یہی بتایا گیا تھا کہ بارن وائیکو ایک خطرناک شخصیت کا مالک ہے لیکن اس وقت وہ کسی کیچوے کی مانند میرے ہاتھوں بے بس ہو چکا تھا۔ میری گرفت اور میرے لہجے کی سختی محسوس کر کے اس کی پیشانی پر پسینہ آ گیا تھا۔ میں نے ریوالور اس کی پسلیوں میں زور سے چبھویا تو اس نے سراسیمہ ہو کر اپنے آدمیوں کو سامنے سے ہٹ جانے کے لیے کہا۔ وہ سب منتشر ہو گئے۔

"گولی مت چلانا، میں تمھاری ہدایات پر عمل کر رہا ہوں۔" وائیکو نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"اس وقت تک اطمینان رکھو وائیکو، جب تک تم یا تمھارے آدمی کوئی غلط حرکت کرنے کی کوشش نہ کریں۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

اس وقت ہم دروازے سے باہر نکل رہے تھے۔ میں وائیکو کے سلسلے میں ذرا سا غیر محتاط ہو گیا تھا۔ اس کی کیفیت سے میں نے یہ اندازہ قائم کر لیا تھا کہ وہ لڑائی بھڑائی کے معاملے میں بزدل ہے لیکن وہ چال چل گیا۔ دروازے سے باہر نکلتے ہوئے وہ اس طرح لڑکھڑایا جیسے اس کا پاؤں دروازے میں اُلجھ گیا ہو۔ میں نے اُسے سنبھالنے کی کوشش کی لیکن اس نے پلٹ کر میرے پستول پر ہاتھ مارا اور پستول میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ گو پستول اس کے ہاتھ میں نہیں پہنچا تھا لیکن اس نے میرے غیر مسلح ہونے سے فائدہ اُٹھایا اور زمین پر لوٹ لگا کر دور نکل گیا۔ اس کے ساتھیوں نے یہ موقع غنیمت سمجھا، دوسرے لمحے دو فائر ہوئے لیکن کوئی گولی مجھ تک نہیں آئی پھر ایک تیسرا فائر ہوا اور ایک چیخ لہرا گئی۔ یہ فائر پال ہیسن نے کیا تھا اور اس شخص کو نشانہ بنایا تھا جس نے مجھ پر فائر کیے تھے۔

میں نے بھی زمین کا سہارا لیا تھا اور اسی طرح جھکے جھکے ہوئے میں نے بارن تک پہنچنے کی کوشش کی لیکن بارن کو صورتِ حال کا اندازہ ہو چکا تھا۔ وہ چوپایوں کی طرح دوڑتا ہوا ایک دوسرے دروازے میں گھس گیا۔ اس وقت تک اس کے دوسرے ساتھی سنبھل چکے تھے اور انھوں نے اندھا دھند مجھ پر اور پال ہیسن پر فائرنگ شروع کر دی تھی۔ اس جگہ سے نکلنا ہمارے لیے آسان نہیں تھا کیونکہ بھیڑیوں کے اس بھٹ سے ہم پوری طرح واقف نہیں تھے۔

اسی وقت اچانک وہاں تاریکی چھا گئی اور پھر یوں محسوس ہوا جیسے کسی اور سمت سے بھی گولیاں چلنے لگی ہوں۔ یقیناً یہ پروفیسر کے خفیہ ساتھی تھے جن کے بارے میں مجھے بتا دیا گیا تھا۔ ان کی جوابی کارروائی کا نتیجہ خاطر خواہ نکلا اور وہ لوگ بوکھلاہٹ کا شکار ہو گئے۔

اچانک پال ہیسن کی آواز میرے کانوں میں اُبھری۔

"اب یہاں رکنا خطرناک ہے، میرے خیال میں نکل چلیں۔"

میں نے ٹٹول کر پال ہیسن کے وجود کو محسوس کیا پھر آہستہ سے بولا۔ "تمھارا خیال درست ہے ہیسن لیکن کیا اس تاریکی میں تم راستوں کا تعین کر سکتے ہو۔"

"ہاں! تھوڑی بہت کوشش کی جا سکتی ہے۔"

"تب پھر ہمیں تاخیر نہیں کرنا چاہیے۔ اور سنو! میرے پیچھے ہی رہ کر اپنی زندگی خطرے میں ڈالنے کی کوشش مت کرنا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اپنے طور پر راستہ تلاش کر و اور نکل جاؤ۔ میں اپنی مدد آپ کروں گا۔"

"او کے۔" پال میسن نے کہا اور پھر اندھیرے میں، میں نے کچھ سرسراہٹیں محسوس کیں۔ پال میسن کھسک گیا تھا۔ اس وقت میں نے یہی مناسب سمجھا تھا کہ اس کو ٹال دوں۔ اگر پال میسن کو میں یہ بتا تا کہ میں یہاں سے نکلنے کا ارادہ نہیں رکھتا تو ممکن ہے وہ یہاں ستاری دکھانے کی کوشش کرتا جو میرے حق میں بہتر نہ ہوتی۔ یہاں آ کر سب کچھ کر کے ہی واپسی مناسب ہوتی ورنہ دوبارہ یہاں داخل ہونا آسان نہیں تھا۔ میرے خیال میں پروفیسر جو کچھ کر سکتا تھا کر چکا تھا۔ اب باقی سب کچھ مجھے ہی کرنا تھا۔ فی الحال مجھے کسی بہتر پناہ گاہ کی تلاش تھی۔ اس سے قبل کہ روشنی دوبارہ ہو جائے، مجھے کوئی پناہ گاہ درکار تھی۔

میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور کسی تیز رفتار سانپ کی مانند رینگتا ہوا وہاں سے باہر نکل آیا۔ یہ ایک راہداری تھی۔ اس راہداری میں متعدد دروازے تھے لیکن میں اس کے آخری سرے کے دروازے پر پہنچ گیا اور پھر خدا کا نام لے کر میں نے دروازہ کھولا اور اندر گھس گیا۔

تاریکی پوری عمارت میں پھیلی ہوئی تھی۔ شاید مین سوئچ آف کیا گیا تھا لیکن میں جانتا تھا کہ تاریکی زیادہ دیر نہیں رہے گی۔ کسی نہ کسی کو مین سوئچ کا خیال آ ہی جائے گا۔ چنانچہ روشنی ہونے سے قبل ہی کسی ایسی جگہ کا انتخاب کر لیا جائے جہاں میں خود کو پوشیدہ کر سکوں۔

اس کمرے میں گھس تو آیا تھا لیکن اس کے بارے میں کچھ بھی اندازہ نہیں تھا۔ یہ تک معلوم نہیں تھا کہ یہاں میرے علاوہ کوئی اور ہے یا نہیں۔ دروازے سے چند قدم آگے بڑھ کر میں نے دیوار سے پشت لگائی اور سانس روک کر کمرے کی سُن گُن لینے لگا۔ اسی وقت ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ "بہتر ہے، دروازہ بند کر دو۔" آواز شیریں اور شگفتہ تھی لیکن مجھے ایسا ہی لگا جیسے میرے کان کے قریب دھماکا ہوا ہو۔ میں بُری طرح اچھل پڑا تھا۔ "میں اس تاریکی میں بھی تمھیں دیکھ سکتی ہوں۔ دروازہ بند کر دو۔" اس نے پھر کہا۔

اس سے قبل کہ میں دروازے کی طرف پلٹتا یا کوئی اور عمل کرتا، اچانک روشنی پھیل گئی۔ اگر کمرے میں ہائی پاور کے بلب ہوتے تو شاید میری آنکھیں بند ہو گئی ہوتیں، لیکن یہاں مدھم ٹھنڈی نیلی روشنی پھیل گئی تھی۔ اس روشنی میں میری نگاہوں کو زیادہ نہ بھٹکنا پڑا۔ مجھ سے چند قدم کے فاصلے پر ایک دبلی پتلی سی نوجوان لڑکی صوفے پر نیم دراز تھی۔ روشنی اتنی تھی کہ میں اس کا چہرہ اور حلیہ دیکھ سکتا تھا۔ وہ سنہرے بالوں اور بحرالکاہل جیسی نیلی آنکھوں والی ایک حسین لڑکی تھی۔ اس نے اپنے گھنے سنہرے بال سمیٹ کر جوڑے کی سی شکل میں باندھ رکھے تھے۔ اس کی نیلگوں آنکھوں میں ذہانت کی چمک رقصاں تھی۔

"ہاں... دروازہ بند کر دو۔" اس نے چہکارنے والے انداز میں کہا اور میں نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا۔ "سامنے دیوار پر جو درمیانی سوئچ نظر آ رہا ہے، اسے بھی بند کر دو، یہ نیلی روشنی بجھ جائے گی... مگر رکو، یہ بتاؤ کیا کوئی تمھاری تلاش میں ہے؟"

"ہاں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تب روشنی بند نہ کرو کیونکہ یہ معمول کے خلاف ہو گا کیونکہ میں روشنی کر کے سوتی ہوں۔ وہ اس بات کو محسوس کریں گے۔ آؤ، اس طرف آ جاؤ، میری مسہری کے بائیں طرف... یہاں تمھارے چھپنے کی جگہ ہے۔ آ جاؤ، باہر قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔"

یہ آوازیں میں بھی سن چکا تھا۔ چنانچہ اس وقت اس لڑکی کے احکامات پر عمل کرنے کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں تھا۔ لڑکی صوفے سے اٹھ کر مسہری پر آ لیٹی۔ قدموں کی آوازیں دروازے کے قریب رکیں۔ کسی نے دروازے کے ہینڈل پر کچھ زور آزمائی کی اور پھر اسے اندر سے بند پا کر مطمئن ہو گیا۔ لڑکی دم سادھے لیٹی رہی تھی۔ قدموں کی آواز چند ساعت کے بعد معدوم ہو گئی۔ جو کوئی بھی تھا وہ دستک دینے کی جرأت نہیں کر سکا تھا۔ میرا ذہن چکرا رہا تھا۔ لڑکی کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ کیا چیز ہے وہ؟

آخر اس کی آواز ابھری۔ "اب کوئی ادھر نہیں آئے گا۔"

"تمھارا شکریہ... لیکن میں حیران ہوں..."

"یقیناً ہو گے۔" اس نے میرا جملہ مکمل ہونے سے پہلے کہا۔

"تم کون ہو؟"

"تمھاری مددگار... بس۔"

"میرے بارے میں کچھ جانے بغیر! یہ معلوم کیے بغیر کہ میں کون ہوں؟"

"جانتی ہوں۔"

"کیا...؟"

"یہی کہ تم بارن وائیکو کے شکار ہو۔ اس کے کوئی مخالف، اس کے احکامات پر عمل نہ کرنے والے۔"

"اور تم کون ہو؟"

"اس بات کا جواب دینے کے لیے سوچنا ہو گا۔"

"کب تک جواب مل سکے گا؟"

"یہ بھی سوچ کر بتاؤں گی۔" اس نے کہا اور میں کھوپڑی سہلانے لگا۔ ظاہر ہے اس کا تعلق اسی عمارت سے ہو گا یا بارن وائیکو

... کی کوئی شناخت نہ لیکن وہ کسی اجنبی کی مدد کرنے کے لیے تیار تھی۔ اس کے بارے میں فوری طور پر کوئی فیصلہ کرنا مشکل تھا۔ میں کوئی ایسی جگہ چاہتا تھا جہاں میں اپنے طور پر پوشیدہ رہوں، کوئی میرے بارے نہ جانتا ہو لیکن یہ صورت حال غلط ہو گئی تھی۔ لڑکی کون تھی، کیا تھی؟ اس پر کس حد تک اعتماد کیا جائے یا بالکل اعتماد نہ کیا جائے۔ اس مرحلے پر کوئی بھی لغزش میرے لیے موت کا سبب بن سکتی تھی یا مجھے اپنے مقصد سے دور لے جا سکتی تھی۔ ایسے ہی بہت سے خیال میرے ذہن میں آتے رہے اور وقت گزرتا رہا۔ اس دوران نہ لڑکی نے مجھ سے مزید کوئی سوال کیا اور نہ میں نے ہی اپنی جگہ سے کوئی جنبش کی۔ اس اُدھیڑبُن میں مجھے وقت گزرنے کا کچھ احساس نہ رہا تھا۔ ابھی کوئی فیصلہ نہ کر پایا تھا کہ دفعتاً ایک کھڑکی کے شیشے چمک اُٹھے، روشنی چھن کر اندر آنے لگی تھی۔ میں بوکھلا اٹھا۔ لڑکی گردن کے بل ایک ہاتھ سرہانے رکھے لیٹی تھی۔

"یہ روشنی..." میرے منہ سے نکلا۔

"خوفزدہ خرگوش!" لڑکی آہستہ سے ہنسی پھر بولی۔ "اٹھو اور کھڑکی کا پردہ برابر کر دو۔ وہ بارن وائیکو کی خواب گاہ ہے، وہ خواب گاہ میں آ گیا ہے۔"

میں اپنی جگہ سے نکل آیا۔ یہ انکشاف بھی میرے لیے سنسنی خیز تھا۔ برق رفتاری سے میں کھڑکی کے قریب پہنچا، درمیان میں کھلنے والے شیشے لگے ہوئے تھے، روشنی انھی شیشوں سے آئی تھی۔ میں نے نہایت احتیاط سے تھوڑا سا شیشہ کھولا اور ایک جھری کر کے دوسری جانب جھانکنے لگا۔ تیز روشنی میں بارن وائیکو نظر آ رہا تھا۔ اس کا چہرہ غصے کی شدت سے سُرخ ہو رہا تھا۔ چند لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔

"اب تم مجھے اطلاع دو گے کہ اُن کا نام و نشان بھی نہیں ملا، کیوں؟" وہ غصے سے دہاڑا۔

"یہ حقیقت ہے جناب۔"

"اس سے بڑی حقیقت یہ ہے کہ تم سب نااہل ہو... جو ذمے داریاں تمھیں سونپی گئی ہیں ان کے قابل نہیں ہو۔ آخر وہ کون سے راستے سے باہر گئے۔ ہمارے آدمی کہاں مر گئے۔ کیا اس حقیقت کا اعتراف نہ کر لیا جائے کہ لارڈ وائن لاس ویگاس میں بیٹھ کر جیسی آرگن میں ہمارے منہ پر سیاہی لگا سکتا ہے۔"

"لیکن جناب..."

"ایسا ہوا ہے۔ وہ صرف دو تھے... صرف دو۔"

"نہیں جناب! ابھی تو میں کہنا چاہتا ہوں کہ وہ صرف دو نہیں تھے۔" ایک آدمی نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" بارن وائیکو چونکا۔

"وہ صرف دو نہیں تھے جناب۔"

"کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"صرف میں ہی نہیں، دوسرے لوگ بھی یہی کہہ رہے ہیں۔ وہ دو تو آپ کے سامنے تھے۔"

"تو تمھارا خیال ہے کہ اس عمارت میں... اس عمارت میں جہاں میں رہتا ہوں..." وائیکو نے سانپ کی طرح پھنکارتے ہوئے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔

"مین سوئچ کس نے بند کیا تھا؟" اس شخص نے سوال کیا۔

"ایں!" بارن وائیکو پھر چونکا۔

"نہ صرف مین سوئچ بند کیا گیا بلکہ جب ہم نے انھیں گولیوں کا نشانہ بنانے کی کوشش کی تو ہم پر بھی گولیاں چلائی گئیں۔ لارڈ آپ یقین کریں گولیاں چلانے والے وہ نہیں تھے۔"

"مین سوئچ... مین سوئچ..." بارن اس کی طرف توجہ دیے بغیر بڑبڑایا۔ "ہاں، مین سوئچ کس نے بند کیا؟" تھوڑی دیر تک وہ خاموش رہا پھر آہستہ سے بولا۔ "جاؤ... آرام کرو۔"

"مسٹر وائیکو! میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔" تیسرے آدمی نے کہا۔

"کہو۔" وائیکو بیزاری سے بولا

"لاس ویگاس کے لارڈ وائن نے تنہا ان دو آدمیوں کو نہ بھیج دیا ہو گا۔ اس نے کچھ اور انتظامات بھی کیے ہوں گے۔"

"مثلاً؟" وائیکو نے بھویں سکیڑ کر کہا۔

"کوئی ایسی کوشش جو..."

"اگر کوئی شبہ ہے تو صاف صاف کہو۔"

"میری مراد پروفیسر سے ہے۔"

"فیڈرک؟" وائیکو نے سوالیہ انداز میں پروفیسر کا نام لیا۔

"یس سر... دوسری شکل میں جیسی آرگن میں ہر اجنبی پر نگاہ رکھی جاتی ہے۔"

"پروفیسر فیڈرک..." وائیکو کے لہجے میں بے یقینی تھی۔ "کیا وہ اس حد تک جا سکتا ہے؟"

"کیوں نہیں سر!" اس شخص نے پُرجوش انداز میں کہا۔ "پروفیسر فیڈرک آپ کے ہر مفاد کے خلاف کام کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے علاوہ کون ہے جو جیسی آرگن میں آپ کے راستے کاٹنے کی کوشش کرے۔ اگر لارڈ وائن نے جیسی آرگن میں پروفیسر فیڈرک سے گٹھ جوڑ کر لیا ہے تو میرے خیال میں وہ ذہین آدمی ہے۔"

"اور پروفیسر گدھا! وہ نہیں جانتا کہ میں اس کے ساتھ چوہے بلی کا کھیل کھیل رہا ہوں۔ میں نے اُسے صرف تفریح طبع کے لیے زندہ رکھا ہوا ہے، ورنہ اس اسکول ماسٹر کی اوقات کیا ہے۔"

"وہ لوگ اسی کی پناہ میں ہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اپنے اندر مقناطیسی قوت پیدا کریں اور دوسروں کو اپنے طابع کریں

کتاب

مقناطیسیت

کا مطالعہ کریں

PVL

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY

www.pdfbooksfree.pk

"بات کر لی جائے گی اس سے اور مناسب گفتگو کی جائے گی۔ تم لوگ جاؤ۔" بارن واٹیکو نے کہا۔ اور وہ لوگ باہر نکل گئے۔ بارن ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری سے شراب کی بوتل اور گلاس نکالا اور پھر ایک کرسی پر جا بیٹھا۔ اس کا رخ اسی کھڑکی کے سامنے تھا، اس لیے میں نے مزید خطرہ مول نہ لیا اور دروازہ بند کر دیا۔ پردہ برابر کر کے پلٹا تو کسی سے ٹکرا گیا۔ لڑکی کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا۔ وہ میرے بالکل قریب کھڑی تھی۔

"سنبھل کر۔" اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"تم...؟"

"ہاں! میں نے تمھارے ساتھ ہی واٹیکو کی گفتگو سنی ہے۔" اس نے کہا اور واپس پلٹ پڑی۔

میرے ذہن میں پھر پتنگے اڑنے لگے۔ لڑکی خطرناک ہوتی جا رہی تھی۔ دوسری شکل میں وہ مجھے پھر ایک خون کرنے پر مجبور کر رہی تھی۔

"آجاؤ، یہیں آجاؤ۔ اس وقت تمھارا اس کمرے سے باہر جانا خطرناک ہوگا۔" وہ بولی اور میرا ہاتھ پکڑ کر مسہری پر لے آئی۔ "بیٹھو۔۔۔ آرام سے بیٹھو۔"

"شکریہ۔" میں خاموشی سے بیٹھ گیا۔

"تو تم وہی ہو جن کی انھیں تلاش ہے؟"

"ظاہر ہے، اب تم سے کوئی جھوٹ بولنا ممکن نہیں ہے۔"

"کیا درحقیقت تمھیں پروفیسر کی مدد حاصل ہے؟"

"میں کسی پروفیسر کو نہیں جانتا۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن وہ لوگ..." وہ ایک لمحے خاموش رہی پھر بولی۔ "اب کیا چاہتے ہو؟"

"سچ بتا دوں؟" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟" اس نے اپنی حسین پیشانی پر شکنیں ڈالتے ہوئے کہا۔

"جو کچھ میں چاہتا ہوں، سچ کہہ دوں تم سے؟" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"تمھاری مرضی ہے۔"

"سب سے پہلے میں تمھارے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ بارن واٹیکو کی کوٹھی میں رہ کر تم میرے ساتھ دوستانہ سلوک کر رہی ہو۔ کیوں، آخر کیوں؟"

"اگر یہاں سے نکلنا چاہتے ہو تو میں تمھاری مدد کر سکتی ہوں۔"

"اور اگر نہ نکلنا چاہوں تو...؟"

"حیرت کی بات ہے! تم موت کے جال میں پھنسے ہوئے ہو۔ میں زیادہ دیر تک تمھیں محفوظ نہیں رکھ سکتی۔"

"اپنے بارے میں بتاؤ، میں فیصلہ کر لوں گا۔"

"لورین ہے میرا نام۔"

"واٹیکو سے کیا تعلق ہے؟"

"میرا باپ ہے۔" لڑکی نے جواب دیا اور میں حیرت سے دنگ رہ گیا۔

"باپ...؟" بمشکل تمام میں نے کہا۔

"ہاں، اس لفظ کا ایک ہی مطلب ہوتا ہے، اس لیے کسی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اور تم اس کے دشمن کو اپنے کمرے میں چھپائے ہوئے ہو!"

"اس لیے کہ میں اس کے دشمنوں کی دوست ہوں۔"

"اس کی کوئی خاص وجہ؟"

"کیا تم میرا انٹرویو لینے کے لیے اس عمارت میں داخل ہوئے تھے؟" اس نے کہا اور آہستہ سے ہنس پڑی۔

"انسانی فطرت کو نظر انداز کر دوگی لورین؟ ماں کی آغوش سے موت کی آغوش تک اس کے دل میں کہانیاں سننے کی خواہش رہتی ہے۔ اور پھر کوئی ایسی بات جس پر اسے حیرت ہوئی ہو۔"

"صرف مجرم ہی نہیں، دوسری باتوں پر بھی نگاہ رکھتے ہو۔ ایک خوبصورت بات کہی ہے تم نے۔" وہ بولی۔

"انعام کے طور پر اپنے بارے میں بتا دو... ایک مجرم کے گھر میں ایک نیک سیرت لڑکی کہاں سے آئی؟"

"اس لیے کہ میں ایک نیک سیرت ماں کی اولاد ہوں۔"

"تمھاری ماں کہاں گئی؟"

"موت کی آغوش میں۔" اس نے کہا اور دھیرے سے ہنس پڑی۔ لیکن اس ہنسی میں کرب نمایاں تھا۔

"میں نہیں سمجھا!" میں نے کہا۔

"موت کا مطلب موت ہی ہوتا ہے لیکن میری ماں کو قتل کر دیا گیا تھا۔" اس نے جواب دیا۔

"قتل...؟"

"ہاں قتل۔" لورین نے افسردہ لہجے میں کہا۔

"اوہ!" میں نے افسردگی سے ہونٹ سکوڑے اور پھر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "لورین! تمھارے الفاظ میں، ان کے مفہوم سے اجنبیت کا اظہار ضرور ہوتا ہے لیکن اس میں چھپے ہوئے کرب کو تم میری نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رکھ سکیں۔ میں ایک بار پھر اعتراف کرتا ہوں کہ اس خطرناک ماحول میں گھرے ہونے کے باوجود میں انسانی جبلت کو نظر انداز نہیں کر سکا۔ میرے دل میں تمھارے بارے میں جاننے کی خواہش پیدا ہو گئی ہے لورین۔ تم جیسی فرشتہ صفت لڑکی یہاں اس ماحول میں کیونکر رہ رہی ہے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اس لیے کہ جینا ضروری ہے۔ خودکشی بہادر لوگ کرتے ہیں، مجھ جیسی بزدل لڑکیاں خودکشی نہیں کرسکتیں اور نہ ہی کسی سے اپنا انتقام لے سکتی ہیں۔"

"انتقام لینا چاہتی ہو تم لورین؟"

"ہاں... خدا کی قسم! میرے سینے میں انتقام کی آگ بھڑک رہی ہے لیکن میں جانتی ہوں، یہ آگ اندر ہی اندر میرے اعضا کو جلا کر بالآخر مجھے راکھ کردے گی۔ اسی دن کے لیے جی رہی ہوں، جب تک یہ آگ میرے پورے بدن میں پھیل جائے اور میں خود بھی اپنی ماں کے پاس پہنچ جاؤں۔"

میں نے پھر جذباتی انداز میں اس کا بازو پکڑا اور اسے خود سے قریب کرتے ہوئے بولا: "تم جیسی لڑکی کو مرنا نہیں چاہیے لورین، تمہیں جینا چاہیے، اپنے مقصد کے حصول کے لیے کون لوگ تھے وہ، کون سفاک شخص تھا وہ جس نے تمہاری جیسی نیک سیرت لڑکی کی نیک سیرت ماں کو قتل کردیا؟" میں اس کے جذبات کو ابھارنے کی کوشش میں بہت مصروف تھا۔

"میری ماں کا قاتل ایک مجرم، ایک جرائم پیشہ شخص بارن وانیکو ہے۔ ہاں میرا باپ۔" اس نے تلخ لہجے میں جواب دیا۔

میں نے متعجبانہ لہجے میں پوچھا: "تمہاری ماں کو بارن وانیکو نے قتل کیا ہے؟"

"ہاں۔"

"لیکن کیوں؟"

"کہانی سن کر ہی دم لوگے، اپنا نام نہیں بتایا تم نے؟" وہ مسکرا کر بولی۔

میں اس کے چہرے کے تاثرات کا اندازہ تو نہیں لگا سکا تھا لیکن اس کے لہجے سے مجھے اس کی اندرونی کیفیت کا پوری طرح اندازہ ہو رہا تھا۔ میں اپنی کوشش میں خود کو کامیاب سمجھ رہا تھا۔

چند لمحے خاموش رہنے کے بعد وہ بولی: "بارن وانیکو، واس اینجلس میں گودی پہ کام کرنے والے مزدوروں کا سپروائزر تھا، جرائم پیشہ ملاحوں کے درمیان زندگی گزارنے والا، وہ ملاحوں کے ذریعے چھوٹی موٹی اسمگلنگ کا کام کرلیتا تھا لیکن اس معصوم لڑکی نے اسے اس کی اصل شکل میں نہیں دیکھا تھا جو اس کی محبت میں گرفتار ہوگئی تھی اور پھر اس نے اپنے باپ کی مرضی کے خلاف بارن وانیکو سے شادی کرلی۔ جیسی آرگن کا باورڈ گوسکو ایک اچھا کاروباری آدمی تھا اور میری ماں اس کی بیٹی تھی۔ اس نے اپنی بیٹی سے تعلقات منقطع کرلیے اور میں نے گودی کے اس سپروائزر کے گھر میں جنم لیا۔ تھوڑے ہی عرصے کے بعد میری ماں کو اس بات کا احساس ہوچکا تھا کہ بارن وانیکو غریب ہی نہیں، بدفطرت بھی ہے۔ غربت تو اس نے جان بوجھ کر اپنائی تھی... اپنے اچھے خاصے گھر کو چھوڑ کر لیکن جرم کی دنیا کا یہ انسان اس کے لیے عذاب بن گیا تھا۔

بارن وانیکو میں وہ تمام خرابیاں موجود تھیں جو ایک مجرم میں ہونا چاہیے تھیں۔ وہ دوبار ڈکیتی کے جرم میں بھی ملوث ہوا لیکن تقدیر اچھی تھی کہ جرم ثابت نہ ہوسکا اور وہ سزا سے بچ گیا۔ اس کے دل میں یہ خواہش پوشیدہ تھی کہ وہ کسی بھی طرح دولت مند بن جائے۔ یہ دولت اسے اس کی کاوشوں سے تو نہ ملی، ہاں میرے نانا کے انتقال کے بعد جیسی آرگن میں جو کچھ تھا، وہ خود بخود میری ماں کی ملکیت بن گیا اور بارن وانیکو کے تمام مذموم مقاصد پورے ہوگئے۔ بے شک وہ ایک چالاک آدمی ہے۔ دولت میں اضافہ کرنا جانتا ہے، اپنی شخصیت کو منوانا جانتا ہے گو فطرتاً وہ گودی کا سپروائزر ہی ہے۔ اس کی شخصیت میں دلیری یا بے خوفی نہیں ہے، ہر چیز سے ڈرتا ہے لیکن اپنے گروہ کے بل پر وہ بہت کچھ بن چکا ہے اور اب تو اس کی شخصیت میں نجانے کیا کیا تبدیلیاں ہوچکی ہیں۔ نجانے کیا کچھ کرتا ہے۔ میرے نانا کی دولت نے اسے سہارا دیا اور جیسی آرگن میں وہ ایک نمایاں شخصیت اختیار کرتا چلا گیا۔ اس نے اطراف کے بڑے بڑے غنڈوں کو اپنے ساتھ شامل کرلیا اور بات یہیں تک نہیں رہی بلکہ اس نے لمبے ہاتھ پاؤں مارنا شروع کردیے۔ اب تو وہ کروڑوں ڈالر کی دولت کا مالک ہے اور نجانے اس نے کیا کیا جال پھیلا رکھے ہیں۔

جیسی آرگن میں منتقل ہونے کے بعد مجھے ایک اسکول میں داخل کردیا گیا اور اس اسکول میں مجھے پروفیسر فیڈرک نے تعلیم دی۔"

"پپ... پروفیسر فیڈرک نے؟" میں نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں... پروفیسر فیڈرک ایک سنجیدہ اور متین انسان ہے۔ بارن وانیکو سے کسی مسئلے پر پروفیسر کی ٹھن گئی، اور یہ حقیقت ہے کہ پروفیسر کو جرم کی دنیا کی طرف لانے والا بارن وانیکو ہی ہے۔ اس نے پروفیسر کے خلاف ایسی ایسی کارروائیاں کیں کہ پروفیسر کی زندگی عذاب ہوگئی۔ نتیجے میں وہ بارن وانیکو کے مقابلے پر آگیا۔ اس نے درس و تدریس کا کام چھوڑ دیا اور اپنا ایک گروہ ترتیب دے لیا۔ یہ گروہ صرف بارن وانیکو کے خلاف کام کرنے کے لیے تھا۔ میری ماں جو پہلے ہی حالات کا شکار ہوکر خاصی دل برداشتہ ہوچکی تھی، یہاں آکر مزید عذاب کا شکار ہوگئی۔ اب اسے اس بات کا دکھ تھا کہ بارن وانیکو اس کے باپ کی دولت

کو کس طرح صرف کررہا ہے۔ بارن وانیکو کو اپنی بیوی کی یہ مداخلت پسند نہیں آئی اور اس نے اسے آہستہ آہستہ زہر دے کر ہلاک کردیا۔ بارن وانیکو جیسے آدمی کے لیے یہ بات مشکل نہیں تھی۔ مجھے علم تھا کہ میری ماں زہرخورانی کا شکار ہوئی ہے اور حالات نے مجھے یہ بھی بتادیا تھا کہ اس زہرخورانی میں بارن وانیکو کا ہاتھ ہے۔ بارن وانیکو مجھے ایک ایسی مخلوق سمجھتا ہے جسے زبردستی اس سے وابستہ کردیا گیا ہے۔ ہمارے درمیان ہفتوں کوئی بات چیت نہیں ہوتی۔ وہ مجھے دیکھتا ہے تو ایسی اجنبی نگاہوں سے کہ جیسے میرا اس سے کوئی واسطہ ہی نہیں، لیکن میرے کانوں میں اپنی مظلوم ماں کی کراہیں گونجتی رہتی ہیں۔ وہ پوچھتی ہے کہ اس کا کیا قصور تھا؟ کیا صرف اتنا کہ اس نے ایک شخص سے متاثر ہوکر نادانی کرڈالی تھی۔ اور اسے اس کی اس محبت کا صلہ موت کی شکل میں دیا گیا۔ جب بھی میں بارن وانیکو کا تصور کرتی ہوں، میری ماں میری نگاہوں کے سامنے آکھڑی ہوتی ہے۔ مجھے بتاؤ، میں بارن وانیکو کو کیسے معاف کروں، اپنی ماں کے قاتل کو کیسے معاف کروں؟"

میں کافی دیر تک خاموش رہا۔ کہانی متاثر کن بھی تھی اور پھر مجھے متاثر ہونے کا اظہار بھی کرنا تھا۔ کیونکہ خوش قسمتی سے ایک ایسی لڑکی میرے ہاتھ لگ گئی تھی جو بارن وانیکو سے باغی تھی۔ اگر میں ذرا سی عقلمندی سے کام لے جاؤں تو مجھے وقتی طور پر سہارا مل سکتا ہے اور میرے مقصد کی تکمیل ہوسکتی ہے۔ میں نے سوچا جہاں تک انسانیت کا تعلق ہے، ظاہر ہے میں اس لڑکی کے لیے زیادہ سے زیادہ کیا کرسکتا تھا۔ اگر وہ بارن وانیکو کو قتل کرنا چاہتی تو خود بھی وہ اس سلسلے میں کوشش کرسکتی تھی۔ بس اسے اپنے باپ سے نفرت تھی اور وہ اس کے ساتھ رہ رہی تھی لیکن اپنے مقصد کے حصول کے لیے مجھے کافی اداکاری کرنا پڑی۔

چند لمحوں کے بعد میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "تمہاری اس پُردرد کہانی نے آنکھوں میں آنسو بھر دیے ہیں لورین! کاش میں تمہارے لیے کچھ کرسکتا۔ ہر چند کہ میں تمہارے لیے اجنبی ہوں لورین اور صحیح بات تو یہ ہے کہ مجھے یہ الفاظ کہنے بھی نہیں چاہئیں کیونکہ اس عمارت میں میں تمہاری پناہ میں ہوں لیکن سنو لورین! میں تمہاری پناہ میں نہیں رہوں گا، اس لیے کہ میں تم سے بے حد متاثر ہوچکا ہوں۔ کہیں یوں نہ ہو کہ میری وجہ سے تم مزید کسی مصیبت کا شکار ہوجاؤ۔ تم نے ویسے بھی دکھوں میں زندگی گزاری ہے۔"

لورین چند لمحے کچھ نہ بولی، وہ خاموشی سے خلا میں گھورتی رہی۔ پھر بولی: "میرے بارے میں زیادہ جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تو جذبات کی منزل سے گزر چکی ہوں۔ بس دل میں دھواں اٹھتا رہتا ہے۔ بارن وانیکو کے ہر اس عمل سے مجھے نفرت ہے جس سے اسے خوشی ملتی ہے۔ اس عمارت میں یہ ہنگامے ہوتے ہی رہتے ہیں لیکن میں عموماً ان سے لاتعلق رہتی ہوں۔ تم چونکہ میرے کمرے میں آگئے تھے اسی لیے مجھے تمہاری طرف توجہ دینا پڑی۔ میں نہ کسی ہمدردی کی خواہش مند ہوں اور نہ ہی کسی دلجوئی کی۔ میں جانتی ہوں کہ میں بارن وانیکو کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ اس چیز نے مجھے پژمردہ کردیا ہے۔"

"کیا یہ نہیں ہوسکتا لورین کہ تم ان تمام باتوں کو بھلا کر اپنی آئندہ زندگی کے لیے کوئی راستہ منتخب کرو۔ کیا ضروری ہے کہ بارن وانیکو کے جال میں پھنسی رہو۔ اگر اس سے انتقام لینے کا ارادہ نہیں رکھتیں تو کم از کم اس کا گھر تو چھوڑ دو...."

"ہوں... تمہارے ساتھ چلوں۔" اس نے کسی قدر طنزیہ انداز میں کہا۔

"نہیں لورین، جو کچھ تم سمجھ رہی ہو، وہ نہیں ہے لیکن ایک ہمدردانہ مشورہ تھا۔"

"اپنا مشورہ اپنے پاس رکھو۔ رات کے مہمان ہو، صبح ہوتے ہی چلے جانا۔ اس سے زیادہ میں تمہاری حفاظت نہیں کرسکتی۔"

"ٹھیک ہے لورین، تم اتنا کمزور نہ سمجھو مجھے... میں اپنی حفاظت خود کرسکتا ہوں... خدا حافظ۔" میں مسہری سے اٹھتے ہوئے بولا۔ لیکن اس کے انداز میں اضطراب میں نے صاف محسوس کرلیا تھا۔

"کہاں جارہے ہو تم؟" اس نے میرا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔

"فطرتاً میں بھی مجرم نہیں ہوں لورین! یوں سمجھ لو تقدیر کی گردش نے مجھے بھی ایک جال میں پھانس لیا ہے۔ متاثر ہوتا اور برا ماننا جانتا ہوں۔ انا بھی زندہ ہے جو مجھے مجبور کررہی ہے کہ تمہیں مزید پریشان نہ کروں۔"

"خودکشی نہ کرو... رات کو یہاں رہو، صبح میں کسی نہ کسی طرح تمہیں یہاں سے نکال دوں گی۔"

"نہیں لورین! یہ مناسب نہ ہوگا۔"

"ضد مت کرو... میری بات مان لو۔" وہ لجاجت سے بولی اور میں اسے دیکھنے لگا۔

"ٹھیک ہے۔ میں تمہیں اس عنایت کا صلہ دینے کی کوشش کروں گا۔" میں نے ہارنے والے کے سے انداز میں کہا۔

"یہاں آرام سے لیٹ جاؤ... اب رات بھر تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"تمہیں تکلیف ہوگی؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں، ہوگی مگر صرف ایک رات۔" اس نے جواب دیا اور اٹھ کر فرش پر جا لیٹی۔ میں گہری سانس لے کر مسہری پر لیٹ گیا تھا۔ لڑکی کی ذہنی کیفیت مجھے معلوم ہو چکی تھی۔ میں کسی ہوشیار مکڑی کی طرح آہستہ آہستہ جال بُننا چاہتا تھا۔ ابھی تو مجھے اس کوٹھی میں کافی وقت گزارنا تھا اور اس کے لیے لورین سے زیادہ کارآمد اور کوئی شخصیت نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کی مدد سے میں بارٹن وائیکو کی خفیہ تجوریوں تک پہنچنے کا خواہش مند تھا جہاں خفیہ منصوبے کے ضروری کاغذات موجود تھے۔

لورین کروٹ بدلے لیٹی ہوئی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ جاگ رہی ہے لیکن میں نے اُسے مخاطب کرنے کی کوشش نہیں کی۔ البتہ میں سوچتا رہا کہ اسے مزید استعمال کرنے کے لیے کیا حربے اختیار کرنا ہوں گے۔

اس بات پر مجھے حیرت ہوئی کہ اس اجنبی جگہ اس سنسنی خیز... ماحول میں مجھے نیند کیسے آگئی۔ میں سو گیا تھا۔ نیند آئی تھی یا مجھے بے ہوش کیا گیا تھا۔

اس وقت پتا نہیں کیا بجا تھا جب حواس بیدار ہوئے۔ ایک کرخت آواز میرے کانوں میں اُبھری۔ "یہ ہوش میں آ رہا ہے۔"

"آنے دو، ہوشیار رہو۔" دوسری آواز اُبھری۔

آنکھوں پہ چھائی ہوئی تاریکی آہستہ آہستہ چھٹنے لگی اور تھوڑی دیر کے بعد ہوش کا احساس بھی ہو گیا۔ ایک نیم تاریک سا کمرا تھا اور میں اس کمرے میں ایک کرسی پر بندھا ہوا تھا۔ میرے ہاتھ اور پاؤں اس فولادی کرسی میں کلیپ سے جکڑے ہوئے تھے۔ دل دھک سے ہو گیا، واقعات یاد آگئے، اس کا مطلب ہے... لورین... اس سے زیادہ نہ سوچ سکا، دماغ میں دھواں سا پھیل گیا تھا۔ میرے عین سامنے ایک توانا شخص آ کھڑا ہوا۔ اس نے چند ثانیے خاموشی اختیار کی پھر میرے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر میرا چہرہ اوپر اٹھا دیا۔ ساتھ ہی دوسری آواز اُبھری۔

"خوش آمدید بن ہام، خوش آمدید۔ بڑی پُرمسرت بات ہے کہ تم نے میری کوٹھی سے فرار ہونے کی کوشش نہیں کی۔ میرے کام میں یہ آسانی پیدا کرنے کا شکریہ۔"

یہ آواز بارٹن وائیکو کے علاوہ کسی اور کی نہیں تھی۔ اس کے ساتھ ہی نیم تاریک کمرے میں روشنی پھیل گئی۔ میں نے ایک سرسری نگاہ کمرے پر ڈالی اور یہ دیکھ کر ٹھنڈی سانس بھری کہ وہ ایک اذیت خانہ تھا جہاں اذیت رسانی کے آلات بڑی نفاست سے سجائے گئے تھے۔ ہاتھ پاؤں کسنے والے شکنجے، سلاخیں گرم کرنے والی انگیٹھی اور بیڑیاں۔ فولادی رولر، گلے میں ڈالا جانے والا آہنی پھندا اور نہ جانے کیا کیا۔

"پلاٹینم پوائنٹ کی جائے وقوع کے بارے میں بتاؤ؟" بارٹن وائیکو نے کہا۔ اور میں بے اختیار ہنس پڑا۔

"ایک شعر سناؤں؟" میں نے کہا۔

بارٹن وائیکو چند لمحے میرے الفاظ سمجھنے کی کوشش کرتا رہا پھر مسکرا کر بولا۔ "صرف ایک شعر؟ ابھی تو تم سے پوری نظم سُنی جائے گی۔ چلو مشاعرے کا انتظام کرو۔" بارٹن نے قوی ہیکل آدمی سے کہا۔ اور وہ اپنی جگہ سے ہٹ کر میری پشت پر پہنچ گیا۔ چٹ کی ایک ہلکی سی آواز اُبھری اور میں کچھ نہ سمجھ سکا۔ لیکن چند لمحات کے بعد کرسی کا پچھلا حصہ گرم ہونے لگا۔ شاید الیکٹرک ہیٹر جل اٹھا تھا۔ کرسی فولادی تھی اس لیے تیزی سے گرم ہونے لگی تھی۔

میں نے دانت بھینچ لیے۔ گرمی ناقابلِ برداشت ہوتی جا رہی تھی۔ کرسی آگ کی طرح گرم ہو گئی۔

"ہاں، نظم سناؤ بن ہام! لیکن اس میں پلاٹینم پوائنٹ کے بارے میں اشعار ضرور ہونے چاہئیں۔" میں خاموشی سے یہ گرمی برداشت کرتا رہا۔ لباس کا پچھلا حصہ جل اٹھا اور اب گرمی میرے بدن کو چھونے لگی۔ میرا پورا جسم پسینے میں ڈوب گیا تھا۔ "بند کر دو... یہ اپنی نظم بھول گیا ہے شاید۔ اور پھر یہاں دوسری پُرلطف چیزیں بھی تو ہیں۔ ان کا لطف بھی تو اٹھائے ہمارے معزز مہمان کو"

کرسی اب اتنی گرم ہو گئی تھی کہ اگر ہیٹر بند بھی کر دیا جاتا تو وہ دیر تک ٹھنڈی نہ ہوتی لیکن بارٹن نے کچھ کیا اور میرے ہاتھوں پیروں کے کلیپ کھل گئے۔ میں برق رفتاری سے اُٹھ کھڑا ہوا تھا لیکن ٹانگوں میں جیسے جان ہی نہیں تھی۔ کھڑا ہوتے ہی میں گھٹنوں کے بل گر پڑا۔ قوی ہیکل آدمی نے بغلوں میں ہاتھ ڈال کر مجھے گھسیٹا اور اسی طرح گھسیٹتا ہوا وہاں تک لے آیا جہاں فولادی زنجیر لٹکی ہوئی تھی۔ زنجیر کو میری بغلوں میں ڈال کر کس دیا گیا۔ اور پھر اُسے کسی چرخی کے تحت اوپر اٹھا دیا گیا۔ اب میں کمرے کے درمیان میں لٹک رہا تھا۔

"جھلاؤ اسے... خوب جھلاؤ۔" بارٹن بولا اور زنجیریں ہلنے لگیں۔ میرا سر لٹو کی طرح چکرا رہا تھا۔ قوی ہیکل شخص چمڑے کا ہنٹر لے کر میرے سامنے آگیا اور پھر سڑاک کی آواز کے ساتھ ایک ہنٹر میری پشت پر پڑا۔ میرے حلق سے شدید کراہ نکل گئی تھی۔

"یہاں تمہارا مددگار کون ہے؟" وائیکو نے پوچھا۔

"اس طرح... اس طرح تم مجھ سے کچھ نہیں معلوم کر سکو گے۔ کوشش کرتے رہو... کوشش..." میری کمر پہ دوسرا کوڑا پڑا اور اسی وقت ایک فائر کی آواز گونجی۔ اس کے ساتھ ہی ایک دلخراش چیخ۔ کوڑے برسانے والے قوی ہیکل شخص

[illegible] سی آنکھوں سے اس سوراخ کو دیکھ رہا تھا اور پھر... وہ کوڑے سمیت اوندھے منہ زمین پر آ رہا۔

وائیکو پھرتی سے اچھل کر دروازے کی اوٹ میں جا چھپا تھا۔ فائر کی آواز باہر سن لی گئی تھی یقیناً وائیکو کے آدمی آس پاس موجود تھے کیونکہ چند ہی لمحوں کے بعد دروازے پر زور زور سے دستک ہونے لگی پھر چند لوگ دھڑدھڑاتے ہوئے اندر گھس آئے۔

"دیکھو، کُتے کے بچّو! باہر سے کسی نے فائر کر کے اسے ہلاک کر دیا ہے۔" وائیکو اپنے آدمیوں کو دیکھ کر دہاڑا۔ اور وہ لوگ جس طرح اندر داخل ہوئے تھے اسی طرح بدحواسی سے باہر نکل گئے تھے۔

بارٹن وائیکو اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ قوی ہیکل شخص کی لاش زمین پر پڑی تھی۔ گولی اس کے دل کے مقام پر لگی تھی۔ اس لیے وہ فوراً ہی مر گیا تھا۔ میں بے بس تھا، اس موقع سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا۔ میرے ہاتھ چھت کی طرف کھنچے ہوئے تھے۔ آہنی زنجیروں سے لٹکتے ہوئے سارا زور کندھوں پر پڑ رہا تھا۔ بارٹن وائیکو کے چہرے سے سخت پریشانی جھلک رہی تھی۔ اس نے میری طرف دیکھا اور گالی دیتے ہوئے بولا۔ "یہاں تیری مدد کون کر رہا ہے، یہ بھی تو ہی بتائے گا۔ میں دیکھ لوں گا، میں تجھے دیکھ لوں گا۔" وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ باہر نکل کر وہ چیخا۔ "تمام کُتّوں کو پکڑ لو... سب ایک جگہ جمع ہو جاؤ۔ پہلے ان کُتّوں کو ہلاک کر دو، اس کے بعد سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

میں اس کی اول فول سن رہا تھا لیکن اس وقت میری اپنی حالت خراب تھی۔ میں اس عذاب سے بچنے کے لیے ترکیب سوچنے لگا۔ کمرے میں اس وقت میرے علاوہ صرف اس قوی ہیکل شخص کی لاش تھی۔ میں نے ان زنجیروں کے انتہائی سرے کا جائزہ لیا اور پھر ایک تجویز میرے ذہن میں آگئی۔ میں ان زنجیروں کو پکڑ کر آہستہ آہستہ اوپر اٹھنے لگا۔ ہر چند کہ اس کوشش میں میرے بدن کی ہڈیاں کڑکڑا رہی تھیں لیکن میں نے ہمت نہیں ہاری اور زور لگاتا چلا گیا۔ کسی نہ کسی طرح چھت کے قریب جا پہنچا پھر میں نے چھت کے شہتیر میں دونوں پاؤں اڑا لیے اور ایک ہاتھ سے آنکڑے میں پھنسی ہوئی زنجیر کا کُنڈا نکال لیا۔ پھر خود کو نیچے گرنے سے سنبھالنے کے لیے میں نے دوسری زنجیر کا سہارا لیا... اور نیچے آگیا۔ اب میں آزاد تھا۔ لیکن میں نے بدحواسی سے کام نہیں لیا۔ پہلے اس وحشی کے بدن کو ٹٹولا لیکن بدبخت کے پاس ایک لمبے چاقو کے علاوہ کچھ نہیں نکلا۔ میں نے اسی چاقو کو غنیمت تصوّر کیا اور اسے اپنے قبضے میں لے کر باہر نکل آیا۔ پہلے خود کو محفوظ کرنے کا تصور تھا، اس کے بعد ہی کچھ اور سوچا جا سکتا تھا چنانچہ اس کمرے سے نکل کر میں ایک راہداری میں دوڑنے لگا۔ راہداری بائیں سمت گھوم گئی اور دفعتاً میں نے اس جگہ کو پہچان لیا۔ سامنے وہی کمرا تھا جس میں لورین سے ملاقات ہوئی تھی۔

میں جانتا تھا کہ بارٹن وائیکو ان لوگوں کی تلاش میں ہے جو اس کی رہائش گاہ میں میری مدد کر رہے تھے۔ اس کے آدمی یقیناً چاروں طرف دوڑتے پھر رہے ہوں گے۔ کیا عجب کہ کچھ لوگ ادھر بھی نکل آئیں اور مجھے دیکھ لیا جائے۔ اس لیے اس وقت فوری پناہ گاہ کی ضرورت تھی۔ میں نے لورین کے دروازے کو آزمایا اور دروازہ کھل گیا۔ لیکن کمرا خالی تھا۔ لورین کمرے میں موجود نہیں تھی۔ البتہ اس کے بدن کی بھینی بھینی خوشبو کمرے میں بسی ہوئی تھی۔

کمرے میں چھپنے کی کوئی جگہ نہیں تھی، سوائے مسہری کے۔ چنانچہ میں اس کے نیچے گھس گیا۔ جو کچھ بیتی تھی اس نے انجر پنجر ڈھیلے کر دیے تھے۔ اس وقت آرام کی شدید ضرورت تھی۔ میں فرش پر سیدھا لیٹ گیا۔ پھر میں نے اس کمرے کے بارے میں سوچا کیا میں یہاں محفوظ ہوں؟ نیند سے یا بے ہوشی سے جاگنے کے بعد عذاب شروع ہو گیا تھا۔ حالات کے بارے میں سوچنے کا ایک لمحہ نہیں ملا تھا۔ لیکن اب ذہنی حالت اعتدال پہ آتی جا رہی تھی۔ میرے خیال میں یہ کمرا اس وقت میری محفوظ پناہ گاہ تھی۔ کیونکہ یہیں سے مجھے گرفتار کیا گیا تھا۔ گرفتار کا لفظ نہایت موزوں تھا۔ ان لمحات کو نیند نہیں کہا جا سکتا تھا جن میں، میں ان کے ہاتھ لگا۔ لورین نے خلوص کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجھے مسہری پہ سونے کی پیشکش کی تھی، اور میں سو گیا تھا۔ لیکن کوئی بھی نیند اتنی گہری نہیں ہوتی کہ انسان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جائے اور اس کو خبر بھی نہ ہو۔ صاف ظاہر تھا کہ سوتے ہوئے مجھے بے ہوش کر دیا گیا تھا اور یہ کارروائی لورین کے علاوہ کس کی ہو سکتی تھی۔

"لورین!" میں نے زہرخند کے ساتھ سوچا۔ ایک مجرم باپ کی بیٹی۔ دلچسپ واقعات کی شائق۔ میں اس کے کمرے میں پہنچا تو اس نے مجھ سے لطف لینے کی ٹھانی اور مجھے پیامٹے کی ایک کہانی گھڑ کر سنائی۔ ظاہر ہے وہ کہانی جھوٹی تھی، اب مجھے دوبارہ دیکھ کر وہ ہنسنے لگے گی۔ لیکن... یہ سب کچھ تو چلتا ہے اس راہ میں ایسے موڑ تو آتے ہی رہتے ہیں۔ تجربے شاہد تھے بے شمار معصوم لڑکیاں شیطان صفت نکلی تھیں اور لاتعداد گناہ گار لڑکیوں نے اعلیٰ کردار کا مظاہرہ کیا تھا۔ ہاں! لورین دوبارہ میرے ہاتھ لگ جائے تو... ویسے میرے خیال میں لورین کو اس بات کا گمان بھی نہیں ہوگا کہ میں جس کمرے سے گرفتار ہوا ہوں دوبارہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہیں پناہ لینے کی کوشش کروں گا۔ اس لیے بھی یہ کمرا محفوظ تھا۔

دفعتاً کچھ آہٹیں محسوس ہوئیں اور میں نے سانس روک لی۔ کروٹ بدل کر میں نے دروازے کی طرف دیکھا اور اس کے کھلنے کا انتظار کرنے لگا۔ چند ہی لمحے میں مجھے اندازہ ہو گیا کہ آہٹیں دروازے کی طرف سے نہیں بلکہ ملحقہ باتھ روم سے آرہی تھیں۔ میں حماقتوں میں زبان دبا کر رہ گیا۔ لورین کمرے ہی میں تھی، غسل خانے میں۔ باتھ روم کا دروازہ کھول کر اندر آنے والے قدم لورین ہی کے تھے۔

میں نے سانس روک لی اور اس کی حرکات کا جائزہ لینے لگا۔ اس نے آئینے کے سامنے جا کر بال وغیرہ سنوارے اور پھر ٹیپ ریکارڈر پر ایک ریکارڈ لگا کر مسہری پر نیم دراز ہو گئی۔ مدھم سُروں میں موسیقی نشر ہونے لگی تھی۔ میں نے سکون کی ٹھنڈی سانس بھری۔

لورین ایک بار پھر اپنی جگہ سے اٹھی اور ایک شیلف سے کوئی رسالہ نکال کر دوبارہ مسہری پر آگئی۔ ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

"کون ہے ...؟" لورین نے پکارا اور دروازہ کھل گیا۔

"گڈ ... بیوٹی ... بابا! کوئی ادھر تو نہیں آیا؟"

"دفعان ہو جاؤ۔" لورین غرائی۔

"میں ... یس مس بابا۔" آنے والا اُلٹے پاؤں واپس چلا گیا۔

"کُتّے۔" لورین نے نفرت سے کہا، اور اُٹھ کر دروازہ بند کر دیا۔

وقت آہستہ آہستہ گزرتا رہا۔ میں نے دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ اب کچھ وقت یہیں گزاروں گا اور اگر لورین کو میری موجودگی کا شبہ ہو گیا تو پھر یہ چاقو اس کی حسین گردن کو اس کے بدن سے جدا کر دے گا۔

بدن کی تکلیف کسی قدر کم ہو گئی تھی۔ صرف وہ جگہ درد کر رہی تھی جہاں ہنٹر پڑے تھے۔ سب سے زیادہ تکلیف دہ چیز بھوک تھی جو نڈھال کیے دے رہی تھی۔ لیکن اسے دُور کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔

دوپہر کو لورین باہر نکل گئی۔ اور اس کے جانے کے بعد میں بھی اپنی جگہ سے باہر نکل آیا۔ غسل خانے میں جا کر پانی پیا اور پھر کسی خیال کے تحت اس درمیانی کھڑکی کے پاس آگیا جو بارن کے کمرے میں کھلتی تھی۔ دوسرا کمرا خالی تھا۔ میں نے اس کھڑکی کا جائزہ لیا۔ اسے توڑے بغیر دوسرے کمرے میں داخل ہونا ممکن نہیں تھا اور کھڑکی توڑنا آسان نہیں تھا۔ پھر اس سے فائدہ بھی کیا۔ چند لمحوں کے بعد دوبارہ اپنی پناہ گاہ میں آگیا۔

لیٹے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ لورین واپس آگئی۔ اندر آکر اس نے ٹیپ ریکارڈر دوبارہ آن کیا اور مسہری پر دراز ہو گئی۔ بھوک کا کوئی حل نہیں تھا۔ رات ہونے کا انتظار کر رہا تھا تاکہ پہلے یہاں کے کچن کا جائزہ لوں اس کے بعد کچھ اور...

مدھم روشنیں کمرے کے نیم تاریک ماحول کو خوابیدہ کر رہی تھیں۔ پلکیں بوجھل ہوئی جا رہی تھیں۔ کوئی جنبش بھی نہیں کر سکتا تھا۔ جب تک ممکن ہو سکا نیند کو بھگاتا رہا۔ اس کے بعد کچھ ہوش نہیں رہا۔ اور پھر نہ جانے کب ہوش آیا۔ ایک بار اس کمرے میں سویا تھا تو ایک عقوبت خانے میں آنکھ کھلی تھی۔ سہم کر اطراف کے ماحول کو دیکھا لیکن... یہ لورین کا کمرا ہی تھا۔ نہ جانے کیا بجا تھا۔ قرائن سے لگتا تھا کہ کافی رات گزر گئی ہے۔ کمرے میں روشنی موجود تھی۔ غالباً لورین ابھی سونے کے لیے نہیں لیٹی تھی۔ یہ بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ خواب گاہ میں موجود ہے یا نہیں۔

اچانک ناک کو ایک خوشبو سی محسوس ہوئی۔ بھنے ہوئے گوشت کی خوشبو۔ بلی کو خواب میں چھیچھڑے ہی نظر آتے ہیں، میری ناک کی بھی یہی کیفیت تھی لیکن خوشبو مسلسل آرہی تھی اور جب اسے محسوس کر لیا تو آنتوں نے فریاد شروع کر دی۔ ہمت کر کے مسہری کے نیچے سے سر نکالا۔ لورین کی موجودگی کے آثار نہیں ملتے تھے چنانچہ باہر نکل آیا۔ بالکل قریب ہی میز پر ایک ٹرے رکھی ہوئی تھی جس میں بھنی ہوئی سالم مرغی، برڈ سلائس اور اورنج جوس کا ایک جگ رکھا ہوا تھا۔

خوانِ نعمت تھا۔ اس کی یہاں موجودگی کیا حیثیت رکھتی ہے، کوئی اندازہ نہیں تھا۔ چند لمحے پریشان رہا۔ فاقہ اتنا طویل ہو گیا تھا کہ سارے وسوسے، سارے خیالات ہوا ہو گئے اور میں سوچے سمجھے بغیر کھانے پر ٹوٹ پڑا۔ کئی وقت کی بھوک کے آگے یہ ننھی سی مرغی کیا حیثیت رکھتی تھی، بمشکل ہڈیاں چھوڑی تھیں۔ جوس کا پورا جگ حلق میں اتارنے کے بعد کچھ سکون ملا۔ اس کے بعد اس خوانِ نعمت کے بارے میں سوچنے کی باری تھی۔ کون لایا تھا، کس کے لیے تھا؟ اگر لورین کے لیے تھا تو وہ خود کہاں ہے؟ غسل خانے پر نظر ڈالی تو تاریک تھا۔ بالآخر دروازے کی طرف بڑھ گیا، باہر سے بند تھا۔ میں چونک پڑا لیکن اسی وقت دروازے کے قفل میں چابی گھومنے کی آواز سنائی دی اور میں برق کی سی تیزی سے دروازے کے پیچھے ہو گیا۔

لورین اندر آگئی۔ اور پھر دروازہ بند کرتے ہوئے اس نے مجھے دیکھ لیا۔ وہ مسکرا دی۔ "صبح بخیر!" اس نے کہا۔ پھر اس کی نگاہیں کھانے کی ٹرے کی طرف اُٹھ گئیں۔ "تم نے غسل بھی نہیں کیا؟"

"یہ کھانے کی عنایت تم نے کی تھی؟"

"کیوں؟ بھوک نہیں تھی کیا؟" اس نے معصومیت سے پوچھا۔

"بہت بھوکا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"مجھے اندازہ تھا لیکن تم اتنے بے خبر سو رہے تھے کہ میں نے جگانے کی ہمت نہیں کی۔"

"میں ابھی تک بے ہوش نہیں ہوا؟ جبکہ کھانا کھائے ہوئے کئی منٹ گزر چکے ہیں۔" میں نے طنزاً کہا۔

"میں سمجھی نہیں!" اس نے تعجب سے کہا۔

"کیا کھانے میں بے ہوشی کی دوا نہیں ملائی گئی تھی؟"

"کھانا میں لائی تھی تمھارے لیے۔" وہ بولی۔ اس کے چہرے پر تحیّر کے آثار تھے۔

"تمھارا خیال ہوگا کہ میں اس طرح مشتبہ کھانا نہیں کھاؤں گا اس لیے کچھ لانے سے فائدہ۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟ تمھارا انداز کچھ عجیب سا ہے۔" اس نے پریشان لہجے میں کہا۔

"چوہے بلی کا کھیل کھیل رہی ہو میرے ساتھ۔ لیکن حسین لڑکی! بار بار دھوکے نہیں کھائے جاتے۔ اس سے قبل بھی میں تمھیں قتل کر سکتا تھا۔" میں نے آگے بڑھ کر اس کی گردن شکنجے میں کس لی اور اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ میں نے دوسرے ہاتھ سے چاقو نکال لیا تھا۔ "تمھاری مکاری بالآخر تمھاری موت کا سبب بن گئی۔" میں نے اس کی گردن چھوڑ کر بال پکڑ لیے اور چاقو کی نوک اس کی گردن پر رکھ دی۔ "چلو دروازہ بند کر دو۔"

اس نے لات مار کر دروازہ بند کر دیا۔

"تمھاری ہر جنبش تمھیں موت سے قریب تر کر رہی ہے۔ آہستہ سے دروازہ لاک کر دو۔"

اُس نے میری ہدایت پر عمل کیا تھا۔ دروازہ بند ہونے کے بعد میں اُسے بالوں سے پکڑے ہوئے مسہری کے پاس لایا اور زور سے دھکا دے دیا۔ وہ گر پڑی تھی۔ میں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی۔ رنگ سرخ تھا، آنکھیں وحشیانہ انداز میں چمک رہی تھیں۔ ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ تھی۔

"اب تمھیں بہت سی باتیں بتانا ہوں گی۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"پوچھو۔" وہ پھٹے پھٹے لہجے میں بولی۔ اس کا لہجہ بھی عجیب سا تھا۔

"تم نے پچھلی رات مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کی تھی؟"

"تمھارا کیا خیال تھا، میں اپنے باپ کے دشمن کو زندہ دیکھنا پسند کروں گی۔ تم چالاکی سے بارن وانیکو کے نرغے سے نکل آئے تھے۔ میں اس وقت تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔ میں نے تمھیں دوسرے طریقے سے پھانسا۔"

"تو وہ کہانی جھوٹی تھی؟"

"سو فیصدی۔"

"بہت ذلیل لڑکی ہو تم... بارن وانیکو جو کچھ بھی ہے تم نے اپنے باپ کے لیے ایسی ایک کہانی گھڑی تھی۔"

"جنگ اور عشق میں سب کچھ جائز ہے۔" اس نے کہا۔

"پھر تم نے مجھے بے ہوش کر دیا تھا؟"

"میں نے نہیں، دوسرے لوگوں نے۔ میں نے تو صرف اپنے باپ کو اطلاع دی تھی کہ اس کا دشمن میرے کمرے میں موجود ہے۔ بس انھوں نے تمھیں قابو میں کر لیا۔" لڑکی نے اس انداز میں کہا جیسے وہ مجھے کوئی دلچسپ کہانی سنا رہی ہو۔

غصّے سے میرا بُرا حال تھا۔ میں نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ "اس مرتبہ میرے ساتھ رعایت کیوں کی گئی؟"

"دشمن کو کھلا پلا کر مارنے کی عادی ہوں۔ بہت جلد تمھاری موت تمھیں دبوچ لے گی۔" اس نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

"اس سے قبل تم موت کی آغوش میں سو جاؤ گی۔ مجھے دوبارہ گرفتار کرنے والے تمھاری لاش..." میری نگاہ اس کی آنکھوں پر جا پڑی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔

"بزدل عمل نہیں کرتے، صرف دھمکیاں دیتے ہیں۔ تمھارے ہاتھ میں چاقو لہرا رہا ہے، کیا تم اسے استعمال کر سکتے ہو؟" اس نے زہریلے لہجے میں کہا۔ آنسو اس کی آنکھوں سے بہنے لگے تھے۔ "عمل کرو۔ اپنے ارادے پر ورنہ میں... میں..." وہ بے اختیار رو پڑی۔ بڑی ہذیانی کیفیت تھی اس کی، دانت بھنچے ہوئے تھے، چہرہ غصّے میں لال بھبھوکا ہو گیا تھا۔ آنکھیں آنسو برسا رہی تھیں۔

ایک لمحہ صرف ایک لمحہ میں نے غور کیا، کہیں مجھے اس کے بارے میں غلط فہمی نہ ہوئی ہو! وہ اس سلسلے میں بے قصور نہ ہو۔

"قتل کرو مجھے ورنہ میں اپنے باپ کو آواز دیتی ہوں۔" اس نے پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے کہا۔

"تم رو کیوں رہی ہو؟" میں نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"موت کے خوف سے! بزدل! اپنا کام کرو... قتل کرو مجھے... مار دو، خدا کے لیے مار دو۔" اس نے دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھک لیا۔ یہ اداکاری نہیں تھی۔ مجھے ضرور غلط فہمی ہوئی تھی۔ ممکن ہے اس نے سچ کہا ہو، ممکن ہے اس نے کچھ نہ کیا ہو۔ بڑی مشکل پیش آگئی تھی، سمجھ میں نہیں آرہا تھا کیا کروں؟

"ٹھیک ہے لورین! میں تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ بہتر ہے کہ میں خود کو وانیکو کے حوالے کر دوں۔ یہی میرے لیے مناسب ہے۔"

"مر جاؤ... بزدلوں کو کتّے کی موت مرنا چاہیے... جہنم میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جاؤ... جہنم میں چاہے جاؤ... نکل جاؤ یہاں سے... گیٹ آؤٹ۔“ وہ دہاڑی اور پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے منہ بھینچ لیا۔ اس کی خونخوار نگاہیں دروازے کی طرف اٹھ گئی تھیں۔

میں نے بے اختیار پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا: ”خدا حافظ لورین۔“ اس کے ساتھ ہی میں نے دروازے کی طرف قدم بڑھا دیے تھے۔ اس نے بستر سے میرے اوپر چھلانگ لگا دی اور مجھے دبوچ لیا۔

”اگر تم نے دروازے سے قدم نکالا تو خدا کی قسم میں خودکشی کرلوں گی، فوراً خودکشی کرلوں گی۔“

”ارے ارے! یہ کیا پاگل پن ہے۔ تم نے خود ہی تو مجھے باہر جانے کے لیے کہا تھا۔“ میں نے خود کو اس کی گرفت سے چھڑاتے ہوئے کہا۔ اب مجھے یقین ہو چکا تھا کہ لورین کے بارے میں میری بدگمانی غلط تھی۔ میری گرفتاری میں اس کا ہاتھ نہیں تھا۔

”بس تم باہر نہیں جاؤ گے۔ تم... تم... تم بھی ہاتھیکو کی صنف سے تعلق رکھتے ہو۔ تم کسی کے ساتھ کیا انصاف کرو گے۔ لیکن... چلو ادھر بیٹھو... بیٹھو یہاں۔“ اس نے زبردستی مجھے کھینچ کر مسہری پر بٹھا دیا۔

”تم مجھ سے کیا چاہتی ہو لورین؟“

”میں اپنے ہاتھوں سے قتل کرنا چاہتی ہوں تمھیں۔ کسی اور کے ہاتھوں نہیں مرنے دوں گی، سمجھے۔“

”کمال ہے... انوکھی خواہش ہے۔ چلو ٹھیک ہے، جلدی کرو۔ میں مرنا چاہتا ہوں۔“ میں نے پُرمذاق انداز میں کہا اور لورین اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ ایک چھوٹی سی الماری کے پاس پہنچ کر اس نے دروازہ کھولا اور الماری کے خفیہ خانے میں ہاتھ ڈال کر پستول نکال لیا۔ میں دلچسپ نگاہوں سے اس کی کارروائی دیکھ رہا تھا۔ پستول ہاتھ میں پکڑے وہ مجھے گھورتی رہی پھر آہستہ آہستہ میرے قریب پہنچ کر اس نے پستول میری گود میں ڈال دیا۔ میں نے پھر تعجب سے اسے دیکھا تھا۔

”یہ پستول میں نے اس لیے چرایا تھا کہ... کہ جب خود سے اکتا جاؤں گی، جب جینے کی کوئی امنگ نہیں رہے گی تو خودکشی کرلوں گی۔ میں کسی اور کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گی لیکن... تمھارے لیے صرف تمھارے لیے میں نے گناہ کیا ہے۔ اور تم... جی چاہتا ہے دوسرا گناہ بھی کرلوں۔ یقین کرو تمھیں قتل کردینے کو جی چاہتا ہے۔ میں صرف تمھاری وجہ سے قاتل بن گئی ہوں اور تم مجھ پہ اتنا مذموم الزام لگا رہے ہو۔“

”میری وجہ سے قاتل بن گئی ہو؟“ میں نے چونکتے ہوئے کہا۔

”ہاں، مورگن کو میں نے قتل کیا ہے۔ اس پستول میں صرف ایک گولی کم ہے۔“

”کیسے قتل کیا ہے تم نے؟ مورگن کون تھا؟“

”وہ جو تم پر کوڑے برسا رہا تھا، وہ جو تمھیں اذیت دے رہا تھا۔“ لورین سسکی لے کر بولی۔

میں ششدر رہ گیا تھا۔ یہ تو مسئلہ ہی اُلٹا نکلا! کیا واقعی وہ درست کہہ رہی ہے، میرا ذہن اُلجھنے لگا۔

”مجھے پتا بھی نہیں چل سکا، میں گہری نیند سو گئی تھی۔ جاگی تو تم موجود نہیں تھے۔ میں پریشان ہو گئی۔ میں نے خفیہ طور پر معلومات حاصل کیں تو پتا چلا کہ تمھیں میرے کمرے سے گرفتار کرلیا گیا ہے۔ میں پاگل ہو گئی لیکن اس پاگل پن میں بھی میں نے ہوشیاری سے کام لیا اور کوئی ہنگامہ نہیں کیا۔ میں نے خاموشی سے تمھارا سراغ لگایا اور تمھیں اذیت گاہ میں تلاش کرلیا۔ مورگن اس وقت تمھیں کوڑے لگا رہا تھا۔ میں نے مورگن کے دل کا نشانہ لے کر فائر کردیا۔ اس وقت میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کرسکتی تھی۔“ وہ پھر رونے لگی اور میں احمقوں کی طرح اُسے دیکھتا رہا۔ ”اور تم... تم...“ روتے روتے اچانک اس نے میری طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کچھ کہنا چاہا مگر پھر بات ادھوری چھوڑ دی۔

”واقعی لورین! میں بہت گھٹیا انسان ہوں۔ میں نے اپنی محسن پر اتنا بڑا الزام لگایا۔ لیکن معافی کی گنجائش بہرحال ہوتی ہے۔ کیا تم مجھے معاف کرسکتی ہو؟“

”کرسکتی ہوں۔“ اس نے روتے ہوئے کہا۔ اور مجھے اس کے انداز پر ہنسی آگئی۔ میری ہنسی کی آواز پر اس نے مجھے دیکھا اور چڑ گئی: ”تم مسلسل میرا مذاق اڑائے جا رہے ہو۔“

”نہیں لورین! یقین کرو میں اپنی غلط فہمی پر نادم ہوں... بلاشبہ گرفتاری کے بعد جب اس اذیت گاہ میں میری آنکھ کھلی تو میں نے یہی سوچا کہ تم نے مجھے گرفتار کرایا ہے۔ اس وقت میری غلط فہمی بجا تھی لیکن لورین! میں خلوص دل سے تم سے معذرت خواہ ہوں۔“

میرے ان الفاظ پر اس کے چہرے پر طمانیت نظر آنے لگی اور پھر مدھم سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پھیل گئی۔ اس نے کہا: ”شاید میں نے تمھیں معاف کردیا ہے۔“

”شاید کا لفظ خوب ہے لورین۔“

”ہاں بس میرے دل میں اب تمھارے لیے کوئی کھوٹ نہیں ہے۔“

”اس کے لیے میں تمھارا شکرگزار ہوں لورین لیکن یہ سوال بار بار میرے ذہن میں پیدا ہو رہا ہے کہ تم میرے اوپر احسانات کیوں کر رہی ہو؟“

لورین چند لمحے مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے کہا: ”دیکھو! میری طرف سے کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہونا، سچ سچ بتا دوں تمھیں میں اپنے ماحول سے بیزار ہوں۔ مجرموں کی اس بستی میں اپنے آپ کو آج تک اجنبی سمجھتی رہی ہوں حالانکہ میں نے اسی ماحول میں آنکھ کھولی ہے۔ بارین وائیکو کے بارے میں تمھیں تفصیلات بتا چکی ہوں کہ کس طرح وہ جرم کی زندگی کی طرف مائل ہوا لیکن اس وقت میں ناسمجھ تھی اور ان تمام معاملات سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ ماں کی موت کے بعد میرے احساسات جاگے اور میں اپنے آپ سے بیزار ہو گئی۔ زندگی گزارنے کے لیے اور کوئی راستہ نہیں تھا اور پھر ایک باپ کی حیثیت سے بارین وائیکو مجھے چھوڑ بھی نہیں سکتا تھا۔ ظاہر ہے یہ اس کی اَنا کا مسئلہ تھا لیکن میں نے ایک لمحہ بھی یہ محسوس نہیں کیا کہ میں باپ نام کی کوئی چیز رکھتی ہوں۔ میں نے اپنے آپ کو اس ماحول میں قطعی اجنبی محسوس کیا ہے اور ایک اجنبی ماحول میں تم کب تک زندگی گزار سکتے ہو۔“

میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا۔ لورین سامنے کی دیوار کو گھور رہی تھی۔ دفعتاً میں نے چونک کر کہا: ”لورین میری یہ امداد کہیں تمھارے لیے مصیبت نہ بن جائے۔ بارین وائیکو کے آدمی میری تلاش میں کتوں کی مانند زمین سونگھتے پھر رہے ہیں۔ ایک بار مجھے تمھاری خواب گاہ سے گرفتار کیا گیا، کہیں ان کی توجہ پھر اس طرف نہ ہو جائے۔“

لورین مسکرادی، پھر بولی: ”تم نے یہاں واپس آنے کے سلسلے میں جو کچھ سوچا ہے، وہی میں نے بھی سوچا ہے۔ کیا تم نے یہ نہیں سوچا کہ وہ کمرا جو ایک بار تمھاری گرفتاری کا سبب بنا ہے اب تمھارے لیے محفوظ ترین ہے اور وہ لوگ یہ نہیں سوچیں گے کہ تم دوبارہ اسی سمت کا رُخ کرو گے۔“

”ہاں میں نے یہی سوچا تھا لیکن اب کچھ اور ہی سوچ رہا ہوں۔“

”کیا؟“ اس نے سوال کیا۔

”اس وقت میرے ذہن میں خیال تھا کہ میری گرفتاری کا سبب تم ہو، یہاں پناہ لیتے ہوئے میرے ذہن میں یہی خیال تھا کہ دوبارہ مجھے یہاں تلاش نہیں کیا جائے گا لیکن اب صورت حال تبدیل ہو چکی ہے کیا بارین وائیکو کا ذہن تمھاری طرف نہیں جا سکتا؟ کیا وہ نہیں سوچ سکتا کہ ممکن ہے کہ تم ہی میری پشت پناہ ہو۔“ میں نے پُرخیال انداز میں کہا۔

لورین کے چہرے پر چند لمحات کے لیے سنجیدگی طاری ہو گئی۔ پھر وہ آہستہ سے بولی: ”ہاں، اس کے امکانات ہیں لیکن پھر کیا کیا جائے؟ جو کچھ ہوگا اُسے بھگتیں گے۔ میں کمرے سے نکلوں گی ہی نہیں، سوؤں گی بھی نہیں، دیکھوں گی تمھیں کوئی کیسے گرفتار کرتا ہے۔“ اس کے انداز میں بچپن جھلکنے لگا۔

”لورین! کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تم اس عمارت میں میرے لیے کوئی دوسری پناہ گاہ تلاش کردو۔“

”تم عجیب سنکی ہو، کیا جیسی آرگن میں تمھیں کوئی اور ٹھکانا نہیں ملے گا۔ اپنے دشمنوں کے درمیان رہنا چاہتے ہو۔ مقصد کیا ہے؟ میں تو یہ سوچ رہی تھی کہ مناسب موقع ملتے ہی تمھیں یہاں سے نکال دوں گی اور تم یہاں رہنے کے خواہش مند ہو؟“

لورین کے سوال پر لمحہ بھر میں سوچتا رہا اور پھر گہری سانس لے کر بولا: ”ہاں لورین! میں یہاں سے اپنا مقصد حاصل کرنے کے بعد نکلنا چاہتا ہوں۔“

”کیا مقصد ہے تمھارا اور ایک بات سنو! تم کس قدر عجیب انسان ہو، ہم کتنے مراحل سے گزر چکے ہیں۔ لیکن میں اب بھی تمھیں تمھارے نام سے نہیں پکار سکتی۔ پہلے بھی میں نے تم سے تمھارا نام پوچھا تھا لیکن شاید تم بہت محتاط انسان ہو۔“

”نہیں لورین، یہ بات نہیں ہے۔ تم مجھے ہام کے نام سے پکار سکتی ہو۔“

”اب یہ بتاؤ، تمھاری یہاں آمد کا مقصد کیا ہے؟ بار بار وضاحت کرتے ہوئے غصہ آنے لگتا ہے۔ ہیلو ہام! میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ اپنی ماں کے قاتل سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں بارین وائیکو کے دشمنوں کی دوست ہوں اور اسی جذبے نے مجھے تمھاری تمھاری مدد کرنے پر مجبور کیا تھا۔“

”لورین، میں بارین وائیکو کے ایک حریف ولاڈی وائن کا نمائندہ ہوں اور پلاٹینم پوائنٹ نامی ایک کیس پر بارین وائیکو سے سودے بازی کرنے آیا تھا لیکن بارین نے بدعہدی کرتے ہوئے مجھے گرفتار کرکے ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ بارین وائیکو سے مجھے پلاٹینم پوائنٹ کے بارے میں کچھ دستاویزات درکار ہیں۔ کیا تم اس سلسلے میں بھی میری کچھ مدد کرسکتی ہو؟“

”صرف اس حد تک کہ تمھیں اس وقت تک یہاں محفوظ رکھوں جب تک تم اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو جاؤ۔ میں خود بھی تمھارے ساتھ یہ خطرہ مول لینا چاہتی ہوں۔ ذرا اپنے آپ کو بھی آزما لوں، دیکھوں کہ بارین وائیکو مجھے کس حد تک برداشت کر سکتا ہے۔ جرم کے راستوں پر چلتے ہوئے اگر اس کا سینہ بالکل سیاہ ہو گیا ہے تو کیا یہ بہتر نہیں ہوگا ہام کہ میں بھی اپنی ماں کی طرح اسی کے ہاتھوں قتل ہو جاؤں۔ ہاں، میں کوئی فیصلہ چاہتی ہوں، کوئی ایسا فیصلہ ہو یا تو مجھے زندگی بخش دے یا پھر موت۔“ اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

میرے ذہن کے کچھ حصے روشن ہو گئے۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے میں نے ہر جذباتی تصور کو نظر انداز کر دیا تھا۔ بارہا ایسے مواقع آئے تھے جب جذبات کے دھاگے میرے پاؤں کی زنجیر بنے تھے لیکن میں نے ہمیشہ اپنے مشن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ان سے دامن بچایا تھا حالانکہ بعض اوقات یہ ایک سخت دشوار کام محسوس ہوا تھا اور اس کے لیے مجھے اپنے دل سے شدید جنگ کرنا پڑی تھی لیکن میں نے اپنے جذبات کا گلا گھونٹ دیا، انھیں اپنے مشن کی راہ میں کبھی حائل نہ ہونے دیا تھا کیونکہ میرا مشن میری تنہا ذات کے لیے نہیں تھا بلکہ اس میں لاتعداد مظلوموں کی چیخیں شامل تھی۔ ان ماؤں کے روتے ہوئے چہرے میری نگاہوں کے سامنے آجاتے تھے جو اپنے چھ چھ جوان بیٹے کھو چکی تھیں۔ اداس بہنوں کی حسرت بھری آنکھیں میرے ذہن میں ابھر آتی تھیں جن کے بھائی اسرائیلی دہشت پسندوں کا شکار ہو چکے تھے۔ لاوارث معصوم بچے بے خانماں بوڑھے۔ ان سب کی آوازیں میرے کانوں سے ٹکراتیں تو میں اپنے دلی جذبات و احساسات کی آوازوں کو دبا دیتا تھا کہ یہی بہتر تھا میرے لیے اور اس وقت لورین کے لیے بھی میرے ذہن و دل میں جنگ جاری تھی۔ وہ معصوم لڑکی اپنے حالات کا شکار تھی۔ بچپن سے وہ ایک الجھے ذہن کی مالک تھی۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ اس کے باپ کے دل میں اس کے لیے کیا جذبات ہیں۔ اپنی ماں کی موت سے دل برداشتہ ہو کر وہ باپ کی دشمن بن گئی تھی اور اب میری آلۂ کار بنتی جارہی تھی۔ عام نقطۂ نگاہ سے تو یہی مناسب تھا کہ میں اسے استعمال نہ کرتا لیکن اس سے میرے مقصد کی راہ میں رکاوٹیں پیدا ہوتی تھیں۔ چنانچہ میں نے ایک بار پھر دل کی آواز کو دبا دیا اور اپنے آپ کو اس پر آمادہ کر لیا کہ لورین سے فائدہ اٹھایا جائے۔

میں نے اپنے طور پر مطمئن ہونے کے بعد کہا۔ ”لورین! مجھے علم ہے کہ تم بغیر کسی لالچ اور بلا کسی مفاد کے میری مدد کر رہی ہو میں تمھیں محبتوں کی شناخت کا موقع ضرور دوں گا، پہلے یہ بتاؤ کہ میرے لیے کوئی محفوظ جگہ تلاش کر سکتی ہو یا نہیں؟“

”اس پستول میں پانچ گولیاں ہیں۔ اسے اپنے پاس رکھو ہام! اگر کوئی ایسا ہی موقع آجائے کہ اس کا استعمال ناگزیر ہو تو تمھیں احتیاط ہے کہ کسی کو بھی نشانہ نہ بنانا۔ فی الحال اس کمرے سے بہتر کوئی اور جگہ نہیں ہے۔ میں ہر لمحہ تمھاری حفاظت کروں گی۔ پہلے میں یہ جاننے کی کوشش کرتی ہوں کہ کیا میرے باپ کو تمھارے سلسلے میں کچھ پر کوئی شبہ ہے۔“

میں نے گردن خم کر دی، حالات کا یہ دلچسپ رُخ میری زندگی کے معمولات سے مختلف نہیں تھا۔ بارہا اس قسم کے جوئے کھیل چکا تھا۔ بارین وائیکو کی اس عمارت سے فرار ہونے میں مجھے شاید کوئی وقت نہ ہوتی، لورین کا سہارا بھی لیا جا سکتا تھا، لیکن میں اپنا کام کر کے ہی یہاں سے نکلنا چاہتا تھا اور اس کے لیے تھوڑا سا انتظار کر لینا، برا نہیں تھا۔

میں لورین کی اس خواب گاہ کا مہمان بن گیا۔ اس نے میرے چھپنے کے لیے کچھ اور آسانیاں فراہم کر دی تھیں۔ اپنے معاملات میں بھی وہ کوئی تبدیلی نہیں چاہتی تھی کہ کسی کو اس پر شبہ ہو سکے۔ چنانچہ وہ معروف رہی۔ میرے لیے کھانے پینے کا بندوبست وہ نہایت احتیاط سے کر دیا کرتی تھی اور اس طرح تقریباً اٹھائیس گھنٹے مجھے یہاں گزارنا پڑے۔ لورین سے بارین وائیکو کی سرگرمیوں کی تفصیلات معلوم ہوتی رہتی تھیں۔ میرے بارے میں تصور کر لیا گیا تھا کہ میں یہاں سے نکل چکا ہوں۔ لورین نے مجھے یہ بھی بتایا کہ بارین وائیکو نے پروفیسر فیڈرک سے رابطہ قائم کیا ہے اور اس سلسلے میں اس کے اور پروفیسر کے آدمیوں میں کئی جھڑپیں بھی ہو چکی ہیں۔ بارین کا خیال ہے کہ پروفیسر فیڈرک اس کے دشمن کی پشت پناہی کر رہا ہے۔ جبکہ پروفیسر سرے سے منکر ہے کہ وہ اس معاملے کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔

لورین کی ان اطلاعات نے مجھے گہری سوچ میں گم کر دیا۔ یہ سب کچھ ہو رہا تھا لیکن ایسی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی جو بارین وائیکو سے خفیہ منصوبے کے کاغذات حاصل کرنے کا سبب بن سکے۔ ابھی تک بظاہر تو یہی اندازہ ہوتا تھا کہ بارین وائیکو کے گمان میں بھی نہیں ہے کہ میری اصل شخصیت کیا ہے۔ یہ بھی اندازہ نہیں تھا کہ بارین کے نزدیک ”ایک پلان“ اور ”پلاٹینم پوائنٹ“ میں سے کس کی اہمیت زیادہ ہے البتہ اتنا اندازہ مجھ کو ہو چکا تھا کہ وہ براہِ راست کسی سیاسی جھگڑے میں ملوث نہیں تھا بلکہ اس کی حیثیت ایک مجرم کی سی تھی اور یقینی طور پر امریکی یہودیوں نے ایک مجرم ہی کی حیثیت سے اس کی خدمات حاصل کی تھیں۔ ممکن ہے بارین وائیکو نے کسی مرحلے پر اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کیا ہو اور اس بنیاد پر اس پر اس سلسلے میں بھروسا کر لیا گیا ہو۔

لورین میری صورت دیکھ رہی تھی۔ چند لمحے بعد اس نے کہا۔ ”تم خاصے الجھے ہوئے معلوم ہوتے ہو۔“

”ہاں لورین! ظاہر ہے یہاں رہ کر خواہ مخواہ تمھاری ذات پر بوجھ بنا ہوا ہوں اور ابھی مجھے اپنے مسئلے کا کوئی حل نظر نہیں آتا۔“

”جہاں تک میری ذات پر بوجھ بننے کا سوال ہے، تو تم یقین کرو ہام کہ میں بڑی خوش ہوں، میں تمھاری مزید خدمت کرنا چاہتی ہوں۔ تمھیں نہیں معلوم کہ اس دوران میں بارین وائیکو کے ان خفیہ ٹھکانوں کا پتا لگانے کی کوشش بھی کرتی رہی ہوں

جہاں وہ اپنے کاغذات وغیرہ پوشیدہ رکھتا ہے لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ میں نے پہلے کبھی اس سلسلے میں بارین وائیکو پر نگاہ ہی نہیں رکھی۔ وہ کیا کرتا رہتا ہے، کون کون سی چیزیں اس کے پاس موجود ہیں، میں نے کبھی اس پر توجہ ہی نہیں دی۔ بارین وائیکو کے مشاغل پر تو میں نے کبھی غور ہی نہیں کیا۔ اتنی الگ تھلگ رہی ہوں میں اپنے باپ سے اور پھر سچی بات یہ ہے کہ اسے باپ سمجھتے ہوئے بھی مجھے عجیب سا احساس ہوتا ہے۔“

”ممکن ہے لورین، بارین وائیکو کے دل میں تمھارے لیے محبت موجود ہو، لیکن وہ اس کے اظہار کا طریقہ نہ جانتا ہو، وہ سوچتا ہو کہ اس کی بیٹی مطمئن زندگی گزار رہی ہے۔“

”لعنت ہے اس مطمئن زندگی پر۔ اور پھر میں اسے اپنا باپ تسلیم ہی کیوں کروں۔ وہ تو صرف قاتل ہے، میری ماں کا قاتل...“

”ماضی کی تلخ یادیں بلاشبہ انسان کو ہمیشہ مضطرب رکھتی ہیں، لیکن کبھی اسے آزمانے کی کوشش تو کی ہوتی لورین۔“

”کیا کہہ رہے ہو تم! میں کیوں آزماتی اسے، میرے ذہن میں اس کے لیے جو تصور ہے میں اسے کیوں ختم کرتی۔“

میں ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ کوئی ایسی موثر تجویز ذہن میں نہیں آرہی تھی، جس سے میں اپنے مقصد پر عمل پیرا ہو سکتا۔ اسی رات میں نے بارین وائیکو کے خفیہ ٹھکانوں کی تلاشی لینے کا منصوبہ بنایا۔ رات تاریک تھی، ہر چند کہ عمارت میں جگہ جگہ روشنی ہو رہی تھی، لیکن میں نے ایسی جگہوں کا انتخاب کیا جہاں میں ان کی نگاہوں سے پوشیدہ رہ سکوں۔ لورین نے خود ہی میرے ساتھ چلنے کی پیش کش کی تھی۔ لیکن میں نے انتہائی معذرت کر کے اسے اس وقت روک دیا تھا اور خود ہی ان تمام مرحلوں سے نمٹنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

عمارت کے ایک ایک چپے کی تلاشی لے ڈالی تھی میں نے، لیکن مجھے کسی ایسی جگہ کا سراغ نہیں ملا جسے میں بارین کا خفیہ ریکارڈ روم کہہ سکوں۔ اب صرف اس کی خواب گاہ ہی باقی رہ گئی تھی۔ لیکن مجھے یقین تھا کہ بارین اس وقت یقیناً اپنی خواب گاہ میں موجود ہو گا۔

پھر میں نے ایک اور بات سوچی۔ وہ یہ کہ اس کے کمرے میں اس وقت داخل ہوا جائے جب وہ وہاں موجود نہ ہو اور یہ داخلہ بھی کھڑکی کے ذریعے ہی مناسب اور ممکن تھا۔ لورین سے اس کا تذکرہ کیا تو اس نے بڑے اعتماد سے کہا۔ ”اس کھڑکی کے سلسلے میں تم جو چاہو کر سکتے ہو۔ اس کی سلاخیں کاٹنے کے لیے

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں تمھیں اوزار مہیا کردوں گی۔ اس طرح تم بارن وائیکو کے کمرے میں جاسکتے ہو۔"

اس لڑکی کا تعاون مجھے شرمندہ کررہا تھا۔ اپنے باپ ہی کے خلاف وہ ہر طرح میرا ساتھ دینے پر آمادہ تھی۔ میرے ذہن میں اس کے لیے بڑے عجیب سے احساسات پیدا ہونے لگے تھے۔ بھلا میں اس بیچاری کو اس تمام احسان کے صلے میں کیا دے سکتا تھا۔

لورین نے حسب وعدہ میرے لیے وہ چیزیں فراہم کردیں جن سے میں کھڑکی کی سلاخیں کاٹ کر دوسری طرف پہنچ سکتا تھا اور میں اس کام کے لیے تیار ہوگیا۔

پہلے یہ جائزہ لیا گیا کہ بارن وائیکو اپنی خواب گاہ میں موجود ہے یا نہیں۔ اس کے بعد میں نے اپنے کام کا آغاز کردیا۔ اتنی جگہ بنا لینے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی کہ میں اس کھڑکی کے راستے اندر داخل ہوسکوں۔ اور پھر اسی شام تقریباً آٹھ بجے جب لورین خصوصی طور پر بارن وائیکو کے ساتھ ڈنر کے لیے گئی ہوئی تھی، میں کھڑکی کے راستے اندر داخل ہوگیا۔

خواب گاہ میں دو الماریاں موجود تھیں جن میں تالے لگے ہوئے تھے، لیکن یہ تالے کھولنا میرے لیے مشکل ثابت نہ ہوا۔ بلاشبہ الماریوں میں لباس وغیرہ کے علاوہ کچھ دوسری اہم چیزیں بھی تھیں، لیکن ان میں بلیک پلان کے خفیہ منصوبے کا کوئی نام و نشان نہیں تھا۔ نہ ہی ایسے دوسرے کاغذات تھے جو میرے کام آسکتے۔ بس بارن وائیکو کی جائداد اور اثاثوں کے بارے میں کچھ تفصیلات الماری کی تجوریوں میں بند تھیں، جن سے مجھے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ مجھے سخت مایوسی ہوئی تھی۔ اور اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں بارن وائیکو پر براہ راست حملہ کروں اور اسی رات میں نے اس منصوبے پر بھی عمل کرڈالا۔ داخلے کے لیے میں نے کھڑکی کا راستہ ہی منتخب کیا تھا۔ اس راستے کو میں نے اس طرح پوشیدہ کردیا تھا کہ بادی النظر میں بارن وائیکو کو اس پر شبہ نہ ہوسکے۔

اس وقت جب میں کھڑکی کے راستے اندر پہنچا، بارن وائیکو آرام کی نیند سو رہا تھا۔ میرے قدموں کی آہٹ پر وہ چونک کر اٹھا اور بیڈ سوئچ سے روشنی کردی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے تڑپ کر تکیے کے نیچے ہاتھ ڈالا اور پستول نکالنے کی کوشش کی لیکن میں اس کے لیے پہلے سے تیار تھا۔ لورین کا دیا ہوا پستول میں نے اس کی پیشانی پر رکھ دیا تھا اور بارن وائیکو نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کرلیے تھے۔

میں نے اس کے تکیے کے نیچے سے پستول نکال لیا اور اسے اپنے لباس میں رکھتے ہوئے میں نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا: "کوئی بھی غلط حرکت تمھاری موت کا سبب بن سکتی ہے وائیکو۔" میں پہلے ہی اندازہ کرچکا تھا کہ وہ بہت زیادہ لڑنے کا عادی نہیں ہے اور ایسی صورت حال سے بدحواس ہوجاتا ہے چنانچہ اس وقت بھی بارن وائیکو کی کیفیت اس سے مختلف نہیں تھی۔

اس نے عجیب سے لہجے میں کہا: "تم انسان ہو یا شیطان؟ کیا ابھی تک... کیا ابھی تک تم اس عمارت میں موجود ہو؟"

اس کا یہ احمقانہ سوال اس کی بوکھلاہٹ کا ثبوت تھا۔

"جو کچھ بھی سمجھ لو، بارن وائیکو لیکن تمھیں پلاٹینم پوائنٹ کی دستاویزات مجھے فراہم کرنا ہوں گی۔ میں اسی مقصد کے تحت یہاں آیا ہوں اور اسے پورا کرکے ہی جاؤں گا۔"

"عجیب انسان ہو... عجیب انسان ہو۔" وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوگیا۔ میں پستول سے اس کی پیشانی کا نشانہ لیے ہوئے تھوڑا سا پیچھے ہٹ گیا تھا۔

"تو پھر کیا خیال ہے بارن وائیکو، یہ لمحات فیصلہ کن ہیں۔ خاموشی سے دستاویزات میرے حوالے کردو۔ ورنہ پھر تمھاری موت کی اطلاع وولڈی وائن کے لیے کافی حوصلہ افزا ہوگی۔ تمھاری موت کے بعد صحیح معنوں میں پلاٹینم پوائنٹ کیس ختم ہی ہوجاتا ہے، اور..."

"نہیں... ایسا نہیں ہوسکتا۔ بھلا میری موت کے بعد پلاٹینم پوائنٹ تمھارے قبضے میں کیسے جاسکتا ہے۔ وولڈی وائن ذلیل انسان ہے کہ اس نے بدعہدی کی ہے، حالانکہ ہمارے اور اس کے درمیان... لیکن چھوڑو، پتا نہیں تم کس سطح کے انسان ہو۔ تمھیں ساری معلومات ہیں یا نہیں، میں یہ راز کسی تیسرے انسان کو منتقل نہیں کرسکتا... اگر تم مجھے ہلاک بھی کردو گے، تب بھی دستاویزات تمھیں نہیں مل سکیں گی۔" وہ کچھ اور آگے بڑھا اور میں نے اسے اشارے سے پیچھے ہٹنے کے لیے کہا۔

"اگر کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش کی بارن وائیکو تو میں کسی قسم کی رعایت نہیں کروں گا۔" وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا ایک دیوانے سے جانگا، لیکن مجھے اس کا اندازہ نہیں ہوسکا تھا کہ اس دیوار کے قریب پہنچتے ہوئے اس کے ذہن میں کوئی خاص مقصد ہے۔ میں تو اس وقت چونکا جب میرے عقب میں دروازہ پوری قوت سے کھلا اور ایک قوی ہیکل آدمی غراتا ہوا اندر داخل ہوگیا۔

ایک لمحے کے لیے میری توجہ ہٹی تھی کہ بارن وائیکو نے چیخ کر مسہری کے پیچھے چھلانگ لگادی۔ اس نے بدحواس ہوکر کہا...

"ورگون... ورگون! اسے سنبھالو۔"

آنے

والا کسرتی بدن کا ایک خوفناک صورت انسان تھا۔ اس کا چہرہ جگہ جگہ سے زخموں سے پُر تھا اور آنکھوں سے وحشت جھانکتی تھی۔ میں نے پستول کا رخ اس کی طرف کیا تو اس نے انتہائی پھرتی سے زمین پر لوٹ لگائی، اس طرح پاؤں اوپر اٹھا دیے کہ میری کلائی اس کے پیروں کی زد میں آگئی کچھ اس انداز سے اس نے یہ داؤ لگایا تھا کہ میں سمجھ ہی نہیں سکا تھا، لیکن بہرحال پستول میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ اس کے ساتھ ہی قوی ہیکل آدمی نے مجھے عقب سے پکڑ لیا۔ اور پھر اس طرح اوپر اٹھا لیا جیسے میں کوئی معمولی سا کھلونا ہوں ــــ اوپر اٹھانے کے بعد اس نے مجھے پوری قوت سے مسہری پر اچھال دیا۔ گدے دار مسہری پر گرنے سے مجھے چوٹ تو نہیں لگی تھی لیکن چند لمحوں کے لیے میں بدحواس ضرور ہوگیا تھا۔ اس وقت بارن وائیکو نے مسہری کے پیچھے سے میری ٹانگ پکڑ لی اور میں ایک بار پھر بری طرح گر پڑا۔ جبکہ میں پلٹ کر اس قوی ہیکل شخص پر حملہ آور ہونے کی کوشش کررہا تھا، لیکن ٹانگ پکڑ لینے کی وجہ سے میری جدوجہد ناکام ہوگئی اور قوی ہیکل شخص نے ایک بار پھر میرے اوپر چھلانگ لگائی۔ اس بار اس نے میری ہنسلی میں ہاتھ ڈال کر مجھے زمین سے اوپر اٹھا لیا تھا، مجھے اپنی ہنسلی کی ہڈیاں ٹوٹتی ہوئی محسوس ہورہی تھیں لیکن پھر نجانے کیا ہوا قوی ہیکل شخص کے منہ سے ایک کراہ نکلی اور دوسرے ہی لمحے میں اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر نیچے گر پڑا۔ کھڑکی کے راستے لورین اندر آگئی تھی اور اس نے چل کھٹنے والی لمبی چھری قوی ہیکل شخص کی پشت میں پیوست کردی تھی۔ قوی ہیکل شخص نے گھوم کر لورین کو دیکھا اور پھر شدید زخمی ہونے کے باوجود مؤدب ہوگیا۔ لورین بری طرح بدحواس ہوگئی تھی، اس کا چہرہ بگڑا ہوا تھا۔

بارن وائیکو مسہری کے نیچے سے نکل آیا اور اس نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا: "لورین! تم کہاں سے آگئیں؟"

"وہ... وہ... میں..." لورین کے منہ سے کوئی بات نہیں نکل سکی لیکن اسی وقت مجھے موقع مل گیا۔ میں نے جھپٹ کر پستول اٹھایا اور دوسرے ہی لمحے لورین کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اُسے اپنے قریب کرلیا۔

پستول کی نال میں نے لورین کی کنپٹی پر رکھ کر بارن وائیکو سے کہا: "وائیکو! اگر تم نے مزید کوئی حرکت کی تو تمھاری یہ بیٹی ہمیشہ کے لیے تم سے رخصت ہوجائے گی۔"

لورین نے متحیرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور میں نے غیر محسوس انداز میں اُسے اشارہ کردیا۔ مقصد یہی تھا کہ اس پوزیشن کو اسی طرح برقرار رہنے دے اور اس میں کوئی تبدیلی نہ پیدا کرے۔ لورین شاید میرا مقصد سمجھ گئی تھی۔ اُس نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا: "ڈیڈ... ڈیڈی... مم... میں بھی تھی کہ یہ آدمی آپ کو اٹھائے ہوئے یہاں میں آپ کی مدد کو اندر آگئی تھی۔"

قوی ہیکل شخص نے اپنی پشت سے چھری کھینچ لی تھی، اس سے خون ٹپک رہا تھا مگر اس کم بخت کے چہرے پر ذرا بھی کرب یا بے چینی کے آثار نہیں تھے، وہ اب بھی اسی طرح خونخوار نگاہوں سے مجھے گھور رہا تھا لیکن بارن وائیکو کے انداز میں میں نے تبدیلی محسوس کی، وہ پریشان نگاہوں سے اس سارے منظر کو دیکھ رہا تھا اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس کا دماغ ماؤف ہوگیا ہو، اس نے یہ سوچنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی کہ لورین آخر اس کھڑکی کے راستے اندر کیسے آگئی۔ قوی ہیکل شخص مجھے ہی خون میں ڈوبی ہوئی چھری لہرا رہا تھا اور اس کے دانت بھنچے ہوئے تھے۔

"اس سے کہو بارن وائیکو کہ باہر نکل جائے اور اس طرف کا رخ نہ کرے، ورنہ تم اس لڑکی سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ میں صرف تین تک گنتا ہوں اور اس کے بعد میں فائر کردوں گا۔" میں نے پستول کی نال لورین کی کنپٹی پر دباتے ہوئے کہا۔

بارن وائیکو نے مضطربانہ انداز میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا: "نہیں، نہیں! اسے کوئی نقصان نہ پہنچاؤ۔" اس کے لہجے میں ایک ایسی تڑپ، ایک ایسا کرب، ایک ایسی بے چینی تھی کہ میں متحیر رہ گیا۔ لورین بھی چونک کر اسے دیکھنے لگی تھی۔ اس نے قوی ہیکل شخص سے کہا: "جاؤ، باہر چلے جاؤ، اپنے زخم کا علاج کرو۔ خبردار کسی کو اس بارے میں بتانے کی ضرورت نہیں، جاؤ آرام کرو۔ ادھر کا رخ نہ کرنا۔"

لورین کے جسم کو ایک جھٹکا سا لگا اور اچانک مجھے اس کے ہاتھ پاؤں سن ہوتے ہوئے محسوس ہوئے۔

بارن وائیکو کہے گیا: "سنو... سنو مام... سنو بن مام! اسے کوئی نقصان نہ پہنچانا... اسے کوئی نقصان نہ پہنچانا۔"

قوی ہیکل شخص باہر نکل گیا تو میں نے بارن وائیکو کو حکم دیا کہ وہ دروازہ بند کردے۔ بارن وائیکو نے میرے اس حکم کی بھی تعمیل کی تھی۔ وہ بری طرح بدحواس نظر آرہا تھا۔

"اسے چھوڑ دو... مم... میں..." اس کے لہجے میں ایک عجیب سی کیفیت جھلک رہی تھی۔

لورین نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا۔ اس پر مدہوشی کی سی کیفیت طاری تھی اور میں... میں ایک دوسرے انداز میں سوچ رہا تھا۔ یہ تو کھیل ہی مختلف ہوگیا۔ بارن وائیکو کے دل میں لورین کے لیے محبت موجود تھی یا پھر کسی خاص جذبے کے تحت اس وقت یہ محبت ابھر آئی تھی۔ میں نے اسے پائیدار بنانے کے لیے کچھ اور فیصلے کیے اور پھر میں آہستہ سے بولا: "سنو بارن وائیکو! میں پلاٹینم پوائنٹ کے وہ تمام

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا مفادات چاہتا ہوں، جو تمہارے پاس موجود ہیں اور اس وقت میں اپنی زندگی کی یہ آخری بازی کھیل رہا ہوں۔ میں نے شدید مشکلات کے عالم میں یہ لمحات گزارے ہیں، اب زیادہ وقت تمہیں نہیں دے سکتا۔ اس ولی کو لے کر میں تمہاری اس اذیت گاہ میں جا رہا ہوں جس میں ایک بار تم نے مجھے اذیتیں دی تھیں۔ میں اس کے ساتھ وہی سلوک کروں گا جو تم میرے ساتھ کر رہے تھے۔ کسی کو اطلاع دیے بغیر، کوئی چال چلے بغیر ان دستاویزات کے ساتھ میرے پاس پہنچ جاؤ۔ اگر تم نے پندرہ منٹ کے اندر میری ہدایت پر عمل نہ کیا تو میں اپنی زندگی کا آخری کھیل کھیلوں گا، میں اسے ہلاک کر دوں گا اور یہاں سے نکل جانے کی کوشش کروں گا۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے بارین وانیکو۔" میں نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

بارین وانیکو کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکلی تھی۔ دروازے کے قریب پہنچ کر میں نے دروازہ کھولا اور لورین کو لیے ہوئے باہر نکل آیا۔ مداخلت کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ اس اذیت گاہ کا راستہ مجھے معلوم تھا، جہاں مجھے اذیتیں دی گئی تھیں۔ چنانچہ میں لورین کو لیے ہوئے اس کمرے میں آ گیا اور میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ لورین پھٹی پھٹی نگاہوں سے یہ تمام کارروائی دیکھ رہی تھی۔

میں نے پستول اس کی پیشانی سے ہٹاتے ہوئے معذرت آمیز انداز میں کہا۔ "سوری لورین! تمہیں یقیناً اس بات کا اندازہ ہو گا کہ یہ سب کچھ میں نے تمہارے خلاف نہیں کیا۔" لورین کچھ نہ بولی۔ وہ عجیب سے انداز میں میری شکل دیکھ رہی تھی۔ "لورین! بارین وانیکو کا یہ روپ تمہیں عجیب نہیں لگا؟"

"بے حد عجیب... بہت عجیب... لیکن کیا... کیا یہ سچ تھا؟ کیا یہ حقیقت تھی؟"

"مجھے معاف کرنا لورین! پتا نہیں تمہیں اس بات سے خوشی ہو گی یا افسوس کہ اس وقت میں نے بارین وانیکو کے چہرے پر ایک باپ کی شفقت اور تڑپ دیکھی تھی۔ باپ ہی کی طرح نہیں، ایک ماں کی طرح وہ تمہارے لیے بے چین ہو گیا تھا اور اس نے اپنے تمام مفادات تم پر قربان کر دیے، ورنہ اس کا وہ قوی ہیکل ملازم اس وقت میرے لیے خطرناک ہو سکتا تھا۔"

"ہام! یہ سب کچھ... یہ سب کچھ کیا ہے؟"

"لورین! شاید تم دونوں کے درمیان شیشے کی ایک دیوار حائل تھی۔ تم دونوں میں سے کسی نے دیوار کے دوسری طرف دیکھنے کی کوشش نہیں کی۔ ممکن ہے یہ بارین وانیکو کا مزاج ہو کہ وہ تمہاری تمام تر محبت صرف اپنے سینے میں رکھتا ہو اور اس نے کبھی تم پر اس کا اظہار نہ کیا ہو۔ تم نے کہا تھا کہ یہ ایک باپ کی انا کا سوال تھا کہ وہ تمہیں چھوڑنا نہیں چاہتا تھا لیکن لورین، اس وقت کے واقعے نے یہ بات ثابت کر دی کہ یہ انا نہیں بلکہ ایک باپ کا پیار تھا۔ میں اپنے تمام مفادات قربان کر سکتا ہوں لورین تمہارے ان احسانات کے صلے میں جو تم نے مجھ پر کیے لیکن یہ بات کہتے ہوئے نہ میں تمہیں کوئی دھوکا دے سکتا ہوں اور نہ دینا چاہتا ہوں کہ تمہارا باپ صرف تمہارا باپ ہے اور اس کے علاوہ مجرم بارین وانیکو ہے۔ میں نہیں جانتا کہ تمہاری ماں کا قتل کن وجوہات کی بنیاد پر ہوا تھا لیکن کم از کم تمہاری اپنی شخصیت بے سہارا نہیں ہے۔" لورین کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور وہ سسکنے لگی۔

"یہ سب کچھ... یہ سب کچھ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہام! یہ کیا ہے؟ یہ تو میرے لیے غیر متوقع ہے۔"

"اگر تم صبر و سکون سے کام لو لورین تو تمہیں اس بات کا پورا پورا احساس ہو جائے گا کہ تمہارا باپ کم از کم تمہارے سلسلے میں مجرم نہیں ہے۔ لورین! ایک دوست تمہیں باپ کا تحفہ پیش کرتا ہے۔ تمہاری غلط فہمیاں دور ہو جانا چاہئیں۔ ایک دوست کی حیثیت سے لورین میرے اس مشورے کو اور میرے اس تجربے کو قبول کرو۔ بارین وانیکو کچھ بھی ہے لیکن وہ تمہارے لیے شدید مضطرب ہے۔"

"مجھے یقین نہیں آ رہا ہام... مجھے یقین نہیں آ رہا۔"

"تو پھر یقین دلانے کے لیے تم اگر چاہو تو کچھ اور تجربات تمہارے سامنے پیش کر سکتا ہوں۔"

"ہاں میں چاہتی ہوں... میں یہی چاہتی ہوں۔ سب سے اچھی زندگی میں یہ سب سے انوکھے لمحات میسر ہوتے ہیں۔ میں ان کی تصدیق چاہتی ہوں۔ ہام! خدا کے لیے... خدا کے لیے میری مدد کرو۔"

"ٹھیک ہے۔ تھوڑی سی تکلیف اٹھانا پڑے گی تمہیں۔" میں نے کہا اور لورین تیار ہو گئی۔

میں نے وہی زنجیر لورین کی بغلوں میں ڈالی لیکن اس طرح کہ اسے زیادہ تکلیف نہ ہو اور پھر اسے زمین سے تھوڑا سا اوپر لٹکا دیا۔ ادھر ادھر سے مشینوں کے پرزوں کے درمیان موجود سیاہی میں نے اس کے چہرے پر ایک دو جگہ لگا دی تھی۔ بال بکھیر دیے تھے، لباس تھوڑا سا بے ترتیب کر دیا تھا۔

لورین اس صورت حال کا جائزہ لے رہی تھی اور پھر اس نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی۔ "میں سمجھ رہی ہوں ہام تم کیا کر رہے ہو۔"

میں اذیت گاہ کے دروازے پر بارین وانیکو کے قدموں کی آہٹ کا منتظر تھا اور مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔

بارین وانیکو نے دروازے پر دستک دی۔ میں نے اس سے اس کے بارے میں پوچھا اور پھر پستول سیدھا کیے ہوئے پیچھے ہٹ آیا۔ بارین وانیکو دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا تھا۔ اس نے پلٹ کر دروازہ بند کیا اور پھر بے چین نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا اور اس کی نگاہ لورین کی طرف اٹھ گئی۔ وہ غصے سے دہاڑا۔ "مردود... ذلیل انسان! تو نے مجھ سے کہا تھا کہ تو میرا انتظار کر رہا ہے، تو نے اس پر تشدد کیوں کیا؟ میں

تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا، میں تجھے ہلاک کر دوں گا۔"

اس نے سینڈ بیگ کی ایک فائل پھینک کر میری طرف جھپٹنے کی کوشش کی لیکن میں نے پستول کا رُخ لورین کی طرف کر کے کہا۔ "اگر تم نے اپنی جگہ سے ایک انچ بھی ہٹنے کی کوشش کی بارین وانیکو! تو میں تمہاری بیٹی کو ہلاک کر دوں گا۔" بارین وانیکو ٹھٹک گیا۔ دوسرے لمحے وہ دوڑ کر لورین کے پاس پہنچ گیا۔ وہ لورین سے وہیں لپٹ گیا تھا۔

"میری بچی... میری بچی... میری زندگی۔" وہ بے اختیار لورین کو چومنے لگا۔ پھر اس نے پاگلوں کے سے انداز میں وہ زنجیر نیچے سے کھول دی اور خطرے سے بے نیاز ہو کر میں نے محسوس کیا تھا کہ وہ میرے اور لورین کے درمیان آنے کی کوشش کر رہا ہے تاکہ اگر میں گولی چلاؤں تو گولی اس کے لگے، لورین ان تمام کیفیات کو محسوس کر رہی تھی۔ بارین وانیکو نے اسے زنجیر سے نیچے اتار لیا اور میری طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "دیکھو... دیکھو... بات سنو... سنو! کچھ کرنے سے پہلے میری بات سن لو۔ میں تمہاری مطلوبہ فائل لے آیا ہوں۔ پلاٹینم پوائنٹ کی تمام دستاویزات اس فائل میں موجود ہیں۔ اسے اٹھا لو۔ میں تم سے تعرض نہیں کروں گا۔ میں تمہیں جہاں تک تم جانا چاہو گے پہنچا دوں گا لیکن خدا کے لیے کوئی حرکت نہ کرنا... کوئی حرکت نہ کرنا۔ مجھے... مجھے لورین کی زندگی اپنی زندگی سے زیادہ عزیز ہے۔"

لورین بے اختیار سسکیاں لینے لگی تھی۔ پھر اس نے بارین وانیکو کے سینے پر سر رکھ دیا۔ "پاپا... پاپا... یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے آج؟ تم نے... تم نے تو کبھی مجھ سے محبت نہیں کی تھی، تم نے تو کبھی میری طرف محبت سے دیکھا بھی نہیں تھا۔ یہ تم ہی ہو... کیا یہ تم ہی ہو؟"

"لورین، میری بچی! یہ تو نے کیا کہا! میں نے تجھے کبھی نہیں چاہا! تیرے علاوہ میری زندگی میں رکھا ہی کیا تھا۔ ہاں، لورین! مجھے اس کا احساس ہے کہ میں خود اپنے آپ کو بھی نہیں سمجھ پایا تھا۔ لورین، میں اپنی زندگی کی قیمت پر بھی تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچنے دوں گا۔ سنو ہام! چلے جاؤ یہاں سے، جاؤ تمہارے لیے یہ موقع بہتر ہے۔ دیکھو! لو اٹھا کر، اس فائل میں سب کچھ موجود ہے۔ میں نے اپنے آپ کو ختم کر دیا، میں نے اپنی انا قربان کر دی، میں نے اپنی ہر چیز قربان کر دی۔ مجھے اپنی بیٹی چاہیے، صرف بیٹی۔"

میں مسکراتی نگاہوں سے لورین کو دیکھ رہا تھا۔ بارین وانیکو نے لورین کے آنسو پونچھ دیے۔

"نہیں، تم روؤ نہیں لورین! تم... میں... میں بھٹکا ہوا تھا، نہ جانے آج کیوں میں واپس آ گیا۔ ہاں لورین، تمہارا پاپا واپس آ گیا۔"

"پاپا! تم نے میری ماں کو قتل کر دیا تھا، تم نے میری ممی کو مار دیا تھا پاپا!"

"میں نے؟" بارین وانیکو نے لورین کی طرف دیکھتے ہوئے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"ہاں پاپا، تم میری ماں کے قاتل ہو۔"

"نہیں لورین! آج، اس وقت، ان حالات میں بھی میں تجھے یہ بات بتانا چاہتا ہوں، یہ غلط فہمی تیرے دل میں کیوں پیدا ہوئی۔ تیری ماں کی ایک کہانی ہے لورین! بے شک میں برا آدمی تھا، میں برا آدمی ہوں لیکن ان تمام باتوں کے باوجود میں تیری ماں کا قاتل نہیں ہوں۔ میں تیری ہی زندگی کی قسم کھاتا ہوں... کہ میں نے تیری ماں کو ہلاک نہیں کیا۔ یہ تو نے کیا سوچا، یہ تو نے کیا کہا۔"

"پاپا...؟"

"اپنی ماں کو فراموش کر لورین! اس کی کہانی میں تجھے پھر سنا دوں گا کسی ایسے وقت میں جب میں اور تو تنہا ہوں گے۔" پھر وہ میری طرف پلٹا۔ "تم ابھی تک یہاں موجود ہو، دیکھو میں اتنا بے بس بھی نہیں ہوں۔ حالات نے اس وقت تمہیں مجھ پر قادر کر دیا ہے لیکن اتنا بے بس بھی نہیں ہوں میں کہ تمہاری اس کارروائی کو ناکام نہ بنا سکوں۔ جاؤ اس وقت میرا ذہن پاک و صاف ہے، جاؤ اس وقت میں ایک مجرم نہیں، بارین وانیکو نہیں، لورین کا باپ ہوں۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاؤ ہام... اس موقع سے فائدہ اٹھاؤ۔ یہ لو یہ فائل، اس میں میری زندگی کا بہت بڑا سرمایہ پوشیدہ ہے۔ میں دولت کی بالکل پروا نہیں کرتا، بات صرف انا کی تھی اور یہ انا آج میں نے اپنی بیٹی کے لیے قربان کر دی ہے۔ جاؤ، ولاڈی وائن سے کہو کہ عیش کرے۔ اب پلاٹینم پوائنٹ اس کی ملکیت ہے۔ جاؤ، لے جاؤ اس فائل کو۔"

میں نے آگے بڑھ کر فائل اٹھالی اور اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔ پلاٹینم پوائنٹ کے بارے میں بہت سی باتیں سرسری نگاہ ڈالنے ہی سے معلوم ہو گئی تھیں۔ میں نے فائل بند کرتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔ "میں ابھی جانا نہیں چاہتا مسٹر وانیکو۔ کیا آپ اپنی ان خوشیوں میں مجھے تھوڑی دیر کے لیے شریک کر لیں گے؟" وانیکو نے متعجبانہ انداز میں مجھے دیکھا۔

"کیا مطلب... کیا حماقت کی بات کر رہے ہو، میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔"

"میں تم سے کچھ اور تفصیلی گفتگو کرنا چاہتا ہوں بارین وانیکو، مجھے اس کا موقع دو۔"

"گفتگو کی کیا ضرورت ہے، تمہیں یہ دستاویزات چاہیے تھیں نا، ولاڈی وائن نے تمہیں انہی کے لیے یہاں بھیجا تھا، اب یہ تمہارے قبضے میں ہیں۔ میں جو بات کہتا ہوں، اس میں کوئی فریب نہیں ہوتا۔ اس وقت میں یہ تمہارے حوالے کر رہا ہوں، انہیں لے جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا ارادہ بدل جائے۔ اپنی بیٹی کی زندگی کی قیمت پر میں اس سودے کو مہنگا نہیں سمجھتا لیکن اگر تم نے کچھ اور ہاتھ پاؤں پھیلانے کی کوشش کی تو ممکن ہے میرا ارادہ بدل جائے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ان تمام باتوں کے باوجود بارین وانیکو میں تمہارے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتا ہوں۔ لورین تم میری سفارش کرو۔"

لورین نے چونک کر مجھے دیکھا ایک لمحہ سوچتی رہی پھر اپنے باپ سے بولی "پاپا سن لیجیے کیا کہنا چاہتے ہیں یہ۔"

بارین وانیکو نے پریشانی سے گردن جھٹکی اور پھر منہ بنا کر بولا "آؤ" میرے ساتھ آؤ۔ یہ فائل اپنے قبضے میں رکھو میں تم سے کوئی فریب نہیں کر رہا لیکن کوئی احمقانہ حرکت کرنے کی کوشش مت کرنا میرے ساتھ آؤ۔"

ہم دونوں اذیت گاہ سے باہر نکل آئے اور بارین وانیکو کے تعاقب میں چلتے ہوئے بالآخر اس کی خواب گاہ میں پہنچ گئے۔

بارین وانیکو نے لورین کو اپنے نزدیک مسہری پر بٹھایا اور خود بھی پاؤں لٹکا کر بیٹھ گیا۔ اس نے سرخ سرخ آنکھوں سے مجھے گھورتے ہوئے کہا "زندگی کے یہ لمحات میرے لیے اجنبی ہیں نوجوان! تم ان کے فاتح ہو۔ پتا نہیں کیوں میں تم سے اس قدر نرمی برت رہا ہوں۔ کیا کہنا چاہتے ہو تم مجھ سے؟ کہو۔"

"کیا ولاڈی وائن صرف اس فائل کو دیکھ کر مطمئن ہو جائے گا؟"

"اور وہ کر بھی کیا سکتا ہے؟ اگر تم اس کے صحیح نمائندے ہو تو فائل پڑھ لو۔ اس کے علاوہ میرے پاس اور کچھ نہیں ہے۔ انہی دستاویزات کی مدد سے ولاڈی وائن پلاٹینم پوائنٹ پر قبضہ کر سکتا ہے ورنہ اس کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے۔"

"آپ نے یہ بھی کہا تھا مسٹر بارین وانیکو کہ یہ آپ کی انا کی موت ہے اور ان کاغذات کے ولاڈی وائن کے قبضے میں چلے جانے سے آپ پر بہت برا اثر پڑے گا۔"

"تم صرف برے اثر کی بات کرتے ہو یہ میری شخصیت کی موت ہے اور اس کے بعد حقیقی معنوں میں میں گردن اٹھا کر چلنے کے قابل نہیں رہوں گا لیکن یہ سب کچھ... یہ سب کچھ میں نے اپنی بیٹی پر قربان کر دیا ہے۔ آج میرے دل میں ایک نیا جذبہ جاگا ہے تو میں... تو میں ہر نقصان برداشت کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"اگر میں آپ کو اس نقصان سے دوچار نہ ہونے دوں مسٹر بارین وانیکو... تو...؟"

"میں سمجھا نہیں؟" وانیکو چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"ان جذباتی مناظر نے مجھے بھی بے حد متاثر کیا ہے مسٹر بارین وانیکو۔ میں باپ بیٹی کے معاملات میں شریک تو نہیں ہونا چاہتا لیکن جہاں تک میرا اندازہ ہے تم دونوں کے درمیان کوئی غلط فہمی بگاڑ کا سبب بنی ہوئی تھی اور آج تمہاری اس کیفیت نے لورین کے دل سے تمہارے خلاف وہ احساسات نکال دیے ہیں جو اسے تم سے دور رکھتے تھے۔ کیا اس خوشی میں میں یہ اعلان کر دوں کہ میں بن ہام، ولاڈی وائن سے بغاوت کرتے ہوئے یہ فائل تمہیں واپس کرتا ہوں اور تمہاری ان خوشیوں کو برقرار رکھنے کے لیے یہ ایثار کرنا چاہتا ہوں۔"

بارین وانیکو نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں۔ اس کے انداز میں عجیب سی کیفیت پائی جاتی تھی۔ دفعتاً وہ سنبھلا اور اس نے غصیلے انداز میں کہا "کیا تم میرا مذاق اڑا رہے ہو؟ کیا مقصد ہے تمہارا؟"

میں نے مسکراتی نگاہوں سے لورین کی طرف دیکھا اور وہ بھی مسکرا دی۔

چند لمحے خاموشی سے گزر گئے پھر بارین وانیکو نے الجھے ہوئے انداز میں کہا "تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو بن ہام! صاف اور واضح الفاظ میں کہو۔ کیوں مجھے الجھن میں مبتلا کر رہے ہو؟"

"مسٹر بارین وانیکو! چند سوالات کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ بلاشبہ یہ موقع ان کے لیے مناسب نہیں ہے لیکن میری مجبوریاں بھی ذہن میں رکھیں۔ کیا صرف پلاٹینم پوائنٹ کا معاملہ آپ کے لیے اس قدر اہمیت رکھتا ہے کہ آپ اس میں ناکام ہو کر اپنی شخصیت کو مردہ تصور کریں یا دوسرے ایسے معاملات بھی آپ کے لیے اہمیت رکھتے ہیں؟"

"دوسرے ایسے معاملات سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"مثلاً بلیک پلان!" میں نے کہا اور بارین وانیکو کے بدن کو زور کا جھٹکا لگا۔

"بب... بلیک پلان! تم اس کے بارے میں کیا جانتے ہو؟" اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"وہی سب کچھ جو میں پلاٹینم پوائنٹ کے بارے میں جانتا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور بارین وانیکو متحیرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"تم بہت خطرناک انسان ہو بن ہام۔" اس نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا "کیا تم بلیک پلان کے سلسلے میں بھی مجھے بلیک میل کرنے کے خواہش مند ہو؟"

"اگر میں تم سے پوچھوں بارین وانیکو کہ بلیک پلان اور پلاٹینم پوائنٹ میں سے کون سا منصوبہ تمہارے لیے زیادہ اہمیت رکھتا ہے تو کیا تم مجھے اس کا جواب دو گے؟"

"بلیک پلان کے بارے میں تم کیا جانتے ہو پہلے مجھے یہ بتاؤ؟" بارین وانیکو نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"فلسطینیوں کے خلاف اسرائیلی منصوبہ، جو فلسطینیوں کو شدید نقصان پہنچا سکتا ہے اور جس کے لیے تم لوگوں کا خیال ہے کہ ابھی یہ منصوبہ قابل عمل نہیں ہے۔ وہی منصوبہ جس کے لیے مائیکل جوشر سے تمہاری گفتگو ہوتی رہی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

وہ ساکت رہ گیا تھا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ خاصی ہیجانی کیفیت کا شکار نظر آتا تھا۔ پھر اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے لورین کی طرف دیکھا اور بولا "لورین! تم اپنی خواب گاہ میں جاؤ۔"

"میں ذرا اس شخص سے گفتگو کر لوں۔"

"نہیں پاپا! میں آپ کے ساتھ ہی رہوں گی۔ میں ان لمحوں کے طلسم کو کھونا نہیں چاہتی۔" لورین نے ضد کرتے ہوئے کہا۔

بارین وانیکو نے پھر میری طرف دیکھا اور پریشان لہجے میں کہا "بن ہام کیا ولاڈی وائن پلاٹینم پوائنٹ کے منصوبے کے علاوہ کچھ اور ایسے معاملات پر بھی کام کر رہا ہے جن کا تعلق مجھ سے ہے؟ کیا تم اس بات کا جواب دینا پسند کرو گے؟"

"ہاں کیوں نہیں مسٹر وانیکو لیکن اگر میں آپ سے یہ عرض کروں کہ پلاٹینم پوائنٹ کے منصوبے کے علاوہ جو کچھ بھی ہے اس کا تعلق صرف میری ذات سے ہے تو آپ کے تاثرات کیا ہوں گے؟"

"مجھے اطمینان ہو گا کیونکہ ولاڈی وائن میرا حریف ہے اور میں یہ ہرگز پسند نہیں کروں گا کہ وہ میری زندگی کے ہر راز سے پوری واقفیت رکھتا ہو۔"

"تو پھر یوں سمجھ لیں مسٹر وانیکو کہ اس سلسلے سے ولاڈی وائن کا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"ہوں تب تم کیا چاہتے ہو؟" بارین وانیکو نے پوچھا۔

"مجھے سب سے پہلے اپنے سوال کا جواب چاہیے۔ میں نے تم سے پوچھا تھا مسٹر وانیکو کہ اگر تم سے کہا جائے کہ پلاٹینم پوائنٹ کی اس دستاویزی فائل کے بجائے تم مجھے بلیک پلان کا وہ خفیہ منصوبہ دے دو جس کا کچھ حصہ گرین لائٹ کے جیمس پوک کے پاس تھا تو کیا تم اس پر خوشی سے تیار ہو جاؤ گے؟"

"کیوں نہیں، کیوں نہیں؟" بارین وانیکو نے بے اختیار کہا اور پھر سنبھل کر بولا "میں شاید تمہارا مقصد سمجھ رہا ہوں۔" وہ خود بخود مسکرا دیا۔

"تم نے کیا سمجھا بارین وانیکو؟" میں نے پرلطف انداز میں پوچھا۔

"پلاٹینم پوائنٹ کے معاملات صرف ولاڈی وائن سے متعلق ہیں جبکہ تم نے کہا کہ بلیک پلان کا منصوبہ تمہاری اپنی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ میں کسی بھی قیمت پر ولاڈی وائن سے شکست ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ یقیناً تمہارے ذہن میں یہی خیال ہو گا کہ پلاٹینم پوائنٹ کے کیس کے بجائے بلیک پلان کا منصوبہ حاصل کر کے تم اپنے طور پر دولت کما سکو، کیوں یہ نہیں ہے یہ بات؟"

"کسی حد تک مسٹر وانیکو۔" میں نے جواب دیا۔

"مکمل طور پر کیوں نہیں؟ مطلب تمہاری کیا مراد ہے؟"

"کیا آپ یہ بتا سکیں گے مسٹر بارین وانیکو کہ بلیک پلان کے منصوبے کے متعلق آپ کے اپنے تاثرات کیا ہیں؟ صرف کاروباری یا اس کی کوئی جذباتی نوعیت بھی ہے؟"

"اس کی تفصیل میں تمہیں نہیں بتا سکتا۔ بلیک پلان کے تمام کاغذات تمہارے حوالے کیے جا سکتے ہیں۔ تم جانو اور تمہارا کام۔ میرا تعلق بلیک پلان کے سلسلے میں جن لوگوں سے ہے میں ان کے بارے میں تمہیں نہیں بتا سکتا۔"

"اور اگر میں آپ کو ان کے بارے میں بتا دوں تو...؟" میں نے کہا اور وانیکو چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"چلو بتا دو۔" اس نے کہا۔

"ایک نام تو میں آپ کے سامنے لے چکا ہوں مائیکل جوشر۔ دوسرا نام یقیناً آپ کے لیے سنسنی خیز ہو گا۔ مائیکل جوشر ایک یہودی عالم تھا۔ امریکی یہودیوں کی ایک پوری جماعت فلسطین کے خلاف منصوبوں میں پوری طرح حصہ لیتی ہے اور اس کے آلۂ کار تم جیسے بے شمار افراد ہوں گے۔ میں سمجھتا ہوں مسٹر بارین وانیکو کہ اس سلسلے میں تمہارا تعلق اولیویا ورڈ سے بھی ہو گا۔ کیا میرا خیال غلط ہے؟"

وانیکو کے چہرے کی حالت دیکھنے کے قابل تھی۔ وہ چند لمحے مجھے گھورتا رہا اور پھر دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا "تم آخر ہو کیا چیز! کیا کیا جانتے ہو، تمہاری معلومات کی کوئی انتہا ہے یا نہیں؟"

"مسٹر بارین وانیکو! تمام تفصیلات آپ کو پریشان کیے بغیر آپ کے گوش گزار کر دی جائیں گی لیکن اس سے قبل ایک کام ضروری ہے۔"

"کیا؟" بارین وانیکو نے پوچھا۔

"مجھے اپنے دشمنوں کی فہرست سے نکال کر دوستوں کی فہرست میں شامل کر لیں۔" میں نے جواب دیا اور بارین وانیکو عجیب سے انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔ اسی وقت لورین نے مداخلت کی۔

"پاپا! ان کی وجہ سے مجھے میرے کھوئے ہوئے پاپا ملے ہیں، مجھے میری زندگی ملی ہے، ورنہ پاپا آپ یقین کریں کہ آپ کی بے اعتنائی نے مجھے خودکشی کی طرف مائل کر دیا تھا۔ پاپا! آج ہم دونوں کے جذبات جاگے ہیں، مجھے زندگی کا سکون ملا ہے اور شاید آپ کو بھی۔ تو کیوں نہ اس خوشی میں ہم مسٹر ہام کی یہ بات مان لیں۔"

وانیکو نے گہری سانس لے کر گردن ہلاتے ہوئے کہا "ٹھیک ہے نوجوان ہام! ولاڈی وائن کے نمائندے کی حیثیت سے میں تمہارا بدترین دشمن ہوں لیکن یہ شاید میری زندگی میں بہت سی تبدیلیوں کی رات ہے۔ میں تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں اور اس میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔ آنے والا وقت میرے الفاظ کی تصدیق کرے گا۔ اٹھو اور مجھ سے ہاتھ ملاؤ۔" وہ خود بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

میں نے آگے بڑھ کر گرم جوشی سے بارین وانیکو کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے رہے پھر میں نے کہا "جوا کھیلنے کے شوقین تم ہی نہیں ہو بارین وانیکو! میں بھی ہوں۔ میرے داؤ زیادہ بڑے ہوتے ہیں۔ میں بعض اوقات اپنی جان نہیں بلکہ بے شمار افراد کی زندگیاں داؤ پر لگا دیتا ہوں۔ ہار جیت کے تصور کے بغیر یہ دوستی بھی ایک قسم کا جوا ہی ہے میرے لیے لیکن میں داؤ لگا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پُچکا ہوں اور جو چیز میں آگے بڑھا دیتا ہوں، اُسے واپس لینا خوش‌خنمہ نہیں ہوتا۔"

"تو پھر... یہی الفاظ بارین وائیکو کی طرف سے بھی تصور کرو۔ میرے سب سے بڑے دشمن کے نمائندے! تم میرے دوست ہو اور تمہاری دوستی کی وجہ سے اگر مجھے اپنے بہت سے مفادات قربان کرنا پڑے تو میں ان سے گریز نہیں کروں گا۔"

"ٹھیک ہے تو پھر ہم اس گفتگو کو صبح تک کے لیے ملتوی کیے دیتے ہیں۔"

"خلش چھوڑ دو گے میرے دل میں؟" بارین وائیکو نے کہا۔

"یہ خلش میرے دل میں بھی اتنی ہی رہے گی لیکن بہتر یہی ہوگا کہ آج کی رات تم اپنی بیٹی کو اس کی تمام عمر کی محرومیوں سے دُور کر دو۔ اپنے سینے سے لگا کر اسے سلاؤ اور اُسے اس کی کھوئی ہوئی ماں کا لمس واپس دے دو۔ خدا حافظ۔"

"تم... تم کہاں جاؤ گے؟" بارین وائیکو نے چونک کر کہا۔

"لورین کے کمرے میں... لورین آج رات مجھے اپنی خواب گاہ قرض دے دو!" لورین آہستہ سے ہنس پڑی تھی۔

میں ان دونوں کو تنہا چھوڑ کر باہر نکل آیا۔ یہ سب کے سب مناظر ڈرامائی حیثیت رکھتے تھے۔ جو کچھ ہوا تھا، اتنی سرعت سے ہوا تھا کہ سوچنے سمجھنے کے مواقع ہی نہیں مل سکے تھے۔ لورین کے کمرے میں پہنچ کر میں پُر اطمینان انداز میں اس کی مسہری پر لیٹ گیا۔ یہ میرے دشمن کا وہ گھر تھا جہاں کا ہر فرد میرے خون کا پیاسا تھا اور یہاں گزرنے والا ایک ایک لمحہ میرے لیے خوف کا لمحہ تھا لیکن اس وقت میں اسی گھر میں ایک مسہری پر آرام سے لیٹا ہوا تھا۔ بارین وائیکو سے کہے ہوئے الفاظ غلط نہیں تھے۔ بلاشبہ یہ ایک بہت بڑا جُوا تھا۔ بہت بڑا داؤ تھا۔ لوسیا کیلس اور اس کے بعد پروفیسر فیڈرک پھر لورین وائیکو... یہ سارے کھیل جُوا ہی تھے میرے لیے۔ تنہا ذات تھی میری، جو ان تمام مقاصد کے پیچھے سرگرمِ عمل تھی۔ اس وقت تو تہذیب کا سہارا بھی نہیں تھا۔ میں نے اس دوران تہذیب کے تصور کو اپنے ذہن میں جگہ نہیں دی تھی کیونکہ یہ تصور رزم سے بزم کی جانب لے جاتا تھا۔ اس تصور سے محبت کی لطافتیں منسلک تھیں اور اس کرخت ماحول میں، میں ان لطافتوں کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا لیکن اب یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اپنے مشن کے سب سے اہم مرحلے سے فارغ ہو چکا ہوں اور یہ لمحے میرے لیے فرصت کے لمحات ہیں۔ اس ماحول میں اپنے آپ کو فرصت کے ماحول میں سمجھنا بھی جُوئے کا ایک داؤ ہی تھا۔

تہذیب کی میٹھی یادیں دل میں در آئیں اور چشمِ تصور سے میں نے اُسے اپنے گھر میں دیکھا۔ مجھے اندازہ تھا کہ تہذیب پر جُدائی کے یہ لمحات کس قدر بھاری ہوں گے۔ میں تو اپنے مشن کی تکمیل میں مصروف تھا لیکن وہ بیچاری یادوں کو سینے سے لگائے سسک سسک کر وقت گزار رہی ہوگی۔ دل چاہا کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے، اس کام سے فارغ ہو کر تہذیب کے پاس پہنچ جاؤں اور پھر ہمارے درمیان کسی مصلحت کی کوئی دیوار حائل نہ ہو۔ علی یار خان کے لیے صرف تہذیب ہو اور تہذیب کے لیے علی یار خان۔ دُنیا کا ہر تعلق، ہر واسطہ ختم ہو جائے۔ میں نے اپنے آپ کو موجودہ صورتِ حال سے علیحدہ کر کے چند لمحوں کے لیے تہذیب کے سپرد کر دیا اور وہ ہر لمحہ ایک نئے احساس کا حامل تھا۔ اُس کی باتیں، اُس کے انداز، اُس کی چاہت، اُس کی جُرات، یہ سب کچھ میری زندگی کے تپتے ہوئے صحرا میں نخلستان کی مانند تھا جس میں پھول کھلے ہوئے تھے۔ آخر اسی نخلستان کے ایک گھنے درخت کی چھاؤں میں مجھے گہری نیند آگئی۔

صبح کو اس وقت جاگا جب لورین کی مسکراتی ہوئی صورت میری آنکھوں کے سامنے آئی۔ وہ مجھے جھنجوڑ رہی تھی۔ میں جاگا تو اُس نے کہا "یوں لگتا ہے جیسے تمہاری زندگی کی ساری تھکن اُتر گئی ہو۔ آج تو بہت دیر تک سوئے۔"

"سوری لورین... ویری سوری۔" میں نے اُٹھتے ہوئے کہا تو وہ ہنستی ہوئی میرے پاس مسہری پر ہی بیٹھ گئی۔

"نہیں بھئی، معذرت کی کیا ضرورت ہے، میرا مقصد یہ تو نہیں تھا۔"

"کیا وقت ہو گیا ہے لورین؟" میں نے سوال کیا۔

"دس بجے ہیں اور دلچسپ بات یہ ہے کہ میں نے ابھی ناشتا نہیں کیا اور اس سے بھی زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ پپا نے بھی ناشتا نہیں کیا۔"

"او ہو، واقعی!" میں نے کہا اور پھر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں جلدی سے غسل خانے کی طرف بڑھا تو عقب سے لورین کی آواز سنائی دی۔

"تم مسکرائے کیوں تھے؟"

"غسل خانے سے واپس آکر بتاؤں گا۔"

"جلدی کرو، مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے۔" وہ بچوں کے سے انداز میں بولی اور میں غسل خانے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

پانی کی ٹھنڈی پھواروں کے نیچے مجھے لورین کا ٹھنکنا یاد آیا اور میرے ذہن میں خطرے کی گھنٹی بج گئی۔ یہ لورین جو زندگی سے بیزار تھیں، جو اپنے باپ کو صرف اپنی ماں کا قاتل سمجھتی تھیں، جو اس کی زندگی کے درپے تھیں، جنھوں نے آج تک اپنی زندگی کے صحرا میں کسی نخلستان کی طرف نگاہ اُٹھا کر نہیں دیکھا تھا، اب پُرسکون تھیں۔ ماں کے قاتل سے اُن کے شکوے دُور ہو چکے تھے۔ گویا اب اُنھیں فرصت تھی اور فرصت کے لیے یہ خواتین کس طرح گزارتی ہیں، اس کا اندازہ مجھے بخوبی تھا لیکن میں تو مصروف انسان تھا۔ میں لورین کی فرصت کے ان لمحات کی پذیرائی نہیں

کر سکتا تھا۔ اس کا ٹھنکنا میرے لیے خطرے کی گھنٹی تھا۔

غسل خانے سے باہر نکلا تو وہ موجود تھی۔ "چلو جلدی کرو۔" اُس نے کہا اور مجھے ساتھ لے کر باہر نکل آئی۔ ایک کمرے میں بارین وائیکو میرا منتظر تھا۔ مجھے دیکھ کر مسکرایا۔

"ہیلو ہام! آؤ پہلے ناشتا، اس کے بعد کچھ اور۔"

"سوری مسٹر بارین! آپ نے بلاوجہ زحمت کی، میں اس قدر اہم انسان تو نہیں تھا۔"

"ہو گئے ہو مجھ پر ایک احسان کر کے۔" وائیکو نے کہا اور ملازم کو ناشتا لگانے کے لیے کہا۔ ناشتے کے دوران بولا "بڑا عجیب کردار رہا ہے تمہارا ہمارے درمیان۔ تمہاری وجہ سے مجھے کافی نقصان اُٹھانا پڑے ہیں مسٹر ہام لیکن اس کے بعد تم نے ایک ایسا احسان کر دیا مجھ پر، جو شاید کسی عام آدمی کے بس کی بات نہیں تھی۔ میرے دل کے وہ بند سوتے کھول دیے، جو شاید کبھی نہ کھلتے اور پوری زندگی میرے اور میری بیٹی کے درمیان یہ کشمکش جاری رہتی۔ تم ہم سے متعلق نہیں ہو مسٹر ہام! لیکن بعض اوقات کچھ اجنبی اس طرح زندگی سے وابستہ ہو جاتے ہیں کہ اُنھیں اپنے اہم ترین معاملات میں شریک کرنا پڑتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ میں عجیب و غریب فطرت کا انسان ہوں۔ بچپن سے لے کر ایک طویل زندگی تک میرا ذہن اور دل اذیتوں اور بغاوتوں کی آماجگاہ رہا ہے۔ کچھ ایسے ہی حالات تھے میری زندگی میں، جن کی بنا پر مجھے ساری عمر محرومیوں کا شکار رہنا پڑا۔ میری مراد زندگی کے اُس دور سے ہے جب میں کچھ نہیں تھا۔ ان محرومیوں نے میرے دل میں جو بغاوت پیدا کی تھی، اس کے لیے میں کوئی بھی راستہ اپنا سکتا تھا۔ لورین کی ماں سے شادی بھی اسی بغاوت کا ایک حصہ تھا اور یہ حقیقت ہے کہ اُس کے ذریعے میں نے جو حاصل کیا، وہ یہ سوچ کر نہیں کیا کہ یہ کسی کا ایثار یا کسی کی دین ہے۔ میں نے اُسے اپنی چالاکی کا نتیجہ ہی سمجھا اور اس انداز میں اپنی بیوی سے متاثر نہ ہو سکا، جس طرح ہونا چاہیے تھا۔ میں اُن عوامل کا ذکر نہیں کروں گا جن کے تحت میری بیوی موت سے ہمکنار ہوئی لیکن لورین اب سب کچھ جان چکی ہے۔ لورین کے اور میرے درمیان کوئی دیوار نہیں تھی۔ وہ میری اولاد تھی لیکن میری فطرت نے مجھے باپ کی وہ تمام ذمے داریاں نہ سمجھنے دیں، جن سے اولاد مطمئن ہوتی ہے۔ میرے اپنے حالات، میرے اپنے وسائل اب اس قدر تھے کہ میں سوچتا تھا کہ میری بیٹی کے لیے سب کچھ موجود ہے اور وہ مطمئن ہو گی۔ میں نے کبھی اس بات کا بغور جائزہ نہیں لیا کہ لورین کی ذہنی کیفیت کیا ہے۔ اپنی دانست میں، میں نے اسے مطمئن سمجھا کیونکہ میری مصروفیات مجھے اس کے تجزیے کا موقع نہیں دیتی تھیں اور پھر تم نے ہم باپ بیٹی کے درمیان وہ عجیب سمجھوتا کرایا، جو شاید دوسرے حالات میں ممکن نہیں تھا اور یہ سمجھوتا اگر نہ ہوتا تو شاید کوئی بڑا حادثہ بھی ہو سکتا تھا تو پھر کیوں نہ میں تمھیں اپنا محسن کہوں، جو غلطی میں کر رہا تھا اس کی نشاندہی ایک ایسے شخص نے کی جس سے میرا دشمنی کا رشتہ تھا۔ اب تم سمجھ گئے ہو گے کہ میں نے تمھیں اپنا محسن کیوں کہا۔"

"مجھے مسرت ہے بارین وائیکو کہ میری ایک چھوٹی سی کوشش دو انسانوں کے لیے سُود مند ہوئی۔"

"اور میں بھی ایک پُر مسرت اعلان کرنا چاہتی ہوں۔" لورین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا؟" بارین وائیکو نے پوچھا۔

"وہ یہ کہ اب ہم اپنے محسن کو کہیں نہیں جانے دیں گے، خواہ کچھ بھی ہو۔ مسٹر ہام کی جو بھی ضروریات ہوں گی، وہ ہمیں پوری ہوں گی اور انھیں اپنے پُرانے دوستوں کو چھوڑنا پڑے گا۔"

میں نے ٹھنڈی سانس لے کر بارین وائیکو کو دیکھا۔ بارین وائیکو مسکرا رہا تھا پھر اُس نے کہا "نہیں۔ ہام جیسے لوگوں کو ہم اُن کی ضروریات پوری کرنے کا حوالہ دے کر پابند نہیں کر سکتے۔ اس کے لیے ہمیں ہام سے تعاون کرنا پڑے گا جس کے وہ خواہش مند ہیں۔ تم یہ ذمے داری مجھ پر چھوڑ دو۔ پھر تم دیکھو گی کہ تھوڑے ہی عرصے کے بعد مسٹر ہام ہمارے بہترین دوستوں اور ساتھیوں میں شامل ہوں گے۔"

میں نے دل ہی دل میں اطمینان کی گہری سانس لی۔ کم از کم فوری طور پر ایک خطرہ تو ٹل گیا تھا۔ باقی معاملات تو یہاں سے نکلنے کے بعد دیکھ ہی لیے جائیں گے۔

ناشتے کے بعد بارین وائیکو نے اپنی بیٹی سے اجازت لی کہ وہ ہم دونوں کو ضروری امور پر گفتگو کرنے کا موقع دے اور لورین گھڑی میں وقت دیکھ کر بولی "میں آپ کو زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے دے سکتی ہوں۔ دو گھنٹے کے بعد مسٹر ہام کو میرے حوالے کر دیجیے گا۔"

بارین وائیکو نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی تھی۔ اس کے بعد وہ مجھے ساتھ لیے ہوئے ایک اور کمرے میں پہنچ گیا، جس میں اس سے قبل میں نہیں آیا تھا۔ نہایت آرام دہ اور پُرتکلف کمرا تھا۔ مجھے ایک صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے وہ بولا "ذہن بہت سی اُلجھنوں کا شکار ہے اور اس کا سبب تم ہو۔ میں تم سے بالکل صاف گفتگو کرنا چاہتا ہوں ہام! مجھے بتاؤ کہ تم اولیو ہاورڈ، مائیکل جوشر اور فلسطینی معاملات سے کیا تعلق رکھتے ہو؟ بلیک پلان میں تمھارے لیے کیا دلکشی ہے؟ ایک بات کی وضاحت کر دوں، یہ سوالات صرف دوستانہ انداز میں کیے جا رہے ہیں اور اگر مزید تشفی چاہتے ہو تو یہ بھی سُن لو کہ میں اولیو ہاورڈ کے لیے کام کرتا ہوں۔ وہ امریکی نژاد یہودی، فلسطینیوں کے خلاف عمل کرنے میں بہت کٹر آدمی ہے اور بعض اوقات اُسے اپنے ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے تنبیہ بھی کی جاتی ہے کہ ملکی مفاد پر نسلی مفاد کو ترجیح نہ دی جائے۔ ابھی تھوڑے دن قبل کی بات ہے کہ اولیو ہاورڈ کی ایک ہولناک غلطی کی بنا پر مائیکل جوشر اور اس کی سطح کے آٹھ افراد کو ہلاک کر دیا گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مجھے تفصیلات نہیں معلوم... لیکن یہ جو کچھ ہوا ہے، اولیو ہاورڈ کی وجہ سے ہوا ہے اور حکومت اس سلسلے میں سخت ترین کارروائیاں کر رہی ہے۔ حکومت کا خیال ہے کہ اولیو ہاورڈ کس بنیاد پر امریکی حکومت کے مفادات کو قربان کر رہا ہے۔"

اس گفتگو سے میری آنکھوں میں سرور اتر آیا تھا۔ وانیکو نے انتہائی سرسری انداز میں ان تمام باتوں کا ذکر کیا تھا۔ اس کے چہرے سے اندازہ ہوتا تھا کہ اسے مجھ پر کوئی شبہ نہیں ہوا ہے اور وہ صرف اپنے طور پر تمام باتیں کر رہا ہے۔ میں نے خود بھی اسے اس بارے میں کچھ بتانا ضروری نہیں سمجھا۔ ہر جگہ اپنی پبلسٹی کرنا بے تکی بات تھی چنانچہ میں خاموشی سے اس کی گفتگو سنتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔ "گویا آپ ذاتی طور پر اولیو ہاورڈ کے کیس میں ملوث نہیں ہیں؟ میرا مطلب ہے کہ ان معاملات سے ذاتی دلچسپی نہیں رکھتے؟"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"لیکن بلیک پلان کا منصوبہ اگر آپ کے ہاتھ سے نکل گیا تو کیا اولیو ہاورڈ اس سلسلے میں آپ سے باز پرس نہیں کرے گا؟"

"کرے گا یقیناً کرے گا لیکن میرا اس کا تعلق صرف کاروباری حد تک ہے اور اس سلسلے میں بھی میں اپنی ذاتی پسند و ناپسند کے لیے آزاد ہوں پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ یہ معاملہ براہ راست اولیو ہاورڈ سے مجھے نہیں ملا بلکہ اس سلسلے میں مائیکل جو شر اور اس کے کچھ ساتھی مجھے ملے تھے اور انہوں نے ہی مجھے بلیک پلان کے سلسلے میں ملوث کیا تھا۔ ہاورڈ زیادہ سے زیادہ مجھ سے اس سلسلے میں پوچھ گچھ کر سکتا ہے میں اسے سنبھال لوں گا لیکن کیا میں اب بھی یہ سوال نہیں کر سکتا کہ تم ولاڈی واٹن سے یہ بغاوت کس بنیاد پر کر رہے ہو؟ کیا اس کے پیچھے صرف یہی منصوبہ ہے کہ پلاٹینم پوائنٹ کے مسئلے کو پیچھے چھوڑ کر اور یہ سوچ کر اس کا تعلق براہ راست ولاڈی واٹن سے ہے، تم اپنے طور پر بلیک پلان کے لیے کام کرنا چاہتے ہو اور فلسطینیوں سے تمہاری سازباز ہو گئی ہے جیمس پوکر کو بھی شاید تم نے ہی قتل کیا ہے؟"

"ہاں یہی بات ہے مسٹر بارین وانیکو... لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور دلچسپ بات اور ایک عظیم خوشخبری میں آپ کو دے سکتا ہوں جس کے بعد یقیناً آپ کو اس بات پر کوئی تردد نہیں ہو گا کہ آپ نے پلاٹینم پوائنٹ کے بدلے بلیک پلان کا سودا کر لیا۔"

"کیسی خوشخبری؟" بارین وانیکو نے سوال کیا اور میں گردن جھکا کر چند لمحوں تک کچھ سوچتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔ "مسٹر بارین وانیکو پہلے تو آپ یہ جان لیں کہ میرا نام بن ہام نہیں ہے بلکہ آپ مجھے ڈینی ولسن کے نام سے پکار سکتے ہیں۔"

اس انکشاف پر بارین وانیکو کی آنکھوں میں سخت تعجب کے آثار نظر آئے۔ وہ متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھتا رہا لیکن اس نے کچھ بولنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں نے کہا۔ "بن ہام، ولاڈی واٹن کا نمائندہ تھا، لیکن جیسی آرگن میں جب تمہارے آدمی اسے ریسیو کرنے کے لیے ہیلی پیڈ پہنچے تو میں وہاں پہلے سے موجود تھا۔ میں نے بن ہام کو اپنے قبضے میں کر لیا اور خود اس کی جگہ لے لی۔ بن ہام اب میری قید میں ہے اور اس کے میک اپ میں میں آپ کے پاس پلاٹینم پوائنٹ کا سودا کرنے آ گیا۔" یہ انکشاف بارین وانیکو کے لیے انتہائی دھماکا خیز تھا۔ شدتِ حیرت سے اس کا چہرہ متغیر ہو گیا اور وہ مٹھیاں بھینچ کر کھڑا ہو گیا۔

"کیا کہہ رہے ہو... کیا کہہ رہے ہو؟ جو کچھ کہہ رہے ہو ہوش و حواس کے عالم میں کہہ رہے ہو نا؟"

"براہ کرم تشریف رکھیے۔" میں نے نرم لہجے میں کہا اور وہ دھم سے صوفے پر گر گیا۔

"ہاں یہ حقیقت ہے۔ وہ شخص جس سے آپ کو پلاٹینم پوائنٹ کے بارے میں سودا کرنا تھا، میرے قبضے میں ہے۔ میری آمد کا اصل مقصد دراصل بلیک پلان کا حصول تھا۔ پلاٹینم پوائنٹ کے بارے میں بن ہام جانتا ہے۔ ولاڈی واٹن سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ بن ہام اور اس کے ساتھ آنے والے پائلٹ کو آپ کے حوالے کیا جا سکتا ہے اور اس کے بعد پلاٹینم پوائنٹ کے بارے میں آپ جو کچھ بھی سودے بازی کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔ وہ شاید آپ کے لیے کارآمد ثابت ہو۔"

"خدا کی پناہ! خدا کی پناہ... تم جیسے اعلیٰ ذہن کا مالک بہترین کارکردگی کا انسان میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ عجیب و غریب خصوصیات کے حامل ہو تم! تم نے عجیب جال پھیلایا ہے جیسی آرگن میں آ کر حالانکہ میں اس کا دعویٰ رکھتا ہوں کہ جیسی آرگن کے ایک ایک چپے پر میری نگاہ ہے اور یہاں کوئی بیرونی شخص کسی بھی قسم کی کوئی حرکت نہیں کر سکتا لیکن کیا نام بتایا تم نے، شاید ڈینی ولسن لیکن ڈینی ولسن... تم... تم... بے حد تعجب ہے مجھے... بے حد تعجب ہے، یہ سب کچھ تم نے کس طرح کیا اور یہاں تمہارے مددگار کون ہیں؟"

"اب اس بات کو جانے دیں مسٹر بارین وانیکو یہ بتائیے یہ سب معلوم ہونے کے بعد میرے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟"

"شدتِ حیرت سے پاگل ہوا جا رہا ہوں۔ تمہاری اعلیٰ صلاحیتوں کا معترف ہوں۔ لورین نے بالکل سچ کہا ہے کہ تمہیں میرے علاوہ اور کسی کے ساتھ نہیں ہونا چاہیے۔ سنو! جو کچھ تم چاہو گے، جس طرح چاہو گے ویسے ہی ہو گا لیکن ایک وعدہ کرو۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد یعنی اپنا مقصد حاصل کرنے کے بعد تم جیسی آرگن آ جاؤ گے۔ بارین وانیکو تمہیں وہ حیثیت دے گا، جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ مجھے ڈینی ولسن، مجھے یقین دلاؤ کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو، بالکل درست ہے۔"

"تو پھر سب سے پہلے آپ ڈینی ولسن کا اصل چہرہ دیکھ لیجیے۔" میں نے کہا اور میک اپ ماسک اپنے چہرے سے اتار دی۔ میرا اصل چہرہ بارین وانیکو کے سامنے آ گیا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس کا کیا ردعمل ہو سکتا ہے لیکن بارین وانیکو کی آنکھوں میں حیرت کے آثار تھے۔ وہ مجھے دیکھتا رہا اور پھر اس نے گہری سانس لے کر گردن صوفے کی پشت سے ٹکا دی۔

"تمہاری آنکھوں سے تمہاری ذہانت کا پتا چلتا ہے اور یہی اندازہ ہوتا ہے کہ تم فولادی انسان ہو۔ تمہارے عزائم کے سامنے کسی کا ٹکنا ممکن نہیں [illegible] صورتِ حال تمہارے علم میں لائی جا چکی ہے۔ بلیک پلان کے کاغذات تمہیں دیتے ہوئے اب مجھے کوئی دکھ نہیں ہے بلکہ خوشی ہے۔ ممکن ہے کہ بن ہام تمہاری طرح سخت نہ ثابت ہو اور میں وہ ہاری ہوئی بازی پھر جیت لوں جس کے لیے میرے دل میں بڑی امنگیں ہیں۔ ولاڈی واٹن سے بات صرف پلاٹینم پوائنٹ ہی کی نہیں ہے بلکہ ہمیں اپنی شخصیتوں کا تعین کرنا ہے یہ طے کرنا ہے کہ وہ بڑا آدمی ہے یا میں۔ اس دوران نوجوان دوست! تم نے جو مجھ پر احسان کیا ہے اور دستِ تعاون بڑھایا ہے میں اسے واقعی کبھی نہیں بھول سکتا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ تم بن ہام کو میرے حوالے کر دو اور بلیک پلان کی فائل اپنے پاس رکھ کر اپنے مقصد حل کرو؟"

"میں اس سلسلے میں کچھ اور بھی رعایت کر سکتا ہوں مسٹر بارین وانیکو۔" میں نے پرسکون مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"رعایت؟"

"ہاں، تم سے کچھ انسیت ہو گئی ہے۔ میرے اور تمہارے درمیان جو دلچسپ واقعات ان چند دنوں میں پیش آئے ہیں، ان میں کچھ جذباتی باتیں بھی ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ بلیک پلان کی تمام دستاویزات تمہارے پاس سے چلی جائیں اور اس کے بعد تمہیں اولیو ہاورڈ کے سامنے ہدفِ ملامت بننا پڑے۔"

"تو پھر... تو پھر کیا کرو گے؟" بارین وانیکو اب بالکل ہی زچ ہو گیا تھا۔

"مسٹر بارین وانیکو! ان تمام دستاویزات کی مائیکرو فلمیں میں یہاں سے لے جاؤں گا، ان کی تمام نقول میرے پاس ہوں گی۔ اصل جو تمہیں دی گئی ہیں، وہ تمہاری اپنی ملکیت ہوں گی اور تم پورے وثوق سے کہہ سکتے ہو کہ جو کچھ تمہارے حوالے کیا گیا تھا تم نے اس کی حفاظت کی ہے۔ دراصل اس سلسلے کا تمام تر ذمے دار جیمس پوکر کو قرار دوں گا، جس کا سراغ مجھے مائیکل جو شر سے ملا تھا۔ چنانچہ تمہاری شخصیت اس سلسلے میں بالکل صاف رہے گی۔"

بارین وانیکو ایک بار پھر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور اس بار وہ میرے قریب آ گیا تھا۔ اس نے گرم جوشی سے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔ "یہ ثابت کر دیا ہے تم نے ڈینی ولسن... یہ ثابت کر دیا ہے کہ تم ایک عظیم انسان ہو۔ غلط فہمی ہوئی تھی مجھے تمہارے بارے میں۔ میں تمہیں ولاڈی واٹن کے نمائندے کی حیثیت سے جانتا تھا مگر اب تم نے ڈینی ولسن کی حیثیت سے اپنا تعارف کرایا ہے۔ یقیناً تم کسی بہت بڑی حیثیت کے مالک ہو۔ تم خود کوئی بہت بڑی چیز ہو۔ مجھے اپنے بارے میں اگر بتانا پسند نہ کرو تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا لیکن اس بات کا اعتراف کرنے میں مجھے کوئی عار نہیں ہے کہ میں تمہارے سامنے احساسِ کمتری کا شکار ہو گیا ہوں اور مجھے اب اپنے ان الفاظ پر ندامت محسوس ہو رہی ہے جن کے تحت میں نے تمہیں اپنے ساتھ شامل ہونے کی پیشکش کی تھی۔ پتا نہیں، تمہاری اپنی حیثیت کیا ہو؟"

"نہیں مسٹر بارین وانیکو! ان تمام باتوں کو ذہن سے جھٹک دیں، ہم دوستوں کی حیثیت سے ہمیشہ مل سکتے ہیں۔" میں نے اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"بہت ہی بہترین پلاننگ ہے۔ گویا میں ہاورڈ کی طرف سے بھی محفوظ ہو گیا۔ مجھے تو کوئی خطرہ ہی درپیش نہیں رہا۔ میں پورے اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ بلیک پلان کے پورے کاغذات میرے پاس محفوظ ہیں لیکن ایک بات بتاؤ نوجوان دوست! اگر کبھی یہ کاغذات مجھ سے مانگے گئے تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"انہیں واپس کر دینا۔ میرے پاس جو اصل چیز موجود ہے، میں اس سے پورا پورا فائدہ اٹھاؤں گا۔ تمہارا نام کبھی درمیان میں نہیں آ سکے گا، اس بات پر مکمل طور سے یقین رکھو۔"

"آہ! میرے دوست! میرے لیے تو تم نے کہنے کو اب کچھ چھوڑا ہی نہیں، سارے احسانات تمہارے ہیں، میں نے بھلا تمہارے لیے کیا کیا، سوائے اس کے کہ میرے آدمی مسلسل تمہاری تاک میں لگے رہے ہیں بلکہ وہ لمحے بھی اب میرے لیے بڑے جاں گسل ہو گئے ہیں، جب کہ میں نے تمہیں اپنی اذیت گاہ میں اذیتیں دینے کی کوشش کی، کیسے مجھے بے قصور تصور کرو۔ میں تمہارا معترف ہوں ڈینی ولسن... میں تمہارا معترف ہوں اور اب جو کچھ گفتگو ہوئی، وہ اس انداز میں نہیں ہوئی جس انداز میں ہو رہی تھی۔ بھلا تمہاری جیسی صلاحیتیں میں کہاں سے حاصل کر سکتا ہوں۔ میں نے تمہیں خود سے بڑا تسلیم کر لیا ہے۔"

"ان باتوں کو چھوڑو بارین وانیکو! فوری طور پر مجھے بلیک پلان سے متعلق تمام کاغذات کی نقول تیار کرنے کی آسانیاں فراہم کرو، میں خود بھی یہاں زیادہ عرصہ نہیں گزار سکتا۔"

"ٹھیک ہے، میں ابھی تھوڑی دیر کے بعد وہ تمام چیزیں مہیا کر دوں گا جن کی مدد سے مائیکرو فلمیں تیار کی جا سکتی ہیں۔ کیا تم یہ کام خود بھی کر سکتے ہو؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں... یقیناً"

"بہتر ہے، تو پھر انتظار کرو"

"ایک درخواست اور کرنا چاہتا ہوں بارین وانیکو"

"ہاں کہو" اُس نے مستعدی سے کہا۔

"لورین کو ابھی میرے بارے میں کچھ نہ بتایا جائے، وہ بددل ہو جائے گی اور ممکن ہے کہ میرے سلسلے میں وہ کچھ ناراض بھی ہو جائے۔ بہتر یہ ہوگا کہ تم میرے بارے میں اُس سے کہہ دو کہ تم نے کسی اہم مقصد کے لیے مجھے کہیں بھیجا ہے، میں اپنا کام کر لوں، اس کے بعد خود ہی اُسے تمام تفصیلات بتا دوں گا۔"

"مناسب ہے، ایسا ہی کروں گا میں۔" بارین وانیکو نے جواب دیا پھر وہ اُٹھتے ہوئے بولا۔ "بہتر یہ ہے کہ تم اسی کمرے میں آرام کرو، میں اپنا کام کر لوں۔"

میں نے گردن ہلا دی اور وہ باہر نکل گیا، میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ بارین وانیکو اب بالکل ہی موم ہو گیا تھا، اُس نے بن ہام وغیرہ کے سلسلے میں مجھ سے مزید سوالات کرنے کی جرأت بھی نہیں کی تھی۔ بہرحال، مجھے مسرت تھی کہ میرا یہ کام انتہائی خوش اسلوبی سے ہو گیا تھا اور مجھے نمایاں کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا اور اس کے بعد بارین وانیکو کا انتظار کرنے لگا۔

بارین وانیکو تقریباً چالیس منٹ کے بعد میرے پاس پہنچا تھا۔ اُس نے مجھے اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا اور پھر وہ مجھے ایک اور کمرے میں لے گیا جس کے نیچے ایک خفیہ تہ خانہ بنا ہوا تھا۔ تہ خانے کو کھولنے کے لیے ایک خاص میکینزم تھا جسے اگر میں تلاش کرنے کی کوشش کرتا تو یقیناً میرے لیے ممکن نہ ہوتا لیکن اب سب کچھ بارین وانیکو خود ہی کر رہا تھا۔ تہ خانے میں اُس نے تمام انتظامات کر لیے تھے اور اسی تہ خانے میں وہ چھوٹے چھوٹے کیبنٹ رکھے ہوئے تھے، جن میں بارین وانیکو کے کاغذات موجود تھے۔ اُس نے بلیک پلان فائل کی تمام دستاویزات نکال کر میرے سامنے رکھ دیں اور میں ایک کرسی پر بیٹھ کر مطمئن انداز میں انہیں پڑھنے لگا۔ بلیک پلان کا ہولناک منصوبہ میرے علم میں آ گیا۔ جو فائل مجھے جیمس پرکر سے حاصل ہوئی تھی، وہ ان تمام دستاویزات کی فہرست کی حیثیت رکھتی تھی لیکن اس فہرست سے اصل پلان کا پتا نہیں چل سکتا تھا اور اب یہ اصل پلان جب میرے علم میں آیا تو شدتِ حیرت سے میری آنکھیں پھیل گئیں۔ بلاشبہ یہ ایک خوفناک یہودی منصوبہ تھا جو فلسطینیوں کے مقاصد پر کاری ضربیں لگا سکتا تھا۔ میں دیر تک اس میں کھویا رہا۔ بار بار پلٹ کر اور کاغذات دیکھنے میں مصروف ہو گیا تھا۔

اس کام سے فارغ ہو کر میں نے ایک گہری سانس لی اور وانیکو کو متوجہ کرتے ہوئے بولا۔ "مائیکرو فلم بنانے کے تمام انتظامات کر لیے ہیں آپ نے مسٹر بارین وانیکو؟"

"ہاں یہ سب کچھ موجود ہے۔" اُس نے کہا اور میری توجہ ایک جانب مبذول کرائی۔

وہ خود بھی میرے ساتھ دو گھنٹے مصروف رہا اور میری مدد کرتا رہا۔ انتہائی جدید آلات کی مدد سے میں نے یہ مائیکرو فلمیں تیار کیں اور ان کے ڈیویلپمنٹ وغیرہ کا کام بھی وہیں پر کر لیا گیا۔ جس کے انتظامات بارین وانیکو نے کیے تھے۔ ان فلموں کو محفوظ کرنے کے لیے خفیہ خول جنہیں انتہائی خفیہ طور پر اپنے پاس رکھا جا سکتا تھا، بارین وانیکو ہی نے مجھے مہیا کیے تھے۔ اُس نے مجھے ایک رسٹ واچ دی، جس کی مشین کافی موٹی تھی لیکن اس کی اصل مشین صرف اُوپری حصے میں تھی۔ نچلے حصے میں پلیٹ خفیہ [illegible] بنے ہوئے تھے، جن میں باریک رول فٹ کیے جا سکتے تھے۔ چنانچہ [illegible] فلمیں ایسے رول میں رکھ کر فکس کر دی گئیں اور اب کسی کو اس کا گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ میرے پاس ایسی کوئی چیز موجود ہے۔ تمام کام اطمینان بخش انداز میں کرنے کے بعد میں نے بارین وانیکو کا دلی شکریہ ادا کیا اور اس کے بعد میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔

بارین وانیکو ایک بار پھر مجھے اُسی کمرے میں لے آیا تھا جس میں میرے اور اُس کے درمیان اہم گفتگو ہوئی تھی۔ اُس نے کہا۔ "کیا تم اس تمام کارروائی سے مطمئن ہو اور کیا تمہیں مجھ پر اعتماد ہے کہ میں تمہارے ساتھ جو کچھ تعاون کر رہا ہوں، اس میں صداقت ہے؟"

"مکمل طور پر مسٹر بارین وانیکو۔" میں نے جواب دیا۔

"تو کیا اب تم مجھے بن ہام کے بارے میں کچھ اور تفصیلات نہیں بتاؤ گے؟"

"تفصیلات ہی نہیں، میں بن ہام اور اُس پائلٹ کو تمہارے حوالے کرنے کے لیے تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ اور بارین وانیکو کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔

"میں تم سے یہ سب کچھ کہنے کی جرأت نہیں کر سکا تھا ڈینی ولسن! لیکن میں جتنا بے چین ہوں تم اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔"

"لورین کہاں ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"میں نے اُسے مطمئن کر دیا ہے، تمہارے لیے مضطرب ہے اور میرا خیال ہے کہ طویل عرصے تک مضطرب رہے گی۔"

"بہتر ہے، تو پھر کیا آپ میرے ساتھ چلنا پسند کریں گے اور کیا آپ ایک ایسی شخصیت سے ملنا پسند کریں گے بارین وانیکو، جس سے آپ آج تک متنفر رہے ہیں؟" میں نے کہا۔

بارین وانیکو چونک کر مجھے دیکھنے لگا پھر آہستہ سے بولا۔ "گویا میرا خیال درست تھا۔" میں نے اُس سے اس کے خیال کی وضاحت طلب نہیں کی، میں سمجھ گیا تھا کہ وہ کیا سوچ رہا ہے۔ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد وہ دوبارہ بولا۔ "بہرحال، جو کچھ بھی ہو رہا ہے، اس میں میرا ہی فائدہ رہا ہے، اس لیے میں اب کوئی اعتراض نہیں کروں گا۔"

"شکریہ مسٹر بارین وانیکو! بڑا اچھا فیصلہ کیا ہے آپ نے بلکہ میں تو کہتا ہوں اگر ممکن ہو سکے تو پروفیسر فیڈرک سے آپ اپنے تعلقات بحال کر لیں۔ اس ضمن میں، میں آپ پر زیادہ زور بھی نہیں دوں گا، اپنے معاملات آپ بہتر سمجھتے ہیں۔"

"بہتر یہ ہوگا کہ تم پروفیسر فیڈرک کو اس سلسلے کی کوئی تفصیل نہ بتاؤ بلکہ خود ہی بن ہام کو اس سے حاصل کر کے میرے حوالے کر دو۔ اس کی وجہ تم سمجھ رہے ہو گے۔ پروفیسر فیڈرک میرا بدترین مخالف ہے اور میرے خلاف ہر شخص سے تعاون کرنے پر آمادہ رہتا ہے۔ اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ وہ لولیو ہاورڈ کو یہ صورتِ حال بتا دے اور سی۔ آئی۔ اے کے اس خطرناک انسان کو اگر ذرا بھی بھنک مل گئی، تو وہ میری طرف سے مشکوک ہو سکتا ہے۔"

بارین وانیکو کا کہنا بالکل درست تھا چنانچہ میں نے اس سلسلے میں اس سے تعاون کرنے کا فیصلہ کر لیا اور اس کے بعد مجبوراً مجھے اپنے پروگرام میں کچھ تبدیلیاں کرنا پڑیں۔ یعنی مجھے بن ہام کا میک اپ دوبارہ کرنا پڑا۔ اس کے بعد میں خفیہ طور پر بارین وانیکو کی رہائش گاہ سے نکل آیا۔ وہ خود بھی میرے ساتھ باہر آیا تھا۔ میں نے اُسے اپنا پروگرام بتا دیا اور وانیکو نے اس میں مجھ سے پورا پورا تعاون کیا۔

بارین وانیکو کی رہائش گاہ سے نکلنے کے بعد کافی دیر تک میں جیمس آرگن کے مختلف حصوں میں آوارہ گردی کرتا رہا اور پھر جب مجھے یقین ہو گیا کہ یہاں کا کوئی فرد میری طرف متوجہ نہیں ہے تو میں پروفیسر فیڈرک کی رہائش گاہ کی جانب چل پڑا۔

جب میں پروفیسر فیڈرک کی رہائش گاہ پر پہنچا تو خود پروفیسر فیڈرک ہی نے میرا استقبال کیا تھا۔

"مجھے تمہاری آمد کی اطلاع مل گئی تھی۔" اُس نے پُرجوش انداز میں مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا اور پھر مجھے اپنے ساتھ لیے ہوئے اندر پہنچ گیا۔

"کہو اس سلسلے میں کوئی کامیابی ہوئی یا نہیں؟"

"میں نے انتہائی ہوشیاری کے ساتھ اپنا کام انجام دیا ہے مسٹر فیڈرک۔ اور آپ یوں سمجھ لیں کہ میں اب کامیابی کے بالکل نزدیک ہوں۔"

"میری طرف سے مبارکباد قبول کرو لیکن بہت سے سوالات میرے ذہن میں کلبلا رہے ہیں۔ مجھے اطلاع مل گئی تھی کہ وہاں تمہارے ساتھ خاصی سخت کارروائی کی گئی اور تم وہیں غائب ہو گئے۔ اس کے بعد میں نے جیمس آرگن کے چپے چپے پر تمہیں تلاش کرایا۔ میرا آدمی مجھ تک واپس پہنچ گیا تھا، جو پائلٹ کی شکل میں تمہارے ساتھ گیا تھا۔ تمہارا کہیں پتا نہیں چل سکا تو میں نے یہی سوچا، ممکن ہے تم بارین وانیکو کا شکار ہو گئے ہو لیکن تھوڑے ہی وقت کے بعد مجھے پتا چل گیا تھا کہ بارین وانیکو کی کوٹھی میں کچھ سنسنی خیز صورتِ حال ہو گئی ہے اور میں سمجھ گیا کہ تم وہیں پوشیدہ ہو۔ اس سے زیادہ میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتا تھا دوست۔ بارین وانیکو براہِ راست مجھ تک پہنچ گیا اور اُس نے مجھے شدید دھمکیاں دیں، اس کا خیال یہی تھا کہ میں تمہاری پشت پناہ ہوں جبکہ میں نے تمہیں اپنے پاس چھپا رکھا ہے۔ میں نے سختی کے ساتھ ان تمام واقعات سے لاعلمی کا اظہار کر دیا لیکن اب بھی مجھے یقین ہے کہ وہ میری نگرانی کر رہا ہوگا۔ مجھے اس کی زیادہ فکر نہیں ہے، تمہارا اپنا کام ہو جائے، اس کے بعد سارے معاملات سے میں خود ہی نمٹ لوں گا۔"

"بن ہام اور اُس کا ساتھی کہاں ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"میرے پاس محفوظ ہیں۔" پروفیسر فیڈرک نے جواب دیا۔

"آج رات مجھے اپنی یہ امانت درکار ہے پروفیسر، اس کے ساتھ ہی میرا یہ مشن مکمل ہو جائے گا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"گویا بارین وانیکو کو ایک زبردست زک اُٹھانا پڑے گی، مجھے بے حد خوشی ہوئی۔"

"دلچسپ بات یہ ہے پروفیسر کہ وہ طویل عرصے تک یہ نہ جان سکے گا کہ اُسے کیا نقصان ہوا ہے اور جب اُسے علم ہوگا تو وہ پاگل کتے کی طرح سڑکوں پر بھونکتا پھرے گا۔ اس وقت تک پروفیسر اُسے اپنی اس شکست کے بارے میں معلوم نہیں ہونا چاہیے۔ وقت سے قبل اگر اُسے حالات کا علم ہو گیا تو میرے راستے بند ہو جائیں گے۔"

"اطمینان رکھو، میری طرف سے کچھ نہیں ہوگا۔" پروفیسر فیڈرک نے کہا۔ اس طرح میں نے پروفیسر کی زبان بھی بند کر دی۔ پروفیسر نے میرے ساتھ بھرپور تعاون کیا تھا اور خوشی تھی کہ میں اپنے دشمنوں کی دوستی حاصل کر کے اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

رات کے دس بجے کے قریب ایک بند وین بے ہوش بن ہام اور اُس کے ساتھی پائلٹ کو لے کر جیمس آرگن کے ایک مغربی گوشے کی طرف چل پڑی، جہاں جھیل کینٹل تھی۔ بارین نے مجھے اسی جگہ کے بارے میں بتایا تھا۔ فیڈرک نے مجھے صرف ڈرائیور مہیا کیا تھا، جو کینٹل کے بارے میں جانتا تھا۔ بن ہام اور اُس کے ساتھی پائلٹ کو رات کے کھانے میں بے ہوشی کی دوا دے دی گئی تھی چنانچہ وہ اس وقت بھی بے ہوش تھے۔ جھیل کے کنارے اُن دونوں کو اُتار دیا گیا اور فیڈرک کا آدمی وین لے کر واپس چلا گیا۔ جونہی وین کی عقبی روشنیاں تاریکی میں گم ہوئیں، ایک درخت کی آڑ سے بارین وانیکو چند لوگوں کے ساتھ باہر نکل آیا۔

"ڈینی ولسن؟" اُس نے مجھے آواز دی۔

"مسٹر وانیکو؟" میں نے جواباً اُسے پکارا اور وہ میرے قریب پہنچ گیا۔

[illegible]چ کی روشنی میں اُس نے اُن دونوں کو دیکھا، اور مسرت بھرے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ابھی میں پورا غور نہیں کر سکا کہ ان کے حصول سے مجھے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہو سکتی ہے یا نہیں، لیکن ان کا میرے قبضے میں ہونا بھی بہت کچھ ہے۔ بعض معاملات ہماری سمجھ سے باہر ہوتے ہیں ڈیٹی۔ کیا میں تمہارے سامنے ایک سنسنی خیز انکشاف کروں؟"

"کیا؟" میں نے خوش دلی سے پوچھا۔

"تمہارا دوست لولیو لاورڈا اس وقت جیسی آرگن میں موجود ہے۔"

میرے ذہن میں ایک دھماکا ہوا اور میں حیرت سے بارین وائیکو کی شکل دیکھتا رہ گیا۔ بارین وائیکو، ابراہام اور دوسرے آدمی کے سلسلے میں اپنے ساتھیوں کو ہدایات دینے لگا اور انھوں نے ان دونوں کو یہاں سے اٹھا کر ایک گاڑی میں منتقل کر دیا۔ اس دوران میں نے خود کو سنبھال لیا تھا۔

"دلچسپ اطلاع ہے بلاشبہ سنسنی خیز۔ یہ پتا چل سکا کہ وہ کب یہاں پہنچا؟"

"آج ہی شام کو سات بجے اور سب سے پہلے مجھ سے ملا۔ وہ بہت پریشان ہے۔ اس نے مجھے مائیکل بوشر کی موت کی اطلاع دی اور جیمس بک کی موت کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا کہ بلیک پلان فائل جیمس بک کے پاس سے غائب ہو گئی ہے اور اسے خطرہ ہے کہ اس کے بعد بلیک پلان کے خفیہ منصوبے کو حاصل کرنے کی کوشش بھی کی جائے گی کیونکہ جو شخص اس سلسلے میں کام کر رہا ہے وہ بے حد خطرناک ہے۔ اس سے قبل کہ وہ مجھ تک پہنچے، لاورڈا نے یہ مناسب سمجھا کہ بلیک پلان مجھ سے حاصل کر لیا جائے اور سارے کاغذات اپنی تحویل میں لے لے۔"

"مگر۔ تو کیا بلیک پلان کی دستاویزات لاورڈا کی تحویل میں چلی گئیں؟" میں نے حیرت و مسرت سے پوچھا۔

"سنسنی خیز بات تو یہی ہے۔ اگر آج کا دن گزر جاتا تو پھر تم بلیک پلان کے کاغذات حاصل نہیں کر سکتے تھے اور اگر ہم اس کی مائیکرو فلمیں نہ حاصل کر لیتے تو میرے لیے بھی فوری طور پر ان کی گمشدگی کی جواب دہی مشکل ہوتی۔" بارین نے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا۔

میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اس سے زیادہ سنسنی خیز خبر دوسری نہیں ہو سکتی تھی۔ اگر یہ دن میرے اور بارین وائیکو کے درمیان فیصلہ کن دن نہ ہوتا تو میں ہمیشہ کے لیے بلیک پلان کی فائل سے محروم ہو جاتا۔ لاورڈا کی تحویل میں جانے کے بعد اس کا حصول ناممکن تھا۔ یہ سب امداد غیبی تھی۔ رب العزت جو کام مجھ سے لینا چاہتا تھا، اس کی کوئی نہ کوئی سبیل پیدا کر دیتا تھا۔ دل ہی دل میں میں نے خدا کا تہ دل سے شکر ادا کیا اور پھر وائیکو سے بولا۔ "اس سے ایک اور فائدہ بھی ہوا ہے مسٹر وائیکو۔"

"وہ کیا؟" اس نے پوچھا۔

"اب وہ آپ پر کسی قیمت پر شک نہیں کر سکے گا کیونکہ اس خفیہ منصوبے سے جو کام بھی لیا جائے گا، ایک عرصے کے بعد لیا جائے گا۔"

"ہاں سب کچھ بہتر ہوا ہے، میں تو اس ساری کامیابی کو تم سے منسوب سمجھتا ہوں۔ درحقیقت مجھے بلیک پلان سے کوئی فائدہ نہ ہوتا بلکہ پلاٹینم پوائنٹ میرے لیے نہایت قیمتی ہے۔"

"ایک زحمت آپ کو اور دینا چاہتا ہوں مسٹر وائیکو۔ اگر آپ کے لیے ممکن ہو تو ٹھیک ہے، ورنہ میں کچھ اور بندوبست کر لوں گا۔"

"ضرور کہو۔"

"میں اب جیسی آرگن میں رکنا نہیں چاہتا۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں۔" بارین وائیکو نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"میری بات کا برا مت ماننا۔ تمہارا لاورڈا کے ہاتھ آنا میرے لیے بھی اتنا ہی خطرناک ہے جتنا تمہارے لیے۔ جیسی آرگن میں لاورڈا اپنے ایک دوست کے ہاں مقیم ہے لیکن وہ کیا سوچے گا، اس کا ذہن کیا فیصلہ کرے گا، اس کا اندازہ کسی کو نہیں ہو سکتا۔ میں بھی اسی صورت میں مطمئن ہو سکتا ہوں جب تم یہ فلمیں لے کر جیسی آرگن سے نکل جاؤ۔ میں یہ سوچ کر چلا تھا کہ تمہیں اس کا مشورہ دوں گا۔"

"صرف مشورہ یا اس کے لیے کچھ ذرائع بھی مہیا کریں گے مسٹر بارین؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مہیا کروں گا نہیں، مہیا کر چکا ہوں۔ ہوگن!" اس نے کسی کو آواز دی اور ایک مجہول سا بوڑھا آدمی قریب آ گیا۔ "یہ ہوگن ہے، سبزیوں کا بیوپاری۔ ہر ہفتے میں ایک بار یہ سبزیاں لے کر گرین واٹ جاتا ہے اور آج اس کے جانے کا دن ہے۔ یہ اپنے ساتھ ایک معاون کو لے جاتا ہے اور آج اس کی معاونت تم کرو گے۔ احتیاطاً میں نے یہ کیا ہے ورنہ بہتر ذرائع بھی..."

"نہیں مسٹر وائیکو، میں خوشی سے تیار ہوں۔"

"اوکے ڈیٹی، میں زیادہ نہیں رک سکوں گا، پتا نہیں کب وہ مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرے۔ تم ہوگن کے ساتھ چلے جاؤ۔ یہ سب ٹھیک کر لے گا۔"

میں نے بارین وائیکو سے رخصتی مصافحہ کیا اور ہوگن کے ساتھ چل پڑا۔ بارین کو مجھ پر مکمل اعتماد تھا اور مجھے اس پر۔ اس نے بن ہام وغیرہ کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا تھا گویا وہ پوری طرح مجھ پر بھروسا کرنے لگا تھا۔

ہوگن کا گھر اس مقام سے کوئی تین فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ راستے بھر اس نے کوئی بات نہیں کی پھر دونوں کو پیدل ہی یہ فاصلہ طے کرنا پڑا تھا۔ ایک سبزیوں سے بھرے ٹرک کے قریب پہنچ کر وہ رکا اور میں نے اس کی آواز سنی۔ "یہ لباس تبدیل کر لو۔ اس شاندار لباس میں میرے کسی معاون نے آج تک میرے ساتھ سفر نہیں کیا۔"

"لباس کہاں سے آئے گا؟"

"میرے پاس موجود ہے۔" اس نے جواب دیا اور اندر چلا گیا۔

وہ تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا تو اس کے پاس کسی میکسیکن گوالے کی آدھی پتلون، بنیان اور چمڑے کی گری ہوئی واسکٹ تھی۔ اس نے بڑے اطمینان سے یہ لباس میرے حوالے کر دیا۔ گھٹنوں کے پاس سے پھٹی ہوئی پتلون اور یہ لباس پہن کر میں مطمئن ہو گیا۔ ہوگن مجھے گھور رہا تھا پھر اس نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔ "تم تو چوری کے مال لگ رہے ہیں، انھیں بھی اتار دو تو مہربانی ہوگی۔"

"ضرور مسٹر ہوگن۔" میں نے ہنس کر کہا اور جوتے اتار کر سبزیوں کے انبار میں ٹھونس دیے۔ ہوگن کی ہدایت پر میں آلوؤں کے بوروں پر جا بیٹھا اور ہوگن نے ٹرک اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دیا۔

جیسی آرگن کی آخری روشنی نگاہوں سے اوجھل ہوئی تو لوریں یاد آ گئی۔ عجیب سا احساس ہوا تھا دل کے کسی گوشے میں۔ اس کے لیے کوئی خاص تصور نہیں تھا بلکہ اس کی یگانگت کے انداز سے الجھن ہوتی تھی لیکن اس سے دور ہوتے ہوئے دل میں خواہش ابھری کہ آخری بار اس سے ملنا ضرور چاہیے تھا۔

مسٹر ہوگن کا ٹرک تاریخی نوعیت کا حامل تھا۔ ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکے لوریاں سنا رہے تھے اور اگر ٹرک کے انجن کی آواز فرقی موسیقی دلنشر کر رہی ہوتی تو آلوؤں کے بوروں پر بھی نیند آ سکتی تھی۔ بہر حال ستا جاگتا رہا۔ رات کو سوا دو بجے مسٹر ہوگن نے آواز دی تو میں چونک پڑا۔

"تین آلوؤں کے بورے اور دو شلجم کے گٹھے اتار دو۔ میں بوڑھا آدمی ہوں، یہ نہیں کر سکتا۔" میں نے پلکیں جھپکا کر دیکھا۔ کوئی موٹل تھا، جہاں مسٹر ہوگن سبزی سپلائی کرتے ہوں گے۔ آلوؤں کے تین بورے اور شلجموں کے دو گٹھے کمر پر لاد کر موٹل میں پہنچائے اور اس کے بعد آگے روانگی ہوئی۔

"گرین واٹ ہم کس وقت پہنچیں گے؟" میں نے مسٹر ہوگن سے کہا۔

"پونے چار بجے۔ لیکن تمہیں پانچ بجے سے پہلے فرصت نہ مل سکے گی۔ معاف کرنا، میں بوڑھا آدمی ہوں۔"

میں ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ دل ہی دل میں مسٹر ہوگن سے شرمندہ تھا کہ گرین واٹ پہنچ کر انھیں سخت مایوسی ہوگی، جب آلوؤں کے بوروں پر میں موجود نہ ہوں گا۔ ویسے یہ معاون کا بھیس بدلنا بیکار ہی رہا تھا۔ راستے میں کسی نے ٹوکا تھا نہ اس ٹرک پر توجہ دی تھی مگر بہر حال احتیاط ضروری تھی۔

تین بج کر دس منٹ ہوئے تھے جب میں نے وہ بستی دیکھ لی، جہاں مسٹر جیکارڈ کا فارم تھا۔ لوسیا سے ملنا ضروری تھا کیونکہ اس کے پاس بلیک پلان فائل موجود تھی۔ وہ فائل جو میں نے جیمس بک سے حاصل کی تھی۔

مسٹر ہوگن آرام سے ٹرک ڈرائیو کر رہے تھے۔ میں نے اپنے کپڑوں کی گٹھڑی سنبھالی اور مسٹر ہوگن کو دھکیلنے کی کوئی ترکیب سوچنے لگا پھر میں نے اطمینان سے ایک بڑا سا آلو اٹھا کر اس طرح اوپر اچھالا کہ وہ ونڈ اسکرین پر پڑے اور ایسا ہی ہوا۔ مسٹر ہوگن نے زبردست بریک لگائے تھے پھر دروازہ کھول کر نیچے اترے۔ اسی لمحے میں دوسری سمت سے نیچے کود کر قریبی جھاڑیوں کی طرف دوڑ پڑا۔ مسٹر ہوگن چند لمحے ادھر ادھر دیکھتے رہے۔ آلو تاریکی میں لڑھک کر گم ہو گیا تھا اس لیے ان کی توجہ پیچھے نہ گئی اور وہ بڑبڑاتے ہوئے دوبارہ اسٹیئرنگ پر پہنچ گئے۔ میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور پھر اس شاندار لباس سے نجات حاصل کرنے لگا۔

لوسیا کیلس کے فارم میں داخل ہو کر میں نے وہی آرام گاہ منتخب کی جہاں اس نے پہلی بار مجھے جگہ دی تھی۔ میری خواب گاہ خالی تھی، میں اطمینان سے لیٹ کر سو گیا اور دوسری صبح اس وقت جاگا جب سورج خوب چڑھ چکا تھا۔ آنکھ کھلی تھی کہ لوسیا کا چہرہ نظر آیا۔ وہ چوروں کی طرح اندر جھانک رہی تھی۔

"ہیلو لوسیا!" میں نے اسے پکارا اور وہ چھلانگ لگا کر میرے اوپر آ رہی۔ بمشکل تمام میں اسے خود پر سے ہٹانے میں کامیاب ہو سکا تھا۔

"بس چند منٹ خاموش رہو، وہ روانہ ہونے والی ہے۔" لوسیا سرگوشی کے انداز میں بولی۔

"کون؟" میں نے بھی سرگوشی میں پوچھا۔

"آنٹی۔ بس تم کچھ ہی دیر اور رکو۔ میں ابھی آتی ہوں۔ اپنی جگہ سے اٹھنے کی کوشش نہ کرنا۔ طویل عمری نے اس کی سماعت کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا، ٹھیک ہے نا؟" اس نے ملتجی انداز میں کہا اور باہر نکل گئی۔

دوسری خوفناک لڑکی! میں نے ٹھنڈی سانس لے کر سوچا۔ پندرہ منٹ کے بعد لوسیا اندر آئی تو اس کا چہرہ پھول کی طرح شگفتہ تھا۔ وہ پھر اسی طرح چھلانگ لگا کر مجھ پر آ پڑی تھی۔

"تم بالکل ٹھیک ہو نا ڈیٹی؟ پروفیسر سے ملاقات ہوئی؟ تمہارے کام کی کیا پوزیشن رہی، کوئی کامیابی ہو سکی یا...؟" اس نے ایک ہی سانس میں بہت سے سوالات پوچھ ڈالے۔ میں نے ایک بار پھر نرمی سے اس کے بوجھ سے نجات حاصل کی اور پھر ترتیب سے اس کے سوالات کے جواب دینے لگا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔ پروفیسر فریڈرک نے تمہارے نام پر مجھ سے پورا پورا تعاون کیا اور مجھے اپنے کام میں کامیابی ہو گئی ہے۔"

"اب تو تم پر میرا حق بنتا ہے نا... اب... اب..." وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ اس کی آنکھوں کی آنچ مجھے پگھلائے دے رہی تھی۔

"آنٹی فرن کہاں گئی ہیں؟"

"بستی۔ ہفتے وار خریداری کے لیے۔ چار پانچ گھنٹے ضرور صرف

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہو جائیں گے تو اُس نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔
"اور انکل جنکاڈر؟"
"گرین لاٹ تین دن کے بعد واپس آئیں گے۔ تم نے وعدہ کیا تھا کہ اپنے کام کی تکمیل کے بعد تم میری خواہش کے مطابق میرے پاس قیام کرو گے۔ وعدے سے انحراف تو نہیں کرو گے؟" وہ بولی اور میں تعجب سے اُسے دیکھنے لگا۔ مجھے تو ایسا کوئی وعدہ یاد نہیں آیا تھا لیکن مصلحت نے مجھے خاموش ہی رکھا۔ "جواب دو، خاموش کیوں ہو گئے؟"
"خاموشی رضامندی کا دوسرا رُوپ ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔
"ایک کہانی سناؤں، یقین کرو گے؟"
"سناؤ۔"
"تمہارے جانے کے بعد میں تمہارے بارے میں بہت کچھ سوچتی رہی۔ میں نے بار بار آئینے میں خود کو دیکھا، آئینے نے مجھے بتایا کہ اب میں کوئی نوخیز کلی نہیں ہوں۔ میری آگے بڑھتی ہوئی عمر مجھے آنٹی فرن کے راستے پر لے جا رہی ہے۔ میں نے اپنی زندگی کی محرومیوں کا جائزہ لیا تو مجھے اپنے اردگرد بے شمار اشیں نظر آئیں۔ تب میں نے اپنی سوچ کے راستے بدل دیے اور... اور..." اُس نے لگاوٹ کی نگاہ سے مجھے دیکھا پھر بولی "اور میں بے چینی سے تمہاری واپسی کا انتظار کرنے لگی۔ رات کو میں یہ سوچتے سوچتے سوئی تھی کہ صبح کو جب میں جاگوں گی تو تم مجھے یہیں سوتے ہوئے نظر آؤ گے اور میں اسی سوچ میں ڈوبی نیند بھری آنکھیں لیے تمہیں دیکھنے آئی تھی۔ تم سو رہے تھے۔ کیا خواب کی اس سچی تعبیر کی مسرت کا تم اندازہ کر سکتے ہو؟"
"ہاں، مجھے اندازہ ہے۔" میں نے خوفزدہ انداز میں کہا۔
"اوہ ڈینی! ڈینی میں بہت خوش ہوں۔ ابھی میں آنٹی کو تمہارے بارے میں نہیں بتاؤں گی۔ کئی دن تک نہیں بتاؤں گی۔ ہم لوگ دل کھول کر ساتھ رہیں گے۔ اپنے بارے میں فیصلے کریں گے پھر میں پورے اعتماد سے تمہارے بارے میں انکل جنکاڈر سے گفتگو کروں گی۔"
"جیسا تم پسند کرو۔" میں نے جواب دیا۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ اُسے سمجھانے کی کوئی کوشش کارگر نہیں ہو گی۔ ابھی خاصی پختہ کار ہونے کے باوجود وہ غلط فیصلے کرنے کی عادی ہے۔ اُسے خود ہی سوچ لینا چاہیے تھا کہ میں کن حالات میں اس تک پہنچا [illegible] خود کو اس کے لیے وقف کرنے کو میں نہیں آیا تھا۔
"میں ابھی آئی۔" اُس نے کہا اور باہر نکل گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ناشتے کی ٹرے اُٹھائے اندر آئی تھی۔ ناشتے کے دوران اُس نے پروفیسر فیڈرک کے بارے میں پوچھا۔ میری کامیابی کے بارے میں سوالات کیے اور میں نے روا روی میں اُس سے فائل کے بارے میں پوچھ لیا۔
"وہ میں نے پوری حفاظت سے رکھی ہوئی ہے۔"
"مجھے دو، تھوڑی دیر اس پر کام کروں گا۔"
"ابھی نہیں، جب آنٹی آ جائیں گی تب دوں گی لیکن رات سے پہلے فارغ ہو جانا۔"
"یقیناً۔" میں نے جواب دیا۔
بدبخت آنٹی واقعی پانچ گھنٹے کے بعد واپس آئی تھی اور ان پانچ گھنٹوں میں مجھ پر جو بیتی اس کا تذکرہ ممکن نہیں ہے۔ سب کچھ برداشت کرنا پڑا تھا کیونکہ بلیک پلان فائل اُس کے پاس تھی ورنہ شاید میں بوڑھے ہوگن کے ساتھ سیدھا گرین لاٹ پہنچ جاتا۔ بلاشبہ لوسیا کی وجہ سے مجھے بہترین کامیابی حاصل ہوئی تھی لیکن یہ ذیلی کردار تو راستے میں آتے ہی رہتے تھے۔ کہانیاں اسی طرح بنتی ہیں۔ میں ہر کردار کو اپنی کہانی کا مرکز تو نہیں بنا سکتا تھا۔ سو بعض کرداروں کو نظر انداز بھی کرنا پڑتا تھا۔
آنٹی فرن کے آ جانے کے بعد لوسیا چلی گئی تھی۔ اس کی غیر موجودگی میں میں یہ سوچ رہا تھا کہ مجھے کس وقت یہاں سے نکلنا چاہیے۔ یہ وقت بہرحال رات کا نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ اگر لوسیا رات کو میرے پاس پہنچ گئی تو میرے لیے خاصی اُلجھنیں پیدا ہو جائیں گی۔ بس مجھے بلیک پلان فائل کا انتظار تھا۔ کوئی بیس منٹ کے بعد میری یہ مشکل بھی حل ہو گئی۔ لوسیا فائل لے کر میرے پاس پہنچی اور کہنے لگی "رات کو دس بجے تک تمہاری چھٹی۔ آنٹی جیسا کہ تمہیں علم ہے، جلد سونے کے لیے چلی جاتی ہیں، بس اس کے بعد میں تمہارے پاس پہنچ جاؤں گی۔"
"ٹھیک ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا اور لوسیا ہنستی ہوئی چلی گئی۔ بلیک پلان فائل کھول کر میں نے اُس کا جائزہ لیا۔ سب کچھ جُوں کا تُوں تھا۔ لوسیا نے اُس میں کوئی تبدیلی نہیں کی تھی۔ اس کے بعد میں یہاں سے فرار کے بارے میں سوچنے لگا اور پھر شام کے جھٹپٹے میں فارم ہاؤس کی عمارت کے عقبی حصے سے باہر نکل آیا۔ لوسیا کا پُرخلوص تعاون اپنی جگہ لیکن میں زیادہ وقت یہاں صرف کر بھی تو نہیں سکتا تھا۔ بلیک پلان کیس مکمل ہو چکا تھا اور اب مجھے واپس تہذیب مالکم ایجس کے پاس پہنچنا تھا۔

گرین لاٹ اور اس کے بعد واپس اپنے مسکن تک پہنچنے میں مجھے کوئی بہت بڑی دُشواری نہیں ہوئی تھی۔ البتہ احتیاط کا دامن میں نے کسی موڑ پر نہیں چھوڑا تھا اور خود کو نمایاں ہونے سے ہر جگہ بچایا تھا۔ پھر شہر میں پہنچنے کے بعد میں نے اپنے ٹھکانے کا رُخ کیا۔ اس وقت میرا دل کس قدر دھڑک رہا تھا۔ اس دوران تہذیب مالکم ایجس سے بالکل ہی لاتعلق رہا تھا۔ اُسے نہیں چھوڑ گیا تھا کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا لیکن اب دل میں یہ وسوسے اُٹھ رہے تھے کہ کہیں وہ کسی آفت کا شکار نہ ہو گئی ہو۔
دھڑکتے دل کے ساتھ اس عمارت میں داخل ہوا، جو مسٹر جوشو کی عنایت سے مجھے ملی تھی لیکن یہاں ہم نے اپنے طور پر کچھ تبدیلیاں کر لی تھیں، یعنی مسٹر جوشو کا فلیٹ بھی ہمارے پاس موجود تھا مگر تہذیب مالکم ایجس اب دوسرے فلیٹ میں مقیم تھی۔
اس دوسرے فلیٹ کے دروازے پر پہنچ کر میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ کال بیل پر اُنگلی رکھ دی۔ اپنے طور پر ہوشیار بھی تھا، اس تصور کے تحت کہ کہیں کوئی حادثہ پیش نہ آ جائے۔ اندر سے دروازہ کھولا گیا اور پھر کسی نے باہر جھانکا۔ خمیدہ کمر کی ایک بوڑھی عورت تھی جس کے سر کے سارے بال سفید ہو چکے تھے۔ چہرہ معصوم بچّوں کی طرح سے تھا۔ اُس نے باہر جھانکا اور میں اُس کے عقب کا جائزہ لینے لگا۔ میری نگاہ تہذیب کو تلاش کر رہی تھیں۔ اسی وقت اُس کی خرخراتی آواز اُبھری "کس سے ملنا ہے؟"
ایک لمحے کے لیے میں ساکت رہ گیا تھا پھر میں نے دھڑکتے دل سے کہا "یہاں مسز..."
"اوہ! میں سمجھ گئی، آ جاؤ... اندر آ جاؤ۔" اُس نے کہا اور میں ایک لمحہ خاموش رہنے کے بعد اندر داخل ہو گیا۔ بوڑھی عورت نے دروازہ بند کر دیا تھا اور میں یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا کہ یہ بوڑھی کون ہے؟ کیا تہذیب مالکم ایجس نے اُسے اپنی معاون کے طور پر رکھ چھوڑا ہے۔ میری نگاہیں چاروں طرف بھٹکنے لگیں۔ فلیٹ جوں کا توں تھا۔ بوڑھی دونوں ہاتھ کمر پر رکھے ہوئے کھڑی ہوئی تھی۔
"پریشان کیوں ہو گئے، آؤ بیٹھ جاؤ۔ تمہیں مسز ڈونیا میک سے ملنا ہے نا؟"
"ڈونیا میک...!" میں نے گھبراتے ہوئے انداز میں کہا اور بوڑھی آنکھیں بند کر کے ہنسنے لگی۔
"اُس کے سارے ہی ملنے والے خبطُ الحواس ہوتے ہیں۔ سب کے سب اُلٹی سیدھی باتیں کرتے ہیں۔ اُس سے ملنے آتے ہیں لیکن یہاں آنے کے بعد بے وقوفوں کی طرح کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟"
"میڈم! میرا مطلب ہے... میڈم ڈونیا میک یعنی مسز ڈونیا میک اس وقت کہاں ہیں؟"
"کون جانتا ہے اُن کے بارے میں، بھلا کون جان سکتا ہے۔ بیٹھو! میں تنہا بور ہو رہی تھی اور دُعائیں مانگ رہی تھی کہ کوئی آ جائے تاکہ تھوڑی دیر اس سے باتیں ہی کر سکوں۔ تم آ گئے ہو تو بیٹھو۔ کیا نام ہے تمہارا اور اُن سے کیوں ملنا چاہتے ہو؟"
میں پریشانی سے سر کھجانے لگا۔ بار بار میری نگاہیں بھٹکنے لگی تھیں۔ تہذیب مالکم ایجس کہاں گئی اور جب میری پریشانی عروج پر پہنچ گئی تو میں واپسی کے لیے قدم بڑھاتا ہوا بولا "مسز ڈونیا میک سے کہنا کہ اُن کا دوست ڈینی ولسن اُن سے ملنے آیا تھا، پھر آئے گا۔"
میں واپسی کے لیے پلٹا تو بوڑھی نے آگے بڑھ کر میرا بازو پکڑ لیا۔
"ارے... ارے! میں تم سے کہہ رہی ہوں کہ تھوڑی دیر بیٹھ کر مجھ سے باتیں کرو، میں بور ہو رہی ہوں اور تم واپس جا رہے ہو۔"
"نہیں محترمہ! میں مصروف ہوں۔" میں نے کہا اور بوڑھی نے میری آستین پکڑ کر مجھے زور سے جھٹکا دیا۔
"نہیں جا سکتے، کیسے جا سکتے ہو تم... جب میں کہہ رہی ہوں تو تمہیں بیٹھنا ہو گا۔" اور دفعتاً ہی میرے ذہن میں ایک خیال اُبھرا۔ میں نے چونک کر بوڑھی کی شکل دیکھی اور ایک بار پھر پریشان ہو گیا۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ یہ میک اَپ نہیں تھا... یقینی طور پر یہ میک اَپ نہیں تھا۔ اس کی عمر اُس کے ہر انداز سے جھلکتی تھی۔
بوڑھی نے ایک بار پھر مجھے بٹھا دیا اور خود بھی ہنستی ہوئی دوسرے صوفے پر بیٹھ گئی۔ اس کے بعد وہ کسی قدر بدلی ہوئی آواز میں بولی اور میں چونک پڑا۔
"بس دیکھ لیا علی یا خان صاحب... بس دیکھ لیا آپ کو۔" اُس نے کہا اور میں متحیرانہ انداز میں کھڑا ہو گیا اور پھر میں اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکا۔
"کیا کہوں تمہیں... بس کیا کہوں؟" میں نے دانت پیستے ہوئے کہا۔
"دل چاہ رہا ہے... دل چاہ رہا ہے..."
تہذیب اپنے چہرے سے میک اَپ ماسک اُتار رہی تھی۔ اُس نے بوڑھی عورت کا میک اَپ اُتار کر ایک طرف رکھ دیا۔ ہاتھوں اور پیروں تک پر میک اَپ کیا گیا تھا، جس کی وجہ سے اُس کا پورا بدن جھرّیوں زدہ محسوس ہوتا تھا۔ بلاشبہ اس شاندار میک اَپ کی جتنی بھی داد دی جاتی، کم تھا۔ میں حیرت بھری نگاہوں سے اپنی تہذیب کو دیکھ رہا۔ جھرّیوں زدہ میک اَپ اُتارنے کے بعد نکھری نکھری تہذیب میرے سامنے تھی اور میری نگاہوں میں اُس کے لیے شوق کے جذبات اُبھر رہے تھے۔ تہذیب کو خوش و خرم اور پُرسکون پا کر مجھے دلی مسرت ہوئی تھی اور چند لمحوں کے لیے میں جذباتی ہو گیا تھا۔
تہذیب نے پھر اسی بوڑھی آواز میں کہا "خود کو قابو میں رکھو نوجوان! میڈم ڈونیا میک تمہیں اس حالت میں دیکھیں گی تو کیا کہیں گی؟"
"تم... تم تہذیب، بہت سنگدل ہو۔ میں نہ جانے کیا کیا وسوسے دل میں لیے یہاں آیا تھا۔ تمہارے لیے کتنا پریشان تھا اور تمہیں ایسے وقت میں یہ شرارت سوجھی تھی۔" میں نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔
"کیا کیا وسوسے تھے؟" تہذیب نے بدستور شرارت سے پوچھا۔
"بس سوچ رہا تھا کہ تم نہ جانے کس حال میں ہو۔ میرے پیچھے نہ معلوم تم پر کیا گزری ہو۔"
"مجھ پر اعتماد نہیں تھا؟"
"بہت اعتماد ہے تہذیب، اعتماد نہ ہوتا تو تمہیں تنہا کبھی نہ چھوڑتا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بہرحال، کوئی اُلجھن تو پیش نہیں آئی؟“ میں نے پوچھا۔

”ہاں پیش آئی۔“ اُس نے مختصراً کہا۔

”کیا؟“ میں نے چونک کر کہا۔

”بڑا اکیلا پن محسوس ہُوا۔ پڑوس کے بچے مجھے نانی کہتے ہیں تو یوں لگتا ہے جیسے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی ہو۔ بس اس کے علاوہ اور کوئی اُلجھن پیش نہیں آئی۔“

”مسٹر جوشو سے ملاقات ہوئی؟“

”بالکل نہیں، بس دو بار فون پر انھیں خیریت کی اطلاع دی تھی۔ ویسے میری نگرانی مسلسل کی جاتی رہی ہے، میرا مطلب ہے جوشو کے آدمی میری طرف سے مستعد رہے ہیں۔“

”جوشو ہمارا بڑا محسن ہے۔ یہ بیک اَپ کس نے کیا تھا؟“

”میں نے خود... بس یہی مناسب خیال کیا تھا اور تم سے دُور رہ کر تو ویسے بھی بڑھاپے کا احساس ہوتا ہے۔“ اُس نے شوخ لہجے میں کہا۔

”میری قربت بھی تو تمھیں جوان نہیں کرتی۔“ میں نے کہا اور تہذیب سے اُس کی شرارت کا بدلہ لے لیا۔ وہ بُری طرح جھینپ گئی تھی۔

”تمھارے چہرے کا سکون بتاتا ہے کہ کامران لوٹے ہو۔ کیا تمھیں اپنے مقصد میں کامیابی ہوئی؟“ اُس نے موضوع بدلنے کے لیے کہا۔

”تم نے خدا سے دُعا کی تھی میرے لیے؟“

”ہاں، کیوں نہیں، بہت!“

”بس تو ثابت ہُوا کہ حسینوں کی دُعا فوراً قبول ہو جاتی ہے۔ یہ بیک پلان فائل ہے اور یہ وہ خفیہ منصوبہ جو بارین وانیکو کی تحویل میں تھا۔“ میں نے گٹھڑی سے مائیکرو فلموں کے رول نکال کر تہذیب کے سامنے ڈال دیے اور تہذیب حیرت و مسرت سے ایک ایک چیز دیکھنے لگی۔

”بہت مشکلات پیش آئی ہوں گی؟“

”ہاں، کسی حد تک۔“

”تفصیل بتاؤ۔“ تہذیب نے کہا اور میں نے اُسے پوری کہانی سُنا دی۔ تہذیب مُسکرا رہی تھی۔ اُس نے کوئی تبصرہ نہیں کیا پھر بولی۔

”میں تمھارے لیے کھانا وغیرہ تیار کرا لوں، اس کے بعد باتیں کریں گے۔“

”رات کو۔“ میں نے خوفزدہ انداز میں کہا۔

”کیا مطلب؟“

”بس رات کے تصوّر سے خوف آنے لگتا ہے۔ بڑا دہشت ناک لفظ بن گیا ہے یہ میرے لیے۔“

”بے چاری لوسیا کا مذاق اُڑا رہے ہو کتنی دل برداشتہ ہوئی ہو گی تمھاری گمشدگی پر۔ اب شاید وہ زندگی بھر کسی کی طرف متوجہ نہ ہو گی۔“

”میں بھی مجبور تھا تہذیب، کیا کرتا اُس کے لیے تم ہی بتاؤ۔“

”غسل وغیرہ کر لو۔“ اُس نے کہا اور باہر نکل گئی۔

کھانے کی میز پر میں نے اُس سے پوچھا۔ ”بے تو بابیک کیا ہے؟“

”ایک فرضی نام۔ سب مجھے اُس کی ملازمہ کی حیثیت سے جانتے ہیں، اُسے کسی نے نہیں دیکھا۔“

”میری کیا گنجائش ہوگی؟“ میں نے پوچھا۔

”بوڑھے مسٹر جیگر، جو لاس ویگاس گئے ہوئے تھے۔“

”تمھارے کون ہیں؟“

”شوہر۔“ تہذیب نے کہا۔

”خدا کا شکر ہے، ہم نے اپنی ازدواجی زندگی کی ابتدا بڑھاپے سے کی ہے۔“ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

اس کے بعد ہم کچھ دیر تک اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔ مقصد صرف ذہنی تفریح تھا پھر تہذیب نے پوچھا۔ ”تم بیک پلان سے پوری طرح واقف ہو چکے ہو؟“

”ہاں، یہ خوفناک منصوبہ ہے، اب ایک مشکل مرحلہ درپیش ہے تہذیب کہ ہم یہ سب کچھ بیروت کس طرح پہنچائیں۔ ابھی ہاورڈ اندھیرے میں ہے۔ لیکن وہ جتنا بڑا شیطان ہے اس سے یہ بعید نہیں ہے کہ حقیقت سے واقف ہو جائے۔ اس سے قبل کہ وہ ہمارے راستے بند کرے، بیروت کو اس منصوبے سے آگاہ ہو جانا چاہیے۔“

”کیا ہمیں بیروت جانا ہوگا؟“

”یہ بھی ممکن نہیں ہے۔“

”مسٹر جوشو؟“

”قطعی نامناسب رہیں گے۔ اس وقت وہ ہاورڈ کی توجہ کا مرکز ہیں اور ہاورڈ یہ جاننے کے بعد کہ میں یہاں موجود ہوں، نہ جانے کیا کچھ کر چکا ہوگا۔ مسٹر جوشو کو میں خطرے میں نہیں ڈال سکتا، کچھ اور کرنا ہوگا۔“

”مثلاً؟“

”میں مسٹر جوشو سے بات کروں گا، ممکن ہے وہ کسی غیر متعلق آدمی کے ذریعے یہ کام کرا دیں۔ ابھی ہمارے پاس وقت ہے۔“

تہذیب خاموشی سے کچھ سوچتی رہی۔ میں نے کہا۔ ”اس دوران اخبارات دیکھتی رہی ہو؟“

”ہاں۔“

”کوئی خاص خبر؟“

”نہیں، یوں لگتا ہے، جیسے اخبارات کو اس سلسلے میں خصوصی طور پر خاموش رہنے کی ہدایت کی گئی ہو۔ ہاں، مائیکل جوشر کی موت کی خبر ضرور چھپی تھی لیکن ان کا ہارٹ فیل ہو گیا تھا۔“

”اوہ!“ میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ ”اس سے زیادہ وہ کیا کر سکتے تھے۔“

دوسرے دن صبح تہذیب نے ناشتے کی میز پر کہا۔ ”علی! میں نے ایک ترکیب سوچی ہے تم سے مشورہ کرنا ہے۔“

”کس بارے میں؟“

”بیک پلان بیروت پہنچانے کے سلسلے میں۔“

”کیا تجویز ہے؟“

”جو کچھ میں کہوں اُسے محسوس نہ کرنا علی۔ تنظیم نے تمھارے سلسلے میں اُن جذبات کا اظہار نہیں کیا، جو کرنا چاہیے تھا۔ تمھاری جگہ کوئی اور ہوتا تو بددل ہو کر اپنے راستے تبدیل کر دیتا لیکن تم بہت اعلیٰ ظرف انسان ہو اور صرف اپنے مقصد کی تکمیل پر نظر رکھتے ہو۔ کیا اس سے اختلاف کرتے ہو تم؟“

”نہیں، یہ حقیقت ہے تہذیب، تم جانتی ہو۔“

”ہم جو کچھ کر رہے ہیں علی، اس تگ و دو میں صرف ہمارے نیک جذبات کا دخل ہے، کسی کی خوشنودی ہمیں مقصود نہیں۔“

”درست، بالکل درست۔“

”پھر کیا ضروری ہے کہ یہ سب کچھ ہم بیروت بھیجیں۔“

”کیا مطلب؟“ میں نے تعجب سے کہا۔

”مقصد بیک پلان کو ناکام بنانا ہی ہے نا؟“

”بالکل۔“

”اگر یہ پورا پلان منظرِ عام پر آ جائے تو خود بخود ناکام ہو جائے گا۔ حکومتیں اور متعلق لوگ اس سے واقف ہو جائیں گے۔ اس کے بعد اس پر عمل کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے؟“

میں چونک پڑا۔ تہذیب نے ایک معقول بات کی تھی۔ یقیناً یہ اس مسئلے کا بہترین حل تھا۔ میں نے کہا۔ ”لیکن یہ منظرِ عام پر کس طرح آئے گا۔“

”اخبارات کے ذریعے۔“ وہ بولی۔

”کیا یہ ممکن ہے؟“ میں نے اُلجھے ہوئے انداز میں کہا۔

”اس کے لیے میں نے کرائم انٹرنیشنل کا انتخاب کیا ہے، یہ اخبار امریکا، فرانس اور برطانیہ سے بیک وقت شائع ہوتا ہے، میں نے تینوں جگہ کے اخبارات تو نہیں دیکھے، اگر تینوں میں ایک ہی مواد تھوڑی بہت ردوبدل کے ساتھ شائع ہو جائے تو ہمارا کام شاندار طور پر ہو سکتا ہے۔“ تہذیب نے کہا۔

”مگر یہ سب کچھ آسان نہیں ہوگا تہذیب۔“

”ہرگز نہیں، یہ کس نے کہا کہ آسان ہوگا۔ کیا ہم آسان زندگی گزارنے کے خواہش مند ہیں علی؟“ تہذیب نے بڑے اعتماد سے کہا۔

میں پُرخیال انداز میں تہذیب کی شکل دیکھ رہا تھا پھر میں نے کہا۔ ”تمھاری تجویز جاندار ہے تہذیب۔ اس بات کا تو میں قائل ہو گیا ہوں۔ بلاشبہ اگر بیک پلان کے بارے میں تفصیلات اخبارات میں شائع ہو جائیں تو یہ خود بخود ناکام ہو جاتا ہے، نہ صرف ناکام ہو جاتا ہے بلکہ ان دستاویزات کی اشاعت بڑی تہلکہ خیز ہوگی۔ اس کے لیے تم نے جس ذہانت سے کرائم انٹرنیشنل کا انتخاب کیا ہے، وہ بھی قابلِ تحسین ہے لیکن ہم اخبار کو اس کے لیے کیسے مجبور کر سکتے ہیں، یہ سوچنا ہے۔ یوں کرو تہذیب، تم اپنے طور پر اس پروگرام کو ترتیب دو، میں اپنے طور پر غور و فکر کرتا ہوں، اس کے بعد ہم اپنی اپنی تجاویز ایک دوسرے کے سامنے رکھیں گے اور ان پر بحث کریں گے۔“

”تب پھر یہ کام فوراً شروع ہو جانا چاہیے۔“

”بالکل۔“ میں نے کہا۔

میں اور تہذیب الگ الگ کمروں میں بند ہو گئے۔

دوپہر کے کھانے پر تہذیب نے مجھے چونکا دیا۔ ”میں نے پورا پروگرام ترتیب دے لیا ہے۔“ وہ بولی۔

”خوب! کھانے کے بعد ہم اس پر گفتگو کریں گے۔“ میں نے کہا۔ ہم دونوں بہت پُرجوش تھے۔

کھانے کے بعد تہذیب کے کمرے میں نشست ہوئی۔ تہذیب نے جو پروگرام ترتیب دیا تھا، اُس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اُس نے کہا۔ ”نمبر ایک، کرائم انٹرنیشنل اس سلسلے میں سب سے موزوں اخبار ہے، کیونکہ وہ تین ملکوں سے شائع ہوتا ہے۔ پی کان نیوز ایجنسی والوں کا کہنا ہے کہ تینوں ملکوں سے شائع ہونے والے اس اخبار کے مضامین یکساں ہوتے ہیں سوائے اضافی ملکی خبروں کے۔ ٹیلی پرنٹر اس سلسلے میں رابطہ رکھتے ہیں۔“

”یہ بات تمھیں کیسے معلوم ہوئی؟“ میں نے پوچھا۔

”پی کان نیوز ایجنسی سے، میں نے اُسے فون کیا تھا۔“ تہذیب نے جواب دیا پھر سلسلۂ کلام جوڑتے ہوئے بولی۔ ”نمبر دو، اس ساری کارروائی کے لیے سات دن مخصوص کیے جائیں گے۔ نمبر تین، سب سے پہلے اخبار کے مالکان اور بورڈ آف ممبرز کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں گی۔ اس کے بعد سب سے مؤثر شخصیت کو منتخب کیا جائے گا، جو اخبار کی پالیسی مرتب کرتی ہے۔ پریس وغیرہ کے بارے میں معلومات بھی اہم ہیں۔ نمبر چار، اخبار کی ترتیب ذہن میں رکھ کر اس کے مطابق اس کی کمپوزنگ تیار کی جائے گی تاکہ اس کام کے لیے اخبار کے ملازمین پر انحصار نہ ہو اور عین وقت پر کوئی دقت پیش نہ آ سکے اور یہی کمپوزنگ پرنٹ ہو جائے۔ اسی کی نقول ٹیلی پرنٹر پر فرانس اور برطانیہ کو فراہم کر دی جائیں۔“

میں نے پُرخیال انداز میں کہا۔ ”سات دن اس کام کے لیے بہت کم ہیں تہذیب اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اس سے زیادہ وقت ہمارے پاس نہیں ہے۔ کام کرنے والے ہم دو افراد ہیں اور کام کی نوعیت مہینوں پر محیط ہے۔ مجوزہ لوگوں کی تلاش اور مؤثر ترین شخصیت پر تسلط، یہ سب کیسے ممکن ہے؟“

”تمھارے ذہن میں کوئی اور تجویز ہے علی؟“ تہذیب نے کہا۔

”ہاں اس سے تھوڑی سی مختلف۔“ میں نے کہا۔

”کیا؟“

”کرائم انٹرنیشنل سے میں متفق ہوں۔ ہمیں اس سلسلے میں صرف ایک پریس درکار ہوگا جس میں کرائم انٹرنیشنل کی پرنٹنگ ہو سکے۔ یہ معلومات

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حاصل کی جائیں کہ یہ اخبار کون کون سی ایئر لائنز سے کہاں کہاں روانہ کیا جاتا ہے۔ ہمیں اس کے پورے سیٹ اَپ کے ساتھ اس کی نقل تیار کرنا ہوگی۔ اس کی تعدادِ اشاعت معلوم کرنا ہوگی اور اسی تعداد میں اسے چھپوا کر تیار کر لینا ہوگا۔ اس کے بعد جنرل آپریشن یہ ہوگا کہ ایئر لائنز میں اصل اخبار کی جگہ یہ اخبار پہنچایا جائے۔ ہاکرز اور نیوز ایجنسیاں بھی اس کے بنڈل حاصل کریں۔"

تہذیب نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "بے شک یہ پروگرام پہلے پروگرام سے مختصر ہے لیکن علی! سوال وہی پیدا ہوتا ہے کیا ہم دونوں یہ سب کچھ کر سکتے ہیں؟ اگر وقت سے پہلے یہ سازش طشت از بام ہو گئی تو کچھ نہ ہو سکے گا۔"

"جوشو سے اس سلسلے میں ملاقات کرنا ہوگی۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور تہذیب گردن ہلانے لگی۔

مسٹر جوشو کو ہم نے پہلے سے اس ملاقات سے آگاہ نہیں کیا تھا لیکن اُن سے ملنے کے لیے خاصا طویل راستہ منتخب کیا گیا تھا۔ ہم دونوں بھی جوڑے کی شکل میں ایئر پورٹ پہنچے۔ مختصر سوٹ کیس اور سفری بیگ ہمارے ساتھ تھے۔ وہاں سے ٹیکسی کر کے چائنا ٹاؤن چل پڑے اور پھر مسٹر جوشو کے مہمانوں کی حیثیت سے اُن کے پاس پہنچ گئے۔ مسٹر جوشو کو گمان بھی نہیں تھا کہ یہ ہم ہیں اور جب ہم نے انکشاف کیا تو وہ حیرت سے اُچھل پڑے۔

"ویری گڈ، یہ میک اپ کس نے کیا؟"

"ہم نے خود۔"

"بہت خوب بچے ہو تم دونوں۔ ویسے کینٹن ولا سے تم لوگ اس میک اپ میں نہیں نکلے؟"

"نہیں، اس کے لیے ہم نے دوسری جگہ منتخب کی تھی۔"

"میرے آدمی دھوکا کھا گئے، اس لیے مجھے یقین ہے کہ دوسرے بھی تم سے واقف نہ ہو سکے ہوں گے۔"

"آپ کے لیے ایک اور دردِ سری لائے ہیں مسٹر جوشو۔" میں نے کہا۔

"یہ کہہ کر تم مجھے افسردہ کر دیتے ہو اور میں سوچتا ہوں کہ صرف میں تمھیں اپنے پیار کا یقین دلانے میں ناکام رہا ہوں۔" مسٹر جوشو نے کہا۔

"سوری مسٹر جوشو! آپ کے ہاتھوں تو میری تعمیر ہوئی ہے۔ آئندہ آپ کو شکایت نہ ہوگی۔" میں نے شرمندگی سے کہا۔

"کیا ہے وہ دردِ سری؟" مسٹر جوشو نے پوچھا۔

میں نے انھیں پوری تفصیل سے آگاہ کر دیا۔

تمام تفصیل سننے کے بعد انھوں نے کہا "مجھے تم پر فخر ہے علی۔ اتنی شاندار کارکردگی کے حامل کے لیے تو کوئی بھی سب کچھ کرنے پر آمادہ ہو سکتا ہے، خواہ کتنے ہی خطرات کیوں نہ مول لینا پڑیں۔ میں خود بھی تمھاری تنہائی بُری طرح محسوس کرتا ہوں۔ اگر تم ڈیبورا ہو سے رابطہ قائم کر لو تو تمھیں بہترین تربیت یافتہ افراد کا ایک گروہ مل جائے گا جن کے وسائل بے پناہ ہیں۔ پھر شاید تمھیں نہ صرف امریکا بلکہ دوسرے بہت سے ممالک میں بھی بڑی آسانیاں مل سکیں گی۔"

"اس کام کی تکمیل کے بعد میرے ذہن میں دوسرا پروگرام یہی ہے۔"

"ٹھیک ہے، اس سلسلے میں تمھاری پوری پوری مدد کی جائے گی۔ میرے مہمانوں کی حیثیت سے آئے ہو تو اب میرے ساتھ ہی قیام کرو۔ تم اس دوران بہت محنت کر چکے ہو۔ آٹھ یہودی رہنماؤں کا قتل اور پھر یہ سب کچھ... میں انعام کے طور پر تمھاری یہ ذمے داری خود پوری کروں گا۔"

"ہم دونوں کی تجاویز میں سے کون سی تجویز مؤثر ہے مسٹر جوشو؟" میں نے پوچھا۔

"دونوں شاندار ہیں۔ ایک طویل العمل ہے دوسری مختصر۔ یہاں چھپنے والے اخبارات کہاں کہاں جاتے ہیں، اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ تاہم انھیں نہ صرف فرانس، برطانیہ بلکہ مشرقِ وسطیٰ میں بھی بھیجنے کا انتظام کر لیا جائے گا۔"

"تو پھر آپ کے خیال میں ہمارا دوسرا منصوبہ زیادہ مؤثر ہے؟" میں نے مسٹر جوشو کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں یقیناً، اس میں ہمیں آسانیاں فراہم ہو سکتی ہیں، سوائے اس کے کہ ہمیں نہایت محتاط انداز میں چند پوائنٹ منتخب کرنے ہوں گے اور وہاں اپنی کارکردگی شاندار رکھنا ہوگی۔ میں تمھارا موقف اچھی طرح سمجھ چکا ہوں۔ یہ اندازہ لگا چکا ہوں کہ تم کیا چاہتے ہو۔ بہتر یہ ہوگا کہ اس مختصر وقت کو پوری طرح استعمال کرنے کے لیے تم فوراً ان مضامین کی تیاری شروع کر دو۔ باقی تمام کاموں کے سلسلے میں... میں تمھیں سوان میگنو سے ملا دوں گا۔ سوان میگنو کوریا کا باشندہ ہے۔ میرا معتمد و بہت ہی محنت کرنے والا انسان ہے۔ اُس کے پاس بہت بڑا پریس ہے جس پر وہ کمرشل کام کرتا ہے۔ ان تمام تیاریوں کی ذمے داری اُسے سونپ دی جائے گی۔"

"بہت شکریہ مسٹر جوشو! ہم آپ کی ہدایت کے مطابق فوری طور پر اپنے کام کا آغاز کیے دیتے ہیں۔"

مسٹر جوشو نے ہمیں ایک پُرسکون رہائش گاہ فراہم کر دی تھی جہاں لکھنے کی میزیں اور دیگر ضروریات کے لیے دوسرا تمام سامان فوری طور پر مہیا کر دیا گیا اور اُسی دن ہم اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔

تہذیب مالکم ایکس نے کبھی مجھے مایوس نہیں کیا تھا۔ زندگی کے ہر شعبے میں وہ اپنے اندر انفرادیت رکھتی تھی۔ چنانچہ اُس نے کرائم انٹرنیشنل کے بہت سے پرچے سامنے رکھنے کے بعد اُن کے مطابق مضامین کی تیاری شروع کر دی۔ بہت ہی خوبصورتی سے اُس نے پہلا صفحہ ترتیب دیا تھا جس میں چند دلچسپ خبروں کے ساتھ ساتھ آٹھ یہودی رہنماؤں کے قتل کی تفصیل اور لیو ہاورڈ کے اور میرے درمیان ہونے والی طویل جدوجہد کا خلاصہ، میری یہاں آمد کی وجہ اور اُس کے بعد میری کارکردگی، یہ سب کچھ

اُس نے انتہائی خوبصورت پیرائے میں لکھا تھا اور اس کے بعد بلیک پلان کو منظرِ عام پر لائی تھی۔ بلیک پلان کے سلسلے میں اُس نے تمام تفصیلات درج کرتے ہوئے لکھا تھا کہ صیہونیوں کو اگر امریکی امداد حاصل نہ ہوتی تو یقیناً عربوں کے سینوں پر فلسطینیوں کا پھوڑا نہ پیدا ہوتا۔ برطانیہ اور دوسرے ممالک کے بارے میں بھی اُس نے بہت ہی وضاحت سے تفصیلات لکھی تھیں اور پھر لکھا تھا "ہم جانتے ہیں، حکومتِ امریکا اسرائیل کی پشت پناہ ہے لیکن ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اُس کی پالیسی قطعی طور پر کسی ایک ملک یا کسی ایک قوم کے خلاف نہیں ہے۔ ہاں امریکی یہودیوں کا تسلط اُس کی اپنی پالیسیوں پر اثرانداز ہوتا رہتا ہے۔ کیا سی آئی اے میں لیو ہاورڈ کو اسی لیے جگہ دی گئی تھی کہ وہ حکومت کے مفادات کو نظرانداز کر کے صرف صیہونیت کے لیے کام کرے؟ اگر ایسا نہیں تو ظاہر ہے اُسے یہ سب کچھ حکومت کے شانوں پر سوار ہو کر نہیں کرنا چاہیے تھا اور نہ ہی اُسے اس کا موقع فراہم کیا جانا چاہیے تھا۔"

اس کے بعد دوسرے صفحے پر بلیک پلان کی تمام دستاویزات نہایت ترتیب سے کمپوز کی گئی تھیں اور ان میں ایک ایک چیز کی وضاحت کر دی گئی تھی۔

تہذیب مالکم ایکس نے یہی لکھا تھا کہ یہ منصوبہ خفیہ طور پر بھی پایۂ تکمیل تک پہنچایا جا سکتا تھا لیکن بہتر یہی سمجھا گیا کہ بات صرف تنظیم آزادیٔ فلسطین کے خفیہ ریکارڈ میں نہ رہے یا پھر کچھ ممالک کے ذریعے یہ سب کچھ صرف احتجاجی شکل میں سامنے نہ آئے بلکہ اس کی حقیقت سے وہ غیر قومیں بھی واقف ہو جائیں، جو ابھی تک بعض معاملات میں گومگو کا شکار ہیں۔ انھیں اس منصوبے کی تمام تفصیلات بتانے کا مقصد یہی ہے کہ وہ اسرائیلی جارحیت کو اچھی طرح محسوس کر لیں۔ بعد میں کرائم انٹرنیشنل سے معذرت کی گئی تھی کہ اس کا سہارا حاصل کیا گیا۔ یہ بھی اعتراف کیا گیا تھا کہ اخبار کا ان تمام معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ تو صرف ایک ایسے سرپھرے گروہ کا کارنامہ ہے، جو امریکی یہودیوں کی سازشوں کو طشت از بام کرنے کا بیڑا اُٹھائے ہوئے ہے اور جو لیو ہاورڈ کی تمام سیاہ حرکتیں منظرِ عام پر لانا چاہتا ہے۔ تنظیم آزادیٔ فلسطین سے متعلق اور دوسری خبریں بھی تہذیب نے ان صفحات میں شامل کی تھیں اور کرائم انٹرنیشنل کو ایک عجیب و غریب چیز بنا دیا تھا۔ کوریا کے باشندے سوان میگنو نے بھرپور تعاون کیا اور یہ تمام چیزیں ہم سے حاصل کر کے انھیں اشاعت کے لیے لے گیا۔ چوتھے دن ہمیں اس کا پروف دکھایا گیا اور ہماری آنکھیں مسرت سے چمک اٹھیں۔ کوئی بھی یہ بات نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ اخبار کرائم انٹرنیشنل نہیں ہے لیکن جو کچھ ہم نے اس میں لکھا تھا، اُسے انتہائی شاندار پیمانے پر ترتیب دے دیا گیا تھا۔

اُسی رات مسٹر جوشو نے پروف دیکھتے ہوئے کہا "کل تک تمام اخبار ہمارے پاس آ جائے گا۔ میں نے بہت سے افراد کو اس کام پر لگا دیا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس میں ہمارے ساتھی صرف ایک کام کر رہے ہیں۔ اخبار کے اُس دفتر پر کنٹرول، جہاں سے یہ اخبار آخری شکل میں مرتب ہو کر نکلتا ہے۔ باہر کام کرنے والے وہی تمام لوگ ہیں، جو اخبار کو مختلف جگہوں پر پہنچانے کے لیے اپنی خدمات انجام دیتے ہیں۔ ان تمام ممالک کی اور شہروں کی تفصیل بھی حاصل کر لی گئی ہے جہاں جہاں یہ اخبار پہنچتا ہے۔ فہرست تمھارے سامنے ہے اور تمھیں یہ سن کر خوشی ہوگی کہ کرائم انٹرنیشنل دُنیا کے تقریباً آٹھ ممالک میں جاتا ہے اور وہاں صبح کے اخبار کی حیثیت سے تقسیم ہو جاتا ہے۔ میرا خیال ہے تمھاری یہ کاوش مکمل طور پر کامیابی کی طرف گامزن ہے اور اس میں تمھیں کوئی ناکامی نہیں ہوگی۔"

میری آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی آگئی تھی۔ مسٹر جوشو نے میرے خوابوں کی تکمیل ضرورت کے مطابق ہی کر دی تھی اور میں ان کے اس احسان کو کبھی نہیں بھول سکتا تھا۔ باقی تمام کارروائیوں میں بھی انھوں نے مجھے کوئی حصہ نہ لینے دیا اور پھر مقررہ وقت پر جنرل آپریشن کیا گیا۔ اُسی صبح مسٹر جوشو نے مجھے خوشخبری سُنائی کہ ان کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ صبح ساڑھے تین بجے بیرونی اخبارات ایئر لائنز کے ذریعے روانہ ہو چکے ہیں اور مقامی طور پر تقسیم ہونے والا اخبار تقسیم کے لیے ہاکرز اور دوسرے اداروں کے سپرد کر دیا گیا ہے۔

یہ سب کچھ مسٹر جوشو نے کیا تھا۔ ہماری کارکردگی اس سلسلے میں صرف اتنی تھی کہ ہم نے میٹر تیار کیا تھا۔ اس کے بعد مسٹر جوشو کے پاس رُکنا مناسب نہیں تھا۔ اس تمام کارروائی کا نتیجہ ہم دوسری حیثیت سے دیکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ مسٹر جوشو کی اجازت سے ہم ایک بند گاڑی میں بیٹھ کر باہر نکل آئے۔ ہمارے چہروں پر وہی میک اپ تھا لیکن جب یہ گاڑی ہمیں ہماری مطلوبہ جگہ چھوڑ کر چلی گئی اور یہ اطمینان ہو گیا کہ اس وقت ہم کسی کی نگاہ میں نہیں ہیں تو میں نے اور تہذیب نے میک اپ تبدیل کر لیا اور مسٹر جیگر اور مسز جیگر کی حیثیت سے اپنے فلیٹ کی طرف چل پڑے۔

امریکا میں علی یار خان کی آمد کے بعد یہ دوسرا دھماکا تھا اور اس کے اثرات کے لیے ہمیں نہایت ذہانت اور ہوشیاری سے خود کو تیار کرنا تھا۔ مائیکل جوشر کا ہنگامہ اور پھر یہ نیا واقعہ ایک ہی شہر سے تعلق رکھتا تھا۔ سب سے اہم بات یہ تھی کہ اس سلسلے میں بھی لیو ہاورڈ براہِ راست ملوّث تھا، اس لیے جو نہ ہو جاتا، کم تھا۔

فلیٹ پر آنے کے بعد ہم نے اس سلسلے میں غور کیا اور فیصلہ کیا کہ ہمیں فوری طور پر یہ شہر چھوڑ دینا چاہیے۔

"چلیں گے کہاں؟" تہذیب نے پوچھا۔

"اس کا فیصلہ تم کرو۔" میں نے جواب دیا۔

"ڈیبورا ہو ہماری فہرست میں ہے۔ اگر شکاگو چلیں تو...؟"

"خیال بُرا نہیں ہے لیکن اس کے بارے میں ہم کچھ نہیں جانتے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تہذیب۔ مسٹر جو شو ہمدرد انسان ہیں لیکن یہ ضروری تو نہیں ہے کہ جو کچھ وہ سوچیں، وہ حرف بہ حرف درست ہو۔ اس بات کے امکانات بھی ہو سکتے ہیں کہ جس شخص کو ہم استعمال کرنا چاہیں، وہ سی۔ آئی۔ اے کا آدمی نکلے۔ تم سی۔ آئی۔ اے کے بارے میں جانتی ہو۔ لاتعداد غیر متعلق آدمی اس کے نمائندے ہوتے ہیں اور خفیہ طور پر اس کے لیے کام کرتے ہیں۔ ہم کسی پھندے میں نہیں پھنسنا چاہتے۔ ڈی بو ہار بو ہمارے مقصد میں ہمارا آلۂ کار بن سکتا ہے لیکن ہم اس پر انحصار نہیں کریں گے۔ یہ دوسری بات ہے کہ بعد میں ہم اسے اپنے ساتھ شریک کر لیں۔"

"معقول بات ہے۔" تہذیب نے اتفاق کیا۔

"چنانچہ ٹھکانا گو ہمارا مناسب نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ کسی اور جگہ چلیں۔ مقصد تو بس یہ جگہ چھوڑ دینی ہے۔ اور کسی ایسی جگہ کو اپنا ٹھکانا بنانا ہے جہاں سے ہم حالات پر نگاہ بھی رکھ سکیں اور فی الحال کسی ہنگامے سے محفوظ رہیں۔"

غور و خوض کے بعد ہم نے نقشوں کی مدد سے ایک جگہ منتخب کر لی۔ یہ ایک چھوٹا سا قصبہ ڈی ڈیزی گالا فشی تھا جو سان فرانسسکو سے زیادہ دور نہیں تھا۔ شہر سے اس کا مکمل رابطہ تھا اور ہم کسی بھی وقت سان فرانسسکو میں داخل ہو سکتے تھے۔ گویا پھر یہاں سے رابطہ بھی منقطع نہ ہوتا اور ہم شکوک کی حد سے نکل جاتے لیکن اس نئی جگہ کے لیے پرانے میک اپ کی ضرورت نہیں تھی۔ ہمیں کوئی نئی حیثیت اختیار کرنا چاہیے۔ چہروں میں بہت معمولی سی تبدیلی پیدا کر کے ہم ضروری تیاریوں کے بعد باہر نکل آئے اور پھر ڈیزی گالا فشی چل پڑے۔ اس کے لیے ہمیں شہر کے ایک گوشے سے ٹیکسی حاصل کرنا پڑی تھی۔

سرفروشانہ جذبوں کی اس دلچسپ داستان کے باقی
واقعات پانچویں حصے میں ملاحظہ فرمائیے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk